

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بِسلسلہ دفاعِ شیعہ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا سہارن پوری رحمہ اللہ

اکابر اہل سنت کا حقیقی مسلک و مشرب المعروف

تحفظ عقائد اہل سنت

مجموعہ
تحریرات اکابر

قائد اہل سنت وکیل شیعہ قاضی مظہر حسینؒ
حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ

فقیر العصر سید عبدالشکور ترمذیؒ
مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذیؒ

شہید اسلام محمد یوسف لدھیانویؒ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

فقیر العصر مفتی عبدالستارؒ
حضرت مولانا مفتی عبدالستارؒ

مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدر اکاؤنٹی
وکیل احتاف مولانا محمد امین صفدر اکاؤنٹی

مقلد اسلام شیخ الیوم مفتی محمد ترقی عثمانیؒ
حضرت مولانا مفتی محمد ترقی عثمانیؒ

محقق اہل سنت مفتی عبدالواحدؒ
حضرت مولانا مفتی عبدالواحدؒ

مقدمہ

فضیلۃ الشیخ یادگار اسلاف

حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات
مدظلہم مدینہ منورہ

خلیفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا سہارن پوری رحمہ اللہ
مجاز

ترتیب

خادم اہل سنت
عبدالرحمن چاریاری

سید محمد امین شاہ
مدظلہم مدینہ منورہ

محمد بن علوی مالکی کے افکار و نظریات ایک نظر میں

رسول اللہ ﷺ کو ہر چیز کا علم دیا گیا یہاں تک کہ روح کا بھی اور مغیبات خمسہ کا بھی۔

[الذخائر المحمدیہ: ۲۰۵]

نبی کریم ﷺ کو علم غیب دیا گیا۔

[مفہیم يجب أن تصحح: ۸۳۔ ھواللہ: ۸۹]

رسول اللہ ﷺ کی روح مبارکہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔

[الذخائر المحمدیہ: ۲۵۹]

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کے تمام خزانے نبی ﷺ کو دے دیئے اب آپ ان کو مخلوق میں تقسیم کرتے ہیں۔

[الذخائر المحمدیہ: ۱۱۰]

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو لوگوں کی ہر قسم کی حاجتیں پوری کرنے کی قدرت دی ہے۔

[مفہیم يجب أن تصحح: ۱۷۳]

زندہ اور وفات یافتہ انبیاء اور اولیاء سے غیر مقدور العبد چیزوں کا سوال جائز ہے۔

[مفہیم يجب أن تصحح: ۱۸۱]

کسی رسول کے ذکر میں صرف اتنا کہنا کہ وہ بشر ہیں ناجائز ہے اور جاہلی طریقہ ہے۔ [ھواللہ: ۸۴]

غیر اللہ کی قسم کھانا جائز ہے۔

[الذخائر المحمدیہ: ۲۰۶]

ارواح کو اتنی آزادی حاصل ہے کہ وہ زندوں کی طرح بلکہ اُن سے بھی بڑھ کر اپنے پکارنے والوں کو جواب دیں اور اپنے سے فریاد کرنے والوں کی فریاد سنی کریں۔ [مفہیم: ۱۸۰]

احمد رضا خان بریلوی سے محبت سنی ہونے کی علامت ہے۔ اور ان سے بغض بدعتی ہونے کی نشانی ہے۔

[ماہنامہ جہان رضا فروری ۱۹۹۶ء ص: ۲۱]

محمد بن علوی مالکی، اَفکارِ علوی مالکی، ”اصلاحِ مفاہیم“ اور رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے بارے میں اکابر کی آراء

دیوبندیوں کا بریلویوں سے اختلاف فروعی ہی نہیں بلکہ اصولی اور اعتقادی بھی ہے۔ [دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ]

اگر کوئی شخص بریلوی فرقہ کو اہل سنت والجماعت شمار کرتا ہے تو یہ اس کی صریح گمراہی ہے۔ [مظاہر العلوم سہارنپور کا فتویٰ]

علوی مالکی احمد رضا خان سے بھی بڑا بدعتی ہے۔ [امام اہل سنت مولانا محمد سر فراز خان صفدر]

وہ مسائل مسلکِ دیوبندی کے خلاف نہیں بلکہ روحِ اسلام کے خلاف ہیں۔ [حضرت امام اہل سنت]

محمد بن علوی مالکی کثر بریلوی بلکہ فتاویٰ البریلویت ہیں۔ اور صوفی اقبال صاحب اُن کے خلیفہ ہیں۔
[قائد اہل سنت وکیل صاحب مولانا قاضی مظہر حسین]

میں آج بھی علوی مالکی کو بریلوی عقیدہ کا حامل اور مبتدع سمجھتا ہوں۔ [شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی]

یہ کتاب ہمارے اکابر دیوبند کے مسلک و مشرب کی ہرگز ترجمان نہیں۔ [حضرت شہید اسلام]

احقر کے نزدیک مجموعی حیثیت سے سارا ہی رسالہ دفن کرنے کے قابل ہے۔ اور اس سے سراپا بریلویت پھیلے گی۔ اس
کا شائع کرنا حرام ہے۔ [حضرت مولانا عاشق الہی بلند شہری]

کتاب ”اصلاحِ مفاہیم“ مسلکِ علماء دیوبند کی ترجمان نہیں۔ [مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی]

ان میں بعض چیزیں بدعت اور بعض بدعت سے بھی بڑھ کر ہیں۔ جن حضرات کے یہ عقائد ہیں اہل بدعت کے
ترجمان ہیں۔ [مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی]

”اصلاحِ مفاہیم“ میں قرآن سنت اور اکابر کے مسلک و مشرب کے خلاف کافی مواد پایا جاتا ہے۔

[حضرت مولانا مفتی عبدالستار، ملتان]

نیز اس کتاب میں بعض عقائد بھی ایسے ہیں جو اہل سنت والجماعت سے متصادم ہیں۔

[حضرت سیدئیں الحسینی شاہ]

یہ محتویات مسلکِ بزرگانِ دیوبند کے یقینی طور پر خلاف ہیں۔ [دارالعلوم کراچی کا فتویٰ]

محمد علوی مالکی صاحب اہل سنت والجماعت سے یقیناً خارج ہیں۔ [مولانا مفتی عبدالواحد ظاہر]

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (4)

قال النبی ﷺ: ”مَنْ وَقَرَ صَاحِبَ بَدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلَى هَذِهِ الْإِسْلَامِ.“

[المعجم الأوسط: ۶۷۷۲]

قال النبی ﷺ: ”الْبَرَكَةُ مَعَ أَكَابِرِكُمْ.“ [صحیح ابن حبان: ۵۵۹]

جناب محمد بن علوی مالکی صاحب..... اور..... اُن کے حامیوں کے نظریات اور

اکابر اہل سنت کا حقیقی مسلک و مشرب

المعروف

تحفظ عقائد اہل سنت

..... (مجموعہ تحریرات اکابر).....

جمع و ترتیب

خادم اہل سنت عبدالرحیم چاریاری

ضروری نوٹ

تحریرات اکابر کے اس مجموعے کا نام

”جناب محمد بن علوی مالکی اور اُن کے حامیوں کے نظریات کا تحقیقی جائزہ“

طے پایا تھا۔ لیکن عین طباعت کے لمحات میں بوجہ نام تبدیل کرنا پڑا۔ لہذا کتاب میں

”تحقیقی جائزہ“ سے یہی مجموعہ مراد ہوگا۔ [مرتب]

E-Mail: khadim.khan4@yahoo.com

.....مجموعہ تحریرات.....

قائد اہل سنت، وکیل صحابہ، حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ
[خلیفہ مجاز: شیخ الاسلام حضرت مدنی..... بانی: تحریک خدام اہل السنۃ والجماعۃ]

امام اہل سنت، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ
[تلمیذ رشید: شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ..... خلیفہ مجاز: رئیس المفسرین مولانا حسین علی رحمہ اللہ]

ترجمان مسلک دیوبند، فقیہ العصر، حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ
[تلمیذ رشید: شیخ الاسلام حضرت مدنی..... بانی: جامعہ حقانیہ ساہیوال، سرگودھا]

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ
[صدر مفتی: جامعہ خیر المدارس، ملتان]

ترجمان اہل سنت، محقق العصر، حضرت مولانا مفتی عاشق الہی رحمہ اللہ
[تلمیذ رشید: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ..... مصنف کتب کثیرہ]

یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات مدظلہم
[خادم خاص و خلیفہ مجاز: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ]

امین ملت، مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اکاڑوی رحمہ اللہ
[رئیس: شعبہ تخصص فی الدعوة والارشاد: جامعہ خیر المدارس ملتان]

مفکر اسلام، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
[خلیفہ مجاز: حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمہ اللہ..... نائب صدر: دارالعلوم کراچی]

ترجمان اہل حق، محقق العصر حضرت مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم
[خلیفہ مجاز: حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ..... رئیس دارالافتاء: جامعہ دارالتقویٰ، لاہور]

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں۔

نام کتاب..... علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب

تصنیف..... اکابر اہل سنت علیہم الرحمۃ

مرتب..... خادم اہل سنت عبد الرحیم چاریاری

صفحات..... آٹھ سو بارہ (۸۱۲)

طبع اول..... مارچ ۲۰۱۶ء..... جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ

تعداد..... گیارہ سو (۱۱۰۰)

ناشر..... جامعہ حنفیہ، امداد ٹاؤن، شیخوپورہ روڈ، فیصل آباد

قانونی مشیر..... چوہدری ظفر اقبال صاحب، ایڈووکیٹ سپریم کورٹ

ملنے کے پتے

جامعہ حنفیہ، امداد ٹاؤن، شیخوپورہ روڈ، فیصل آباد 0304-4550218_0321-7837313

مکتبہ اہل سنت، دوکان نمبر ۱۲ رسول پلازہ، امین پورہ بازار، فیصل آباد 041-2612313

دارالامین، اچھرہ، لاہور 0307-5687800_0312-0334-4612774

مولانا عبدالرؤف نعمانی صاحب، اچھرہ لاہور 0321-4145543_0300-4273864

دفتر ماہنامہ حق چاریار، جامع مسجد میاں برکت علی، اچھرہ لاہور..... دفتر تحریک خدام اہل سنت، مدنی مسجد، پکوال

جامعہ حقانیہ، ساہیوال سرگودھا 0301-4843429

مکتبہ صفدریہ، نزد مدینہ مسجد، ماڈل ٹاؤن بی، بہاول پور 0301-7790908

مکتبہ جمال قاسمی، دوکان نمبر ۲، شان آرکیڈ، بالمقابل جامعہ گلشن عمر، سہراب گوٹھ، کراچی

مکتبہ عمر فاروق، نزد جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی، بلاک نمبر ۴، کراچی

دارالایمان کراچی 0334-2028787..... مکتبہ تالیفات ختم نبوت، اردو بازار، لاہور

ادارہ اشاعت الخیر، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان..... مکتبہ الحسن، اردو بازار، لاہور

..... مکتبہ الفرقان، اردو بازار، گوجرانوالہ..... مکتبہ سراجیہ، سیٹلائٹ ٹاؤن، سرگودھا

..... مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار، لاہور..... مکتبہ قاسمیہ، اردو بازار، لاہور

..... باب نمبر ایک (۱).....

آغازِ سخن

..... فہرست ابواب اور مضامین کی ایمالی اور تفصیلی فہرست
..... انتساب

..... عرض مرتب، از: خادم اہل سنت عبدالرحیم چاریاری غفرلہ

..... پیش لفظ، از: حضرت مولانا مفتی محمد اعظم ہاشمی مدظلہ

..... تقریظ: حضرت مولانا مفتی محمد انور اکاڑوی مدظلہم

..... تقریظ: حضرت مولانا حبیب الرحمن سومرو مدظلہم

..... تقریظ: حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

..... تقریظ: حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمن مدظلہم

..... مکتوب گرامی مولانا اسماعیل بدات مدظلہم (بلسلسلہ ”آپ کے مسائل“ کے ناشرین کی خیانت)

..... مقدمہ از حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات صاحب مدظلہم..... برائے: ”تحقیقی جائزہ“

..... مقدمہ مولانا مفتی شعیب احمد صاحب..... برائے: مجموعہ تحریات مفتی عبدالواحد صاحب

..... پیش لفظ طبع اول از: مولانا مفتی ابوبکر علوی صاحب

..... ”اصلاحِ مفہیم“ اور اس کے متعلقات..... ماہ و سال کے آئینے میں!

فہرست ابواب

باب نمبر ۱ [صفحہ نمبر 5 تا 104]

آغاز سخن..... تفصیلی فہرست، انتساب، عرض مرتب، پیش لفظ، تقاریر، مقدمہ

باب نمبر ۲ [صفحہ نمبر 105 تا 302]

جناب محمد بن علوی مالکی صاحب اور ان کے حامیوں کا تعارف

باب نمبر ۳ [صفحہ نمبر 303 تا 554]

جناب محمد بن علوی مالکی صاحب کی کتاب ”اصلاح مفاہیم“ کا تحقیقی جائزہ

باب نمبر ۴ [صفحہ نمبر 555 تا 684]

مولانا ہزاروی صاحب کے رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کا تحقیقی جائزہ

باب نمبر ۵ [صفحہ نمبر 685 تا 710]

مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب کے رجوع کا قصہ

باب نمبر ۶ [صفحہ نمبر 711 تا 762]

مروجہ مجالس ذکر و درود شریف کی شرعی حیثیت

باب نمبر ۷ [صفحہ نمبر 763 تا 788]

”اصلاح مفاہیم“ اور ”اکابر کا مسلک و مشرب“ سے متعلق فتاویٰ جات

باب نمبر ۸ [صفحہ نمبر 789 تا 812]

فتاویٰ اور دستی تحریرات کے عکس

اجمالی فہرست

باب نمبر 1..... آغاز سخن

- 13 تفصیلی فہرست
- 35 انتساب
- 36 عرض مرتب، از: خادم اہل سنت عبدالرحیم چاریاری غفرلہ
- 39 پیش لفظ، از: حضرت مولانا مفتی محمد اعظم ہاشمی مدظلہ
- 53 تقریظ: حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہم
- 55 تقریظ: حضرت مولانا حبیب الرحمن سومرو مدظلہم
- 56 تقریظ: حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہم
- 58 تقریظ: حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمن مدظلہم
- 60 بکتوب گرامی مولانا اسماعیل بدات مدظلہم بنام مولانا یحییٰ لدھیانوی
- (بلسلسلہ ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ کے ناشرین کی خیانت)
- 62 مقدمہ از حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات صاحب مدظلہم برائے: ”تحقیق جائزہ“
- 80 مقدمہ مولانا مفتی شعیب صاحب برائے: مجموعہ تحریرات مفتی عبدالواحد صاحب
- 96 پیش لفظ طبع اول از: مولانا مفتی ابوبکر علوی صاحب
- 98 اصلاح مفہیم اور اس کے متعلقات، ماہ و سال کے آئینے میں، از: عبدالرحیم چاریاری

باب نمبر ۲..... جناب علوی مالکی اور ان کے حامیوں کا تعارف

- 106 محمد علوی مالکی صاحب کے عقائد ان کی تحریرات کے آئینے میں! از: مولانا مفتی عبدالواحد
- 121 حضرت شیخ الحدیث کے چند خلفاء کا تعارف۔ از: مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد مدظلہم
- 143 جناب صوفی اقبال صاحب مولانا علوی مالکی کے خلیفہ ہیں
- 144 شیخ علوی مالکی کیا تھے؟ اہل سنت یا اہل بدعت؟ از: مولانا فضل الرحمن دھرم کوٹی مدظلہم
- 161 مالکی قادری بھائی بھائی! از: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ
- 281 حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ اور جناب محمد علوی مالکی صاحب از: حمزہ احسانی
- 292 جوابی بکتوب بنام مولانا حافظ ثار احمد الحسینی صاحب، از: حمزہ احسانی

باب نمبر ۳..... ”اصلاح مفاہیم“ کا تحقیقی جائزہ

- [illegible]

باب نمبر ۴..... ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کا تحقیقی جائزہ

- 556 ہمارے اکابر کا اصل مسلک، از: مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم۔۔۔۔۔
- 579 تیسرے ایڈیشن پر ایک نظر، از: مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم۔۔۔۔۔
- 600 رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب پر ایک تحقیقی نظر، از: مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ۔۔۔۔۔
- 651 رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب پر مختصر تبصرہ، از: مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ۔۔۔۔۔
- 654 طبع سوم پر چشم کشا تبصرہ، از: مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ۔۔۔۔۔
- 665 رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب سے علماء مدینہ کا اظہارِ ریزاری۔۔۔۔۔
- 667 مکتوب گرامی بنام مولانا عبدالحفیظ کی صاحب، از: فقیہ العصر حضرت مولانا عاشق الہی رحمہ اللہ۔۔۔۔۔
- 668 مکتوب گرامی بنام مولانا عبدالحفیظ کی صاحب، از: مولانا محمد اسماعیل بدات صاحب۔۔۔۔۔
- 680 مکتوب گرامی بنام مولانا سمیع الحق مدظلہم، از: فقیہ العصر حضرت مولانا عاشق الہی رحمہ اللہ۔۔۔۔۔
- 681 مکتوب گرامی بنام جناب خضر حیات صاحب، از: مولانا محمد اسماعیل بدات صاحب۔۔۔۔۔
- 684 شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق مدظلہم کی وضاحت۔۔۔۔۔

باب نمبر ۵..... مولانا عزیز الرحمن ہزاروی کے رجوع کا قصہ

- 686 داستان عبرت نمبر ۲، از: مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم۔۔۔۔۔
- 697 مولانا عزیز الرحمن ہزاروی کا رجوع نامہ ایک نظر، از: مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم۔۔۔
- 700 حقیقت حال، از: مولانا زاہد حسین رشیدی۔۔۔۔۔
- 703 مولانا ہزاروی کے رجوع نامے سے متعلق دارالعلوم کراچی کا فتویٰ۔۔۔۔۔
- 705 مکتوب گرامی مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہم بہام مولانا عصمت اللہ صاحب۔۔۔۔۔
- 706 بعد از رجوع ہزاروی صاحب سے بیعت کے بارے میں مفتی عبدالستار صاحب کافرمان۔۔۔۔۔
- 707 رجوع نامہ کی قبولیت کی شرائط۔۔۔۔۔
- 708 دوبندی بریلوی اختلاف اور مولانا ہزاروی کا رجوع نامہ، از: مولانا جمیل الرحمن عباسی۔۔۔۔۔

باب نمبر ۶..... مروجہ مجالس ذکر و درود شریف کی شرعی حیثیت

- 712** مجالس ذکر، از: قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ -----
717 مروجہ مجالس ذکر و درود کی شرعی حیثیت، از مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم -----
745 مروجہ ایصال ثواب اور مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ، از: مولانا محمد رفیع رحمہ اللہ
746 پورے رمضان کے نفلی اعتکاف اور اجتماعی ذکر و درود کا شرعی حکم، مفتی عبدالککور ترمذی
751 مخصوص مجالس کے لیے تداعی، مولانا مفتی عبدالککور ترمذی رحمہ اللہ -----
755 اجتماعی ذکر و درود سے متعلق ایک اہل فتویٰ، حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمن مدظلہم ---

باب نمبر ۷..... فتاویٰ جات

- 765..... دیوبندی بریلوی اختلاف حقیقی یا فروعی، دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ
- 768..... جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کا فتویٰ
- 771..... اصلاح مفاہیم کے بارے میں ایک استفتاء اور جمید علماء کی آراء
- 775..... مولانا عاشق الہی بلند شہری رحمہ اللہ کا فتویٰ
- 777..... اپیل، از: مولانا محمد اسماعیل بدات مدظلہم
- 778..... محفل درود شریف کے بارے میں مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ کا فتویٰ
- 779..... محفل درود شریف اور عورتوں کی تبلیغی جماعت کے متعلق فتویٰ

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (12)

780 نقشہ نعل شریف سے متعلق جامعہ اشرفیہ لاہور کا فتویٰ -----

.....حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہم کا فتویٰ بتائے مفتی عبدالشکور ترمذی۔۔۔۔۔ 784

باب نمبر ۸..... فتاویٰ اور دستی تحریرات کے عکس

.....دارالعلوم دیوبند کے فتوے کا عکس

.....مظاہر العلوم سہارنپور کے فتوے کا عکس ----- 792

.....حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کے مکتوب گرامی کا عکس -----

.....مولانا عاشق الہی کے فتوے اور مکتوب کا عکس

.....مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کے مکاتیب گرامی کا عکس -----

.....مولانا مفتی فرید صاحب رحمہ اللہ کے رجوع نامے کا عکس -----

.....مولانا حسن جان شہید رحمہ اللہ کے مکتوب گرامی کا عکس -----

.....دارالعلوم کراچی کے فتوے کا عکس

.....مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی کے فتوے کا عکس

.....جامعہ اشرفیہ کے فتویٰ کا عکس

.....جناب علوی (مالک) کا ان اکت کے عکس (جن کے بریلو ہوں) نے ترجمہ کرائے اور طبع کیں۔۔۔

..... بریلوی ار سہا لے ”جہان ار رضا“ کا عکس

..... حافظ مصنف احمد صاحب کے ذرا کا عکس

.....مجلس ذکر اور سعادت کا تہذیبی و معاشرتی مشتمل ایک اشتہار

809 ”آ“ کہ مرآئے میں اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ ”کہنا“ کہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ ”کہنا“ کہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔

اپنے سارے اوروں کے لئے سرینا بن گیا

علماء کی غلطیوں کا نام دین نہیں!

حضرت شیخ (امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ) اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:

”یاد رکھیں! علما کی غلطیوں کا نام دین نہیں ہے۔ بڑی سے بڑی شخصیت سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔

الحمد للہ ہمارے اکابر کا طریقہ یہ ہے کہ وہ غلط موقف کی تائید نہیں کرتے۔ اگر کسی صاحب علم بزرگ شخصیت سے کوئی غلطی ہو جائے تو بزرگ شخصیت کو برا بھلا نہیں کہتے، بلکہ ان کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے اُن کی غلطی کی

نشان دہی کر دیتے ہیں۔“ (الشریعہ، اشاعت خاص، مضمون مولانا حافظ یوسف صاحب)

تفصیلی فہرست

باب نمبر 1..... آغاز سخن

13 تفصیلی فہرست ☆
35 انتساب ☆
36 عرض مرتب ☆
39 پیش لفظ ☆
53 تقریظ: ☆
55 تقریظ: ☆
56 تقریظ: ☆
58 تقریظ: ☆
60 مکتوب گرامی ☆
	(بلسلسلہ ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ کے ناشرین کی خیانت)
62 مقدمہ ☆
62	جناب محمد علوی مالکی صاحب کا تعارف.....
63	علوی مالکی صاحب کے چند نظریات.....
64	اصلاح مفاجیم: پس منظر، پیش منظر اور تہ منظر.....
64	فتنہ علوی مالکی اور اکابر علمائے دیوبند.....
65	قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ.....
65	امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ.....
65	شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ.....
66	حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ.....
67	حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہید رحمہ اللہ.....
67	مولانا طلحہ کاندھلوی مدظلہم کا حکم اور حضرت امام اہل سنت کا فرمان.....
67	موجودہ علماء و اکابر.....

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (14)

- 68 رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“
- 69 مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب کا رجوع
- 70 فتنہ علوی مالکی..... اور تحریرات اکابر
- 71 قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کی تحریرات
- 71 فقیر العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ کی تحریرات
- 71 امین ملت مولانا محمد امین صفدر ادا کاڑوی رحمہ اللہ کی تحریرات
- 71 مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم کی تحریرات
- 71 متفرق تحریرات
- 72 شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان کے دو مکتوبات
- 73 ”تحقیق نظر“ پر ماہنامہ وفاق المدارس کا تبصرہ
- 74 ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ کے ناشرین کی خیانت
- 75 حضرت شہید اسلام کی تحریرات
- 75 آج بھی علوی مالکی کو بدعتی سمجھتا ہوں
- 76 ایک بے بنیاد الزام اور حقیقتِ حال
- 77 علمی خیانت پر احتجاج!!!
- 78 فتنہ علوی مالکی کا تحقیقی جائزہ
- 78 مولانا طلحہ کاندھلوی کے نام بندہ کا جوابی خط
- 78 تحقیقی جائزہ
- 80 ☆..... مقدمہ مولانا مفتی شعیب احمد صاحب برائے: مجموعہ تحریرات مفتی عبدالواحد صاحب
- 82 علوی مالکی اور متنازعہ تصانیف
- 83 قضیہ اصلاحِ مفاہیم
- 84 حضرت نفیس الحسینی شاہ کا رجوع
- 85 مفاہیم سے اکابر کا مسلک و مشرب تک
- 87 اصلاحِ مفاہیم کے ترجمے کا مقصد
- 89 حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب
- 90 مولانا یوسف لدھیانوی شہید
- 91 مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب باب نمبر 1 آغاز سخن (15)

- 92 حضرت مولانا مفتی عاشق الہی بلند شہریؒ -----
- 94 قضیہ کا خاتمہ ؟؟؟ -----
- 95 حرف آخر -----
- 96 ☆..... پیش لفظ طبع اول ----- مولانا مفتی ابوبکر علوی صاحب۔۔
- 98 ☆..... اصلاح مفہامیم ومتعلقات ماہ وسال کے آئینے میں خادم اہل سنت عبدالرحیم چاریاری -----

باب نمبر ۲..... جناب علوی مالکی اور ان کے حامیوں کا تعارف

- 106 ☆..... محمد علوی مالکی صاحب کے عقائد ----- حضرت مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم۔۔
- 109 محمد علوی صاحب کے عقائد کے بارے میں ضابطے -----
- 109 ۱۔ رسول اللہ ﷺ کی مدح میں غلو -----
- 110 ۲۔ خالق و مخلوق کے درمیان امور مشترک -----
- 111 ۳۔ کوئی موجد جب غیر مقدور العبد فعل کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرے تو وہ مجازی ہے۔۔
- 113 محمد علوی مالکی صاحب کے عقائد -----
- 113 ۱۔ نبی اکرم ﷺ کو ہر شے کا علم دیا گیا۔۔
- 113 ۲۔ نبی کریم ﷺ کو علم غیب دیا گیا۔۔
- 114 ۳۔ رسول اللہ ﷺ کی روح مبارکہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔۔
- 115 ۴۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کے تمام خزانے نبی ﷺ کو دے دیئے۔۔
- 116 ۵۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکو لوگوں کی ہر قسم کی حاجتیں پوری کرنے کی قدرت دی ہے۔۔
- 119 ۶۔ زندہ اور وفات یافتہ انبیاء اور اولیاء سے غیر مقدور العبد چیزوں کا سوال جائز ہے
- 120 ۷۔ کسی رسول کے ذکر میں صرف اتنا کہنا کہ وہ بشر ہیں ناجائز ہے اور جاہلی طریقہ ہے۔۔
- 120 ۸۔ غیر اللہ کی قسم کھانا جائز ہے۔۔
- 120 حرف آخر -----
- 121 ☆..... داستانِ عبرت نمبر ۱ (حضرت شیخؒ کے چند خلفاء کا تعارف) مولانا مفتی عبدالواحد
- 122 مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف -----
- 123 اہل السنۃ والجماعت کا کیا مطلب ہے؟ -----
- 124 محمد علوی مالکی کون ہیں اور ان کے عقائد کیا ہیں؟ -----

125 محمد علوی مالکی کے مشرک نہ عقائد

126 صوفی اقبال صاحب

126 ۱۔ صوفی اقبال صاحب اور محمد علوی مالکی

126 ۲۔ صوفی اقبال صاحب اور اصلاح مفاہیم

128 ۳۔ صوفی اقبال صاحب کی ایک اور خطرناک غلطی: اہل بدعت کو اہل سنت میں شمار کرنا۔

129 احمد رضا خان کا پہلا عقیدہ: رسول اللہ ﷺ کو مختار کل ماننا۔

130 احمد رضا خان کا دوسرا عقیدہ: علم غیب اور ہر ہرزہ کا علم رسول اللہ ﷺ کے لیے ماننا۔

131 احمد رضا خان کا اہل سنت کے مخالف تیسرا عقیدہ: رسول اللہ ﷺ کو حاضر ناظر ماننا۔

132 حافظ صغیر احمد صاحب

132 حافظ صغیر صاحب اور محمد علوی مالکی

134 مولانا عبد الحفیظ مکی صاحب

134 ۱۔ عبد الحفیظ مکی صاحب اور محمد علوی مالکی

135 ۲۔ اپنے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان۔

136 ۳۔ خود ہی مدعی خود ہی گواہ۔

137 مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی

137 ۱۔ مولانا عزیز الرحمن اور محمد علوی

137 ۲۔ اپنے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان۔

139 مولانا عزیز الرحمن ہزاروی بھی مشرک نہ عقائد والوں کو اہل سنت میں شمار کرتے ہیں۔

140 آخری گزارش

141 ☆..... مکتوب بنام مولانا مفتی عبدالواحد صاحب۔ انوار احمد صاحب۔

143 ☆..... صوفی اقبال صاحب مولانا علوی مالکی کے خلیفہ ہیں۔ ماہنامہ حق چار یا رلا ہور۔

144 ☆..... شیخ علوی مالکی کیا تھے؟ اہل سنت یا اہل بدعت؟۔۔۔ مولانا فضل الرحمن دھرم کوٹی مدظلہ

161 ☆..... مالکی قادری بھائی بھائی!۔۔۔ مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ۔

162 علماء و مشائخ سننوں کی جھلکیاں

162 مجیب الرحمن شامی

163 طاہر القادری کا مسلک و موقف

164 انقلابی سوچ کا نتیجہ: سہ فریقی اتحاد۔

- 164 طاہر القادری اور خمینی
- 165 عجیب الرحمن شامی اور طاہر القادری
- 165 علماء دیوبند کا عقیدہ
- 166 خوابوں کی دنیا
- 166 حضور ﷺ کی اقتداء میں پانچ نمازیں
- 167 عجیب و غریب مسلک
- 167 منہاج القرآن اور شیعہ
- 168 ادارہ منہاج القرآن کس دین کا غلبہ چاہتا ہے
- 168 مولانا مکی مالکی کی تشریف آوری
- 169 ہم عالم ارواح میں ایک دوسرے سے مانوس ہوتے ہیں
- 169 مالکی قادری دینی بھائی ہیں
- 170 مکی مالکی کی صدارتی تقریر
- 171 مولانا عبدالحفیظ مکی اور مکی مالکی
- 171 کچھ تعارف اصلاح مفاہیم کے بارہ میں
- 172 مولانا محمد مالکی، مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی کی نظر میں
- 174 اصلاح مفاہیم پر مولانا عزیز الرحمن کی تقریظ
- 174 دیوبندی بریلوی ہندی جھگڑا ہے
- 175 مکی مالکی دیوبند اور اکابرین دیوبند کی خدمت میں
- 175 بریلویوں کے ہاں علم نہیں ہوتا
- 176 الأرواح جنود مجنونة
- 176 مکی مالکی اور طاہر القادری
- 177 شیعہ، امام خمینی طاہر القادری، مکی مالکی محبت و محبوب ہیں
- 179 کیا آپ کے پاس کوئی جواب ہے؟
- 179 ایں چہ بولاجمعیست
- 181 مولانا عبدالحفیظ مکی کی تاویل
- 182 الجواب: یہ محمد مکی مالکی ہی ہیں
- 184 کتاب الشہاب الثاقب سے تائید:

- 185 کتاب الشہاب الثاقب کی وجہ تالیف
- 185 المہند علی المہند
- 185 نہند نام زنگی کا فور
- 186 مولانا عزیز الرحمن کی خیانت
- 186 ہمارا اختلاف خواص سے ہے
- 187 احمد رضا خان صاحب کی خیانت کا حال
- 187 اہل السنّت والجماعت پر رحم فرمائیں
- 187 محافل میلاد کا انعقاد
- 188 مینارِ پاکستان کی محفل میلاد
- 190 تصنع اور خود پرستی کا ایک کرشمہ
- 191 محافل میلاد پر حضرت سہارنپوریؒ کی رائے گرامی
- 191 محافل میلاد کا تاریخی جائزہ
- 192 پرلے درجے کی جہالت اور گمراہی
- 192 ایک شمع محفل خاتون
- 193 ننگے منہ ننگے سر عورتیں
- 193 کیا یہی مصطفوی انقلاب ہے
- 194 مصطفوی انقلاب کی ایک جھلک
- 195 قادری صاحب سیاسی میدان میں
- 196 روحانی میدان
- 198 مکی مالکی صاحب کے دلائل کی حقیقت
- 198 آپ نے بدعت کے مفہوم کو ابھی سمجھا ہی نہیں
- 199 مولانا عبدالحفیظ مکی کا بے بنیاد دعویٰ
- 200 مسئلہ حاضر و ناظر
- 200 علمی خیانت اور تحریف
- 201 دس بارہ مولویوں کو پھانسی دے دی جائے
- 201 مکی مالکی کی تصانیف و تراجم
- 202 سوانح مکی مالکی

- 203 بارگاہ رضویت سے عقیدت
- 203 امام احمد رضا فاضل بریلوی سے عقیدت
- 204 کتاب مفاہیم کے تراجم
- 205 پیرزادہ عابد حسین شاہ صاحب کی غلط فہمی
- 205 مختصر جواب
- 206 سید محمد مالکی سے ملاقاتیں
- 207 مکی مالکی کے اساتذہ حدیث
- 208 مدعی سست گواہ چست
- 209 اصلاح مفاہیم کی اشاعت میں تاخیر کی وجہ
- 209 صوفی محمد اقبال مکی مالکی کے مرید اور خلیفہ ہیں
- 210 مولانا یوسف لدھیانوی مکی مالکی کو بدعتی سمجھتے ہیں
- 210 صوفی صاحب کا خود نوشت اعتراف
- 211 عبدالحفیظ مکی قابل رحم ہیں: (تبصرہ)
- 211 چہ نسبت خاک را با عالم پاک
- 212 ظہور مہدی کی بازگشت
- 214 مکی مالکی کو پیر مفتی بنانے کی وجہ
- 214 ذرا دل تھام کے
- 215 صوفی صاحب کو بریلوی کہا جائے تو کیا انکار ہو سکتا ہے؟
- 216 قول فیصل
- 216 اس کو دفن ہی کرنا پڑے گا
- 217 ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور
- 217 محافل میلاد اور حضرت سہارنپوری کا مسلک
- 219 ایک شبہ کا جواب
- 220 براہین قاطعہ
- 220 قول فیصل
- 221 عید میلاد النبی
- 221 ہماری بحث اکابر دیوبند کے نام لیواؤں سے ہے

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (21)

- 243 میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو۔
- 244 حضرت مدنیؒ کا ارشاد۔
- 244 مسئلہ سجدہ تعظیمی۔
- 245 علم طریقت میں سب سے اونچے پہاڑ۔
- 246 علمی اور فقہی ضابطہ۔
- 246 نقشہ نعل شریف۔
- 248 نشر الطیب میں ناشرین کی غلطی۔
- 249 مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور حضرت تھانویؒ کی مکاتبت۔
- 249 مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کا فتویٰ۔
- 249 حضرت تھانویؒ کا جواب۔
- 250 میری تحریک کو مرجوع عنہ سمجھا جائے۔
- 251 رسالہ نیل الشفاء سے رجوع کرتا ہوں۔
- 251 میں اس الزام سے رجوع کر لوں گا۔
- 252 تعجب خیز مسلک۔
- 252 ایک غلطی کا ازالہ۔
- 252 نعلین مبارک کا نقشہ اور فضیلت۔
- 252 مولانا عبد القدوس ترمذیؒ کا مکتوب۔
- 254 مولانا تقی عثمانیؒ صاحب مدظل کا اعتراف۔
- 254 نقشہ نعل مبارک کی ترغیب و تشہیر جائز نہیں ہے۔
- 254 ایک سوال اور حضرت تھانویؒ کا جواب۔
- 255 صوفی محمد اقبال صاحب پر تعجب ہے۔
- 255 مماتی ٹولہ۔
- 256 ایک مولوی صاحب کا فتویٰ تکفیر۔
- 256 مولانا عزیز الرحمنؒ صاحب کی حسرت۔
- 257 تبصرہ: عوام معذور ہیں۔
- 257 احمد رضا خان نے دیوبندی اکابر کی تکفیر کی ہے۔
- 258 مولانا قاری محمد طیبؒ صاحب کا سہارا۔

- 258 ایک مکتوب-----
- 259 دعوت اتحاد-----
- 261 ذکر میلاد یا جشن میلاد-----
- 261 دیوبندی جماعت انگریزوں کے مقابلے میں کھڑی ہوئی تھی-----
- 262 مولانا احمد رضا خان-----
- 262 کیا بریلوی علماء اتحاد قبول کریں گے-----
- 262 مودودی کے خود ساختہ نظریات کی تردید-----
- 263 لوگوں کو اس سے احتراز لازم ہے-----
- 263 مودودیت ایک فتنہ ہے-----
- 264 حضرت قاری صاحب کا گرامی نامہ بسلسلہ مودودی سے اعلان براءت-----
- 265 علامہ افغانی کا بیان-----
- 265 دیوبندی بریلوی اتحاد-----
- 265 مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری گجراتی-----
- 266 قاری محمد طیب صاحبؒ کی مصالحتی کوشش-----
- 267 علماء دیوبند کا اجماعی مسلک-----
- 267 وجہ اختلاف-----
- 268 قدر مشترک-----
- 268 فریقین کی دستخط کردہ تحریر کا متن-----
- 269 حق گوئی اور انصاف پسندی-----
- 270 تبصرہ: قاری صاحبؒ کا نرا حسن ظن-----
- 270 عبرت-----
- 270 مولانا عنایت اللہ بخاری کا ایک انٹرویو-----
- 271 سماع موتی میں مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کا غالبانہ عقیدہ-----
- 271 ہمارے فیصلے غلط تھے-----
- 271 میں کتاب اللہ پیش کرتا ہوں یہ رحمتہ اللہ پیش کرتے ہیں-----
- 272 کیا قرآن مجید ناقابل فہم کتاب ہے؟-----
- 272 عنایت اللہ شاہ صاحبؒ بھی مشرک تھے-----

- 272 حضرت گنگوہیؒ کا فتویٰ
- 273 غلو فی التوحید کا نتیجہ
- 273 حضرت تھانویؒ نے نیل الشفاء کی اشاعت سے منع کر دیا تھا
- 275 روحانی مجالس
- 276 تبصرہ روحانیت کا ڈھنڈورا
- 277 مجلس درود شریف
- 277 فضائل درود شریف
- 278 فائدہ
- 279 علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ
- 280 درود بالجہر کا حکم۔ بلند آواز سے درود پڑھنا جہالت
- 281 ☆..... حقائق سے صرف نظر نہ کیجیے!۔۔۔ خادم اہل سنت حمزہ احسانی
- 283 ☆..... حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ اور جناب محمد علوی مالکی صاحب حمزہ احسانی
- 283 تحفظ سنت کا نفرنس اور حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ
- 284 کانفرنس کی دو بنیادی خرابیاں
- 285 اکابر کی روایات کا خیال کیجئے!
- 285 پس منظر
- 287 اراکین شوریٰ
- 287 داد ادا جان رحمہ اللہ کی خدمت میں
- 289 سہارا اور کار تھا
- 290 مکی صاحب کا سوالات کا جواب دینے سے انکار
- 291 حضرت جلال پوری کا فرمان
- 291 مولانا طلحہ کاندھلوی کا حکم حضرت امام اہل سنت کا فرمان
- 292 ☆..... جوابی مکتوب بنام مولانا ثار احمد الحسینی۔۔۔ حمزہ احسانی
- 294 ۱۔ اعتراض نمبر ایک اور اس کا جواب
- 295 ۲۔ اختلافات کو ہوا دینے کا الزام
- 295 ۳۔ چودہ سالہ پرانا قضیہ
- 295 ۴۔ ایک زبردست مغالطہ

- 296 ۵۔ ہزاروی صاحب کا رجوع اور اکابر.....
 298 ۶۔ حضرت امام اہل سنت کی مسرت اور تحریری تائید؟.....
 299 ۷۔ حضرت امام اہل سنتؒ کی طرف سے ہزاروی صاحب کا اکرام؟.....
 300 ۸۔ حضرت امام اہل سنتؒ کی طرف سے سند حدیث.....
 300 ۹۔ اتحاد و اتفاق کی فضا میں اختلاف کا بیج، جدارائے.....
 301 ۱۰۔ اکابر کے موقف کو اجاگر کرنا بے جا تنقید ہے؟.....

باب نمبر ۳..... ”اصلاح مفاہیم“ کا تحقیقی جائزہ

- ☆..... اصلاح مفاہیم، فکر و مندرجات کا مختصر و جامع تجزیہ مولانا مفتی عبدالستار ملتان..... 305
 307 دعا صرف اللہ تعالیٰ سے کی جائے (اکابر).....
 309 بارش کے بارے میں دعاء کی درخواست.....
 312 ارواح کا فریاد رسی کرنا.....
 312 عرس و مروج مجالس میلاد شریف وغیرہ.....
 313 ایک شبہ یا مغالطہ.....
 314 صلوٰۃ رغائب کے لئے اجتماع بدعت ہے.....
 314 نماز کے بعد مصافحہ کا رواج بدعت ہے.....
 315 قبر پر اذان کا رواج بدعت ہے.....
 315 کیا بدعات کی تردید حماقت ہے؟.....
 316 مفاہیم کے مباحث ذیل کے بارے میں اصولی طور پر ہمیں اتفاق ہے.....
 318 آخری گزارش.....
 ☆..... جناب علوی مالکی کی تضاد بیانیہاں!۔۔۔ فقہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ..... 319
 319 مدد صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو!.....
 320 مالکی صاحب کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا مانگنا.....
 321 مشرکین مکہ بھی خالق صرف اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے.....
 326 ایک عجیب ترین خطرناک بات.....

- ☆..... یہ مسائل روح اسلام کے خلاف ہیں۔۔۔۔۔ امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر

☆..... اصلاح مفاہیم پر ایک نظر۔۔۔۔۔ مولانا مفتی عبدالواحد ظاہر

”مفہیم“ کی ایک تقریظ پر تائیدی دستخط سے رجوع۔۔۔۔۔

بحث اول: میلاد النبی اور اس کے لیے اجتماع۔۔۔۔۔

فصل: 1 ذکر میلاد نبوی کے لیے جمع ہونا تداوی کے ساتھ۔۔۔۔۔

جو مجلس میلاد تداوی کے ساتھ ہواس کا اصول دین کے معارض ہونا۔۔۔۔۔

فصل: 2 کسی خاص رات یا خاص مہینہ میں محفل میلاد کا انعقاد۔۔۔۔۔

اکابرین دیوبند کا بتایا ہوا ذکر رسول ﷺ کا طریقہ۔۔۔۔۔

فصل: 3 ان اجتماعات و محافل کو دعوت الی اللہ اور اصلاح کا ذریعہ سمجھنا۔۔۔۔۔

فصل: 4 دلائل مناسبات: حضرت ثوبیہ رضی اللہ عنہا کی آزادی کا قصہ۔۔۔۔۔

بحث دوم: خصائص نبویہ۔۔۔۔۔

فصل: 1 نبی کریم اکا ساریہ مبارک۔۔۔۔۔

فصل: 2 وہ سب چیزیں دیکھ اور سن سکتے ہیں جو عام بشر نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں۔۔۔۔۔

فصل: 3 نبی ﷺ کی طرف علم غیب حاصل ہونے کی نسبت۔۔۔۔۔

فصل: 4 موہم ضلال عنوانات۔۔۔۔۔

بحث سوم: غیر اللہ یعنی انبیاء و اولیاء سے استمداد و استغاثہ۔۔۔۔۔

1۔ اہل قبور انبیاء و اولیاء سے استمداد و استغاثہ کہ مجھے شفا دیجئے اور میری بیٹائی لوٹا دیجئے۔۔۔۔۔

2۔ اہل قبور سے اس طرح استمداد کہ میرے لیے فلاں چیز کی دعا کر دیجئے۔۔۔۔۔

3۔ کیا انبیاء و اولیاء کو اللہ نے تصرف کرنے کی قدرت دے رکھی ہے؟۔۔۔۔۔

کیا نبی ﷺ کے لیے صوفیاء کا اصطلاحی تصرف ثابت ہے؟۔۔۔۔۔

4۔ خرق عادت چیزوں کی طلب پر کیا نبی ﷺ ان کو پورا کروانے پر قادر تھے؟۔۔۔۔۔

1۔ بدوں دوا کے مرض کا علاج۔۔۔۔۔

2۔ انگلیوں سے پانی پھونٹنا۔۔۔۔۔

3۔ کھانے کا زیادہ ہونا۔۔۔۔۔

4۔ قرض کی ادائیگی۔۔۔۔۔

استدلال اول و ثانی۔۔۔۔۔

استدلال ثالث۔۔۔۔۔

- 381 خاتمہ.....
- 382 ☆..... اصلاح مفاہیم اور اس کی تقریظوں پر تبصرہ قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ
- 382 ناقدانہ تبصرے.....
- 383 اصلاح مفاہیم کی تقریظیں.....
- 383 مولانا عزیز الرحمن صاحب کی تقریظ.....
- 384 تقریظ مولانا احمد عبدالرحمن صدیقی.....
- 384 ایک نیا انکشاف.....
- 385 رسالہ ہفت مسئلہ.....
- 387 عقیدہ حیات انبیاء و شہداء.....
- 388 ایک اور عجیب عقیدہ.....
- 389 حضرت حاجی صاحب کا ارشاد.....
- 389 آخری گزارش:.....
- 391 ☆..... جوابی مکتوب بنام مولانا عبدالرحمن و مولانا عزیز الرحمن ہزاروی مولانا قاضی مظہر حسینؒ۔
- 391 مولانا احمد عبدالرحمن صاحب صدیقی کا مکمل گرامی نامہ.....
- 393 مولانا احمد عبدالرحمن صاحب کا شکوہ.....
- 394 فیصلہ ہفت مسئلہ پر حضرت گنگوہیؒ کی رائے گرامی.....
- 394 صوفی صاحب کی ایک تکنیکی مصلحت کا عجیب حال.....
- 395 مولانا مالکی مالکی کے علماء دیوبند سے تعارف کا حال.....
- 396 حضرت مدنیؒ کے ہاں ایک تشدد کا واقعہ.....
- 398 خواب اور عادات شرعاً حجت نہیں ہیں.....
- 399 معجزہ یا کرامت میں کسی نبی یا ولی کی اپنی قدرت و قوت کا دخل نہیں ہوتا.....
- 401 یا شیخ عبدالقادر جیلانی شہید اللہ.....
- 403 عقل و دانش بیاہر گریست.....
- 403 مولانا عزیز الرحمن کی برہمی.....
- 404 مفتی عبدالستار صاحب کو صوفی صاحب کا ارشاد نامہ.....
- 404 مانے یا کوئی نہ مانے.....
- 405 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پاکستان آنا.....

- 406 نقشہ نعل شریف.....
- 407 قابل غور.....
- 408 محفل میلاد اور کانفرنس و جلسہ کا حکم.....
- 409 ارواح سے استمداد و استغاثہ.....
- 410 اس فہم پر آفرین ہے.....
- 411 وظیفہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ایک مولوی صاحب کا اعتراض.....
- 411 اس وظیفہ کے متعلق حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے گرامی.....
- 412 مولانا عزیز الرحمن سے ایک سوال.....
- 413 قاضی عبدالکریم صاحب کلچر کا اعتراف.....
- 414 دال میں کچھ کالا کالا ضرور ہے.....
- 414 ارواح کی آزادی.....
- 415 صاحب مفاہیم تلخیص سے کام لیتے ہیں.....
- 416 حیات برزخیہ.....
- 417 مولانا مالکی کی علمی خیانت.....
- 418 روح نبوی ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا.....
- 419 حضرت مدنی کا ارشاد مبارک.....
- 420 رمضان المبارک میں کثرتِ جود کی وجہ.....
- 421 ایک انوکھا اعتراض.....
- 421 عرف میں لفظ مولوی اور مولانا کا استعمال.....
- 422 براہین قاطعہ کے مؤلف کون ہیں؟.....
- 422 یہ روایت سنی سنائی.....
- 423 تقریظ کتاب براہین قاطعہ.....
- 423 شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے گرامی.....
- 424 فیصلہ ہفت مسئلہ.....
- 424 مولود شریف میں قیام پر حضرت مدنی کا ارشاد.....
- 425 رسالہ ہفت مسئلہ کے تالیف کی وجہ.....
- 425 حضرت گنگوہی کی رائے گرامی.....

- 426 حضرت گنگوہیؒ اور حضرت تھانویؒ کا اختلاف
- 426 مولانا لدھیانوی کا تبصرہ
- 427 مکی مالکی کٹر بریلوی ہیں
- 427 مولانا ضیاء الدین قادری سے تعلق
- 428 فن حدیث میں ڈاکٹر یث
- 428 بارگاہ رضویت سے عقیدت
- 428 امام احمد رضا خان بریلوی سے عقیدت
- 429 اکابر دیوبند مولانا احمد رضا خان کی نظر میں
- 430 ہماری بحث
- 430 اقتباس تقریظ مولانا عزیز الرحمن صاحب
- 431 قول فیصل
- 432 ☆..... اصلاح مفاہیم پر تحقیقی نظر مولانا مفتی عبدالغفور ترمذی رحمہ اللہ
- 435 قرآن و سنت کی موافقت کا معیار اور اصول
- 439 چند اصولی قاعدے
- 439 قاعدہ اول
- 440 قاعدہ دوم
- 440 قاعدہ سوم
- 441 قاعدہ فقہیہ
- 442 عرس و مروجہ مجالس میلاد شریف وغیرہ
- 445 رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ اور حضرات اکابر علماء دیوبند
- 446 توضیح از حضرت اقدس قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ
- 451 تیسری مثال
- 455 حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی تشریح
- 465 اکابر اہل السنۃ والجماعت کی تحقیق
- 467 گمراہ کن عنوانات
- 469 ثوبیہ کے آزاد کیے جانے سے استدلال کا جواب
- 470 حضور ﷺ کے سایہ نہ ہونے کی تحقیق

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (29)

- 473 تحقیق اعراس و زیارت روضہ مقدسہ نبویہ صلی اللہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحبہ۔۔۔۔۔
- 478 نقشہ نعل مبارک کی تحقیق۔۔۔۔۔
- 479 وقت کی اہم ضرورت۔۔۔۔۔
- 480 حقیقت حال۔۔۔۔۔
- 483 ☆..... کچھ اصلاح مفاہیم کے بارے میں۔۔۔۔۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ
- 484 پہلا خط..... بنام پروفیسر احمد عبدالرحمن صاحب۔۔۔۔۔
- 485 دوسرا خط..... بنام پروفیسر احمد عبدالرحمن صاحب۔۔۔۔۔
- 496 ایک مکتوب اور اس کا جواب۔۔۔۔۔
- 500 فضیلۃ الشیخ ملک عبدالحفیظ کی کا خط اور اس کا جواب۔۔۔۔۔
- 518 مولانا زرولی خان کا خط اور جواب۔۔۔۔۔
- 523 جناب محمد ابو زبیر سکھر کا خط اور اس کا جواب۔۔۔۔۔
- 527 جناب اختر علی عزیزی کا خط اور اس کا جواب۔۔۔۔۔
- 533 مولانا عزیز الرحمن کے ایک مرید کے خط کا جواب۔۔۔۔۔
- 535 سبحانک هذا بهتان عظیم۔۔۔۔۔
- 536 ☆..... اصلاح مفاہیم پر مولانا مفتی محمد تقی عثمانی کی تقریظ۔۔۔۔۔
- 551 ☆..... مولانا مفتی فرید صاحب اکوڑہ ٹنک کار جو۔۔۔۔۔
- 551 ☆..... حضرت مولانا حسن جان شہید رحمہ اللہ کا رجوع۔۔۔۔۔
- 552 ☆..... حضرت سید نفیس الحسینی شاہ رحمہ اللہ کا رجوع۔۔۔۔۔
- 554 ☆..... حضرت مولانا عبدالغنی رحمہ اللہ کا رجوع۔۔۔۔۔

باب نمبر ۴..... ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کا تحقیقی جائزہ

- 556 ☆..... ہمارے اکابر کا اصل مسلک۔۔۔۔۔ مولانا مفتی عبدالواحد ظہیم
- 556 فصل: 1 محفل میلاد اور عرس وغیرہ کے بارے میں اکابرین دیوبند کا مسلک۔۔۔۔۔
- 557 ان مجالس کو اہتمام و تداعی کے ساتھ کرنا بدعت اور ناجائز ہے۔۔۔۔۔
- 561 فصل: 2 ایک مکملہ اعتراض اور اس کا جواب۔۔۔۔۔

- 563 کیا ان مجالس کو منعقد کرانے میں کوئی اصلاحی منفعت ہے؟
- 564 **تنبیہ:**
- 565 فصل: 3 حضرت حاجی صاحب کی ان محافل میں شرکت پر مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کا تبصرہ۔
- 570 فصل: 4 نقشہ نعل مبارک سے استبراک و توسل کے بارے میں ضروری وضاحت۔
- 571 فصل: 5 احمد رضا خان بریلوی اور ان کے ہم عقیدہ اہل سنت سے خارج ہیں۔
- 574 فصل: 6 بدعتی کی تو قیر پر وعید۔
- 576 ☆..... مکتوب بنام مفتی عبدالواحد صاحب۔ قاری صاحب۔
- 579 ☆..... تیسرے ایڈیشن پر ایک نظر۔ مولانا مفتی عبدالواحد ظلم۔
- 579 پہلی فصل: مسئلہ محفل میلاد۔
- 580 پہلی صورت۔
- 580 دوسری صورت۔
- 580 تیسری صورت۔
- 584 دوسری فصل۔
- 585 تیسری فصل۔
- 588 ☆..... مکتوب بنام مفتی عبدالواحد صاحب۔ مولانا عبدالحفیظ کی صاحب۔
- 600 ☆..... رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب پر ایک تحقیقی نظر فقیر العصر مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی۔
- 600 عرض مولف۔
- 603 اکابر دیوبند کا مسلک و مشرب۔
- 603 المہند علی المہند۔
- 604 اکابر کا مسلک و مشرب معلوم کرنے کا صحیح طریقہ۔
- 605 ایک اہم ضرورت۔
- 605 رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب۔
- 606 عرس و میلاد کی شرعی حیثیت۔
- 610 علماء دیوبند کا مسلک۔
- 610 اعتدال مسلک کی مختصر مزید چند مثالیں۔
- 612 منکرات سے خالی میلاد۔
- 616 مقام غور۔

- 618 ----- رسالہ المہند کی وجہ تصنیف
- 621 ----- چند اصول
- 627 ----- خاتمہ
- 627 ----- جالی شریف کو مس کر کے اور بوسہ لیکر تہرک لینا
- 627 ----- نقشہ نعل مبارک
- 629 ----- ہمارے فہم و تفقہ سے اکابر کا فہم و تفقہ رائج ہے
- 633 ----- حضرت قاری محمد طیب صاحب کے مکتوب گرامی کی وضاحت
- 635 ----- اوکاڑوی صاحب کی مغالطہ دہی
- 651 ☆..... رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب پر مختصر تبصرہ قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ
- 654 ☆..... طبع سوم پر حقیقت نما چشم کشا تبصرہ۔۔۔۔۔ امین ملت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ
- 654 ----- دیوبندی بریلویوں کی نظر میں
- 654 ----- اہل السنّت والجماعت و بریلوی اختلاف کی حدود
- 655 ----- تکفیری مہم
- 656 ----- علمائے حق کی کرامت
- 658 ----- حنفی شافعی اختلاف
- 659 ----- مما تیں کے ہاتھ ہتھیار
- 660 ----- کیا کھویا اور کیا پایا
- 661 ----- حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس اللہ سرہ
- 663 ----- قصہ ہفت مسئلہ کا
- 664 ----- کچھ مکاشفات کے بارے میں
- 665 ☆..... رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب سے علماء مدینہ کا اظہارِ بیزاری
- 667 ☆..... مکتوب گرامی بنام مولانا عبدالحفیظ مکی۔۔۔۔۔: فقیہ العصر حضرت مولانا عاشق الہی رحمہ اللہ
- 668 ☆..... مکتوب گرامی بنام مولانا عبدالحفیظ مکی۔۔۔۔۔: مولانا محمد اسماعیل بدات صاحب
- 680 ☆..... مکتوب گرامی بنام مولانا سمیع الحق مدظلہم۔۔۔۔۔: فقیہ العصر حضرت مولانا عاشق الہی رحمہ اللہ
- 681 ☆..... مکتوب گرامی بنام جناب خضر حیات۔۔۔۔۔: مولانا محمد اسماعیل بدات صاحب
- 684 ☆..... شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق مدظلہم کی وضاحت

باب نمبر ۵ مولانا عزیز الرحمن ہزاروی کے رجوع کا قصہ

- ☆ داستان عبرت نمبر ۲ مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم۔ 686
- 686 مفتی مختار الدین صاحب کی نا انصافی
- 689 مولانا عزیز الرحمن صاحب کے رجوع کی حقیقت
- 690 **تنبیہ:**
- 691 مولانا عبدالحفیظ کی صاحب کی نا انصافیاں
- 691 پہلی نا انصافی
- 691 دوسری نا انصافی
- 692 تیسری نا انصافی
- 694 چوتھی نا انصافی
- 695 پانچویں نا انصافی
- 696 جناب صوفی اقبال صاحب کے رجوع کی حقیقت
- 696 **انتباہ**
- ☆ مولانا عزیز الرحمن ہزاروی کا رجوع نامہ ایک نظر مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم۔ 697
- ☆ حقیقت حال مولانا زاہد حسین رشیدی۔ 700
- 701 جناب صوفی صاحب کے رجوع کی حقیقت
- 701 حضرت لدھیانوی شہید کے رجوع کی حقیقت
- 702 ”شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات“
- 702 آج تک اس کی شکل نہیں دیکھی اور نہ ہی دیکھنا چاہتا ہوں
- ☆ مولانا ہزاروی کے رجوع نامے سے متعلق فتویٰ دارالعلوم کراچی۔ 703
- ☆ مکتوب گرامی بنام مولانا عصمت اللہ دارالعلوم کراچی۔ مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی 705
- ☆ بعد از رجوع ہزاروی صاحب سے بیعت حضرت مولانا مفتی عبدالستار 706
- ☆ رجوع نامہ کی قبولیت کی شرائط اکابر علماء اہل سنت۔ 707
- ☆ دیوبندی بریلوی اختلاف اور مولانا ہزاروی کا رجوع نامہ مولانا جمیل الرحمن عباسی مدظلہ 708

باب نمبر ۶..... مروجہ مجالس ذکر و درود شریف کی شرعی حیثیت

- ☆..... مجالس ذکر..... حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ 712
- ☆..... مروجہ مجالس ذکر و درود کی شرعی حیثیت..... مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم 717
- فصل: 1 احادیث میں مجالس ذکر اور ان کی فضیلت کا تذکرہ..... 718
- فصل: 2 خیر القرون میں ذکر کی مجلسوں اور حلقوں کیلئے تداعی نہیں تھی..... 720
- فصل: 3 اجتماعی ذکر جہری بدعت ہے..... 722
- فصل: 4 اجتماعی ذکر سری بدعت ہے..... 723
- حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے کلام سے تائید..... 726
- حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ سے تائید..... 727
- مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ کے فتویٰ سے تائید..... 727
- فصل: 5 اجتماعی ذکر کے بدعت ہونے کی تائید..... 728
- تنبیہ: 1 اور 2**..... 729
- دوا شکل اور ان کا حل..... 732
- تنبیہ: 3** اجتماعی ذکر کی مجالس کا معمولات مشائخ میں سے ہونا..... 734
- گزشتہ فصول کا حاصل..... 736
- فصل: 6 بعض مروجہ مجالس ذکر اور ان کے احکام..... 737
- دفع مصائب کے لئے وظیفہ پڑھنے کے لئے اجتماع..... 739
- ایصال ثواب کیلئے اجتماعی ذکر یا قرآن خوانی..... 740
- ایک اعتراض..... 742
- تنبیہ:**..... 743
- خلاصہ..... 744
- ☆..... مروجہ ایصال ثواب اور مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ۔ مولانا محمد رفیع رحمہ اللہ 745
- ☆..... پورے رمضان کے اعتکاف اور اجتماعی ذکر و درود کا شرعی حکم مفتی عبدالشکور ترمذی۔ 746
- ☆..... مخصوص مجالس کے لیے تداعی..... مفتی عبدالشکور ترمذی۔ 751
- ☆..... اجتماعی ذکر و درود سے متعلق ایک اہم فتویٰ..... مولانا مفتی جمیل الرحمن 755

باب نمبر ۷..... فتاویٰ جات

- ☆..... دیوبندی بریلوی اختلاف حقیقی یا فروعی، دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ..... 765
- ☆..... مظاہر العلوم سہارنپور کا فتویٰ..... 768
- ☆..... اصلاح مفاہیم کے بارے میں ایک استفتاء اور جید علماء کی آراء..... 771
- ☆..... مولانا عاشق الہی بلند شہری رحمہ اللہ کا فتویٰ..... 775
- ☆..... اپیل، از: حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات مدظلہم..... 777
- ☆..... محفل درود شریف کے بارے میں مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ کا فتویٰ..... 778
- ☆..... محفل درود شریف اور عورتوں کی تبلیغی جماعت کے بارے میں مفتی جمیل تھانوی کا فتویٰ..... 779
- ☆..... نقشہ نعل شریف سے متعلق جامعہ اشرفیہ لاہور کا فتویٰ..... 780
- ☆..... ”اکابر کا مسلک و مشرب“ اور ”اصلاح مفاہیم“..... مولانا عبد القدوس ترمذی مدظلہم..... 784

باب نمبر ۸..... فتاویٰ اور دستی تحریرات کے عکس

- ☆..... دارالعلوم دیوبند کے فتوے کا عکس..... 791
- ☆..... مظاہر العلوم سہارنپور کے فتوے کا عکس..... 792
- ☆..... حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کے مکتوب گرامی کا عکس..... 793
- ☆..... مولانا عاشق الہی کے فتوے اور مکتوب کا عکس..... 794
- ☆..... مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کے مکاتیب گرامی کا عکس..... 796
- ☆..... مولانا مفتی فرید صاحب رحمہ اللہ کے رجوع نامے کا عکس..... 798
- ☆..... مولانا حسن جان شہید رحمہ اللہ کے مکتوب کا عکس..... 799
- ☆..... دارالعلوم کراچی کے فتوے کا عکس..... 800
- ☆..... مولانا مفتی عبد القدوس ترمذی کے فتوے کا عکس..... 802
- ☆..... جامعہ اشرفیہ کے فتوے کا عکس..... 803
- ☆..... جناب علوی مالکی کی کتب کے عکس، جن کے بریلویوں نے ترجمے کرائے اور طبع کیں..... 805
- ☆..... جناب حافظ صغیر احمد صاحب کے خط کا عکس..... 807
- ☆..... ”آپ کے مسائل“ سے خارج شدہ حصے کی فہرست اور پہلے اور آخری صفحے کا عکس..... 809

انتساب

قطب الارشاد، امام ربانی

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ

شیخ الحدیث، استاذ العلماء

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ

برکتہ العصر، شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

.....اور.....

اُن کے اُن خلفاء، متعلقین، متوسلین، مجبین اور پیروکاروں کے نام جنہوں نے
اکابر اہل السنۃ والجماعۃ کے اصلی مسلک کو ترجیح دی۔ اور بدعات کے منہ زور
طوفان کا مقابلہ کرتے ہوئے اکابر کے حقیقی مسلک و مشرب کا تحفظ و دفاع
کر کے اکابر کی ارواح کی تسکین اور اپنی نجات اُخروی کا سامان کیا۔

خادم اہل سنت عبدالرحیم چاریاری غفرلہ

ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ..... جنوری ۲۰۱۶ء

عرض مرتب

بسم اللہ حامداً ومصلیاً

افتراق و انتشار کی فضاء جس طرح ایک کنبہ کے خوشگوار ماحول پر اثر انداز ہو کر اُسے سوگوار بنادیتی ہے۔ ایسے کسی طبقہ میں پیدا ہو کر اُس کے اجتماعی مقاصد و اہداف کو شدید نقصان پہنچاتی ہے۔ اس صورت حال میں ضرورت اس امر کی ہوتی ہے کہ فریقین ٹھنڈے دل سے ایک دوسرے کے موقف کو سنیں اور جس کی طرف سے کوتاہی ہوتی ہو وہ مصمم قلب سے اعتراف کرے اور نئے عزائم کے ساتھ متحد ہو کر اتحاد و اخوت کی فضاء بحال کرے۔

خدا شاہد ہے کہ زیر نظر دستاویز کی اشاعت سے مقصود یہی خواہش ہے۔ نہ کہ کسی کی عزت نفس کو مجروح کرنا مقصود ہے اور نہ ہی کسی کی کسر شان، بلکہ ماضی قریب میں جس قضیہ نے طبقہ دیوبندیں جو دراڑیں ڈالیں انھیں ختم کرنا ہے اور اُس سے وابستہ حضرات کو اکابر علماء دیوبندی کی آغوش حق میں واپس لانا ہے۔ وما توفیقی إلا باللہ، علیہ توکلت والیہ أنیب۔

اس قضیہ نامرضیہ کی اجمالی حقیقت ملاحظہ فرمائیں جس سے ”تحقیقی جائزہ“ سے استفادہ میں سہولت رہے گی۔ ان شاء اللہ

۹۳-۱۹۹۳ کی بات ہے۔ مکہ المکرمہ میں مقیم جناب محمد بن علوی مالکی صاحب کی ”مفہیم یحب أن تصحح“ نامی ایک عربی کتاب کا اردو ترجمہ دیوبندی بریلوی طبقہ ہائے فکر کے اتحاد کے پیش نظر ”اصلاح مفہیم“ کے نام سے پاکستان میں شائع کیا گیا۔ جس کی تائید میں بنیادی کردار برکتہ العصرین الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء حضرت صوفی محمد اقبال صاحب، حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب، حضرت حافظ صغیر احمد صاحب اور حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب نے ادا فرمایا۔

مذکورہ حضرات کے پیش نظر دیوبندی بریلوی طبقات کو قریب کرنا تھا۔ تاہم جب محققین علمائے کرام نے کتاب کے مندرجات پر تحقیقی نظر ڈالی تو اس نتیجے پر پہنچے کہ کتاب مذکورہ کا بیشتر مواد جیسے:

(۱)..... یا شیخ عبد القادر جیلانی شیاً للہ کا جواز

(۲)..... بزرگوں کی ارواح کا مدد کے لیے پہنچنا

(۳)..... عرس و میلاد کی محافل کا جواز وغیرہ

علمائے اہل سنت اکابر علمائے دیوبند کے نظریات سے یکسر ہٹ کر ہے جس سے نہ صرف مسلمات اہل سنت مجروح ہوں گے بلکہ خود دیوبندی حلقہ فکر میں بھی انتشار پیدا ہوگا۔ اور واقعہ ہوا بھی ایسے کہ بریلوی طبقہ فکر کو ملانے کی خواہش ان حضرات کو اکابر علمائے دیوبند کے دامن اور صراطِ مستقیم سے محروم کر گئی۔

چنانچہ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ نے ماہنامہ ”النجار“ ملتان کے ذریعے کتاب ”اصلاحِ مفاہیم“ کے مندرجات پر تبصرہ کیا اور مؤید حضرات سمیت طبقہ دیوبند کو حالات کی سنگینی سے آگاہ کیا۔

ماہنامہ ”حق چار یار“ لاہور نے حسبِ روایت اس حوالہ سے اپنا کردار ادا کرتے ہوئے اپنا دینی و مسلکی فریضہ سرانجام دیا۔ چنانچہ قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ نے اس حوالہ سے قسط وار متعدد مضامین تحریر فرما کر اصلاحِ احوال کی سعی فرمائی۔ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ نے بھی متعدد تحریروں اور خطوط کے جوابات کے ذریعے نشانہ دہی فرمائی۔ حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کے یہ خطوط ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ میں متعدد بار شائع ہوئے۔ افسوس کہ حضرت شہید رحمہ اللہ کے اخلاف نے حالیہ اشاعت میں انھیں شائع کرنا مناسب نہ سمجھا۔ تعجب ہے کہ خود حضرت شہید کی حیات میں جو چیز طبع ہو چکی ہو اُس سے قطع تعلق کر لینا بعد والوں سے کیسے ممکن ہو گیا؟؟؟

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اپنی گراں قدر تحریرات کے ذریعے ”اصلاحِ مفاہیم“ کی خلافِ حق تحریروں کی طرف توجہ دلائی۔ محقق وقت حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہ کی محققانہ اور فاضلانہ تجاریر بھی مؤید حضرات کی توجہ کے لیے مختلف عنوانات سے چھپتی رہیں۔ فقیہ العصر حضرت مولانا عاشق الہی صاحب رحمہ اللہ، امین ملت حضرت مولانا محمد امین صفدر اکاؤڈی رحمہ اللہ، امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ اور حضرت مولانا اسماعیل بدات مدظلہم و دیگر اکابر بھی بار بار حالات کی سنگینی سے آگاہ فرماتے رہے۔ مرشد العلماء حضرت سید نفیس شاہ صاحب الحسینی رحمہ اللہ، فقیہ وقت حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب رحمہ اللہ کا اپنی تائیدات سے رجوع بھی الگ سے مؤید حضرات کے لیے ایک پیغام تھا۔

یادش بخیر! اصلاحِ مفاہیم کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب کا ”اکابر کا

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (38)

مسلک و مشرب“ نامی رسالہ بھی اس انتشار کے رنگوں کو مزید گہرا کر گیا۔ جس میں ”اصلاح مفاہیم“ ایسے نظریات ہی شامل تھے۔ جن کی مسلک دیوبند میں کوئی گنجائش نہیں بن سکتی تھی۔

زیر نظر کتاب میں اس قضیہ کی بابت محققین اہل سنت کی تحقیقات کو یکجا کیا گیا ہے اس خواہش کے ساتھ کہ اکابر علماء دیوبند کے دامن حق سے پھڑے اپنی پناہ حق میں واپس آلوں۔

بصد ادب و احترام گزارش ہے کہ قسط در قسط جو مضامین شائع ہوتے رہے، ممکن ہے اُس وقت سب نظر سے نہ گزرے ہوں، اب یہ سارا تحقیقی مواد آپ کے سامنے ہے۔ خدارا!! اپنے موقف پر نظر ثانی فرمائیے۔ یقیناً آپ کا اعتراف اور حقیقی رجوع آپ کے بڑے پن کا ثبوت بھی ہوگا اور دیوبند کے بیٹوں کا یکجا بیٹھنا ان کے اجداد کی ارواح کے لیے تسکین کا سامان بھی.....

والسلام

خادم اہل سنت عبدالرحیم چاریاری غفرلہ

ربیع الاول ۱۴۳۷ھ..... جنوری ۲۰۱۶ء

امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ ارشاد الشیعہ [صفحہ ۱۸] میں لکھتے ہیں:

”ہوش سنبھلنے کے بعد کوشش ہمیشہ سے یہی رہی ہے کہ اعجاب کل ذی رأی را یہ سے گریز کرتے ہوئے حضرات سلف اور خلف اکابر کے دامن سے وابستہ رہ کر اپنا شوق و ذوق پورا کیا جائے اور اس پر بجا فخر ہے کہ اس سلسلے میں بے حد کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ نفس امارہ نے بعض مقامات پر سرکشی کی تلقین بھی کی ہے لیکن بحمد اللہ تعالیٰ اپنی ناقص دانست کے مطابق حضرات اکابر کا دامن کبھی نہیں چھوڑا۔

یہ نہیں مجھ کو خبر کیا ہے حقیقت کیا مجاز دیکھ کر ان کو خدا کو یاد کر لیتا ہوں میں

آپ (حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ) اکثر فرمایا کرتے تھے کہ بسا اوقات کسی مسئلہ میں میرے ذہن کے اندر ایسے دلائل آتے ہیں جن کو ذہن بھی قبول کرتا ہے، لیکن جب میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے اکابر کی تحریرات میں وہ نہیں ہیں تو میں بھی ان کو ترک کر دیتا ہوں۔ آپ کی یہ نصیحت تو ہر خاص و عام ہی جانتا ہے کہ ”اکابر کا دامن کبھی نہ چھوڑنا“۔ وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے اکابر نے کوئی ایسا موضوع نہیں چھوڑا جس پر انہوں نے کچھ نہ کچھ لکھا نہ ہو۔ فرمایا کہ ایک مسئلہ میں میں بڑا متردد تھا، کہیں سے مل نہیں رہا تھا۔ اچانک حضرت تھانویؒ کے ملفوظات دیکھتے ہوئے مل گیا۔ اسی لیے فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں کسی اور طرف دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں، ہمارے لیے ہمارے اکابر ہی کافی ہیں۔ (ماہنامہ الشریعہ، اشاعت خاص، مضمون مولانا فیاض خان سواتی)

پیش لفظ

نالے بلبل کے سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں
ہم نوا! میں بھی کوئی گل ہوں کہ خاموش رہوں

برادرانِ اہل السنۃ والجماعۃ!

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے اسلاف کو اجر عظیم سے نوازے کہ انھوں نے نتائج سے بے پرواہ ہو کر ہر قسم کے حالات میں دین کی اشاعت و حفاظت کا فریضہ پوری ذمہ داری کے ساتھ انجام دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم باطل کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہیں کہ الحمد للہ، ثم الحمد للہ ہم انھیں عقائد و نظریات پر کار بند ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین، ائمہ مجتہدین، محدثین و مفسرین اہل السنۃ والجماعۃ سے متوارث چلے آ رہے ہیں۔ جب کبھی بھی کسی شر پسند نے دین و مسلک، مشرب و موقف میں نقب لگانے کی کوشش کی تو ہمارے اکابر نے انتہائی بیدار مغزی کا ثبوت دیتے ہوئے جرأت و حکمت کے ساتھ اُس کی کوشش کو ناکام بنادیا۔

(۱)..... ایک بریلوی عالم اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کے چند خلفاء کی کہانی:

آج سے کئی سال قبل مکہ مکرمہ کے رہائشی ایک خاندانی اور متصل رب رضا خانی عالم جناب محمد بن علوی مالکی صاحب (جن کے والد اور دادا دونوں جناب احمد رضا خان صاحب کے فرزند جناب مصطفیٰ رضا خان صاحب کے خلفاء تھے۔ اور خود محمد بن علوی مالکی صاحب جناب ضیاء الدین صاحب قادری بریلوی کے خلیفہ اور سند حدیث میں اجازت یافتہ ہیں۔ ان علوی مالکی صاحب) نے انتہائی فریب سے کام لیتے ہوئے مسلک دیوبند کو دغا دار کرنے کی مذموم کوشش کی تھی۔ اور اس مقصد کے لیے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعض خلفاء کو استعمال کیا تھا۔ نامعلوم حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے خلفائے کیسے اور کیوں ایک بدعتی کے جال میں آ گئے؟ فیہا للعجب۔ اور نہ صرف یہ کہ اس کے ہاتھوں استعمال ہوئے بلکہ حقیقت حال معلوم ہونے اور اکابر کی کثیر تعداد کی طرف سے تنبیہ کے باوجود عمداً غلط نظریات کی حمایت و تائید اور اشاعت تک میں مصروف و مشغول رہے۔ اور مختلف صورتوں میں آج بھی اُس کا مشن جاری رکھے ہوئے ہیں۔ جس کا

تازہ ثبوت شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کی کتاب ”آپ کے مسائل اور اُن کا حل“ سے علوی مالکی سے متعلقہ مواد کا اخراج وحذف ہے۔

دیکھا جو کھا کے تیر کیں گاہ کی طرف اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

جناب محمد بن علوی مالکی صاحب کا تعارف، اُن کے رضا خانی ہونے کا ثبوت، جناب احمد رضا خان صاحب بریلوی سے اُن کی عقیدت اور اُن کے عقائد و نظریات کے بارے میں آپ تفصیلی باحوالہ اور مدلل احاث اس کتاب میں پڑھ لیں گے۔ اسی طرح اُن کے حامیوں کا تعارف، نظریات اور مخصوص فکر و سوچ اور اُس کی اشاعت کے لیے بیس بائیس سال سے جاری کوششوں اور کوششوں کا علم بھی آپ کو اسی مجموعہ سے ہو جائے گا۔ نیز علوی مالکی نظریات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، قرآن و سنت کی نصوص، اہل سنت کے مسلمات اور فقہاء احناف کی عبارات کی روشنی میں اُن کا اور اُن کے مؤیدین کا حکم بھی آپ کو زیر نظر دستاویز میں مل جائے گا۔ اس گروہ کی پیچ پڑیچ اور قاری کو بھول بھلیوں میں گھاتی تحریریں، اُن کا معنی و مفہوم اور ان تحریرات سے اس فرقہ کے مذموم مقاصد و اغراض سے آگاہی بھی آپ کو اس کتاب کے مطالعہ سے ہو جائے گی۔

اس طائفہ کی جانب سے اکابر اہل سنت، علماء احناف اور بالخصوص بزرگانِ دیوبند کی مرجوع عنہا کتب اور متروک افعال سے کیے گئے استدلالات، اُن کی عبارات سے من پسند اور خلاف حقیقت معانی کشید کرنے کی قلعی بھی اس کتاب میں خوب کھلے گی۔ متصوفین کی اس جماعت کی طرف سے اپنی روحانیت کا ڈھنڈورا پیٹنے، علماء و طلبہ کو خلافتیں دے کر دامِ تزویر میں پھانسنے اور علمائے دیوبند کے مسلک کو پس پشت ڈالنے کی مساعی سے بھی یہ کتاب پردہ اٹھائے گی۔ الغرض اس حوالے سے اب تک شائع ہونے والی مستند اور معتبر و مفید تحریرات کو اس کتاب میں جمع کر کے اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کسی بھی بحث کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہے اور قاری کو تمام مباحث یکجا پڑھنے کو ملیں۔ تاکہ وہ پورے شرح صدر کے ساتھ اکابر علمائے دیوبند کے حقیقی مسلک کو جان کر پوری بصیرت کے ساتھ اسے دل و جان سے لگا سکے۔ اور بقول مرشدی حضرت قائد اہل سنت: ”جارجار یوڑیوں کی طرح خلافتیں بانٹ کر“ دین دار طبقہ کو ممنون احسان کرنے کی کوشش کرنے والے ان کرم فرماؤں سے اپنے آپ کو بچا سکے۔

البتہ یہ ملحوظ رہے کہ چونکہ یہ کوئی مستقل تصنیف نہیں، بلکہ مختلف موضوعات پر لکھی گئی اکابر کی تحریرات کا مجموعہ ہے۔ اس لیے اس میں تکرار ناگزیر ہے۔ پھر بھی کوشش کی گئی ہے کہ جہاں حذف تکرار سے ربط متاثر نہ ہوا اور قاری کو الجھن نہ ہو وہاں سے تکرار حذف کر کے حاشیہ میں مکمل عبارت کی طرف نشاندہی کر دی گئی ہے۔

(۲)..... ”تحقیقی نظر“ سے..... ”تحقیقی جائزہ“ تک:

چند سال قبل ہمارے مخدوم و محترم بزرگ حضرت مولانا مفتی شیر محمد علوی مدظلہم کے فرزند ارجمند عزیز القدر مولانا مفتی ابوبکر علوی صاحب زید قدرہ نے اس حوالے سے اکابر کی تحریرات کا مجموعہ ”تحقیقی نظر“ کے نام سے شائع کیا تھا۔ لیکن کچھ عرصہ سے وہ کتاب نایاب ہے۔ نیز بہت سی تحریرات ایسی ہیں جو اُس مجموعے میں شامل نہ ہو سکیں۔ اسی طرح مالکی صاحب کے حامیوں کی بعض کارستانیوں ”تحقیقی نظر“ کی اشاعت کے بعد کی ہیں۔ مثلاً: ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ سے اس قضیہ سے متعلقہ نہایت قیمتی مضامین کا اخراج وغیرہ۔ جو اس بات کی علامت ہے کہ اس فتنے کے مسلک کُش جراثیم ابھی تک ہماری صفوں میں پائے جاتے ہیں اور اس سلسلے میں ہمیں اکابر کے طرز پر محنت کی ضرورت ہے۔ اسی لیے تمام تحریرات کا مجموعہ نئی ترتیب کے ساتھ شائع کرنے کی اشد ضرورت تھی۔

حق تو یہی تھا کہ حضرت مفتی شیر محمد صاحب مدظلہم اور اُن کے فرزندان ہی اس مجموعے کو اضافہ جات اور ترتیب جدید کے ساتھ شائع کرتے، لیکن اُن کی مصروفیات آڑے آئیں اور حضرت مفتی شیر محمد صاحب مدظلہم ہی کی سرپرستی، بھرپور تعاون اور نیز مخدومی و کمری حضرت مولانا اسماعیل بدات صاحب مدظلہم کے شدید اصرار بلکہ حکم پر اس خدمت کا موقع برادر مکرم مولانا عبدالرحیم چاریاری مدظلہم اور ان کے دیگر معاونین کو مل گیا۔ اس کتاب میں شامل اکثر مضامین تو وہی ہیں جو ”تحقیقی نظر“ میں شائع ہو چکے ہیں۔ گویا یہ اُس کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ لیکن ترتیب اور سیکڑوں صفحات کے اضافہ جات کے اعتبار سے یہ ایک منفرد مجموعہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اور بعض دیگر وجوہ سے اس کا نام ”تحقیقی نظر“ کے بجائے ”تحقیقی جائزہ“ رکھا گیا ہے۔

(۳)..... اضافہ شدہ تحریرات:

اس مجموعے میں شامل وہ مضامین جو ”تحقیقی نظر“ میں نہیں تھے، یہ ہیں:

..... تقریظات اکابر۔

..... مکتوب گرامی مولانا محمد اسماعیل بدات مدظلہم (بلسلہ ”آپ کے مسائل“ کے ناشرین کی علمی خیانت)

..... مقدمہ از حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات صاحب مدظلہم..... برائے: ”تحقیقی جائزہ“

..... ”تحقیقی نظر“ پر ماہنامہ ”وفاق المدارس، ملتان“ کا تبصرہ

..... ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ کے ناشرین کی علمی خیانت۔

..... مقدمہ مولانا مفتی شعیب احمد صاحب..... برائے: مجموعہ تحریرات مفتی عبدالواحد صاحب

..... محمد علوی مالکی صاحب کے عقائد اُن کی تحریرات کے آئینے میں! از: مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد مدظلہم

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (42)

..... شیخ علوی مالکی کیا تھے؟ (وہ اہل سنت تھے یا اہل بدعت؟) از: مولانا محمد افضل سرگودھوی مدظلہم

..... حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ اور جناب محمد علوی مالکی صاحب از: حمزہ احسانی

..... جوابی مکتوب بنام مولانا حافظ ثناء رحمہ الحسینی صاحب، از: حمزہ احسانی

..... یہ مسائل روح اسلام کے خلاف ہیں۔ جوابی مکتوب۔ از: حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ

..... اصلاح مفاجیم پر ایک نظر، از: مفتی عبدالواحد مدظلہم

..... مولانا مفتی محمد فرید صاحب رحمہ اللہ اکوڑہ خٹک کا رجوع

..... حضرت مولانا حسن جان شہید رحمہ اللہ کا رجوع

..... حضرت سید نفیس الحسینی شاہ رحمہ اللہ کا رجوع

..... رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب پر ایک تحقیقی نظر، از: مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ

..... ہمارے اکابر کا اصل مسلک، از: مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم

..... مسلک و مشرب کے تیسرے ایڈیشن پر ایک نظر، از: مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم

..... مکتوب گرامی بنام مولانا عبدالغنی صاحب، از: مولانا محمد اسماعیل بدات صاحب مدظلہم

..... مکتوب گرامی بنام مولانا سمیع الحق مدظلہم، از: فقیہ العصر حضرت مولانا عاشق الہی رحمہ اللہ

..... مکتوب گرامی بنام جناب خضر حیات صاحب، از: مولانا محمد اسماعیل بدات صاحب مدظلہم

..... مکتوب گرامی مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہم بنام مولانا مفتی عصمت اللہ صاحب

..... اکابر اہل سنت کی جانب سے مولانا ہزاروی کے رجوع نامہ کی قبولیت کی شرائط

..... دیوبندی بریلوی اختلاف اور مولانا ہزاروی کا رجوع نامہ، از: مولانا جمیل الرحمن عباسی مدظلہ

..... مجالس ذکر۔ از: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

..... مروجہ مجالس ذکر و درود کی شرعی حیثیت، از: محقق العصر مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم

..... اجتماعی مجالس ذکر و درود کا شرعی حکم۔ از: مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ

..... مخصوص مجالس کے لیے تداعی کا حکم۔ از: فقیہ العصر مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ

..... حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہم کا فتویٰ بتائید مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ

..... مجالس ذکر کے بارے میں ایک اہم فتویٰ۔ از: حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمن مدظلہم

..... اور متفرق کتابوں اور قلمی تحریروں کے عکس۔

..... ”آپ کے مسائل“ سے خارج شدہ حصے کے پہلے اور آخری صفحے کا عکس۔ وغیرہ

(۴)..... کتاب کی تیاری..... اور اکابر و احباب کا تعاون:

اس مجموعہ کی تیاری میں بنیادی کردار تو مولانا چاریاری مدظلہ کا ہے، لیکن بہت سے اکابر کی تائید،

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (43)

سرپرستی، دعائیں، توجہات اور بیشتر احباب کا تعاون بھی اُن کو حاصل رہا۔ جن میں

حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات صاحب مدظلہم [خلیفہ مجاز و خادم خاص: حضرت شیخ الحدیث]

حضرت مولانا قاضی ظہور الحسنین انظر مدظلہم

[فرزند ارجمند: مرشدی قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ]

یادگار اسلاف، شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحمن دھرم کوٹی مدظلہم

[خلیفہ مجاز: حضرت نفیس شاہ..... سرپرست اعلیٰ: اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ، پاکستان]

حضرت مولانا مفتی شیر محمد صاحب مدظلہم

[سابق مفتی: جامعہ اشرفیہ لاہور، مفتی: دارالافتاء جمیل لاہور]

حضرت مولانا حبیب الرحمن سومرو مدظلہم

[خلیفہ اجل: مرشدی قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ]

حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

[خلیفہ مجاز: شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم]

حضرت مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم

[رئیس: دارالافتاء جامعہ مدنیہ قدیم و دارالافتاء مسجد الہلال لاہور..... خلیفہ مجاز: حضرت سید نفیس الحسنین شاہ رحمہ اللہ]

حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمن مدظلہم

[خلیفہ مجاز بیعت توبہ: مرشدی قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ]

حضرت مولانا حافظ محمد مسعود مدظلہم [مدینہ منورہ]

مولانا مفتی عبداللہ صاحب

مولانا مفتی شعیب احمد صاحب

مولانا قاری عبدالرؤف نعمانی صاحب

محترم جناب ماسٹر منظور حسین صاحب..... اور بندہ ناچیز

وغیرہم شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنے شایان شان اجر عظیم سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین۔

(۵)..... ایک ممکنہ اشکال کا جواب:

ممکن ہے بعض احباب کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ جب فریق ثانی (علوی مالکی صاحب کے حامی

طبقہ) خاموش ہے تو اس مسئلہ کو دوبارہ اٹھانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ تو عرض ہے کہ:

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (44)

۱..... اس بات کا پہلا مقدمہ ہی غلط ہے کہ فریق ثانی خاموش ہے۔ فریق ثانی بالکل خاموش نہیں، بلکہ بھرپور تیاری، انتہائی ہوشیاری اور عیاری سے مسلسل اپنے نظریات کی اشاعت و ترویج کے لیے مختلف طریقوں سے راہ ہموار کر رہا ہے اور اپنی مخالفت کے امکان کو کم سے کم کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہے۔ جس کے واضح ثبوت کے طور پر ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ جس کے موجودہ (تخریج شدہ) ایڈیشن سے اس قضیہ سے متعلق حصے (جلد: ۱، صفحہ نمبر: ۴۷۷-۵۴۳، کل: ۶۶ صفحات) کو مکمل طور پر خارج کر دیا گیا۔

۲..... مولانا عبدالحفیظ کی صاحب کا ماضی قریب ہی میں انتہائی بے باکی سے برملا یہ کہنا کہ: ”علوی مالکی نے جو کچھ لکھا صحیح لکھا ہے۔ علوی مالکی کو ”بریلوی“ کہہ کر (حضرت) قاضی (مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ) نے جھوٹ بولا ہے۔“ بھی ہمارے اس دعوے کی مضبوط دلیل ہے۔ اور اس اقدام کے اسباب میں سے ایک ہے۔

۳..... نیز مولانا محمد الیاس صاحب گھسن کی منعقد کردہ ”تحفظ سنت کانفرنس“ اور ”امام اعظم سیمینار“ میں ان حضرات کی شرکت اور ان حضرات کی طرف سے اکابر کی اولادوں کو خلافتوں سے نوازا نا وغیرہ بھی اس مجموعے کا سبب بنا۔

۴..... اور سب سے بڑھ کر تو حضرت امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کا وہ فرمان گرامی ہمارے پیش نظر ہے، جس میں انھوں نے مولانا سعید احمد جلال پوری شہید رحمہ اللہ سے فرمایا تھا: اکابر کے مسلکی ذوق اور تاریخی حقائق کو محفوظ رکھ کر آنے والی نسلوں تک صحیح صورت میں منتقل کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

(۶)..... اتمام حجت: حضرت ہزاروی مدظلہ کی خدمت میں حاضری اور اُن کا جواب:

اسی طرح بعض اذہان میں یہ سوچ بھی ابھر سکتی ہے کہ اس سلسلے میں مولانا ہزاروی صاحب وغیرہ سے براہ راست بات کر کے مزید اتمام حجت کیوں نہیں کر لیا جاتا؟ تو یہ فقیر عرض گزار ہے کہ بحمد اللہ مولانا چاریاری مدظلہ اس مرحلے سے بھی بذات خود گزر چکے ہیں۔ تین مرتبہ مولانا ثار احمد الحسینی صاحب (جو کہ مولانا ہزاروی صاحب کے دست راست، معتمد خاص اور اس قضیہ کے خاتمہ کے نام نہاد مدعی ہیں) اور ایک مرتبہ مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی کی خدمت میں خود حاضری دے کر رجوع کو مکمل کرنے کی درخواست و التجا کر چکے ہیں۔ (نوٹ: مولانا چاریاری مدظلہ اس سے قبل بھی دو دفعہ حضرت ہزاروی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، ایک مرتبہ ۲۰۱۴ء کے سفر حج سے واپسی کے شیدول میں

تاخیر کی بنا پر وہاں موجود نہیں تھے، دوسری مرتبہ طبیعت کی ناسازی و علالت آڑے آئی۔ تیسری مرتبہ ملاقات کا موقع ملا۔ یاد رہے کہ حضرت ہزاروی صاحب مدظلہ سے مولانا چاریاری مدظلہ کا غالباً ۱۹۸۲ء سے نیاز مندانہ تعلق رہا ہے، وہ ہمیشہ وافر شفقت و پیار سے نوازتے رہے ہیں۔ مگر جب انھوں نے ایک مبتدع عالم محمد بن علوی مالکی کی محبت و عقیدت میں سرشار ہو کر اُسی کے نظریات کی ترویج شروع کر دی تو مولانا چاریاری مدظلہ اُن سے کنارہ کش ہو گئے۔ پھر جب انھوں نے اپنے تحریر کردہ رسالہ اول تقریظ سے رجوع کا اعلان کیا تو مولانا چاریاری مدظلہ کے بقول ان کو بہت خوشی ہوئی۔ لیکن یہ خوشی اُس وقت برباد ہو گئی جب اُن کا رجوع نامہ دیکھ کر علم ہوا کہ یہ تو محض الفاظ کا کھیل ہے۔ بہت سے حضرات اکابر کی طرف سے بارہا کوشش ہوتی رہی، لیکن حضرت ہزاروی صاحب مدظلہ حقیقی اور واضح رجوع کے لیے تیار نہ ہوئے۔ اب ایک طویل عرصے بعد مولانا چاریاری مدظلہ نے بھی اُسی رجوع کو مکمل فرمانے کی درخواست کی تو انھوں نے مولانا چاریاری مدظلہ کی دردمندانہ درخواست کو شرف قبولیت بخشنے کی بجائے نہایت ہی بے دردی سے رد فرمادیا۔ یہ دیکھ کر ایسے محسوس ہوا کہ کوئی انجانی چیز حضرت ہزاروی صاحب کو واضح الفاظ میں رجوع کرنے سے روکے ہوئے ہے۔ وہی نامعلوم طاقت اُن کو علوی مالکی پر کوئی حکم لگانے سے مانع ہے۔ اُسی پس پردہ قوت نے اُن کو اکابر کے حقیقی مسلک و مشرب کے قبول کرنے سے روک رکھا ہے۔ اور وہ باوجود ایک دردمندانہ درخواست کے اس سلسلہ میں ایک قدم آگے بڑھنے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں۔

اس ملاقات سے قبل بعض احباب جو اس سلسلے میں کام کرنا چاہتے تھے، مولانا چاریاری مدظلہ اُن سے فرماتے رہے کہ مولانا ہزاروی صاحب کو اس سلسلے میں ملوث نہ کیا جائے۔ اُن سے ایک مرتبہ بات کر لی جائے۔ اُن احباب نے مولانا چاریاری مدظلہ سے کہا کہ: کوئی فائدہ نہیں۔ وہ کبھی نہیں مانیں گے۔ جب حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ، حضرت مفتی عبدالواحد مدظلہ اور دیگر اکابر کی بارہا درخواست پر بھی ہزاروی صاحب صاف رجوع کے لیے تیار نہیں ہوئے تو ہماری گزارش کو وہ کس خاطر میں لائیں گے۔ لیکن مولانا چاریاری مدظلہ مصر رہے کہ ایک مرتبہ اُن سے بات کر لی جائے۔ چنانچہ ان احباب نے مولانا چاریاری مدظلہ کو یہی ذمہ داری سونپ دی۔ حافظ ثار احمد حسینی صاحب اور مولانا ہزاروی صاحب سے ملاقات کے بعد مولانا چاریاری مدظلہ اس نتیجے پر پہنچے کہ وہ احباب درست ہی کہتے تھے۔ یہ حضرات اپنی طے کردہ بات سے ایک قدم پیچھے ہٹے اور اُس میں کسی قسم کی کوئی لچک پیدا کرنے کے لیے بالکل تیار نہیں۔ یہ دیکھ کر مولانا چاریاری مدظلہ کے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ یہ کام خود کرنا چاہیے۔ چنانچہ عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کے تحفظ، رد بدعات اور دفاع اکابر کی خاطر نتائج سے بے پرواہ ہو کر

وہ اس کام کے لیے کمر بستہ ہو گئے۔ الحمد للہ

(۷)..... مولانا عبدالحفیظ مالکی صاحب کی خدمت میں مولانا چاریاری کی حاضری:

اسی طرح اپریل ۲۰۱۵ء میں حرمین شریفین کی حاضری کے موقع پر مولانا چاریاری مدظلہ حضرت مولانا عبدالحفیظ مالکی صاحب کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ اور بذات خود اُن سے دریافت کیا کہ: علوی مالکی کے نظریات کے بارے میں آپ کا موقف کیا ہے؟ آپ اپنے سابقہ موقف پر قائم ہیں یا آپ کی رائے میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہے؟ اس سوال کے جواب میں اُنھوں نے تو بالکل خاموشی اختیار کی اور کوئی جواب نہیں دیا۔ جبکہ ان کے ہمراہ تشریف فرما مفتی محمد شاہد صاحب راولپنڈی والوں نے مولانا چاریاری مدظلہ سے کہا کہ: ”یہ مسئلہ پاکستان کا ہے، یہاں کا نہیں۔ لہذا پاکستان میں اس موضوع پر بات کریں گے۔“ مولانا چاریاری مدظلہ نے عرض کیا کہ: یہ فتنہ تو یہاں مکہ مکرمہ سے علوی مالکی صاحب نے شروع کیا تھا۔ یہیں اس پر بات ہونی چاہیے۔ مگر وہ بات کرنے پر تیار نہ ہوئے۔ البتہ بعض دوسرے معتبر اور ثقہ حضرات کے سامنے اُنھوں نے ماضی قریب میں یہ فرمایا کہ: ”علوی مالکی نے جو کچھ لکھا ہے، صحیح لکھا ہے۔“ (اس کی تفصیل اسی مجموعہ میں شامل شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد افضل سرگودھوی مدظلہم کے مضمون (صفحہ نمبر 144 تا 166) میں دیکھی جاسکتی ہے۔) اسی ملاقات میں مولانا چاریاری مدظلہ نے مولانا عبدالحفیظ مالکی صاحب سے جناب محمد بن علوی مالکی کی کتب کے حصول کے لیے گزارش کی تو اُنھوں نے فراہمی کا وعدہ کیا۔ لیکن مسلسل رابطے کے باوجود وعدہ وفا نہ ہوسکا۔

(۸)..... اکابر سے مشاورت:

اس سلسلے میں موجودہ اکابر و احباب سے مولانا چاریاری مدظلہ کی مشاورت کے دوران جو خط و کتابت رہی اُس کے منتخب حصے نذر قارئین کیے جاتے ہیں۔

باسمہ تعالیٰ

بخدمت

۱..... شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحمن دھرم کوٹی صاحب دامت برکاتہم [خلیفہ مجاز: حضرت سید نفیس

الحسینی شاہ..... شیخ الحدیث: جامعہ صدیقیہ، بہاول پور]

۲..... حضرت مولانا مفتی محمد انور اکاڑوی صاحب دامت برکاتہم [خلیفہ مجاز: حضرت سید نفیس

الحسینی..... رئیس: تخصص فی الدعوة والارشاد، جامعہ خیر المدارس، ملتان]

۳..... حضرت مولانا نور محمد تونسوی صاحب دامت برکاتہم [مرکزی سرپرست اعلیٰ: اتحاد اہل السنۃ

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (47)

والجماعۃ..... مدیر: جامعہ عثمانیہ، ترنڈہ محمد پناہ، رحیم یار خان]

۴..... حضرت الشیخ مولانا حبیب الرحمن سومر و صاحب دامت برکاتہم [خلیفہ مجاز: حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ..... شیخ الحدیث: جامعہ مظہریہ حسینیہ، جہان، سندھ]

۵..... حضرت مولانا مفتی عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم [خلیفہ مجاز: حضرت سید نفیس الحسینی شاہؒ..... رئیس: دارالافتاء جامع مسجد الہلال، لاہور]

۶..... حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب دامت برکاتہم [فرزند: حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذیؒ..... مدیر: جامعہ حقانیہ، ساہیوال، سرگودھا]

۷..... شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمن صاحب دامت برکاتہم [مجاز بیعت توبہ: حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ..... شیخ الحدیث و مدیر: جامعہ اظہار الاسلام، چکوال]

..... ہم چاہتے ہیں کہ مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی اگر اس فتنہ کی تائید اور اس کے مؤیدین کی حمایت و تعاون سے دستبردار ہو جائیں تو یہ سب کے حق میں مفید ہوگا۔ اُن کے اپنے حق میں بھی اور مسلک کے حق میں بھی۔ کیونکہ اس فتنہ کے مؤیدین حضرات کو پاکستان میں سب سے زیادہ سپورٹ مولانا ہزاروی صاحب کی ہی ہے۔

..... مجھے مولانا عزیز الرحمن صاحب تک اپنی بات پہنچانے کا ایک راستہ مل گیا ہے۔ لہذا اس موقع سے ہم فائدہ اٹھائیں اور جو مطالبات آج سے کئی سال قبل ہمارے بزرگوں نے رجوع (قبول کرنے) کے سلسلے میں مولانا عزیز الرحمن صاحب سے کیے تھے، وہ ذرا ”اچھے اور نرم“ انداز میں اُن تک پہنچا دیئے جائیں۔ اگر وہ قبول فرمائیں تو بہت ہی اچھا ہے۔ اور اگر وہ نہیں قبول فرماتے تو ہماری طرف سے اتمام حجت تو ہو ہی جائے گی۔ پھر ہم اس فتنہ کے خلاف کام میں اُن کا ذکر کرنے میں مجبور و معذور ہوں گے۔

بندہ..... خادم اہل سنت..... عبدالرحیم چاریاری..... ۲۹/۲ ذوالقعدہ ۱۴۳۵ھ..... الخمیس

☆.....☆.....☆.....☆

بخدمت گرامی حضرت مولانا عبدالرحیم چاریاری صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ طالب خیر بخیر ہے۔ بعدہ!

..... مولانا ہزاروی صاحب کے قضیہ کے حل کے لیے اکابر سے مشورہ کے بعد فی الحال یہ طے پایا ہے کہ مولانا ہزاروی صاحب کے رجوع نامہ کو قبول نہ کرنے کی وجوہات تحریر کر دی جائیں۔ اور جن شرائط کے ساتھ رجوع نامہ قبول کیا جاسکتا ہے وہ بھی لکھ دی جائیں۔ آپ مولانا ثار احمد الحسینی صاحب سے رابطہ کر کے ان سے فرمادیں کہ وہ مولانا ہزاروی صاحب سے دریافت فرمائیں کہ آیا وہ ان شرائط کے ساتھ رجوع کرنے کے لیے تیار بھی ہیں یا نہیں؟ اگر وہ تیار ہیں تو پھر اس مضمون پر مشتمل کوئی مناسب تحریر مولانا

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (48)

مفتی عبدالواحد مدظلہم لکھ دیں گے۔ باقی حضرات اس کی تائید فرمادیں گے۔ مولانا ہزاروی صاحب وہ تحریر اپنے ہاتھ سے لکھ کر شائع بھی فرمادیں۔ اور جملہ اکابر کی خدمت میں بھی بھیج دیں۔ اس کے مطابق عمل کو یقینی بنائیں۔ ان شاء اللہ یہ قضیہ حل ہو جائے گا۔

اور اگر وہ ان شرائط کے ساتھ رجوع کے لیے تیار نہیں تو پھر وقت ضائع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔
(آپ علوی مالکی فتنے کا تعاقب جاری رکھیں۔)

جزاکم اللہ أحسن الجزاء

والسلام..... خادم اہل سنت حمزہ احسانی

۱۸/۱۲/۱۴۳۵ھ بروز پیر

☆.....☆.....☆.....☆

(۹)..... قضیہ کے حل کی خاطر مولانا چاریاری مدظلہ کی حضرو میں حاضری:

اکابر سے مشاورت کے بعد اس قضیہ کے حل کے لیے مولانا چاریاری مدظلہ اپنی علالت و مصروفیات کے باوجود حضرت ہزاروی صاحب مدظلہ اور مولانا ثار احمد حسینی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور زبانی عرض و درخواست کے ساتھ ساتھ اپنا مدعا تحریری طور پر پیش کیا جو معمولی تبدیلی کے ساتھ پیش خدمت ہے:

باسمہ تعالیٰ

از: خادم اہل سنت عبدالرحیم چاریاری

محترمی و مکرمی جناب مولانا حافظ ثار احمد صاحب الحسینی دام اقبالکم و زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امید ہے مزاج شریف بخیر ہونگے! بعدہ!

گزارش ہے کہ آنجناب ”اصلاح مفاہیم“ کے قضیہ اور اس کے نتیجہ میں ہونے والے انتشار سے بخوبی واقف ہیں۔ اور اس سلسلہ میں مسلک دیوبند کے ترجمان اکابر کی تحریرات سے بھی آپ آگاہ ہیں۔ آپ کے علم میں ہے کہ بدعات کے رد اور عقائد اہل سنت کے تحفظ کی خاطر اس فتنہ سے متعلق بے حد قیمتی خطوط اور اہم مضامین شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ نے بھی تحریر فرمائے تھے، جو حضرت شہید رحمہ اللہ کی زندگی میں ماہنامہ ”بینات“ میں بھی شائع ہوئے اور آپ کے بعد آپ کی مشہور زمانہ مایہ ناز کتاب ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ کی دسویں جلد میں ”دارالعلوم دیوبند“ اور ”مظاہر العلوم سہارنپور“ کے تائیدی فتوؤں کے ساتھ شائع ہوتے رہے۔ جو یقیناً ہمارے اکابر کا علمی

و مسلکی ورثہ اور آنے والی نسلوں کے لیے سنگ راہ تھے۔

لیکن اس وقت یہ شدید تشویش ناک صورت حال ہمارے پیش نظر ہے کہ مسلکی اہمیت سے ناواقف بعض کرم فرماؤں نے شب خون مارتے ہوئے اس قضیہ سے متعلق تمام مواد ”آپ کے مسائل“ سے خارج کر کے اس قضیہ کو پھر سے ہوا دینے کی کوشش کی ہے۔ ان نادان دوستوں کی یہ کرم فرمائی نہ صرف حضرت شہید رحمہ اللہ کی روح کے لیے اذیت ناک ہے بلکہ مسلک دیوبند سے وابستہ کروڑوں لوگوں بالخصوص حضرت شہید رحمہ اللہ کے متعلقین کے لیے بھی قطعاً ناقابل قبول ہے۔

ذرا تصور کیجیے! آج ”فتنہ علوی مالکی“ کے مؤیدین کی رضا..... یا..... بعض دنیاوی مفادات کے حصول کی خاطر..... یا..... خدا خواستہ مشہور جدی پشتی بدعتی اور کٹر بریلوی عالم محمد بن علوی مکی مالکی کے عقائد و نظریات کو تحفظ فراہم کرنے کی خاطر..... اس قضیہ سے متعلق اسباحث خارج کر دی گئی ہیں۔ کل کوئی ممانعتی، مودودی یا منکر حدیث اثر انداز ہو کر اپنے خلاف موجود اسباحث خارج کر دے تو چند سالوں میں کیا سے کیا ہو جائے گا؟! نہ ریکارڈ درست رہ سکے گا اور نہ آنے والی نسلوں تک حقیقت حال پہنچے گی۔ اکابر کے صحیح مسلک و مشرب کی حفاظت کی ضمانت ہوگی نہ اہل سنت کے عقائد کے تحفظ کی گارنٹی۔ نتیجہ یہی ہوگا کہ ”فتنہ علوی مالکی“ سمیت بے شمار فتنے پھر سے اپنے منحوس قدم جمائے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

آپ سے دردمندانہ و دست بستہ درخواست ہے کہ خدارا!..... اس مسئلہ کی سنگینی کا احساس فرمائیے! مختلف ذرائع سے موصول ہونے والی ہماری یقینی معلومات کے مطابق ”تحقیقی نظر“ کی طرح کی ایک اور کتاب اس قضیہ سے متعلق سابقہ تمام اور بیسیوں صفحات کے اضافی مواد سمیت جلد منظر عام پر آنے والی ہے۔ جس کی بنیاد ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ کے ناشر ”مکتبہ لدھیانوی“ کی اس دیدہ دلیری پر رکھی گئی ہے۔ اور خصوصیت کے ساتھ اس خیانت پر سخت احتجاج کرتے ہوئے شدید ترین تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ نیز مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی مدظلہ کے رجوع نامہ کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ اس بارے میں آپ جناب کے اٹھائے گئے اعتراضات کے جوابات بھی اُس میں شامل ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ اس کتاب کے منظر عام پر آتے ہی (مولانا ہزاروی سے وابستہ) مختلف مسلکی حلقوں میں انتشار و افتراق کا پایا جانا ایک لازمی امر ہے۔ جس کی تمام تر ذمہ داری ”مکتبہ لدھیانوی“ پر عائد ہوگی۔

موجودہ حالات کے پیش نظر، یہ بکھری ٹوٹی امت مزید کسی انتشار و افتراق کی تکمیل ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اس سلسلہ میں بندہ نے اس قضیہ سے متعلق بزرگوں سے رابطہ کر کے گزارش کی ہے کہ کم از کم مولانا ہزاروی صاحب مدظلہ کا نام اس قضیہ سے خارج کر دیا جائے، کیونکہ وہ رجوع فرما چکے ہیں، لیکن اُن سب کا

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (50)

کہنا ہے کہ: ”آپ کی یہ بات بجا کہ:.....“ مولانا عزیز الرحمن ہزاروی مدظلہ نے اصلاح مفاہیم پر اپنی تقریظ اور رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ سے رجوع فرمالیا تھا۔..... لیکن یہ بھی تو دیکھئے کہ اس قضیہ سے متعلق بزرگوں میں سے اکثر نے ان کے رجوع نامے کو قبول نہیں کیا تھا۔ بلکہ ”نامکمل“ قرار دیا تھا۔ اب بھی اگر مولانا ہزاروی صاحب مکمل رجوع فرمائیں تو ان کے ساتھ اتحاد و اتفاق ممکن ہے۔“

سر دست آنجناب کی خدمت میں حاضری کا منشا صرف اور صرف یہ ہے کہ اگر مولانا ہزاروی صاحب مدظلہ ایسا رجوع فرمائیں جو قضیہ سے متعلق علماء کے لیے قابل قبول ہو تو نہ صرف متوقع انتشار و افتراق کا راستہ بند ہو جائے گا بلکہ دونوں طرف کے بزرگوں کے درمیان کئی سال سے حائل دُوری بھی ختم ہو جائے گی۔

بندہ قضیہ سے متعلق بزرگوں سے ملاقات اور مشاورت کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ ان حضرات میں سے کسی کو بھی حضرت ہزاروی صاحب سے ذاتی عداوت اور خا نہیں، بلکہ سب کے پیش نظر فقط اور فقط اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب ہے۔ اس لیے بندہ آپ کو پوری ذمہ داری سے یقین دلاتا ہے کہ اگر ہزاروی صاحب ”مکمل رجوع“ فرمائیں تو اس قضیہ سے ان کا نام خارج کر دیا جائے گا۔

امید ہے بندہ کی اس مخلصانہ کوشش کی قدر فرماتے ہوئے مناسب اقدام فرمائیں گے۔ اس حوالہ سے رجوع نامہ کے متعلق کچھ تجاویز بھی عریضہ ہذا کے ساتھ منسلک ہیں۔ اگر حضور والا کی مخلصانہ کوشش اور کوشش سے یہ درود قبول ہو جائے تو زہے عز و شرف نیز آئندہ مختلف فتنوں کے تعاقب میں باہمی اتحاد و اتفاق کے ساتھ کام کرنے کے مواقع اور راہیں ہموار ہوں گی جو یقیناً ہم سب سمیت مسلک دیوبند کے حق میں بھی بہتر اور مفید ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ آمین، یا اللہ العالمین، بجاہ النبی الکریم، و صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

محتاج دعا..... خادم اہل سنت محمد عبدالرحیم چاریاری عفی عنہ..... ۲۲/۱۲/۲۰۱۲ء

☆.....☆.....☆.....☆

(۱۰)..... مولانا ہزاروی مدظلہ کا رجوع نامہ قبول نہ کرنے کی وجوہات:

مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی کے رجوع نامہ کو قبول نہ کرنے کی وجوہات درج ذیل ہیں:

۱..... انہوں (مولانا ہزاروی صاحب) نے علوی مالکی صاحب کے نظریات کے بارے میں کوئی صراحت نہیں فرمائی کہ ان کا کیا حکم ہے۔

۲..... ان نظریات کی بنا پر خود علوی مالکی صاحب کا کیا حکم ہے۔

۳..... ”اصلاح مفاہیم“ اور ”اکابر کا مسلک و مشرب“ میں درج نظریات کی تغلیط بھی یقینی طور پر نہیں کی،

بلکہ ”اگر“ کا لفظ استعمال کیا ہے۔

۴..... اُن نظریات کی، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ کی طرف نسبت کی تغلیط بھی نہیں کی۔

۵..... اُن نظریات کے مقابل اکابر دیوبند کا واقعی اور حقیقی موقف و مسلک کیا ہے؟ یہ بھی بیان نہیں کیا۔

۶..... اُن نظریات کے مؤیدین حضرات بالخصوص مولانا ملک عبدالحفیظ مکی صاحب سے قطع تعلق بھی نہیں

کیا۔ حالانکہ مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب تاحال اسی موقف پر قائم ہیں کہ: ”علوی مالکی صاحب نے جو کچھ

لکھا بالکل صحیح لکھا ہے۔“ چنانچہ چند سال قبل حضرت مولانا فضل الرحمن دھرم کوٹی مدظلہم کے سوال پر انہوں

نے یہی جواب دیا تھا۔

۷..... ’اجتماعی ذکر بالجہر‘ ان کے ہاں تسلسل سے ہو رہا ہے۔ جو اکابر دیوبند کے ہاں جائز نہیں۔

۸..... اس ’اجتماعی ذکر بالجہر‘ کے لیے ’تداعی‘ کا سلسلہ بھی مسلسل جاری ہے۔

رجوع نامہ قبول کرنے کی شرائط:

مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی کے ’رجوع نامہ‘ کو قبول کرنے کی شرائط درج ذیل ہیں:

۱..... علوی مالکی صاحب کے نظریات کے بارے میں صراحتاً فرمائیں کہ ان کے نظریات اہل السنۃ والجماعۃ

کے خلاف تھے۔

۲..... اُن نظریات کی بنا پر خود علوی مالکی صاحب بدعتی اور اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہیں۔

۳..... ”اصلاح مفاہیم“ اور ”اکابر کا مسلک و مشرب“ میں درج نظریات یقینی طور پر غلط اور اکابر دیوبند کے

نظریات کے خلاف ہیں۔

۴..... اُن نظریات کی، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ کی طرف نسبت بھی درست نہیں۔

۵..... اُن نظریات کے مقابل اکابر دیوبند کا واقعی اور حقیقی موقف و مسلک بھی بیان کیا جائے۔ یا کم از کم ان

تمام بزرگوں کے نام لکھ کر ان کے موقف سے مکمل اتفاق کا اظہار کیا جائے، جنہوں نے اس قضیہ میں علوی

مالکی نظریات کی مخالفت اور مسلکِ دیوبند کی ترمیمی کی۔

۶..... اُن نظریات کے مؤیدین حضرات بالخصوص مولانا ملک عبدالحفیظ مکی صاحب سے قطع تعلق کیا جائے۔

۷..... ’اجتماعی ذکر بالجہر‘ اور ’تداعی‘ کا سلسلہ ختم کیا جائے۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

یہ عریضہ اور رجوع نامہ کی قبولیت کی شرائط لے کر مولانا چاریاری مدظلہ پہلے مولانا ثناء احمد صاحب پھر

مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لیکن دونوں حضرات ان شرائط کے مطابق

رجوع کے لیے تیار نہ ہوئے۔ بلکہ بار بار یہی جملہ دوہراتے رہے کہ: ”ہم نے جو کچھ لکھا تھا، ”قضیہ کا خاتمہ“

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (52)

میں لکھ دیا۔ اس سے زیادہ مزید کچھ لکھنے کے لیے ہم تیار نہیں۔“ (یعنی علوی مالکی نظریات کو غلط کہنے، علوی مالکی پر کوئی حکم لگانے، اُس کے نظریات سے بالخصوص اعلان براءت کرنے اور اکابر دیوبند کا حقیقی مسلک و مشرب بیان کرنے وغیرہ شرائط کے لیے ہم بالکل تیار نہیں۔) یہ جواب سنا تو مولانا چاریاری مدظلہ مایوس ہو کر واپس لوٹ آئے۔ اور اکابر کے حقیقی مسلک و مشرب کے تحفظ اور پرچار کے لیے ”تحقیقی جائزہ“ کی ترتیب جدید اور تدوین میں لگ گئے۔ بحمد اللہ اب یہ مجموعہ مرتب ہو کر طباعت کے لیے تیار ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذات سے قوی امید ہے کہ یہ مجموعہ اکابر اہل سنت دیوبند کے حقیقی مسلک و مشرب کی اشاعت و حفاظت کا فریضہ انجام دینے کے ساتھ ساتھ کسی قسم کے انتشار و افتراق کا باعث نہیں بنے گا۔ اور اس سے اسلام اور مسلمانوں کو بالعموم اور اہل سنت اور سنیت کو بالخصوص فائدہ ہی ہوگا۔ نقصان نہیں ہوگا۔ منصف مزاج حضرات اکابر کی تحریرات پڑھ کر اپنے آپ اور اپنے حلقہ احباب کو اس فتنہ کے جراثیم سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اور ان سے متاثر و مرعوب نہیں ہوں گے۔ اور فریق مخالف کے انصاف پسند حضرات بھی ان تحریرات کی روشنی میں اپنے موقف پر باسانی نظر ثانی کر سکیں گے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

کتبۃ العبد محمد اعظم ہاشمی غفرلہ الغنی

صدر: سنی دارالافتاء، فیصل آباد

غرة ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ..... ۱۳ جنوری ۲۰۱۶ء

مجلہ صدر کا ”فتنہ غامدی نمبر“ (جلد اول)

ٹی وی اور میڈیا کے شہرت یافتہ مجدد، آزاد خیالی کے داعی، نام نہاد دینی سکالر، دورِ حاضر کے منکر حدیث جاوید احمد غامدی کے گمراہ کن افکار و نظریات کا تحقیقی و علمی محاسبہ

پہلی جلد کے سات ابواب

باب ۱: آغاز سخن..... باب ۲: تحریرات اکابر..... باب ۳: علمی و علمی فتنے..... باب ۴: تعارف و پس منظر

باب ۵: افکار کا تحقیقی محاسبہ..... باب ۶: فکر غامدی کا عمومی جائزہ..... باب ۷: فتاویٰ جات

صفحات: 600..... رعاستی قیمت: 200 علاوہ ڈاک خرچ

رابطہ: مکان نمبر 4، گلی نمبر 82، محمود سٹریٹ، محلہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور 0307-5687800

تقریظ

حامدًا ومصلیًا ومسلماً. أما بعد

قارئین کرام!

دینوں میں سب سے سچا دین اسلام ہے۔ اس کی سچائی کے دلائل نصف النہار کے سورج کی طرح روشن ہیں۔ اور اسلامی فرقوں میں ناجی فرقہ اہل السنۃ والجماعۃ کا ہے۔ جس طرح اسلام ہمیشہ سے چلا آرہا ہے، اسی طرح اہل السنۃ والجماعۃ کا گروہ بھی ہمیشہ سے چلا آرہا ہے۔ اسلام کو مٹانے کی بہت کوششیں کی گئیں، لیکن واللہ متم نورہ (اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کامل کرنے والے ہیں) کا وعدہ کرنے والی ذات نے سب کوششیں ناکام کر دیں۔ ان کوششوں میں ایک سب سے بڑی کوشش یہ ہے کہ اسلام کا نام لینے والوں میں سے کچھ لوگ ایسے پیدا کر دیئے جائیں کہ جو اسلام کے نام پر ہر غیر اسلامی عقیدہ کی اشاعت کریں۔ تاکہ مسلمان عوام ان عقائد کفریہ کو اسلام سمجھ کر قبول کر لیں۔

لیکن ”لاتزال طائفة من امتی ظاہرین علی الحق“ کی پیشگوئی کے مطابق اس طائفہ منصورہ نے پوری محنت کر کے کفریہ عقائد کو اسلامی عقائد سے ممتاز کر دیا۔ اور عوام کو کفریہ عقائد سے متاثر ہونے سے بچایا۔ اسی طرح بعض لوگوں نے ”اہل سنت“ کہلا کر ہر بدعت کو سنت کے عنوان سے اہل سنت میں رائج کرنے کی جب کوشش کی تو اسی طائفہ منصورہ نے اپنی جانیں دے کر سنت اور بدعت میں حد فاصل کو دلائل سے عوام کے سامنے واضح کیا۔ اور مسلک اہل سنت کی حفاظت کی۔ متحدہ پاک و ہند میں ”دیوبندی“ اسی طائفہ منصورہ کا دوسرا نام ہے۔

مگر پاکستان بننے کے بعد اسی نام سے بدعات کو رواج دینے کی کوشش کی گئی۔ کہیں ”حیات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام“ اور وسیلہ کو مطلقاً شرک کہا جانے لگا۔ کہیں روضہ اطہر کی زیارت کی نیت سے سفر کو حرام کہا جانے لگا تو وقت کے اکابر نے اعلان کیا کہ ان لوگوں کا ”اہل السنۃ والجماعۃ علمائے دیوبند“ سے کوئی تعلق نہیں۔ لوگ ہوشیار رہیں۔ نقالوں سے بچیں!..... کچھ لوگوں نے ”حبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ“ کے نام سے ”یزیدیت“ اور بغض اہل بیت کو رواج دینا چاہا تو اکابر نے ان کا بھی ناٹھ بند کر دیا۔

اسی طرح ماضی قریب میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ کے بعض متوسلین نے بعض اہل بدعت سے نسبت قائم کر کے دیوبندی عوام میں بدعات کو رائج کرنا شروع کیا تو وقت کے اکابر

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (54)

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ،

حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ

حضرت مولانا عاشق الہی صاحب رحمہ اللہ [تلمیذ رشید: حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ]

حضرت اقدس سید انور حسین صاحب نفیس نور اللہ مرقدہ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی شہید نور اللہ مرقدہ [خلیفہ مجاز: حضرت شیخ الحدیث]

اور ان جیسے بیسیوں اکابر نے ان کی تردید میں مضامین لکھے۔ اور عوام کو بتایا کہ یہ نظریات اکابرین دیوبند کے نہیں۔ مگر کچھ اخلاف نے خلافتوں کے چکر میں پڑ کر ان مضامین کو اکابر کی کتب سے نکال دیا۔ جو انتہائی گھٹیا حرکت ہے۔ (۱)

حدیث پاک میں ہے: ”البرکۃ مع اکابر کم۔“ یعنی برکت تمہارے اکابر کے ساتھ ہے۔ اس لیے اکابر کے نظریات جو جمہور امت کے مزاج سے ملتے ہوں، ان کی حفاظت ضروری ہے۔ تاکہ آنے والی امت کے لیے مشعل راہ بنیں۔ انہیں نظریات کی حفاظت کے لیے مولانا عبد الرحیم (چاریاری) صاحب نے اکابر کے مضامین کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ ان کی کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائیں اور اہل سنت کے لیے ثابت قدمی اور اہل زلف کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنائیں۔ (آمین)

کتبہ

محمد انور اوکاڑوی

۳۶/۱۲/۱۲ھ بروز اتوار

(۱)..... ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ کے ناشرین نے جناب علوی مالکی سے متعلق تمام بحث خارج کر دی ہے۔ [مرتب]

قرآن پاک، تفاسیر، احادیث، سیرت و فتاویٰ، فقہ، درسی وغیرہ درسی اسلامی کتب کا مرکز

مکتبہ اہل سنت

قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ کی جملہ کتب سمیت سکول و کالج کی نئی و پرانی کتب دستیاب ہیں۔

ٹیکینیکل کی نئی و پرانی کتب کی خرید و فروخت کا مرکز

دوکان نمبر ۱۲ رسول پلازہ، امین پور بازار، فیصل آباد

0321-7837313_041-2612313

تقریظ

بسم الله الرحمن الرحيم. حامداً ومصليناً.

حضرات اکابر علماء دیوبند کثر ہم اللہ تعالیٰ کی انتھک محنت اور جدوجہد سے دینِ متین صحیح صورت میں امت تک پہنچا۔ اکابر دیوبند نے ساری زندگی فتنوں کے تعاقب اور باطل کی سرکوبی میں گزاری۔ دجل و فریب کے پردے چاک کیے۔ بدعات و رسوم کی چادروں کو تار تار کیا۔ اور شریعت حنیفیہ السمحة البیضاء کے روشن چہرہ سے امت کو واقف کیا۔

لیکن باطل کبھی اپنی عیار یوں، چال بازیوں اور دجل سے باز نہ آیا۔ سب سے بڑی چال یہ کہ مراکز اسلامیہ اور حرمین شریفین کے ارد گرد رسوم و بدعات کا جال بچھانے کی کوشش کی۔ جس کا سب سے بڑا مقصد مراکز و حید کو کمزور کرنا تھا۔ ان فتنوں کا بانی (زمانہ قریب میں) محمد علوی مالکی تھا۔ دیوبندی کہلانے والے بعض صوفیاء جن کے دھاگے کی ایک گرہ کمزور تھی، اُن کو علوی مالکی نے اپنے قریب کر کے آہستہ آہستہ بڑے مکر سے ان کو بدعات کا داعی بنادیا۔

آج کون نہیں جانتا کہ صوفی اقبال صاحب اور اُن کے رفقاء نے بتاع مقدسہ (حرمین شریفین) میں کیا کیا بدعات شروع کر دی ہیں۔ اور یہ سب کچھ دیوبندیت کے نام سے ہو رہا ہے۔

اس فتنے کے سد باب کی بڑی تفصیل ہے۔ البتہ اس وقت حضرت مولانا عبدالرحیم چاریاری زید مجدہ اور دیگر رفقاء اس فتنے کی سرکوبی کے لیے سرگرم ہیں۔ زیر نظر مضامین کا مجموعہ مولانا عبدالرحیم چاریاری زید مجدہ کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو نافع و مقبول اور ذخیرہ آخرت بنائے۔ اور یہ مجموعہ و بدعات کے اس سلسلے میں آخری کیل ثابت ہو۔

والسلام..... فقط

بندہ خادم اہل سنت حبیب الرحمن (سومرو)

۱۵ محرم الحرام ۱۴۳۶ھ..... ۸ نومبر ۲۰۱۴ء

تقریظ

بسم الله الرحمن الرحيم. بعد الحمد والصلاة

حدیث پاک میں تصریح ہے کہ حق تعالیٰ اہل حق کی ایک جماعت کو قیامت تک قائم رکھیں گے جو احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دیتی رہے گی۔ ہر دور میں حق تعالیٰ نے ایک جماعت ایسی قائم رکھی۔ ماضی قریب اور دور حاضر میں اللہ جل شانہ نے یہ خدمت علماء دیوبند سے لی کہ ان کے دور میں جب بھی اور جس نام سے بھی کوئی فتنہ پیدا ہوا انہوں نے بروقت اس کی سرکوبی کی۔ ابھی چند سال قبل جب بعض حضرات نے اہل بدعت کی تائید کی اور اکابر علماء دیوبند اہل السنّت والجماعت کے مسلک و مشرب میں تحریف کی کوشش کی تو حق تعالیٰ نے بروقت اکابر علماء دیوبند کو اس فتنہ کی سرکوبی اور احیاء مسلک حق کی توفیق عطا فرمائی۔ چنانچہ باطل افکار و نظریات اور بدعتی عقائد کی ترجمان کتاب ”مفہیم یجب أن تصحح“ مؤلفہ محمد بن علوی مالکی کا ترجمہ اصلاح مفہیم کے نام سے جب شائع کیا گیا تو اکابر نے بروقت اس کی تردید کی اور کئی مضامین اس کے خلاف شائع کر کے عوام و خواص کو صحیح صورت حال سے آگاہ کیا۔ اسی طرح جب اکابر کے مسلک و مشرب کو غلط رنگ میں پیش کیا گیا اور حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی مدظلہم نے اسی عنوان پر رسالہ لکھ کر شائع کیا، اس کا بھی بروقت تعاقب ہوا اور حضرات اکابر نے اس کے خلاف مضامین و مقالات لکھ کر شائع کیے۔ حضرت والد ماجد یادگار اسلاف ترجمان مسلک علماء دیوبند حضرت مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی نور اللہ مرقدہ نے بھی ہر دو موضوع پر مضامین تحریر فرمائے جو بروقت شائع ہوئے۔ جزاہم اللہ تعالیٰ عنا خیر الجزاء۔

اب ضرورت تھی کہ مسلک حق کے تحفظ اور احقاق حق و ابطال باطل کے فریضہ کی ادائیگی کے لیے ان تمام مضامین و مقالات کو یکجا شائع کیا جائے، یہ خدمت حق تعالیٰ نے ہمارے مکرم و محترم مولانا عبدالرحیم چاریاری سے لی کہ انہوں نے مختلف عنوانات کے تحت ان مقالات کو جمع کر دیا ہے۔ حق تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے، انہیں جزائے خیر دے اور گم گشتگان راہ ہدایت کے لیے ان کو موجب ہدایت بنائیں آمین۔ کتاب ”اصلاح مفہیم“ اور رسالہ ”مسلک و مشرب سے متعلق کئے گئے سوالات کے جواب کے

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (57)

طور پر احقر نے ۱۴۲۱ھ میں ایک مفصل فتویٰ تحریر کیا تھا، اس پر حضرت والد گرامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی تصدیق فرمائی تھی وہ بھی ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ (۱)

احقر نے یہ فتویٰ پندرہ (۱۵) سال قبل تحریر کیا تھا۔ متعلقہ موضوع پر اس عرصہ میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، چونکہ اب یہ سارا مواد ایک جگہ جمع کیا جا رہا ہے، اس لیے احقر نے مناسب سمجھا کہ اس فتویٰ کو بھی اس مجموعہ میں شائع کر دیا جائے۔ اس لیے احقر کے مجموعہ فتاویٰ ”امداد المستفتین“ سے اسے یہاں نقل کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نافع اور مفید بنائیں۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ فقط

احقر عبد القدوس ترمذی غفرلہ

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

۲۰/۵/۱۴۳۶ھ ۱۵/۱۰/۲۰۱۵

(۱)..... فتویٰ باب نمبر ۷ میں ملاحظہ فرمایا جائے۔ [مرتب]

اکابر علماء دیوبند بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مدنی کے افکار و نظریات کا بے باک ترجمان

مجلہ صفدر

بیاد: امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ
بفیضان: قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

زر سالانہ: 300

اغراض و مقاصد

قیمت فی شمارہ: 25

☆..... مجلہ ”صفدر“ اکابر دیوبند، بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے افکار و نظریات کا ”بے باک“ ترجمان ہے۔

☆..... دورِ حاضر میں یہ قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ [تلمیذ و خلیفہ مجاز: شیخ مدنی رحمہ اللہ] اور امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ [تلمیذ شیخ مدنی رحمہ اللہ]..... خلیفہ مجاز: امام المفسرین مولانا حسین علی رحمہ اللہ کے مسلک اور طرزِ عمل کا پابند ہے۔

☆..... اس کا اولین مقصد قرآن و سنت اور فقہ حنفی کی تعلیمات کی صحیح تشریح.... تحفظ ناموس رسالت.... دفاع صحابہؓ والہل بیتؓ.... مسلک اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کی اشاعت و حفاظت.... اور فرقی باطلہ ضالہ کا تعاقب ہے۔

مکان نمبر 4، گلی نمبر 82، محمود سٹریٹ، محلہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

رابطہ: 0307-5687800_0312-0334-4612774

تقریظ

استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمن مدظلہم

مجاز بیعت توبہ: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ..... مدیر: جامعہ اظہار الاسلام، چکوال

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلی علی رسولہ الکریم۔ أما بعد!

حق و باطل، صحیح و غلط اور سنت و بدعت میں باہم مقابلہ بہت پہلے سے ہوتا چلا آ رہا ہے یہ آج کی کوئی نئی بات نہیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو حق اپناتے بھی ہیں اور حق بتاتے بھی ہیں اور جب حق و باطل، صحیح و غلط اور سنت و بدعت میں خلط ملط اور تلخی کی جانے لگے تو وہ اپنی دینی غیرت و حمیت میں آ کر بے دینی اور گمراہی کے پردوں کو چاک کر دیتے ہیں اور ہر معاملہ میں صحیح اسلامی نقطہ نظر امت کو بتاتے ہیں۔ ابوالبشر سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے جاری ہونے والا نبوت و رسالت کا مبارک سلسلہ خاتم الانبیاء والمرسلین جناب سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر مکمل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے دین متین کی حفاظت و اشاعت کا کام ہر دور میں اہل حق سے لیا اور اہل حق وہی ہیں جو ما انا علیہ و اصحابی کے تقاضوں پر واقعی عمل پیرا ہیں اور بلا شبہ وہ اہل السنّت والجماعت ہی ہیں۔

اس پُر فتن دور میں اہل السنّت والجماعت کی صحیح تشریح و تعبیر کا نام دیوبندیت ہے، دیوبندیت کوئی علیحدہ مسلک و مذہب نہیں بلکہ اسی قدیم سلسلہ کی ایک صحیح تشریح و تعبیر ہے۔ اکابرین دیوبند نے ہر دور میں اور ہر میدان میں دین سے غیر دین کو جدا کر دیا اور دین کو اُس کے اصلی اور حقیقی رنگ و روپ میں ہی پیش کیا ہے۔ الحمد للہ یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ہم پر بے شمار احسانات و انعامات میں ایک بہت بڑا احسان و انعام یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے ہمیں اسی طائفہ اہل حق دیوبند سے وابستہ فرمایا ہے جس پر بے شمار شکر بھی بہت ہی کم ہے۔

بلاشبہ یہ نسبت بہت بڑی نسبت ہے، اس لیے اس کی حفاظت و نگہداشت اور اس کے تقاضوں کا خیال رکھنا بھی اشد ضروری ہے۔ لیکن بد قسمتی سے کچھ حضرات جو کہ اپنا انتساب تو دیوبند کی جانب کرتے ہیں، لیکن انہیں اپنے اکابرین کی تحقیقات پر شاید بھروسہ نہیں، جس وجہ سے وہ اکابرین دیوبند کی تحقیقات کے خلاف تحقیقات کرنے اور اُن پر عمل کرنے میں کوشاں ہیں۔ اس پر مزید یہ کہ وہ اپنا علمی و فکری رشتہ بھی

اکابرین دیوبند سے جوڑنے پر بضد ہیں، بصد عز و احترام فقط اتنی گزارش ہے کہ: خدارا! بڑوں کی تحقیقات پر مطمئن رہیے، کیونکہ برکت بڑوں کے ساتھ ہی ہے۔ دنیاوی نام و نمود، عزت و شہرت وغیرہ سے صرف نظر کرتے ہوئے دین و شریعت کے مزاج کے مطابق دین و شریعت کی خدمت کرنے کی کوشش کیجئے، دین کا کام دین کے مزاج کے مطابق ہو تو قابل قبول ہے، ورنہ بظاہر وہ کتنا ہی خوش نما کیوں نہ ہو عند اللہ اس کی کوئی وقعت نہیں۔

اور یہ نکتہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہم شرعی قوانین کے دائرہ میں رہ کر خدمت دین کرنے کے پابند ہیں نہ یہ کہ حدود دین سے باہر نکل کر ایسے طرز پر کام کریں کہ جس سے ہمارا حلقہ احباب بڑھے اور لوگوں میں ہمارا اک نام ہو، لوگ ہماری جانب کھنچے چلے آئیں، نہیں!! ہم اس کے قطعاً مکلف نہیں، ہم تو دینی حدود میں رہ کر فقط محنت کرنے کے پابند ہیں، نتیجہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

آخر میں یہ بات بھی عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ دین و شریعت اور سنت کے لیے حدود ہوتی ہیں، جبکہ بے دینی اور بدعت کی کوئی حد نہیں ہوتی وہ روز بروز بڑھتی ہی چلی جاتی ہے اور نئی نئی شکلیں اختیار کرتی رہتی ہے، آخر کار اس کا کئی ایک لوگ شکار ہو جاتے ہیں اور وہ بدعت کئی ایک گمراہیوں اور بدعتوں کا منبع و محور بن جاتی ہے۔

اس مسئلہ کی اہمیت اور نزاکت سمجھنے کے لیے سیدنا حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا فرمان پیش خدمت ہے، آپ نے فرمایا کہ:

”مسلمانوں کے لیے جن چیزوں کا مجھے خطرہ ہے اُن میں سب سے زیادہ خطرناک دو چیزیں ہیں: ایک یہ جو چیز وہ دیکھیں اُس کو اُس پر ترجیح دیے لگیں جو اُن کو سنت رسول اللہ ﷺ سے معلوم ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ غیر شعوری طور پر گمراہ ہو جائیں۔“

فاضل جلیل حضرت مولانا عبد الرحیم چاریاری صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے رد بدعات اور مروجہ مجالس ذکر کی شرعی حیثیت کے متعلق ”تحقیقی جائزہ“ کے نام سے ایک مجموعہ مرتب و مدون فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائیں۔ اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اصلاح عقائد و اعمال کی توفیق اور سنتوں پر عمل اور بدعات سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

اللهم أرنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه. آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم.

مکتوب گرامی حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات مدظلہم بنام مولانا یحییٰ لدھیانوی

نوٹ: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کے خادم خاص و خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات صاحب مدظلہم باوجود ضعف و علالت اور کبرسنی کے بجز اللہ تعالیٰ دافع مسلک اکابر کے لیے ہر دم تیار رہتے ہیں۔

”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ کے ناشرین کی خیانت پر چند ماہ قبل حضرت بدات صاحب مدظلہم نے شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کے فرزند مولانا یحییٰ لدھیانوی صاحب کو تنبیہی مکتوب ارسال فرمایا۔ بعض جملوں کا سیاق و سباق درج کرنے اور بعض تراکیب کی تسہیل کی خاطر حضرت بدات صاحب کا مفہوم مرتب ناچیز کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت بدات صاحب مدظلہم کے اپنے الفاظ حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیے۔ [مرتب]

بسم الله الرحمن الرحيم

عنایت فرمایم مولوی محمد یحییٰ صاحب بن مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

هدانا الله وإياكم لما يحب ويرضى

نہایت افسوس کی بات ہے کہ تم نے بعض نا سمجھوں کے کہنے پر اُن کو خوش کرنے کے لیے اپنے والد صاحبؒ کے فتاویٰ (”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ کی دسویں جلد) سے علوی مالکی سے متعلقہ بحث اور بریلویوں سے متعلق فتاویٰ نکال دیئے ہیں۔ بہت ہی افسوس کی بات ہے۔ قیامت کے دن اپنے والد کا سامنا کس منہ سے کرو گے؟

حضرت امام محمد رحمہ اللہ کی وفات کے بعد حاکم شہیدؒ نے اُن کی کتاب میں کتر و بیونت کی تو حضرت امام محمد رحمہ اللہ نے خواب میں اُن سے فرمایا کہ: ”جس طرح تم نے میری کتاب میں کتر و بیونت کی ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ فرمائے۔“..... (پورا واقعہ کسی عالم سے پوچھ لینا۔ یا الاشباہ والنظائر یا رسم المفتی میں دیکھ لینا۔)..... اگر تمہارے والد مرحوم نے بھی امام محمد رحمہ اللہ کی طرح تمہیں یہی فرمادیا تو کیا کرو گے؟

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (61)

اگر تمہیں ان ابحاث کے شائع کرنے پر کوئی اعتراض تھا تو اپنے والد مرحوم کی زندگی میں اُن سے بات کر لیتے۔ یا اُن کے کسی معتمد سے بات کر کے اپنی تشفی کرا لیتے۔ لیکن یہ جو تم نے حرکت کی ہے، انتہائی نامناسب ہے۔

بہر حال! علوی مالکی اور اس حامیوں سے متعلق اکابر اہل سنت دیوبند کی تحریرات کا مجموعہ پہلے میں نے ”تحقیقی نظر“ کے نام سے میں نے شائع کرایا تھا۔ اب اُن تمام تحریرات کو تمہارے والد کی تحریرات و فتاویٰ (جو تم نے ”آپ کے مسائل“ سے نکال دیئے) سمیت ایک تفصیلی مقدمہ کے ساتھ جلد شائع کروا رہا ہوں۔

اسماعیل بدات

مدینہ منورہ علی صاحبہا ألف ألف صلوة و تحية

۱۴۳۶/۸/۱۵ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

عنایت فرمایم مولوی محمد یحییٰ صاحب بن مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

ہدانا الله وإياكم لما يحب ويرضى

نہایت افسوس کی بات ہے کہ تم نے اپنے والد صاحب کے فتاویٰ میں سے بعض پاگلوں کے کہنے پر ”تحقیقی نظر“ میں جو فتاویٰ بریلویوں کے خلاف تھے، وہ بریلویوں کو خوش کرنے کے لیے آپ نے نکال دیئے۔

بہت ہی افسوس کی بات ہے۔ یوم الحساب میں اپنے باپ کا کس منہ سے سامنا کرو گے؟ اور اگر انہوں نے کہہ دیا کہ امام محمدؒ نے جس طرح تم نے میری کتاب میں کترو بیونت کی ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ فرمائے۔ جو حاکم شہید کو فرمایا تھا۔ پورا واقعہ کسی عالم سے پوچھ لینا۔ الاشباہ والنظائر یا رسم المفتی میں دیکھ لینا۔

اگر تم کو اعتراض تھا تو ان کی حیات میں بات کرتے۔ صفائی کر لیتے۔ یا کسی اُن کے معتمد سے بات کر کے صفائی کروا لیتے۔ بہر حال جو تم نے حرکت کی ہے، میں ان شاء اللہ ”تحقیقی نظر“ میں دوبارہ سے تفصیلی مقدمہ کے اور تم نے اپنے والد صاحب کے فتاویٰ سے جو مواد نکالا ہے، اس کو مستقل جلد میں شائع کر رہا ہوں۔

اسماعیل بدات

مدینہ منورہ علی صاحبہا ألف ألف صلوة و تحية

۱۴۳۶/۸/۱۵ھ

مقدمہ برائے..... ”تحقیقی جائزہ“

از: حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات مہاجر مدنی مدظلہ العالی
خلیفہ مجاز و خادم خاص: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ

بسم الله الرحمن الرحيم. نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم. اما بعد!
حکیم العصر، شہید اسلام، محقق اہل سنت، ترجمان اہل حق حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید
رحمہ اللہ تعالیٰ کا شمار پاکستان کے اُن چند اہل تحقیق علماء میں ہوتا ہے جن کی نہ صرف علمی و تحقیقی خدمات کو ہمیشہ
قدرو منزلت کی نگاہ سے دیکھا گیا بلکہ اُن کی مسلکی خدمات بھی اپنے ہم عصروں میں سب سے نمایاں رہیں۔
آپ اکابر دیوبند کے مسلک پر صرف تصلب و مضبوطی سے قائم ہی نہیں اُس کے شارح و ترجمان بھی تھے۔
سرکردہ علماء و مشائخ علمی، تحقیقی اور مسلکی حوالے سے آپ پر بھرپور اعتماد فرماتے تھے۔

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ دیگر تمام مسائل کی طرح رد بدعات و رسومات کے بارے میں بھی
حضرت شہید اسلام رحمہ اللہ اکابرین دیوبند کے مسلک پر پوری طرح قائم تھے اور اس بارے دیگر اکابر دیوبند
کی رائے سے پوری طرح متفق تھے۔ چنانچہ جب سعودی عرب کے ایک بریلوی عالم محمد علوی مالکی صاحب کی
کتاب ”اصلاح مفاہیم“ کے بارے آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے وہی جواب دیا جو تمام اکابر دیوبند کا
تھا۔ مناسب ہوگا کہ وہ جواب نقل کرنے سے پہلے ہم یہاں جناب محمد علوی مالکی صاحب اور ان کی کتاب کا
مختصر تعارف کراتے جائیں۔

جناب محمد علوی مالکی صاحب کا تعارف:

مولانا ڈاکٹر عبدالواحد صاحب مدظلہ رقم طراز ہیں:

”مکہ مکرمہ کے رہنے والے ایک عرب گھرانے کے فرد محمد علوی مالکی صاحب (جو مسلکاً بریلوی
تھے۔ ان کے والد اور دادا دونوں کو جناب احمد رضا خان صاحب بریلوی کے بیٹے مصطفیٰ رضا خان صاحب
سے اجازت و خلافت حاصل تھی اور خود محمد علوی صاحب احمد رضا خان صاحب کے خلیفہ مولانا ضیاء الدین
قادری مدنی کے خلیفہ تھے۔ [دیکھیے: مقدمہ زبدۃ الاتقان، مترجم، مطبوعہ: فرید بک سٹال، لاہور] نے منجملہ
دیگر کتابوں کے ”الذخائر المحمدیہ“ اور ”حول الاحتفال بذکری المولد النبوی شریف“

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (63)

کے نام سے دو کتابیں لکھیں۔ ان کتابوں کے بہت سے مندرجات پر سعودی عرب کے علماء بورڈ کے ایک رکن اور مکہ مکرمہ کے قاضی شیخ عبداللہ بن سلیمان بن منیع نے اعتراض کیا اور ان کے رد میں ایک کتاب ۱۴۰۳ھ میں شائع کی جس کا نام ”حوار مع المالکی فی رد منکراتہ وضلالاته“ رکھا، اس کتاب کے مقدمہ میں سعودیہ کے قاضی القضاۃ شیخ عبدالعزیز بن باز نے لکھا:

”محمد علوی مالکی صاحب کی لکھی ہوئی کتابوں میں موجود بہت سی قابلِ تکریم باتوں پر میں مطلع ہوا۔ ان کتابوں میں سب سے مقدم ان کی وہ قابلِ مذمت کتاب ہے جس کا نام انہوں نے ”الذخائر المحمدیہ“ رکھا ہے۔ ان قابلِ تکریم باتوں میں ایک یہ ہے کہ اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی صفات کی نسبت کی گئی ہے جو (محض) اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے خصائص میں سے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ”آسمانوں اور زمین کی کھنیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں“ اور یہ کہ ”آپ جنت کی زمین بطور جاگیر دے سکتے ہیں“ اور یہ کہ ”آپ غیب اور روح اور ان پانچ چیزوں کا علم جانتے ہیں جن کے جاننے کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص رکھا ہے۔“

علوی مالکی صاحب کے چند نظریات:

ذیل میں محمد علوی صاحب کے چند باطل نظریات اُن کی کتب کے حوالہ سے پیش کیے جاتے ہیں:

[۱]..... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شے کا علم دیا گیا ہے:

”وَأُوتِيَ عِلْمَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى الرُّوحِ وَالْخَمْسِ الَّتِي فِي آيَةِ إِنْ أَلِلَّ عَنْهُ عِلْمُ السَّاعَةِ.... الخ“
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کا علم دیا گیا یہاں تک روح کا بھی اور مغیبات خمسہ کا بھی جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔ [الذخائر المحمدیہ: ۲۰۵]

[۲]..... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ”علم غیب“ دیا گیا ہے:

”وَكَمْ مِنْ أُمُورٍ جَاءَ مَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّهَا حَقٌّ لِّلَّهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى وَلَكِنَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى مِنْ بَہَا عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِ.... فَمِنْهَا عِلْمُ الْغَيْبِ.... الخ“

کتنے ہی امور ہیں جن کے بارے میں دلیل موجود ہے کہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حق ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اور دوسروں کو بھی احسان کے طور پر عطا فرمائے.... ان میں سے ایک علم غیب ہے۔ [مفہیم یجب أن تصحیح: ۸۳، ۸۹]

[۳]..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارکہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے:

”روحانیۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حاضرة فی کل مکان فہی تشهد أَمَاکن الخیر ومجالس الفضل.... الخ“

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (64)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت ہر جگہ موجود ہے، لہذا وہ خیر کی جگہوں اور فضل و ذکر کی مجلسوں میں حاضر ہوتی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ روح ہونے کے اعتبار سے روح برزخ میں مقید نہیں ہوتی بلکہ آزاد ہوتی ہے اور اللہ کی ملکوت میں پھرتی ہے۔ [الذخائر المحمدیہ: ۲۵۹]

[۴]..... غیر اللہ کی قسم کھانا جائز ہے:

”ويجوز أن يقسم على الله به وليس ذلك لأحد“ [الذخائر المحمدیہ: ۲۰۶]

جائز ہے کہ اللہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی قسم کھائی جائے اور کسی کے لیے جائز نہیں۔

اس کے علاوہ بھی بعض باطل نظریات ان کی کتب میں درج ہیں، طوالت کے خوف سے انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ان عقائد کی بنا پر سعودی علماء محمد علوی صاحب کو بدعتی اور اہل سنت سے خارج سمجھتے ہیں۔ اور انہی باطل نظریات کی وجہ سے ہمارے اکابر نے ان کو بدعتی اور اہل سنت سے خارج قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم اصلاح مفاہیم: پس منظر، پیش منظر اور تہ منظر:

۱۴۰۵ھ میں محمد علوی مالکی صاحب نے اپنے مخالفین کے جواب میں ایک کتاب ”مفاهیم يجب

أن تصحح“ شائع کی اور اس کے لیے مختلف ملکوں کے علماء سے تقاریض و تصدیقات حاصل کیں۔ یہ تقاریض ۶۲ صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں جبکہ بعض تقاریض کی اشاعت سے طوالت کے سبب معذرت کر لی گئی ہے۔

تصدیقات لکھنے والے بعض تو شروع ہی سے بدعتی ہیں اور بعض جدید قسم کے پروفیسر ہیں۔ پاکستان سے تعلق رکھنے والے جناب صوفی محمد اقبال صاحب، مولانا عبدالحفیظ کی صاحب، اور حافظ صغیر احمد صاحب وغیرہ جو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کے خلفاء میں سے ہیں، لیکن حضرت کی وفات کے بعد انہوں نے محمد علوی صاحب سے اپنی ارادت کا تعلق جوڑ لیا ہے۔ ان میں سے کل یا بعض کی کاوشوں سے پاکستان کے بعض اکابر، مہتمم اور خطیب حضرات سے بھی تصدیقات و تقریظات حاصل ہو گئیں جنہوں نے پڑھے بغیر محض ان حضرات پر اعتماد کیا۔ اور اگر کسی نے کتاب پڑھ کر کچھ تنقید اور تنبیہ کی جیسا کہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے کی تو ان کی تقریض کو سرے سے کتاب میں شائع ہی نہیں کیا۔

محمد علوی صاحب نے بہت سی تقاریض محض اس لیے شائع کی ہیں تاکہ اپنے مخالف سعودی علماء کو یہ تاثر دے سکیں کہ ”تم ہی غلطی پر ہو، ہمیں تو دنیا بھر کے علماء کی تائید حاصل ہے“۔ [علوی مالکی کے عقائد]

فتنہ علوی مالکی اور اکابر علمائے دیوبند:

لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے۔ سعودی عرب میں بھاری بھر کم تقاریض کے ساتھ اس کتاب کی اشاعت کے بعد جب محمد علوی صاحب کے حامیوں نے پاکستان میں

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (65)

”مفہیم یجب أن تصحح“ کا اردو ترجمہ ”اصلاح مفہیم“ کے نام سے شائع کیا تو اہل حق کو اُسی وقت احساس ہو گیا کہ شرک و بدعات کو اصل دین بتا کر پھیلایا جا رہا ہے۔ چنانچہ قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ، شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ، فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ، محقق العصر حضرت مولانا عاشق الہی رحمہ اللہ، فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ، امین ملت مولانا محمد امین صفدر اکاڑوی رحمہ اللہ اور محقق العصر حضرت مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم وغیرہم اکابر نے بروقت غلط نظریات اور ان کے مؤیدین و ناشرین کا تعاقب کیا۔ جناب محمد علوی کے مؤیدین حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کے سلسلے سے منتسب تھے، اللہ جل شانہ نے اس فتنے کا پردہ چاک کرنے کے لیے حضرتؒ کے خلفاء میں سے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ وغیرہم کو بھی کھڑا کیا جنہوں نے اپنے مضامین و فتاویٰ اور رسائل میں عوام الناس کو اس بات سے بخوبی آگاہ کیا کہ ”اصلاح مفہیم“ شرک و بدعات پر مبنی عقائد و اعمال کا پلندہ ہے جس پر توحید و سنت کا صرف لیبل لگایا گیا ہے۔ ذیل میں اکابر اہل سنت کی مفصل عبارات کے چند اقتباسات اختصار کیساتھ پیش کیے جاتے ہیں۔

حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ:

قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ، علوی مالکی صاحب کے بارے لکھتے ہیں:

”علوی مالکی صاحب نہ صرف کٹر بریلوی ہیں بلکہ فتاویٰ البریلویت ہیں، چنانچہ ایک موقع پر جناب علوی مالکی صاحب نے بریلویوں کی ایک مجلس میں کہا ”سیدی علامہ مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی کو ہم ان کی تصنیفات اور تالیفات کے ذریعے جانتے ہیں، وہ اہل سنت کے علامہ تھے، ان سے محبت کرنا سنی ہونے کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا اہل بدعت کی نشانی ہے“۔ [آپ کے مسائل: ۱۰/۱۲۲]

حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ:

ایک مرتبہ امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ سے جناب محمد علوی مالکی صاحب کی بابت سوال کیا گیا تو فرمایا کہ:

”میرا وہی نظریہ ہے جو حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کا تھا۔“

پھر مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم کا ایک رسالہ ”محمد علوی مالکی کے عقائد ان کی تحریرات کے آئینہ میں“ سنایا گیا تو چند عبارتیں سنتے ہی بول اٹھے کہ: ”یہ تو احمد رضا سے بھی بڑا بدعتی ہے۔“ [امام اہل سنت نمبر: ۲۶۶]

حضرت شہید اسلام رحمہ اللہ:

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ ”اصلاح مفہیم“ پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (66)

(۱)..... ”اصلاحِ مفاہیم“ دراصل بریلوی مکتب فکر کے ایک فاضل جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے ایک غالی عقیدت مند کی تالیف ہے، جو بریلوی عقائد و نظریات کی اشاعت کے لیے مرتب کی گئی ہے۔

(۲)..... اس کتاب کا مدعا صرف سلفیوں کے تشدد کی اصلاح نہیں بلکہ اس کا اصل ہدف دیوبندی حضرات کے مقابلہ میں بریلوی حضرات کے نقطہ نظر کی بھرپور حمایت و تائید ہے۔

(۳)..... (کتاب میں بارہا مستعمل) جاہل، غبی، کم فہم، بد فہم اور متعصبت وغیرہ الفاظ کے تکرار سے مقصود دراصل اکابر دیوبند (قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ سے ہمارے شیخ برکتہ العصر مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمہ اللہ تک تمام اکابر) کی تحہیل و تحمیل ہے۔

(۴)..... جناب مصنف نے دیوبندی حضرات کی تقریظوں کا جو انبار لگایا ہے اس کی اصل غرض بھی ظاہر ہوتی ہے کہ تقریظات کا یہ اہتمام دراصل اکابر دیوبند کے خلاف خود دیوبندی حضرات سے ”اجتماعِ فتویٰ“ لینا ہے، تاکہ یہ تمام تقریظ کنندگان بھی اپنے اسلاف کو جاہل و نادان قرار دینے میں متفق ہو جائیں۔ [آپ کے مسائل: ۱۱۵/۱۰، قدیم]

ایک صاحب کے خط کے جواب میں حضرت شہید رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”اصلاحِ مفاہیم کے ذریعے ان حضرات (صوفی اقبال صاحب، مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب) نے دیوبندی حلقہ کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ دونوں فریقوں کے درمیان اختلاف و نزاع کا جو میدان کارزار پون صدی سے گرم رہا ہے، اس میں غلطی اکابر دیوبندی کی تھی، اب یہ حضرات چاہتے ہیں کہ دیوبندیوں کو اُن کی غلطی کا احساس دلا کر اس غلطی کی اصلاح پر آمادہ کیا جائے۔“ [ص: ۱۱۸]

حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ:

پاکستان میں مسلک دیوبند کی ترجمانی کے حوالے سے معروف، محقق عالم دین حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ تعالیٰ جو اکابر علمائے دیوبند کی ہر رائے اور ہر موقف پر دل و جان سے قائم و دائم تھے۔ کبھی بھی اس سے سرومخلاف کا نہیں سوچا۔ جناب محمد علوی سے متعلق بھی اُن کی رائے وہی تھی جو مذکورہ بالا اکابر کی تھی۔ چنانچہ اس سلسلے میں بعض حضرات کو ایک مکتوب گرامی ارسال فرمایا، جس کا مفہوم یہ تھا:

”جناب محمد علوی مالکی صاحب کو ہمارے اکابر نے اُن کے غلط نظریات کی بنا پر اہل سنت سے خارج قرار دیا۔ اور اُن کے نظریات کی تائید کرنے والوں پر بھی یہی حکم لگایا۔ اس لیے اکابر اہل سنت کی اس فتنہ سے متعلق تحریرات کی رعایت رکھے بغیر (اُن کو نظر انداز کرتے ہوئے) کوئی بھی اقدام درست نہیں ہوگا۔“ [علمی خیانت: ۷]

حضرت جلال پوری شہید رحمہ اللہ:

شہید ناموس رسالت، محقق العصر، جانشین حضرت شہید اسلام حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہید رحمہ اللہ بھی اپنے مرشد شیخ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اکابر کے دامن سے ہی وابستہ رہے۔ چنانچہ جب فتنہ علوی مالکی سے متعلق اکابر کا موقف ”امام اہل سنت نمبر“ میں شائع کیا گیا اور بعض حضرات نے دوسرے ایڈیشن سے اسے خارج کرنے کا ”حکم“ دیا تو حضرت جلال پوری شہیدؒ نے مرتبین سے فرمایا:

”آپ کو سر مضبوط کرنا چاہیے! اور اسے ہرگز نہ نکالنا چاہیے۔“

مولانا طلحہ کاندھلوی مدظلہم کا حکم اور حضرت امام اہل سنت کا فرمان:

پھر حضرت جلال پوری شہیدؒ نے حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کا فرمان سنایا کہ:

”حضرت شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ [انڈیا والوں] نے مجھے خط کے ذریعے اور پھر ایک ملاقات میں بالمشافہ ”حکم“ فرمایا کہ ”اب اس (علوی مالکی صاحب، مولانا عبدالحفیظ کی صاحب اور مولانا ہزاروی صاحب والے) سلسلے کو بند کر دیا جائے۔ میں (مولانا جلال پوری شہید) نے امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر علیہ الرحمۃ سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ:

”بزرگوں کا حکم اپنی جگہ، لیکن حقیقت اپنی جگہ، یہ ایک حقیقت ہے، اور آنے والی نسلوں تک اپنے بزرگوں کے عقائد و نظریات اور ان کے موقف و مسلکی ذوق کو پہنچانا اور حقائق سے آگاہ کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔“

اسی دوران حضرت جلال پوری شہید رحمہ اللہ نے ایک جوابی خط میں تحریر فرمایا:

”برادر عزیز سلمہ اللہ العزیز السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اگر آپ نے اس مضمون میں کوئی بات خلاف واقعہ لکھی ہے اور اس کی کسی نے نشاندہی فرمائی ہے تو اس پر معذرت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر اس کے مضامین حقیقت پر مبنی ہیں تو معذرت چہ معنی دارد؟“

آخر میں لکھا کہ:

”(آئندہ ایڈیشن میں وضاحت کرتے ہوئے یہ لکھ دیا جائے تو بہتر ہوگا کہ) ہم نے اس قضیہ کا تذکرہ اپنے اکابر کے مسلکی ذوق اور تاریخی حقائق کو بیان بلکہ اگلی نسلوں تک پہنچانے کے لیے کیا ہے، ہماری دوسری کوئی نیت نہ تھی نہ ہے۔ واللہ اعلم“ سعید احمد ۳۱/۱/۱۶ [علمی خیانت: ۸]

موجودہ علماء و اکابر:

گزشتہ سطور میں جناب علوی مالکی کے بارے اُن حضرات کی رائے نقل کی گئی جو اس دنیا سے جا

چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر کے اُخلاف بھی الحمد للہ اُنھی کے نقش قدم پر قائم و دائم ہیں۔ چنانچہ

..... شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم [صدر: وفاق المدارس العربیہ پاکستان]

..... شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحمن دھرم کوٹی مدظلہم [شیخ الحدیث: جامعہ صدیقیہ، بہاول پور]

..... حضرت مولانا مفتی محمد انور اکاؤڈی مدظلہم [رئیس: تخصص فی الدعوة، جامعہ خیر المدارس، ملتان]

..... حضرت الشیخ مولانا حبیب الرحمن سومر مدظلہم [شیخ الحدیث: جامعہ مظہریہ حسینیہ، جہان، سندھ]

..... حضرت مولانا مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہم [رئیس: دارالافتاء جامع مسجد الہلال، لاہور]

..... حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہم [مدیر: جامعہ حقانیہ، ساہیوال، سرگودھا]

..... شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمن مدظلہم [مدیر: جامعہ عربیہ اظہار الاسلام، پکوال]

..... حضرت مولانا جمیل الرحمن عباسی مدظلہ [مدیر: مجلہ صفدر، مجلہ تسکین الصدور، مجلہ النجوم]

وغیر ہم حضرات کا بھی بعینہ یہی موقف اور نظریہ ہے۔ مذکورہ بالا اکثر حضرات کے ایک اجتماعی

مکتوب کا اقتباس ملاحظہ ہو!

”شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد اُن کے متعلقین میں سے بعض حضرات،

حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب، حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب وغیرہا نے معروف و مشہور

اور متعصب بریلوی عالم جناب محمد علوی مکی مالکی صاحب سے اپنا تعلق جوڑ لیا تھا۔ اور غلط نظریات پر مشتمل

اُن کی ایک کتاب ”مفہیم یجب اُن تصحیح.....“ پر دھوکہ دہی سے پاکستان کے اکابر کی تقاریر بھی

لے لی تھیں، بعد میں اُس کا اردو ترجمہ ”اصلاح مفہیم“ کے نام سے پاکستان میں شائع کرایا تھا۔“ [علی

خیانت: 9]

اس کے علاوہ بھی متعدد مقامات پر ان حضرات کے موقف کی صراحت موجود ہے۔ طوالت کے

خوف سے سب کا درج کرنا ممکن نہیں۔ مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم کا مکتوب گرامی آئندہ صفحات میں نقل کیا

جائے گا۔ ان شاء اللہ

رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“:

مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب اور مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب نے محمد علوی صاحب کی کتاب

کا اردو ترجمہ ”اصلاح مفہیم“ کے نام پاکستان میں شائع تو کرایا ہی تھا..... مولانا عزیز الرحمن ہزاروی مدظلہ

نے ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے انہی بریلوی عقائد و نظریات پر مشتمل ایک رسالہ خود ترتیب دے کر شائع

کیا جس کا نام ”اکابر کا مسلک و مشرب“ رکھا، جس کا تحقیق اور مدلل جواب فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی

عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ نے ”رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب پر ایک تحقیقی نظر“ کے نام سے دیا۔ جسے ”جامعہ

خالد بن ولیدؓ، ٹھیکگی کا لونی ضلع وہاڑی کے مدیر حضرت مولانا ظفر احمد قاسم صاحب مدظلہ نے شائع کیا۔ اسی کی ابتداء میں حضرت ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

”کچھ عرصہ سے ایک رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے نام سے شائع ہو رہا ہے، جس کے سرورق پر لکھا ہوا ہے: مرتبہ پیر طریقت حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی دامت برکاتہم سنی، حنفی، چشتی، قادری، نقشبندی، خلیفہ مجاز قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ۔ دیکھ کر تعجب ہوا کہ ہمارے اکابر کی طرف وہ مسلک و مشرب اس رسالہ میں منسوب کیا جا رہا ہے جس کی ہمارے اکابر ہمیشہ پر زور دید کرتے رہے ہیں اور کتب فتاویٰ نیز دوسری کتابیں اس مسلک و مشرب کی تردید سے بھری پڑی ہیں، اور تمام عمر ہمارے حضرات اکابر کی ان بدعات و مختصرات کی تردید میں ہی گزری ہے ان کو ان کا عامل یا قائل قرار دینا نہایت درجہ جائے تعجب ہے۔“ [ص: ۱۰]

قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ رسالہ کے پیش لفظ میں تحریر فرماتے ہیں:

”مولانا عزیز الرحمن صاحب کے رسالہ کا اصل موضوع دیوبندی بریلوی اتحاد ہے چنانچہ لکھتے ہیں: ”انگریز کے خلاف جنگ آزادی کے بعد اہل السنۃ والجماعۃ میں دو گروہ بن گئے، جو حقیقت میں اصول و فروع کے اعتبار سے ایک ہی تھے، اگرچہ آپس میں مزاج و مشرب میں معمولی فرق تھا۔“... مسلک، ط: سوم ص: ۲۸ [ایضاً ص: ۵۵]

فقیر العصر حضرت مولانا عاشق الہی صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

”احققر کے نزدیک مجموعی حیثیت سے سارا ہی رسالہ (”اکابر کا مسلک و مشرب“) ذن کرنے کے قابل ہے، اس سے سراپا بریلویت پھیلے گی، اس کا شائع کرنا حرام ہے۔“ [ماہنامہ حق چاریار، دسمبر ۱۹۹۵ء]

مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب کا رجوع:

ان بزرگوں کی طرف سے بھرپور مخالفت اور بار بار رجوع کے مطالبے کے بعد مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب نے محمد علوی صاحب کی کتاب ”مفہیم“ پر اپنی تائید و تقریظ، اور اپنے رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ سے بایں الفاظ رجوع کیا کہ: ”اگر اس رسالہ میں کوئی بات اکابر علمائے دیوبند کی تحقیقات کے خلاف ہے تو میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔“ جس پر بہت سے حضرات نے اس کی حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ یہ بھی مطالبہ کیا کہ رجوع کے ساتھ ”اگر“ کی شرط لگانا رجوع کی روح کے خلاف اور بات کو مشکوک بنانے والا معاملہ ہے، لہذا آپ اپنے رجوع کو واضح الفاظ کے ساتھ تحریر فرمادیں۔ لیکن مولانا عزیز الرحمن صاحب آج تک اس کے لیے تیار نہیں ہوئے کہ وہ اکابر دیوبند کا واقعی مسلک بیان کر کے علوی مالکی صاحب

کے نظریات کی تردید کریں۔

مولانا ہزاروی صاحب کے رجوع پر اس قضیہ سے متعلق اکثر اکابر کو اطمینان اس لیے نہیں تھا کہ مولانا ہزاروی صاحب نے ”اختلاف و انتشار سے بچنے“ کی خاطر رجوع کیا تھا (جو اگرچہ مستحسن امر ہے۔) لیکن ”علوی مالکی کے غلط نظریات سے اظہار براءت کے لیے رجوع“ نہیں کیا جو ضروری اور اہم ہے۔ چنانچہ مختلف حضرات نے اس طرف بار بار توجہ دلائی کہ آپ علوی مالکی صاحب کے غلط نظریات اور ان کی تائید سے رجوع فرمائیں۔ لیکن مولانا ہزاروی صاحب نے نہ علوی مالکی صاحب کو بدعتی تسلیم کیا اور نہ اُن کے نظریات کو خلاف اہل سنت قرار دیا۔ اور اس کے لیے وہ آج تک بھی تیار نہیں۔

ابھی حال ہی میں بعض لوگوں نے مولانا ہزاروی صاحب کو مکمل رجوع پر آمادہ کرنے کا بیڑہ اٹھایا تو حضرت مولانا فضل الرحمن دھرم کوٹی مدظلہم، حضرت مولانا مفتی محمد انور اودکاڑوی مدظلہم، حضرت مولانا نور محمد تونسوی، حضرت مولانا حبیب الرحمن سومرو مدظلہم، حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہم، حضرت مفتی عبدالواحد مدظلہم اور مولانا مفتی جمیل الرحمن مدظلہم وغیرہم سے مشورہ کیا گیا۔ سب نے مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی کے رجوع نامہ کے قابل قبول ہونے کے لیے درج ذیل شرائط کو ضروری قرار دیا:

”۱..... علوی مالکی صاحب کے نظریات کے بارے میں صراحتاً فرمائیں کہ ان کے نظریات اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف تھے۔

۲..... اُن نظریات کی بنا پر خود علوی مالکی صاحب بدعتی اور اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہیں۔

۳..... ”اصلاحِ مفاہیم“ اور ”اکابر کا مسلک و مشرب“ میں درج نظریات یقینی طور پر غلط اور اکابر دیوبند کے نظریات کے خلاف ہیں۔

۴..... اُن نظریات کی، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ کی طرف نسبت بھی درست نہیں۔

۵..... اُن نظریات کے مقابل اکابر دیوبند کا واقعی اور حقیقی موقف و مسلک بھی بیان کیا جائے۔ یا کم از کم ان تمام بزرگوں کے نام لکھ کر ان کے موقف سے مکمل اتفاق کا اظہار کیا جائے جنہوں نے اس قضیہ میں علوی مالکی نظریات کی مخالفت اور مسلک دیوبند کی ترجمانی کی۔

۶..... اُن نظریات کے تمام مؤیدین حضرات سے قطع تعلق کیا جائے۔

۷..... اجتماعی ذکر بالجہر اور اس کے لیے تداعی کا سلسلہ ختم کیا جائے۔“ [علمی خیانت: ۱۱]

فتنہ علوی مالکی..... اور تحریکات اکابر:

فتنہ علوی مالکی اور اس کے متعلقات کے بارے مفصل و مدلل مباحث و معلومات کے لیے درج

ذیل تحریرات ملاحظہ فرمائیں:

قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کی تحریرات:

..... جوابی مکتوب بنام مولانا عزیز الرحمن..... فیصلہ ہفت مسئلہ پر حضرت گنگوہی کی رائے..... نقشہ

نعل شریف..... محفل میلاد و کانفرنس و جلسہ کا حکم..... ارواح سے استمداد و استغاثہ..... ارواح کی آزادی

..... روح نبوی کا حاضر و ناظر ہونا..... ملکی مالکی کا تعارف..... مالکی قادری بھائی بھائی..... اصلاح مفاہیم پر

تبصرہ..... حضرت تھانویؒ کا فیصلہ ہفت مسئلہ سے رجوع..... مجلس ذکر اور اس کے لیے تداعی کا حکم۔

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ کی تحریرات:

اصلاح مفاہیم پر ایک تحقیقی نظر..... (مولانا عزیز الرحمن ہزاروی کے رسالہ) اکابر کا مسلک

و مشرب پر ایک تحقیقی نظر..... عرس و مروجہ مجالس میلاد شریف..... فیصلہ ہفت مسئلہ اور اکابر دیوبند..... نعال

شریف..... حقیقت حال۔

امین ملت مولانا محمد امین صفدر اکاڑوی رحمہ اللہ کی تحریرات:

دیوبندی، بریلویوں کی نظر میں..... اہل السنۃ والجماعۃ اور بریلوی اختلاف کی حدود..... رسالہ مسلک

و مشرب پڑھنے والے کا تاثر..... کیا کھویا کیا پایا؟..... قصہ فیصلہ ہفت مسئلہ کا..... کچھ مکاشفات کے بارے

میں۔

مولانا مفتی عبدالواحد ظہیم کی تحریرات:

..... داستان عبرت نمبر ۱..... داستان عبرت نمبر ۲..... اصلاح مفاہیم پر ایک نظر..... ہمارے اکابر کا

اصل مسلک..... رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب کے تیسرے ایڈیشن پر ایک نظر..... مکتوبات..... محمد علوی مالکی

کے عقائد، ان کی تحریرات کے آئینے میں..... مجالس ذکر کی شرعی حیثیت..... مولانا عزیز الرحمن ہزاروی کا

رجوع نامہ، ایک نظر۔

متفرق تحریرات:

فتویٰ دارالعلوم دیوبند..... فتویٰ مظاہر العلوم سہارنپور..... مکتوب بنام مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب و

مکتوب بنام مولانا سمیع الحق صاحب (از: محقق العصر حضرت مولانا عاشق الہی رحمہ اللہ)..... مولانا علوی مالکی

کی تضاد بیابیاں (از: فقیہ العصر مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ)..... فتنہ علوی مالکی اور امام اہل سنتؒ (از: حمزہ

احسانی)..... اعتراضات کے جوابات (از: حمزہ احسانی)..... فتنہ علوی مالکی اور حضرت جلال پوریؒ (از: حمزہ

احسانی)..... ”آپ کے مسائل“ کے ناشرین کی علمی خیانت (از: حمزہ احسانی)..... (حضرت شہید اسلام کی

تحریرات کی فہرست آگے آرہی ہے۔)

مذکورہ بالا تحریرات میں سے اکثر تحریرات کا مجموعہ کتابی شکل میں شائع ہو چکا ہے، جو بندہ کی خواہش و فرمائش پر ہمارے محبوب و معتمد حضرت مولانا مفتی شیر محمد علوی صاحب زید قدرہ (سابق مفتی: جامعہ اشرفیہ لاہور، حال رئیس: دارالافتاء جمیلی، لاہور) کے فرزند ارجمند مولانا مفتی ابوبکر علوی صاحب نے مرتب کیا تھا۔ اور ”تحقیقی نظر“ کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اس قضیہ اور کتاب کے حوالے سے شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم [صدر: وفاق المدارس العربیہ پاکستان، رئیس: جامعہ فاروقیہ کراچی] کے دو مکتوب ملاحظہ ہوں:

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان کے دو مکتوبات:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرمی و محترمی حضرت مولانا مفتی شیر محمد علوی صاحب زادت معالیہ [مفتی جامعہ اشرفیہ، لاہور]

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ

زمانہ گزرا ہے کہ جناب نے احقر کی درخواست پر (علوی مالکی قضیہ سے متعلق تفصیلات پر مشتمل ماہنامہ) حق چار یار کے مطلوب پرچے ارسال فرمائے تھے۔ ضروری تھا کہ اسی وقت وصولیابی کی اطلاع بھی دی جاتی اور شکریہ بھی ادا کیا جاتا۔ بعض احباب کو یہ کام انجام دینے کے لیے کہا بھی تھا۔ بعض سے خط لکھنے کو کہا۔ بعض سے زبانی عرض کرنے کی بات کی۔ لیکن کسی نے بھی پلٹ کر نہیں بتایا کہ یہ کام ہو گیا۔

پھر حقیقت یہ ہے کہ یہ کام خود احقر کے کرنے کا تھا کہ درخواست میں نے کی تھی۔ مگر شاید اندازہ ہوا کہ احقر پر کاموں کا بوجھ اتار رہتا ہے کہ سنبھلنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ ایک مشکل ختم نہیں ہوتی کہ تسلسل کے ساتھ یکے بعد دیگرے مشکلات اکٹھی ہوتی رہتی ہیں۔ اعراض، ضعف و ناتوانی، اپنوں کی عنایات اور غیروں کی ریشہ دوانیاں اس نحیف و زار کا طواف کرتی رہتی ہیں۔ بس یہی وہ اسباب ہیں کہ کوتاہی کا ارتکاب ان کی وجہ سے ہوتا ہے۔ امید ہے عفو و درگزر سے کام لے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں گے۔ جزاک اللہ تعالیٰ فی الدارین خیراً۔ آمین

سلیم اللہ خان..... جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل ٹاؤن،

کراچی ۷۵۲۳۰..... ۱۳/۱۱/۱۴۲۶ھ..... ۲۳/۰۲/۲۰۰۵ء

باسمہ الکریم

مکرمی و محترمی حضرت مولانا مفتی شیر محمد صاحب زیدت مکارمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (73)

جناب والا کا علمی و تحقیقی تحفہ (علوی مالکی اور ان کی کتاب اصلاح مغایہم پر تحقیقی نظر) پہنچ گیا۔ اس

نوازش کا بدل و جان شکریہ۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیر اکثیرا۔ آمین

جن بزرگوں کے مضامین تحقیقی نظر میں جمع کیے گئے وہ سب کے معتمد اور مقتدی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم

سب کو ان سے استفادے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔

سلیم اللہ خان..... ۱۴۲۷/۱۲/۲۵..... ۲۰۰۷/۰۱/۱۶ء

☆.....☆.....☆.....☆

اسی کتاب (تحقیقی نظر) پر ماہنامہ ”وفاق المدارس“ کا تبصرہ بھی ملاحظہ فرمائیے:

تبصرہ ماہنامہ وفاق المدارس:

”نام کتاب: تحقیقی نظر (دفاع اکابر میں علماء کی تحریرات کا مجموعہ)۔

ترتیب: مفتی محمد ابوبکر علوی صفحات: ۵۷۴ قیمت درج نہیں۔

ملنے کا پتہ: دفتر تحریک خدام اہل السنۃ والجماعت چکوال

ہمارے حضرات اکابر اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند سے اللہ تعالیٰ نے حفاظت و اشاعت دین کا جو کام لیا ہے اُس کے آثار و برکات رہتی دنیا تک ان شاء اللہ قائم و دائم رہیں گے۔ انھوں نے اُمت کے ذوق متوارث اور عقائد حقہ کی جہاں بھر پور اشاعت کی وہاں سنت کے سدا بہار شجر طوبیٰ کی بدعات کی بادِ سموم سے محفوظ رکھنے کی کوشش بھی کی۔ ”محبت“ کے حسین عنوان سے اٹھنے والی ”بدعات“ کی بھرپور تردید فرمائی۔ فجزاہم اللہ أحسن الجزاء۔

ہمارے اکابر کی نسبتوں کے امین اور ترجمان حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلفاء نے ایک عرصہ تک تو جناب صوفی محمد اقبال (صاحب) کی قیادت میں ملک میں تحریکی انداز میں تصوف و خانقاہ کا نعرہ بلند کیے رکھا، مگر یکا یک ۱۴۱۳ھ کے اوائل میں مولانا عزیز الرحمن ہزاروی کے نام سے ایک رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ جناب صوفی صاحب کی مکمل تائید سے منظر عام پر آیا۔ اس رسالہ میں کمال درجہ کی تلمیس حق بالباطل کی گئی تھی اور موقف یہ اختیار کیا گیا کہ: ”دیوبندی بریلوی نزاع محض لفظی ہے۔“ نیز یہ کہ: ”حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ بھی عرس کے فوائد بیان کیا کرتے تھے۔“ اس کے علاوہ بعض واقعات نامکمل طور پر ایسے اسلوب سے ذکر کیے کہ جس کے پڑھنے کے بعد قاری کے ذہن سے سنت و بدعت کا فرق ختم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

قارئین جانتے ہیں کہ یہ بدعات کو ہضم کرانے کی ایک مذموم کوشش تھی۔ چنانچہ خود ان کے اپنے حلقہ کے بعض احباب نے ان کو متوجہ کیا، مگر ان کی حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی نے ان کو اپنے موقف پر

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (74)

نظر ثانی نہ کرنے دی بلکہ ایک اور قدم بڑھایا اور عالم عرب کے ایک بدعتی عالم محمد بن علوی مالکی کی کتاب کا ترجمہ ”اصلاح مفاہیم“ کے نام سے شائع کرایا، جس سے اکابر کے خدام میں ہجانی کیفیت پیدا ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو کہ انھوں نے ماہنامہ ”حق چار یار“ میں مسلسل تعاقب کیا۔ اسی طرح حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مدلل طور پر ان کے موقف کا رد کیا۔ ان کے علاوہ حضرت مولانا عبدالغفور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی دلائل و براہین کے ساتھ مفصل تردید فرمائی۔ دیگر علماء کے مضامین بھی ماہنامہ ”الخیر“ اور ”انوار مدینہ“ میں شائع ہوئے۔ علماء کی بروقت گرفت نے اس گروہ کو پسپائی پر مجبور کر دیا اور حضرات اکابر کے خدام ایک بڑے انتشار سے بچ گئے۔ اور حضرات اکابر کا دامن بھی داغ دار ہونے سے محفوظ رہ گیا۔

حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ کے مضامین تو ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ جلد نم میں یکجا شائع ہو چکے ہیں۔ مگر دوسرے اکابر کے مضامین مختلف رسائل میں منتشر تھے۔ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ و خادم خاص مولانا محمد اسماعیل بدات (صاحب [مقیم مدینہ منورہ]) کی بھرپور خواہش تھی کہ اس موضوع پر لکھے گئے تمام مضامین اکٹھے شائع کیے جائیں تاکہ بعد میں کوئی صاحب ان اکابر کے نام سے تلمیس نہ کر سکے۔ اور یوں اس موضوع پر ایک تاریخی دستاویز بھی مرتب ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں جامعہ اشرفیہ لاہور کے مفتی شیر محمد علوی صاحب کے فرزند گرامی مفتی ابوبکر علوی کو کہ انھوں نے بڑی محنت سے جمع و ترتیب کا کام سرانجام دیا۔ البتہ ہماری نظر میں اس کا نام ”تحقیق نظر“ کی بجائے ”دفاع اکابر“ ہوتا تو بہتر تھا۔

یہاں پر اس امر کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ اپنی غلطی کا اعتراف سعادت مندی کی علامت ہے۔ اس (علوی مالکی و صوفی اقبال صاحب کی) جماعت کے ذمہ دار اگرچہ اب اپنی سابقہ روش پر قائم نہیں ہیں، مگر اس سے غیر مبہم اعلان یزاری بھی نہیں کرتے۔ ہم اُمید کرتے ہیں بلکہ دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے سابقہ نظریات سے واضح طور پر یزاری اور رجوع کے اعلان کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین۔)

(ماہنامہ ”وفاق المدارس“ جولائی ۲۰۰۷ء..... جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ..... ص: ۵۹-۶۱)

”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ کے ناشرین کی خیانت:

گزشتہ صفحات میں ہم نے فتنہ علوی مالکی اور اس کے تعاقب میں اکابر اہل سنت کی کاوشوں کا مختصر تعارف قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا ہے، ان تحریرات سے اس فتنہ کے خلاف کام کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ سردست ہمیں اس بات پر احتجاج اور شدید احتجاج کرنا ہے کہ بد قسمتی سے حضرت شہید اسلام رحمہ اللہ کی مشہور زمانہ کتاب ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ کے ناشرین (مکتبہ لدھیانوی، کراچی) نے

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (75)

”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ میں موجود فقہ علوی مالکی سے متعلق حصہ کو جدید ایڈیشن سے خارج کر دیا ہے۔ یہ حصہ قدیم ایڈیشن کی جلد نمبر دس کے صفحہ نمبر ۱۰۰ سے لیکر صفحہ نمبر ۲۲۶ تک تقریباً سوا سو صفحات پر پھیلا ہوا تھا۔ اور اس حصہ کے ساتھ دسویں جلد کی ضخامت پانچ سو سے زائد صفحات پر مشتمل تھی۔ جبکہ ترمیم شدہ ایڈیشن کے کل صفحات ۳۹۰ ہیں۔ اس ایڈیشن میں کمپوزنگ کے اضافی پھیلاؤ کو ختم، فہرست کو دوسری اور سطور کو باہم قریب کر کے جہاں حجم کم کرنے کی سعی مفید کی گئی، وہیں صریح نا انصافی سے کام لیتے ہوئے اس حصہ کے ۱۲۵ صفحات کو بھی حذف کر دیا گیا۔

یعنی غیر تخریج شدہ (قدیم) ایڈیشن کے مطابق جلد نمبر ۱۰ صفحہ نمبر ۱۰۰ تا ۲۲۶..... ”علامات قیامت“ کے بعد اور ”سایہ اصلی کا مفہوم“ سے پہلے ”کچھ اصلاح مفاہیم کے بارے میں“ عنوان کے تحت ایک سو پچیس (۱۲۵) صفحات پر مشتمل تمام بحث خارج کر دی گئی ہے۔

جبکہ تخریج شدہ ایڈیشن (طبع اول ۲۰۱۱ء) کے مطابق جلد نمبر ایک، صفحہ نمبر ۷۷ تا ۵۴۳ ”سنت و بدعت“ کے باب میں ”قبروں پر پھول ڈالنا بدعت ہے“ کے بعد اور ”منت ماننا کیوں منع ہے؟“ سے پہلے ”اصلاح مفاہیم“ کے عنوان کے تحت تقریباً پینسٹھ (۶۵) صفحات پر مشتمل بحث۔ طبع ثانی (۲۰۱۳ء) سے خارج کر دی گئی ہے۔

حضرت شہید اسلام کی تحریرات:

اس حصہ میں شامل مرکزی عنوان (کچھ اصلاح مفاہیم کے بارے میں) کی ذیلی سرخیاں درج ذیل ہیں:

پہلا خط..... دوسرا خط..... تیسرا خط..... ضمیمہ جات..... قاضی مظہر حسین مدظلہ کے انکشافات..... ماہنامہ حق چاریار کا عکس..... مکی مالکی کٹر بریلوی ہیں..... بارگاہ رضویت سے عقیدت..... امام احمد رضا فاضل بریلوی سے عقیدت..... مولانا ضیاء الدین قادری سے تعلق..... تبصرہ..... اکابر دیوبند مولانا احمد رضا خان کی نظر میں..... قول فیصل..... فضیلۃ الشیخ ملک عبدالحفیظ مکی کا خط..... راقم الحروف کا جواب..... مولانا زروئی خان کا خط..... راقم الحروف کا جواب..... جناب محمد ابوزبیر سکھری کا خط..... محمد ابوزبیر سکھری کے خط کا جواب..... جناب اختر علی عزیزی کا خط..... جناب اختر علی عزیزی کے خط کا جواب..... مولانا عزیز الرحمن کے ایک مرید کے خط کا جواب..... دیوبندی بریلوی اختلاف حقیقی یا فروعی؟ دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ..... مظاہر العلوم سہارنپور کا فتویٰ..... سبحانک هذا بہتان عظیم.

آج بھی علوی مالکی کو بدعتی سمجھتا ہوں:

ان عنوانات کے تحت سوا سو صفحات پر پھیلی ہوئی بحث کے آخر میں حضرت شہید اسلام لکھتے ہیں:

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (76)

”میں آج بھی علوی مالکی کو بریلوی عقیدہ کا حامل اور مبتدع سمجھتا ہوں۔ میں نے آج تک اُس کی شکل نہیں دیکھی اور نہ ہی دیکھنا چاہتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے بدعت دہوئی کے فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں اور خاتمہ بالخیر کی دعا کرتا ہوں۔“ [آپ کے مسائل: ۲۲۶/۱۰]

حضرتؒ کی تحریرات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت شہید اسلام رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۔ محمد علوی مالکی کو بریلوی اور بدعتی سمجھتے تھے۔

۲۔ اس کے نظریات کو اکابر دیوبند خصوصاً حضرت شیخ الحدیثؒ کے خلاف خیال کرتے تھے۔
۳۔ محمد علوی مالکی کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔

ایک بے بنیاد الزام اور حقیقتِ حال:
بعض حضرات کا کہنا ہے کہ:

”محمد علوی مالکی کے متعلق حضرت شہید اسلام رحمہ اللہ نے جو کچھ لکھا، محض نجی خطوط میں لکھا، کبھی اُن کو شائع نہیں فرمایا، اور نہ ہی اُن کی اشاعت کا ارادہ تھا، اور نہ اسے وہ پسند فرماتے تھے۔ یہ تو بعد میں مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ نے شامل کر دیئے۔ لہذا اس حصہ کی اشاعت کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ حضرت شہید اسلام رحمہ اللہ کی منشا کے خلاف ہے۔“

حالانکہ ماہنامہ ”بینات“ کے قدیم قارئین اس حقیقت سے خوب واقف ہیں کہ حضرت شہید اسلام رحمہ اللہ کی حیاتِ بابرکات میں ہی ماہنامہ ”بینات“ میں اس قضیہ سے متعلق حضرتؒ کی تحریرات شائع ہوئیں۔ اس کی صراحت مختلف لوگوں کی طرف سے لکھے گئے خطوط میں بھی موجود ہے۔ اور بینات کے ریکارڈ میں بھی۔ چنانچہ مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب حضرت شہید اسلام رحمہ اللہ کے نام اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں:
”کچھ دنوں قبل لندن پہنچا تھا، وہاں کچھ دوستوں نے رسالہ ”بینات“ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ جس میں آں مخدوم کا مضمون بعنوان ”کچھ اصلاحِ مفاہیم کے بارے میں“ دیکھا پڑھا۔“ [آپ کے مسائل، ۱۳۳/۱۰]

بینات کے ایک اور قاری جناب اختر علی عزیزی صاحب لکھتے ہیں:

”اس شمارہ محرم الحرام میں آپ کا مضمون ”کچھ اصلاحِ مفاہیم کے بارے میں“ نظر سے گذرا“ [۲۰۷/۱۰]

ان صراحتوں کے باوجود اس قسم کا بے بنیاد الزام لگانا اور یہ دعویٰ کرنا کہ حضرت شہید اسلام رحمہ اللہ اس کی اشاعت کے حق میں نہیں تھے، سراسر غلط اور حقائق کا منہ چڑانے کے مترادف ہے۔

اور ناشرین میں ایک صاحب کا یہ کہنا بھی انتہائی مضحکہ خیز ہے کہ: ”ملکی حالات کی بنا پر ہم نے اس اختلافی حصہ کو خارج کیا ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے کتاب پر پابندی کا خطرہ ہے۔“ کیونکہ ملکی حالات تو سناخڑ

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (77)

پشاور [دسمبر ۲۰۱۴ء] کے بعد سنگین ہوئے، جب کہ یہ حصہ ۲۰۱۱ء اور ۲۰۱۳ء کے ایڈیشن سے نکالا گیا۔
علمی خیانت پر احتجاج!!!

”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ کے ناشرین (مکتبہ لدھیانوی) نے حضرت شہید اسلام رحمہ اللہ کی عبارات خارج کر کے نہ صرف انتہائی ناانصافی اور بددیانتی کا ثبوت دیا ہے، بلکہ حضرت کی روح مبارکہ کو اذیت میں مبتلا کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت کے لاکھوں متعلقین و محبین کا دل بھی دکھایا ہے۔ اکابر دیوبند کے مسلک و مشرب سے بغاوت اور روگردانی بھی کی ہے اور اسلاف اہل سنت کی مسلکی امانت پر شب خون بھی مارا ہے۔ بزرگان اسلام کے مسلکی ذوق پر حملہ بھی کیا اور علمائے امت کے تاریخی ورثے کو مٹانے کی نامبارک کوشش بھی کی ہے۔ حقائق کو چھپانے کی سعی مذموم بھی کی ہے اور حضرت شہید اسلام کے ساتھ علمی خیانت بھی۔ حضرت جلال پوری شہید رحمہ اللہ کی روح کو بھی تڑپایا ہے اور دیگر اکابر امت کی ارواح کو بھی دکھی کیا ہے۔

اگر یوں ہی اکابر اہل سنت کی کتابوں سے عبارات نکلتی رہیں تو ہمارے پاس باقی کیا رہ جائے گا؟ اکابر کی تحقیقات، اُن کا مسلکی ذوق اور اُن کا مشرب ہمارا کل سرمایہ ہے، اگر اس سے ہمیں محروم کر دیا گیا تو آنے والی نسلوں کے ایمان کی سلامتی کی کوئی گارنٹی نہیں دی جاسکتی۔ آج علوی مالکی کے حامیوں نے یہ حصہ نکلوا دیا، کل کو خدا نخواستہ مودودی اثر انداز ہو کر اپنے خلاف عبارات نکلوادیں گے، پرسوں بریلویوں سے متاثر ہو کر بدعات کا حصہ نکال دیا جائے گا اور یوں رفتہ رفتہ نہ صرف ”آپ کا مسائل“ اپنی منفرد شان کھو بیٹھے گی بلکہ دیگر اکابر کی عبارات بھی عدم استحکام کا شکار ہو جائیں گی۔

مکتبہ لدھیانوی کی اس جسارت اور بدترین علمی خیانت پر ہم سراپا احتجاج ہیں اور پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ نہ صرف آئندہ ایڈیشن میں اس حصہ کو مکمل طور پر شامل کیا جائے بلکہ اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے الگ بھی شائع کیا جائے، تاکہ سابقہ جرم عظیم کی تلافی ممکن ہو۔

ارباب مکتبہ سے گزارش ہے کہ: خدا را! امت کے حال پر رحم فرمائیں اور ہماری درخواست کو قبول فرماتے ہوئے حضرت شہید اسلام سمیت جملہ اکابر کی ارواح کی تسکین کا سامان بھی کریں اور اپنی آخرت بھی خراب ہونے سے بچائیں۔ بزرگان دیوبند سے وابستہ اصحاب علم و تحقیق اور ارباب فتویٰ سے بھی ہماری مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ اس ناانصافی کا نوٹس لیتے ہوئے اکابر اہل سنت کی علمی و تحقیقی میراث کی حفاظت کی ہر ممکن کوشش فرمائیں۔ اللہ پاک توفیق عمل نصیب کرے۔ اور ہم سب کو اکابر اہل سنت کے نقش قدم پر مضبوطی سے قائم و دائم رکھے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

فتنہ علوی مالکی کا تحقیقی جائزہ:

جیسا کہ گذر چکا ہے کہ جناب علوی مالکی اور اُن کی کتاب کے حوالے سے لکھی گئی تحریرات کا مجموعہ بندہ کی خواہش و مشورے پر چند سال قبل حضرت مولانا مفتی شیر محمد علوی صاحب مدظلہ کے فرزند عزیزم مولانا ابوبکر علوی صاحب نے ترتیب دے کر ”محمد کی مالکی کی کتاب اصلاح مفاہیم پر تحقیقی نظر“ کے نام سے شائع کیا تھا۔ اب کافی عرصہ سے وہ کتاب نایاب ہے۔ نیز اس سلسلہ کے بہت سے مضامین اُس کتاب میں شائع نہ ہو سکے تھے، اور ”آپ کے مسائل اور اُن کا حل“ کے ناشرین کی خیانت بھی اُس کے بعد کی ہے، لہذا اُس میں اس خیانت کا ذکر بھی نہیں۔ اب بندے ہی کے مشورے اور اجازت سے انخی فی اللہ حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب چاریاری مدظلہ العالی ”فتنہ علوی مالکی کا تحقیقی جائزہ“ کے نام سے شائع کر رہے ہیں۔ اس میں نہ صرف بہت سے وہ رسائل و مضامین بھی شامل ہیں جو پہلے چھوٹ گئے تھے بلکہ اُس کتاب کی اشاعت کے بعد ان حضرات کے طرز و عمل سے متعلق بعض مضامین بھی شامل ہیں۔

ابن مخدوم عالم مولانا صاحبزادہ طلحہ مدظلہ کے نام بندہ کا خط:

”اصلاح مفاہیم پر تحقیقی نظر“ نامی کتاب کی اشاعت پر حضرت شیخ (الحديث مولانا محمد زکریا) رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند مخدوم مکرم حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی صاحب مدظلہ العالی نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا تو بندہ نے اُن کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا تھا۔ جس کا لب لباب یہ تھا کہ:

”اندکے پیش تو گفتم از غم دل ترسدم کہ تو آزرده شوی ورنہ سخن بسیار است

مذکورہ شعر حضرت مجدد صاحبؒ نے صاحبزادگان حضرت خواجہ باقی باللہ کو ان کے بعض رسوم میلاد وغیرہ کے اپنانے پر اپنے سخت مکتوب میں لکھا تھا۔ اُس کا کچھ تذکرہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مجدد صاحب کے جو مکاتیب شائع کیے ہیں اُس میں بھی ہے۔

گستاخی معاف، آپ ”تحقیقی نظر“ کے متعلق ناگواری کا اظہار کرتے ہیں، حالانکہ ہمیں نہ کسی کی کردار کشی مقصود ہے اور نہ ہی کسی کی ذات پر حملہ، بلکہ اس کا مقصد اور واحد مقصد علمائے دیوبند کے حقیقی مسلک و مشرب کی وضاحت اور حفاظت ہے۔ الحمد للہ کتاب شائع ہونے پر علماء کرام و مفتیان برصغیر نے خوشی کا اظہار کیا اور اس کاوش کو سراہا، حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب، حضرت شاہ نقیس صاحب، صوفی اقبال صاحب کے خلیفہ اول مولانا عابد صاحب اور خیر المدارس ملتان، کھر وڑ پکا، گوجرانوالہ کے دیگر علماء کرام نے مستقل خط لکھ کر پسندیدگی کا اظہار کیا، بار بار تقاضا کر کے اس کے نسخے منگوائے اور اپنے اپنے حلقہ میں تقسیم کیے۔ اور کتاب کی مخالفت کرنے والے وہ ہیں جنہوں نے نہ تو اختلاف کو سمجھا نہ علماء دیوبند کی

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (79)

مسلک و مشرب کو صحیح طور سے ہضم کیا۔ اُن میں سے بعض سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ان ناقدین کو براہین قاطعہ، الشہاب الثاقب، قاطع الحدید، مطالعہ بریلویت وغیرہ کتب پڑھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔
!!افیا للعب نیز مکاشفات گھڑنے میں بھی یہ ٹولہ بہت جری ہے۔

خط کا منشا یہ ہے کہ میں ان لوگوں کے قریب رہتا اور ان کی چالبازیوں کو سمجھتا ہوں۔ انھوں نے حضرت شیخ کی شخصیت، عبقریت اور اُن کے مسلک و مشرب کو کھلونا بنا دیا ہے۔ آپ سے مؤدبانہ عرض ہے کہ اس ٹولے کی باتوں میں آنے کے بجائے اکابر دیوبند کے مسلک کے تحفظ کی طرف توجہ فرمائیں جس کی پابندی و ترجمانی حضرت شیخ رحمہ اللہ نے عمر بھر کی۔“

ان شاء اللہ یہ مجموعہ (تحقیقی جائزہ) حقائق سے آگاہی اور علماء دیوبند کے واقعی مسلک کو سمجھنے اور آنے والی نسلوں تک اُن کے مسلکی ذوق کو صحیح صورت میں پہنچانے کے لیے معاون و مفید ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کے مرتب، ناشر اور تمام معاونین کو اپنی بارگاہ سے عظیم الشان اجر عطا فرمائے اور بدعات میں مبتلا لوگوں کے لیے ذریعہ ہدایت بنائے۔ اور ہم سب کو اکابر اہل سنت کے حق مسلک پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

☆☆☆☆

جناب جاوید احمد غامدی کے شاگرد..... مولانا زاہد الراشدی صاحب کے فرزند

عمار خان ناصر کا

نیا اسلام

اور اس کی سرکوبی

تالیف: ترجمان اہل حق حضرت مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم..... حضرت مولانا مفتی شعیب احمد مدظلہم

حدود و تقریات، اجماع امت، توہین رسالت، مسجد اقصیٰ اور جہاد کے بارے

مولانا زاہد الراشدی کے بیٹے جناب عمار خان ناصر کے گمراہ کن نظریات کا تحقیقی جائزہ

صفحات: 428..... رعایتی قیمت: 200

رابطہ: دارالامین، لاہور 0307-5687800_0334-4612774

مقدمہ برائے..... تحریرات مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہ

نوٹ: جناب محمد علوی مالکی صاحب کے متعلق حضرت مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہ کی تحریرات کے مجموعے کے لیے لکھا گیا مقدمہ، قدرے تکرار کے باوجود افادیت کے پیش نظر شامل اشاعت ہے۔ [مرتب]

دین اسلام چونکہ انسانیت کی فلاح و بہود اور رہنمائی کے لیے کامل، مکمل اور قیامت تک باقی رہنے والا دین ہے اس لیے اس دین کے نازل کرنے والے نے اس کی حفاظت بھی اپنے ذمے لی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اَنَا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اَنَا لَهُ لِحَافِظُونَ“ (ترجمہ: تحقیق ہم نے ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔)

اس خداوندی حفاظت کا عملی انتظام یوں وجود میں آیا کہ ایک طرف بے شمار سعادت مند سینوں نے قرآن بعد قرن اس دین کی ایک ایک چیز اور جزوی تفصیل کو انتہائی ذمہ داری سے بلا کم و کاست آنے والی نسلوں تک نقل کیا اور اس کی ترویج و عملی نفاذ کے لیے انسانی بساط کی حد تک ممکنہ تمام کوششیں بروئے کار لائیں۔ اور دوسری طرف امت کے اہل علم میں اللہ نے وہ خود کا نظام و دینت فرمادیا کہ وہ دین میں پیدا ہونے والے ہر رخنے کو سنوارنے، ہر غلط کام کو صحیح کرنے، اور ہر بدعت کی الٹا کش و آمیزش سے دین کے دامن کو بچانے کا فریضہ بلا خوف و لومۃ لائم سرانجام دیتے رہتے ہیں۔ دین کے اصول و فروع اور علمی و عملی ڈھانچے پر تحریف و تغیر کا حملہ بیرونی جانب سے ہو یا اندرونی صفوں سے ایسی نادان کوششیں سامنے آئیں علماء ربانین تمام ذاتی و اجتماعی مصلحتوں اور تعلقات و حالات کے مصنوعی تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بروقت اس کا تعاقب کرتے ہیں۔ زبان رسالت مآب ﷺ سے انہی ہستیوں کو درج ذیل الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا گیا ہے:

يَحْمِلُ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلْفٍ عُدُوُّهُ يَنْفُونَ عَنْهُ تَحْرِيفَ الْغَالِينَ وَ انْتِحَالَ

المبطلين و تاويل الجاهلين۔ (مشکوۃ، حدیث: 248)

اس علم کے حامل ہر آنے والی نسل میں سے عادل اور اہل لوگ ہوں گے۔ وہ لوگ (اس دین سے) غالی لوگوں کی تحریف، اہل باطل کی بدعت سازی اور جاہل لوگوں کی من مانی تاویلوں کو دور کرتے رہیں گے۔

دوسری جگہ فرمایا:

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَن حَذَلَهُمْ وَهُمْ عَلَى ذَلِكَ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ۔

ارشادات نبویہ کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو اہل سنت والجماعت کثر اللہ سوادھم کا ہی وہ خوش نصیب طبقہ ہے جو ایک طرف دین کے اولین حاملین یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت اور سنت نبوی ﷺ پر سختی سے کاربند ہے اور دوسری طرف دین کے ڈھانچے کی بے مثال حفاظت اور نشر و اشاعت کے ساتھ ساتھ دین کے معاملے میں پیدا ہونے والی ہر رخنے اندازی کے سامنے سد سکندری بنا رہا ہے۔ اسی سعادت مند جماعت کے درویش صفت نفوس قدسیہ طعن و ملامت کے تیرا پنے دامن و سینے پر تو جھیلے لیکن دین کے معاملے میں شان صدیقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہمیشہ یہ اعلان کیا:

”اینقص الدین و انا حی“۔

(ترجمہ: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دین میں کمی آجائے اور میں زندہ ہوں)

ویسے تو عالم اسلام کے مختلف خطوں میں مختلف ادوار میں پھیلے ارباب عزیمت کی ایک لمبی فہرست ہے لیکن ہمارے برصغیر کی حد تک یہ سلسلہ پوری قوت کے ساتھ اور تحریک کی شکل میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ سے شروع ہو کر شاہ ولی اللہ اور سید احمد شہید رحمہم اللہ سے ہوتے ہوئے علماء دیوبند اور موجودہ دور میں ان کے حقیقی جانشینوں تک پہنچتا ہے۔ ان حضرات نے ہر طرح کے حالات میں دین متین کی حفاظت و نشر و اشاعت کے ساتھ ساتھ تحریف و بدعات کے سیلاب کے آگے بند باندھنے کا ذمہ دارانہ لیکن انتہائی کٹھن کام سرانجام دیا۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”علماء اہل السنۃ والجماعۃ نے ہمیشہ سنت و بدعت میں امتیاز نمایاں رکھنے اور سنت کو نکھار کر بدعت سے الگ کر دکھانے میں سرگرمی دکھائی، اور کبھی تساہل اور سہل انگاری سے کام نہیں لیا۔ بلکہ اصول سے لے کر فروع تک سنت و بدعت کو جدا جدا کر کے، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ الگ کر کے رکھ دیا ہے تاکہ دین اخلاص و اتباع کی روشنی میں اپنے اصلی روپ کے ساتھ محفوظ رہے اور شرک و بدعت کی آمیزشوں سے اس کا نورانی چہرہ داغ دار نہ ہونے پائے۔

ہندوستان کی ان آخر کی صدیوں میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ اور ان کی نسبی اور جسی اولاد کو یہ فخر حاصل ہے کہ انہوں نے اس سنت و بدعت کی تفریق اور سنت کے دائرہ سے من گھڑت رسوم و رواج کے اخراج کو آخری حد تک پہنچایا، اور ان سارے اختراعات کو جنہیں دعویداران ”انسا و جدنا آباءنا“ دین کے پردہ میں پیش کر رہے تھے، دین کے مستحکم دلائل سے دفع کرنے کی عظیم ہم

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (82)

انجام دی۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے دور میں یہ سعی عارفانہ رنگ سے نمایاں ہوئی، ان کے فرزند جلیل حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے دور میں فلسفیانہ انداز سے سامنے آئی، ان کے پوتے حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے دور میں مجاہدانہ روش سے کھلی، اور ان کے بعد جب دلی کی علمی مرکزیت ختم ہو کر دیوبند کی طرف منتقل ہوئی تو بنیاد دارالعلوم دیوبند کے ہاتھوں علم و جہاد کے روپ میں آگے بڑھی، اور آخر کار دیوبند کے فیض یافتہ فضلاء کے ہاتھوں اس نے جماعتی اور اجتماعی صورت اختیار کر کے ہند و بیرون ہند میں پرے جما دیے۔ دارالعلوم دیوبند کے فضلاء متقدمین میں سے ہوں یا متاخرین میں سے، اور پھر ان سے مستفیدین اگلے ہوں یا پچھلے، جو ہندوستان و پاکستان، افغانستان و ترکستان، برما و انڈونیشیا، جاز و عراق میں لکھ ہا لکھ کی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کے کام کا مرکزی نقطہ یہی سنت و بدعت کی تفریق اور یہی دین اور غیر دین کا امتیاز واضح کرنا ہے۔

(بحوالہ مقدمہ راہ سنت)

یوں تو اس ”طائفہ منصورہ“ کی داستان ”دعوت و عزیمت“ اور ان حق و باطل کے چوکھی معرکوں کی داستان طویل ہے لیکن اس کی ایک مثال ماضی قریب میں ”علوی مالکی فتنہ“ کا بروقت تعاقب ہے۔ اللہ جزائے خیر دے علمائے دیوبند کے ان حقیقی وارثوں اور جانشینوں کو جنہوں نے اپنا فرض منصبی ادا کرتے ہوئے کسی بھی طرح کی رورعایت کیے بغیر اس فتنہ کا استیصال کیا اور بدعت و تحریف اور تساہل و چشم پوشی کے پردوں کو چاک کر کے واقعتاً دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ:

علوی مالکی اور متنازعہ تصانیف

محمد علوی مالکی (۱۳-۱۴) مکہ مکرمہ کے رہنے والے ایک علمی گھرانے کے فرد تھے۔ انہوں نے ”الذخائر المحمدیہ“ اور ”حول الاحتفال بمولد النبی الکریم“ کے نام سے دو کتابیں لکھیں جس میں شرک و بدعت تک جانے والی متعدد باتیں لکھیں۔ جو علماء اہل سنت علماء دیوبند کے مسلک و مشرب اور مزاج و منہاج کے قطعی مخالف اور ہمارے ہاں رائج بریلوی مسلک کے مزاج و مذاق کے عین مطابق تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان دونوں کتابوں کو یہاں پاکستان سے بریلوی حضرات نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور ان کے اردو ترجمے کر کے اپنے مقدموں اور مصنف کے بارے میں بڑے بلند کلمات پر مشتمل تقریظ و تحسین کے ساتھ شائع کیا۔ ”الذخائر المحمدیہ“ معروف بریلوی مفتی محمد خان قادری اور ڈاکٹر شبیر قادری کے ترجمے کے ساتھ ”عالمی دعوت اسلامیہ، غوث اعظم روڈ“ سے دوسری دفعہ 1996ء میں 1100 کی تعداد میں شائع ہوئی۔ اور ”حول الاحتفال“ کا ترجمہ بھی ایک بریلوی عالم کے قلم سے ”میلا مصطفیٰ“ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب باب نمبر 1 آغاز سخن (83)

علوی مالکی صاحب کی ان کتابوں میں چونکہ نہ صرف متنازعہ و مختلف فیہ مسائل تھے بلکہ غلط عقائد و نظریات و افکار کا پرتو بھی تھے اسی لیے ان کا زیر بحث آنا لازمی بات تھی۔ چنانچہ سعودیہ ہی کے علماء میں سے شیخ عبد اللہ بن سلمان بن منیع اور جزائری و تونجیری نے ان باتوں کی گرفت اور ان پر تعقب کیا۔ ان تعقبات کے جواب میں علوی مالکی صاحب کے ساتھیوں کی جانب سے ”الرد المحکم، التحذیر من الاغترار اور اعلام النبیل“ کے نام سے بھی کتابیں لکھی گئی۔

قضیہ اصلاح مفاہیم

رجب 1405ھ بمطابق 1985ء میں علوی مالکی صاحب خود میدان میں آئے اپنا نقطہ نظر واضح کرنے اور اپنے مخالفین کو جواب دینے کے لیے ”مفاهیم یجب ان تصحیح“ کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ اور پھر مختلف ممالک کے علماء اور ذی اثر شخصیات سے اس کتاب پر تقریظات اور تصدیقات حاصل کیں۔ یہ تقاریظ 62 صفحات پر پھیلی ہوئی تھیں۔ اتنی بھاری مقدار میں تقاریظ کے حصول اور ان کی اشاعت کا مقصد اپنے موقف میں گنتی کا وزن ڈالنا اور اپنے مخالف علماء کو یہ تاثر دینا تھا کہ ”تم ہی غلطی پر ہو، ہمیں تو دنیا بھر کے علماء درست کہتے ہیں اور ہمارے عقائد کو اہل سنت کے عقائد تسلیم کرتے ہیں۔“

ان تقاریظ کا ایک معتد بہ حصہ پاکستان کے حضرات سے بھی حاصل کردہ ہے۔ پاکستانی حضرات سے تقاریظ حاصل کرنے کے لیے علوی مالکی صاحب نے مولانا عبد الحفیظ کی صاحب کی معیت میں سفر کیا اور یہاں کے علماء سے تقاریظ کے حصول کی کوشش کی۔ چنانچہ ان کی کاوشوں سے پاکستان کے بعض مہتمم اور خطیب حضرات سے بھی تصدیقات و تقریظات حاصل ہو گئیں جنہوں نے پڑھے بغیر محض ان پر اعتماد کرتے ہوئے (کہ یہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کے خادم اور خلیفہ مشہور ہیں) تقاریظ لکھ دیں۔ ان تقاریظ کے بارے میں مولانا لدھیانوی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مضمون ”مشمولہ“ ”تحقیقی نظر“ کافی شافی کلام کیا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

○ ”اس ناکارہ کا خیال ہے کہ جناب علوی مالکی صاحب کی کتاب ”مفاهیم یجب ان

تصحیح“ (عربی) پر تقریظات کا جو انبار نظر آ رہا ہے یہ جناب مصنف کے حرام میں بغیر کتاب پڑھے لکھی گئی ہیں یا کسی لائق احترام شخصیت کو دیکھ کر ان کی تقلید میں صادر کر دیا گیا ہے۔“ (تحقیقی نظر: 347)

○ ”ایسی تقریظیں لائق اعتناء نہیں۔“ (تحقیقی نظر: 346)

دوسری جگہ عبد الحفیظ کی صاحب کے نام جوابی مکتوب میں لکھتے ہیں:

”آنجناب نے حصول تقریظات کی (جو) تفصیل درج فرمائی ہے اسے پڑھ کر اندازہ

ہوا کہ ان تقریظات کا مہیا ہونا دراصل آنجناب کی جدوجہد اور وجاہت و شہامت کی کرامت ہے۔

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقان

مصلحت را تمیختے برآ ہوئے چیں بسہ اند“

پھر عبدالحفیظ صاحب کا ایک مکتوب نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”یہ بھی اندازہ ہوا کہ اس ناکارہ نے تقریظات کے بارے میں جو بات محض ظن و تخمین سے کہی

تھی وہ بڑی حد تک صحیح نکلی۔“ (386)

تقاریظ کے اس انبار کے مٹی پر تحقیق نہ ہونے کا اظہار ان حضرات کے واشگاف رجوع سے بھی ہوتا ہے جنہوں نے ابتداء حسن ظن کی بنا پر تقریظ لکھی یا تقلیداً تائید کر دی لیکن بعد میں صورت حال واضح ہونے پر دو ٹوک انداز میں رجوع کر لیا۔ جیسے حضرت اقدس سید نفیس الحسینی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ اور حضرت مولانا عبد الغنی صاحب رحمہ اللہ استاد الحدیث جامعہ مدنیہ وغیرہ ان کا رجوع اسی وقت انوار مدینہ میں شائع ہو گیا تھا۔ حضرت شاہ صاحب کا یہ رجوع خود ان کے ہاتھ سے لکھا ہوا استاد محترم حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہ کی کتاب ”بیابانہ مجلس نفیس“ میں موجود ہے۔ حضرت نے لکھا تھا: (1)

”بندۂ ناچیز ”مفاہیم“ کے عربی ایڈیشن کی ایک تقریظ پر تائیدی دستخط کرنے کا خطا وار ہے اور

اس سے رجوع کرتا ہے، میرا مسلک ”المہند علی المفند“ کے مطابق ہے جو ہمارے بزرگوں کی تائیدی و تصدیق کتاب ہے۔

حضرات علماء اہل سنت دیوبند کی تحقیقات سے متعارض و متصادم نظریات سے میرا کوئی تعلق

نہیں۔“

احقر نفیس الحسینی

تقاریظ حاصل کرنے والوں کی ”نیک نیتی“ کا مظاہرہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ اپنی موافقت میں آنے والی تقاریظ تو لگائی گئیں لیکن تنقید یا اصلاح کی تجویز والی تقاریظ کو گول کر دیا گیا۔ جیسے حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی تقریظ کے ساتھ معاملہ ہوا۔ چونکہ انہوں نے کتاب پر سرسری نظر ڈال کر بنیادی غلطیوں کی طرف اشارہ اور ان پر تنبیہ کر دی تھی اس لیے اسے کڑوا کڑوا تھوکر کے شامل کتاب ہی نہیں کیا گیا۔ اور استفسار پر بڑی معصومیت کے ساتھ یہ کہہ دیا گیا:

نہ جانے کیسے رہ گئی۔۔۔۔۔

(تحقیقی نظر، مکتوب مولانا انیس ابن حافظ صفیر صاحب بنام مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ)

خیر قصہ کوتاہ یہ ہے کہ علوی مالکی صاحب اپنے سعودی مخالف علماء پر تقاریظ کے نتیجے میں فتح پاسکے یا نہیں

لیکن پاکستان سے تقاریظ کا انبار ضرور ہاتھ آ گیا۔

اب یہاں ذرا توقف کے بعد تصویر کا دوسرا رخ دیکھئے۔

مفاہیم سے اکابر کا مسلک و مشرب تک

ریحانۃ الہند برکتہ العصر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ کے نام گرامی سے کون واقف نہیں۔ متعدد و قیغ علمی خدمات و تحقیقات کے علاوہ ”فضائل اعمال“ کے نام سے ان کی تحریرات ایک عالم کو فیضیاب کر کے ان کے لیے صدقہ جاریہ بنی ہوئی ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے علمی خدمات کے علاوہ تزکیہ و احسان اور تصوف و سلوک میں بھی تابندہ نقوش چھوڑے ہیں آپ کے مستفیدین اور خلفاء کی ایک بڑی تعداد دیے سے دیا اور چراغ سے چراغ جلا کر اس نورانی سلسلہ کو جاری و ساری رکھے ہوئے ہے۔

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ جیسا کہ ان کی تحریرات اور مستفیدین و خلفاء کی تصریحات سے عیاں ہے اکابر علماء دیوبند (حضرت گنگوہی، حضرت سہارنپوری وغیرہم حضرات) کے مزاج و منہج کے متبع اور سنت پر کار بند اور بدعات سے متنفر اور بیزار تھے۔ مگر انقلاب زمانہ کی نیرنگیاں کہیں یا نظر بند کہ حضرت شیخ الحدیث کے خلفاء میں سے ایک صاحب جناب صوفی اقبال صاحب (مدینہ منورہ) نے ایسا پلٹا کھایا کہ ناطقہ سر بگربیاں اور عقل حیران ہے۔ انہوں نے اپنے مرشد حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی وفات (25 مئی 1982ء) کے بعد ابھی ابھی ذکر کردہ صاحب محمد علوی مالکی جیسے مشہور بدعتی سے راہ و رسم سنواری اور نوبت بایں جارسید کہ ان سے خلعت اجازت اور خرقہ خلافت بھی لے لیا۔ موصوف خود لکھتے ہیں:

○ جب میں یتیم ہو گیا (یعنی حضرت شیخ الحدیث صاحب کی وفات کے بعد) تو اپنی ضرورت سمجھتے ہوئے حضرت مفتی محمد گنگوہی صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا قاضی زاہد الحسنی صاحب، حضرت مولانا علی میاں صاحب اور دیگر بعض بزرگوں سے بیعت کی درخواست کی انہوں نے قبول نہیں فرمایا۔ پھر انہی وجوہات سے جن کی وجہ سے حضرت شیخ سے بیعت ہوا تھا وہ جب اپنی سمجھ کے مطابق ایک بزرگ میں دیکھیں تو ان سے بیعت ہوا۔ ان کو میلاد وغیرہ رسومات کرتے دیکھا لیکن انہی خیالات اور شرائط کے ساتھ کہ جس طرح حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ کے یہاں ہوتا تھا۔

○ یتیم مفلس کو تو جہان میں کوئی سہارا نظر آئے تو اس کی طرف لپکتا ہے۔

○ ہمارے خیال میں (کسی) سلسلہ میں دخول سے اولیاء سے ربط ہو جاتا ہے اور ان کی ارواح متوجہ ہوتی ہیں چنانچہ (محمد علوی مالکی کی بیعت کر کے) الحمد للہ سلسلہ شاذلیہ سے ربط کے بعد کرنے والے الحکم پہلے سے زیادہ سمجھ میں آنے لگی۔ زیادہ لطف آنے لگا جس کی مجھے ضرورت تھی۔ اس طرح کی بیعت بالفرض اگر مجھے روزانہ نئے نئے ملتے رہیں تو پس روزانہ ایک بیعت کرنے کو تیار ہوں حتیٰ کہ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہو پھر ان کے ساتھ توحید مطلب کا ویسا ہی معاملہ کروں گا جیسا کہ حضرت شیخ

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (86)

کے ساتھ ان کی زندگی میں تھا۔ بہر حال! مختصر یہ کہ یہ میرا مسلک ہے۔ (تحقیقی نظر: 152)

یہ ربط و عہد تو اس حد تک بڑھا کہ بقول صوفی صاحب:

○ حضرت شیخ الحدیث کے بعد وقت کے ایک قطب (یعنی محمد علوی مالکی) نے میری سرپرستی

فرمائی اور اجازت دی۔ (داستان عبرت حصہ اول)

صوفی اقبال صاحب کی ہمنوائی میں ان کے متعلقین میں سے ملک عبدالحفیظ کی صاحب (انٹرنیشنل ختم

نبوت)، پیر عزیز الرحمن ہزاروی صاحب اور حافظ صغیر صاحب (متولی احسان مسجد، راجگڑھ لاہور) وغیرہ

نے بھی اسی راستے پر قدم بڑھانا شروع کر دیے۔

عبدالحفیظ کی صاحب نے علوی مالکی صاحب کے ساتھ ”مفہیم یجب ان تصحیح“ عربی پر تنقار لفظ

کے حصول کے لیے پاکستان کا سفر کیا جس کا ذکر پیچھے آچکا۔

مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب نے ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے نام سے ایک رسالہ تالیف کیا

جس میں اس بات کی پر زور انداز میں دعوت فکر پیش کی کہ بریلوی اور دیوبندی مکاتب فکر کو متحد ہو جانا

چاہیے۔ اور اس سلسلے میں کم سے کم دیوبندی حضرات کو بدعات و رسوم کے بارے میں اپنے دو ٹوک اور بے

چلک رویے پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ یعنی گویا اس اتحاد کی قیمت دیوبندی مکتب فکر کو ادا کرنی چاہیے۔ اکابر کا

مسلک و مشرب“ کے تین ایڈیشن طبع ہوئے۔ تیسرے ایڈیشن میں کچھ اضافے بھی تھے۔ عبدالحفیظ کی صاحب

نے اس رسالے پر ایک طویل مقدمہ سپرد قلم کیا۔ جس میں رسالے کے مواد اور صاحب رسالہ کو ان الفاظ میں

خراج تحسین پیش کیا:

رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ مرتبہ مولانا عزیز الرحمن ہزاروی۔۔۔ دیکھا، جو کہ فی الحقیقت ”

المہند علی المفند“۔۔۔ کے محرر شدہ چند اسلہ کے اجوبہ مع ایک لطیف و قیمتی مقدمہ اور بعض فوائد متنوعہ

جلیلہ و حواشی مفیدہ و قیمہ پر مشتمل ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ رسالہ مختصر ہے مگر وقت کی ایک بہت ہی اہم

ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ اور مرتب و محشی مدظلہما کی فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعۃ میں تفرق و انتشار کو ختم

کرنے کی دلی کڑہن و فکر اور موجودہ حالت پر قلبی حزن و ملال اس کی ہر سطر میں صاف و عیاں ہے۔“

”حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب مدظلہ العالی نے (دیوبندی و بریلوی اتحاد کی) یہ ایک

مخلصانہ ندا لگائی ہے اور دردمندانہ اپیل کی ہے اور حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب نے حواشی

قیمہ تحریر فرما کر اسے نور علی نور بنا دیا ہے“

اور صوفی صغیر صاحب کے صاحبزادے مولوی انیس احمد صاحب نے ”اصلاح مفہیم“ کے نام سے

علوی مالکی صاحب کی کتاب ”مفہیم یجب ان تصحیح“ کا ترجمہ کیا۔ جو ۱۴۱۴ھ میں طبع ہوا۔ اس ترجمے

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (87)

کی اجازت جیسا کہ کتاب کے پہلے صفحے پر ہے خود علوی مالکی صاحب نے عنایت فرمائی۔ انیس صاحب لکھتے ہیں:

”اما بعد: اللہ جل شانہ، وعم نوالہ کا فضل و احسان ہے کہ میرے اکابر، میرے پیرو مرشد، میرے سردار میرے والد صاحب اور سیدی محسنی و مشفق حضرت اقدس صوفی محمد اقبال صاحب مدنی اور حضرت اقدس مخدومی و مکرمی حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی دامت برکاتہم العالیہ کی دعا و توجہ اور بار بار ارشاد فرمانے اور میرے استاذ محترم فضیلۃ الشیخ محدث کبیر عالم نبیل مؤلف کتاب سید محمد بن علوی الحسنی المکی المالکی کے ارشاد کی برکت سے اس کریم و ستار مالک نے مجھ جیسے ایک ابتدائی درجہ کے طالب علم کو اس عظیم اور اہم کتاب ”مفہیم“ کے ترجمہ کی توفیق مرحمت فرمائی۔

کچھ عرصہ قبل محدث کبیر شیخ الحرمین عالم جلیل استاذ محترم سید محمد بن علوی المالکی، الحسنی اپنی اس عظیم کتاب پر اکابر علماء پاکستان کی تقاریض کے سلسلہ میں پاکستان تشریف لائے تو اس موقع پر شیخ موصوف نے اس کتاب کے سب سے پہلے ایڈیشن پر اپنے قلم مبارک سے بندہ کا نام تحریر فرما کر ایک نسخہ عنایت فرمایا۔ اور ترجمہ کا حکم فرمانے کے بعد تحریری طور پر بھی اس کے ترجمہ کی اجازت مرحمت فرمائی اور اسی سفر میں کتب ستہ کی اوائل احادیث سماعت فرما کر اجازت حدیث بھی مرحمت فرمائی۔“

اصلاح مفہیم کے ترجمے کا مقصد

”اصلاح مفہیم“ کے مواد اور مقصد کے بارے میں احمد عبدالرحمن صدیقی لکھتے ہیں:

”زیر نظر کتاب ”مفہیم“ کے (اردو ترجمہ) میں ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ اور ”المہند“ والے ہی مسائل کو علمی دلائل کے ساتھ خوب واضح کیا گیا ہے۔ جس کو عرب و عجم میں فریقین کے جید علمائے کرام نے خوب سراہا ہے۔ جیسا کہ اس کتاب کی تقاریض سے ظاہر ہے۔ پاکستانی علماء کرام کی تقاریض میں دیگر علماء کرام کے علاوہ حضرت مولانا ہزاروی حقانی خلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث مہاجر مدنی کی تقریظ ص: 11 پر اس حقیقت کو واضح کرتی ہے جو موجودہ دور میں افراط و تفریط کا مجرب علاج ہے۔ اسی ضرورت کی بنا پر یہاں ترجمہ کا اہتمام کرایا گیا ہے۔

جس کا مقصد یہ ہرگز نہیں ہے کہ علامۃ المسلمین کو اس کی دعوت دے کر اور فضائل جتلا کر ان اختلافی اعمال کی ”جوہریت کذابیہ کے ساتھ مروج ہیں“ کی ترغیب دی جائے۔ بلکہ مقصد وحید یہ ہے کہ جو حضرات پہلے سے اس پر جس انداز سے عمل کر رہے ہیں اس میں اصلاح و نرمی پیدا کریں اور ان کے مخالفین بھی خواہ مخواہ کی بدگمانی کا شکار ہو کر ان کو اسلام سے خارج نہ کرتے پھریں تاکہ اس طرح آپس میں یگانگت و برادرانہ تعلقات بڑھ سکیں۔ اور یہ امت حبیب ﷺ ایک مرتبہ پھر باہم شیر و شکر

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (88)

بن کر رہ سکے۔ اور اسلام کی مبارک حقانی تعلیمات کو چار دانگ عالم میں باحسن طریق پہنچایا جاسکے۔
آمین“

اس طرح اب دو طرح کی تحریریں جمع ہو گئی۔ ایک علوی مالکی صاحب کی تحریرات کہ جن کا مقصد غیر مقلدیت و سلفیت کے بے جا غلو، اور تشدد کو ختم کرنا تھا۔ اور دوسری طرف ہزاروی صاحب کا رسالہ مجمع مالہ وما علیہ جس کا مقصد مہماتی گروہ کی افراط و تفریط کا مداوا تھا۔ جن حضرات نے تقاریظ لکھی تھیں انہوں نے بھی اسی پہلو کو پیش نظر رکھا تھا۔ لیکن اللہ جزائے خیر دے ہمارے علمائے دیوبند کے روحانی فرزندوں اور دین متین کے محافظوں کو کہ انہوں نے جب ان کتب کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور پس منظر و پیش منظر کو دیکھا تو انہیں یہ صاف محسوس ہوا کہ ان تحریروں کے لکھنے والوں کا اخلاص چاہے جتنا بھی ہو، لیکن یہ تحریرات از اول تا آخر نتائج کے لحاظ سے ایک نادان دوست کی کاروائی تھیں۔ جن سے مزعومہ اتحاد یا غلو کی اصلاح ہونے کی بجائے بریلویت اور بدعتی مسلک و مشرب کی تائید و تقویت وجود میں آئی۔ اس لیے محتاط اہل علم نے ان تحریروں کا نوٹس لیا اور ان حضرات کو ان کی اس روش سے باز آنے کی تلقین کی۔ چنانچہ سب سے پہلے محقق جلیل فقیہ نبیل حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد دامت برکاتہم العالیہ نے اس موضوع پر قلم اٹھایا۔ اور

o ماہنامہ ”انوار مدینہ“ میں پہلے اگست اور ستمبر 1993ء بمطابق صفر و ربیع الاول 1414ھ کے دو شماروں میں ”اکابر کا اصل مسلک“ کے عنوان سے ”اکابر کا مسلک و مشرب“ پر نقد و تبصرہ لکھا۔

o اس کے ایک سال بعد صفر 1415ھ بمطابق اگست سے نومبر 1994ء کے ”انوار مدینہ“ کے شماروں میں مفاہیم کے اردو ترجمے ”اصلاح مفاہیم“ پر نقد و تبصرہ سپرد قلم کیا جس میں اس کتاب کی خطرناک علمی و نظریاتی غلطیوں کو واضح کیا۔

اس کے بعد جون 1995ء بمطابق محرم الحرام 1416ھ کو رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب کے تیسرے ایڈیشن پر ایک نظر“ کے نام سے مضمون شائع کروایا۔

اس کے بعد علوی مالکی صاحب کی دیگر کتابوں اور تالیفات کو سامنے رکھتے ہوئے ”محمد علوی مالکی صاحب کے ان عقائد ان کی تحریرات کے آئینہ میں“ کے عنوان سے ایک تحریر لکھی جو ماہنامہ انوار مدینہ و حق چار یا میں طبع ہونے کے علاوہ تحریک خدام اہل سنت کی طرف سے الگ سے شائع ہوئی۔

اس کے بعد ”حضرت شیخ الحدیث کے چار خلفاء کی داستانِ عبرت“ کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا جس میں علوی مالکی کے مشرکانہ عقائد و بدعات کے ساتھ ساتھ صوفی اقبال صاحب، عزیز الرحمن ہزاروی صاحب، عبدالحفیظ مالکی صاحب، جناب حافظ صغیر صاحب کی بھی خبر لی گئی۔

اس دوران بہت سے دیگر حضرات جیسے قاضی مظہر حسین صاحب، مولانا یوسف لدھیانوی صاحب،

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (89)

مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب، مفتی عبدالستار صاحب، مولانا امین صفدر اویکاڑوی، مولانا عاشق الہی صاحب وغیرہم حضرات نے اس موضوع پر کھل کر لکھا اور علوی مالکی اور ان سے وابستہ ہونے والے نادان دوستوں کی حقیقت کھول دی۔ اللہ جزائے خیر دے مفتی شیر محمد علوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے صاحبزادے کو کہ انہوں نے اس قضیے سے متعلق تمام اہم اور ضروری مواد یکجا کر کے ”محمد علوی مالکی کتاب اصلاح مفاہیم پر تحقیقی نظر“ کے نام سے شائع کر دیا ہے۔ یہ کتاب آج کل کیاب ہے۔ ذیل میں اسی میں سے اکابر حضرات کی تحریروں کے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ماہنامہ ”حق چار یا“ میں مدلل انداز میں علوی مالکی صاحب کا بریلوی فکر کا حامل ہونا ثابت کیا اور آخر میں لکھا:

کیا اس کے بعد بھی مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی یہ کہہ سکتے ہیں کہ مولانا مکی مالکی بریلوی نہیں ہیں یقیناً وہ کٹر بریلوی ہیں اور ان کے عقیدت مند خواہ جناب صوفی محمد اقبال صاحب ہوں یا مولانا عبدالحفیظ مکی یا مولانا عزیز الرحمن صاحب وہ بھی ”الارواح جنود مجنۃ“ الحدیث کے تحت باہمی محبت و محبوب ہونے کی وجہ سے بریلوی ہیں۔ (تحقیقی نظر: 121)

اور خود کتاب ”اصلاح مفاہیم“ کے بارے میں حضرت قاضی صاحب کے تاثرات یہ تھے:

اس کتاب میں مولانا مکی مالکی نے بعض ایسے عقائد و مسائل بیان کیے ہیں۔ جو اکابر علمائے دیوبند کی تحقیقات کے خلاف ہیں اور اکابر علمائے بریلی کے مؤید ہیں۔ (تحقیقی نظر: 111)

اور آخر میں علوی مالکی صاحب کے حامیوں اور اس فتنہ مالکیہ کے حامیوں سے درد مندانہ اپیل کرتے ہوئے لکھا:

یہ پر فتن دور ہے۔ بدعات و خلاف شریعت رسوم عام ہیں۔ اگر ہم بدعات مروجہ کو بالکل روک نہیں سکتے تو ان کی تائید تو نہ کریں۔ مولانا عزیز الرحمن صاحب اور مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی اہل سنت والجماعت پر رحم فرمائیں۔ وہ اصل بریلویت اور اصل دیوبندیت کو باہم مدغم کرنے کی کوشش نہ کریں اور مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی کا حال تو عجیب ہے کہ وہ تو یہ بھی نہیں سمجھ سکے کہ حضرت شیخ المدنی قدس سرہ نے ”الشہاب الثاقب“ کس کے رد میں لکھی ہے۔ (تحقیقی نظر: 99)

یہ فتنوں کا دور ہے۔ تصوف و سلوک کے راستے جو فتنے آتے ہیں وہ سب سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ ہر ذاکر و شاعِل قابلِ اعتماد نہیں ہوتا۔ سب سے مقدم مسلک حق کا تحفظ ہے۔ الحمد للہ حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب اور حضرت مولانا عبدالواحد صاحب نے ”الخیر“ اور ”انوارِ مدینہ“

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (90)

میں کتاب ”اصلاح مفاہیم“ کی بعض اعتقادی و عملی گمراہیوں کی نشاندہی کر کے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کر دیا ہے اور حضرت مفتی عبدالستار صاحب موصوف تو غالباً حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مقیم مدینہ منورہ کے مجازین میں سے بھی ہیں لیکن مسلک حق کے تحفظ میں پیر مریدی کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ جزا ہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ میں نے مولانا عزیز الرحمن صاحب کی تقریظ کو خصوصیت سے اس لیے تنقید کا ہدف بنایا ہے کہ انہوں نے جس طرح مولانا کی مالکی صاحب کی کتاب کی مکمل طور پر تعریف و توصیب کی ہے اور اس کو اکابر کے مطابق قرار دیا ہے، اس سے حضرت شیخ الحدیث مہاجر مدنی قدس سرہ کے متوسلین سخت غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اکابر محققین اہل سنت کے مسلک سے شعوری و غیر شعوری طور پر منحرف ہو سکتے تھے۔ مولانا موصوف کی خدمت میں بھی گزارش کی جاتی ہے کہ بغیر خوف لومۃ لائم اپنی تقریظ سے واضح طور پر رجوع کر لیں اور راہ راست میں ان خاددار جھاڑیوں سے دامن بچا کر اکابر اہل حق سے جدا نہ رہیں۔ (تحقیقی نظر: 277)

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ جو حضرت شیخ الحدیثؒ کے کبار خلفاء میں سے تھے انہوں نے ماہنامہ بینات کراچی میں اصلاح مفاہیم پر اپنے طویل سلسلہ مضامین و خطوط کے ضمن میں لکھا:

”کتاب کے بعض مباحث تو بڑے ایمان افزا ہیں، مگر جناب مصنف نے جگہ جگہ مغل میں ٹاٹ کی پیوند کاری کی ہے، اور شکر میں اپنے منفرد افکار و مفاہیم کا زہر ملا دیا ہے، لہذا کتاب کے بارے میں اس ناکارہ کی رائے جناب محترم مولانا الحاج الحافظ مفتی عبدالستار دام مجیدہ (صدر مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان) کے ساتھ متفق ہے، یہ کتاب ہمارے اکابر دیوبند کے مسلک و مشرب کی ہرگز ترجمان نہیں، اور اس سے امت کے درمیان اتحاد و اتفاق کی جو امیدیں وابستہ کی گئی ہیں وہ نہ صرف موہوم بلکہ معدوم ہیں، اس کے برعکس اس ناکارہ کا احساس یہ ہے کہ امت تو امت، یہ کتاب ہمارے احباب کے درمیان منافرت و مغایرت اور تشقت و انتشار کی موجب ہوگی، اگر کتاب کے ترجمہ اور اس کی اشاعت سے قبل اس ناکارہ سے رائے لی جاتی تو یہ ناکارہ نہ ترجمہ کا مشورہ دیتا، نہ اشاعت کا۔ جن حضرات نے اس پر تقریظات ثبت فرمائی ہیں اس ناکارہ کا احساس ہے کہ انہوں نے بغیر پڑھے محض مؤلف کے ساتھ حسن ظن اور عقیدت سے مغلوب ہو کر لکھ دی ہیں، اور اگر کسی نے پڑھا ہے تو اس کو ٹھیک طرح سمجھا نہیں، نہ ہمارے اکابر کے مسلک کو صحیح طور پر ہضم کیا ہے، بلکہ اس ناکارہ کو یہاں تک ”حسن ظن“ ہے کہ بہت سے حضرات نے کتاب کے نام کا مفہوم بھی نہیں سمجھا ہوگا، اگر ان سے دریافت کر لیا جائے کہ ”مفہیم یجب ان تصحیح“ کا کیا مطلب ہے؟ تو شاید تیر نشانہ پر نہ لگا

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (91)

سکیں۔ چنانچہ اس کا اردو نام ”اصلاح مفاہیم“ غمازی کرتا ہے کہ فاضل مترجم اس کا مطلب نہیں سمجھے۔
(تحقیقی نظر: ۳۳۸)

”اصلاح مفاہیم دراصل بریلوی مکتب فکر کے ایک فاضل اور جناب مولانا احمد رضا خان بریلوی کے ایک عالی عقیدت مند کی تالیف ہے جو بریلوی عقائد و نظریات کی نشر و اشاعت کے لیے مرتب کی گئی ہے۔

اس کتاب کا مدعا صرف سلفیوں کے تشدد کی اصلاح نہیں (جیسا کہ میں نے بطور حسن ظن اس کا اظہار کیا تھا) بلکہ اس کا اصل ہدف دیوبندی حضرات کے مقابلے میں بریلوی حضرات کے نقطہ نظر کی بھرپور حمایت و تائید ہے

(اس کتاب میں جا بجا) جاہل، غبی، کم فہم، اور متعنت وغیرہ الفاظ کی تکرار سے مقصود دراصل اکابر دیوبند (حضرت قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے ہمارے شیخ برکتہ العصر مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ تک تمام اکابر) تجہیل و تمیق ہے۔“ (تحقیقی نظر: ۳۵۳)

مولانا لدھیانوی کی یہ اور اس فتنے سے متعلق چشم کشا اور واشگاف تصریحات ان کی معروف کتاب ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ میں مذکور ہیں (۱)۔ مولانا کی اصلاح مفاہیم وغیرہ کے بارے میں ان تصریحات کے بعد اس فتنے سے جڑے بعض لوگوں کی طرف سے یہ پراپیگنڈا بھی کیا گیا کہ مولانا یوسف لدھیانوی نے اپنی ان تحریرات سے رجوع کر لیا ہے۔ اس کے جواب میں مولانا نے لکھا:

”میرے بعض مخلص احباب نے مجھے اطلاع دی ہے کہ علوی مالکی صاحب کی کتاب ”اصلاح مفاہیم“ پر میرے تاثرات اور بینات میں اس کی اشاعت کے بعد کچھ ناعاقبت اندیش حضرات سیدھے سادے مسلمانوں اور میرے احباب میں غلط فہمی پیدا کر رہے ہیں میں نے اپنی تحریر سے برأت کا اعلان کر دیا ہے اور جناب علوی مالکی صاحب نے ”چشم بدور“ مجھے شاذ لیہ سلسلہ میں خلافت دیدی ہے۔ سبحانک هذا بہتان عظیم.....

میں آج بھی علوی مالکی کو بریلوی عقیدہ کا حامل اور مبتدع سمجھتا ہوں۔ میں نے آج تک اس کی شکل نہیں دیکھی اور نہ ہی دیکھنا چاہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے بدعت وھوی کے فتنے سے پناہ مانگتا ہوں اور خاتمہ بالخیر کی دعا کرتا ہوں۔“ (تحقیقی نظر: ۴۴۳)

مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحبؒ

حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب نے بھی ”تحقیقی نظر“ کے نام سے اصلاح مفاہیم کتاب کا رد لکھا اور اس کے مندرجات کو عقائد اہل سنت علماء دیوبند کے متصادم قرار دیا۔ مولانا مضمون خالص عالمانہ

اور اصولی نوعیت کا ہے۔ مضمون کے آخر میں ”وقت کی اہم ضرورت“ کے عنوان سے اس قصبے سے وابستہ اور اس اتحادی فکر کے حاملین کی خدمت میں یہ گزارشات پیش کیں:

”وقت کی اہم ضرورت یہ ہے کہ متقدمین حضرات اکابر علمائے کرام جن کی معیاری شخصیتیں سب کو تسلیم ہیں، خصوصاً ان کی تحقیقات و تشریحات کو مشعل راہ بنایا جائے اور ان حضرات نے ان مسائل متنازعہ میں جو طریق عمل اختیار فرمایا مضبوطی کے ساتھ اس پر عمل کیا جائے کہ یہ راہ مستقیم اور مسلک حنفی کے مطابق طریقہ ہے۔ اپنی طرف سے نئی نئی مانی تشریحات نہ کی جائیں اور اکابر رحمہم اللہ کی تحقیقات کو عارضی وقتی کہہ کر نظر انداز نہ کیا جائے۔ اس سے بریلویوں کے ساتھ اتفاق کا حل تو معلوم کہ وہ تو ہوگا نہیں اپنے حلقہ دیوبندیت میں بھی انتشار و خلفشار پیدا ہو جانے کا شدید خطرہ ہے بلکہ اب دیکھنے میں بھی آرہا ہے جس کو بعض علماء حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے خلفاء عظام کے اختلاف سے تشبیہ دے رہے ہیں اور اس کو حضرت حاجی صاحب رحمہم اللہ کی ”سنت غیر اختیاریہ“ پر عمل قرار دے رہے ہیں۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اس اختلاف میں ایک طرف قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہم اللہ اور موصوف کے خلیفہ اول حضرت شیخ المحدثین مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہم اللہ صاحب ”البراہین القاطعہ“ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہم اللہ وغیرہ اکابر خلفاء حاجی صاحب قدس سرہ اور دوسرے مستنبین مثل شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی وغیرہ ہیں اور دوسری طرف مولوی عبدالسمیع رامپوری رحمہم اللہ صاحب ”انوار ساطعہ“ اور مولانا احمد حسن کانپوری رحمہم اللہ وغیرہ علماء ہیں۔ ”اصلاح مفاہیم“ کے تصدیق کرنے والے دیوبندی علماء کن حضرات علماء کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔“ (تحقیقی نظر: 334)

حضرت مولانا مفتی عاشق الہی بلندشہریؒ

حضرت مولانا مفتی عاشق الہی صاحب بلندشہری مہاجر مدنی جو حضرت شیخ الحدیثؒ کے اونچے متوسل اور متعدد مشہور کتابوں کے مؤلف ہیں، انہوں نے بھی اس فتنے کے خلاف نہایت جرات مندانہ طریقے سے کام کیا اور اپنے مکاتیب اور فتاویٰ وغیرہ کے ذریعے اس کے سامنے بند باندھنے کی کامیاب کوشش فرمائی۔ مولانا کو ان حضرات میں سے کسی نے خط لکھا اور مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب کے متنازعہ رسالے ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے بارے میں اصلاح چاہی تو مولانا نے درج ذیل الفاظ میں جواب لکھا:

”آپ نے لکھا ہے کہ جو مشورہ دیں گے، وہ قبول کریں گے، اور جو کوئی قابل اعتراض بات بتائیں گے اس کو حذف کر دیں گے، یہ سب باتیں بعد از وقت ہیں، رسالہ شائع کرنے سے پہلے دیوبندی علماء سے مشورہ کرنا لازم تھا احقر کے نزدیک مجموعی حیثیت سے سارا ہی رسالہ دفن کرنے کے

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (93)

قابل ہے، اور اس سے سراپا بریلویت پھیلے گی، اس کا شائع کرنا حرام ہے، جزوی نشاندہی کی ضرورت نہیں، اب تو اس خرشہ سے نکلنے کی صرف یہی صورت ہے کہ عزیز الرحمن صاحب توبہ نامہ شائع کریں اور رسالہ کی اشاعت بالکل بند کر دیں، میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں لکھ سکتا۔“ (تحقیقی نظر: 505)

مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب چونکہ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے فارغ التحصیل تھے اس لیے مولانا نے جامعہ حقانیہ کے موجودہ مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب کو ایک خط لکھا اور اس میں اپنے جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

”گزارش آنکہ عزیز الرحمن ہزاروی کوئی مولف ہے۔ انہوں نے ایک رسالہ بنام ”اکابر کا مسلک و مشرب“ نامی رسالہ لکھا ہے۔ وہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ اس میں کوشش کی گئی ہے کہ دیوبندیت میں بریلویت داخل کرائی جائے اور بریلویوں کی بہت سی چیزوں کو گوارہ کر لیا جائے۔ اس کے خلاف بعض حضرات کی تحریرات مختلف رسائل میں آچکی ہیں معلوم ہوا ہے کہ مولف مذکور جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک سے فارغ ہے۔ اگر ایسا ہے تو آپ حضرات پر لازم ہے کوئی ایسا مضمون شائع فرما دیں جس سے عوام و خواص پر واضح ہو جائے۔ کہ یہ شخص اگرچہ جامعہ سے فارغ ہے مگر اب چونکہ اکابر دیوبند کے طریقہ سے ہٹ گیا ہے۔ اس لیے ہم واضح طور پر اعلان کرتے ہیں کہ اس پیش کردہ رسالہ میں جو باتیں لکھی گئیں ہم ان سے جامعہ اور اس کے ذمہ دار بالکل بری اور بیزار ہیں۔ اور جو بھی کوئی چیز حضرات اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف لکھی گئی ہیں ہم اس سے راضی نہیں اور عزیز الرحمن صاحب کو جو سند دی گئی تھی وہ اس شرط کے ساتھ دی گئی تھی کہ بدعات اور فتنوں سے پرہیز کریں۔ اب جبکہ بدعات کے داعی بن گئے۔ اس لیے اپنی سند واپس لیتے ہیں۔ عزیز الرحمن واپس کریں یا نہ کریں۔ یہاں مدینہ منورہ میں احقر نے حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کے متعلقین سے تحقیق کی تو انہوں نے اس کی خلافت ہی کو مشکوک قرار دے دیا۔ بہر حال آپ اپنی شرعی ذمہ داری قبول کریں۔ والسلام“ (تحقیقی نظر: 507)

اس قضیے سے منسلک ایک اور صاحب کو مولانا نے ان الفاظ میں تنبیہ فرمائی:

”افسوس کی بات ہے کہ آپ لوگوں نے میرے اتنے بڑے شیخ (شیخ الحدیث زکریا صاحب رحمہ اللہ) کو گلابی مذہب والا بنادیا اور پاکستان میں جو فتنوں کے لیے زرخیز ہے ایک اور فتنہ کھڑا کر دیا ہے۔ محض اپنی پیری مریدی چمکانے کے لیے حضرت شیخ قدس سرہ کو متنازع بنادیا ہے۔ اس فتنہ کے رد میں اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ اگر آپ لوگوں میں عقل سلیم ہوتی تو رسالہ مذکورہ (اکابر کا مسلک و مشرب) سے براءت کا اعلان کر دیتے۔ جس گروہ کے اپنانے کی موہوم امید پر یہ جھگڑا کھڑا کیا ہے یہ خواب تو آپ لوگوں کا کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوگا اور آپ لوگوں کا مزاج بھی وہی بن چکا ہے، ہیر پھیر اور تاویلین

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (94)

کرتے رہیں گے لیکن حق کو کبھی تسلیم نہیں کریں گے.....

مولانا! خدا کے لیے تنہائی میں بیٹھ کر دو رکعت صلاۃ التوبہ پڑھ کر حق تعالیٰ سے معافی مانگو اور

سوچو کہ کہاں جا رہے ہو؟ اور اس کا انجام کیا ہوگا؟ (یادگار صالحین: 694)

۱۴۱۵ھ میں مدینہ منورہ کے بعض اہل علم نے ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے بارے میں ایک متفقہ فتویٰ

جاری کیا جس پر مفتی عاشق الہی صاحب کے بھی دستخط تھے۔ اس کے آخری کلمات ملاحظہ ہوں:

”جو حضرات عوام و خواص حضرات علمائے دیوبند سے عقیدت رکھتے ہیں ان مدعیان علم و تصوف

کی ریشہ دوانیوں کا شکار نہ ہوں ان سے اپنے ذہنوں کو محفوظ رکھیں اور باطل سے متاثر نہ ہوں۔

حضرات اکابر علمائے دیوبند کی تالیفیں خصوصاً ”البراہین القاطعۃ“ اور مجموعہ فتاویٰ میں جس مسلک کا

اثبات کیا گیا ہے وہی حق اور صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ (تحقیقی نظر: 510)

رجوع اور قضیہ کا خاتمہ؟؟؟

جب اس حلقے کو علوی مالکی کی کتاب ”اصلاح مفہیم“ اور عزیز الرحمن ہزاروی صاحب کے رسالے

”رسالے اکابر کا مسلک و مشرب“ کی وجہ سے داروگیر کا سامنا ہوا اور گھیرا تنگ ہوتا نظر آیا تو اسی حلقے کے ایک

صاحب مفتی مختار الدین صاحب کر بونہ شریف والے نے عزیز الرحمن صاحب کو ایک خط لکھا جس میں موجودہ

صورتحال کی طرف توجہ دلائی، اس خط کے جواب میں مولانا عزیز الرحمن صاحب نے ان الفاظ میں اپنا رجوع

لکھا:

”میں ”اصلاح مفہیم“ پر اپنی تقریظ اور رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ سے رجوع کرتا

ہوں۔ آئندہ کوئی بھی اس تقریظ و رسالہ کو شائع نہ کرے اور نہ ہی اس کا حوالہ دے۔“

مفتی صاحب کا خط اور رجوع کچھ دیگر مضامین کے ساتھ نثار احمد حسینی صاحب نے ”قضیہ کا خاتمہ“ کے

عنوان سے ایک رسالہ میں شائع کر دیا۔ اس رجوع نامے پر حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب نے

”داستانِ عبرت“ حصہ دوم کے اندر تبصرہ فرمایا۔ جس کے اندر (عزیز الرحمن صاحب کے رجوع کے ساتھ

ساتھ) مختار الدین صاحب کی نا انصافی، مولانا عبدالحفیظ صاحب کی نا انصافیوں اور صوفی اقبال صاحب کے

رجوع کی حقیقت پر قلم اٹھایا۔ عزیز الرحمن صاحب کے رجوع کے بارے میں مفتی صاحب نے لکھا:

”عزیز الرحمن صاحب کے رجوع کی عبارت بظاہر کافی اور تسلی بخش نظر آتی ہے لیکن جب اس

کے اندر جھانکیں تو معاملہ انتہائی مایوس کن نظر آتا ہے۔“ (داستانِ عبرت 2)

عزیز الرحمن صاحب کے رجوع کی بابت قریب قریب یہی تاثر جامعہ دارالعلوم کراچی سے 1422ھ

کو جاری ہونے والے ایک فتوے میں بھی موجود ہے۔ الفاظ ملاحظہ ہیں:

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (95)

”..... مولانا (عزیز الرحمن صاحب) نے اپنے اس خط کے (اگر یہ انہیں کا خط ہے) اقتباس

نمبر 2 میں یوں فرمایا:

”لہذا رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب میں بلکہ میری سابقہ کسی بھی تحریر میں کوئی لفظ یا جملہ ان

محبوبین و مقبولین اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف ہو تو میں اس سے براءت کا اعلان کرتا ہوں“

اس اسلوب کلام سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ مولانا موصوف (اصلاح مفاہیم پر) اپنی تقریظ اور رسالہ کے محتویات جو بزرگان دیوبند کے موقف کے خلاف ہیں، حتیٰ طور پر ان حضرات کے مسلک کے خلاف نہیں سمجھتے حالانکہ (اصلاح مفاہیم اور اکابر کا مسلک و مشرب) یہ محتویات مسلک بزرگان دیوبند کے یقینی طور پر خلاف ہیں۔ اس لیے ان کو بجائے معلق رجوع کے صاف اور واضح انداز میں ان غلط مسائل سے رجوع کرنا چاہیے تاکہ اس سلسلہ میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہ رہے۔“ (بحوالہ تحقیقی نظر: 566)

حرف آخر

زیر نظر مجموعہ اس فتنے کے بارے میں حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب کے قلم سے نکلی ہوئی تمام تحریرات پر مشتمل ہے۔ یہ تحریریں چونکہ یکے بعد دیگرے لکھی گئی ہیں اور حالات و مخاطبین کی رعایت کرتے ہوئے کہیں اجمال اور کہیں تفصیل سے کام لیا گیا ہے، اس لیے تحریروں میں مضامین کا تکرار بھی ہو گیا ہے، لیکن چونکہ اصل مقصد اس قضیے سے متعلق تمام مواد کو مرتب و جمع کرنا تھا اس لیے تکرار کو گوارا کیا گیا ہے۔ یہ تحریرات مختلف رسالوں اور کتابچوں کی شکل میں بکھری پڑی تھیں۔ احباب کا تقاضا تھا کہ ان سب تحریرات کو یکجا کر کے شائع کر دیا جائے۔ ان تحریرات کو بحالات موجودہ شائع کرنے کی غرض حضرت کی تحریرات کی حفاظت و یکجائی کے علاوہ اس قضیے اور فتنے کے خوابیدہ یا پوشیدہ جراثیم کو ختم کرنا بھی ہے۔ کیونکہ اس قضیے کے شرکاء حضرات یہ بات تو کہتے ہیں کہ ہم نے رجوع کر لیا لیکن کس بات سے رجوع کیا؟ اور کیوں؟ اور کیا جو باتیں اپنی تحریرات میں لکھی تھیں وہ غلط تھیں اس کی وضاحت سے کتراتے ہیں جس سے لا محالہ یہ باور ہوتا ہے کہ رجوع اصل نظریات و افکار سے نہیں بلکہ دفع الوقتی ہے۔ اور قضیے کی اگرچہ تا کٹ گیا ہے لیکن اس کی جڑیں باقی ہیں اور خوب پختہ ہیں۔

اگر یہ قضیہ بالکلیہ ختم بھی ہو جاتا، تب بھی یہ تحریرات جتنی قیمتی نقول اور بدعت و سنت کے بارے میں اصول اور توضیحات پر مشتمل ہیں کہ ان کو پردہ غمول میں رکھنا کسی طور روا نہیں۔ اور یہ درحقیقت ان جواہر ریزوں اور ان کے قدر دانوں سے زیادتی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت مصنف، ناشرین و مرتبین حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ ☆☆

پیش لفظ طبع اول

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

چند سال قبل شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے ایک متوسل صوفی محمد اقبال صاحب مقیم مدینہ منورہ کے روحانی پیشوا اور پیر شیخ محمد مکی مالکی الحسنی جو کہ مکہ مکرمہ کے رہائشی اور شاذلی سلسلہ میں کٹر بریلوی اور بدعتی مسلک کے حامل ہیں اور ان کا خاندانی طور پر بریلوی علماء سے شاگردی کا رشتہ بھی بڑا مضبوط ہے۔ انہوں نے ”مفہیم یجب ان تصحیح“ کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی جو کہ بدعات اور مشرکانہ عقائد کا پلندہ تھی۔ بعد میں حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کے بعض خلفاء نے دیوبندی بریلوی اختلاف کی خلیج کو ختم کرنے کی غرض سے اردو زبان میں مولوی محمد انیس مظاہری جو کہ حافظ صغیر احمد صاحب لاہوری (بانی: احسان مسجد، راجکوٹھ، لاہور) کے صاحب زادہ ہیں۔ ان سے اس کتاب کا اردو ترجمہ ”اصلاح مفہیم“ کے نام سے کروادیا۔

اور ستم بالا ستم کہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے ایک اور متوسل راولپنڈی کے مولوی عزیز الرحمن صاحب نے ”اکابر کا مسلک و مشرب“ نامی ایک رسالہ اسی زمانے میں شائع کر دیا جو کہ ہر اعتبار سے مکی مالکی صاحب کے ہی نظریات کا مؤید اور معین تھا۔ بالآخر بڑے زور و شور سے لمبے چوڑے اسفار کر کے حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کے (بعض) حجازی اور پاکستانی خلفاء و متوسلین نے مذکورۃ الصد کتاب پر (بعض) دیوبندی علماء و عمائدین سے تقریظیں لکھوائیں اور کتاب اصلاح مفہیم اور رسالہ مسلک و مشرب کے بارے میں یہ تاثر قائم کرنے کی ہر اعتبار سے پوری پوری کوشش کی جانے لگی کہ بریلویوں کی طرح علماء دیوبند بالخصوص شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس اللہ اسرارہم بھی العیاذ باللہ ایسے ہی شرکیہ عقائد اور بدعتی نظریات کے حامل لوگ تھے۔

چنانچہ اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ کے بعض ایسے متوسلین و خلفاء جو کہ واقعتاً ہر اعتبار سے ان کے مسلک و مشرب اور نظر و فکر کے حامل و امین لوگ تھے انہوں نے بلا خوف و ہمتہ لائیم اکابرین دیوبند رحمہم اللہ کا دفاع کرتے ہوئے بغرض فہمائش و اصلاح مضامین و مقالات لکھے جو اس وقت مختلف جرائد و رسائل میں چھپتے رہے مقصد صرف فہمائش اور اصلاح ہی تھی کسی فرد یا طبقہ کی توہین و تنقیص یا تذلیل ہرگز مقصود نہ تھی اور اسی وجہ سے بعض وہ حضرات جنہوں نے کتاب ”مفہیم“ یا ”اصلاح مفہیم“ پر تقریظات لکھی تھیں انہوں

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (97)

نے بھی اپنی ان تقریظات سے رجوع فرما کر ان دونوں کتابوں کے مندرجات کی صحت سے بے زاری ظاہر فرمادی۔

مدینہ منورہ میں برکتہ العصر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس اللہ سرہ کے متوسل و خادم خاص حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب بدات مدنی مدظلہم نے خواہش ظاہر فرمائی کہ اس سلسلہ کے مضامین و مقالات چونکہ کئی جگہ منتشر ہیں لہذا انکو افادیت اور حضرات اکابر دیوبند رحمہم اللہ کے مسلک و مشرب کی ایک اہم دستاویز کے طور پر متعلقہ سب مضامین کو یکجا مرتب کر دیا جائے۔ چنانچہ ان کے حکم اور دعاؤں سے ہی اس دستاویز کو عنوانات و تصحیح کے ساتھ یہ کتابی شکل مل سکی جو آج آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

فلله الحمد والمنة

اور یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت اقدس مولانا محمد اسماعیل صاحب مدنی مدظلہم نے فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ کے رسالہ تحقیقی نظر پر مستقل مکمل اور مفصل تبصرہ فرمانے کا بھی ارادہ ظاہر فرمایا ہے۔

وهو الموفق والمعین

محتاج دعا..... خاکپائے علمائے دیوبند

ابوابی ذر محمد ابوبکر علوی غفرلہ القوی

یکے از خدام: قطب وقت حضرت اقدس مولانا سید محمد امین شاہ صاحب مدظلہم

خليفة مجاز حضرت پیر سید خورشید احمد شاہ صاحب گیلانی رحمہ اللہ

۱۳ رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ

عقائد اہل سنت اور مولانا ابوعمار زاہد الراشدی صاحب کی

نوازشات

ترتیب: مولانا عبدالرحیم چاریاری

ناشر: جامعہ حنفیہ، فیصل آباد رابطہ: 0321-0311-7837313

اصلاحِ مفاہیم اور اس کے متعلقات..... ماہ و سال کے آئینے میں!

(زیر نظر مضمون میں اصلاحِ مفاہیم اور اس سے متعلقہ مضامین و مکاتیب کو تاریخی ترتیب سے ذکر کیا گیا ہے۔)

۱۹۸۲ء

..... ۲۵ مئی ۱۹۸۲ء کو برکتہ العصرین الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال ہوا۔

حضرت رحمہ اللہ کے وصال کے بعد ان کے بعض خلفاء نے خاندان احمد رضا اور رضا خانی مسلک کے نیاز مند عالم دین شیخ محمد بن علوی مالکی سے اصلاحی تعلق قائم کر لیا۔

۱۹۸۵ء

..... جناب علوی مالکی صاحب کی مشہور زمانہ کتاب ”مفاہیم یحب أن تصحح“ ۱۹۸۵ء

بمطابق رجب ۱۴۰۵ھ میں شائع ہوئی۔ اس کتاب پر اکابر دیوبند سے تقریظات کے حصول کے لیے جناب علوی مالکی صاحب نے مولانا عبدالحفیظ کی صاحب کے ہمراہ پاکستان کا سفر کیا۔ اور مغالطہ کے ذریعے متعدد اکابر و مشائخ سے تقاریظ حاصل کر لیں۔

..... حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز حافظ صغیر احمد صاحب لاہور والوں

کے فرزند حافظ انیس احمد صاحب نے علوی مالکی صاحب کی کتاب کا اردو ترجمہ ”اصلاحِ مفاہیم“ کے نام سے کیا۔ جو صوفی اقبال صاحب، حافظ صغیر احمد صاحب، مولانا عبدالحفیظ کی صاحب اور مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب کی کاوشوں سے ۱۴۱۴ھ کو پاکستان میں شائع ہوا۔

..... اس کتاب (اصلاحِ مفاہیم) پر مولانا احمد عبدالرحمن صدیقی کی طرف منسوب صوفی اقبال

صاحب کا مقدمہ بھی ہے۔ جس پر تاریخ تحریر ۲۳ شعبان ۱۴۱۴ھ ۴ فروری ۱۹۹۵ء درج ہے۔

..... ”اصلاحِ مفاہیم“ کی اشاعت کے بعد مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب نے ”اکابر کا

مسلک و مشرب“ نامی رسالہ شائع فرمایا۔ جو رضا خانی نظریات کی ترجمانی اور وکالت کر رہا تھا۔

۱۹۹۳ء [رجب ۱۴۱۳ھ..... تا..... جمادی الثانیہ ۱۴۱۴ھ]

..... ہمارے اکابر کا اصل مسلک، از: مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم

اشاعت: اگست، ستمبر ۱۹۹۳ء۔ صفر، ربیع الاول ۱۴۱۴ھ [ماہنامہ انوار مدینہ]

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (99)

۱۹۹۴ء [رجب ۱۴۱۴ھ..... تا..... جمادی الثانیہ ۱۴۱۵ھ]

..... اصلاح مفاہیم پر ایک نظر، از: مفتی عبدالواحد مدظلہم

صفر ۱۴۱۵ھ بمطابق اگست تا نومبر ۱۹۹۴ء [ماہنامہ انوار مدینہ]

..... حضرت سید نفیس الحسینی شاہ رحمہ اللہ کا رجوع۔ ۲۱ صفر ۱۴۱۵ھ [ماہنامہ انوار مدینہ، لاہور]

..... اصلاح مفاہیم اور اس کی تقریر بطوں پر تبصرہ، از: مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

اکتوبر نومبر ۱۹۹۴ء [ماہنامہ حق چاریار]

..... اصلاح مفاہیم، فکر و مندرجات کا مختصر و جامع تجزیہ، از: مولانا مفتی عبدالستار ملتان

اکتوبر نومبر ۱۹۹۴ء [ماہنامہ حق چاریار]

..... وضاحتی مکتوب بنام قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ، از: مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب

تحریر: ۳ رجب ۱۴۱۵ھ۔ ۶ دسمبر ۹۴ء

..... مفتی عبدالستار صاحب کی تردید حق ہے۔ مکتوب حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ

۲۷ رجب ۱۴۱۵ھ..... ۳۰ دسمبر ۱۹۹۴ء..... اشاعت: فروری ۱۹۹۵ء [ماہنامہ حق چاریار]

..... جوابی مکتوب بنام مولانا عبدالرحمن و مولانا عزیز الرحمن ہزاروی، از: مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

تحریر: ۲۶ شعبان ۱۴۱۵ھ۔ ۲۹ نومبر ۱۹۹۴ء۔

اشاعت: جنوری / فروری ۱۹۹۵ء۔ شعبان / رمضان ۱۴۱۵ھ [حق چاریار]

..... اصلاح مفاہیم کے بارے میں ایک استفتاء اور جدید علماء کی آراء..... دسمبر ۱۹۹۴ء [ماہنامہ حق چاریار]

۱۹۹۵ء [رجب شعبان ۱۴۱۵ھ..... تا..... رجب ۱۴۱۶ھ]

..... مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کا مکتوب گرامی (بنام پروفیسر احمد عبدالرحمن)

۲۰ رجب ۱۴۱۵ھ..... اشاعت: فروری ۱۹۹۵ء [حق چاریار]

..... مکتوب گرامی بنام مولانا سمیع الحق مدظلہم، از: فقیہ العصر حضرت مولانا عاشق الہی رحمہ اللہ

تحریر: ۱۰/۱۰/۱۴۱۵ھ..... اشاعت: جولائی ۱۹۹۵ء۔ صفر ۱۴۱۶ھ [ماہنامہ حق چاریار]

..... حضرت مولانا حسن جان شہید رحمہ اللہ کا رجوع

تحریر: ۱۷ اپریل ۱۹۹۵ء..... ۱۶/۱۱/۱۴۱۵ھ..... اشاعت: جولائی ۱۹۹۵ء [ماہنامہ حق چاریار]

..... وضاحتی مکتوب بنام مولانا عاشق الہی رحمہ اللہ۔ از: مولانا عبدالحمید علی صاحب

تحریر: ۱ اپریل ۱۹۹۵ء۔ ۲۴ ذوالقعدہ ۱۴۱۵ھ

..... جناب علوی مالکی کی تضاد بیانیوں! از: مولانا مفتی عبدالستار اشاعت: جون ۱۹۹۵ء [حق چاریار]

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (100)

..... ایک صاحب کے خط کا جواب۔ از: مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

تحریر: ۲۵/ رذوالحجہ ۱۴۱۵ھ

..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے تیسرے ایڈیشن پر ایک نظر، از: مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم

اشاعت: جون ۱۹۹۵ء بمطابق محرم الحرام ۱۴۱۶ھ [انوار مدینہ]

..... کچھ اصلاح مفہیم کے بارے میں۔ از: شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

اشاعت: جون ۱۹۹۵ء۔ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ [ماہنامہ بینات]

..... حضرت مولانا عاشق الہی صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ

تحریر: ۱۴/ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ۔ اشاعت: جون ۱۹۹۵ء [ماہنامہ انوار مدینہ]

..... مولانا مفتی فرید صاحب رحمہ اللہ کا رجوع نامہ

اشاعت: جولائی ۱۹۹۵ء/ صفر ۱۴۱۶ھ [حق چاریار]

..... مولانا مفتی فرید صاحب اکوڑہ خٹک کا رجوع۔ اشاعت: جولائی ۱۹۹۵ء/ صفر ۱۴۱۶ھ [حق چاریار]

..... جناب صوفی اقبال صاحب مولانا علوی مالکی کے خلیفہ ہیں۔ اشاعت: جولائی ۱۹۹۵ء/ صفر ۱۴۱۶ھ [حق چاریار]

..... اصلاح مفہیم پر تقریظ کی وضاحت۔ از: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

تحریر: ۵/ صفر ۱۴۱۶ھ۔ اشاعت: اگست ۱۹۹۵ء۔ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ [ماہنامہ البلاغ کراچی]

..... مولانا عبدالحفیظ کی خط (۱۹ جولائی ۱۹۹۵ء) کا جواب، از: مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

..... مولانا زرولی خان صاحب کے خط (۲۴ محرم ۱۴۱۶ھ) کا جواب، از: مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

تحریر: ۲۹/ جنوری ۱۹۹۶ء

..... محمد ابو زبیر سکھروی کے خط کا جواب، از: مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

تحریر: ۲۱/ صفر ۱۴۱۶ھ

..... جناب اختر علی عزیز کے خط کا جواب، از: مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

تحریر: ۲۶/ صفر ۱۴۱۶ھ

..... رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب سے علماء مدینہ کا اظہارِ بیزاری

تحریر: ۱۴/ ۱۰/ ۱۴۱۶ھ..... اشاعت: جولائی ۱۹۹۵ء [حق چاریار]

..... مولانا عبد الرحمن ڈیروی کی وضاحت۔ بسلسلہ اکابر کا مسلک و مشرب۔ [اگست ۹۵ء۔ حق چاریار]

..... اصلاح مفہیم پر تحقیقی نظر، از: مولانا مفتی عبدالککور ترمذی رحمہ اللہ..... تحریر: ۱۵/ شوال ۱۴۱۵ھ

اشاعت: جولائی تا اکتوبر ۱۹۹۵ء، صفر تا جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ، ماہنامہ حق چاریار

شعبان تا شوال ۱۴۳۶ھ جون تا اگست ۲۰۱۵ء ماہنامہ المحقانیہ سایہ وال سرگودھا

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (101)

..... طبع سوم پر حقیقت نما چشم کشا تبصرہ، از: امین ملت مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدر ادا کاڑوی رحمہ اللہ
اشاعت: ستمبر ۱۹۹۵ء [ماہنامہ حق چاریار بشکریہ الخیر]

..... نقشہ نعل شریف سے متعلق جامعہ اشرفیہ لاہور کا فتویٰ

اشاعت: نومبر ۱۹۹۵ء [ماہنامہ حق چاریار]

..... مکتوب گرامی بنام مولانا عبدالحفیظ کی صاحب، از: فقیہ العصر حضرت مولانا عاشق الہی رحمہ اللہ

اشاعت: دسمبر ۱۹۹۵ء [ماہنامہ حق چاریار]

..... مکتوب گرامی بنام مولانا عبدالحفیظ کی صاحب، از: مولانا محمد اسماعیل بدات صاحب

اشاعت: دسمبر ۱۹۹۵ء [ماہنامہ حق چاریار]

..... مکتوب گرامی بنام جناب خضر حیات صاحب، از: مولانا محمد اسماعیل بدات صاحب

تاریخ: ۵ اکتوبر ۱۹۹۵ء..... اشاعت: دسمبر ۱۹۹۵ء [ماہنامہ حق چاریار]

..... محفل درود شریف اور عورتوں کی تبلیغی جماعت کے متعلق حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ کا فتویٰ

تحریر: ۲۴/ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ..... اشاعت: دسمبر ۱۹۹۵ء [ماہنامہ حق چاریار]

..... جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کا فتویٰ

۶ دسمبر ۱۹۹۵ء..... ۱۴/ رجب ۱۴۱۶ھ..... اشاعت: اپریل ۱۹۹۶ء [حق چاریار]

۱۹۹۶ء [شعبان ۱۴۱۶ھ..... تا..... شعبان ۱۴۱۷ھ]

(۲۰ نومبر ۱۹۹۵ء کو تحریک منہاج القرآن کے زیر اہتمام جناب طاہر القادری صاحب کی طرف

سے لاہور میں ”علماء و مشائخ کنونشن“ منعقد ہوا۔ جس میں جناب علوی مالکی صاحب مہمان خصوصی کے طور پر شریک ہوئے۔ اس کے بعد یہ مضمون لکھا گیا۔)

..... مالکی قادری بھائی بھائی! از: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

اشاعت: جنوری ۱۹۹۶ء/ شعبان ۱۴۱۶ھ تا اگست ۱۹۹۷ء/ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ [ماہنامہ حق چاریار]

..... رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب پر ایک تحقیقی نظر، از: فقیہ العصر مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ

..... رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب پر مختصر تبصرہ، از: قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

تحریر: یکم ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ، ۱۷ اگست ۹۶ء۔ اشاعت: مارچ ۹۷ء/ شوال، ذیقعدہ ۱۴۱۷ھ

۱۹۹۷ء [رمضان ۱۴۱۷ھ..... تا..... شعبان ۱۴۱۷ھ]

..... دیوبندی بریلوی اختلاف حقیقی یا فروعی دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

تحریر: ۲۵/ ذیقعدہ ۱۴۱۷ھ..... اشاعت: جولائی ۱۹۹۷ء/ صفر ربیع الاول ۱۴۱۸ھ [حق چاریار]

محمد علوی مالکی کے نظریات اور اکابر کا برکات حقیقی مسلک مشرب..... باب نمبر 1..... آغاز سخن..... (102)

..... محفل درود شریف کے بارے میں مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ کا فتویٰ

اشاعت: جولائی ۱۹۹۷ء [حق چاریار]

..... مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب کے ایک مرید کے خط کا جواب، از: مولانا محمد یوسف لدھیانوی

تحریر: ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ

۱۹۹۹ء

..... محمد علوی مالکی صاحب کے عقائد ان کی تحریرات کے آئینے میں! از: مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد مدظلہم

[اگست ۱۹۹۹ء ماہنامہ حق چاریار۔ بشکریہ ماہنامہ انوار مدینہ]

۲۰۰۰ء

..... رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب اور اصلاح مفاہیم سے متعلق ایک اہم فتویٰ

از: مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہم بتائید مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ

تحریر: ۴ جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ

..... رجوع نامہ، از: مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب - ۲۲ اکتوبر ۲۰۰۰ء - ۲۳ رجب ۱۴۲۱ھ

..... قضیہ کا خاتمہ، از: حافظ ثار احمد صاحب - ۲۸ اکتوبر ۲۰۰۰ء - ۲۹ رجب ۱۴۲۱ھ

..... حقیقت حال، از: مولانا زاہد حسین رشیدی - اشاعت: [ماہنامہ حق چاریار، اکتوبر]

..... شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق مدظلہم کی طرف سے ضروری وضاحت - ۲۷ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ

..... داستانِ عبرت نمبر 1..... (حضرت شیخ الحدیث کے چند خلفاء کا تعارف) از: مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم

[نومبر ۲۰۰۰ء ماہنامہ حق چاریار]

..... مولانا عزیز الرحمن ہزاروی کا رجوع نامہ ایک نظر، از: مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم

[دسمبر ۲۰۰۰ء ماہنامہ حق چاریار]

۲۰۰۱ء

..... حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہم کا فتویٰ بتائید مفتی عبدالشکور ترمذی تحریر: ۶/۲/۱۴۲۱ھ

..... مولانا ہزاروی کے رجوع نامے سے متعلق دارالعلوم کراچی کا فتویٰ

مکمل تحریر: ۲۲/۳/۱۴۲۲ھ

..... قضیہ کا خاتمہ (اضافہ شدہ)، از: حافظ ثار احمد صاحب - تحریر: ۲۲/۱/۲۰۰۲ء - ۲۷ محرم ۱۴۲۲ھ

..... مکتوب گرامی مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہم بنام مولانا عصمت اللہ صاحب مفتی دارالعلوم کراچی

تحریر: ۷ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ یکم جولائی ۲۰۰۱ء

۲۰۰۲ء

..... داستان عبرت نمبر ۲، از: مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم [دسمبر ۲۰۰۲ء، ماہنامہ حق چاریار]

۲۰۰۶ء

..... اصلاح مغایم پر تحقیقی نظر (مجموعہ تحریرات اکابر)، مرتب: مولانا مفتی ابوبکر علوی صاحب

تاریخ تحریر عرض مرتب: ۱۳/ رمضان ۱۴۲۷ھ - اشاعت: ۲۰۰۶ء، ۱۴۲۷ھ

۲۰۰۷ء

..... مکتوب گرامی بسلسلہ ”تحقیقی نظر“ - از: شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم

تحریر: ۱۶/ جنوری ۲۰۰۷ء - ۲۵/ ذوالحجہ ۱۴۲۷ھ

..... تحقیقی نظر پر ماہنامہ وفاق المدارس کا تبصرہ - اشاعت: جولائی ۲۰۰۷ء - جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ

۲۰۰۹ء

..... حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ اور جناب محمد علوی مالکی صاحب از: حمزہ احسانی

اشاعت: اگست ۲۰۰۹ء [مجلہ المصطفیٰ، امام اہل سنت نمبر]

..... مکتوب بنام مولانا مفتی عطاء الرحمن و مولانا مفتی یوسف صاحب - از: مولانا ثار احمد صاحب

تحریر: ۱۷/ نومبر ۲۰۰۹ء - ۲۷/ ذیقعدہ ۱۴۳۰ھ

..... مجلہ المصطفیٰ کی خصوصی اشاعت میں مولانا عزیز الرحمن پر تنقید کی وضاحت، از: مولانا ثار احمد حسینی صاحب

تحریر: ۱۷/ نومبر ۲۰۰۹ء - ۲۷/ ذیقعدہ ۱۴۳۰ھ

..... جوابی مکتوب بنام مولانا ثار احمد حسینی صاحب، از: حمزہ احسانی

تحریر: ۳۰/ ذوالحجہ ۱۴۳۰ھ - اشاعت: جون ۲۰۱۱ء

..... جوابی مکتوب مولانا سعید احمد جلال پوری شہید بنام حمزہ احسانی - تحریر: ۱۶/ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

۲۰۱۱ء

..... خدارا انصاف کیجیے!، از حمزہ احسانی - تحریر: اشاعت: جون ۲۰۱۱ء [ماہنامہ صفدر]

..... حضرت امام اہل سنت اور جناب علوی مالکی صاحب - از: حمزہ احسانی - جون ۲۰۱۱ء [ماہنامہ صفدر]

..... دیوبندی بریلوی اختلاف اور مولانا ہزاروی کا رجوع نامہ، از: مولانا جمیل الرحمن عباسی مدظلہ

اشاعت: جون ۲۰۱۱ء [صفدر]

..... تقریظ برائے ”تحقیقی جائزہ“ - از: مولانا حبیب الرحمن سومر مدظلہ، خلیفہ مجاز: حضرت قائد اہل سنت

تحریر: ۱۵/ محرم الحرام ۱۴۳۶ھ ۸/ ۱۱/ ۲۰۱۴ء

..... مقدمہ برائے مجموعہ تحریرات مفتی عبدالواحد مدظلہم، از: مولانا مفتی شعیب احمد صاحب
تحریر: ۲۰۱۵ء

..... عریضہ بنام اکابر اہل سنت، از: خادم اہل سنت عبدالرحیم چاریاری
تحریر: ۲۹/۱۲/۱۴۳۵ھ

..... جوابی مکتوب بنام خادم اہل سنت عبدالرحیم چاریاری، از: حمزہ احسانی
تحریر: ۱۸/۱۲/۱۴۳۵ھ بروز پیر
..... مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب کے رجوع نامہ کی قبولیت کی شرائط، از: اکابر اہل سنت
تحریر: ۱۸/۱۲/۱۴۳۵ھ بروز پیر

..... عریضہ بنام مولانا عزیز الرحمن ہزاروی مدظلہم، از: خادم اہل سنت عبدالرحیم چاریاری
تحریر: ۲۲/۱۲/۲۰۱۴ء

۲۰۱۵ء

..... آپ کے مسائل کے ناشرین کی علمی خیانت، از: حمزہ احسانی [مارچ ۲۰۱۵ء۔ ماہنامہ صفدر]

..... ناشرین کی علمی خیانت۔ از: ابن بشر یوسف زئی۔ [مارچ ۲۰۱۵ء ماہنامہ حق چاریار]

..... مکتوب گرامی بنام مولانا محمد یحییٰ لدھیانوی صاحب، از: حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات مدظلہم
تحریر: ۱۵/شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ

..... مکتوب گرامی بنام حضرت مولانا صاحبزادہ محمد طلحہ کاندھلوی مدظلہم، از: مولانا محمد اسماعیل بدات مدظلہم
تحریر: ۶/شوال المکرم ۱۴۳۶ھ

..... مقدمہ برائے ”تحقیق جائزہ“، از: حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات مدظلہم

مکمل تحریر: ۱۸/۱۲/۱۴۳۶ھ

..... تقریظ برائے ”تحقیق جائزہ“۔ از: مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہم

تحریر: ۱۲/۱۲/۱۴۳۶ھ بروز اتوار

..... تقریظ برائے ”تحقیق جائزہ“، از: مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

تحریر: ۲۰/۱۲/۱۴۳۶ھ۔ ۵/اکتوبر ۲۰۱۵ء

..... شیخ محمد بن علوی مالکی کیا تھے؟ اہل سنت تھے یا اہل بدعت؟، از: شیخ الحدیث مولانا فضل سرگودھوی مدظلہم

تحریر: نومبر ۲۰۱۵ء

باب نمبر دو (۲)

جناب محمد علوی مالکی صاحب

..... اور.....

ان کے حامیوں کا تعارف

- ☆..... محمد علوی مالکی صاحب کے عقائد اُن کی تحریرات کے آئینے میں!
- از: محقق العصر حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد مدظلہم
- ☆..... داستانِ عبرت نمبر 1..... (حضرت شیخ الحدیثؒ کے چند خلفاء کا تعارف، صوفی اقبال صاحب، حافظ صغیر احمد صاحب، مولانا عبدالحفیظ مالکی صاحب، مولانا عزیز الرحمن صاحب۔)
- از: محقق العصر حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد مدظلہم
- ☆..... شیخ علوی مالکی کیا تھے؟ اہل سنت یا اہل بدعت؟
- از: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد افضل سرگودھوی مدظلہم
- ☆..... مالکی قادری بھائی بھائی!
- از: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ
- ☆..... حقائق سے صرف نظر نہ کیجیے
- ☆..... حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ اور جناب محمد علوی مالکی صاحب
- ☆..... ”اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ“ کی تحفظ سنت کا نفرنس..... اور حضرت امام اہل سنتؒ
- ☆..... جوابی مکتوب بنام..... مولانا ثار احمد الحسینی صاحب
- از: خادم اہل سنت حمزہ احسانی غفرلہ

محمد علوی مالکی کے عقائد، اُن کی تحریرات کے آئینے میں

بسم الله حامدا و مصليا

مکہ مکرمہ کے رہنے والے ایک عرب علمی گھرانے کے فرد محمد علوی مالکی صاحب نے منجملہ دیگر کتابوں کے ”الذخائر المحمدیہ“ اور ”حول الاحتفال بذکری المولد النبوی الشریف“ کے نام سے دو کتابیں لکھیں۔ ان کتابوں کے بہت سے مندرجات پر سعودی عرب کے علماء کے بورڈ کے ایک رکن اور مکہ مکرمہ کے قاضی شیخ عبداللہ بن سلیمان بن منیع نے اعتراض کیا اور ان کے رد میں ایک کتاب 1403ھ میں شائع کی جس کا نام ”حوار مع المالکی فی رد منکراتہ و ضلالاتہ“ رکھا۔ اس کتاب کے مقدمہ میں سعودیہ کے قاضی القضاۃ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے لکھا:

”فقد اطلعت علی امور منکرۃ فی کتب اصدرها محمد علوی المالکی وفی مقدمتها کتابہ الذمیم الذی سماہ الذخائر المحمدیہ۔ من تلك الامور نسبة رسول الله ﷺ الی صفات هی من خصائص الله سبحانه و تعالیٰ کقوله بان لرسول الله مقالید السماوات والارض و ان له ان یقطع ارض الجنة و یعلم الغیب و الروح و الامور الخمسة التي اختص الله تعالیٰ بعلمها..... الخ۔“

(ترجمہ: محمد علوی مالکی صاحب کی لکھی ہوئی کتابوں میں موجود بہت سی قابل نکیر باتوں پر میں مطلع ہوا۔ ان کتابوں میں سب سے مقدم ان کی وہ قابل مذمت کتاب ہے جس کا نام انہوں نے ”الذخائر المحمدیہ“ رکھا ہے۔ ان قابل نکیر باتوں میں ایک یہ ہے کہ اس کتاب میں رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسی صفات کی نسبت کی گئی ہے جو (محض) اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے خصائص میں سے ہیں۔ مثلاً یہ کہ آسمانوں اور زمین کی کھجیاں رسول اللہ ﷺ کے پاس ہیں اور یہ کہ آپ جنت کی زمین بطور جاگیر دے سکتے ہیں اور یہ کہ آپ غیب اور روح اور ان پانچ چیزوں کا علم رکھتے ہیں جن کے جاننے کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص رکھا ہے۔)

محمد علوی صاحب کے رد میں دو اور علماء جزائری اور توینیسی نے بھی کتابیں لکھیں۔

ان کے جواب میں محمد علوی صاحب کے ساتھیوں کی جانب سے بھی کتابیں لکھی گئیں۔ مثلاً یوسف ہاشم رفاعی صاحب جو کویت کے وزیر بھی رہ چکے ہیں، انہوں نے 1404ھ میں ”الرد المحکم المنیع علی

منکرات و شبہات ابن منیع“ شائع کی اور عبدالحی عمری اور عبدالکریم مراد نے 1404ھ ہی میں ”الحذیر من الاغترار بما جاء فی کتاب الحوار“ شائع کی اور اسی سال سو صفحات پر مشتمل ایک تیسری کتاب بھی شائع ہوئی جس کا نام اعلام النبیل ہے۔

1405ھ میں محمد علوی صاحب نے اپنے مخالفین کے جواب میں کتاب ”مفاهیم یجب ان تصحیح“ شائع کی اور اس کے لیے مختلف ملکوں کے علماء سے تقاریظ و تصدیقات حاصل کیں۔ یہ تقاریظ 62 صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں جب کہ بعض تقاریظ کی اشاعت سے طوالت کے سبب معذرت کر لی گئی ہے۔ تصدیقات لکھنے والوں میں بعض تو شروع ہی سے بدعتی ہیں اور بعض جدید قسم کے پروفیسر ہیں۔ پاکستان سے تعلق رکھنے والے جناب صوفی اقبال صاحب، عبدالحفیظ مکی صاحب، مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی اور حافظ صغیر احمد صاحب وغیرہ جو کہ فضائل اعمال (تبلیغی نصاب) کے مصنف حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے خلفاء ہیں لیکن حضرت کی وفات کے بعد انہوں نے محمد علوی مالکی صاحب سے اپنی ارادت کا تعلق جوڑ لیا۔ ان میں سے کل یا بعض حضرات کی کاوشوں سے پاکستان کے بعض مہتمم اور خطیب حضرات سے بھی تصدیقات و تقریظات حاصل ہو گئیں جنہوں نے پڑھے بغیر محض ان حضرات پر اعتماد کیا۔ اور اگر کسی نے کتاب پڑھ کر کچھ تنقید اور تنبیہ کی جیسا کہ کراچی کے مولانا تالی عثمانی صاحب نے کی تو اس کو سرے سے کتاب میں شائع ہی نہیں کیا۔

ہم نے محمد علوی صاحب کی کتابوں کے مندرجات کا اہل سنت یعنی اشاعرہ و ماتریدیہ کے عقائد اور مسلمات کی روشنی میں مطالعہ کیا اور جو باتیں اہل سنت کے خلاف پائیں ان کو اپنے مضمون میں ذکر کیا۔ ان باتوں کی حد تک ہم محمد علوی صاحب کے مخالف سعودی علماء مثلاً شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز اور شیخ عبداللہ بن سلیمان بن منیع سے متفق ہیں۔

ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ محمد علوی صاحب نے اپنی کتاب میں بہت سی تقریظات محض اس لیے شائع کی ہیں تاکہ اپنے مخالف علماء کو یہ تاثر دے سکیں کہ تم ہی غلطی پر ہو ہمیں تو دنیا بھر کے علماء درست کہتے ہیں اور ہمارے عقائد کو اہل سنت کے عقائد کہتے ہیں۔ اللہ! اللہ! مکہ مکرمہ میں بیٹھ کر شرک و بدعات کی ترویج اور پھر سینہ زوری:

چوں کفر از کعبہ برنیزد کجا ماند مسلمانی

لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت فرماتے ہیں۔ جب محمد علوی صاحب کے حامیوں نے پاکستان میں مفاهیم یجب ان تصحیح کا ترجمہ ”اصلاح مفاہیم“ کے نام سے شائع کیا تو اسی وقت اہل حق کھٹکے کہ شرک و بدعات کو اصل دین بتایا جا رہا ہے اس لیے بہت کچھ کہا سنا گیا اور محمد علوی صاحب کے بارے

میں بہت کچھ انکشافات ہوئے۔ ہمارے جامعہ کے رسالہ ”انوار مدینہ“ میں بھی اصلاح مفاہیم پر چار قسطوں میں مفصل تبصرہ شائع ہوا جس میں محمد علوی صاحب کے شرک و بدعات کی نشاندہی کی گئی اور ان کا مدلل رد لکھا گیا۔

ابھی حال ہی میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیں محمد علوی صاحب کی بہت سی کتابیں دستیاب ہوئیں اور ان کے حامیوں اور مخالفین کی کتابیں بھی ملیں۔ جن جن حضرات نے اس سلسلہ میں ہم سے تعاون کیا، ہم ان کے انتہائی شکر گزار ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو خاص اجر عطا فرمائیں۔ ہم نے خارجی تحقیقات سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف محمد علوی صاحب کی کتابوں سے ضرورت کی باتیں اکٹھی کر دی ہیں۔ اہل علم اور اہل حق حضرات سنجیدگی سے اس خطرے پر غور کریں کہ پاکستان سے تعلق رکھنے والے وہ حضرات جو آج محمد علوی صاحب کے حمایتی ہیں ہمارے اور سعودی علماء کے درمیان کبھی ختم نہ ہونے والی دوریاں تو نہیں پیدا کر رہے۔

آخر میں ہم محمد علوی صاحب کی تحریر سے متعلق چند باتیں ذکر کرتے ہیں:

- (1) محمد علوی صاحب کھل کر بات نہیں کہتے۔ ایک جگہ تھوڑی سی بات لپیٹ کر کر دی، پھر کسی اور جگہ تھوڑی سی مزید بات گھما پھرا کر کہہ دی اور کہیں اپنے عقیدے کے خلاف تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی تاکہ پڑھنے والے کو مغالطہ دیا جاسکے۔ خصوصاً مفاہیم میں انہوں نے یہ دجل خوب کیا ہے۔
- (2) ایک دعویٰ کرتے ہیں جب کہ دلیل سے اس کا کچھ تعلق نہیں ہوتا، لیکن اپنے دعوے کو پھیر پھیر کر اتنی مرتبہ کہیں گے کہ عام پڑھنے والا دلیل پر غور ہی نہ کر سکے۔ اسی طرز میں محمد علوی صاحب اپنی کامیابی سمجھتے ہیں۔
- (3) عقائد سے متعلق محمد علوی صاحب کے کچھ ضابطے ہم نے آگے نقل کئے ہیں، محمد علوی صاحب کے عقائد کو ان کی عبارتوں سے سمجھنے کے لیے ان ضابطوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔
- (4) غیر مقدور العباد امور کی غیر اللہ سے طلب کے جواز کے اپنے عقیدے پر محمد علوی صاحب پردہ ڈالنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے خلق و ایجاد کا بار بار تذکرہ کرتے ہیں۔ قدرت اور خلق میں فرق اہل علم پر مخفی نہیں۔

محمد علوی صاحب کے عقائد کے بارے میں ضابطے

(1) رسول اللہ ﷺ کی مدح میں غلو:

محمد علوی مالکی صاحب اپنی کتاب مفاہیم یجب ان تصحیح میں لکھتے ہیں:

”اننا بفضل الله تعالى نعرف ما يجب لله تعالى و ما يجب لرسوله ﷺ و نعرف ما هو محض حق لله تعالى و ما هو محض حق لرسوله ﷺ من غير غلو ولا المراء يصل الى حد وصفه بخصائص الربوبية و الالهية في المنع و العطاء و النفع و الضرر الاستقلالي (دون الله تعالى) و السلطة الكاملة و الهيمنة الشاملة و الخلق و الملك و التدبير و التفرد بالكمال و الجلال و التقديس و التفرد بالعبادة بمختلف انواعها و احوالها و مراتبها۔

(ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم ان باتوں کو بھی جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لائق ہیں اور جو اس کے رسول ﷺ کے لائق ہیں اور ان باتوں کو بھی جانتے ہیں جو محض اللہ تعالیٰ کا حق ہیں اور جو محض اس کے رسول ﷺ کا حق ہیں اور رسول کے حق میں ہم ایسا غلو نہیں کرتے جو ربوبیت اور الوہیت کے خصائص کی حد تک لے جائے جیسے (کسی کے دیے بغیر محض) ذاتی اور استقلالی نفع و ضرر اور منع و عطاء اور کامل قدرت اور خلق اور ملکیت اور تدبیر اور کمال جلال و تقدیس میں یکتائی اور عبادات کی ہر نوع و حالت و مرتبہ کے استحقاق میں یکتائی)۔

”اما الغلو الذي يعني التغالى في محبته و طاعته و التعلق به فهذا محبوب و مطلوب كما جاء في الحديث لا تطروني كما اطرت النصارى ابن مريم“ و المعنى ان اطراءه و التغالى فيه و الثناء عليه بما سوى ذلك هو محمود۔ ولو كان معناه غير ذلك لكان المراد هو النهي عن اطرائه و مدحه اصلا، و معلوم ان هذا لا يقوله اجهل جاهل في المسلمين فان الله تعالى عظم النبي ﷺ في القرآن باعلى انواع التعظيم فيجب علينا ان نعظم من عظمه الله تعالى و امر بتعظيمه۔ نعم يجب علينا ان لا نصفه بشئ من صفات الربوبية و رحم الله القائل حيث قال

دع ما ادعته النصارى في نبهم و احكم بما شئت مدحا فيه و احتكم فليس في تعظيمها بغير صفات الربوبية شئ من الكفر و الا شراك بل ذلك من اعظم الطاعات و القربات (مفاهيم یجب ان تصحیح ص: 78)

(ترجمہ: رہی آپ ﷺ کی محبت اور اطاعت اور آپ سے تعلق میں غلو اور مبالغہ تو یہ تو محبوب اور مطلوب ہے جیسا کہ حدیث میں ہے ”میرے بارے میں اس طرح غلو اور مبالغہ نہ کرو جس طرح نصاریٰ

نے ابن مریم کے بارے میں کہا ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نصاریٰ کے سے غلو کے علاوہ آپ کی مدح میں خوب مبالغہ کرنا جائز ہے۔ اگر حدیث کا یہ مطلب نہ ہو تو پھر تو یہ مراد ہوگی کہ آپ ﷺ کی سرے سے مدح ہی نہ کرو، حالانکہ جاہل سے جاہل مسلمان بھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی قرآن پاک میں اعلیٰ انواع کی تعظیم کی ہے۔ لہذا ہم پر واجب ہے کہ ہم بھی اس ذات کی تعظیم کریں جس کی تعظیم خود اللہ تعالیٰ نے کی ہے اور جس کی تعظیم کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ہاں ساتھ ہی ہم پر یہ بھی واجب ہے کہ ہم آپ کو کسی صفت ربوبیت کے ساتھ متصف نہ ٹھہرائیں اور اللہ تعالیٰ اس شعر کے کہنے والے پر رحمت نازل فرمائیں:

(شعر کا ترجمہ: نصاریٰ نے اپنے نبی کے بارے میں جو دعویٰ کیا ہے تم اپنے نبی کے بارے میں ایسا نہ کرو ہاں اس کے علاوہ مدح و تعریف میں جو چاہو صفت بیان کرو اور کہو۔)
غرض صفات ربوبیت کو چھوڑ کر اور صفات کے ساتھ نبی علیہ السلام کی تعظیم کرنا کوئی کفر و شرک نہیں ہے بلکہ اعلیٰ درجے کی نیکی ہے۔

بعینہ یہی عبارت محمد علوی صاحب کی ان دو کتابوں میں بھی ہے:

هو الله ص 81-82 - قل هذه سبيلي، ص 23-22

ہم کہتے ہیں کہ اہل علم پر مخفی نہیں کہ یہ ضابطہ کس قدر غلط اور گمراہ کن ہے۔ وہ تعریف جو نصوص کے معارض ہو وہ کیونکر جائز ہو سکتی ہے اور محمد علوی صاحب کا یہ کہنا کہ ”ہم پر واجب ہے کہ ہم آپ کو کسی صفت ربوبیت کے ساتھ متصف نہ ٹھہرائیں“ اس سے خوش فہمی نہ ہو کیونکہ ان کے نزدیک صفت ربوبیت اس وقت بنتی ہے جب وہ ذاتی ہو، عطائی نہ ہو، لہذا محمد علوی صاحب جب نبی ﷺ کے لیے علم محیط اور علم کلی مانتے ہیں تو چونکہ وہ عطائی ہے، ذاتی نہیں ہے اس لیے صفت ربوبیت نہیں ہے۔ یہ گمراہی محتاج بیان نہیں ہے۔

(2) خالق و مخلوق کے درمیان جو امور مشترک ہیں جب ان کو دونوں میں تمام اعتبار سے ایک جیسا نہ سمجھا جائے تو یہ شرک نہیں:

محمد علوی صاحب اپنی کتاب ”مفہیم یجب ان تصح“ میں لکھتے ہیں:

”وقد اخطاء كثير من الناس فهم بعض الامور المشتركة بين المقامين (مقام الخالق و مقام المخلوق) فظن ان نسبتها الى المخلوق شرك بالله تعالى۔“

ومن ذلك بعض الخصائص النبويه مثلا التي يخطئ بعضهم في فهمها فيقيسونها بمقياس البشرية و لذلك يستكثرونها و يستعظمونها على رسول الله ا و يرون ان وصفه بها معناه و صفه ببعض صفات الالهية و هذا جهل محض لانه سبحانه و تعالى

يعطى من يشاء و كما يشاء بلا موجب ملزم و انما هو تفضل على من اراد اكرامه، و رفع مقامه و اظهار فضله على غيره من البشر و ليس فى ذلك انتزاع لحقوق الربوبية و صفات الالهية فهى محفوظة بما يناسب مقام الحق سبحانه و تعالى، و اذ اتصف المخلوق بشئ منها فيكون بما يناسب البشريه من كونها محدودة مكتسبة باذن الله و فضله و ارادته لا بقوة المخلوق ولا تدبيره والا امره اذ هو عاجز ضعيف لا يملك لنفسه ضرا ولا نفعاً ولا موتاً ولا حياة ولا نشوراً و كم من امور جاء ما يدل على انها حق الله سبحانه و تعالى و لكنه سبحانه و تعالى من بها على نبيه ا وغيره۔ و حيثئذ فلا يرفعه و صفه بها الى مقام الالهيه او يجعله شريكاً لله سبحانه و تعالى“ (مفاهيم يجب ان تصح: 83، هو الله ص: 88)۔

”بہت سے لوگوں نے خالق و مخلوق کے درمیان بعض مشترک امور کو سمجھنے میں غلطی کی اور گمان کیا کہ ان امور کی مخلوق کی طرف نسبت کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے۔

ان امور مشترکہ میں سے بعض نبی ﷺ کے وہ خصائص ہیں جن کو بعض لوگ سمجھ نہیں پاتے اور بشریت کے پیمانے پر ان کو ناچتے ہیں اور نتیجہ میں اس کو رسول اللہ ﷺ کے حق میں حد سے تجاوز اور آپ کو صفات الہیہ کے ساتھ متصف ٹھہرانا خیال کرتے ہیں ان لوگوں کی یہ بات محض جہالت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اور جیسا چاہتے ہیں بغیر کسی جبر کے عطا فرماتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ دوسروں پر جس کی بزرگی اور فضیلت کے اظہار کا ارادہ فرماتے ہیں اس پر محض ان کی عطا ہوتی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے حقوق و صفات کو جدا نہیں کیا جاتا، بلکہ وہ تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے مقام پر ہی محفوظ ہیں۔ جب کوئی مخلوق ان میں سے کسی وصف کے ساتھ متصف ہوتی ہے تو وہ وصف بشریت کے مناسب ہوتا ہے یعنی وہ محدود ہوتا ہے اور اللہ کے فضل، حکم اور ارادہ سے عطا ہوتا ہے۔ مخلوق کی قوت اور تدبیر اور امر کو اس کے حصول میں کچھ دخل نہیں ہوتا، کیونکہ وہ تو عاجز اور ضعیف ہے اپنی ذات کے لیے نفع و نقصان اور زندگی و موت اور مرنے کے بعد جینا کسی بھی چیز کا مالک نہیں۔ بہت سے امور ہیں جن کے بارے میں دلیل موجود ہے کہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حق ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اور دوسروں کو محض اپنے احسان سے وہ چیزیں عطا فرمائیں۔“

لہذا نبی ﷺ کو ان امور کے ساتھ متصف ٹھہرانا نہ تو آپ کو مقام الوہیت میں لے جانا ہے اور نہ ہی آپ کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا شریک بنانا ہے۔

(3) کوئی موجد جب غیر مقدور العبد فعل کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرے تو وہ نسبت مجازی ہے

محمد علوی صاحب ”مفاهيم يجب ان تصحح“ میں لکھتے ہیں:

”ولا شك ان المحجاز العقلي مستعمل في الكتاب والسنة و اما الاحاديث ففيها شئ كثير يعرفه من وقف عليها و كان ممن يعرف الفرق بين الاسناد الحقيقي

والمجازی فلا حاجة الى الاطالة بنقلها۔ قال العلماء ان صدور ذلك الاسناد من موحد كافي جعله اسنادا مجازيا لان الاعتقاد الصحيح هو اعتقاد ان الخالق للعباد و افعالهم هو الله وحده لا تاثير لاحد سواه لا لحي ولا لميت فهذا الاعتقاد هو التوحيد المحض بخلاف ما لو اعتقد غير هذا فانه يقع في الاشراك۔ (مفاهيم يجب ان تصحح: ص 85، هو الله 91)

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن و سنت میں مجاز عقلی کا استعمال ہوا ہے... اور احادیث میں بھی اس کی بہت سی مثالیں ہیں جن کو وہ شخص پہچانتا ہے جو اسناد حقیقی اور اسناد مجازی کے درمیان فرق کر سکتا ہے علماء نے کہا ہے ”کسی موحد سے ایسی نسبت و اسناد کا صدور (جس میں کسی بندے کی طرف کسی غیر مقدور العبد شے کی نسبت ہو، مثلاً یوں کہا جائے کہ یا رسول اللہ مجھے شفا عطا فرما دیجئے یا مجھے اولاد عطا فرما دیجئے وغیرہ) اس بات کے لیے کافی ہے کہ اس کو مجاز قرار دیا جائے کیونکہ صحیح عقیدہ یہی ہے کہ یہ اعتقاد ہو کہ بندوں کا اور ان کے افعال کا خالق تھا اللہ تعالیٰ ہے۔ سوائے اس کے خلق میں کسی اور کی کچھ تاثیر نہیں نہ کسی زندے کی اور نہ کسی مردے کی۔ یہی توحید خالص کا عقیدہ ہے اس کے علاوہ جو ہے وہ شرک ہے۔

ہم کہتے ہیں:

جب محمد علوی صاحب یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور دیگر رسولوں اور ولیوں کو لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے کی قدرت دی ہوئی ہے اور وہ اس قدرت کو کام میں لاتے ہوئے لوگوں کی حاجتیں پوری کرتے ہیں جیسا کہ آگے بیان ہوگا اور ان سے فریاد کرنے والا بھی یہی عقیدہ رکھتا ہو تو یہ مجاز عقلی نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ مجاز عقلی کی تعریف علامہ سکاکیؒ نے مفتاح العلوم میں یوں کی ہے: المجاز العقلي هو الكلام المفاد به خلاف ما عند المتكلم من الحكم فيه لضرب من التاويل افادة للخلاف لا بواسطة وضع۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ مجاز عقلی میں ایک شرط یہ ہے کہ متکلم کا عقیدہ ظاہر عبارت کے خلاف ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ کلام میں تاویل کی ضرورت ہو۔

محمد علوی صاحب کے عقیدے کے مطابق جب کوئی یوں کہے اے رسول! مجھے شفا دیجئے یا یوں کہے رسول ﷺ نے مجھے شفا دی اور اس کا عقیدہ یہ ہو کہ رسول نے اللہ کے حکم سے اور اللہ کی دی ہوئی قدرت سے مجھے شفا دی اور یہ رسول کا فعل ہے تو عقیدہ ظاہر کلام کے خلاف بھی نہ ہو اور تاویل کی ضرورت بھی نہیں تو محمد علوی صاحب کا اس کو مجاز عقلی کہنا بالکل غلط ہے۔

محمد علوی مالکی صاحب کے عقائد

(1) نبی اکرم ﷺ کو ہر ہر شے کا علم دیا گیا
محمد علوی مالکی لکھتے ہیں:

و اوتی علم کل شیئ حتی الروح والخمس التی فی آیة ان الله عنده علم الساعة... الخ (الذخائر المحمدیہ ص 205)

رسول اللہ ﷺ کو ہر چیز کا علم دیا گیا یہاں تک کہ روح کا بھی اور مغیبات خمسہ کا بھی جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَ يَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ---

(سورہ لقمان)

(2) نبی کریم ﷺ کو علم غیب دیا گیا
محمد علوی صاحب لکھتے ہیں:

و کم من امور جاء ما یدل علی انها حق الله سبحانه و تعالیٰ و لکنه سبحانه و تعالیٰ من بها علی نبیه او غیره --- فمنها علم الغیب فهو لله سبحانه و تعالیٰ (قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا الله) و قد ثبت ان الله تعالیٰ علم نبیه من الغیب ما علمه و اعطاه ما اعطاه (عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضى من رسول) الا ینه (مفاهیم یجب ان تصحح ص 83 هو الله ص 89)

کتنے ہی امور ہیں جن کے بارے میں دلیل موجود ہے کہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حق ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بھی اور دوسروں کو بھی احسان کے طور پر عطا فرمائے --- ان میں سے ایک علم غیب ہے۔ علم غیب صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو حاصل ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے قُلْ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ اور ساتھ میں یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو غیب کا جو چاہا علم سکھایا اور عطا فرمایا جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔

ہم کہتے ہیں:

علم غیب اصلاً تو اس کو کہتے ہیں کہ کسی ذات کو ایسی قوت حاصل ہو جائے کہ وہ بغیر کسی واسطے کے امور و اشیاء کو معلوم کر سکے۔ محمد علوی صاحب کی اگر یہ مراد ہے تو یہ عقیدہ بھی غلط ہے اگرچہ اس کو بھی مان لیا جائے کہ نبی ﷺ کی وہ قوت ذاتی نہیں تھی عطائی تھی اور محدود و متناہی تھی۔

محمد علوی صاحب کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے یوسف سید ہاشم رفاعی اپنی کتاب الرد المحکم

المنیع میں لکھتے ہیں:

”العلم بالغیب علمان: علم ذاتی مطلق تفصیلی محیط بجميع المعلومات الالهية بالا ستغراق الحقیقی و هذا خاص بالله جل جلاله لا یشار که فیہ احد و من اثبت شیئا منه ولو ادنی من ادنی من ذرة لاحد من العالمین فقد کفرو اشرك و هلك و علم عطائی مکتسب من الله تعالیٰ لبعض عبادہ مثل الانبیاء علیہم الصلاة و السلام۔ (الرد المحکم المنیع ص 29)۔

غیب کا علم دو طرح کا ہے ایک وہ جو ذاتی ہے مطلق ہے تفصیلی ہے اور حقیقتاً مکمل طور پر تمام معلومات الہیہ کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یہ خاص اللہ جل جلالہ کے لیے ہے اور اس میں کوئی اس کے ساتھ شریک نہیں جو کوئی جہانوں میں سے کسی کے لیے بھی اس علم کے ذرہ کا ادنیٰ سے ادنیٰ حصہ بھی مانے گا تو اس نے کفر کیا اور شرک کیا اور وہ ہلاک ہوا۔ دوسرا وہ جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا شدہ ہے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہوتا ہے۔

یوسف ہاشم رفاعی کے اس اقتباس سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب سے امتیاز کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ نبی ﷺ کا علم غیب ذاتی نہیں عطائی ہے۔ ان کی اور محمد علوی صاحب کی کتابوں میں کوئی ایسی بات نہیں ملتی کہ جس سے اس کی نفی ہو کہ جیسے بغیر کسی واسطے کے اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اس طرح نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وہ قوت دے دی ہو جس سے بغیر واسطے کے آپ اشیاء کو جان لیتے ہوں۔ محمد علوی صاحب کا نبی ﷺ کے لیے علم غیب کے لفظ کا اطلاق کرنا اس قوت کے اثبات کی خود دلیل ہے۔

اور اگر علم غیب سے محمد علوی کی مراد مغیبات کا علم ہے تو چونکہ وہ ہر شے کا علم نبی ﷺ کے لیے مانتے ہیں یہاں تک کہ مغیبات خمسہ کا علم بھی مانتے ہیں لہذا محمد علوی صاحب کے نزدیک نبی ﷺ کو تمام ہی مغیبات کا علم ہوا۔ دوسرے لفظوں میں کہہ سکتے ہیں کہ آپ ﷺ کو علم غیب کلی حاصل تھا۔ اس عقیدہ کا بطلان خود واضح ہے۔

(3) رسول اللہ ﷺ کی روح مبارکہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے:

محمد علوی صاحب لکھتے ہیں:

”روحانۃ المصطفیٰ ﷺ حاضرة فی کل مکان فہی تشهد اماکن الخیر و مجالس الفضل و الدلیل علی ذلك ان الروح من حیث روح غیر مقیدہ فی البرزخ بل منطلقہ تسبح فی ملکوت اللہ“ (الذخائر المحمدیہ 259)

(ترجمہ: حضرت محمد ﷺ کی روحانیت ہر جگہ موجود ہے لہذا وہ خیر کی جگہوں اور فضل و ذکر کی مجلسوں میں حاضر ہوتی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ روح ہونے کے اعتبار سے آپ ﷺ کی روح برزخ میں مقید نہیں بلکہ آزاد ہے اور اللہ کی ملکوت میں پھرتی رہتی ہے۔)

”ویوید هذا الاستحضار التشخيصی والحضور الروحانی انه عليه الصلوة والسلام متخلق باخلاق ربه وقد قال عليه الصلاة والسلام في الحديث القدسی انما جلیس من ذکرنی و فی رواية انما مع من ذکرنی فكان مقتضى تاسیه بربه و تخلقه باخلاقه ان یکون ﷺ حاضرًا مع ذاکره فی کل مقام یدکر فیہ بروحه الشریفه (حول الاحتفال بذكری المولد النبوی، حوار مع المالکی ص: 184 ص: 43 حق چار یار فروری 1995ء)

آپ ﷺ کے ذہنی استحضار اور آپ کی روحانی موجودگی کو اس سے بھی تقویت ملتی ہے کہ آپ ﷺ اپنے رب کے اخلاق اپنے اندر سموئے ہوئے تھے۔ ایک حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو میرا ذکر کرے میں اس کا ہم نشین ہوتا ہوں اور ایک روایت میں ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ چونکہ نبی ﷺ اپنے رب کے اخلاق اپنے اندر سموئے ہوئے تھے اور اپنے رب کے طریقے کو اختیار کئے ہوئے تھے لہذا اس کا تقاضا ہے کہ جس مقام میں بھی آپ کا ذکر ہو آپ کی روح مبارکہ آپ کا ذکر کرنے والے کے پاس ہو۔

(نوٹ: یہ عبارت حول الاحتفال کے نئے طبع شدہ نسخوں سے نکال دی گئی ہے لیکن اس عقیدے کی تغلیط اور اس عبارت سے رجوع کا اعلان نہیں کیا گیا ہے۔ لہذا ہم یہ سمجھنے میں حق بجانب ہیں کہ محمد علوی صاحب نے تقیہ کیا ہے، اور ان کے عقیدہ میں کچھ فرق نہیں آیا ہے۔) ہم کہتے ہیں:

ان دونوں حوالوں سے یہ بات حاصل ہوئی کہ وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کی روح مبارکہ عالم برزخ میں آزاد ہے اور ہر جگہ حاضر ہے۔ خصوصاً مجالس خیر میں اور وفات سے پہلے بھی چونکہ آپ ﷺ اپنے رب کے اخلاق اپنے اندر سموئے ہوئے تھے۔ لہذا آپ ﷺ کی حیات میں بھی آپ ﷺ کی روح مبارکہ ہر اس شخص کے ساتھ ہوتی تھی جو آپ کا ذکر کرتا تھا خواہ وہ کسی بھی مقام پر ہو۔ یہ عقیدہ بھی اہل سنت کے خلاف ہے اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ محمد علوی صاحب کو خیر سے اخلاق کا مطلب بھی معلوم نہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کے تمام خزانے نبی ﷺ کو دے دیئے اب آپ ان کو مخلوق میں تقسیم کرتے ہیں:

محمد علوی صاحب لکھتے ہیں:

”فکل الارزاق من کفه و فی الحديث (اوتیت مفاتیح خزائن السموت والارض) ای التی قال اللہ تعالیٰ فیہا له مقالید السموت والارض) ای مفاتیحہا۔۔۔۔۔ فقد اعطاها عزوجل لحبیبه ﷺ و فی الحديث ایضا اللہ معط و انا القاسم“ (الذخائر المحمدیہ ص: 110)

پس تمام رزق رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ سے ہی ملتا ہے۔ حدیث میں ہے مجھے آسمانوں اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں اور انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اللہ کے پاس ہیں تو اللہ عزوجل نے کنجیاں اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمادیں۔ نیز حدیث میں ہے اللہ دینے والے ہیں اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

مع انهم يعلمون كل العلم ان المعطى حقيقه هو الله و ان المانع والباسط و الرازق هو الله و انه ﷺ يعطى باذن الله و فضله و هو الذى يقول انا قاسم و الله معط۔
(مفاهیم یجب ان تصح ص 970)

حالانکہ وہ خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ دینے والے حقیقتاً تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں اور روکنے والی اور کثادہ کرنے والی اور رزق دینے والی ذات تو بس اللہ کی ہے البتہ نبی ﷺ اللہ کے حکم اور فضل سے دیتے ہیں اور آپ ہی فرماتے ہیں کہ میں تو محض تقسیم کرنے والا ہوں دینے والے تو اللہ ہیں۔

(5) اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو لوگوں کی ہر قسم کی حاجتیں پوری کرنے کی قدرت دی ہے محمد علوی صاحب لکھتے ہیں:

”يعلم كل احد ان الموحد اذا طلب شيئا من ذوى الجاه عند الله فلا يريد منهم ان يخلقوا شيئا ولا هو معتقد فيهم شيئا من ذلك و انما يريد ان يتسببوا له بما اقدرهم الله عليه من دعاء و ما شاء الله من تصرف (مفاهیم یجب ان تصح ص۔ 174)
ہر شخص جانتا ہے کہ موحّد جب اللہ کے ہاں مرتبہ والے لوگوں سے کچھ بھی طلب کرتا ہے تو اس کی مراد یہ نہیں ہوتی کہ وہ اس کے لیے اس چیز کو پیدا کریں اور نہ اس کا ان کے بارے میں خالق ہونے کا عقیدہ ہوتا ہے بلکہ اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دعا کرنے اور تصرف کرنے کی جو قدرت عطا فرمائی ہے اس کو وہ سب کے طور پر کام میں لائیں۔

”ولو لم يكن للفقيه من الدليل على صحة التوسل والا ستغاثه به ﷺ بعد وفاته الا قياسه على التوسل والا ستغاثه به فى حياته الدنيا لكفى فانه حى الدارين، دائم العناية بامته متصرف باذن الله فى شؤونها خبير باحوالها۔“ (مفاهیم ص 178)
آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ سے توسل اور استغاثہ پر فقیہ کے لیے اس قیاس کے علاوہ کوئی اور دلیل بھی نہ ہو کہ آپ کی حیات میں آپ سے توسل اور استغاثہ کرنا صحیح تھا تو یہی دلیل کافی ہے کیونکہ آپ ﷺ اس وقت بھی حیات ہیں اور اپنی امت پر آپ کی نظر عنایت متواتر ہے، آپ امت کے احوال سے باخبر ہیں اور امت کے معاملات میں اللہ کے حکم سے تصرف کرتے ہیں۔

”حيث ثبتت حياة الارواح بالادلة القطعية ولا يسعنا بعد ثبوت الحياة الا اثبات خصائصها فان ثبوت الملزوم يوجب ثبوت اللازم كما ان نفى اللازم يوجب نفى الملزوم كما هو معروف۔“

وای مانع عقلاً من الاستغاثة الى الله بها والاستمداد منها كما يستعين الرجل بالملائكة في قضاء حوائجه او كما يستعين الرجل بالرجل (وانت بالروح لا بالجسم انسان)

وتصرفات الارواح على نحو تصرفات الملائكة۔ لا تحتاج الى مماسة ولا آلة۔ فليست على نحو ما تعرف من قوانين التصرفات عندنا فانها من عالم آخر۔ ولا شك ان الارواح لها من الاطلاق والحرية ما يمكنها من ان تحجب من يناديها وتغيث من يستغيث بها كالاحياء سواء بسواء بل اشد واعظم۔ (مفاهيم بحب ان تصحح ص۔ 180)

جب قطعی دلائل سے ارواح کے لیے حیات ثابت ہوگئی تو حیات کے ثبوت کے بعد ہمیں حیات کے خصائص کو بھی ماننا پڑے گا کیونکہ ملزوم کا ثبوت لازم کے ثبوت کا موجب ہوتا ہے جیسا کہ لازم کی نفی ملزوم کی نفی کی موجب ہوتی ہے۔

اور ارواح کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے استغاثہ سے اور ارواح سے استعانت سے آخر کونسا عقلی مانع موجود ہے۔ یہ استعانت اور استمداد ایسی ہی ہے جیسی کہ آدمی اپنی ضروریات کو پورا کرنے میں فرشتوں سے مدد لیتا ہے یا جیسے ایک آدمی دوسرے سے لیتا ہے (اور تم روح کی وجہ سے انسان ہونے کے محض جسم کی وجہ سے)۔

فرشتوں کے تصرفات کی طرح ارواح کے تصرفات کے لیے بھی چھوٹنے کی یا کسی آلہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہمارے ہاں تصرفات کے جو قوانین اور ضابطے ہیں وہ ارواح کے ہاں نہیں ہیں کیونکہ وہ دوسرا عالم ہے۔

اور کوئی شک نہیں کہ ارواح کو جو آزادی حاصل ہے اس سے ان کے لیے ممکن ہوتا ہے کہ وہ زندوں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ اپنے پکارنے والوں کو جواب دیں اور اپنے سے فریاد رسی کرنے والوں کی فریاد پوری کریں۔

”ليس احد من الخلق قادر اعلی الفعل او الترك بنفسه استقلالاً دون الله او بالمشاركة مع الله او ادنى من ذلك فالتصرف في الكون هو الله سبحانه و تعالى ولا يملك احد شيئا الا اذا ملك الله ذلك و اذن له في التصرف فيه ولا يملك احد لنفسه فضلا عن غيره نفعاً ولا ضرراً ولا موتاً ولا حیاتاً ولا نشوراً الا ما شاء الله باذن الله في النفع و الضرر حينئذ بهذا الحد و مقيد بهذا القيد و نسبتہ الى الخلق على سبيل التسبب و التکسب لا على سبيل الخلق او الايجاد او التأثير او العلة او القوة و النسبة في الحقيقة مجازية ليست حقيقة۔ (مفاهيم بحب ان تصحح ص۔ 171)

مخلوق میں سے کوئی بھی خود کسی فعل یا ترک پر قادر نہیں خواہ تنہا اور اللہ تعالیٰ سے بے نیاز ہو کر خواہ اللہ کے ساتھ شریک ہو کر۔ تو کائنات میں اصل تصرف کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے اور کوئی کسی

شے کا مالک نہیں مگر یہ کہ اللہ اس کو اس شے کا مالک بنا دیں اور اس میں تصرف کرنے کی اجازت دے دیں اور دوسرے کے لیے تو کجا کوئی اپنے لیے بھی نفع یا ضرر یا زندگی یا موت یا موت کے بعد جی اٹھنے کا اختیار نہیں رکھتا، مگر جتنا اللہ چاہیں اور جب اللہ حکم دیں۔

تو اس صورت میں نفع و ضرر (کا اختیار) اس حد کے ساتھ محدود ہوگا اور اس قید کے ساتھ مقید ہوگا (یعنی یہ کہ وہ اللہ کے دیئے سے ہے اور اتنا ہے جتنا اللہ نے چاہا) اور مخلوق کی طرف نفع و ضرر کی نسبت سبب اور کسب کے اعتبار سے ہے خلق و ایجاد یا تاثیر و علت یا قوت کے اعتبار سے نہیں ہے اور درحقیقت نسبت مجازی ہے حقیقی نہیں۔

”وقد كان الصحابة رضى الله عنهم يستعينون به ويستغيثون و يطلبون منه الشفاعة ويشكون حالهم اليه من الفقر والمرض والبلاء والدين والعجز كما ذكرناه ومعلوم انه ﷺ لا يفعل ذلك بنفسه استقلالا بذاته او بقوته و انما هو باذن الله و امره و قدرته و هو عبد مامور له مقامه و جاهه عند ربه.....

ولذلك تراه ﷺ فى بعض الاحيان ينبه على هذا اذا ظهر له بطريق الوحي او الحال ان السائل او السامع ناقص الاعتقاد..... ففى موقف يستالونه و يستغيثون به فيجيبهم الى طلبهم بل و يخيرهم بين امرين الصبر على البلاء مع ضمانة الجنة او كشف البلاء سريعا كما خير الاعمى و خير المرأة التى تصرع.....

وبهذا يظهر لك ان عقيدتنا بحمد الله اصفى عقيدة و اطهر فالعبد لا يفعل شيئا بنفسه مهما كانت رتبته او درجته حتى افضل الخلق ﷺ انما يعطى و يمنع و يضر و ينفع و يجيب و يعين بالله سبحانه و تعالى۔ (مفاهيم يجب ان تصح: 191)۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نبی ﷺ سے استعانت طلب کرتے تھے اور آپ سے فریاد کرتے تھے اور آپ سے سفارش مانگتے تھے اور اپنے فقر، مرض، مصیبت، قرض اور عاجزی کی شکایت آپ سے کرتے تھے۔

یہ بات معلوم ہے کہ نبی ﷺ ان امور (یعنی فریاد رسی اور فقر، مرض مصیبت وغیرہ کو دور کرنے) کو محض اپنی ذات اور قوت سے نہیں کیا کرتے تھے بلکہ اللہ کے حکم اور اس کی دی ہوئی قدرت سے کیا کرتے تھے کیونکہ آپ تو حکم کے تابع بندے ہیں جن کا اپنے رب کے ہاں بڑا مقام اور مرتبہ ہے..... اسی لیے تم دیکھتے ہو کہ جب نبی ﷺ کو وحی سے یا حالات سے معلوم ہو جاتا کہ سائل ناقص عقیدہ والا ہے تو آپ ﷺ کبھی اس پر تنبیہ فرماتے..... تو کسی موقع پر لوگ آپ سے سوال کرتے اور فریاد کرتے تو آپ ان کی طلب پوری فرما دیتے بلکہ ان کو دو چیزوں میں اختیار دیتے تھے۔ یعنی جنت کی ضمانت کے ساتھ مصیبت پر صبر یا فوری طور پر مصیبت کی دوری جیسا کہ آپ ﷺ نے نابینا کو اور مرگ والی عورت کو اختیار دیا تھا.....

اس سے ظاہر ہوا کہ الحمد للہ ہمارا عقیدہ بالکل صاف اور پاک ہے اور وہ یہ کہ بندے کا خواہ کتنا ہی بڑا مرتبہ اور درجہ ہو وہ اپنی ذات سے کچھ نہیں کر سکتا۔ یہاں تک کہ مخلوق میں سب سے افضل یعنی رسول اللہ ﷺ بھی محض اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے واسطے سے عطا کرتے ہیں اور روکتے ہیں اور نقصان پہنچاتے ہیں اور نفع دیتے ہیں اور طلب پوری کرتے ہیں اور مدد کرتے ہیں۔

(6) زندہ اور وفات یافتہ انبیاء اور اولیاء سے غیر مقدور العبد چیزوں کا سوال جائز ہے: محمد علوی صاحب اس جواز کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”فان الناس انما يطلبون منهم ان يتسببوا عند ربهم في قضاء ما يطلبوه من الله عز وجل بان يخلقه سبحانه بسبب تشفعهم و دعاءهم و توجههم كما صح ذلك في الضرير وغيره ممن جاء طالبا مستغيثا متوسلا به الى الله وقد اجابهم الى طلبهم و جسد خواطرهم و حقق مرادهم باذن الله و لم يقل لواحد منهم اشركت۔ و هكذا كل ما طلب منه من خوارق العادات كشفاء الداء العضال بلا دواء و انزال المطر من السماء حين الحاجة اليه و لا سحاب و قلب الاعيان و نبع الماء من الاصابع و تكثير الطعام و غير ذلك فهو مما لا يدخل تحت قدرة البشر عادة و كان يجيب اليه و لا يقول عليه الصلاة و السلام لهم اشركتم فجددوا اسلامكم فانكم طلبتم مني ما لا يقدر عليه الا الله۔ اف يكون هؤلاء اعلم بالتوحيد و بما يخرج عن التوحيد من رسول الله و اصحابه (مفاهيم يجب ان تصحح ص 181)

کیونکہ لوگ (وفات یافتہ انبیاء اور اولیاء) سے محض یہ طلب کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل سے مطلوب حاجت میں وہ سبب بن جائیں اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا اور شفاعت اور توجہ کے سبب سے مطلوب کو پیدا کر دیں جیسا کہ ناپینا وغیرہ کے قصوں سے معلوم ہوا جو نبی ﷺ سے طلب اور استغاثہ کرنے کے لیے اور آپ کو اللہ کے ہاں وسیلہ بنانے کے لیے آئے اور نبی ﷺ نے ان کی طلب پوری کی، ان کی دلداری فرمائی اور اللہ کے حکم سے ان کی مرادیں پوری فرمادیں اور ان میں سے کسی ایک کو یہ نہیں کہا کہ تم نے شرک کیا۔

یہی قصہ آپ ﷺ سے دوسری خرق عادت چیزیں طلب کرنے کا ہے جیسے بغیر دوا کے پرانے مرض کو ٹھیک کرنا اور ضرورت کے وقت آسمان سے بارش برسانا جب کہ اس وقت کچھ بادل نہ ہو اور اشیاء کی حقیقتوں کو بدل دینا اور انگلیوں سے پانی کو جاری کرنا اور کھانے کی مقدار زیادہ کر دینا وغیرہ۔ یہ چیزیں عادت انسان کی قدرت سے باہر ہیں، لیکن آپ ﷺ ان کو پورا فرما دیا کرتے تھے اور ان سے یہ نہیں کہتے تھے کہ تم شرک کر بیٹھے اور تم اپنے اسلام کی تجدید کرو کیونکہ تم نے مجھ سے ایسی چیز طلب کی ہے جس پر اللہ کے علاوہ کسی کو قدرت حاصل نہیں۔ تو توحید اور توحید سے خارج کر دینے والی چیزوں کے بارے میں اعتراض کرنے والوں کا علم کیا رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ سے بھی زیادہ ہے؟

(7) کسی رسول کے ذکر میں صرف اتنا کہنا کہ وہ بشر ہیں ناجائز ہے اور جاہلی طریقہ ہے: محمد علوی صاحب لکھتے ہیں:

”ان وصفه ﷺ بالبشرية يجب ان يقتصر بما يميزه عن عامة البشر من ذكر خصائصه الفريدة و مناقبة الحميدة و هذا ليس خاصا به ﷺ بل هو عام في حق جميع رسل الله سبحانه و تعالى لتكون نظرتنا اليهم لاثقة بمقامهم و ذلك لان ملاحظة البشرية العادية المجردة فيهم دون غيرها هي نظرية جاهلية شركية۔ (هو الله، ص 84)

جب نبی ﷺ کا بشر ہونا ذکر کیا جائے تو واجب ہے کہ اس کے ساتھ آپ کے یکتا خصائص اور قابل تعریف مناقب کو بھی بیان کیا جائے تاکہ عام بشروں سے آپ ممتاز ہو سکیں اور یہ حکم آپ ﷺ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے تمام رسولوں کے لیے یہی حکم ہے تاکہ ان کی طرف ہماری نظر ان کے مرتبے کے لائق ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسولوں کے بارے میں اور اوصاف کو چھوڑ کر محض عام بشریت کا لحاظ کرنا جاہلی اور مشرکانہ نظریہ ہے۔

ہم کہتے ہیں:

کفار و مشرکین یہ کہتے تھے کہ یہ ہماری طرح کے بشر ہیں۔ یعنی ’ہماری طرح‘ کی قید لگا کر وہ نبوت اور دیگر کمالات کی نفی کرتے تھے۔ یہ نظریہ واقعی جاہلی اور مشرکانہ ہے لیکن اس قید کے بغیر کسی نبی کو محض یہ کہنا کہ ہو بشر (وہ بشر ہیں) جاہلی نظریہ نہیں ہے کیونکہ اس میں کمالات کی نفی نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ عدم ذکر ہے اور ضرورت کے وقت آپ ﷺ کے نوع انسانی میں سے ہونے کا اظہار ہے۔

(8) غیر اللہ کی قسم کھانا جائز ہے:

محمد علوی صاحب لکھتے ہیں:

”ويحوز ان يقسم على الله به وليس ذلك لاحد۔ (الذخائر المحمدية: 206)

جائز ہے کہ اللہ پر نبی ﷺ کے نام کی قسم کھائی جائے اور کسی اور کے لیے جائز نہیں۔

(حالانکہ اللہ تعالیٰ اور قرآن مجید کے علاوہ کسی قسم کھانا جائز نہیں۔ [مرتب])

حرف آخر:

محمد علوی مالکی صاحب کے ان عقائد کو دیکھنے سے اس بات کو جاننا اور اس کا فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ وہ اہل سنت و الجماعت سے یقیناً خارج ہیں اور جن لوگوں نے ان سے تعلق قائم کیا ہے ان پر لازم ہے کہ وہ ان سے بالفعل لا تعلق اور بے زاری اختیار کریں اور اس کا عام اعلان کریں۔

☆.....☆.....☆.....☆

(مطبوعہ: ماہنامہ انوارِ مدینہ..... ماہنامہ حق چار یار، اگست ۱۹۹۹ء)

(بلسلسہ دفاع حضرت شیخ الحدیثؒ)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے چند خلفاء کی

داستان عبرت حصہ اول

۱۔ جناب صوفی اقبال صاحب

۲۔ حافظ صغیر احمد صاحب

۳۔ مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب

۴۔ مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی

محقق العصر حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

دارالافتاء جامعہ مدنیہ لاہور

دارالافتاء والتحقیق لاہور

بسم اللہ حامدا و مصليا

مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف

فضائل اعمال (یا تبلیغی نصاب) کے مصنف سے کون واقف نہیں۔ یہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کی وفات 25 مئی 1982ء میں ہوئی۔ حضرت بہت بڑے عالم تھے۔ حدیث کی کتاب موطا امام مالک کی شرح و جز المسالک لکھی اور صحیح بخاری کے تراجم الابواب لکھے اور تصوف کی لائن میں آپ قطب العالم معروف ہیں۔ سہارنپور کے مدرسہ مظاہر العلوم میں سالہا سال حدیث پڑھاتے رہے پھر مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں وفات پا کر جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ برصغیر ہندو پاک ہی نہیں بلکہ عالم عرب میں بھی حضرت کی ایک بڑے محدث اور ولی کی حیثیت سے شخصیت مسلم تھی۔ آپ عقائد کے اعتبار سے یکے اہل سنت تھے اور اعمال میں سنت پر بڑی مضبوطی سے قائم تھے اور بدعات سے سخت متنفر تھے۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ حضرت کی سوانح میں لکھتے ہیں:

”اسی طرح وہ (یعنی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ) مسلک توحید و اتباع سنت و رد بدعات کے شدت سے حامی و محافظ تھے جو ان کو در اثبات و تعلیماً و تربیتاً اپنے اسلاف و اساتذہ و مشائخ سے ملا تھا۔ (حضرت کے اپنے استاد اور شیخ حضرت مولانا غلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بدعات کے رد میں ”براہین قاطعہ“ کے نام سے ایک کتاب لکھی جو آج بھی اپنے موضوع پر اہم دستاویز ہے)۔

عملی بدعات مثلاً 12 ربیع الاول کے میلادی جلسہ اور عرس کے بارے میں حضرت کا رویہ یوں لکھتے ہیں:

”بعض حضرات نے بزرگان دین کے عرسوں کو دوبارہ قائم کرنے کو مفید سمجھا..... شیخ کو جب اس طرح کی اطلاعات ملیں تو ان کے دل کو بڑی چوٹ لگی اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

”اللہ کی شان انقلابات زمانہ اور اپنے اعمال بد کے ثمرات دیوبندی جماعت جو عرس کے بند کرنے کی ہمیشہ ساعی رہی اب وہ عرسوں کو فروغ دینے والے بن گئی۔ جس شخص کے بڑے نظام الدین کے عرس کے زمانے میں بستی بھی چھوڑ دیا کرتے تھے ان کا ناخلف یہ سوچتا ہے کہ اس موقع پر جایا جائے۔

ایک مرتبہ شیخ نے ایک عالم اور بزرگ کے متعلق سنا کہ وہ 12 ربیع الاول کے ایک میلادی

جلسہ میں شرکت فرمانے والے ہیں شیخ نے اس پر اس ناچیز کو لکھا ”ابھی چند روز ہوئے اخبار میں 12 ربیع الاول کے میلادی جلسہ میں..... کی شرکت کا وعدہ پڑھا۔ جب سے سوچ میں ہوں کہ جس چیز پر اکابر نے ایسے ایسے غم ٹھونکے وہ ایسی بن گئی کہ اخبار جمعیت تو گویا اس کے پروپیگنڈہ کے لیے وقف ہو گیا۔ (ص 211 سوانح حضرات شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ)

تمہید

ایسے عالم ربانی، ولی کامل اور قطب عالم کے پرانے اور خاص متعلقین میں سے ایک صاحب جناب صوفی اقبال صاحب تھے جن کو حضرت کی طرف سے تصوف کی لائن میں اجازت بھی حاصل تھی۔ جناب صوفی اقبال صاحب پر یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نوازش تھی لیکن نہ جانے کیا اسباب بنے کہ حضرت قطب عالم مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد صوفی اقبال صاحب نے مکہ مکرمہ میں رہنے والے ایک پکے بدعتی پیر محمد علوی مالکی سے تعلق جوڑ لیا جو اپنے مشرکانہ عقائد کی وجہ سے بھی اہل سنت سے یقیناً خارج ہیں۔ صوفی اقبال صاحب کے ساتھ ہی حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اور خلفاء جن کا صوفی اقبال صاحب سے خاص تعلق تھا مثلاً مولانا عبدالحفیظ کی صاحب اور مولانا عزیز الرحمن صاحب اور حافظ صغیر احمد صاحب وغیرہ ان سب نے بھی صوفی صاحب کے ساتھ موافقت کی اور نتیجہ میں یہ سب حضرات راہ راست سے بھٹک گئے۔ محمد علوی کے مسلک سے متفق ہو کر سب اس کام پر لگ گئے کہ اہل بدعت کو بھی اہل سنت میں سے ثابت کریں اور بدعات کو جائز قرار دیں۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ان حضرات نے نہ صرف یہ کہ دین کے اصول و ضوابط کو یکسر نظر انداز کیا بلکہ حق و ناحق کی تمیز بھی اٹھادی اور اپنے شیخ قطب عالم حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ پر بھی بدعات کے بہتان باندھنے سے گریز نہ کیا اور حافظ صغیر احمد صاحب نے تو اس کی خاطر ایک نئے دین کی بنیاد ہی رکھ دی ہے۔ آگے ہم اختصار کے ساتھ اس کی کچھ تفصیل بیان کرتے ہیں۔

اہل السنّت والجماعت کا کیا مطلب ہے؟

ایک حدیث میں ہے کہ

”نبی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے اور میری امت بہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ اور یہ سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک فرقہ کے۔ لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول وہ کونسا فرقہ ہے؟ آپ نے جواب دیا جو میرے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے پر ہوگا۔“

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ملت اسلام کے اندر رہتے ہوئے لوگ مختلف قسم کی اعتقادی گمراہیوں میں مبتلا ہو جائیں گے اور ان اعتقادی گمراہیوں کی وجہ سے وہ جہنم میں جائیں گے اگرچہ اسلام کی وجہ سے بالآخر جہنم میں سے نکال لیے جائیں گے۔ البتہ جو لوگ رسول اللہ اور صحابہ کے عقیدوں پر رہیں گے وہ جنت میں جائیں گے الا یہ کہ ان کو اپنے برے اعمال کی سزا بھگتنے کے لئے کچھ عرصہ جہنم میں جانا پڑے۔ غرض برے اعمال کی وجہ سے تو ہر کسی مسلمان کو جہنم میں بھیجا جاسکتا ہے لیکن جو لوگ بظاہر اچھے عمل کرتے رہے، نمازیں پڑھتے رہے، روزے رکھتے رہے اور خدمت خلق کرتے رہے لیکن عقیدے کی گمراہی میں مبتلا رہے تو اس کی وجہ سے بھی ان کو جہنم میں جلائے گا۔

وہ فرقہ جو صحیح عقیدوں پر ہوا اہل السنّت والجماعت کہلاتا ہے اور دوسرے بدعتی اور گمراہ فرقے کہلاتے ہیں۔ جس فرقے کے عقیدے صحیح ہوں وہ اہل السنّت والجماعت ہے اور جس کے عقیدے صحیح نہ ہوں وہ اہل سنت والجماعت نہیں ہے بلکہ اہل بدعت ہے خواہ وہ بذات خود دعویٰ کرتا ہو کہ وہ اہل السنّت والجماعت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اہل السنّت والجماعت کا مطلب ہے نبی اور صحابہ کے طریقے والا۔

محمد علوی مالکی کون ہیں اور ان کے عقائد کیا ہیں؟

یہ صاحب مکہ مکرمہ کے رہنے والے ایک عرب علمی گھرانے کے فرد ہیں۔ ان کے والد اور دادا دونوں ہمارے برصغیر کے اہل بدعت کے امام یعنی احمد رضا خان صاحب کے بیٹے مصطفیٰ رضا خان کے خلیفہ تھے اور محمد علوی خود احمد رضا خان صاحب کے شاگرد ضیاء الدین قادری بریلوی کے خلیفہ ہیں۔ غرض محمد علوی مالکی صاحب اہل بدعت کے پروردہ اور تربیت یافتہ ہیں اور عقائد میں سو فیصد برصغیر کے بدعتی فرقہ بریلوی کے ساتھ شریک ہیں۔

محمد علوی نے اپنے عقائد کا اظہار سب سے پہلے اپنی کتاب الذخائر المحمدیہ اور حول الاحتفال بذکری المولد النبوی الشریف میں کیا۔ ان کتابوں میں موجود شرکانہ اور گمراہ عقائد کی جب مکہ مکرمہ کے ایک عالم اور قاضی شیخ عبداللہ بن سلیمان اور بعض دیگر علماء نے 1403ھ میں نشاندہی کی تو 1405ھ میں محمد علوی مالکی نے ان لوگوں کے جواب میں ایک کتاب مفہیم یجب ان تصحیح لکھی جس کا ترجمہ حافظ صغیر احمد صاحب کے بیٹے مولوی انیس احمد نے اصلاح مفہیم کے نام سے کیا اور وہ شائع بھی ہوا۔ اصلاح مفہیم بھی شرک و بدعات سے بھری ہوئی کتاب ہے۔ کوئی پانچ سال پہلے کی بات ہے محمد علوی صاحب پروفیسر طاہر القادری کے بلائے ہوئے مشائخ کنونشن میں جو کہ اہل بدعت بریلوی حضرات کا مجمع تھا شریک ہوئے اور وہاں یہ کہا ”ہم لوگ عالم ارواح میں ایک دوسرے سے مانوس ہوتے ہیں اس لیے یہاں

بھی (یعنی طاہر القادری کے کنونشن میں) یہ محبت دکھائی دے رہی ہے“ (حق چار یار ص 15 فروری 1996ء) اور یہ بھی کہا ”ان (یعنی طاہر القادری) پر حضور کا لطف و کرم اور نظر عنایت ہے جو اللہ تعالیٰ کی جملہ نعمتوں کے قاسم و مختار ہیں“۔ (حق چار یار ص 16 فروری 1996ء)

محمد علوی مالکی کے مشرک نہ عقائد

1- نبی ﷺ کو ہر شے کا علم دیا گیا یہاں تک کہ روح کا بھی اور پانچ غیب کی باتوں کا بھی جن کا ذکر اس آیت میں ہے: ان الله عنده علم الساعة۔ محمد علوی لکھتے ہیں:

”و اتی علم کل شئی حتی الروح و الخمس التی فی آیة ان الله عنده علم الساعة (الذخائر المحمدیہ ص 205)“

حالانکہ یہ پانچ غیب کی باتیں وہ ہیں جن کے بارے میں خود اسی آیت میں تصریح ہے کہ ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

2- علم غیب کا مطلب یہ ہے کہ کسی ذات کو ایسی قوت حاصل ہو جائے کہ وہ کسی بھی واسطے کے بغیر یعنی حواس، عقل اور وحی کی تعلیم کے بغیر کسی بھی شے کو معلوم کر سکے۔ محمد علوی صاحب کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو علم غیب دیا گیا تھا اور وہ بہت کھل کر یوں لکھتے ہیں:

و کم من امور جاء ما يدل علی انها حق الله سبحانه تعالیٰ و لکنه سبحانه و تعالیٰ من بها علی نبيه او غيره..... فمنها علم الغیب (مفاهیم یجب ان تصحیح: 83) کتنے ہی امور ہیں جن کے بارے میں دلیل موجود ہے کہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا (خاص) حق ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھی اور دوسروں کو بھی احسان کے طور پر عطا فرمائے..... ان میں سے ایک علم غیب ہے۔

3- محمد علوی صاحب کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی روح مبارکہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اس لیے لکھتے ہیں:

روحانیه المصطفیٰ ﷺ حاضرة فی کل مکان فہی تشهد اماکن الخیر و مجالس الفضل (الذخائر المحمدیہ: 259)

حضرت محمدؐ کی روحانیت (یعنی روح مبارکہ) ہر جگہ موجود ہے لہذا وہ خیر کی جگہوں اور فضل و ذکر کی مجالس میں حاضر ہوتی ہے۔

4- محمد علوی صاحب کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کے تمام خزانے نبی ﷺ کو عطا فرما دیئے اور اب آپ ﷺ ہی مخلوق میں رزق تقسیم کرتے ہیں لکھتے ہیں:

فصل الرزق من كفہ (تمام رزق رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں ہی ملتے ہیں) (الذخائر المحمدیہ

ص 110)

5- محمد علوی صاحب کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کے فقر، مرض بلا وغیرہ کو دور کرنے کی قدرت دی ہوئی تھی:

انما هو باذن الله وامره و قدرته آپ ﷺ یہ فریاد سی اللہ کے حکم اور اللہ کی دی ہوئی قدرت سے کیا کرتے تھے (مفاهیم یجب ان تصحیح: 191)

اس تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ محمد علوی صاحب کے عقائد مشرکانہ ہیں اور وہ اہلسنت سے یقیناً خارج ہیں۔

ان کے مذکورہ بالا عقائد کا تفصیلی جائزہ ہم نے الگ سے لیا ہے جو اسی مجموعے میں شامل ہے۔

صوفی اقبال صاحب

(1) صوفی اقبال صاحب اور محمد علوی مالکی

محمد علوی صاحب کے مذکورہ بالا مشرکانہ عقائد ہونے کے باوجود صوفی اقبال صاحب اپنی ایک تحریر جس کا عنوان ہے ”ایک مغالطہ اور شرارت کی وضاحت“ اس میں لکھتے ہیں:

”حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے بعد وقت کے ایک قطب نے میری سرپرستی فرمائی اور

اجازت دی۔“ (14 ربیع الثانی 1419ھ)

صوفی صاحب کا ایک بدعتی اور اہل سنت سے خارج پیر کو وقت کا قطب کہنا ایسی غلط بات ہے جو محتاج

بیان نہیں۔

(2) صوفی اقبال صاحب اور اصلاح مفاہیم

پھر جیسے پہلے ذکر ہوا محمد علوی صاحب کی ایک کتاب ہے جس کا ترجمہ اصلاح مفاہیم کے نام سے کرایا گیا ہے اور جیسا کہ ترجمہ کرنے والے مولوی انیس احمد نے لکھا ہے:

”حافظ صغیر احمد صاحب صوفی اقبال صاحب اور عبدالحفیظ کی صاحب کے بار بار کہنے پر ترجمہ کیا

گیا۔“ (اصلاح مفاہیم: ص 14)

اس کتاب کی حقیقت جاننے کے لئے اس کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

i- اور یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ نبی کریم بذات خود ان امور (یعنی لوگوں کے فقر و مرض بلاء و قرض و بے بسی کی حالت ختم کرنے) کو نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ کے حکم اور اللہ جل شانہ کی عطا کردہ قوت و قدرت سے پورا فرما دیا کرتے تھے (ص 201)

ii- حدیث کے مضمون کو بالکل بدل کر اور تحریف کر کے لکھتے ہیں:

” (آپ نے ایک نابینا صحابی اور مرگی والی عورت کو فرمایا) یا تو مصیبت پر صبر کر لو تو جنت کی

ضمانت دیتا ہوں یا مصیبت کو فوراً ختم کیے دیتا ہوں“ (201)

حالانکہ آپ ﷺ نے اس عورت کو یہ فرمایا تھا: ان شئت صبرت و لك الجنة و ان شئت دعوت الله ان يعافيك یعنی اگر تم چاہو تو صبر کر لو اس پر تمہارے لیے جنت ہوگی اور اگر تم چاہو تو میں اللہ سے دعا کر دوں کہ وہ تمہیں صحت و عافیت عطا فرمادیں۔

اسی طرح نابینا صحابی جن کی آنکھ ایک حادثہ میں باہر آ گئی تھی آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ان شئت رد تها و دعوت الله یعنی اگر تم چاہو تو میں تمہاری آنکھ کے ڈھیلے کو اس کی جگہ رکھ کر اللہ سے دعا کر دوں کہ وہ اس کو صحیح کر دیں۔

iii- ”اور یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ جل شانہ نے اپنے نبی کو علم غیب بہت سکھایا تھا“۔ (ص 66)

محمد علوی صاحب نے اپنی اس کتاب میں ان مشرکانہ عقائد کو بیان کرنے میں طول طویل کلام کیا ہے اور یہ باتیں بنیادی عقائد میں سے ہیں لیکن اس کے باوجود صوفی اقبال صاحب محمد علوی اور ان کی اس کتاب کے بارے میں جناب احمد عبدالرحمن صدیقی کے نام سے لکھتے ہیں (یہ تحریر صوفی صاحب ہی کی ہے احمد عبدالرحمن صاحب کی نہیں اس کے بارے میں خود احمد عبدالرحمن صاحب کا بیان پڑھیں جو رسالہ حق چار یار کے اکتوبر نومبر 1994ء میں ص 53 پر تحریر ہے) بہر حال صوفی صاحب لکھتے ہیں:

”زیر نظر کتاب اس دور کے عظیم عالم اور بہترین مصنف، عرب و عجم کے مشہور اسلامی مفکر فضیلۃ الاستاذ الکبیر المحقق والداعیہ الاسلامی المحب للہ تعالیٰ و لرسولہ ﷺ السید محمد بن علوی المالکی الحسنی خادم العلم و اہلہ بالحرمین الشریفین دامت برکاتہم کی ایک قابل فخر عربی کتاب مفہیم یجب ان تصحیح کا ترجمہ ہے۔ جن خیالات و نظریات کا مصنف موصوف دامت برکاتہ نے تجزیہ کیا ہے وہ بہت ہی اہمیت کے حامل ہیں..... بلاشبہ یہ مسائل فروعی و نظری ہیں اور ان میں اختلاف بھی رہا ہے بنیادی ضروریات دین سے انکا کوئی تعلق نہیں۔

ان مسائل کو اب نہایت مدلل طور پر حق و صداقت کے ساتھ کتاب ”مفہیم یجب ان

تصحیح“ میں بیان کیا گیا ہے۔“ (ص 11-12)

جب کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز اور عالم جلیل حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کا محمد علوی اور ان کی کتاب کے بارے میں تبصرہ یہ ہے:

”کتاب کے بعض مباحث تو بڑے ایمان افزا ہیں مگر جناب مصنف نے جگہ جگہ محمل میں ناٹ کی پیوند کاری کی ہے اور شکر میں اپنے منفرد افکار و مفاہیم کا زہر ملایا ہے۔ لہذا کتاب کے بارے میں اس ناکارہ کی رائے جناب محترم مولانا الحاج الحافظ مفتی عبدالستار دام مجیدہ (صدر مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان) کے ساتھ متفق ہے۔ یہ کتاب ہمارے اکابر دیوبند کے مسلک و مشرب کی ہرگز ترجمان نہیں۔ اور اس سے امت کے درمیان اتحاد و اتفاق کی جو امیدیں وابستہ کی گئی ہیں وہ نہ صرف موہوم بلکہ معدوم ہیں۔ اس کے برعکس اس ناکارہ کا احساس یہ ہے کہ امت تو امت یہ کتاب ہمارے احباب کے درمیان منافرت و مغایرت اور تشقت و انتشار کی موجب ہوگی۔ اگر کتاب کے ترجمہ اور اس کی اشاعت سے قبل اس ناکارہ سے رائے لی جاتی تو یہ ناکارہ نہ ترجمہ کا مشورہ دیتا نہ اشاعت کا۔“

(ص 30 بینات جون 1995ء)

”جناب علوی مالکی صاحب نے بھی زیر گفتگو کتاب ”مفہیم“ میں اپنا ایک خاص رنگ بھرا ہے جس کی طرف اوپر اشارہ کر چکا ہوں یعنی اپنے موقف سے اختلاف رکھنے والوں کو کم عقل، کم فہم، تنگ نظر، جاہل، بد فہم اور متعنت سمجھنا۔“ (بینات جون 1995ء)

”اصلاح مفہیم“ کے مضامین سے اس ناکارہ کو اتفاق نہیں اور یہ ہمارے اکابر حضرت قطب العالم گنگوہی نور اللہ مرقدہ سے لے کر ہمارے شیخ برکتہ العصر قطب العالم قدس سرہ تک کے مذاق و مشرب کے قطعاً خلاف ہے۔“ (45 بینات جون 1995ء)

3۔ صوفی اقبال صاحب کی ایک اور خطرناک غلطی: اہل بدعت کو اہل سنت میں شمار کرنا

اصلاح مفہیم کے ص 11 پر جناب صوفی اقبال صاحب لکھتے ہیں:

”کچھ عرصہ قبل یہاں ہندو پاک میں اہل السنۃ والجماعت ہی میں دو گروہ (دیوبندی، بریلوی) بن گئے۔ مسلک و مشرب کے لحاظ سے اگرچہ ان میں کچھ اختلاف تھا لیکن آہستہ آہستہ یہی لفظی و فروعی اختلاف بعد میں اعتقادی اختلاف کی صورت اختیار کر گیا اور کچھ مسائل مثلاً ندائے غیر اللہ (مثلاً یا رسول اللہ کہنا) مجلس مولود شریف، ایصال ثواب، عرس اولیاء کرام اور توسل وغیرہ میں اس درجہ کے عملی و اعتقادی منکرات شرعی شامل ہو گئیں کہ خود ان کے حامی علماء کرام بھی اس شکل میں اس کے قائل نہیں تھے.....“

جناب صوفی صاحب نے خود ہی دیوبندی، بریلوی کی بات چھیڑ دی ہے اور دونوں کو اہل سنت کے گروہ بتایا ہے اور ان کے بارے میں بعض فروعی اور غیر بنیادی مسائل کے اختلاف کو ذکر کیا ہے حالانکہ دیوبندی وہ ہیں جو قصبہ دیوبند میں قائم مدرسہ عربیہ کے علماء کے عقائد کے ساتھ متفق ہیں جب کہ بریلوی احمد رضا خان بریلوی کے عقیدوں کے ساتھ متفق ہیں۔

دیوبندی دنیا بھر کے دوسرے مسلمانوں کی طرح اہل السنّت والجماعت ہیں جب کہ احمد رضا خان بریلوی اور ان کے ہم عقیدہ اہل السنّت والجماعت نہیں ہیں بلکہ عقائد کے اعتبار سے بھی یہ ایک بدعتی فرقہ ہے۔ ہم یہاں احمد رضا خان بریلوی کے کچھ موٹے موٹے عقیدے لکھتے ہیں جن سے آپ کو پتہ چلے گا کہ ان کا اہل سنت سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

احمد رضا خان کا پہلا عقیدہ

رسول اللہ ﷺ کو مختار کل ماننا:

احمد رضا خان اپنی کتاب ”الامن و العلی“ میں لکھتے ہیں:

”احکام شریعت حضور سید عالم کو سپرد ہیں۔ جو بات چاہیں ناجائز فرمادیں۔ جس چیز یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ کر دیں۔“

اپنی کتاب ”برکات الامداد“ میں لکھتے ہیں:

”حضور ہر قسم کی حاجت روائی فرما سکتے ہیں۔ دنیا و آخرت کی مرادیں سب حضور کے اختیار میں ہیں۔“

احمد رضا خان کے خاص شاگرد امجد علی اپنی کتاب ”بہار شریعت“ میں لکھتے ہیں:

”حضور اقدس اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں۔ تمام جہاں حضور کے تحت تصرف کر دیا گیا (یعنی آپ کے اختیار و استعمال میں دے دیا گیا) جو چاہیں کریں جسے جو چاہیں دیں۔ جس سے جو چاہیں واپس لیں۔ تمام جہاں میں ان کے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں۔ تمام جہاں ان کا محکوم ہے اور وہ اپنے رب کے سوا کسی کے محکوم نہیں۔ تمام آدمیوں کے مالک ہیں جو انہیں اپنا مالک نہ جانے حلاوت سنت سے محروم رہے۔ تمام زمین ان کی ملک ہے تمام جنت ان کی جاگیر ہے۔ ملکوت السموات والارض حضور ﷺ کے زیر فرمان۔ جنت و نار کی کنجیاں دست اقدس میں دے دی گئیں۔ رزق و خیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں۔ دنیا و آخرت حضور ﷺ کی عطا کا ایک حصہ ہے۔ احکام تشریعیہ حضور کے قبضہ میں کر دیئے گئے کہ جس پر جو چاہیں حرام فرمادیں اور جس کے لیے

جو چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں معاف فرمادیں۔“ (بہار شریعت حصہ اول)۔
احمد رضا خان اور ان کے پیروکاروں کا یہ عقیدہ قرآن و حدیث کے سراسر خلاف ہے۔ دیکھئے قرآن پاک میں ہے:

قل انی لا املك لکم ضر او لا رشدًا۔

”آپ کہہ دیئے کہ بے شک میں اختیار نہیں رکھتا تمہارے کچھ نقصان کا نہ فائدہ کا۔“

اسی وجہ سے حضرت مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ کی مشہور کتاب تعلیم الاسلام ہے لکھتے ہیں:

” (احمد رضا خان وغیرہ کا) یہ عقیدہ سراسر قرآن و حدیث اور شریعت مقدسہ کی تعلیم کے خلاف ہے اور ضلالت و گمراہی کی تعلیم ہے۔ حضور انور ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے افضل اور اعلم ہیں۔ لیکن فرائض کو معاف کر دینا، حلال کو حرام کر دینا، جنت و دوزخ کی کنجیاں آپ کے ہاتھ میں ہونا یہ کوئی بات قرآن و سنت سے ثابت نہیں۔“ [کفایت المفتی: ۸۵/۱]

احمد رضا خان کا اہل سنت کے مخالف دوسرا عقیدہ

علم غیب اور ہر ہر ذرہ کا علم رسول اللہ ﷺ کے لیے ماننا:

احمد رضا خان اس بارے میں یوں لکھتے ہیں:

”روز اول سے روز آخر تک سب ماکان و مایکون انہیں یعنی رسول اللہ ﷺ کو بتایا۔“ [انباء

المصطفیٰ]

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ہمیشہ ہمیش سے لے کر قیامت کے دن تک ذرے ذرے کے واقعات و حالات بتا دیئے۔ یعنی اس مدت سے متعلق جتنا علم اللہ تعالیٰ کو ہے وہ سارا کا سارا اللہ تعالیٰ نے آپ کو دے دیا ہے اسی کو ایک اور جگہ احمد رضا خان نے یوں لکھا:

”ہمارے حضور..... کو اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات جملہ ماکان و مایکون الی یوم القیامۃ

جميع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا۔“ [انباء المصطفیٰ]

”جھوٹ اور کوئی سرکار میں جنہیں دل کے ارادوں خطروں، قلوب کی خواہشوں اور نیتوں پر

اطلاع ہے جن سے اللہ عزوجل نے ماکان و مایکون کا کوئی ذرہ نہیں چھپایا۔“ [حدائق

بخشش، حصہ سوم]

احمد رضا خان کے خاص شاگرد امجد علی اپنی کتاب بہار شریعت میں لکھتے ہیں:

”اللہ عزوجل نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنے غیوب پر اطلاع دی۔ زمین و آسمان کا ہر ذرہ

ہر نبی کے پیش نظر ہے۔“

جبکہ اس کے برعکس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں:

”عقیدہ کرنا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سب غیب کو جانتے تھے شرک قبیح و جلی ہووے گا معاذ اللہ حق تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسے عقیدہ فاسد سے نجات دیوے آمین۔ پس ایسے عقیدے والا مشرک ہوا۔“ (فتاویٰ رشیدیہ ص 66)

احمد رضا خان کا اہل سنت کے مخالف تیسرا عقیدہ

رسول اللہ ﷺ کو حاضر ناظر ماننا:

قرآن پاک کی آیت ہے انا ارسلناک شاہدا (سورہ فتح)

اس کا ترجمہ احمد رضا خان نے یہ کیا ہے:

”بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر“

جبکہ فقہ حنفی کی کتاب بحر رائق میں ہے: ”اگر اس طرح نکاح کیا کہ دو گواہوں کی جگہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو (حاضر و ناظر ہونے کے عقیدہ کی بنا پر) گواہ بنالیا تو گواہوں کی شرط پوری نہ ہونے کی وجہ سے نکاح نہ ہوگا اور نبی ﷺ کے بارے میں علم غیب کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے وہ شخص کافر ہو جائے گا۔“

انتہائی تعجب کا مقام ہے کہ جناب صوفی اقبال صاحب سے احمد رضا خان صاحب اور ان کے پیروکاروں کے یہ عقائد مخفی نہ تھے لیکن محمد علوی جیسے بدعتی پیر سے انہوں نے کیا تعلق جوڑا کہ ان کی فکر ہی بدل گئی بلکہ دنیا ہی پلٹ گئی۔ اہل بدعت اہل سنت بن گئے اور جو چیزیں اصل سے ہی بدعت اور ناجائز تھیں وہ بدعت نہ رہیں اور جائز ہو گئیں فی اللعجب!

پھر تعجب در تعجب یہ ہے کہ صوفی صاحب کی یہ ساری باتیں ان کے اس دعویٰ کے ساتھ ہیں کہ:

”اکابرین حضرت گنگوہیؒ کے جانشین اور جانشینوں کی طویل حق الصحت سے صرف ان کے

مزاج اور اعمال کا مشاہدہ ہی نہیں کیا بلکہ ان کے علوم کا مجھے اوروں سے زیادہ وافر حصہ عطا فرمایا گیا

ہے..... اس سے آگے یہ بھی عرض ہے کہ اب بھی ان اکابرین (یعنی جو دنیا سے جا چکے ہیں ان) کی

اجازت سے قدم اٹھاتا ہوں اور اس سے اوپر (یعنی رسول اللہ) سے بھی تائید کے بعد کوئی کام کرتا

ہوں“ (حق چار یا ص 29/30 جنوری 1995ء)

مولانا عزیز الرحمن صاحب اپنے ایک مکتوب میں جناب صوفی صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں:

”حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم اس طرح فنا فی الشیخ ہیں جس طرح حضرت اقدس

گنگوہی تھے۔ آپ اپنے شیخ کی آرزو کے مطابق اس مبارک کام پر حریص ہیں اور جس طرح حضرت شیخ روضہ اقدس علی صاحبہا الف الف صلوة و سلام سے تائید و اجازت سے اپنے اسفار کرتے تھے اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میرے فیصلے روضہ شریف سے ہوتے ہیں اور مولانا عبدالحفیظ میری کنجی ہیں، حضرت صوفی زید مجدہم کے اسفار بھی اسی طرح ہوتے ہیں۔ (حق چار یار ص 30 جنوری

(1995ء)

غرض صوفی اقبال صاحب کا دعویٰ بھی یہ ہے کہ ان کو اپنے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی روح سے اور حضرت رسول اکرم ﷺ سے ان کے ان تمام کاموں کی اجازت اور تائید حاصل ہے۔ اگرچہ صوفی صاحب بھی انتقال کر گئے ہیں لیکن ہم ان کے پیروکاروں اور ان کے ہم مسلکوں سے ہی یہ کہہ دیتے ہیں کہ آپ لوگ حدادب سے تجاوز کر رہے ہیں خبردار۔

ادب گاہست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

حافظ صغیر احمد صاحب

حافظ صغیر صاحب اور محمد علوی مالکی:

محمد علوی صاحب کی کتاب کا مولوی انیس احمد کو ترجمہ کرنے پر اصرار کرنے والوں میں حافظ صغیر صاحب بھی شامل ہیں اور خیر سے مولوی انیس احمد انہیں کے صاحبزادے بھی ہیں۔ باپ بیٹے نے مل کر مشرکانہ عقائد اور بدعات کی ترویج میں خوب حصہ لیا ہے۔ یہ صاحبزادے محمد علوی صاحب کی شان یوں بیان کرتے ہیں:

”میرے استاذ محترم فضیلۃ الشیخ محدث کبیر عالم نبیل مؤلف کتاب سید محمد بن علوی الحسنی المالکی (اصلاح مفاہیم ص 14)

نیز لکھتے ہیں:

”کچھ عرصہ قبل محدث کبیر شیخ الحرمین عالم جلیل استاذ محترم سید محمد بن علوی المالکی الحسنی اپنی اس عظیم کتاب پر اکابر علماء پاکستان کی تقاریر کے سلسلہ میں پاکستان تشریف لائے۔“ (اصلاح مفاہیم ص 14)

جناب صوفی اقبال صاحب نے جو راہ اپنے لیے اختیار کی اپنے کاموں میں اپنے شیخ حضرت مولانا محمد

زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی روح سے اجازت لینا اور رسول اللہ ﷺ سے تائید حاصل کرنا، حافظ صغیر احمد صاحب نے بھی اسی راہ کو اختیار کیا بلکہ یہ تو صوفی صاحب سے بھی بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ صوفی صاحب تو پھر بھی یہ کہتے ہیں:

”یہ معاملہ چونکہ ظنی ہوتا ہے اس لیے میرے پاس اس کی میزان ان (اکابرین) کی زندگی اور حیات ہی کا عمل اور ان کے خیالات ہی ہیں۔ نیز ان (اکابرین) کے حقیقی صحبت یافتہ اور فیض یافتہ احباب کی تصدیق ہوتی ہے۔“ (حق چار بار: ص 30 جنوری 1995ء)

لیکن حافظ صغیر احمد صاحب تو ایسے کسی تکلف کے قائل نہیں۔ ان کا یہ رابطہ تو ایک نئے دین کی راہ ہموار کر رہا ہے۔ ذرا ملاحظہ فرمائیے ”حافظ صغیر احمد صاحب 3 فروری 1998ء کے اپنے ایک مکتوب میں اپنے ایک عقیدہ مند کو لکھتے ہیں:

”یہ بات ہو یا اور زندگی کے کسی بھی شعبہ میں آخرت کی لائن کی باتیں ہوں یہاں تک کہ نماز روزہ حج و زکاة ہو۔ سب کی سب ہم تک ہزاروں واسطہ کے بعد پہنچی ہیں یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر ہم تک پہنچنے میں ہزاروں واسطے ہیں۔

گزشتہ دو سال میں مختلف مراحل سے گزرا کر اب جس جگہ اللہ کریم جل شانہ نے محض اپنے لطف و کرم اور فضل سے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے نظیر و بے نہایت نگاہ شفقت اور ان کے محبوب شیخی و مرشدی حضرت صاحب سرنبی نور اللہ مرقدہ..... کے واسطہ سے رابطہ عطا فرمایا ہوا ہے۔ اس پر غور فرمادیں کہ کیسا بے مثال رابطہ ہے۔ اس کائنات میں اپنی مثال آپ ہے۔

اب سوچئے کہ حضرت کی طرف سے (یعنی مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی روح سے) جس شعبہ یا معاملہ میں جو ہدایات آتی ہیں وہ کیا حضرت ہی کی طرف سے ہوتی ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں..... میرے محترم..... صاحب سرنبی میں راز یہ ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ حضور پر نور..... کے قلب اطہر و منور پر جو کچھ وارد ہوتا ہے وہ صاحب سرنبی کے قلب مبارک میں منعکس ہو جاتا ہے گویا شیخ وہی کچھ فرماتے ہیں جو (رسول اللہ ﷺ کے) دربار عالی سے منشا مبارکہ ہوتا ہے اور ان کا منشا مبارکہ خالق کل قادر و مقتدر احکم الحاکمین اللہ کریم جل شانہ عم نوالہ کا ہی منشا ہوتا ہے۔

اب سے پہلے والے ہمارے عمل کا مدار ہزاروں واسطوں پر یقین کرنے پر تھا اور اب صرف ایک دو واسطہ میں یعنی اللہ کریم جل شانہ عم نوالہ کی منشاء مبارکہ کا علم ایک دو واسطوں سے عطا ہو رہا ہے۔ پھر کیا وجہ کہ ان پر عمل کرنے پر طبیعت میں تذبذب، تجسس، بوجھ اور ناگواری کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں۔ جب ہم بال بچے ان کے لئے (ان کے یعنی اللہ کے حکم پر) پال رہے ہیں کاروبار ان

کے حکم پر ان کے لیے کر رہے ہیں اور جتنے بھی کام ہیں خواہ عبادت کی لائن کے ہوں یا معاشرت کی لائن کے ہوں ان کے لئے کر رہے ہوں مگر جب معمول سے ہٹ کر ہدایات آجائیں تو پھر بجائے خوشی و انبساط کے بوجھ کیوں ہو۔ بھاڑ میں جائے کار و بار اور ہر چیز۔ جب دعویٰ ان کے لئے کرنے کا ہے پھر تو میرے محترم..... ہمیں منتظر رہنا چاہئے کہ ہدایات آئیں ہم عمل کریں بلکہ سچی بات یہ ہے کہ نئی ہدایات کے آنے میں تاخیر ہو تو تشویش اور اپنی ذات سے بدگمانی ہونی چاہئے اور دعاء صلوة الحاجت کا اہتمام ہونا چاہئے۔ نئی ہدایات آنے پر سودل و جان سے قبول کریں۔“

قارئین! دیکھئے حافظ صاحب نے دین جن واسطوں سے ملا ان کے مقابلے میں دو واسطوں پر مشتمل ایک نیا سلسلہ قائم کیا ہے اور دین کی جو ہدایات اب تک امت میں محفوظ رہی ہیں ان کے مقابلے میں معمول سے ہٹ کر اب کچھ نئی ہدایات ان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے مل رہی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ بدعات کو سنت بناتے بناتے یہ تو مرزا قادیانی کے رستے پر چلنے لگے ہیں۔

حافظ صغیر صاحب آجکل حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب سرنبی ہونے کی خوب تشہیر کر رہے ہیں۔ اس کا مطلب انہوں نے خود ہی بتا دیا ہے اور یہ ان کی یعنی رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر پر جو کچھ ہدایت وارد ہوتی ہے وہ مولانا زکریا رحمہ اللہ کے قلب مبارک پر منعکس ہو جاتی ہے۔ اور چونکہ یہ دوسرے اولیاء کو نہیں صرف مولانا زکریا رحمہ اللہ کی روح کو ملتی ہے اس لیے مولانا زکریا رحمہ اللہ صاحب سرنبی یعنی نبی ﷺ کے راز دان ہوئے۔ یہ حافظ صاحب کی بڑی گمراہی ہے۔

مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب

1- عبدالحفیظ مکی صاحب اور محمد علوی مالکی

محمد علوی کی کتاب کا اصلاح مفاہیم کے نام سے ترجمہ کرنے والے مولوی انیس احمد لکھتے ہیں:

”کچھ عرصہ قبل محدث کبیر شیخ الحرمین عالم جلیل استاذ محترم سید محمد بن علوی المکی الحسنی اپنی اس عظیم کتاب پر اکابر علماء پاکستان کی تقاریر کے سلسلہ میں پاکستان تشریف لائے۔“

(اصلاح مفاہیم: ص 14)

اس موقع پر محمد علوی صاحب کے ساتھ مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب بھی تھے۔ یہ تو خود مکہ مکرمہ میں رہتے ہیں اور یہ کیونکر ممکن ہے کہ ان کو محمد علوی کی کتاب الذخائر المحمدیہ اور اس میں مندرجہ مشرکاتہ عقائد سے واقفیت نہ ہو۔ پھر اصلاح مفاہیم تو انہوں نے یقیناً پڑھی ہوگی اسی لیے تقاریر حاصل کرنے کے لیے انہوں نے اپنی

عالمانہ شخصیت کا بوجھ بھی یہاں کے لوگوں پر ڈالا۔

2- اپنے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان

مولانا عزیز الرحمن صاحب نے رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب میں جس کے شروع میں عبدالحفیظ کی صاحب کا لکھا ہوا طویل تائیدی مقدمہ ہے خود عبدالحفیظ صاحب کا یہ قصہ لکھا ہے کہ:

”حضرت مولانا عبدالحفیظ کی زید مجدہم نے بیرون ملک ایک مجلس میلاد شریف میں دینی مصلحت کی بناء پر شرکت کی اور اپنی اس شرکت کا ذکر بہت ہی معذرت خواہانہ انداز میں ایک خط میں حضرت شیخ سے ڈرتے ڈرتے کیا کیونکہ اگرچہ حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں شب و روز ذکر الہی کا ہی مشغلہ تھا اور صلوٰۃ و سلام کی مجلس بھی ہوتی تھی لیکن میلاد شریف کے نام سے مروجہ طریق پر مجلس نہیں ہوتی تھی۔ حضرت شیخ نے جواب میں حضرت کی صاحب کو لکھا کہ تم نے بہت اچھا کیا۔ ایسی مجالس میں شرکت بہت مبارک ہے۔“ (ص 36، 37)

ہم کہتے ہیں

یہ ایسا عجیب قصہ ہے جس کو تسلیم کرنے کی سرے سے کوئی بنیاد ہی نہیں ہے۔ خود ہی یہ وجہ بتا رہے ہیں کہ حضرت کے ہاں مروجہ طریقہ پر مجلس میلاد نہیں ہوتی تھی اور اسی کتاب کے ص 30 پر لکھتے ہیں کہ ”مروجہ مولود شریف اور اولیاء کرام کے مبارک عرس بالعموم میلوں اور دنیاوی جشنوں کی شکل میں تبدیل نہیں ہو گئے؟ بلکہ منکرات شرعیہ سے یہ اجتماعات بالعموم بھرپور ہوتے ہیں“۔ تو معلوم ہوا کہ جناب عبدالحفیظ کی صاحب نے معذرت خواہانہ انداز میں جو ڈرتے ڈرتے خط لکھا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ محفل میلاد مروجہ طریق پر تھی جو منکرات شرعیہ سے خالی نہ تھی بلکہ بھرپور تھی حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ اس کو پسند نہیں کرتے تھے اس لیے عبدالحفیظ کی صاحب کا ڈرنا اور معذرت کرنا بجا تھا لیکن اس صورت حال میں حضرت کی طرف سے یہ حیرت انگیز جواب مل رہا ہے کہ ”تم نے بہت اچھا کیا۔ ایسی مجالس میں شرکت بہت مبارک ہے۔“ کیا ہم یہ سمجھیں کہ حضرت کو اتنا بھی علم نہ تھا کہ منکرات شرعیہ سے بھرپور مجلس میں شرکت دین کی رو سے مبارک نہیں ہے بلکہ بالکل منع ہے۔ ہم تو حضرت کے بارے میں یہ کوتاہی علم تسلیم ہی نہیں کر سکتے۔ وہ تو بہت بڑے عالم اور شیخ الحدیث اور قطب تھے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کو اپنے شیخ طریقت اور استاد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات معلوم نہ ہو:

”ذکر مولود بھی گومندوب ہے مگر تداوی (یعنی ایک دوسرے کو دعوت دینا اور بلانا) واہتمام اس

کا کہیں سلف سے ثابت نہیں بدعت ہووے گا۔“ (برائین قاطعہ 153)

جب کہ وہ محفل میلاد جس میں عبدالحفیظ کی صاحب شریک ہوئے کم از کم تداعی اور اہتمام سے خالی تو نہ ہوگی۔ غرض یہ حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ پر ایک تہمت اور بہت بڑا بہتان ہے۔

رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب (ص 37 پہلے ایڈیشن میں ہے) حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یوم وصال 2 شعبان کے روز انہوں نے (یعنی عبدالحفیظ کی صاحب نے یہ مکاشفہ) دیکھا کہ حضرت بے حد خوش ہیں اور کچھ کھانے کی چیزیں بانٹ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ آج تو خوشی کا دن ہے۔ بہت سی کھجوریں حضرت صوفی اقبال صاحب کو دیں کہ پاکستان جا کر بائٹا اس دن خدام کو باہم جمع ہو کر خصوصی ایصال و احباب کی دعوت کی بھی توفیق ہوئی۔“

ہم کہتے ہیں

اس بات پر بھی صرف اتنا تبصرہ کافی ہے کہ اگر کی صاحب نے واقعی کچھ دیکھا تھا تو یا تو ان کے دیکھنے کا فرق ہوا یا کسی شیطان نے ان کو دھوکہ دیا۔

3- خود ہی مدعی خود ہی گواہ

جناب احمد عبد الرحمن صدیقی صاحب لکھتے ہیں:

”اسی طرح بندہ نے حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب کی دامت برکاتہم خلیفہ ارشد حضرت شیخ

الحدیث قدس سرہ سے خود سنا ہے کہ انہوں نے براہ راست حضرت الشیخ سے کئی دفعہ سنا کہ ”براہین

قاطعہ“ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف ہے جو انہوں نے حضرت مولانا غلیل احمد

سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے اسم گرامی سے لکھوایا تھا“ (حق چار یا رس 14 جنوری 1995ء)

جناب عبدالحفیظ کی صاحب کی یہ عادت ہے کہ وہ ایسی باتیں نقل کرتے ہیں کہ جس کے وہی تنہا راوی

اور گواہ ہوتے ہیں حضرت جی مولانا انعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی ان کی ایسی ہی تحریریں

ہمارے پڑھنے میں آئی ہیں۔ مذکورہ بالا بات کو بھی انہوں نے اپنے شیخ سے کئی دفعہ سنا لیکن ہمیشہ تنہائی ہی میں

سنا ہوگا کیونکہ ان کے علاوہ تو کسی اور نے اس بات کو حضرت شیخ الحدیث صاحب سے نقل نہیں کیا اور نہ ہی

حضرت شیخ نے اس کو کہیں تحریر فرمایا۔ اوپر جو قصہ نقل کیا گیا اس کی بھی یہی کیفیت ہے۔ گویا ان کا یہ معاملہ ہے۔

میاں عاشق و معشوق رمزیت

کراما کا تین راہم خبر نیست

حالانکہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب براہین قاطعہ پر تقریظ میں لکھتے ہیں (جس سے

پتہ چلتا ہے کہ مصنف کوئی اور ہے): ”حق تعالیٰ اس کے مولف کے علم و فہم میں برکت اور اس کی خیرات و

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب باب 2..... مالکی صاحب اور حامیوں کا تعارف (137)

مبرات میں عموماً اور اس تالیف نفیس میں خصوصاً کرامت قبولیت عطا فرمائے، اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”انہوں نے (یعنی مولانا گنگوہی نے) بے شک براہین کے لفظ لفظ کو دیکھا اور اس کو صحیح و صواب اور مطلب مولف کو بخوبی سمجھے اور تصدیق کی اور دعوات صالحہ سے مولف موصوف کو سرفراز فرمایا“

اور شہاب ثاقب میں مولانا مدنی رحمۃ اللہ نے مولانا خلیل احمد صاحب کے مولف براہین قاطعہ ہونے کی تصریح کی ہے۔

مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی

1- مولانا عزیز الرحمن اور محمد علوی

اصلاح مفاہیم پر تقریظ میں مولانا عزیز الرحمن صاحب محمد علوی اور ان کی کتاب کی بے مثال تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ہم نے فضیلۃ العلامة الجلیل السید محمد بن العلوی المالکی الحسینی الدمشقی دامت برکاتہم کی کتاب ”مفہیم یجب أن تصحیح“ کا مطالعہ کیا۔

ہم نے اس کو ماشاء اللہ ایسی تحقیقی کتاب پایا جس میں انہوں نے مختلف انواع کے فوائد کو علماء کے وقار اور حکماء کے انداز کا التزام کرتے ہوئے عمدہ انداز سے جمع کیا ہے۔ فجزاہ اللہ خیر اکثیر۔ اور ہم نے دیکھا کہ جو کچھ اس میں ہے وہ مکمل طور پر متقدمین و متاخرین جمہور اہل السنۃ والجماعت کا مذہب ہے اور یہ وہی طریقہ ہے جس پر ہم نے اپنے محدثین، مفسرین فقہاء اور محققین مشائخ کو پایا جیسے مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فاروقی رحمہ اللہ اور ان کی اولاد اجداد و تلامذہ“۔ (ص 21)

ہم کہتے ہیں

مشرک نہ عقائد اور بدعات کے حامل شخص کی ایسی تعریف کرنا اور بہت سی گمراہیوں پر مشتمل مضامین کو اہل سنت کا مذہب قرار دینا یہ جناب عزیز الرحمن صاحب کا بڑا ظلم ہے۔

2- اپنے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان

رسالہ اکابر کا مسلک مشرب میں لکھتے ہیں:

”ایک دفعہ مدینہ منورہ میں خدام نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور عصر کے بعد افطاری اور کھانے وغیرہ کے اہتمام میں مشغول تھے تو حضرت نے خدام کو بلا کر پوچھا آج شہدائے کربلا اور حضرت حسینؑ کے لیے کیا کیا ایصالِ ثواب کیا۔ خاموشی پر حضرت نے فرمایا ”ذوب مرو، تم سے تو وہ خبیث رافضی ہی اچھے جو کم از کم جھوٹ موٹ رو تو لیتے ہیں“۔ پھر حضرت نے خود جو ایصالِ ثواب کیا تھا اس کی بڑی مقدار تعلیم کی خاطر سے اظہار فرمائی“ (ص 37)

اس قصہ کے بارے میں پہلی بات یہ ہے کہ اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ دن کی تعیین کے ساتھ ایصالِ ثواب جائز ہے تو وہ زیادہ سے زیادہ ایک نفلی کام ہوا جس کے نہ کرنے میں کچھ گناہ اور حرج نہیں۔ اس قصہ کے مطابق حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نفلی کام نہ کرنے پر اپنے خدام کو برا بھلا کہا اور اس میں رافضیوں کو جن کو خبیث بھی کہہ رہے ان سے اچھا بتایا۔ کیا ایک شیخ الحدیث اور قطب العالم دین کے اتنے موٹے سے اصول کو نہ سمجھتے ہوں گے اور کیا اتنے بڑے لوگوں کی زبان سے ایسے کمتر درجے کے الفاظ نکلا کرتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ اور استاد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”براہین قاطعہ“ میں لکھتے ہیں:

”حدیث میں ارشاد ہوا کہ تم جمعہ اور شب جمعہ کو صوم و صلوٰۃ (روزہ اور نماز) کے واسطے خاص مت کرو کیونکہ صوم و صلوٰۃ نوافل مطلق اوقات میں یکساں ہیں خصوصیت کسی وقت کی بدون ہمارے حکم کے درست نہیں۔“ (112)

نیز لکھتے ہیں:

”دوسرے یہ کہ جس شے کو کسی خصوصیت کے ساتھ فرمایا وہاں تو وہ تخصیص مشروع ہووے گی ورنہ تخصیص بدعت ہوگی۔ تیسرے یہ کہ جہاں کسی زمانہ کو مقرر کر دیا ہے وہاں تو قید زمانہ کی مشروط ہے ورنہ بدعت ہے۔“ (ص 118)

اس سب کے ہوتے ہوئے ہم یہ کیسے مان لیں کہ حضرت رحمۃ اللہ کو اپنے استاد مربی اور شیخ کی تعلیمات بھی یاد نہیں رہیں اور وہ ایصالِ ثواب جو کہ ایک نفلی کام ہے اس میں دن کی تخصیص کر رہے ہیں اور اسی کی بناء پر اپنے خدام کو برا کہہ رہے ہیں۔ نیز اس قصہ کے مطابق حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خدام کو اس مخصوص ایصالِ ثواب کی تعلیم و تلقین کے بغیر ہی غصہ کیا۔ چونکہ یہ ایک بے اصولی کی بات ہے اور حضرت رحمۃ اللہ سے بعید ہے کہ وہ ایسی بے اصولی کریں گے لہذا اس کے سوا کیا کہا جائے کہ یہ بھی محض من گھڑت قصہ ہے۔

اسی طرح مولانا عزیز الرحمن صاحب نے اپنی کتاب ”اکابر کا مسلک و مشرب“ میں عرس کی بھی تبلیغ کی

ہے اور اسی میں ترغیب دی ہے۔ لکھتے ہیں:

”ہمارے مرشد پاک حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ بھی اس سلسلہ میں اپنے خدام سے عرس کی افادیت کے سلسلہ میں ان ہی حقائق کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ حضرت یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ منجملہ دیگر مصالح کے اس اجتماع کے لیے یوم وصال (یعنی یوم وفات) کے تعین میں یہ مصلحت ہے کہ یہ دن ہر مرید کے دل پر نقش ہوتا ہے اور اپنے محبوب شیخ کی جدائی کی وجہ سے تعلق اور محبت کا ایک جذبہ اس دن طبعی طور پر ابھرتا ہے جو جالب فیض ہے۔“

ہم کہتے ہیں

حضرت شیخ الحدیث پر یہ افتراء ہے کیونکہ حضرت شیخ الحدیث کے شیخ الشیخ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس سوال کے جواب میں کہ کسی عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جائے اور تقسیم شیرینی ہو جائز ہے یا نہیں؟ فرماتے ہیں:

”کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی ساعس اور مولود درست نہیں ہے۔“

(ص 147 فتاویٰ رشیدیہ)

کیونکہ اس کے لیے ایک دوسرے کو دعوت دینے اور ایک دن کی تعیین کرنے سے تو یہ خالی نہیں ہوتے۔ بلکہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک فرماتے ہیں:

”عرس کا التزام کرے یا نہ کرے (یعنی عرس کے نام پر بھی نہ کرے تب بھی) نادرست ہے۔ تعین

تاریخ سے قبروں پر اجتماع کرنا گناہ ہے خواہ لغویات ہوں یا نہ ہوں۔“ (فتاویٰ رشیدیہ ص 131)۔

اور قبر پر بھی جمع نہ ہوں کسی دوسرے بزرگ کی خانقاہ ہی میں جمع ہوں یہ بھی ناجائز ہے۔ اربعین میں مولانا شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”مقرر ساقن روز عرس جائز نیست یعنی عرس کا دن منانا ہی جائز نہیں ہے۔“ (فتاویٰ رشیدیہ

ص 109)

اور پھر کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ حضرت شیخ الحدیث اپنے خدام کو عرس کی افادیت سمجھائیں اور اس کے لیے یوم وصال کے تعین کی مصلحت بھی بتائیں لیکن خود اپنی عمر میں ایک دفعہ بھی اپنے شیخ اور پیر کا عرس نہ کریں۔

مولانا عزیز الرحمن ہزاروی بھی مشرکانہ عقائد والوں کو اہل سنت میں شمار کرتے ہیں

لکھتے ہیں:

”اس زمانے میں المیہ یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کے دو گروہ جن میں فی الحقیقت اصلاً کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے۔“ (اکابر کا مسلک و مشرب: 38)

”اہل سنت والجماعت کے دو بڑے گروہ جو مختلف طبقہ فکر کے لحاظ سے دیوبندی اور بریلوی کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔“ (ص 5)

ہم کہتے ہیں

بریلوی کا لفظ ہی احمد رضا خان صاحب کی نسبت سے چلا ہے اور مولانا ان کے مشرک نہ عقائد سے بخوبی واقف ہیں پھر بھی ان کے گروہ کو اہل سنت بتا رہے ہیں۔ اس طرح سے تو یہ رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے معیار کو ہی بدل رہے ہیں اور ان کو نبی ﷺ اور صحابہ کے خالص طریقے پر بتا رہے ہیں۔

آخری گزارش

جناب صوفی اقبال صاحب کا تو انتقال ہو چکا ہے۔ باقی حضرات اور ان سب کے عقیدہ مندوں سے ہماری خیر خواہانہ گزارش ہے کہ دین اللہ تعالیٰ کا ہے اور اس کے رسول ﷺ کا لایا ہوا ہے۔ اصل حقیقت سے آپ لوگ غافل نہیں لہذا ابھی وقت ہے سنبھل جائیں اور توبہ کر کے راہ راست کو اختیار کریں اتحاد کے نام پر رسول اللہ ﷺ کی امت کو مزید نہ توڑیں اور اس صدائے ناصحانہ سے اعراض نہ کریں۔

آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یار، نومبر ۲۰۰۰ء)

سُنی مَوْقِف

(عقائد و افکار کی اصلاح کے لیے چند راہ نما اصول) [قیمت: 25]

مؤلفہ: قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

ہم ماتم کیوں نہیں کرتے؟

(شیعہ پروفیسر کے پمفلٹ ”ہم ماتم کیوں کرتے ہیں؟“ کا مدلل جواب) [قیمت: 15]

مؤلفہ: قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

رابطہ: مولانا عبدالرؤف نعمانی، لاہور۔ رابطہ نمبر: 0321-4145543

مکتوب انوار احمد صاحب بنام مفتی عبدالواحد صاحب

جناب مفتی صاحب جامعہ مدنیہ لاہور
سلام مسنون!

ایک کتاب ”العتور المجموعہ“ جو حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مدینہ منورہ والوں کی تصنیف ہے حال میں ہی طبع ہوئی ہے۔ کچھ لوگ اس کے ذریعے علماء دیوبند کے عقائد کو باطل ثابت کر رہے ہیں کیونکہ یہ حضرت صوفی صاحب خلیفہ مجاز حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ ہیں اور میرے خصوصی محسن ہیں۔ اس لیے آپ مجھے اس کتاب کو حرفاً حرفاً پڑھ کر اپنی رائے سے نوازیں۔ اگر اس میں کوئی بات واقعی ہمارے مسلک کے خلاف ہے یا کوئی اسے خلاف لے جا سکتا ہے اس کی نشاندہی فرما دیں، تاکہ حضرت والا کو لکھ کر اس کا ازالہ کرا سکوں۔ آپ کو یہ تکلیف میں ہرگز نہ دیتا لیکن حضرت قاری عبد الرشید رحمہ اللہ کے دنیا سے جانے کے بعد آپ ہی سے رابطہ کرنا مناسب سمجھا ہے۔
والسلام..... احقر انوار احمد عفی عنہ

جواب از مفتی عبدالواحد صاحب

الجواب باسم ملہم الصواب حامداً و مصلیاً

مذکورہ کتاب کا مطالعہ کیا۔ چند ایک باتیں جو محل نظر ہیں اور قابل حذف ہیں ان کو ذکر کرتا ہوں:

1۔ نور محمدی (علیہ الصلاۃ والسلام) سے متعلق مضمون خواہ وہ اصل کتاب میں ہو یا حاشیہ میں ہو ایسا نہیں ہے کہ ابتداء اس کو عوام کے سامنے ذکر کیا جائے کیونکہ فساد مذاق اور سوء فہم کے شیوع کی بنا پر ایسے مضامین سے نفع کے مقابلے میں نقصان کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے خصوصاً جبکہ ان مباحث کے بارے میں بعض اذہان پہلے ہی مسموم کیے ہوئے ہوں۔ پھر ان مباحث کو ذکر کرنا کوئی ضروری بھی نہیں۔ قاعدہ ہے کہ جلد نفع سے دفع مضرت اولیٰ و ضروری ہے۔

2۔ نقشہ نعل شریف

اگرچہ مولانا زکریا رحمہ اللہ نے خصائل نبوی میں یہ تحریر کیا ہے کہ:

”نعل شریف کے برکات و فضائل حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی مدظلہم کے

رسالہ ”زاد السعید“ کے اخیر میں مفصل مذکور ہیں جس کو تفصیل مقصود ہو اس میں دیکھ لے۔ مختصر یہ ہے کہ اس کے خواص بے انتہا ہیں۔ علماء نے بارہا تجربہ کیے ہیں حضور ﷺ کی زیارت ہوتی ہے، ظالموں سے نجات حاصل ہوتی ہے، ہر دلعزیزی میسر ہوتی ہے۔ غرض ہر مقصد میں اس کے توسل سے کامیابی ہوتی ہے۔ طریق توسل بھی اسی میں مذکور ہے۔“

لیکن خود مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے ”زاد السعید“ سے ملحقہ اپنے رسالہ ”نیل الشفاء بعل المصطفیٰ“ کی اشاعت سے رجوع فرمایا تھا۔ مفتی کفایت اللہ صاحب کے نام مکتوب میں تحریر فرمایا:

”..... لیکن اب مجھ کو خواص کے اس اختلاف آراء سے نفس مسئلہ میں تردد پیدا ہو گیا۔ پھر اس کے ساتھ عوام کے اختلاف آہواء جس سے میرا ذہن خالی تھا مصالح دینیہ اسی کو مقتضی ہیں کہ میں بحکم دع ما یریک الی ما لا یریک (الحدیث) اپنے رسالہ ”نیل الشفاء“ سے رجوع کرتا ہوں۔“ [کفایت المفتی: 68/2]

مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے اس رجوع کے بارے میں ضروری توضیح کے عنوان سے مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی مدظلہ کے رسالہ ”نیل الشفاء“ سے اعلان رجوع کا مطلب یہ ہے کہ رسالہ ”نیل الشفاء“ سے یہ سمجھا جاتا تھا کہ نقشہ نعل شریف سے استبراک و توسل کی مسلمانوں کو تلقین و ترغیب اور نقشہ کی تشہیر و اشاعت کی تحریض مقصود ہے۔ اب حضرت مولانا دام فیضہم نے عوام کے تجاوز عن الحد اور غلو کو مد نظر رکھ کر استبراک و توسل کی ترغیب اور تشہیر و اشاعت کی تلقین سے رجوع فرمایا ہے۔ رہا کسی عاشق صادق اور مجذوب محبت کا والہانہ طرز عمل تو وہ بجائے خود مذموم نہیں بلکہ مسکوت عنہ ہے۔

اسی طرح نفس مسئلہ میں تردد پیدا ہو جانے کا جو ذکر ہے اس کا حاصل بھی بجائے جزم جواز سابق کے عدم جزم جواز ہے نہ کہ جزم عدم جواز۔ پس عشاق پر طعن نہ ہو۔“
پوری تفصیل کے لیے کفایت المفتی جلد 2، صفحہ 57 تا 69 میں ملاحظہ فرمائی جائے۔
3- صفحہ 400 پر درج ہے: ”دروود سلام کی مجلس“

یہ الفاظ حذف کر دینے ضروری ہیں کیونکہ مروجہ مجالس درود کی بناء بدعات پر ہے اور عوام کا ذہن انہی کی طرف متبادر ہوتا ہے۔ لہذا یہ الفاظ حذف کر کے عبارت یوں بنائی جائے:

”تعلیم کے حلقے قائم کر کے نبی ﷺ کے اسوہ مبارکہ کے ذکر کو عام کرے۔“

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

صوفی اقبال صاحب مولانا علوی مالکی صاحب کے خلیفہ ہیں

جناب صوفی محمد اقبال صاحب کے ایک مرید جناب محمد عبدالغفار صاحب کبیر والا (ضلع خیابوال) نے بڑے سائز پر بہت خوبصورت اور رنگین شجرہ طریقت شائع کیا ہے جس کے آخر میں جناب صوفی محمد اقبال صاحب کے خلیفہ مجاز ہونے کے سلسلہ میں یہ لکھا ہے: مخدوم العلماء مرشدی حضرت اقدس صوفی محمد اقبال مدظلہ، سلاسل اربعہ میں قطب الاقطاب حضرت شیخ محمد زکریا مہاجر مدنی کے خلیفہ مجاز ہیں حضرت فقیر محمد پشاوری حضرت علی مرتضیٰ اور سید ابوالحسن ندوی مدظلہ، ان حضرات نے صوفی صاحب مدظلہ، کو حضرت شیخ الحدیث کی وفات کے بعد اجازت عنایت فرمائی۔ اس کے علاوہ حضرت صوفی صاحب مدظلہ، کو سلسلہ شاذلیہ میں مشہور عالم بزرگ حضرت سید محمد علوی مکی مدظلہ، نے اجازت عنایت فرمائی۔ اللہ پاک اپنے فضل سے اور اپنے پاک حبیب ﷺ کے صدقے اکابر کے نقش قدم پر چلائے اور اس پر حسن خاتمہ کی توفیق نصیب فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

(نوٹ) معلوم نہیں جناب محمد عبدالغفار صاحب کن اکابر کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں؟ کیونکہ جناب صوفی اقبال صاحب کے پہلے اکابر میں تو شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ، اور ان کے اکابر قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی وغیرہ حضرات ہیں لیکن حضرت شیخ الحدیث کے بعد جناب صوفی محمد اقبال صاحب نے مولانا علوی مکی مالکی مولف ”مفاہیم“ کو بھی اپنا شیخ طریقت مان لیا ہے چنانچہ شاذلی سلسلہ میں ان سے ہی خلافت حاصل ہے، لیکن انہی حضرات اکابر دیوبند کے اور اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے برعکس مولانا علوی مالکی صاحب نے اپنے ایک رسالے ”حول الاحتفال بمولد النبوی الشریف“ میں لکھا ہے:

فکان مقتضی تاسیہ برہہ وتخلقه باخلاقہ ان یکون صلی اللہ علیہ وسلم حاضر مع ذاکرہ فی کل مقام یدکر فیہ بروحہ الشریفتہ، چنانچہ حضور اقدس ﷺ کی ذات اقدس کا اپنے پروردگار کے موافق ہونا اور اللہ تعالیٰ کے اخلاق عالیہ جلیلہ سے متعلق ہونے کی صفت کا تقاضا ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ہر اس شخص کے پاس حاضر (و ناظر) ہوں جو حضور کا ذکر کرے الخ [حول الاحتفال مترجم: ۳۰، ۳۱] مولانا علوی مالکی کا یہ رسالہ بریلوی علماء نے ترجمہ کے ساتھ شائع کیا ہے تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو ماہنامہ حق چار یاڑ ماہ رمضان المبارک 1414ھ ماہ فروری 1995ء اور اس رسالہ کا ترجمہ بریلوی مسلک کے ماہنامہ ”ضیائے حرم“ لاہور ربیع الاول 1408ھ میں شائع ہو چکا ہے۔

کیا یہی عقیدہ اکابر مشائخ دیوبند اور محققین اہل سنت والجماعت کا ہے؟ ہرگز نہیں واللہ الہادی۔

[مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یاڑ، جولائی ۱۹۹۵ء]

شيخ الحدیث حضرت مولانا محمد افضل سرگودھوی مدظلہم

خليفة مجاز: حضرت سيد نفيس الحسيني شاه رحمہ اللہ

شيخ محمد بن علوى ملى مالكى كيا تھے؟

يعنى وہ اہل سنت تھے يا اہل بدعت؟..... وہ ديوبندى تھے يا بريلوى؟

صوفى محمد اقبال صاحب مرحوم و مغفور، مولانا عبد الحفيظ صاحب ملى دامت برکاتہم اور مولانا عزيز الرحمن ہزاروى زید مجدہ يہ تينوں حضرات شيخ محمد بن علوى ملى مالكى کو ديوبنديوں کے شاگرد اور ديوبنديت سے قريب تر کہتے ہيں، اس کے برعکس بريلويوں کا رسالہ ”جہان رضا“ اور حضرت مولانا قاضى مظہر حسين رحمہ اللہ انہيں ايک بريلوى عرب مفکر اور خانوادۂ احمد رضا کا عقيدت مند قرار ديتے ہيں۔

جانبين کی تحريرات کی روشنى ميں معلوم ہوتا ہے کہ علوى مالكى کا ديوبندى علماء سے بھی ربط و ضبط ہے اور طاہر القادري جيسے بريلوى علماء سے بھی تعلقات ہيں۔ اگر ان تعلقات کو ديکھا جائے تو وہ آدھے ديوبندى اور آدھے بريلوى دکھائى ديتے ہيں۔ صوفى اقبال صاحب مرحوم و مغفور تو ان کی بيعت کر کے خلافت و اجازت بھی پاچکے ہيں۔ مولانا عبد الحفيظ ملى صاحب دامت برکاتہم اور مولانا عزيز الرحمن ہزاروى مدظلہ محض ان کی عقيدت و محبت کے اسير ہيں۔ چونکہ ان حضرات کے بقول علوى مالكى کے تعلقات دونوں فریقوں سے ہيں، اس ليے متضاد تعلقات کی بنا پر تو کوئى فيصلہ نہيں کيا جاسکتا۔ لہذا ہميں ان کی کتابوں کو ديکھنا ہوگا کہ وہ خود کيا کہتے ہيں؟

ان کی مشہور و معروف کتاب ”مفاهيم يجب ان تصحح“ ہے، جس کی اشاعت کے ليے صوفى اقبال صاحب مرحوم اور مولانا عبد الحفيظ صاحب ملى نے بہت کوشش فرمائی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ کرايا گیا اور اس پر ديوبندى جيد علماء کی تقاريف لکھوائى گئيں۔ مولانا عبد الحفيظ ملى صاحب ملى مالكى کی کتابوں پر ہونے والى تنقيد اور ان کی ذات پر جو انگلياں اٹھائى گئيں اس کی گرد جھاڑنے ميں مصروف ہيں۔ اس طرح وہ ملى مالكى کے بلافيس وکیل بنے ہوئے ہيں۔

حضرت مولانا محمد يوسف لدھيانوى مرحوم نے جو ان پر تنقيدات لکھی تھيں ان کے متعلق وہ کہتے ہيں کہ مولانا لدھيانوى کو صحيح معلومات نہيں ہيں اور وہ کسی کے بھڑکانے ميں آکر يہ قلم رانى کر رہے ہيں۔

انہوں نے اپنے متعدد خطوط میں یہی موقف اختیار کیا ہے۔ خود مولانا عبدالحفیظ کی صاحب، شیخ مکی مالکی کو ایک محقق عالم، جماعت اہل سنت میں شامل اور علماء دیوبند کا عالی عقیدت مند کہتے ہیں۔

جبکہ جامعہ صدیقیہ بہاولپور کی ایک مجلس میں بندہ نے ان سے سوال کیا کہ: مولانا عزیز الرحمن ہزاروی نے تو مکی مالکی کی عقیدت و محبت سے رجوع کر لیا ہے۔ آپ نے نہیں کیا؟ تو میرے اس سوال کے جواب میں فرمایا: وہ (عزیز الرحمن) شریف آدمی تھا، اس لئے اُس نے (رجوع) کر لیا۔؟؟؟؟

میرا دوسرا سوال یہ تھا کہ: مولانا قاضی مظہر حسینؒ نے علوی مالکی کو جناب مصطفیٰ رضا خان صاحب [صاحبزادہ مولانا احمد رضا خان صاحب] کا خلیفہ بتلایا ہے۔ اور رسالہ ”جہانِ رضا“ کا حوالہ دیا ہے۔ تو مولانا عبدالحفیظ صاحب نے بڑی بے باکی سے فرمایا کہ: ”قاضی نے جھوٹ بولا ہے۔“ (معاذ اللہ)

اور بھی کئی سوال میں نے اُن سے کیے تھے جو مجھے اس وقت یاد نہیں آ رہے۔ بہر حال اس سے کم از کم یہ تو ثابت ہوا کہ مولانا عبدالحفیظ صاحب تا حال مکی مالکی کی زلفِ گرہ گیر کے پورے اسیر ہیں۔

دوسری طرف مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی نے ”اکابر کا مسلک و مشرب“ نامی ایک رسالہ لکھ کر اپنا موقف خود ہی واضح کر دیا ہے کہ مکی مالکی کا بین بین کا موقف صحیح اور واجب التعمیل ہے، دیوبندی حلقے کے علماء اور عوام الناس کو بھی مشرف بہ بریلویت ہو جانا چاہئے، اسی طرح مسلک حنفی کے دونوں فریقوں کی تفریق اور محاذ آرائی ختم ہو سکتی ہے۔ جیسے کسی زمانے میں دیوبندیوں کے پیر پیراں حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تگ و دو کی۔ مگر ان کو اس بات سے ذہول ہو گیا کہ اس حوالے سے حضرت حاجی صاحب نے جو رسالہ ”ہفت مسئلہ“ لکھوایا تھا، اُس کے متعلق حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا تھا کہ: یہ جام میں جھونکنے کے کام آئے گا۔“ نیز یہ بھی فرمایا کہ: ”ہم نے طریقت میں حاجی صاحب کی بیعت کی ہے شریعت میں نہیں۔“

میں حیران ہوں کہ جس پارٹی کا باوا آدم مولوی احمد رضا خان ہمارے اکابر کو نام بنام کا فر قرار دیتا ہے اور کافر نہ کہنے والوں کو بھی کافر کہتا ہے، اُس کے مریدین ہمیں کیسے مسلمان مان لیں گے؟ اس سے تو یہ بہتر تھا کہ بریلویوں کو کہا جاتا کہ تمہارے پیرانِ پیر نے جو تکفیر مسلمین کی مشین گن لگائی ہوئی ہے اُس کا منہ حقیقی کافروں کی طرف موڑ دو تا کہ احناف کے ان دونوں گروہوں میں مصالحت ممکن ہو سکے اور امن و اشی کا ماحول پیدا ہو۔ یا اُن سے یہ کہا جاتا کہ ہم دونوں فریق حنفی کہلاتے ہیں۔ اور درحقیقت کون حنفی اور کون حنفی نہیں ہے؟ اس کا فیصلہ یوں بڑی آسانی سے ہو سکتا ہے کہ ہمارے جن مسائل پر تمہیں اعتراض ہے یا تمہارے جن مسائل پر ہمیں اعتراض ہے اگر وہ عملی مسائل ہیں تو انہیں حقیقت کی مسلم کتابوں ہدایہ، شرح وقایہ، کنز الدقائق، قدوری وغیرہ میں دیکھ لیتے ہیں جو دونوں فریقوں کے نصاب میں شامل ہیں۔ اگر تمہارا

اختیار کردہ مسئلہ ان میں مل جائے تو تم سچے، ہم جھوٹے۔ اور اگر ہمارا اختیار کردہ مسئلہ ان میں مل جائے تو ہم سچے اور تم جھوٹے۔ پھر جھوٹا جھوٹ کو چھوڑ کر حق کو قبول کر لے۔

یعنی دونوں فریقوں کے مدارس میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں انہیں کو حکم بنا کر فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

اور اگر وہ اعتقادی مسائل ہیں تو ”شرح عقائد نسفی“ یا ”خیالی“ یا ”عقیدہ طحاوی“ یا ”فقہ اکبر“ میں

دیکھ لیتے ہیں، جس کا عقیدہ ان کے موافق ہو وہ حق اور جو ان کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔

یہ تو صحیح اور منصفانہ طریقہ تھا۔ مگر اس کی بجائے دیوبندیوں سے یہ کہنا کہ تم اپنا صحیح موقف چھوڑ کر مولود کی محفلیں کرنا شروع کر دو، غیر اللہ سے استمداد کیا کرو، ارواح کو مدد کے لئے بلایا کرو، رسول اللہ سے استغاثہ کرو اور آپ کے لئے علم غیب کے قائل ہو جاؤ، حضور علیہ السلام کو محتارِ کل مان لو، آپ ﷺ کو حاضر ناظر جان لو، آپ کی بشریت سے انکار کر دو۔ یہ مطالبات دیوبندیوں سے بہت بڑی زیادتی اور بے انصافی ہے۔ جو دیوبندی کہلانے والوں اور اکابر دیوبند کے اخلاف اور نام لیواؤں کو قطعاً زیب نہیں دیتا۔ اگر یہی کچھ کرنا کرنا ہے تو سیدھی طرح بریلوی ہو جاؤ۔ یہ جو بین بین کا راستہ آپ نے اختیار کر رکھا ہے اور جس کی طرف مکی مالکی کی کتابوں کی روشنی میں دعوت دیتے ہو اسے چھوڑ دو اور یا پھر سچے پکے دیوبندی بن جاؤ اور ان بدعات کو چھوڑ دو اور خرافات سے ہاتھ اٹھا لو۔ یہ دو کشتیوں میں پیر رکھنے سے ڈوبنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔

دو رنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

فیصلہ کن بات:

مولانا عبد الحفیظ مکی صاحب نے جن واقعات سے مکی مالکی کو ”اقرّب الی الدیوبندیّت“ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، یا انہوں نے بریلوی رسالہ ”جہانِ رضا“ کے جن واقعات سے اُسے بریلوی ”عرب محقق“ ثابت کرنے کی سعی نامشکور کی ہے، اُن کے متضاد ہونے کی وجہ سے اُن کی بنیاد پر فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ ہم دیکھتے ہیں مکی مالکی صاحب نے اپنی کتابوں میں دیوبندیّت کی دعوت دی ہے یا بریلویت کی۔ اس کو پیش کر کے ہم فیصلہ قارئین پر چھوڑ دیتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے قارئین بھی ذہین و فطین و حکیم و فہیم ہیں۔ وہ خود بھی یہ سمجھ سکتے ہیں کہ مکی مالکی صاحب ہمیں کس طرف لے جا رہے ہیں اور اس کا نظریہ اہل سنت والا ہے یا اہل بدعت والا۔ وہ دیوبندیّت کا پرچار کر رہا ہے یا بریلویت کا۔ اور اسے ہم نے جو کچھ سمجھا ہے اُس کا بھی اظہار کر دیں گے۔

میرا خیال ہے کہ ان محترم حضرات نے یہ ڈھیلے ڈھالے مسائل مکی مالکی کی کتابوں سے لیے ہیں،

اُس نے تو وہ باتیں سلفیوں کے بالمقابل اُن پر حجت قائم کرنے کے لئے لکھی تھیں، مگر ہمارے ہاں سے خود دیوبندیوں پر حجت قائم ہو رہی ہے اور اس کی روشنی میں دیوبندی ہی مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ ہمارے ان اصحاب نے تفریق بین الاخوان کو ختم کرنے کے لئے اپنا اور اپنے اکابر کا موقف تو چھوڑ دیا، مگر کسی ایک بھی بریلوی نے اپنا موقف چھوڑ کر دیوبندییت اختیار نہیں کی۔ اس سے صرف دیوبندیوں کو نقصان پہنچا ہے، بریلوی تو خوش ہیں کہ دیوبندیوں نے پورے ڈیڑھ سو سال تک ہمیں غلط اور گمراہ مشہور کیا، لیکن آج ہماری حقانیت انہی کے قلموں سے ثابت ہو رہی ہے۔

ہمارے اور بریلویوں کے درمیان مشہور اختلافی مسائل چار ہیں:

۱..... علم غیب ۲..... حاضر ناظر ۳..... مجتہد کل ۴..... نور و بشر

ان چاروں مسائل میں کی مالکی صاحب بریلویوں کے ساتھ ہیں چنانچہ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱)..... علم غیب:

مالکی صاحب لکھتے ہیں:

”وَأَوْتَىٰ عِلْمَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ الرُّوحَ وَالْخَمْسَ الَّتِي فِي آيَةٍ: إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ

السَّاعَةِ وَيَنْزِلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ. [الذخائر المحمدية: ۲۰۵] یعنی رسول اللہ ﷺ کو ہر چیز کا علم دیا گیا ہے یہاں تک کہ روح کا بھی اور آیت میں بیان کردہ مغیباتِ خمسہ کا بھی جن کا بیان اس آیت میں ہے کہ: قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہی بارش کو برساتا ہے اور ماؤں کے رحموں میں جو کچھ ہے اس کو بھی وہی جانتا ہے اور کسی نفس کو پتہ نہیں کہ وہ کل کیا کر سکے گا اور کسی نفس کو علم نہیں کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ اللہ ہی علیم وخبیر ہے۔“

حالانکہ ان آیتوں کو ”مغیباتِ خمسہ“ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، یہ ساری مخلوق سے غائب رکھی گئی ہیں اور اللہ نے ارشاد فرمایا کہ ان کا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔ کیا ہمارے بزرگوں کا یہی عقیدہ ہے کہ مغیباتِ خمسہ کا علم بھی حضور ﷺ کو دیا گیا ہے؟ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا: ”مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ“ یعنی اس مسئلے میں سائل (جبریل) اور مسئول عنہ (حضور علیہ السلام) دونوں بے خبر ہیں۔“ اور قرآن کہتا ہے: ”قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ. آپ اعلان کر دیں کہ قیامت کا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔“ اسی طرح روح کا علم بھی وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ہے۔ یعنی روح کے

متعلق بہت ہی تھوڑا علم اللہ نے بندوں کو دیا ہے۔ اس لیے حضور ﷺ نے بھی صرف اس کی نشانیاں بتانے پر اکتفا کیا۔ ”وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَالْيَهُ تَرْجَعُونَ۔ قِيَامَتِ كَالْعِلْمِ أَسَى خَدَائِے پاك كے پاس ہے اور تم اُسی كے پاس لوٹ كر جاؤ گے۔“ اس كے برعكس كى مالكى صاحب كہتے ہیں كہ حضور كوروح اور مغیبات خمسہ كاعلم بھی دے دیا گیا ہے۔ پھر اس كے ثبوت میں وہ كہتے ہیں:

”وَكَمْ مِنْ أُمُورٍ جَاءَ نَا يَدْلُ عَلَى أَنَّهَا حَقُّ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى، وَلَكِنَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى مَنْ بَهَا عَلَى نَبِيهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِ، فَمِنْهُ: عِلْمُ الْغَيْبِ، فَهُوَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى قَالَ: ”قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ“ وَقَدْ ثَبَتَ أَنَّ اللّٰهُ تَعَالَى عِلْمُ نَبِيهِ مِنَ الْغَيْبِ مَا عِلْمُهُ وَاعْطَاهُ مَا اعْطَاهُ (عَالَمُ الْغَيْبِ فَلَا يَظْهَرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنْ ارْتَضَى مِنَ رَسُولٍ). [مَفَاهِيمُ يَجِبُ أَنْ تَصَحَّحَ: ٨٣..... هُوَ اللّٰهُ: ٨٩] يَعْنِي كَتَبَتْ هِيَ أُمُورٌ هِيَ جَنِّ كَے بارے میں دليـل موجود ہے كہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ كا حق ہے ليكن اللہ تبارك و تعالیٰ نے نبی ﷺ كو بھی بطور احسان عطا فرمائے، ان میں سے ايک علم غيب ہے۔ علم غيب صرف اللہ تعالیٰ كو حاصل ہے جيسا كہ اس آيت میں ہے: قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ۔ اور ساتھ میں یہ بھی ثابت ہے كہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی كو غيب كا جو چاہا علم سکھایا اور عطا فرمایا جيسا كہ اس آيت میں ہے: عَالَمُ الْغَيْبِ فَلَا يَظْهَرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا، إِلَّا مَنْ ارْتَضَى مِنَ رَسُولٍ۔ اللہ عالم الغيب ہے وہ اپنے غيب پر كسى كو مطلع نہیں كرتا مگر جو رسول پسندیدہ ہو۔“

ناظرین! غور فرمائیں: پہلی آيت میں اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں كو اپنا خاصہ بتلایا ہے۔ ليكن كى مالكى صاحب كہتے ہیں كہ ان پانچ كا علم بھی اللہ نے حضور عليه السلام كو بطور احسان دے دیا كيونكہ وہ پسندیدہ رسول ہیں۔

مالكى صاحب كا یہ موقف اس آيت كى صریح تكذيب ہے۔ كيونكہ آيت میں اظہار علی الغيب كا ذكر ہے جس كو دوسری آيت میں اطلاع علی الغيب بھی كہا گیا يعنی غيب كى جو باتیں منصب نبوت كے ليے ضروری تھیں وہ آپ كو بتا دی گئیں، اس سے یہ سمجھنا كہ ازل سے لے كر ابد تك ذرے ذرے كا علم اللہ نے حضور ﷺ كو دے دیا، یہ صرف سمجھ كى خرابی ہے یا دماغ كا جنون۔ غيب كى جس بات كى ضرورت ہوتی تھی وہ اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی آپ كو بتا دیتا تھا، جيسے: تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوْحِيهَا إِلَيْكَ. [هود: ٣٩] سے ثابت ہے، يعنی یہ غيب كى كچھ خبریں جو ہم آپ كو بذریعہ وحی بتلا رہے ہیں۔ اور اگر آپ كو سارے غيوب بتلا دیئے تھے تو پھر وحی آنے كى كيا ضرورت تھی؟ اور یہ سمجھنا كہ ماكان وما يكون كا علم حضور كو مل گیا تو پھر ہمیں بھی بتلانا چاہئے كہ

حضرت عائشہؓ کے ہار کا علم جو اسی اونٹ کے نیچے پڑا تھا جس پر ام المؤمنین سوار ہوئی تھیں وہ حضور ﷺ کو اور اصحاب کو کیوں معلوم نہ ہوا؟ کیونکہ آپ خود بھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی رات بھر پریشان رہے۔ صبح کو اونٹ اٹھایا گیا تو ہار مل گیا۔ اور جب حضرت عائشہؓ پر تہمت لگی تو حضور علیہ السلام اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کا تمام گھرانہ مہینہ بھر کیوں پریشان رہے؟ آپ کو تو پتہ ہی تھا کہ یہ سارا منافقوں کا بکواس ہے، لیکن آخر کار وحی آئی تو آپ کو اور اصحاب کو تسلی ہوئی۔ سینکڑوں واقعات ایسے جن میں حضور ﷺ کو وحی کے بغیر پتہ نہیں چلا، وحی نے آکر ہی مسئلے کو حل کیا۔ اس لئے یہ کہنا کہ: ”حضور ﷺ کو مغیباتِ خمسہ کا پتہ تھا، روح کا علم بھی حاصل تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ملکیتِ غیب دے دیا تھا جو چاہتے معلوم کر لیتے تھے۔“ یہ بیسیوں نصوصِ صریحہ کا انکار ہے جو حد کفر تک پہنچا دیتا ہے۔

میں حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی کے علم سے بڑا متاثر ہوں جنہوں نے ”الکنز المتواری“ (شرح صحیح بخاری، افادات: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ) کی صورت میں اتنا بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے جس سے وہ بڑے بڑے علماء سے کندھا ملا سکتے ہیں۔ لیکن مکی مالکی صاحب کی بے جا تاویلات نہ سمجھ سکے کہ وہ نصوصِ صریحہ کے معنی میں کھلی تحریف کر رہے ہیں، خواصِ خداوندی کو رسول اللہ ﷺ میں ثابت کر رہے ہیں، انہوں نے یہ تو دعویٰ کر دیا کہ علمِ غیب خاصہ بعد میں احساناً حضور ﷺ کو دے دیا، مگر اس پر کوئی دلیل پیش نہ کر سکے۔ صرف اطلاع علی الغیب یا اظہار علی الغیب کی بات کر کے چلتے بنے۔ مولانا عبدالحفیظ صاحب اتنی بڑی تحریف کو کیسے ہضم کر گئے کہ پھر بھی اس کی صفائیاں دے رہے ہیں؟ کیا ہمارے اکابر اہل سنت اور بزرگانِ دیوبند میں سے کسی نے یہ قول کیا ہے کہ خدا نے بعد میں علمِ غیب کلی طور پر عطا کر دیا تھا؟ یہ میں ”کلی“ کی بات اس لیے کر رہا ہوں کہ خود مالکی صاحب نے وَاَوْتٰی عِلْمَ کُلِّ شَیْءٍ کا دعویٰ کیا ہے۔ کیا خواصِ خداوندی کے متعلق ہمارے اکابر نے کہیں لکھا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بعد میں حضور علیہ السلام کو اس میں شریک کر لیا تھا کہ اب حضور ﷺ بھی مغیباتِ خمسہ کو اول سے آخر تک جانتے ہیں؟ جب نہیں تو پھر تعجب مالکی صاحب پر کم؟ آپ پر زیادہ ہے کہ کس طرح آپ اُس کی تصدیق اور تائید کر رہے ہیں جو تحریف معنوی کا مرتکب ہے اور آپ جیسے علم کے پہاڑ سے اپنی غلط اور بے سرو پات بات منوار رہے اور آپ بڑی فرماں برداری سے مان رہے ہیں۔!!

واضح ہو کہ یہ غلط عقیدہ انہوں نے شیعوں سے لیا ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ لکھتے ہیں: ”ان الإمام يعلم کل شئء ما کان وما یکون من أمر الدنيا والدين حتی عدد الحصى وقطر الأمطار وورق الأشجار۔“ یعنی شیعوں کے نزدیک ان کا امام ہر چیز کو جانتا ہے، ماکان سے متعلق ہو یا ما یکون سے۔ یعنی

گذشتہ کی یا آئندہ کی۔ وہ دنیا کے متعلق ہو یا دین کے۔ یہاں تک کہ کنکریوں کی تعداد بارشوں کے قطرے اور درختوں کے پتے تک بھی۔

اور یہی عقیدہ مولوی احمد رضا خان بریلوی کا ہے۔ شیعہ امام کے متعلق یہ باتیں کہتے ہیں اور احمد رضا خان حضور علیہ السلام کے متعلق۔ جناب مکی مالکی کے معتمد مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں: ”روزِ اول سے روزِ آخر تک سب ماکان و مایکون انہیں یعنی رسول اللہ ﷺ کو بتایا۔“ [انباء المصطفیٰ]

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ہمیشہ ہمیشہ سے لے کر قیامت کے دن تک ذرے ذرے کے واقعات و حالات بتا دیئے۔ یعنی اس مدت سے متعلق جتنا علم اللہ تعالیٰ کو ہے وہ سارے کا سارا اللہ تعالیٰ نے آپ کو دے دیا ہے۔ اسی کو ایک اور جگہ یوں لکھا ہے: ”ہمارے حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات جملہ ماکان و مایکون الی یوم القیلمۃ جمع مندرجات یوم محفوظ کا علم دیا۔“ [انباء المصطفیٰ] (یہ سب جھوٹ ہے اس پر کوئی دلیل نہیں۔) مزید: ”اور کون سی سرکار ہے جسے دل کے ارادوں و خطروں خواہشوں اور نیتوں پر اطلاع ہو جس سے اللہ تعالیٰ نے ماکان و مایکون کا ذرہ ذرہ نہیں چھپایا۔“ [حدائق بخشش حصہ سوم]

مولوی احمد رضا خان صاحب کے شاگرد خصوصی اپنی کتاب ”بہارِ شریعت“ میں لکھتے ہیں: ”اللہ عز و جل نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنے غیوب پر اطلاع دی، زمین و آسمان کا ہر ذرہ ہر نبی کے پیش نظر ہے۔“ اسی کی ترجمانی مالکی صاحب کر رہے ہیں۔ کیا ہمارے بزرگوں میں سے بھی کسی نے حضور علیہ السلام کا علم غیب اسی تفصیل سے پیش کیا ہے؟

(۲)..... حاضر ناظر کا ثبوت:

مکی مالکی صاحب لکھتے ہیں: ”روحانیۃ المصطفیٰ حاضرة فی کل مکان فہی تشهد أماکن الخیر و المجالس الفضل۔“ [الذخائر المحمدیہ: ۲۵۹] یعنی محمد ﷺ کی روح ہر جگہ موجود ہے، لہذا وہ خیر کے مقامات اور فضل و ذکر کی مجلسوں میں حاضر ہوتی ہے۔ دوسری کتاب میں لکھتے ہیں: فکان مقتضی تأتیه برہ و تخلقه بأخلاقه أن یکون صلی اللہ علیہ وسلم حاضر مع ذاکرہ فی کل مقام یدکر فیہ بروحہ الشریفۃ۔ [حول الاحتفال] چنانچہ حضور علیہ السلام کا اپنے پروردگار کے موافق ہونا اور اللہ تعالیٰ کے اخلاق عالیہ جلیلہ سے متعلق ہونے کی صفت کا تقاضا ہے کہ حضور علیہ السلام ہر اس شخص کے پاس حاضر ہوں جو حضور کا ذکر کرتے ہیں۔

کیا یہی عقیدہ اکابر مشائخ دیوبند اور محققین اہل سنت کا ہے؟ جب نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر آپ کیوں ایسی کتاب کی تائید و تصویب کر رہے ہیں جس میں یہ نفوات بھری ہوئی ہیں۔ اگر اس دلیل کو مان لیا

جائے تو پھر کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ جب حضور مخلق باخلاق اللہ ہیں تو انہیں خالق و رازق بھی مان لینا چاہئے، انہیں اولاد دینے والا بھی تسلیم کر لینا چاہئے، جیسے اللہ شمس و قمر کو طلوع و غروب کرتا ہے تو تخلق کی وجہ سے حضور بھی ایسے ہونے چاہئیں وغیرہ وغیرہ۔ کاش! مالکی صاحب کے ان بہتانات کو آپ محسوس کر لیتے تو ان کا ساتھ دینے کی بجائے آپ بھی ان کے ناقدین میں ہوتے۔ یہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے اُس ترجمہ آیت کی تشریح کی جارہی ہے جو انہوں نے انا ارسلناک شہداً کے ذیل میں کی ہے۔ وہ اس کا معنی یہ کرتے ہیں کہ: ”بے شک ہم نے آپ کو حاضر ناظر بنا کے بھیجا ہے۔“

جبکہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب البحر الرائق میں لکھا ہے کہ: اگر اس طرح نکاح کیا جائے کہ دو گواہوں کی جگہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو گواہ بنالیا (کیونکہ وہ حاضر ناظر ہیں) تو نکاح تو کیا ہوگا وہ خود ہی کافر ہو جائے گا۔ از روئے قرآن ہر جگہ حاضر ناظر ہونا بھی خاصہ خداوندی ہے۔ قرآن کہتا ہے: ”ان اللہ علی کل شیء شہید۔“ دوسری جگہ: ”وانت علی کل شیء شہید۔“ تیسری جگہ: ”وکان اللہ علی کل شیء رقیباً۔“ چوتھی جگہ: ”وما تكون فی شان و ماتلو منه من قرآن ولا تعملون من عمل الا کنا علیکم شہیدا اذ فیضون فیہ۔“ ان سب آیات میں اللہ تعالیٰ ہی کو حاضر ناظر بتلایا گیا ہے۔ کیا کسی آیت میں: ”ان محمداً علیٰ کل شیء شہید۔“ بھی ہے؟ پھر اس تحریف قرآن والے دعوے میں آپ کیوں اُس کی تائید اور تصویب کر کے اُس کے گناہ میں شریک ہو رہے ہیں۔؟

میں حیراں ہوں کہ جو قرآن و سنت کے محافظ تھے

وہی تحریف قرآن کرنے والوں کے مؤید ہیں

کتنی عجیب بات ہے کہ شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء اس کتاب پر کیسے صادر کرتے ہیں؟ کیسے تقریظ لکھواتے ہیں؟ کیسے اس کے ترجمے کرا کر شائع کرتے ہیں؟ نتیجتاً دیوبندیوں میں تفریق پیدا کرتے ہیں۔ کیا حضرت شیخ مرحوم میں کوئی کمی تھی جو ان کے بعد ایسے پیر کا دامن پکڑ لیا جو مبتدعانہ بلکہ مشرکانہ عقیدے پھیلانے میں پوری طرح سرگرم ہے اور ہم لوگ اُس کی صفائیاں دے کر اُسے عوام میں اور مقبول بنا رہے ہیں اور اُسے اقرب الی السنۃ قرار دے کر بے علم دیوبندیوں کو اُس کے جال میں پھنسا رہے ہیں۔ میں کوئی بہت بڑا عالم یا ولی اللہ نہیں ہوں، علماء دیوبند کا ایک ادنیٰ کشف بردار ہوں، لیکن میرا اذعان و یقین یہ ہے کہ علم اور ولایت میں علماء دیوبند کی کوئی مثال سارے عالم میں نہیں ہے، نہ عرب میں نہ عجم میں، نہ مکے میں نہ مدینے میں، علماء دیوبند کی ذوات دین اسلام کی چلتی پھرتی تعبیر و تفسیر ہیں، ہمیں کسی اور سے شاذ و نسبت کی کوئی ضرورت نہیں۔

صوفی اقبال صاحب مرحوم نے حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مالکی سے نسبت جوڑ کر حضرت شیخ کی توہین کی ہے۔ اور جو دیگر خلفاء ان کی تائید میں ہاں سے ہاں اور سر سے سر ملارہے ہیں وہ بھی حضرت شیخ رحمہ اللہ کی ناقدری کر رہے ہیں۔ میں تصوف و سلوک میں سلسلہ چشتیہ کی شاخ ”رائے پوری“ سے مسلک ہوں، مگر مجھے پتہ ہے حضرت رائے پوریؒ حضرت شیخ زکریا رحمہ اللہ کو بہت بلند مقام دیتے تھے، وہ رائے پور میں حضرت الشیخ کی آمد کے منتظر رہا کرتے تھے، آنے جانے والوں کے ہاتھ سلام و پیام کا تبادلہ کیا کرتے تھے اور حضرت شیخ کی آمد پر انتہائی مسرت کا اظہار کرتے تھے، اُن کی شاہانہ دعوت کیا کرتے تھے اور بڑے بلند کلمات سے اُن کا تعارف کراتے تھے، چھوٹے ہونے کے باوجود جس کو میرے شیخ بڑا سمجھتے تھے، میں اُن کو سب سے بڑا سمجھتا ہوں۔

کہا جاتا ہے اُن کو چھوڑ کر کے تم ادھر آؤ
کوئی اُن سا دکھاؤ تو تمہاری بات میں مانوں
کہاں وہ علم، وہ تحدیث، وہ ذوقِ عبادت ہے
بڑا اُن سے دکھاؤ تو ذرا میں بھی تو کچھ جانوں

(۳)..... مختار کل کا مسئلہ:

جناب مالکی صاحب لکھتے ہیں: فکل الارزاق من کفہ [الذخائر المحمدیہ: ۱۱۰] یعنی ہر طرح کا رزق آنحضرت ﷺ کے ہاتھ سے ملتا ہے۔ گویا اللہ نے آسمان و زمین کے تمام خزانے نبی پاک ﷺ کو عطا کر دیئے ہیں اور اب آپ ہی مخلوق میں رزق تقسیم کرتے ہیں۔ علوی صاحب مفاہیم میں لکھتے ہیں: يعلم کل أحد أن الموحّد إذا طلب شيئاً من ذوی الحاح عند الله فلا یريد منهم أن یخلقوا شيئاً..... شیئاً من ذلك، إنما یريد أن یتسبب له بما أقدرهم الله علیه من دعاء وما شاء الله من تصریف. [مفاہیم: ۱۷۴] یعنی ہر شخص جانتا ہے کہ موحّد جب اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی ذی مرتبہ سے کچھ طلب کرتا ہے تو اس کی مراد یہ نہیں ہوتی کہ وہ اس کے لیے اس چیز کو پیدا کر دیں اور نہ ان کا ان کے بارے میں خالق ہونے کا عقیدہ ہوتا ہے، بلکہ اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دعا کرنے اور تصرف کرنے کی جو قدرت عطا فرمائی ہے اس کو وہ سبب کے طور پر کام میں لائیں۔

وضاحت:

دعا کی قدرت تو بے شک اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو دی ہے، لیکن آپ کے تصرف کی جو بات کی ہے یہ غیر مسلم ہے۔ اس کے لئے تو کوئی دلیل چاہئے۔ اپنی مرضی سے اگر کائنات میں تصرف کر سکتے ہیں تو

میدانِ اُحد میں شکست کیوں ہوئی تھی؟ چہرہ مبارک زخمی کیوں ہوا تھا؟ تصرف کر کے کافروں کی فوج کا بیڑا غرق کر دیتے، میدانِ بدر میں نکلنے کی کیا ضرورت تھی؟ مدینے میں بیٹھے پھونکا مارتے سارے کافروں کا ستیا ناس ہو جاتا، مکہ مکرمہ میں جو بد معاش مسلمانوں کو عذاب میں مبتلا کرتے تھے، آپ ﷺ تصرف کر کے اُن کو اپاچ کر دیتے، تین سال شعب ابی طالب میں کیوں محصور رہے؟ فرشتوں کو بلا کر کافروں کا محاصرہ کر لیتے۔

اَبِ اس کے خلاف قرآنِ پاک کی تصریحات دیکھیں۔ وان یمسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا هو وان یمسک بخیر فهو علی کل شیء قدير۔ اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی ہٹا نہیں سکتا، اور اگر اللہ تجھے کوئی خیر پہنچائے (وہ کر سکتا ہے) کوئی روک نہیں سکتا۔ وان یردک بخیر فلا راد لفضله۔ اگر وہ تیرے ساتھ خیر کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔ قل انی لا املک لکم ضرراً ولا نفعاً۔ آپ فرمادیں کہ میں تمہارے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں۔ قل لا املک لنفسی ضرراً ولا نفعاً۔ آپ فرمادیں میں خود اپنے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں اور جو اپنے نفع نقصان کا مالک نہ ہو وہ دوسرے کا کیا کر سکتا ہے۔ ان آیات قرآنیہ سے واضح ہے کہ تصرف صرف خدا کے ہاتھ میں ہے کسی اور کے نہیں۔ وہ یفعل اللہ ما یشاء ویختار ہے وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے اور جو اسے پسند ہوتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔

جناب علوی مالکی صاحب نے یہ اختیار رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں دے دیا ہے۔ جیسا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنی کتاب ”الامن والعلی“ میں لکھا ہے کہ: ”احکام شریعت حضور کے سپرد ہیں، جو بات چاہیں ناجائز کر دیں جس چیز یا جس شخص کو چاہیں مستثنیٰ کر دیں۔“ اور اپنی کتاب ”برکات الامداد“ میں لکھتے ہیں: ”حضور ﷺ ہر قسم کی حاجت روائی کر سکتے ہیں دنیا آخرت کی مرادیں سب حضور ﷺ کے اختیار میں ہیں۔“ گویا مالکی صاحب احمد رضا خان صاحب سے لے رہے ہیں اور منحرف خلفاء شیخ زکریا رحمہ اللہ کو دے دیتے ہیں۔ ہمیں اس لینے دینے پر کوئی اعتراض نہیں، مگر یہ سب کچھ چونکہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے عقائد و اعمال کے خلاف ہے اور یہ ایک نئی لائن ہے، اس لیے ان لوگوں کو چاہئے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ سے اپنا انتساب چھوڑ دیں اور اگر حضرت شیخ اس وقت حیات ہوتے تو وہ یقیناً ان کی خلافتوں کو منسوخ کر دیتے۔ پھر ان کے پاس ایک بدعتی پیر کی خلافتِ نامساعد باقی رہ جاتی جو آخرت کے کسی کام نہ آتی بلکہ ان کے اوپر حجت ملزمہ بن جاتی۔

احمد رضا خان صاحب کے ایک شاگردِ خاص امجد علی لکھتے ہیں:

”حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں۔ تمام جہان حضور علیہ السلام کے زیر تصرف کر دیا گیا

ہے جو چاہیں کریں جیسے چاہیں دیں، جس سے جو چاہیں واپس لیں، تمام جہان میں اُن کے حکم کو پھیرنے والا کوئی نہیں، تمام جہان اُن کا محکوم ہے اور وہ اپنے رب کے سوا کسی کے محکوم نہیں۔ تمام آدمیوں کے مالک ہیں جو ان کو اپنا مالک نہ سمجھے حلاوتِ سنت سے محروم ہے، تمام زمین اُن کی ملک ہے، تمام جنت اُن کی جاگیر ہے، ملکوت السموات والارض حضور علیہ السلام کے زیر فرمان ہے، جنت و نار کی کنجیاں دستِ اقدس میں دے دی گئی ہیں، رزقِ خیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں، دنیا و آخرت حضور علیہ السلام کی عطا کا ایک حصہ ہے، احکامِ شریعت حضور علیہ السلام کے قبضے میں کر دیئے گئے ہیں کہ جس پر جو چاہیں حرام کر دیں اور جس کے لئے جو چاہیں حلال کر دیں۔ ”[بہارِ شریعت، حصہ اول]

گویا معاذ اللہ خداوندِ عالم اب ریٹائر ہو گئے ہیں یا چھٹیاں گزار رہے ہیں اس لئے مخلوق کو اب اپنی ہر حاجت کے لئے حضور ہی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ احمد رضا خان صاحب اور ان کے مریدوں کا یہ عقیدہ قرآن و حدیث کے بالکل خلاف ہے۔ دیکھئے قرآن میں ہے: ”قل انی لا املک لکم ضراً ولا نفعاً۔ آپ فرمادیں میں تمہارے نقصان اور ہدایت کا مالک نہیں۔“ دوسرے مقام پر فرمایا: ”میں تمہارے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں۔“ شاید مکی مالکی صاحب کو احمد رضا خان صاحب کی کتابیں تو پہنچیں مگر اُن کے شاگرد امجد علی کی ”بہارِ شریعت“ نہیں پہنچی، ورنہ وہ بھی اسی طرح حضور کے فعال لما یرید ہونے کی تفصیل کرتے۔

(۴)..... بشریت کا انکار:

مالکی صاحب کہتے ہیں:

إن وصفه صلى الله عليه وسلم بالبشرية يجب أن يقترب بما يميزه من عامة البشر من ذكر الخصائص الفريدة ومن مناقبة الحميدة وهذا ليس خاصاً به صلى الله عليه وسلم بل هو عام في حق جميع رسل الله سبحانه وتعالى لتكون نظرنا إليهم لاثقة بمقامهم وذلك لأن ملاحظه البشرية العادية المجردة فيهم دون غيرها هي نظرية جاهلية شركية. [هو الله: ۸۴]

جب نبی ﷺ کا بشر ہونا ذکر کیا جائے تو واجب ہے کہ اس کے ساتھ آپ کے یکتا خصائص اور قابلِ تعریف مناقب کو بھی بیان کیا جائے تاکہ علمۃ البشر سے آپ ممتاز ہو جائیں اور یہ حکم آپ ﷺ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے تمام رسولوں کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ تاکہ اُن کی طرف ہماری نظر اُن کے مرتبہ کے مطابق ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسولوں کے بارے میں اور اوصاف کو چھوڑ کر محض عام بشریت کا لحاظ کرنا جہل اور مشرکانہ نظریہ ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ مشرکین کہتے تھے کہ: یہ ہماری طرح کے بشر ہیں۔ اس میں تو کمالاتِ نبوت کی نفی

ہے، یہ نظریہ واقعی جاہلانہ نظریہ ہے۔ لیکن اس قید کے بغیر کسی نبی کو محض یہ کہنا کہ: ”ہو بشر“ جاہلی نظریہ نہیں ہے کیونکہ اس میں کمالات کی نفی نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ عدم ذکر ہے۔ اور ضرورت کے وقت نبی ﷺ کے نوع انسانی سے ہونے کا اظہار ہے۔ جہاں آپ کی جنس کا بیان مقصود ہو وہاں صرف ”بشری“ کہنا مناسب ہے۔ جیسے: ”ان نحن الا بشر مثلکم۔ یعنی ہم تو صرف تمہارے جیسے بشر ہیں۔“ جس وقت لوگ رسول کی بشریت کے منکر ہوں اور آپ کو نور من نور اللہ کہتے ہوں وہاں صرف بشر کہنا واجب ہو جاتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زبان سے کہلوا یا: ”هل كنت الا بشراً رسولا۔ میں صرف بشر ہوں جسے خدا نے رسالت عطا فرمائی ہے۔“ اور آپ سے یہ بھی اعلان کرایا گیا: ”قل انما انا بشر مثلکم آپ برملا کہہ دیں کہ میں تو جنس کے لحاظ سے تمہارے جیسا بشر ہی ہوں۔“ رہی مرتبے کی بات وہ ہے

بعد از خدا بزرگ تو کی قصہ مختصر

یہ سب پیش بندیاں ہیں کہ بعد والے لوگ نبیوں کو بشریت سے نکال کر نور محض نہ بنادیں۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری نے اپنے خطبات میں فرمایا ہے کہ: ”جو عالم ان چار منصوصات کا انکار کرے اور کہے کہ حضور ﷺ عالم الغیب ہیں، حاضر ناظر ہیں، مختار کل ہیں اور آپ کی بشریت کا منکر ہو وہ یقیناً کافر ہے۔ رہے عوام الناس وہ بے علمی کی وجہ سے معذور سمجھے جاسکتے ہیں۔“

جناب مالکی کے چند اور رضا خانی نظریات:

اکابر اہل سنت حضرات دیوبند اور رضا خانیوں کے مابین بنیادی اور اصولی اختلاف جن چار مسائل کے گرد گھومتا ہے، یعنی [۱] علم غیب۔ [۲] حاضر ناظر۔ [۳] مختار کل۔ [۴] بشریت رسول۔ اور ان چاروں کی بابت ہم جناب مالکی صاحب کی اپنی عبارات سے اُن کے رضا خانی ہونے کے ٹھوس شواہد پیش کر چکے ہیں۔ اب ہم چند دیگر مسائل کے بارے میں جناب مالکی صاحب کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔ جس سے یہ بات مزید کھڑکھڑائی جائے گی کہ جناب مالکی صاحب کے تقریباً تمام افکار رضا خانی نظریات کے بالکل مطابق ہیں۔ عقائد و نظریات دیوبند سے اُن کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔

(۱)..... استغاثہ یا استعانت من الرسول:

حدیث رسول ہے: ”لا يستغاث بي انما يستغاث بالله یعنی مجھ سے مدد نہ مانگا کرو! استغاثہ صرف خدا سے ہو سکتا ہے۔“ مکی مالکی صاحب ایک جگہ خود بھی کہتے ہیں: ”لا يطلب من العبد مالا يقدر عليه۔ [مفہیم: ۱۹۷] بندے سے وہ چیز نہیں مانگنی چاہئے جس پر وہ قادر نہ ہو۔“ نبی ﷺ نے صحابہ کو یہی سکھایا کہ بندے سے وہ چیزیں نہیں مانگنی چاہئیں جن پر وہ قادر نہ ہو۔ مالکی صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں: جو امور

اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں ابن تیمیہ نے اُن کا خلاصہ ذکر کیا ہے، بالکل ہمارا بھی وہی عقیدہ ہے، ہم بھی اُسی کے قائل ہی جو شیخ نے فرمایا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہ کا ایک حق ہے، اُس میں کوئی مخلوق اُس کی شریک نہیں۔ عبادت اللہ کے سوا کسی کے لیے صحیح نہیں، اُسی سے دعا کرنی چاہئے اور اُسی کو پکارنا چاہئے۔“ لیکن اس کے برخلاف مالکی صاحب ہی مفاہیم کے صفحہ ۷۶ پر فرماتے ہیں کہ: ”حضرات صحابہ حضور علیہ السلام سے غیر مقدور العباد اشیاء کو طلب کرتے تھے اور حضور علیہ السلام ان کی مرادیں پوری فرماتے تھے۔ عبارت ملاحظہ ہو!“ وہ کذا کل ما طلب منه صلی اللہ علیہ وسلم من خوارق العادات كشفاء الداء العضال بلا دواء وإنزال المطر حين الحاجة إليه ولا سحاب وغيره ذلك، فهو مما لا يدخل تحت قوة البشر عامة، فكان يجب إليه لا يقول عليه السلام: إنكم أشركتم فجددوا إسلامكم فإنكم طلبتم مني ما لا يقدر عليه إلا الله.“ [مفہیم: ۱۷۵]

دوسرے مقام پر لکھا ہے: ”وقد كانت الصحابة يستغيثون به صلی اللہ علیہ وسلم ويطلبون منه الشفاعة ويشكون حالتهم ويطلبون منه ويسألونه انه ليس إلا واسطة وسببا في النفع والضرر والفاعل حقيقة هو الله.“ [مفہیم: ۱۲۸] ایسے ہی جو کچھ بھی آپ سے طلب کیا جاتا خواہ وہ خرق عادت ہو جیسے مزن بیماری بغیر دوا کے اور بارش کا برسانا جبکہ بادل بالکل نہ ہو اور اس کے علاوہ بھی تو سب وہ کام جو علامتہ الناس کی قدرت میں نہیں ہیں، جب یہ چیزیں آپ سے مانگی جاتیں تو آپ عطا کر دیتے تھے۔ حضور علیہ السلام یہ نہیں فرماتے تھے کہ تم یہ (غیر مقدور العباد) چیزیں مانگ کر مشرک ہو گئے اس لیے تجدید اسلام کرو۔“

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ”اصحاب کرام آنحضرت ﷺ سے استغاثہ کیا کرتے تھے، آپ سے طلب شفاعت کرتے تھے، اپنے حالات کی شکایت کرتے تھے، آپ سے مانگتے تھے، سوال کرتے تھے، اس سارے معاملہ میں آپ صرف واسطہ اور سبب ہوتے تھے، نفع ضرر حقیقتہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔“

سوال:

کیا ابن تیمیہ نے اللہ کے حق کی یہی تشریح کی ہے کہ خرق عادت چیزیں اور خواص خداوندی بھی حضور سے طلب کیا کرو؟ وہ تو فرماتے ہیں: عبادت اللہ کے سوا کسی کے لیے صحیح نہیں، اُسی سے دعا کرنی چاہئے اور اُسی کو پکارنا چاہئے، مگر آپ لوگوں کو حضور ﷺ سے مانگنا اور حضور سے دعا کرنا سکھا رہے ہیں کہ جو خرق عادت بھی حضور سے مانگتے تھے حضور اُن کی مانگ پوری کر دیتے تھے۔ اور یہ ابن تیمیہ پر تہمت لگا رہے ہیں۔ کیونکہ وہ تو حضور ﷺ سے دعا اور پکار کی نفی کر رہے ہیں۔ اور آپ اس کی ترغیب دے رہے ہیں اور

صحابہ کو بھی اس فعل غیر مشروع میں ملوث بتا رہے ہیں۔

صحیح بات یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ سے صرف دعا کے لیے کہتے تھے اور آپ دعا کر دیتے تھے اور کبھی بطور معجزہ زخم پر ہاتھ پھیر کر اس کو اچھا کر دیتے تھے اور معجزہ آپ کے اختیار میں نہیں ہوتا تھا جب خدا چاہتا تھا تو ہو جاتا تھا اور جب نہیں چاہتا تھا نہیں ہوتا تھا۔ بارش کا برسنا بھی خاصہ خداوندی ہے، حضور علیہ السلام صلوٰۃ الاستسقاء پڑھتے یا صرف دعا کرتے تھے بادل گھر کر آ جاتے تھے اور جل تھل ہو جاتا تھا۔ یہ ہماری تشریح قرآنی تصریح و یسزل الغیث کے بالکل خلاف ہے، اس لیے ناقابل تسلیم ہے بارش خدا برساتا تھا، دعا حضور علیہ السلام کرتے تھے۔ تو اس سے خرق عادت پر حضور علیہ السلام کی قدرت کیسے ثابت ہوگئی؟ رہی طلب شفاعت تو وہ حضور کے تحت القدرت ہے ہی۔ جیسے بخاری میں ہے:

”یا رسول اللہ! هلکت الأموال انقطعت السبل فادع الله أن یغیثنا، قال فرفع رسول الله صلى الله علیه وسلم یدیه فقال: اللهم اسقنا اللهم اسقنا اللهم اسقنا الخ. یا رسول اللہ! مال ہلاک ہو گئے، راستے بندے ہو گئے، آپ اللہ سے دعا کریں اللہ ہمیں بارش دے تو رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور بارش ہوئی اور خوب ہوئی اور سات دن تک ہوئی پھر آپ سے دعا منگوائی گئی تو بارش بند ہوئی۔“

ایسے تمام معاملات میں حضور دعا فرماتے تھے تصرف نہیں کرتے تھے۔ یا پھر بطور معجزہ وہ کام سرانجام ہو جاتا تھا۔ اور شفاعت تو آپ ﷺ نے خود کرنی ہے۔ لہذا کوئی اشکال نہیں۔

(۲)..... ارواح مدد کو آتی ہیں:

مالکی صاحب لکھتے ہیں: ”ولا شک أن الأرواح لها من الانطلاق والحرية ما يمكنها من أن تجیب من ینادیها وتغیث من یتغیثها کالأحیاء سواء بسواء بل أشد وأعظم [مفہیم: ۱۸۰] اور کوئی شک نہیں ارواح کو اتنی آزادی حاصل ہے جس سے اُن کے لیے ممکن ہوتا ہے کہ وہ زندوں کی طرح بلکہ اُن سے بھی بڑھ کر اپنے پکارنے والوں کو جواب دیں اور اپنے سے فریاد کرنے والوں کی فریاد سنی کریں۔“

دوسری جگہ لکھتے ہیں: ”تصرفات الأرواح علی نحو تصرفات الملائكة لا تحتاج إلى مماسة ولا آلة فلیس علی نحو تعرف من قوانین التصرفات عندنا، فإنها من عالم آخر. [مفہیم] یعنی فرشتوں کے تصرفات کی طرح ارواح کے تصرفات کے لیے بھی چھونے کی یا کسی آلہ کی

ضرورت نہیں ہوتی۔ ہمارے ہاں تصرفات کے جو قوانین اور ضابطے ہیں وہ ارواح کے ہاں نہیں ہیں کیونکہ وہ دوسرا عالم ہے۔“

پھر فرماتے ہیں: ”حيث ثبت حياة الأرواح بالأدلة القطعية ولا يسعنا بعد ثبوت الحياة إلا إثبات خصائصها، فإن ثبوت الملزوم يوجب ثبوت اللازم كما أن نفى اللازم يوجب نفى الملزوم كما هو معروف. [مفاهيم] جب قطعی دلائل سے ارواح کی حیات کے ثبوت کے بعد ہمیں حیات کے بعد حیات کے خصائص کو بھی ماننا پڑے گا کیونکہ ملزوم کا ثبوت لازم کے ثبوت کا موجب ہوتا ہے جیسا کہ لازم کی نفی ملزوم کی نفی کو واجب کرتی ہے۔“

اس کے بعد وہ لکھتے ہیں: ”وأي مانع عملاً من الاستعاذة إلى الله بها والاستمداد منها كما يستعين الرجل بالملائكة في حوائجه أو كما يستعين الرجل بالرجل وأنت بالروح لا بالجسم إنسان. [مفاهيم] اور ارواح کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے استغاثہ کے طور پر ارواح سے استعانت میں آخر کون سی عقلی دلیل مانع ہے؟ یہ استعانت اور مدد طلبی ایسی ہی ہے جیسے ایک آدمی اپنی ضروریات کو پوری کرنے کے لئے فرشتوں سے کرتا ہے یا جیسے ایک آدمی دوسرے سے کرتا ہے اور تم روح کی وجہ سے انسان ہونہ کہ محض جسم کی وجہ سے۔“

ان تمام اقتباسات کا حاصل یہ ہے کہ انسان کو اپنی امداد کے لیے خدا سے مانگنے کی کوئی ضرورت نہیں، وہ روحوں اور فرشتوں سے استمداد کیا کرے۔ مالکی صاحب کہتے ہیں روحيں چونکہ زندہ ہیں لہذا اُن سے مدد مانگنے میں کوئی قباحت نہیں۔ تو جناب کیا جو بھی چیز زندہ ہو اُس سے مدد مانگنی ضروری ہے؟ پھر ہمیں سب جانوروں سے بھی مدد مانگنی چاہئے۔ اگر ایک مانع ہے کہ خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں: لا تدعوا مع الله احداً. اللہ سے تودعا کرو کسی اور سے نہیں۔“ اور قرآن نے کہا ہے: ”وإياك نستعين. اے خدا ہم صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں نہ کہ تیرے غیر سے۔“ خدا کے ساتھ اس وعدے کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا: ”إذا استعنت فاستعن بالله. یعنی تجھے کسی مدد کی ضرورت ہو تو اللہ سے مانگا کرو۔“ اس لیے فرشتوں سے مدد مانگنا بھی جائز نہیں نہ ہی ارواح سے۔ مالکی صاحب کی یہ دلیل انتہائی عجیب ہے کہ چونکہ روحوں کی حیات قطعی طور پر ثابت ہے اس لیے اُن سے مانگنا چاہئے۔ پھر تو اس دنیا میں سات ارب انسان زندہ ہیں پہلے ہم اُن کی طرف متوجہ ہوں۔ جب ہم ان سے مانگ کر فارغ ہو جائیں گے پھر فرشتوں اور روحوں کی طرف متوجہ ہوں گے۔ یا جب خدا ہمیں دینے سے انکار کر دے گا پھر ان سے ناطہ جوڑ لیں گے۔ جیسے جب تک حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ حیات تھے خلفاء اور مریدین اُن سے تربیت کراتے رہے، جب وہ

فوت ہو گئے تو جناب کی مالکی صاحب کی طرف رجوع کر لیا۔ مگر اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ پیر کی وفات کے بعد کسی زندہ پیر کی طرف رجوع کرنا بالکل منع ہے۔ نہیں! جب مزید تربیت و اصلاح کی ضرورت ہو تو کسی دوسرے متبع سنت پیر سے رجوع کرنا جائز ہے۔ بلکہ بعض حالات میں مستحب ہے۔ لیکن مبتدع فی العقیدہ اور مبتدع فی العمل کی طرف رجوع کرنا بالکل ناجائز اور حرام ہے۔ اس فرق کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔
رفع اشتباہ اور وسیلہ:

کوئی شخص اس سے یہ نہ سمجھ لے کہ میں وسیلے کا منکر ہوں۔ حاشا وکلا! وسیلہ تو قرآن سے ثابت ہے۔ ”یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ (سورۃ مائدہ) یعنی اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔“ علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت سے توسل بالمقتدیلین کو جائز قرار دیا ہے اور تصریح کی ہے کہ اس کا قائل بھی توسل بالصفات کرتا ہے۔

اور متعدد احادیث سے بھی یہ ثابت ہے۔ عن عمر بن الخطابؓ قال فی واقعة العباس رضی اللہ عنہ اللہم إنا کنا نتوسل إلیک بنبینا صلی اللہ علیہ وسلم فتسقینا، إنما نتوسل إلیک بعم نبینا فاسقنا! قال فیسقون۔ [صحیح بخاری: ۱۲۷۱] حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ انہوں نے دعا کی کہ: اے اللہ! ہم تجھ سے تیرے نبی پاک ﷺ کے وسیلہ سے دعا کیا کرتے تھے اور تو بارش برسا دیتا تھا۔ اب وہ تو نہیں ہیں، ہم تیرے نبی کے چچا کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں۔ تو ہمیں بارش دے! راوی کہتا ہے بارش ہو گئی۔“

”وعن عثمان بن حنیفؓ أن رجلاً ضریر البصر أتى النبی ﷺ فقال: أدع اللہ أن یعافینی، قال: إن شئت صبرت فهو خیر لک، قال: فادع! قال: فأمره أن يتوضأ فأحسن وضوءه ویدعوا بهذا الدعاء: اللہم إنی أسئلك وأتوجه إلیک بنبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمة، إنی توجہت بک إلی ربی فی حاجتی هذه لتقضى لی اللہم فشفعه فی۔ [جامع ترمذی: ۱۹۷۲] عثمان بن حنیفؓ سے روایت ہے کہ ایک نابینا آدمی نبی پاک ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے لیے دعا کر دیں اللہ مجھے عافیت دے۔ آپ نے فرمایا: اگر تو چاہے تو صبر کرے جو تیرے لیے بہتر ہے۔ (اور اگر چاہے تو میں دعا کر دوں) اُس نے کہا: آپ دعا کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اچھی طرح وضو کر کے اور پھر یہ دعا کر: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے نبی پاک محمد ﷺ کو متوجہ کر کے جو نبی رحمت ہیں۔ اور میں آپ کو متوجہ کرتا ہوں اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں تاکہ میرے لیے وہ پوری کر دی جائے۔ اے اللہ! پس تو اس کی شفاعت کو قبول فرما۔“ [ترمذی شریف]

حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت عباسؓ کے اس قصے سے نیک لوگوں کے وسیلے سے دعا کرانے کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔ لہذا وسیلہ دینا بالکل برحق ہے اور ہم اسی کے قائل ہیں۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ جس کو وسیلہ بنایا جائے اُسے وسیلہ ہی رہنے دیا جائے، اُسے مقصود بنا کر اُسی سے دعا نہ شروع کر دی جائے، جیسے مالکی صاحب نے ارواح اور فرشتوں کو وسیلہ نہیں بلکہ مقصود بنا دیا کہ خود اُن سے دعا کر رہے ہیں۔ مانگنا بہر حال اللہ سے ہے، ان نیک لوگوں کی عزت و حرمت اور تقرب الی اللہ کو واسطہ بنایا جائے تو ٹھیک ہے، کوئی حرج نہیں۔

(۳)..... مجالس میلاد:

مالکی صاحب فرماتے ہیں: ”وقد کتبنا عن المولد النبوی ﷺ کثیراً و تحدثنا عنه فی الإذاعة والمجامع العامة مراراً بما یذهب معه وضوح مفہومنا عن المولد الشریف. [حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف] ہم نے نبی ﷺ کے مولود پر بہت کچھ لکھا ہے اور اس کے متعلق ریڈیو میں اور عام مجموعوں میں کئی دفعہ گفتگو کی ہے۔ اتنا کہ اس سے مولود شریف کے متعلق ہمارے مفہوم کی پوری طرح وضاحت ہو جاتی ہے۔“

مالکی صاحب کو مولود شریف کے اجتماعات کا اتنا شوق ہے کہ فرماتے ہیں کہ:

”مولود شریف کے یہ اجتماعات حرمین شریفین میں ہماری طرف سے پورے سال میں اس شکل اور ھمیت مخصوصہ کے ساتھ منائے جاتے ہیں جس کی کوئی نظیر نہیں اور اسی طرح ہر خوشی کے موقع پر محفلیں منعقد کی جاتی ہیں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ہر شب و روز ہماری طرف سے یہ اجتماعات ہوتے ہیں اور لوگ پوری رغبت کے ساتھ ان میں شریک ہوتے ہیں۔“

میں کہتا ہوں ہمارے اکابر نے مولود اور اس جیسی دیگر بدعات کو ختم کرنے کے لیے اپنی زندگیاں لگا دیں، طعن و تشنیع سنا، اپنے اوپر وہابی اور کافر ہونے کے فتوے لگوائے۔ جبکہ مالکی صاحب ان بدعات کی پر زور ترغیب دے رہے ہیں۔ پھر بھی وہ اقرب الی الدیوبند یہ ہیں۔!! ”برعکس نہند زنگی کا فو“ ایسے ہی مواقع کے لیے کہا گیا ہے۔ اور ہمارے سادہ لوح خلفاء و معتقدین ان بدعتوں کو رواج دینے کے لیے مالکی صاحب کی تائید و تصویب کر رہے ہیں۔ اور پھر بھی حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے اپنی نسبت کو محفوظ اور مضبوط سمجھتے ہیں۔ میں بالیقین کہتا ہوں کہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ اگر اپنے ان نام نہاد خلفاء کی یہ حرکتیں دیکھتے تو خلافتیں منسوخ کر دیتے۔

(غیر مطبوعہ)

مالكى قادري بھائی بھائی

بسلسلہ علماء و مشائخ کنونشن لاہور منعقد ۲۰ نومبر ۱۹۹۵ء

تحريك منہاج القرآن كے باني پروفيسر طاہر القادري صاحب نے ۲۰ نومبر ۱۹۹۵ء كولاہور ميں علماء و مشائخ كا ايك كنونشن منعقد كيا تھا۔ جس ميں دوسرے علماء و مشائخ كے علاوہ مكہ مكرمہ سے جناب مولانا محمد علوى بكى مالكى بھى تشریف لائے تھے۔ پروفيسر طاہر القادري صاحب نے ان كا شاندار استقبال كيا۔ جس كى رونداد بحوالہ ماہنامہ منہاج القرآن (دسمبر ۱۹۹۵ء) ميں شائع ہوئى۔ حضرت قائد اہل سنت كا يہ تبصرہ اُسى حوالے سے ہے۔

نيز يہ طويل مضمون ماہنامہ حق چار يار كى متعدد اقساط ميں شائع ہوا۔ ہم نے ہر قسط كى آخر ميں شمارہ كى نشاندہى كرى ہے۔ [مرتب]

تحريك منہاج القرآن كے سرپرست اعلیٰ پروفيسر ڈاكٲر طاہر القادري نے ماڈل ٹاؤن ميں عالمى علماء و مشائخ كنونشن سے خطاب كرتے ہوئے كہا كہ:

كنونشن سے راہ حق كے مسافروں كو ايك نيا ولولہ عطا ہوگا۔ انہوں نے كہا كہ حكومت اور اپوزيشن دونوں نے اپنے اپنے دور اقتدار ميں قومى خزانے كو دونوں ہاتھوں سے لوٹا۔ سياسى بنيادوں پر بھرتى كر كے ميرٹ كى دھجياں اڑائیں اور قيام پاكستان كے حقيقى مقاصد سے غدارى كى ہے۔ دونوں دھڑے قومى مسائل كے حل ميں ناكام رہے۔ ان كى باہمى جنگ اقتدار نے پورى قوم كو سياسى اور اخلاقى اعتبار سے ديوالیہ كر ديا ہے۔ انہوں نے كہا كہ اسلامى تحريكوں اور جہادى قافلوں كے خلاف زبردست پروپيگنڈہ كر كے نفسياتى طور پر ہمیں اسلام كے بارے ميں معذرت خواہانہ لہجہ اختيار كرنے پر مجبور كيا جا رہا ہے۔ اس صورت حال كا مقابلہ كرنے كے لئے ہمیں ہر سطح پر جذبہ جہاد كو بيدار كرنا ہوگا۔ انہوں نے كہا كہ تحريك منہاج القرآن ۱۹۹۵ء كو سال جہاد كے طور پر منارہى ہے۔

كنونشن ميں ۱۵ ممالك كے مندوبين اور خواتين سميت ہزاروں افراد نے شركت كى۔ غير ملكى مندوبين اور ديگر مقررین نے كہا كہ گستاخ رسول كى طرح گستاخ صحابہ كو بھى معاف نہيں كيا جائے گا۔

اس کنونشن میں فکری، نظریاتی اور ثقافتی محاذ پر باطل اور طاغوت کی یلغار کے خلاف جہاد کا اعلان کیا گیا۔ اعلامیہ میں کہا گیا کہ الیکٹرانک میڈیا کا قبلہ درست اور فحاشی کے سیلاب کو روکا جائے۔ محکمہ اوقاف کو ختم کر کے اس محکمہ کے زیر اہتمام مزارات و مساجد کو شریعت کے تقاضوں کے مطابق منظم کر کے علماء و مشائخ پر مشتمل خود مختار بورڈ کے حوالے کیا جائے۔

مختلف فقہی مسلک ایک دوسرے کو برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کریں۔ کنونشن سے علامہ نفیس الرحمن، ڈاکٹر عبدالجید اعوان، ریٹائرڈ چیف جسٹس غلام مجدد مرزا، صاحبزادہ رفیق شاہ (افریقہ)، علامہ سید خورشید علی گیلانی، مجیب الرحمن شامی، علامہ مفتی جمیل احمد، پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد، الشیخ تاج اسد محمد علی (متحدہ عرب امارات)، استاد سید قیام الدین غازی (تاجکستان) علامہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر شاہ (مصر)، علامہ نور محمد ثاقب (رہنمائے طالبان) الشیخ محمد الخطیب، علامہ محمد شاہ فضل (افغانستان) اور الامام السید محمد بن علوی المالکی نے بھی خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ چودہ سو سال سے عیسائی اور یہودی عالم اسلام کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔ عالمی سامراج نے مسلمانوں کو کچلنے کے لیے صلیبی جنگوں کا آغاز کر رکھا ہے۔ مقررین نے پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی اسلامی خدمات کی تعریف کی اور انہیں اسلامی تحریک کا داعی قرار دیا۔

(جنگ لاہور، ۲۱/ نومبر ۱۹۹۵ء ۲۷ جمادی الاول ۱۴۱۶ھ)

علماء و مشائخ کنونشن کی جھلکیاں:

۲۵/ ہزار افراد شریک ہوئے۔ نمازیں پڑا ل میں پڑھی گئیں۔ ایک مہمان نے کنونشن کے شرکاء کو کھانا کھلانے کے لیے قریباً ایک لاکھ دینار دیئے۔

پروفیسر طاہر القادری نے اعلان کیا کہ جدہ سے آئے ہوئے الامام السید محمد بن علوی المالکی نے مجھے زبردستی ایک لاکھ روپے کے قریب دینا دیے اور کہا کہ یہ کنونشن کے شرکاء کے کھانے کے لیے ہیں۔ جب پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری خطاب کے لیے آئے تو تمام شرکاء نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا۔

پی پی پی آئی کے مطابق طاہر القادری کی تقریر کی وجہ سے ادارہ ”منہاج القرآن“ میں مغرب کی اذان قریباً ۱۵ منٹ تاخیر سے دی گئی تاکہ ان کی تقریر کا تسلسل نہ ٹوٹے۔ اس دوران مؤذن کو پیغام پہنچایا گیا کہ وہ علامہ طاہر القادری کی تقریر کی تکمیل تک انتظار کرے۔ [ایضاً ”جنگ“ لاہور ۲۱/ نومبر ۱۹۹۵ء]

مجیب الرحمن شامی:

مشہور صحافی اور کالم نگار مجیب الرحمن شامی اس ”منہاج القرآن کنونشن“ سے متعلق اپنے کالم جلسہ

عام میں بعنوان ”قادری وارنگ“ لکھتے ہیں:

”پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری کو اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ بہت وافر مقدار میں عطا کر رکھا ہے۔ اردو کے ساتھ ساتھ انگریزی اور عربی میں بھی اظہارِ خیال پر قدرت رکھتے ہیں اور ان سب زبانوں میں ان کے خطیبانہ جوہر کھلتے ہیں۔ ان کے عقیدت مند اور مداح ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں دور و نزدیک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان میں سے بہت سوں کو انہوں نے گزشتہ دنوں اپنے ارادہ منہاج القرآن کے مرکزی دفتر کے سامنے پھیلے ہوئے وسیع پارک میں جمع کیا۔ اس تقریب کو عالمی علماء و مشائخ کنونشن کا نام دیا گیا تھا اور طاہر القادری صاحب کا اعلان یہ تھا کہ جو ہزاروں افراد ان کے سامنے کرسیوں پر بیٹھے ہیں وہ سب علماء و مشائخ ہیں۔ ان کے کارکن تو بس ان کی خدمت کے لیے ان کے ساتھ آئے ہیں یا ان کے درمیان موجود ہیں، اس لحاظ سے وہ بنارس کی سنی کانفرنس (جس میں علماء و مشائخ کی کثیر تعداد نے تحریک پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا تھا) کے بعد اس اجتماع کو اہل سنت کا سب سے بڑا کنونشن قرار دے رہے تھے۔

پروفیسر صاحب نے لکھا بھی بہت ہے اور بولا بھی بہت ہے۔ وہ مسلکاً بریلوی ہیں۔ تصوف سے گہرا شغف رکھتے ہیں اس لیے بعض اوقات صوفیانہ موٹو گانیوں میں اُلجھ جاتے ہیں اور اس طرح کے نکتے بیان کر گزرتے ہیں کہ جن کی داد دینے کے لیے چیتے کا جگر چاہیے۔ سوخویوں کی ایک خوبی ان میں یہ ہے کہ وہ بریلوی ہونے کے باوجود دعوتِ دین کی دیتے ہیں، کسی کو مسلک کی طرف نہیں بلاتے..... ان کے ہاں فرقہ بندی ہے نہ فرقہ بازی، وہ مسلمانوں کو لڑانے والے نہیں، انہیں جگانے والے ہیں۔۔۔ علماء و مشائخ کنونشن میں بھی بڑے بڑے سکے بند موجود تھے۔

سعودی عرب سے تشریف لانے والے محمد بن علوی مالکی سے لے کر جنوبی افریقہ کے رفیق شاہ اور مولانا عبدالرؤف تک ان کی بلائیں لے رہے تھے۔ پیر صاحب دیول شریف کے فرزند ارجمند اور پیر کرم شاہ صاحب کے صاحبزادے امین الحسنات بھی۔ لاہور ہائی کورٹ کے سابق چیف جسٹس غلام مجدد مرزا بھی رونق افروز تھے۔“ (”جنگ“ راولپنڈی ۲۵ نومبر ۱۹۹۵ء)

طاہر القادری کا مسلک و موقف:

پروفیسر طاہر القادری بریلوی مسلک کے ہیں اور انہوں نے اس عظیم کنونشن میں بریلوی علماء و مشائخ کو ہی مدعو کیا ہے۔ جن میں مولانا محمد بن علوی مکی مالکی بھی ہیں۔ جن کو ”الامام“ قرار دیا گیا ہے۔ پروفیسر صاحب موصوف نے ۱۹۹۰ء کے الیکشن میں حصہ لینے کے لئے پاکستان عوامی تحریک کی بنیاد رکھی تھی۔ جس طرح انہوں نے اس کنونشن میں مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کی دونوں بڑی سیاسی جماعتوں کو لاکارہے اسی طرح انہوں نے ۱۹۹۰ء کی الیکشن مہم کے دوران نوائے وقت راولپنڈی ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۰ء میں ایک اشتہار شائع کیا تھا جس

میں انہوں نے انگلیوں سے وی (وکٹری) کا نشان بنایا تھا اور قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ: ”دونوں دھڑوں کے بدعنوان اور آزمائے ہوئے سیاسی شاطروں کو مسترد کر کے مصطفوی انقلاب کے قافلے کے سپاہی بنیں اور پاکستان عوامی تحریک کے نامزد کردہ باصلاحیت بے داغ اور انقلابی اسلامی سوچ رکھنے والے محبت و وطن امیدواروں کو منتخب کر کے انقلابی قوت کے ہاتھ مضبوط کریں۔“

انقلابی سوچ کا نتیجہ:

لیکن اس انقلابی سوچ کا نتیجہ یہ نکلا کہ قومی اسمبلی کے لئے قادری صاحب کے سارے امیدوار شکست کھا گئے۔ پاکستان بھر میں ایک امیدوار بھی کامیاب نہ ہوا اور ان کی تیسری سیاسی قوت الیکشن سیلاب میں تنکوں کی طرح بے نام و نشان ہو کر رہ گئی۔ اس کے بعد انہوں نے دھاندلی کا الزام لگا کر صوبائی الیکشن کا بائیکاٹ کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سہ فریقی اتحاد:

پروفیسر طاہر القادری صاحب نے سیاسی متحدہ قوت پیدا کرنے کے لئے اپنی پاکستان عوامی تحریک مولوی ساجد علی نقوی کی تحریک نفاذ فقہ جعفریہ اور ریٹائرڈ ایئر مارشل اصغر خان کی تحریک استقلال پر مشتمل ایک سہ فریقی اتحاد قائم کیا جس کے لئے ۱۰ جنوری ۱۹۹۰ء کو ایک پمفلٹ بنام اعلامیہ وحدت شائع کیا جس پر پاکستان عوامی تحریک کی طرف سے پروفیسر طاہر القادری، مولانا احمد علی قصوری اور مولانا معراج الاسلام اور تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کی طرف سے ساجد علی نقوی، علی الموسوی اور مولوی موسیٰ بیگ (مدرس جامعہ المنتظر لاہور) کے دستخط تھے۔ اس تحریری معاہدہ سے ثابت ہوا کہ پروفیسر طاہر القادری صاحب پاکستان میں نفاذ فقہ جعفریہ کے حامی ہیں۔ اس وقت مولوی ساجد علی نقوی کی جماعت کا نام تحریک نفاذ فقہ جعفریہ تھا۔ (اب انہوں نے اپنی پارٹی کا نام صرف تحریک جعفریہ رکھا ہے اور وہ ملی یکجہتی کونسل کے بھی اہم رکن ہیں۔) اس سہ فریقی سیاسی اتحاد کے بعد ہی یہ نتیجہ نکلا کہ ایئر مارشل اصغر خان اور ساجد علی نقوی صاحب نے پروفیسر طاہر القادری صاحب کو چھوڑ کر بے نظیر کی پیپلز پارٹی سے اتحاد کر لیا اور پروفیسر صاحب تنہا رہ گئے۔

طاہر القادری اور خمینی:

ایرانی انقلاب کے بانی خمینی صاحب کی وفات پر پروفیسر طاہر القادری کا حسب ذیل بیان اخبارات نے شائع کیا:

”پاکستان عوامی تحریک کے چیئرمین علامہ طاہر القادری نے کہا:

”آیت اللہ خمینی نے حضرت علیؑ کی زندگی گزاری اور امام حسینؑ کی طرح دنیا سے رخصت ہوئے۔ امام خمینی خود تو زمین کے پیٹ میں چلے گئے مگر زمین کی پیٹھ پر چلنے والے لاکھوں انسانوں کو جینے کا سلیقہ سکھا گئے۔“ ان خیالات کا اظہار انہوں نے گزشتہ روز امام خمینی کی یاد میں منعقدہ ایک تعزیتی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔“ (ملاحظہ ہو ماہنامہ ”حق چار یاڑ“ نومبر ۱۹۹۰ء بحوالہ ”جنگ“ ۸/ جون ۱۹۸۹ء ہفت روزہ ”شیعہ“ لاہور ۱۶/ جون ۱۸۸۹ء)

محبب الرحمن شامی اور طاہر القادری:

یہ ہے پروفیسر طاہر القادری صاحب کا مذہب و مسلک جس کے بارے میں محبب الرحمن شامی یہ لکھ رہے ہیں کہ:

”ان کے ہاں فرقہ بندی ہے نہ فرقہ بازی، وہ مسلمانوں کو لڑانے والے نہیں۔ انہیں جگانے والے ہیں اور اتحاد کے راستے پر لگانے والے ہیں۔“

حالانکہ خمینی صاحب نے اپنی کتاب ”کشف اسرار“ میں بعنوان: ”مخالفت ہائے ابوبکر با نص قرآن“ (ابوبکر نے قرآنی آیات کی مخالفت کی ہے) یہ لکھا ہے کہ: ابوبکرؓ نے فاطمہؓ کا مطالبہ فدک تسلیم نہیں کیا اور اس پر اور ان کی اولاد پر ظلم و ستم کیا اور خالد بن ولیدؓ پر حد نہیں لگائی۔ [کشف اسرار: ۱۳۹]

اس کے بعد خمینی صاحب نے عنوان قائم کیا ہے ”مخالفت عمر با قرآن خدا“ اس کے بعد لکھا ہے: ”ایں جابعضی از مخالفت ہائے عمر را با قرآن ذکر می کنیم تا معلوم شود کہ مخالفت با قرآن پیش آنہا۔ چیزی یہ نبودی۔ [کشف اسرار: ۱۶۷] یہاں ہم قرآن سے عمرؓ کی بعض مخالفتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان کے سامنے قرآن کی مخالفت کی کوئی اہمیت نہ تھی۔

تبصرہ:

اہل سنت کے عقیدہ میں رسول اللہ ﷺ کے خلفاء اربعہ (جو قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین ہیں) یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کو حسب ترتیب خلافت ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔ اور ان میں سے پہلے دونوں حضرات روضہ مقدسہ میں حضور رحمت للعالمین ﷺ کے ساتھ قیامت تک کے لئے آرام فرما ہیں اور آنحضرت ﷺ کے طفیل تجلیات الہیہ سے مشرف ہو رہے ہیں۔

علماء دیوبند کا عقیدہ:

اکابر علماء دیوبند نے لکھا ہے کہ قبر اطہر کی جو مٹی وجود پاک سے مس کر رہی ہے وہ عرش کرسی اور

خانہ کعبہ سے بھی افضل ہے۔ اور خمینی نے تو اپنے عقیدہ امامت کی بنا پر ان حضرات کے خلاف جو لکھا ہے وہ واضح ہے، لیکن پروفیسر طاہر القادری صاحب جو محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی نسبت سے قادری کہلاتے ہیں۔ انہوں نے کس عقیدہ کے تحت یہ بیان دیا ہے کہ ”آیت اللہ خمینی نے حضرت علیؑ کی سی زندگی گزاری۔“ [جنگ: ۸/ جون ۱۹۸۹ء]

یہ اسلامی رواداری اور شرعی دیانتداری اور قادری نسبت و روحانیت کی کونسی قسم ہے؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قادری صاحب حب مال اور حب جاہ کے مریض ہیں جہاں سے اور جس طریقے سے ان کو یہ حاصل ہو جائے اس کو غنیمت سمجھتے ہیں۔

خوابوں کی دنیا:

میں نے مندرجہ عنوان کے تحت ماہنامہ حق چار یاڑ میں آج سے قریباً ۵ سال پہلے جو کچھ لکھا تھا۔ وہی قارئین کی واقفیت کے لیے درج ذیل ہے:

”پروفیسر طاہر القادری صاحب خوابوں کی دنیا میں وقت زیادہ گزارتے ہیں۔ ماہنامہ ممکن شیخوپورہ میں موصوف کی تقریر کی وڈیو کیسٹ سے بغیر کسی تصرف و تبدل کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔ اس تقریر میں انہوں نے اپنے خواب بیان کئے ہیں خوابوں کا سلسلہ طویل ہے ان میں سے قارئین کی واقفیت کے لئے یہاں ہم بعض خواب نقل کرتے ہیں۔

”اس دوران آپ ﷺ باہر تشریف لے آتے ہیں۔ آنحضور ﷺ وضو کر کے مجھے دوسرے کمرے میں آنے کا حکم دیتے ہیں۔ صوفی پر آنحضور ﷺ تشریف فرماتے ہیں اور میں آپ ﷺ کے قدموں کو پکڑ کر نیچے بیٹھ جاتا ہوں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ طاہر! میں پاکستان کے علماء دینی جماعتوں اور اداروں کی دعوت پر پاکستان آیا ہوں مگر انہوں نے مجھے دعوت دے کر میری قدر نہیں کی میری میزبانی نہیں کی انہوں نے مجھے دکھ پہنچایا ہے۔ لہذا میں اہل پاکستان سے ناراض اور دکھی ہو کر واپس مدینہ جا رہا ہوں۔ میں یہ باتیں سن کر آپ ﷺ کے قدموں میں گر کر آپ ﷺ کے پاؤں کو چومنے لگتا ہوں اور التجا کرتا ہوں کہ حضور ﷺ پاکستان کو چھوڑ کر مت جائیے۔ حضور ﷺ نے پھر فرمایا۔ پاکستان کے علماء نے مجھے اصرار کر کے بلایا مگر میری عزت نہ کی۔ میں حضور ﷺ سے رورور التجا کرتا رہا کہ آپ ﷺ کسی طرح رک جائیں۔ آخر کار حضور ﷺ پیار اور شفقت فرماتے ہیں۔ غصہ نبوی ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اور فرماتے ہیں اے طاہر! ایک شرط ہے اگر وہ کرو تو رک جاؤں گا۔ پوچھا آقا کیا شرط ہے۔ طاہر! تم میرے میزبان بن جاؤ تب رک جاؤں گا۔ میں نے کہا میں اس قابل ہوں۔ میرے وعدہ کرنے پر آپ مزید سات دن تک قیام فرمانے پر آمادہ ہو گئے پھر ارشاد فرمایا: قادری! ٹھہرنے اور کھانے پینے کا انتظام بھی تمہیں نے کرنا ہوگا۔ مدینہ جانے کا ٹکٹ

بھی تمہارے ذمہ ہے۔ تم ادارہ منہاج القرآن بناؤ۔ میں ضرور آؤں گا۔ الخ“

اسی سلسلے میں پروفیسر صاحب کا ایک یہ خواب بھی ہے کہ:

حضور ﷺ کی اقتداء میں پانچ نمازیں:

میں مدینہ طیبہ میں بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوں۔ اور عہد رسالت ﷺ کے اصل دور کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ ایک دن اور ایک رات آقا (آنحضور ﷺ) نے اپنے کتے (طاہر قادری) کو اپنے پاس ٹھہرایا اور آنحضور ﷺ نے اپنی اقتداء میں پہلی صف میں پانچ نمازیں ادا کرنے کی سعادت بخشی۔ بعد نماز عصر خلفائے راشدین کا مجھ سے تعارف کرایا۔ الخ

(بشکریہ ماہنامہ تمکین شیخوپورہ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ اگست ۱۹۹۰ء ایضاً ماہنامہ حق چاریار نومبر ۱۹۹۰ء)

عجیب و غریب مسلک:

پروفیسر طاہر القادری صاحب خمینی صاحب کے بھی انتہائی درجے کے عقیدت مند ہیں اور خلفائے راشدینؓ کی عقیدت کا بھی دم بھرتے ہیں۔ حالانکہ خمینی صاحب پہلے تین خلفائے راشدینؓ کی خلافت راشدہ بلکہ عقیدہ امامت کی بنا پر ان کو مومن بھی نہیں مان سکتے۔ جس طرح دن اور رات ایک جگہ اکٹھے نہیں ہو سکتے اسی طرح عقیدت خمینی اور عقیدت خلفائے راشدینؓ بھی کسی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ قادری صاحب کی ہی انوکھی سیاست ہے کہ یہ دونوں عقیدتیں اکٹھی کی ہوئی ہیں۔

خدا وندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ سلطانی بھی عیاری ہے، درویشی بھی عیاری
(قطنبر ایک مکمل ہوئی۔ [مرتب])

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چاریار، جنوری ۱۹۹۶ء)



منہاج القرآن اور شیعہ:

گو پروفیسر طاہر القادری صاحب بریلوی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اتنے وسیع الظرف ہیں کہ شیعہ اپنے عقیدہ پر رہ کر بھی منہاج القرآن کا رکن بن سکتا ہے۔ چنانچہ ان کا بیان ہے کہ:

”ہمارے ممبران دیوبندی اہل حدیث اور شیعہ حضرات کی تعداد بیسیوں تک پہنچتی ہے۔“ (ملاحظہ

ہو ماہنامہ ”حق چاریار“ ص ۱۸، فروری ۱۹۹۰ء بحوالہ ”نوائے وقت“ میگزین ۱۹ ستمبر ۱۹۸۶ء)

ادارہ منہاج القرآن کس دین کا غلبہ چاہتا ہے:

کیا منہاج القرآن کا یہ تقاضا تھا کہ حق و باطل کے امتزاج سے ایک تنظیم قائم کی جائے کیا اہل السنّت والجماعت اور اہل تشیع کے مابین اصولی دینی اختلاف نہیں ہے۔ کیا دونوں کا کلمہ اسلام ایک ہی ہے۔ دونوں کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیا شیعہ عقیدہ امامت اور سنی عقیدہ خلافت راشدہ کی بنیاد ایک ہی ہے۔ کیا اہل تشیع قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین (چار یاڑ) امام الخلفاء حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ میں سے پہلے تین خلفائے راشدین کو غیر مومن منافی اور کافر نہیں سمجھتے۔ (العیاذ باللہ) اور کلمہ واذان میں وہ حضرت علی المرتضیٰؓ کے خلیفہ بلا فصل کا اعلان کر کے پہلے تین خلفاء راشدین کی خلافت راشدہ کی تردید اور نفی نہیں کرتے؟ کیا ان حضرات کو وہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت کا غاصب نہیں قرار دیتے؟ فرمائیے ادارہ منہاج القرآن اہل تشیع کو مبرا بنا کر، کس دین کا غلبہ چاہتے ہیں۔

مولانا مالکی مالکی کی تشریف آوری:

مولانا محمد مالکی مکی پروفیسر طاہر القادری کی دعوت پر زیر بحث علماء و مشائخ کنونش لاہور میں تشریف لائے اور انٹرپورٹ پر پروفیسر طاہر القادری صاحب نے ان کا استقبال کیا۔ چنانچہ ماہنامہ ”منہاج القرآن“ دسمبر ۱۹۹۵ء ص ۴۹ پر بعنوان ”الامام السید محمد بن علوی المالکی کی تشریف آوری اور استقبال“ لکھا ہے کہ:

”عالمی علماء و مشائخ کنونش اور جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن کے دوسرے سالانہ کانووکیشن میں شرکت کے لئے بیرون ملک سے تشریف لانے والے مہمانوں میں محدث حرمین شریفین فضیلۃ الشیخ المحدث الکبیر الامام السید محمد بن علوی المالکی مدظلہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جو مکہ مکرمہ سے خصوصی شرکت کے لئے ۱۹ نومبر صبح ساڑھے آٹھ (۸:۳۰) بجے لاہور انٹرپورٹ پر تشریف لائے۔ ان کے استقبال کے لئے خود قائد انقلاب پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری تحریک کے مرکزی رہنما جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن کے اساتذہ کرام اور طلبہ انٹرپورٹ پر پہنچے۔ السید الامام محمد بن علوی المالکی عالم اسلام کے چند جید علماء میں سے ایک ہیں۔ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر ہیں، علم و عمل میں یگانہ روزگار ہونے کے ساتھ آپ کا شمار اہل دل اور صاحب نظر لوگوں میں بھی ہوتا ہے۔ قدرت کا یہ عجیب نظام ہے کہ وہ سعودی عرب کے کٹر متشدد علماء میں رہ کر عقائد اہل سنت کی ترویج و اشاعت باقاعدگی سے کر رہے ہیں۔ عالم عرب و عجم میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جو علوی مکی صاحب کی تصنیفات اور آپ کی خدمات جلیلہ سے ناواقف ہو۔ یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ آج حرم مکہ سے

یہ عظیم علمی روحانی شخصیت زندہ دلان لاہور کے پاس آرہی تھی۔ آپ بسطة فی العلم والجسم کی خوبصورت مثال ہیں۔ چہرے پر علمی و نسبى وجاہت۔ آنکھوں میں حرمین کا تقدس اور سر آپے میں سادات کا رعب و دبدبہ لئے یہ مہمان ذی وقار ٹھیک ۸:۳۰ پر وی آئی پی لاؤنج سے باہر آئے۔ زائرین کی نظریں ایک دفعہ ہی ان کی قامت زیبا پر ٹک گئیں۔ انہیں قائد محترم نے ہار پہنائے اور پھر دونوں نے آپس میں محبت و عقیدت و خلوص کے سارے انداز سمیٹ کر معافہ کیا۔ علوی مالکی صاحب قائد محترم سے بہت محبت کرتے ہیں۔ یہی محبت انہی حرم مکہ سے لاہور منہاج القرآن کے مرکز پر کھینچ لائی تھی۔ پھر لاؤنج سے باہر جامعہ کے طلبہ دورویہ قطار میں پھولوں کی پیتیاں لے کر کھڑے تھے۔ مالکی صاحب کی گاڑی جب ان نوخیز اور مستقبل کے علماء دین کے درمیان سے گزر رہی تھی وہ پوری عقیدت و محبت سے محدث حجاز کا نعروں سے استقبال کر رہے تھے۔ مہمان گرامی کو ادارے کے قریب واقع ظفر اقبال صاحب کے گھر لایا گیا جو ان کی رہائش کے لئے مختص تھا۔ وہاں تھوڑی دیر آرام کے بعد آپ ادارے کے مرکزی دفتر تشریف لائے۔ قائد محترم آپ کے ہمراہ تھے۔ ادارے کے صحن اور باہر سڑک پر ان کے استقبال کے لئے ایک بار پھر پھولوں کی پیتیاں لئے سینکڑوں طلبہ اور عقیدت مندان موجود تھے۔ آپ کو گارڈ آف آنر پیش کیا گیا۔ اساتذہ اور علماء و مشائخ سے تعارف ہوا۔ بعد ازاں قائد محترم کے ساتھ ان کے دفتر میں تشریف لائے۔

ہم عالم ارواح میں ایک دوسرے سے مانوس ہوتے ہیں:

مختصر تعارفی گفتگو میں انہوں نے استقبال کے لئے موجود علماء کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ آج میں نے جس محبت و خلوص کا مشاہدہ کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے مقدس شہر کی نسبت کی برکتیں ہیں۔ ہم لوگ عالم ارواح میں ایک دوسرے سے مانوس ہوتے ہیں۔ اس لئے یہاں بھی یہ محبت دکھائی دے رہی ہے۔“

اسی ماہنامہ کے ص ۴۹ پر مولانا مالکی اور قائد تحریک قادری کے فوٹو بھی چھپے ہیں ایک کے تحت لکھا ہے کہ: ”قائد محترم جناب علوی مالکی کے استقبال کے بعد معزز مہمان کے ساتھ وی آئی پی لاؤنج سے باہر“ اور دوسرے فوٹو کے تحت لکھا ہے:

”الشیخ محمد بن علوی مالکی، قائد محترم کے گھر اپنی تصانیف قائد محترم کو دیتے ہوئے۔“

مالکی قادری دینی بھائی ہیں:

مولانا مالکی مالکی کا یہ فرمانا کہ: ہم لوگ عالم ارواح میں ایک دوسرے سے مانوس ہوتے ہیں اس لئے یہاں بھی یہ محبت دکھائی دے رہی ہے۔ اس بات کی دلیل ہے کہ مالکی اور قادری دونوں کا مسلک و مشرب ایک ہی ہے اور دونوں آپس میں پختہ دینی بھائی بھائی ہیں۔

مكى مالكى كى صدارتى تقرير:

اس علماء و مشائخ كنونشن ميں مولانا مكى مالكى نے جو صدارتى تقرير كى هے وه ص ٥٥ پر بعنوان

”فضيلته الشيخ محمد بن علوى المالكى مد ظله كا صدارتى خطبه“ حسب ذيل هے:

”پهلى نشست كا اختتام هونے كو تها۔ صدر محفل الشيخ محمد بن علوى كو دعوت خطاب دى گئى۔ آپ جيسے هى اپنى نشست سے كھڑے هونے پورے اجتماع نے كھڑے هو كر آپ كا استقبال كيا۔ سبج تك قائم محترم بهى ان كے ساته آئے لوگ اس وجيه شخصيت كو عقيدت و احترام سے ديكھ رهے تھے۔ مانىك پر آپ نے جيسے هى خطاب كا آغاز كيا، لوگ آرام سے بيٹھ گئے۔ هاتھ ميں عصا، سر پر پگڑى اور كاندهوں پر سبز رومال بهت جاذب نظر منظر تها۔ آپ نے خطاب شروع كيا تو سب سے پهله قائم تحريك منهاج القرآن كو محبت بهرے القاب سے نوازا۔ ان كى محنتوں كا وشوں اور ان تھك جد و جهد كى تعريف كى۔ اور فرمايا، ميں يهاں اس لئے حاضر هوا كه محمد طاهر القادري صاحب نے مجھ سے حرم مكه مسجد نبوى كے صفه (چبوترے) پر لا هور آنے كا وعده ليا تها۔ هم نے تحريك منهاج القرآن كے بارے ميں بهت كچه سنا تها، ليكن آج جب يه سب كچه آنكهوں سے ديكها هے تو محسوس هوا حقيقت كے مقابلے ميں كم سنا تها۔ يه مبارك اور خوش نما مشرات يقيناً ياك سهرى زرخيز زمين اور پاكيزه نبج كا نتيجه هين۔ قائم تحريك صاف نيت اور پاكيزه مشن لے كر نكلے هين۔ ان كے ارادے بلند اور جذبه جوان هين، اس لئے كاميابياں ان كے قدم چومتى هين۔ يه اس چيز اور بركت كا ايكن حصه هين جسے الله تعالى امت محمديه پر هر زمانے ميں جارى ركهتا هے۔ امت محمديه پر بركت كا تسلسل هے كهبى انقطاع نهين آيا۔ جب بهى باطل كى طرف سے فتنه و فساد آيا، حق كى طرف سے اسے ختم كرنے اور ٹھكانے لگانے كے لئے بهى كوئى شخصيت نمودار هو جاتى هے۔ ان پر حضور ﷺ كا لطف وكرم اور نظر عنايت هے جو الله تعالى كى جملہ نعمتوں كے قاسم و مختار هين۔ يه تقسيم قيامت تك جارى رهے گي اور حضور سيد دو عالم كا فيض جارى و سارى رهے گا۔ كسى فرقے علاقه يا زبان كى بنياد پر تقسيم نهين هو سكتے مشرق، مغرب، شمال، جنوب، جهاں بهى كلمه كو مسلمان هين وه ايكن دوسرے كے بهائى اور خير خواه هين۔ اس عالمى اجتماع ميں عملاً تحريك منهاج القرآن نے يه ثابت كر دكهايا هے۔ آپ نے قائم محترم كى تقرير كا حواله ديتے هونے فرمايا كه شيخ قادري نے آپ كو بهت كارآمد مسلم بنا ديا هے يعنى تهجد، جهاد اور اجتهد كو سبكا لو، تو تهبار مقابله كوئى بهى نهين كر سكتا۔ كاش يه نيتوں صفات آج پھر همارے علماء و مشائخ ميں پيدا هو جائين۔

آج بعض لوگ تهجد بهى پڑھتے هين، ليكن وه محض عابدرهتے هين علم سے ان كا سر و كار نهين هوتا۔ بعض علم و اجتهد كى كوشش كرتے هين تو شب زنده دارى كى خصوصيت ان ميں نهين هوتى اور اگر يه دونوں چيزين پيدا هو جائين تو جهاد كا عنصر مفقود هوتا هے۔ كئى لوگ تصوف كے گن گاتے هين ليكن ان كا دامن علم اور عمل

صالح سے خالی ہوتا ہے اور وہ جہاد سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر اس نسخے پر عمل ہو جائے تو کامیابی یقینی ہے۔ آپ نے ان الفاظ پر خطاب ختم فرمایا اور دعا کے لئے بارگاہ رب العزت میں ہاتھ بلند کر دیئے۔ دعا کے بعد اس نشست کا اختتام ہوا۔ لوگ نماز ظہر کی ادائیگی اور کھانے کے لئے چلے گئے۔“

مولانا مالکی مالکی کے اس خطاب سے واضح ہوتا ہے کہ وہ پروفیسر طاہر القادری کے بڑے مداح ہیں اور ان کے مشن منہاج القرآن کو وہ حق کی تائید و نصرت کا مظہر قرار دیتے ہیں۔

مولانا عبدالحفیظ مکی اور مکی مالکی:

جناب مولانا عبدالحفیظ مکی جو مخدوم العلماء حضرت مولانا محمد زکریا صاحب[ؒ] شیخ الحدیث قدس سرہ کے مجازین میں سے ہیں مولانا مکی مالکی موصوف کے بھی بڑے مداح ہیں۔ ان کو علمائے حق میں سے شمار کرتے ہیں اور ان کی طرف سے ہر طرح کا دفاع کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا عاشق الہی صاحب بلند شہری مقیم مدینہ منورہ کو اپنے مکتوب میں مولانا مکی مالکی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

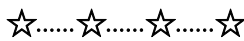
”البتہ سید محمد علوی مکی صاحب کے بارے میں حتمی و متیقن ہے کہ وہ اکابر علمائے دیوبند کے بہت ہی زیادہ قریب ہیں۔ (مکتوب ص ۱۷)

اب قارئین حضرات ہی فیصلہ فرمائیں کہ مولانا مکی مالکی نے علماء و مشائخ کنونشن میں پروفیسر طاہر القادری صاحب کی جن الفاظ میں تعریف کی ہے اس سے کیا یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اکابر علماء دیوبند کے قریب ہیں یا یہ کہ وہ بریلوی علماء کے قریب ہیں؟

آئندہ شمارے میں یہی مسئلہ زیر بحث آئے گا اور مولانا عبدالحفیظ مکی کے ان استدلالات و اعتراضات کا جائزہ لیا جائے گا جو انھوں نے حضرت مولانا عاشق الہی صاحب مقیم مدینہ منورہ اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی (کراچی) کے نام اپنے خطوط میں پیش کیے ہیں۔

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ..... ۲۴ شعبان ۱۴۱۶ھ بمطابق ۱۶ جنوری ۱۹۹۶ء

(قسط نمبر ۲ مکمل ہوئی۔ [مرتب])..... (مطبوعہ: ماہنامہ حق چاریار، فروری ۱۹۹۶ء)



کچھ تعارف اصلاح مفاہیم کے بارہ میں:

مولانا مکی مالکی کی ایک ضخیم تصنیف عربی زبان میں بنام ”مفہیم یجب أن تصحح“ شائع ہو چکی ہے۔ جس کا پاکستان میں اردو ترجمہ ”اصلاح مفاہیم“ کے نام سے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدنی قدس سرہ کے متوسلین و خلفاء میں سے جناب صوفی محمد اقبال صاحب، مقیم مدینہ منورہ اور جناب

مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی کے اہتمام سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کتاب کے مترجم مولانا مفتی انیس احمد صاحب مظاہری ہیں۔

اس کتاب میں مولانا مکی مالکی نے بعض ایسے عقائد و مسائل بیان کئے ہیں۔ جو اکابر علمائے دیوبند کی تحقیقات کے خلاف ہیں اور اکابر علمائے بریلی کے مؤید ہیں۔ (ماہنامہ) ”حق چار یار“ میں ”اصلاح مفاہیم“ پر ناقدانہ تبصرے شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی زید مجدہم مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا کا ”اصلاح مفاہیم“ پر مفصل تبصرہ ماہنامہ ”حق چار یار“ میں متعدد قسطوں پر شائع ہوا ہے۔ اور یہ تبصرہ بڑا جامع مانع ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی زید مجدہم مدیر ماہنامہ بینات کراچی کا محققانہ تبصرہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ اور ماہنامہ الخیر ملتان میں حضرت مولانا عبدالستار صاحب مفتی جامعہ خیر المدارس کا فاضلانہ تبصرہ بھی ماہنامہ الخیر ملتان میں شائع ہو چکا ہے اور ”اصلاح مفاہیم“ پر تبصرہ کی ابتداء ماہنامہ الخیر نے ہی کی ہے۔^۱

”اصلاح مفاہیم“ میں جناب مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی خطیب جامع مسجد صدیق اکبر راولپنڈی کا مولانا مکی مالکی کی شخصیت اور ان کی کتاب ”مفاہیم“ کی تائید میں تقریظ شائع ہوئی ہے۔

علاوہ ازیں مولانا عزیز الرحمن صاحب نے ایک رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ بھی شائع کیا ہے۔ جس میں اکابر علمائے دیوبند کے مسلک کی غلط ترجمانی کی گئی ہے اور بقول حضرت مولانا عاشق الہی صاحب بلند شہری مقیم مدینہ منورہ: ”اس میں دیوبندیت میں بریلویت گھسائی گئی ہے۔“ حضرت مولانا موصوف نے مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی کو فرمایا ہے کہ: ”اس رسالہ کو بالکل دفن کر دیا جائے۔“ حضرت مولانا عاشق الہی صاحب کے خطوط ماہنامہ حق چار یار میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب، مقیم مدینہ منورہ کا ایک فاضلانہ مضمون بھی زیر بحث ”رسالہ مسلک و مشرب“ کے خلاف ”حق چار یار“ میں شائع ہو چکا ہے۔ مولانا موصوف بھی حضرت شیخ الحدیث کے خلفاء میں سے ہیں۔

”اصلاح مفاہیم“ کے سلسلہ میں میرا مضمون بھی قسط وار ماہنامہ ”حق چار یار“ میں شائع ہوا ہے۔ جس کے شمارہ فروری ۱۹۹۵ء ص ۵۶ پر میں نے لکھا ہے کہ ”مکی مالکی کٹر بریلوی ہیں“ اور اس مضمون میں میں نے بریلوی علماء کے ایک ماہنامہ ”جہان رضا“ لاہور کے اقتباسات بھی پیش کئے ہیں۔

مولانا محمد مالکی، مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی کی نظر میں:

مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی مالکی کے بڑے محب اور مداح ہیں۔ انہوں نے مولانا مکی مالکی کے

دفاع میں ایک مفصل مکتوب محررہ ۲۴-۱۱-۱۴۱۵ھ اور اپنڈی سے ارسال کیا ہے اور اس کے بعد انہوں نے ایک مکتوب محررہ ۱۹ جولائی ۱۹۹۵ء لندن سے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی کو لکھا ہے۔ ان دونوں خطوں میں مولانا عبدالحفیظ صاحب موصوف نے راقم الحروف کو بھی یاد فرمایا ہے۔ اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مولانا کی مالکی صحیح العقیدہ ہیں۔ وہ بریلوی نہیں بلکہ دیوبندی کے قریب اور اکابر علماء دیوبند کے بڑے عقیدت مند ہیں اور ان کی کتاب مفاہیم علمائے حق کے مسلک کے مطابق ہے نہ کہ مخالف۔ چنانچہ مولانا عاشق الہی صاحب کو لکھتے ہیں:

”مفاہیم“ اور رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے بارے میں چونکہ یہ سیاہ کار بہت کچھ جانتا ہے، اس لیے سوچا کہ اس کرم کو اس بارے میں مطلع کر دوں اور یقین ہے کہ حقائق معلوم ہونے کے بعد اس کرم کا یہ رویہ نہیں ہوگا۔ ان شاء اللہ

ہوایہ کہ جس زمانے میں یہ سیاہ کار مدینہ منورہ میں مقیم تھا تو غالباً ربیع الاول یا ربیع الآخر ۱۴۰۸ھ کے کسی دن سید محمد علوی مالکی صاحب کا لندن سے فون آیا کہ میں کچھ دن سے لندن آیا ہوا ہوں۔ حضرت مولانا یوسف متالا صاحب کے ہاں دور و دار العلوم ڈیوبند بری گزرا کر آیا ہوں۔ انہوں نے جزاء اللہ خیرا میری بڑی خاطر مدارت کی جلسہ بھی کرایا۔ جس میں ہزاروں کا مجمع ہوا۔ وغیرہ وغیرہ۔ پھر یہ بھی بتایا کہ میں نے اپنی کتاب ”مفاہیم بحسب ان تصحیح“ کا ایک نسخہ بھی انہیں ہدیہ دیا۔ جسے پڑھ کر وہ بہت خوش ہوئے۔ اور خصوصاً جو عالم اسلام کے مختلف علمائے کرام نے تقاریض لکھے ہیں ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ تو میں نے کہا گویا یہ اجماع ہے علمائے اسلام کا۔ انہوں نے ہنس کر کہا مگر اس میں ایک کمی ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ اس میں علمائے اہل السنّت والجماعت دیوبندی حضرات کی تقاریض نہیں ہیں۔ اور ان کے بغیر اجماع نہیں ہو سکتا۔ چونکہ ایک عالم ان کے علم کا لوہا مانتا ہے۔ جس پر میں نے کہا کہ یہ آپ نے سچ کہا اور میں اب فوراً اس کی کوشش کروں گا۔

کچھ اور تفصیل بھی بتائی اور پھر یہ کہا کہ میں ابھی تو فوراً انڈونیشیا، سنگاپور جا رہا ہوں۔ غالباً ایک ڈیڑھ ماہ بعد فلاں فلاں تاریخوں میں چار پانچ دن میرے پاس ہیں۔ اگر تم بھی ان تاریخوں میں فارغ ہو تو میں سنگاپور سے کراچی آ جاؤں گا اور کراچی سے لاہور کٹھے چلیں گے۔ چونکہ مجھے تقاریض میں زیادہ اہمیت ایک تو حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی کی ان کے علم کی وجہ سے اور دوسرے مولانا عبد القادر آزاد کی ان کی سیاسی وجاہت کی بنا پر۔ میں (عبدالحفیظ) نے ان سے وعدہ کر لیا کہ آپ احتیاطاً ایک ہفتہ اس تاریخ سے قبل فون کر لیں تاکہ بات چلی ہوئے پر ان شاء اللہ پاکستان پہنچ جاؤں گا۔ لہذا ایک ہفتہ پہلے ان کا فون آ گیا اور متعین تاریخ سے ایک روز قبل یہ سیاہ کار کراچی پہنچ گیا..... الخ۔

اس کے بعد مولانا عبدالحفیظ صاحب کی نے اپنے اس مکتوب میں حضرت مولانا محمد مالک صاحب

کاندھلویؒ وغیرہ علماء سے تقاریظ لکھوانے کا ذکر کیا ہے۔ (اور ان تقاریظ پر تبصرہ ان شاء اللہ بعد میں کیا جائے گا)۔

اصلاح مفاہیم پر مولانا عزیز الرحمنؒ کی تقریظ:

اصلاح مفاہیم پر مولانا عزیز الرحمن صاحب کی تقریظ کے بارے میں مولانا عبدالحفیظ صاحب

اپنے اسی مکتوب میں لکھتے ہیں:

”مولانا عزیز الرحمن صاحب نے یہ ثابت کیا ہے کہ سید محمد علوی مالکی صاحب اکابر علمائے دیوبند سے علمی طور پر مستفید ہو چکے ہیں اور انہی کی برکات لئے ہوئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

”بلفظہ فقد رائینا دائماً شیخنا الامام القطب محمد زکریا الکاندھلوی المدنی قدس اللہ سرہ یحبہ، حباً شدیداً معتبرہ کا حد ابتاء و هو ایضاً من اعظم المحسنین لشیخنا فی حیاتہ و بعد فاتہ کمانہ عظیم المحبتہ و التقدیر لمشاتحتہ و مشاء نخنا الذین استفاد من علومہم و فاضت علیہ برکاتہم۔ کامام العصر المحدث الحلیل اسید محمد یوسف البنوری الحسینی والامام المحدث الکبیر السید فخر الدین المراد آبادی شیخ الحدیث بدار العلوم دیوبند والامام المفتی محمد شفیع الدیوبندی المفتی الاعظم لباکستان والامام الداعی المحدث الشیخ محمد یوسف الکاندھلوی و امثالہم قدس اللہ سرہم۔ والا رواح جنود محندہ ما تعارف منها اتلف و ماتنا کر منها اختلف الخ۔“

مجھے یاد ہے کہ سید محمد علوی نے جب تقریظ کی یہ عبارت پڑھی تو محبت و وجد میں تقریظ کے اوراق کو سر پر رکھ لیا۔ نعم نعم! کیف علی الرأس والعین۔ مگر مہربانوں کو پھر بھی گلہ ہے۔ اور لڑائی ہی پر اصرار ہے۔ اصلاح مفاہیم میں مولانا عزیز الرحمن صاحب کی تقریظ کی مندرجہ عبارت کا حسب ذیل ترجمہ لکھا ہے۔

ہم نے اپنے شیخ و مرشد قطب الاقطاب حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی ثم المہاجر مدنی قدس سرہ کو ہمیشہ ان سے اپنے بیٹے کی طرح بہت محبت فرماتے ہوئے دیکھا اور یہ بھی ہمارے شیخ قدس سرہ سے بہت محبت کرنے والوں میں سے ہیں جیسا کہ وہ بہت محبت و قدر دانی کرتے ہیں اپنے ہمارے ان مشائخ کی جن کے علوم سے انہوں نے استفادہ کیا ہے ان کے علمی مشائخ میں امام العصر محدث جلیل سید محمد یوسف بنوری الحسینی۔ محدث کبیر شیخ الحدیث سید فخر الدین مراد آبادی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی مفتی اعظم پاکستان۔ محدث جلیل داعی کبیر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ شامل ہیں۔

دیوبندی بریلوی ہندی جھگڑا ہے:

اس کے بعد مولانا عبدالحفیظ صاحب کی لکھتے ہیں:

”پھر حضرت قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ نے سید محمد علوی مالکی صاحب کی ذات کے بارے میں خواہ مخواہ ایک نئی بحث چھیڑ دی اور یہ ہر حال میں ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں کہ وہ مسلکاً کٹر بریلوی ہیں۔ حالانکہ آں مکرم جانتے ہیں کہ عرب لوگ نہ سو فی صد دیوبندی ہوتے ہیں۔ نہ سو فی صد بریلوی۔ کہ یہ دیوبندیت بریلویت کا جھگڑا خالصہ ہندی جھگڑا ہے۔ (یعنی بھارت۔ پاکستان۔ بنگلہ دیش میں) اور عرب علماء جو کہ حرمین شریفین میں رہتے ہیں انہیں ہر حرمین میں آنے والے کی مہمانی عزت افزائی۔ تکریم بحیثیت مہمان کے کرنی پڑتی ہے۔ البتہ سید محمد علوی مالکی صاحب کے بارے میں یہ حتمی و متیقن ہے کہ وہ اکابر علمائے دیوبند کے بہت ہی زیادہ قریب ہیں اپنے درسوں میں ہمیشہ ہمارے مشائخ کے اقوال و تالیفات سے استدلال کرتے ہیں اور موقع بموقع ان کی تعریف و مدح سرائی فرماتے ہیں۔“

ملکی مالکی دیوبند اور اکابرین دیوبند کی خدمت میں:

حیاۃ الصحابہ مؤلفہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی قدس سرہ کا ان کے ہاں باقاعدہ سبقاً سبقاً درس ہوتا ہے۔ وہ خود مکرمہ میں تعلیم سے فراغت کے بعد اپنے والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے تکمیل تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند گئے اور وہاں پورے چھ ماہ قیام کیا اور وہاں کے اکابر علماء کے ساتھ بہت ہی محبت و تعلق کا رشتہ قائم ہو گیا۔ مگر پھر پورا ایک ماہ مسلسل بیمار رہنے کی وجہ سے اطباء کے مشورہ سے کہ وہاں کا پانی اور آب و ہوا موافق نہ آئی اس لئے رنجیدہ کیفیت میں مجبوراً رخصت ہو کر واپس آ گئے اور پھر جامعہ ازہر قاہرہ سے تکمیل کی اور حدیث شریف میں ڈاکٹریٹ (پی ایچ ڈی) کی۔ مگر ان سب حضرات اکابر مشائخ دیوبند سے ہمیشہ تعلق و رابطہ اہتمام سے رکھا۔ ہمارے جتنے اکابر حرمین شریفین تشریف لاتے۔ حضرت بنوریؒ حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ وغیرہ ان کی خدمت میں نیاز مندانہ حبانہ حاضری دیتے اور خاص طور سے ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ کے ساتھ تو جو تعلق اور محبت تھی وہ بیان سے باہر ہے۔ مکہ مکرمہ کے قیام میں یا مدینہ منورہ کے قیام میں حضرت شیخ کے ہاتھ لے کر انہیں اندر باہر سے چومتے پھر سر مبارک چومتے پھر گھٹنے چومتے اور ایسی محبت و عقیدت سے کہ ہمارے حضرت پرگریہ طاری ہو جاتا اور سید محمد علوی کو محبت سے اپنے سینے سے لگا لیتے اور روتے ہوئے فرماتے کہ تم سید زادے ہو میرے لئے دعا کرو۔ وہ نیاز مندانہ عرض کرتے کہ میں تو آپ کی برکت لینے آیا ہوں۔ اسی طرح کا معاملہ بالعموم ہوتا۔ اس طرز کے تعلق و محبت جانیئین سے سارے ہی خدام واقف ہیں۔

بریلویوں کے ہاں علم نہیں ہوتا:

پھر سب سے بڑی بات کہ اگر وہ بریلوی ہی ہوتے تو آخر انہیں کیا مانع تھا کہ وہ علمائے بریلی سے تقاریظ نہ لکھواتے۔ صرف علمائے دیوبند پر ہی کیوں اکتفا کیا۔ بلکہ جب پاکستان وہ تقاریظ کے

لئے آئے تو میں نے ان سے مشورہ کیا کہ جہاں اتنے دیوبندی حضرات کی تقاریظ لی ہیں۔ ایک آدھ بریلوی عالم کی بھی تقریظ لے لی جائے تو انہوں نے انکار فرمایا اور کہا کہ بریلوی کوئی عالم مشہور نہیں ہے۔ ان کے ہاں علم نہیں ہوتا..... الخ۔

الأرواح جنود مجندة:

تبصرہ: مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی نے بڑی وضاحت سے یہ ثابت کیا ہے کہ مولانا مکی مالکی کو اکابر علمائے دیوبند سے بڑی عقیدت و محبت تھی اور خصوصاً شیخ مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث المدنی رحمۃ اللہ علیہ سے، اور مولانا عزیز الرحمن صاحب نے اپنی عربی کی تقریظ میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی (امیر التبلیغ) کے ذکر کے بعد یہ حدیث لکھی ہے۔ والا ارواح جنود مجندة ماتعارف منها اتتلف و ماتنا کر منها اختلف .

اور مولانا عبدالحفیظ صاحب موصوف نے بھی اپنے زیر بحث مکتوب میں یہ عبارت لکھی ہے لیکن مترجم کتاب مفتی انیس احمد صاحب نے اصلاح مفہیم میں اس کا ترجمہ نہیں لکھایا۔ مکتوبات سے یہ ترجمہ رہ گیا ہے یہ حدیث بخاری شریف کتاب بدء الخلق باب الارواح جنود مجندة. میں حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

”عالم ارواح میں تمام ارواح کے لشکر جمع تھے جس جس روح نے وہاں ایک دوسرے کو پہچان لیا وہ اس دنیا میں بھی آپس میں محبت کرے گی۔ اور جنہوں نے وہاں ایک دوسرے کو نہیں پہچانا وہ اس دنیا میں بھی ایک دوسرے سے اختلاف کریں گی۔“

اس حدیث کی روشنی میں مولانا عزیز الرحمن صاحب اور مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی وغیرہ نے صراحت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مولانا مکی مالکی کو ان حضرات اکابر دیوبند سے جو بے پناہ محبت تھی اور وہ اکابر بھی ان سے محبت شفقت کا برتاؤ کرتے تھے تو یہ باہمی محبت ان کو عالم ارواح سے نصیب ہوئی تھی۔

مکی مالکی اور طاہر القادری:

۲۰ نومبر کے منعقدہ علماء و مشائخ کنونشن میں مولانا مکی مالکی نے اپنے صدارتی تقریر میں پروفیسر طاہر قادری کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ:

”میں یہاں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ محمد طاہر القادری صاحب نے مجھ سے حرم مسجد نبوی کے صفہ (چبوترے) پر لاہور آنے کا وعدہ لیا تھا۔ ہم نے تحریک منہاج القرآن کے بارے میں بہت کچھ سنا تھا لیکن آج جب یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے تو محسوس ہوا کہ حقیقت کے مقابلے میں کم سنا تھا۔ یہ مبارک اور خوشنما ثمرات یقیناً ایک سنہری زر خیز زمین اور پاکیزہ بیج کا نتیجہ ہیں قائد تحریک صاف نیت اور پاکیزہ

مشن کو لے کر نکلے ہیں ان کے ارادے بلند اور جذبے جوان ہیں اس لئے کامیابیاں ان کے قدم چومتی ہیں۔ یہ اسی چیز اور برکت کا حصہ ہیں جسے اللہ تعالیٰ امت محمدیہ پر ہر زمانے میں جاری رکھتا ہے۔ امت محمدیہ پر برکت کا تسلسل ہے کبھی انقطاع نہیں آیا۔ جب بھی باطل کی طرف سے فتنہ و فساد آیا۔ حق کی طرف سے اسے ختم کرنے اور ٹھکانے لگانے کے لئے بھی کوئی شخصیت نمودار ہوتی رہی۔ ان پر حضور اکرم ﷺ کا لطف و کرم اور نظر عنایت ہے جو حق تعالیٰ کی جملہ نعمتوں کے قاسم و مختار ہیں۔ یہ تقسیم قیامت تک جاری رہے گی اور حضور سید دو عالم ﷺ کا فیض جاری و ساری رہے گا۔..... الخ۔“ (ایضاً ماہنامہ منہاج القرآن ص ۵۵)

مولانا مالکی مالکی کے خطبہ صدارت کی مذکورہ عبارت سے روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ مولانا مالکی کو پروفیسر قادری کے مشن پر پورا پورا اعتماد ہے وہ ان کے کارناموں کو رسول اللہ ﷺ کے نظر و کرم کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور ان سے شفقت و محبت کا برتاؤ کرتے ہیں اور پروفیسر طاہر القادری بھی ان کے بہت زیادہ عقیدت مند اور نیاز مند ہیں اور اسی منہاج القرآن ص ۵۰ پر مولانا مالکی مالکی کے متعلق لکھا ہے کہ:

”آپ کا علماء و مشائخ سے تعارف ہوا۔ بعد ازاں قائد محترم (یعنی پروفیسر طاہر القادری) کے ساتھ ان کے دفتر میں تشریف لائے۔ مختصر تعارفی گفتگو میں انہوں نے استقبال کے لئے موجود علماء کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ آج میں نے جس محبت و خلوص کا مشاہد کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے مقدس شہر کی نسبت کی برکتیں ہیں۔ ہم لوگ عالم ارواح میں ایک دوسرے سے مانوس ہوتے ہیں۔ اس لئے یہاں بھی یہ محبت دکھائی دے رہی ہے۔ (ایضاً ص ۵۰) (ماہنامہ حق چاریاٹ ص ۱۵ فروری ۱۹۹۵ء)

شیعہ امام خمینی طاہر القادری، مالکی محبت و محبوب ہیں:

مولانا مالکی مالکی نے بھی بخاری شریف کی وہی حدیث الأرواح جنود مجنونة ہی اپنی اور پروفیسر طاہر القادری اور ان کے ادارہ کے علماء سے باہمی محبت و عقیدت کے ثبوت میں پیش کی ہے۔

تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جب مولانا مالکی مالکی اور پروفیسر طاہر القادری کی باہمی محبت عالم ارواح کی محبت کا نتیجہ ہے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ مذکورہ اکابر علماء دیوبند جن کو مولانا مالکی مالکی سے محبت ہے ان کو پروفیسر طاہر القادری سے محبت ہوگی۔

اور اس سے آگے جائیں تو یہ بھی ثابت ہوگا کہ مولانا مالکی مالکی کو شیعہ امام خمینی کی بھی محبت و عقیدت عالم ارواح سے حاصل ہوئی۔ پروفیسر صاحب موصوف امام خمینی کی وفات پر ان سے عقیدت کا اظہار ان الفاظ سے کر چکے ہیں کہ:

”آیت اللہ خمینی نے حضرت علیؑ کی سی زندگی گزاری اور امام حسینؑ کی طرح دنیا سے رخصت ہوئے۔ امام خمینی خود تو زمین کے پیٹ میں چلے گئے مگر زمین کی پیٹھ پر چلنے والے لاکھوں انسانوں کو جینے کا سلیقہ سکھا گئے۔“

ثابت ہوا کہ شیعہ امام خمینی۔ پروفیسر طاہر القادری اور مولانا کی مالکی۔ حدیث: الأرواح جنود مجنونة کی روشنی میں ایک دوسرے کے محب و محبوب ہیں۔ صوفی محمد اقبال صاحب کی مالکی کے خلیفہ ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جناب صوفی محمد اقبال صاحب مقیم مدینہ منورہ کو مولانا کی مالکی نے شازلی سلسلے میں خلافت عطا کی ہوئی ہے۔

چنانچہ صوفی صاحب موصوف کے ایک خلیفہ مولوی عبدالغفار صاحب (کبیر والا) نے جو حضرت صوفی صاحب کا رنگین اور خوشنما شجرہ طریقت شائع کیا ہے، اس میں لکھا ہے کہ:

”مخدوم العلماء مرشدی حضرت اقدس صوفی محمد اقبال صاحب مدنی سلاسل اربعہ میں حضرت شیخ محمد زکریا مہاجر مدنی کے خلیفہ مجاز ہیں۔ حضرت فقیر محمد پشوری۔ اور سید ابوالحسن ندوی مدظلہ ان حضرات نے حضرت صوفی صاحب کو حضرت شیخ الحدیث کی وفات کے بعد اجازت عنایت فرمائی۔ اس کے علاوہ حضرت صوفی صاحب کو سلسلہ شازلیہ میں مشہور عالم بزرگ حضرت سید محمد علوی مالکی نے اجازت عنایت فرمائی۔“

اور حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب کی نے بھی۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی کے نام اپنے مکتوب میں ص ۳ پر اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ:

”البتہ یہ صحیح ہے کہ انہوں نے حضرت صوفی صاحب کو سلسلہ شازلیہ میں اجازت و خلافت دی ہے اور یہ جناب کے علم میں بھی ہے کہ حضرت صوفی صاحب کو کئی مشائخ نے حضرت شیخ کے بعد اجازت مرحمت فرمائی۔..... الخ۔“

تو اس وجہ سے جناب صوفی محمد اقبال صاحب بھی عالم ارواح کے فیضان سے اسی سلسلہ محبت میں شامل ہو گئے ہیں جس میں امام خمینی، طاہر القادری اور مولانا کی مالکی شامل ہیں۔ صوفی محمد اقبال صاحب سمیت یہ سب آپس میں دینی اور ایمانی بھائی بھائی ہیں۔ اور ایک دوسرے کے محب و محبوب ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ پروفیسر طاہر القادری بریلوی مسلک سے منسلک ہیں۔

چنانچہ انہوں نے ۲۰ نومبر کے علماء و مشائخ کنونشن میں جو تقریر کی ہے اس میں یہ بھی فرمایا ہے:

”اے علماء کرام! اٹھئے! امام غزالی، سرکار غوث اعظم، مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ دہلوی اور اعلیٰ حضرت شاہ

کیا آپ کے پاس کوئی جواب ہے؟

کیا اس کے بعد بھی مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی یہ کہہ سکتے ہیں کہ: ”مولانا مکی مالکی بریلوی نہیں ہیں۔“؟..... یقیناً وہ کٹر بریلوی ہیں اور ان کے عقیدت مند خواہ جناب صوفی محمد اقبال صاحب ہوں یا مولانا عبدالحفیظ مکی یا مولانا عزیز الرحمن صاحب وہ بھی الأرواح جنود محنڈة [الحديث] کے تحت باہمی محبت و محبوب ہونے کی وجہ سے بریلوی ہیں۔

لیکن میری ایک تحریر کا حوالہ دیتے ہوئے مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی، حضرت مولانا عاشق الہی صاحب کے نام اپنے اسی مکتوب میں ص ۱۴ پر لکھتے ہیں کہ ایک کتاب پر تقریظ کی وجہ سے انکو یعنی مولانا عزیز الرحمن صاحب کو سیدھا پروفیسر طاہر القادری صاحب کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔

جب مولانا مکی مالکی اور طاہر القادری آپس میں محبت اور محبوب ہیں اور مولانا عزیز الرحمن صاحب مکی مالکی صاحب کے مداح اور محبت ہیں تو پھر ایک صف میں کھڑا ہونے سے کیوں گھبراتے ہیں؟ بخاری شریف کی پیش کردہ حدیث کی روشنی میں مولانا مکی مالکی کے بیان سے میں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اگر پروفیسر طاہر القادری بریلوی ہیں اور حقیقتاً بریلوی ہیں تو مکی مالکی ان سے بڑھ کر بریلوی ہیں۔ کیا اس کا آپ کے پاس کوئی جواب ہے؟ (قسط نمبر تین مکمل شد۔ [مرتب])

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چاریار، مارچ ۱۹۹۶ء)

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

این چہ بوالعجبی ست:

زیر نظر مضمون کی سابقہ قسط نمبر 3 میں مولانا محمد مکی مالکی صاحب کے خطبہ صدارت کے بعض اہم اقتباسات پیش کیے گئے تھے جس میں انہوں نے پروفیسر طاہر القادری کو ان برگزیدہ شخصیتوں میں شمار کیا تھا جن پر حضور ﷺ کا لطف و کرم اور نظر عنایت ہے اور جب وہ دفتر میں تشریف لائے اور وہاں کے علماء اور مشائخ سے ان کا تعارف کرایا گیا تو انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ہم لوگ عالم ارواح میں ایک دوسرے سے مانوس ہوتے ہیں اس لئے یہاں بھی یہ محبت دکھائی دے رہی ہے۔“ اس سے ثابت ہوا کہ مولانا مکی مالکی اور پروفیسر طاہر القادری صاحبان کی یہ باہمی الفت و محبت عالم ارواح کی محبت ہی کا پرتو ہے اور ان کی یہ باہمی محبت ہمیشہ قائم رہنے والی ہے۔ تو چونکہ ان کی یہ محبت دینی اور ایمانی ہے اس لئے یہ بات تسلیم کرنی پڑے گی کہ پروفیسر طاہر القادری اگر بریلوی ہیں تو مولانا مکی مالکی صاحب بھی بریلوی ہیں اور اس علماء و مشائخ کا نفرنس سے فارغ ہونے کے بعد مولانا مکی مالکی جب کراچی چلے گئے تو وہاں بھی مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی مرحوم کے دینی کاموں کی

تعریف کی ہے۔

چنانچہ روزنامہ پاکستان 29 نومبر 1995ء میں بہ عنوان 'شیخ احمد رضا حنفی' یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ "عالم اسلام کی عظیم علمی شخصیت الشیخ علامہ ڈاکٹر سید محمد بن علوی مالکی سعودی عرب سے ایک کانفرنس میں شرکت کی غرض سے پاکستان تشریف لائے۔ اس موقع پر کراچی میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا پاکستان کے دورکنی وفد نے حضرت سے ملاقات کی اور انہیں ادارہ کی جانب سے امام احمد رضا خان حنفی سے متعلق عربی کتب کا تحفہ پیش کیا۔ شیخ السید محمد بن علوی مالکی مکی نے قبول فرماتے ہوئے کہا کہ شیخ احمد رضا حنفی پر تحقیقی کام قابل تحسین اور قابل صد مبارک باد ہے۔ جب مولانا مالکی بریلوی مسلک کے بانی مولانا احمد رضا خان صاحب کے بارے میں بریلوی علماء کی طرف سے اس تحقیقی کام کی تعریف و تحسین کر رہے ہیں تو ان کو بریلوی یا بریلویت کے قریب کہا جائے یا دیوبندی یا دیوبندیت کے قریب؟

حالانکہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے حضرات اکابر علماء دیوبند حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمہم اللہ وغیرہ اکابر کی اپنی کتابوں میں تکفیر کی ہے۔ لیکن اس کے باوجود مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی اپنے زیر بحث مکتوب میں یہ لکھ رہے ہیں کہ سید محمد علوی مالکی صاحب کے بارے میں یہ حتمی اور متیقن ہے کہ وہ اکابر علمائے دیوبند کے بہت ہی زیادہ قریب ہیں۔ [مکتوب: ۱۷]

یہاں اس کے بغیر اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ع بسوخت عقل زحیرت کہ اس چہ بوالعجی ست میں نے ماہنامہ حق چار یا رٹوروری ۱۹۹۵ء (ص: ۵۶) پر بہ عنوان مکی مالکی کٹر بریلوی ہیں، ماہنامہ جہاں رضا لاہور (فروری ۱۹۹۲ء) سے مفتی محمد خان صاحب قادری بریلوی کا وہ مفصل مضمون نقل کیا تھا جو انہوں نے بہ عنوان خانوادہ بریلی کا ایک عرب مفکر فضیلت الشیخ پروفیسر ڈاکٹر محمد علوی الحسنی المالکی لکھا ہے اس میں انہوں نے مولانا مکی مالکی کے یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں کہ:

"سیدی علامہ احمد رضا خان فاضل بریلوی کو ہم ان کی تصنیفات اور تالیفات کے ذریعہ جانتے ہیں کہ وہ اہل سنت کے علامہ تھے ان سے محبت سنی ہونے کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا اہل بدعت کی نشانی ہے۔" [جہاں رضا: ۴۱]

علاوہ ازیں حق چار یا رٹ (فروری ۱۹۹۵ء) ص ۵۹ میں یہ بھی لکھا تھا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی علم غیب کے موضوع پر تصنیف الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ (عربی) طبع جدید ۱۹۸۷ء کے

افتتاحیہ میں ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:

”امام احمد رضا کی محبوبیت اور مرجعیت کا جو اس وقت عالم تھا اس کے کچھ آثار اب بھی نظر آتے ہیں۔ آئیے مولانا غلام مصطفیٰ (مدرس مدرسہ عربیہ اشرف العلوم راجشاہی بنگلہ دیش کی زبانی سنئے۔ وہ ۱۳۷۲ھ میں حج بیت اللہ شریف کے موقع پر چند رفیقوں کے ساتھ مولانا سید محمد علوی مکہ معظمہ کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ جب اپنا تعارف ان الفاظ میں کرایا نحن تلامیذ تلامیذ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان البریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ [غلام مصطفیٰ سفرنامہ حرمین شریفین بنگلہ دیش مطبوعہ ۱۹۶۰ء: ۶۶] تو سید محمد علوی سرود کھڑے ہو گئے اور ایک ایک سے معانقہ و مصافحہ کیا اور پھر فرمایا: نحن نعرف تصنیفاتہ و تالیفاتہ، فحبہ علامۃ السنۃ و بغضہ علامۃ البدعۃ۔

”ہم امام احمد رضا کو ان کی تصانیف و تالیفات کے ذریعہ جانتے ہیں۔ ان سے محبت سنت کی علامت ہے اور ان سے عناد بدعت کی نشانی ہے۔“ [ایضاً ص ۳۲]

مولانا عبدالحفیظ کی کی تاویل:

تو اس کے جواب میں مولانا عبدالحفیظ صاحب کی اپنے مکتوب [ص: ۱۶] بنام مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی لکھتے ہیں:

”اب آئیے دیکھئے ۱۳۷۲ھ میں سید محمد علوی کی عمر شریف مشکل سے آٹھ سال کی ہوگی اور ظاہر ہے کہ اس عمر میں مذکورہ وفدان سے ملنے نہیں آیا حقیقت یہ ہے کہ یہ وفدان کے والد بزرگوار سید علوی بن عباس مالکی سے ملنے آیا ہوگا اور انہوں نے حرمین شریفین کے عام علماء و اشراف کے طریقہ پر ہر مہمان خصوصاً اگر علماء ہوں تو ان کا بھی اکرام شربت و قہوہ سے کیا ہے البتہ جو عبارت نقل کی گئی ہے وہ اگر ثابت ہو جائے اور اس میں بھی مبالغہ نہ ہو تو اسی پر محمول کی جائے گی کہ اس سے مراد انہی اوپر مذکورہ تین مسائل ”سلفیت“، ”تقلید“، ”تصوف“ کی بناء پر بر بناء مخالفت سلفیوں غالیوں کے یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہوں نہ کہ بمقابل اکابر دیوبند چونکہ ۱۳۷۲ھ یعنی آج سے تقریباً چوالیس (۴۴) سال پہلے علماء نجد و وہابین سلفین اور علمائے حجاز اہل سنت و جماعت کا آپس میں اختلاف بہت زوروں پر اور نہایت گرم تھا دیکھئے ”الشہاب الثاقب“ میں حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کے قلم مبارک سے اس کا نمونہ مل جائے گا۔ بہر حال یہ ملاقات جو کہ سید محمد علوی کی طرف منسوب کی گئی ہے اور حضرت قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ بھی اس کے دھوکے میں آ گئے اور اس کی بنا پر سید محمد علوی پر کٹر بریلویت کا الزام لگاتے ہیں اور اسے اپنی معلومات کے مطابق ”حق واضح قرار دیتے ہیں۔ یہ صاف صاف ثابت ہو گیا کہ یہ ملاقات نہ ان سید محمد علوی سے ہوئی اور نہ ہی عبارت انہوں نے کہی.....“

الجواب یہ محمد کی مالکی ہی ہیں:

ماہنامہ حق چار یارؒ (فروری ۱۹۹۵ء) میں مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی کتاب الدولۃ المکیہ کے اردو ترجمہ کے افتتاحیہ سے ڈاکٹر محمد مسعود صاحب کی جو عبارت نقل کی گئی ہے اس میں ان علماء کی ملاقات کا سن ۱۳۷۲ھ لکھا ہے۔ (اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی نے ماہنامہ ”بینات“ میں ”حق چار یار“ سے جو عبارت پیش کی ہے، اس میں بھی انہوں نے ۱۳۷۲ھ لکھا ہے۔) لیکن یہ سہو کتابت ہے۔ اور اصل کتاب یعنی الدولۃ المکیہ میں ۱۳۷۹ھ لکھا ہوا ہے۔ مولانا کی مالکی صاحب کا سن ولادت ہمیں معلوم نہیں۔ اور آپ (یعنی مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی) نے اس وقت مولانا کی مالکی کی عمر قریباً آٹھ سال بتائی ہے۔ اس وجہ سے مولانا کی مالکی کی اس وقت عمر تقریباً ۱۵ یا ۱۶ سال کی ہوگی۔ حالانکہ انہوں نے بلوغت سے پہلے ہی تدریس شروع کر دی تھی۔ چنانچہ مفتی محمد خاں صاحب قادری نے ان کے حالات میں لکھا ہے کہ: ”آپ بچپن ہی سے نہایت ذہین و متین ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ نے بلوغ سے قبل بہت سے علوم کی تدریس کے فرائض سرانجام دیئے ہیں۔ اس کرم پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”میں نے اللہ کے فضل و کرم سے جب تدریس شروع کی تو اس وقت ابھی بالغ نہیں ہوا تھا میں اپنے والد گرامی علوی مالکی سے جو کتاب بھی پڑھتا جب ختم ہوتی تو آپ اس کی تدریس کا حکم دیتے۔ جو طالب علم بھی مذکورہ کتاب پڑھنے کے لئے ان کے پاس آتا اسے میرے پاس بھیج دیتے۔“

(ایضاً علماء و مشائخ کا نفرنس) (ماہنامہ جہان رضا جلد اول: ۲۷ فروری ۱۹۹۲ء)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب مرحوم کی شان میں حسب ذیل الفاظ ”ان سے محبت سنت کی علامت ہے اور ان سے عناد بدعت کی نشانی ہے“ کے قائل مولانا محمد کی مالکی ہی ہیں۔ اس ملاقات کے سلسلہ میں مولانا عبدالحفیظ مکی لکھتے ہیں:

”حقیقت یہ ہے کہ یہ وفدان کے والد بزرگوار سید علوی بن عباس مالکی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے آیا ہوگا اور انہوں نے حرمین شریفین کے عام علماء و اشراف کے طریقہ پر جیسے ہر مہمان خصوصاً اگر علماء ہوں تو ان کا اکرام بھی شربت و قہوہ سے کیا۔ البتہ جو عبارت نقل کی گئی ہے وہ اگر ثابت ہو جائے اور اس میں بھی مبالغہ نہ ہو تو اس پر محمول کی جائے گی کہ اس سے مراد انہی اوپر مذکورہ تین مسائل ”سلفیت“، ”تقلید“، ”تصوف“ کی بنا پر بر بنائے مخالفت سلفیوں غالیوں کے مقابلہ میں یہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ نہ کہ بمقابل اکابر دیوبند۔ چونکہ ۱۳۷۲ھ یعنی آج سے تقریباً چوالیس (۴۴) سال پہلے علماء نجد و ہابین سلفین اور علمائے حجاز اہل سنت و جماعت کا آپس میں اختلاف بہت زوروں پر اور نہایت گرم تھا۔

دیکھئے ”الشہاب الثاقب“ میں حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کے قلم مبارک سے اس کا کچھ نمونہ

مل جائے گا۔“

الجواب

مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب کی یہ تاویل صحیح نہیں کہ: ”مولانا مکی مالکی صاحب کے والد مولانا علوی مالکی صاحب نے سلفیوں اور وہابیوں کے مقابلے میں مولانا احمد رضا خان صاحب کی شان میں مذکورہ الفاظ فرمائے ہیں نہ کہ علمائے دیوبند کے مقابلے میں۔“ مولانا محمد مکی مالکی ہوں یا ان کے والد مولانا علوی مالکی صاحب، انہوں نے مولانا احمد رضا خان صاحب کی شخصیت کو سنت اور بدعت کی تحقیق میں معیار حق قرار دیا ہے۔ اور ان کا یہ فیصلہ بھی مولانا احمد رضا خان صاحب کی تصانیف کے مطالعہ پر مبنی ہے۔ چنانچہ انہوں نے یہ کہا ہے: ”ہم امام رضا کو ان کی تصانیف اور تالیفات کے ذریعہ جانتے ہیں۔ ان سے محبت سنت کی علامت ہے اور ان سے عناد بدعت کی نشانی ہے۔“ اور مولانا احمد رضا خان کی تصانیف زیادہ تر اکابر علمائے دیوبند کے خلاف ہیں۔ حتیٰ کہ ان حضرات کی تکفیر کی گئی ہے۔ چنانچہ ان کی تصنیف ”حسام الحرمین“ اس پر شاہد ہے۔ اور ہندوستان میں حسام الحرمین کا سن طباعت ۱۳۲۵ھ ہے۔ اس کتاب میں تصریح کی گئی ہے کہ:

”غلام احمد قادیانی اور رشید احمد اور جوان کے پیرو ہیں جیسے خلیل احمد انبیہؒ موی اور اشرف علی وغیرہ ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں نہ شک کی مجال۔ بلکہ جوان کے کفر میں شک کرے بلکہ کسی طرح کسی حال میں انہیں کافر کہنے میں توقف کرے اس کے کفر میں بھی شک نہیں۔“

فرمائیے کیا مولانا علوی مالکی نے مولانا احمد رضا خان صاحب کی تصانیف میں سے یہ کتاب ”حسام الحرمین“ نہیں پڑھی ہوگی۔ حالانکہ مولانا عبدالحفیظ مکی اس زیر بحث مکتوب میں مولانا مکی مالکی کے بارے میں یہ بھی لکھ رہے ہیں کہ:

”دیوبندی بریلوی اختلاف کا ان کو علم ہے اور دل سے چاہتے ہیں کہ یہ اختلافات ختم ہونے چاہیں اور ان حضرات (بریلویوں) کی طرف سے اکابر دیوبند کی تکفیر کا انہیں علم ہے۔ اس امر کی شدید اور پرزور مذمت کرتے ہیں اور اس پر شدید ترین تکفیر کرتے ہیں۔“

اگر ان کو اس بات کا علم تھا کہ بریلوی علماء اکابر علمائے دیوبند کی تکفیر کرتے ہیں اور اس پر شدید تکفیر بھی کرتے ہیں اور مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب یہ بھی فرما رہے ہیں کہ مولانا مکی مالکی اور ان کے والد علوی مالکی اکابر علمائے دیوبند کے محبت اور عقیدت مند ہیں۔ تو اس کے باوجود انہوں نے مولانا احمد خان صاحب کے بارے میں یہ کیوں فرما دیا کہ: ”ان سے محبت سنت کی علامت اور ان سے عناد بدعت کی نشانی ہے۔“؟..... کیا شدید تکفیر اسی کو کہتے ہیں؟ اور اگر انہوں نے تکفیر علماء دیوبند کے سلسلے میں بریلویوں پر شدید تکفیر کی ہے تو اس بارے میں ان کی کوئی تحریر پیش فرمائیں۔

اگر مولانا کی مالکی بریلویوں پر شدید نکیر کرتے ہوتے تو وہ پروفیسر طاہر القادری کی منعقدہ علماء و مشائخ کانفرنس میں کیوں شریک ہوتے اور اپنی صدارتی تقریر میں طاہر قادری سے عالم ارواح کی محبت کا کیوں تذکرہ کرتے؟ کیا آپ کے نزدیک پروفیسر طاہر قادری عقیدۂ بریلوی نہیں ہیں؟ حالانکہ ماہنامہ جہاں رضا دسمبر ۱۹۹۵ء ص ۹ پر لکھتے ہیں:

”اہل سنت کی صفوں سے ابھر کر ایک نوجوان قادر الکلام سکالر علامہ محمد طاہر القادری نوجوانوں کا ایک کارواں لیکر قیادت کی راہوں پر چل نکلے ہیں جنہیں بعض حلقوں میں پذیرائی بھی ہوئی ہے مگر اجتماعی قیادت حاصل نہ کر سکے۔“

کتاب ”الشہاب الثاقب“ سے تائید:

آپ نے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ کی تصنیف ”الشہاب الثاقب“ کو بھی اپنے استدلال کی تائید میں پیش کیا ہے کہ اس کتاب میں سلفیوں و ہابیوں کا رد پایا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ کتاب مولانا احمد رضا خان صاحب کی کتاب ”حسام الحرمین“ کے رد میں لکھی گئی ہے۔ کاش کہ آپ اس کتاب کے نام ہی سے اس کتاب کا موضوع سمجھ لیتے۔ اس کتاب کا پورا نام ہے۔

”الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب“

اور یہ نام حسب ذیل آیات سے ماخوذ ہے۔

الا من خطف الخطفۃ فاتبعہ شہاب ثاقب ۵ (سورہ الطغۃ آیت نمبر 10)

مگر جو شیطان خبر لے ہی بھاگے تو ایک دکھتا ہوا شعلہ اس کے پیچھے لگ لیتا ہے۔“ (ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ)

و حفظناہا من کل شیطن رجیم ۵ الامن السترق السمع فاتبعہ شہاب

مبین ۵ (سورہ الحجر آیت 17-18)

اور اس (یعنی آسمان) کو ہر شیطان مردود سے محفوظ فرمایا ہاں مگر کوئی بات (فرشتوں کی) چوری چھپے سن بھاگے تو اس کے پیچھے ایک روشن شعلہ ہوتا ہے۔“ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

کتاب الشہاب الثاقب کا دوسرا نام ہے: فجوم المدینین علی رؤس الشیاطین یہ نام بھی

حسب ذیل آیت سے ماخوذ ہے:

ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح و جعلناہا رجوماً للشیاطین (سورہ الملک آیت 5)

اور ہم نے قریب کے آسمانوں کو چراغوں (یعنی ستاروں) سے آراستہ کر رکھا ہے اور ہم نے ان (ستاروں) کو

شیطان کے مارنے کا ذریعہ بھی بنایا ہے۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

کتاب ”الشہاب الثاقب“ کی وجہ تالیف:

اس کتاب الشہاب الثاقب کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے حضرت مدنیؒ تحریر فرماتے ہیں:

”جملہ اہل مدینہ کی خدمت میں عرض ہے کہ جناب مولوی احمد رضا خان صاحب مسجد التکفیر کی شان میں جو الفاظ علمائے حرین شریفین نے قبل از واقعت دو چار روز کی ملاقات میں کہے تھے اور حسب اخلاق کریمانہ ان کی چند مدائح اپنی اپنی تقاریض میں تحریر کی تھیں یا اشارۃً و کنایۃً ان کو یا ان کے بعض مخالفوں کو کچھ لکھا تھا۔ ان کا مفصل مجموعہ تمہید میں ذکر کر کے عوام کو دکھلایا گیا کہ مجدد تدلیل اہل حرین کے نزدیک اس اعلیٰ درجہ کے بزرگان دین میں سے ہیں۔“

پھر اس سلسلہ میں ایک تقریظ کی عبارت پیش کر کے لکھتے ہیں:

”اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ علماء مدینہ منورہ کے نزدیک دجال بریلوی تمام علمائے دین و آئمہ شرع متین کا مخالف ہے اور باوجود اس کے حق قبول نہیں کرتا اور اپنے خیال باطل پر اصرار کرتا ہے اور معاندین حق میں سے ہے۔“

المہند علی المہند:

مولانا احمد رضا خان صاحب کی کتاب حسام الحرمین شائع ہونے کے بعد مدینہ منورہ کے علماء نے ۲۶ سوالات علمائے دیوبند کو جواب کے لئے بھیجے۔ جن کے جوابات فخر العلماء والمہتممین حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری (مؤلف بذل المحمود شرح ابی داؤد) نے لکھے۔ اور اس کا نام المہند علی المہند رکھا۔ اس کتاب میں اس وقت کے اکابر علمائے دیوبند کے علاوہ حرین شریفین، مصر حلب اور شام کے علماء کی تقاریض بھی شامل ہیں۔ حسام الحرمین میں مولانا احمد رضا خان صاحب نے دیوبند قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حجت الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند، شیخ العلماء حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہم اللہ پر جو الزامات لگائے گئے ان پر محققانہ بحث کی گئی ہے۔

برعکس نہند نام زنگی کا فور:

المہند علی المہند ہندوستان میں اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہوئی تھی اور ترجمہ سے پہلے اس کتاب کی وجہ تالیف اردو میں جو لکھی گئی اس میں لکھتے ہیں حضرات۔ ان چند سطور کو بغور ملاحظہ فرمائیں تو معلوم ہو جائے گا کہ عالی جناب احمد رضا خان صاحب بریلوی نے اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے اور ان کی

کوشش اور تدبیر کس انداز سے اسلام کو صدمہ پہنچا رہی ہے۔ مختصر یہ کہ مخالفین اسلام نے گونا گوں انداز سے اسلام کو صدمہ پہنچایا۔ مگر خان صاحب نے روافض کی طرح اختیار امت محمدیہ کو منتخب کر کے انہی سے لوگوں کو متنفر کرنا چاہا۔ جیسے روافض نے امت کے خلاصہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کو منتخب کر کے ان کی تکفیر اور تبرابازی اور سب و شتم سے کام لیا تھا۔ ایسے ہی خان صاحب نے اس وقت جو دین کے منتخب اور برگزیدہ جماعت کے آفتاب و ماہتاب تھے ان کو اپنے کفر کے دھوئیں سے مکدر کرنا چاہا۔ واللہ منہم نورہ ولو کرہ الکافرون۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ خان صاحب کے خاندان میں چونکہ بدعت کی تخم ریزی پہلے ہی سے ہو چکی ہے اس وجہ سے سب کے پچھلے نچوڑ خان صاحب احمد رضا خان برکس نہند نام زنگی کا فوردر حقیقت احمد خفا خان صاحب نے تمام ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ، فخر امت و معجزہ من معجزات سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم کے خاندان کو چٹا..... خان صاحب فقط حضرات دیوبند اور خادمان سنت ہی کے مخالف نہیں ہیں ان کے انداز سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ نفس اسلام ہی کے دشمن ہیں۔۔۔۔۔

یہ ہے اکابر علمائے دیوبند اور بریلوی مسلک کے امام مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے مسلک و مشرب کا فرق۔

مولانا عزیز الرحمن کی خیانت:

لیکن مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی خطیب جامع مسجد صدیق اکبر چوہڑ (راولپنڈی) نے جو رسالہ بنام ”اکابر کا مسلک و مشرب“ شائع کیا ہے اس میں دیوبندی اور بریلوی دونوں کے متعلق لکھتے ہیں۔ ”الغرض یہ دونوں فریق اہل سنت والجماعت کے تمام اصول و فروع سے متفق ہیں.....“

مولانا احمد رضا خان صاحب کے متعلق شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کیا لکھ رہے ہیں اور المہند کے مترجم کی تمہید میں کیا لکھا گیا ہے اور مولانا عزیز الرحمن صاحب کیا لکھ رہے ہیں۔ اور مولانا عزیز الرحمن صاحب نے اپنے رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ میں المہند علی المفسد کا عربی متن مع اردو ترجمہ کے پورا شائع کیا ہے لیکن وہ اس تمہید کو چھوڑ گئے ہیں۔ جو شروع سے ہی المہند مترجم اردو کے ساتھ شائع ہوئی لیکن یہ تمہیدی بیان چونکہ مولانا موصوف کے پیش کردہ ”مسلک و مشرب“ کے خلاف ہے اس لئے انہوں نے اس ضروری تمہید کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ اس چہ بول عجیبست

ہمارا اختلاف خواص سے ہے:

ہم دیوبندی بریلوی محاذ نہیں بنانا چاہتے۔ اور عوام معذور ہیں۔ ان کو نرمی سے سمجھانے کی ضرورت

ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اصول و عقائد کو بھی پس پشت ڈال دیں۔ ہمارا اختلاف ان خواص سے ہے۔ جو مولانا احمد رضا خان صاحب کے پورے کے پورے مقلد ہیں۔ مسئلہ علم غیب اور مسئلہ حاضر و ناظرہ وغیرہ فروعی مسائل میں سے نہیں ہیں۔ بلکہ ان کا تعلق عقائد سے ہے۔

احمد رضا خان صاحب کی خیانت کا حال:

دارالعلوم دیوبند کے دورہ حدیث (1358ھ) کے دوران ایک مرتبہ کسی نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے مولانا احمد رضا خان صاحب سے اختلاف کے متعلق دریافت کیا تو حضرت نے جواب میں فرمایا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس کی عبارتیں پیش کر کے جو حکم لگایا ہے کہ وہ ختم نبوت زمانی کے منکر ہیں تو انہوں نے اس میں یہ کارروائی کی ہے کہ یہ تحذیر الناس کے مختلف صفحات کی عبارتیں ایک جگہ جوڑ کر یہ نتیجہ نکالا ہے یہ ان کی تلمیس ہے۔

اہل السنّت والجماعت پر رحم فرمائیں:

اور میں جب دورہ حدیث شریف سے فارغ ہو کر گھر واپس آیا تو ”حسام الحرمین“ کے صفحات کو دیکھا تو جس طرح حضرت مدنیؒ نے فرمایا تھا وہی ثابت ہوا۔ اس دن سے میں مولانا احمد رضا صاحب سے بدظن ہو گیا۔ (حسام الحرمین حضرت والد صاحب مرحوم کے کتب خانہ میں موجود تھی۔) یہ پرفتن دور ہے۔ بدعات و خلاف شریعت رسوم عام ہیں۔ اگر ہم بدعات مروجہ کو بالکل روک نہیں سکتے تو ان کی تائید تو نہ کریں۔ مولانا عزیز الرحمن صاحب اور مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی اہل السنّت والجماعت پر رحم فرمائیں۔ وہ اصل بریلویت اور اصل دیوبندیت کو باہم مدغم کرنے کی کوشش نہ کریں اور مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی کا حال تو عجیب ہے کہ وہ تو یہ بھی نہیں سمجھ سکے کہ حضرت الشیخ المدنی قدس سرہ نے ”الشہاب الثاقب“ کس کے رد میں لکھی ہے۔ واللہ الہادی۔ (قسط نمبر چار مکمل شد۔ [مرتب])

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یار، اپریل ۱۹۹۶ء)

☆.....☆.....☆.....☆

محافل میلاد کا انعقاد:

پروفیسر طاہر القادری صاحب مروجہ محافل میلاد کا خاص اہتمام کرتے ہیں چنانچہ انہوں نے ربیع الاول ۱۴۱۵ھ میں جہاں جہاں جن محافل میلاد کا انعقاد کیا اس کی تفصیل بحوالہ ماہنامہ منہاج القرآن درج ذیل ہے۔

”ماہ ربیع الاول کا مبارک چاند نظر آتے ہی اہل ایمان کے خزاں رسیدہ چمن میں نوید بہار کے گرج بٹھتے ہیں۔ قلب مومن میں گرمی صلیٰ علیٰ کی کیفیات فزوں تر ہونے لگتی ہیں۔ وارفتگاں شوق کے چہرے اپنے

راج دلار کی آمد کی پر نور ساعتوں میں مسرت و شادمانی سے متمنا تھتے ہیں۔ دیدہ و دل بصد ادب و عجز و نیاز ۱۲ ربیع الاول کی اس صبح جاں نواز کا انتظار کرنے لگتے ہیں۔ جس کی نور و نگہت سے معمور ساعت ہمایوں میں محبوب رب العالمین نور الہی کا مظہر اتم بن کر ستم رسیدگان ہستی کی نجات کے لئے لبادہ بشریت میں جلوہ گر ہوئے اور انسانیت کو اللہ رب العزت نے اپنی نعمت عظمیٰ سے بہرہ ور فرمایا۔ بے شک ربیع الاول کا ماہ سعید مادیت زدہ دلوں میں عشق رسالت مآب کی چنگاری بھڑکانے کا موسم ہے۔ اس ایمانی بہار کے موسم میں تحریک منہاج القرآن جو فروغ عشق رسول کی عالمگیر تحریک ہے اپنے آقا کے میلاد کو ہر سال بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منانے کا اہتمام کرتی ہے آغاز ربیع الاول سے ہی اندرون ملک و بیرون ملک پوری دنیا میں پھیلی ہوئی تحریک منہاج القرآن کی سینکڑوں تنظیمات ہر سال خصوصی اہتمام کے ساتھ محافل میلاد کے انعقاد کے لئے سرگرم عمل ہو جاتی ہیں۔ حسب سابق اس سال بھی ربیع الاول کا چاند نظر آتے ہی عالمگیر تحریک منہاج القرآن کے زیر اہتمام قریرہ گاؤں گاؤں شہر شہر نعمات صلی علی گنلگا گنلگا کر ظہور قدسی کے ماہ مقدس کی آمد کی منادی کی جا رہی تھی۔

وہ آئے تو منادی ہو گئی صائم زمانے میں

بہار آئی بہار آئی بہار آئی بہار آئی

تحریک کے مرکزی سیکرٹریٹ میں بھی جشن میلاد النبی کی تقریبات کا آغاز ہو گیا۔ مرکزی سیکرٹریٹ کے سٹاف ممبران اور منہاج القرآن اسلامک یونیورسٹی کے طلبہ اساتذہ پلکوں پر چراغ عشق رسول سجائے گھل کر ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے۔ ملک بھر میں تحریک منہاج القرآن کے زیر اہتمام سینکڑوں محافل میلاد، نعتیہ مقابلے، سیرت کانفرنسز، تحریری مقابلہ جات، سیمینارز، مشعل بردار جلوس اور مختلف نوعیت کی عظیم الشان میلاد مصطفیٰ کانفرنسز کا اہتمام کیا گیا۔ پہلے ہر سال مرکزی سیکرٹریٹ کے سامنے منہاج القرآن پارک میں مرکزی محفل میلاد مصطفیٰ کانفرنسز کا اہتمام کیا جاتا ہے جو پاکستان بھر بلکہ دنیا بھر میں سب سے بڑی محفل میلاد ہوتی ہے لیکن اس مرتبہ مینار پاکستان کے سبزہ زار میں ذکر رسول کی شاندار محفل کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا جس کی لمحہ لمحہ روداد کو ذیل میں قلمبند کیا جا رہا ہے۔

مینار پاکستان کی محفل میلاد:

میلاد کمیٹی کے چیمبر مین الحاج محمد سلیم قادری کی نگرانی میں مینار پاکستان کے سبزہ زار میں مغربی سمت بڑے قرینے سے اسٹیج کی آرائش و زیبائش کی گئی تھی۔ اسٹیج کے دائیں جانب خواتین کے لئے علیحدہ انکلوڈ رہنایا گیا تھا پاکستان عوامی تحریک کا پرچم مینار پاکستان کے گرد لپٹا ہوا نہایت خوبصورت لگ رہا تھا۔ پنڈال کے آخر میں قائد انقلاب پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی عصر حاضر کے مسائل پر قرآن سنت کی روشنی میں تحقیقی و علمی موضوعات پر مشتمل ۱۵۰ امر حرکت الآراء تصانیف اور مختلف دینی، روحانی اخلاقی، علمی و فکری اور

عصری موضوعات پر تقریباً ۴۰۰۰ (چار ہزار) آڈیو ویڈیو کیسٹوں کے سٹال سجے تھے۔

مینار پاکستان کے ارد گرد کا ماحول قومی میلے کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ جب کہ پنڈال میں مشتاقان رسول ہمہ تن گوش ہو کر سینوں میں عشق مصطفیٰ کے چراغ روشن کئے آپ آقا ﷺ کی تعریف و توصیف کے ترانے سننے میں محو تھے اور مرغوب احمد ہمدانی صاحب گویا ہو رہے تھے۔ ☆ محبوب دامیلہ اے۔ محفل نوسجائی رکھنا۔ اوہدے آن دا ویلا اے۔ وقفے وقفے کے بعد عرق گلاب کا چھڑکاؤ ہو رہا تھا جو ذوق و شوق کو فزوں تر کر رہا تھا۔ ادھر دلوں کی سرزمین پر انوار الہیہ کی بھینی بھینی پھوہار ہو رہی تھی۔ شرکائے محفل تصورات کے ماحول میں حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیکر جمیل کو سجائے بیٹھے تھے کہ محفل اللہ ہوا سم ذات کے ذکر سے جھوم اٹھی۔ وجد و کیف کے عالم میں قائد محترم مائیک پر تشریف لائے اور فرمایا۔ اس آواز کو شہر مدینہ کے گلی کوچوں تک پہنچانے کی کوشش کیجئے۔ اپنی آنکھوں میں سنہری جالیوں کا منظر لا کر بیٹھیں تاکہ مکین گنبد خضریٰ کی توجہ خاص کے انوار ہمارے قلب و روح پر مرتب ہو سکیں۔ آقا نامدار ﷺ کے عشق میں اس طرح پاگل اور دیوانہ بن کر بیٹھیں کہ حضرت بلالؓ کی روح بھی آج آقا کے عاشقوں کو دیکھ کر جھوم اٹھے۔ فضا ایک بار پھر نعرہ بگیر و رسالت اور آمد مصطفیٰ ﷺ مرحبا مرحبا کی پر کیف صداؤں سے جھوم اٹھی ۲۱ بجے قائد انقلاب فلک شکاف نعروں کی گونج مین مائیک پر تشریف لائے۔ ہر طرف سناٹا چھا گیا یکتائی کا سماں تھا صاف شفاف آسمان پر نور باری کرتا چاند پوری یکسوئی اور انسہاک کے ساتھ آقا کے میلاد کی محفل میں شریک تھا اس ماحول یکتائی سے قائد انقلاب کی آواز ابھری:-

یہ کائنات آب و گل حسن و عشق کے ہنگاموں کا مرکز ہے۔ محفل میلاد مصطفیٰ اپنے نقطہ عروج کی طرف بڑھ رہی تھی۔ شرکائے تقریب پورے احترام اور عقیدت کے ساتھ شریک سعادت تھے۔ اس یقین کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ مکین گنبد خضریٰ دیکھ رہے ہیں کہ ان کے پروانے ان کے متانے اور ان کے دیوانے ان کی یاد میں کس طرح تڑپ رہے ہیں کس طرح مچل رہے ہیں۔ یہ نور آج کی رات ۱۲ ربیع الاول کی صبح ظاہر ہونے کے لئے مخدومہ کائنات بی بی آمنہ کی گود میں چمکا۔ ستر ہزار حوریں آمنہ کے گھر آمنہ کو مبارک باد دینے کے لئے آتی ہیں۔ آسمانوں پر رب کائنات نے ایک ستون بنایا۔ مینار مصطفیٰ تعمیر کیا وہ مینار حضور اکرم ﷺ کی یادگار تھا اور شب معراج سرور کائنات ﷺ کو دکھایا گیا کہ اس ستون کو آپ کی ولادت کی رات بنایا گیا تھا۔ کاش پاکستانیو تمہیں آمد مصطفیٰ کی نعت کی قدر ہوتی۔ یہ زمانہ مادیت زدہ ہو گیا۔ اس زمانے نے لوگوں کے سینوں سے عشق مصطفیٰ کے چراغ بجھا ڈالے۔ مصطفیٰ ﷺ کی محبت و ادب کی نسبت کی ڈوریاں کاٹ ڈالیں۔ ۱۲ ربیع الاول کے دن فتویٰ جاری ہونا شروع ہوتے ہیں۔ مضامین لکھے جاتے ہیں۔ وہ سارا سال سوئے رہتے ہیں میلاد مصطفیٰ کا دن آتا ہے تو ان کی ساری بدعتیں جاگ اٹھتی ہیں اور کہتے کہ چراغاں جائز نہیں کسی کا یوم ولادت جائز نہیں اور کسی کی برسی جائز نہیں۔ ارے نادان ۱۴ اگست گذرا

ہے یہ فتوے اس دن بھی لگائے ہوتے یہ چراغاں ۱۴ اگست کو بھی ناجائز بتایا ہوتا۔ پھر سمجھ میں آتا کہ فتویٰ کا معیار ایک ہے۔ جس دن مصطفیٰ ﷺ کی ولادت کا دن آتا ہے۔ یہ فتوے جاگ اٹھتے ہیں۔ یہ تھر تھراہٹ ہے جو کعبہ کے بتوں میں پیدا ہوئی تھی وہ تھر تھراہٹ آج بھی جاری ہے فضا تکبیر و رسالت کے نعروں سے گونج اٹھی۔ قائد انقلاب کہہ رہے تھے یہ باطل بتوں کی تھر تھراہٹ ہے یہ طاغوتی فکر کی تھر تھراہٹ ہے۔ آقا ﷺ کی سیرت کی اتباع پر زور درست ہے۔ لیکن سیرت کا فیض تب ملے گا جب سیرت والے کے عشق میں غرق ہو جاؤ گے ان کی آمد پر خوشیاں مناؤ گے۔ صدیوں تک تاجدار کائنات کے میلاد کا جشن کئے کے گلی کوچوں میں منایا جاتا رہا۔ توپوں کی سلامی ہوتی تھی۔ جشن پاک مدینہ پاک میں بھی منایا جاتا رہا۔ پوری کائنات میں شرق سے غرب تک منایا جاتا تھا اور منایا جاتا ہے۔ اگر کسی کی طبعیت نہ چاہے ایسا نہ کرے مگر دوسرے کی دل شکنی بھی تو نہ کرتا پھرے۔ خدا کے لئے نبی سے امت کے رشتے کو نہ توڑا جائے۔ امت مسلمہ کو آج کی رات وہ احسان ملا جو انسانیت پر نہ کبھی پہلے دیکھا گیا نہ قیامت تک دیکھا جائے گا۔ یہ صبح میلاد کا سہانا وقت تھا۔ رات اپنا رخت سفر باندھ چکی تھی۔ اندھیرے جا رہے تھے اور دن کے اجالے طلوع ہو رہے تھے۔ ادھر قدسیانِ فلک اور حورانِ بہشت عرش و فرش با آواز بلند آقا کا استقبال کر رہے تھے۔ میلاد کی ریتا دھوم یہ تھی اک راج دلار آوت ہے۔ لاکھوں انسان قائد انقلاب کی آواز میں آواز ملا کر۔ میلاد کی ریتا کا ذکر کر رہے تھے۔ ہوائیں ساعتیں بھی درود پڑھ رہی تھیں۔ لمحے بھی سلام کہہ رہے تھے اور پھر خالق حقیقی کی بارگاہ میں لاکھوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھے۔ قائد انقلاب حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں التماس گزار تھے۔ یا رسول اللہ ﷺ! ذرا چہرے سے پردہ تو اٹھاؤ یا رسول اللہ ﷺ۔ قائد انقلاب کا خطاب صبح ۱۵:۳ بجے ختم ہوا۔ یہ سرکار کے میلاد کی اس وقت دنیا میں سب سے بڑی محفل تھی۔ الخ“

[ماہنامہ منہاج القرآن لاہور ستمبرء۔ ربیع الاول و ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ]

تبصرہ: (تضع اور خود پرستی کا ایک کرشمہ:)

مینار پاکستان کے سایہ میں اس میلاد کی اجتماع میں پروفیسر طاہر القادری کا خطاب الفاظ کی جادو گری تو ہے لیکن اس کا شرعی حقائق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بزمِ عمویش ان کی نورانی محفل اور ان کا اور ان کے سارے اجتماع کا نور میں ڈوبنا بجلی کے ان ظاہری قمقموں کی چمک دمک کا اثر تو ہو سکتا ہے لیکن ان روشنیوں کا انوار عشق و معرفت سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔

میلاد کی ریتا (یعنی رات جاگنا) دھوم یہ تھی۔ اک راج دلار آوت ہے۔

محض تضع اور خود پرستی کا ایک کرشمہ ہے۔ کہاں اتباع سنت کا نور اور کہاں بدعات کی ظلمتیں اور یہ محافل میلاد اس عقیدہ پر مبنی ہے کہ حضور اکرم ﷺ خود وہاں موجود ہیں یا مدینہ منورہ سے دیکھ رہے ہیں اور حاضر

وناظر كا عقيدہ بالكل بے اصل ہے۔

محافل ميلاد پر حضرت سہارنپوریؒ کی رائے گرامی:

عید ميلاد یا جلوس و جشن ميلاد كا دور رسالت، دور صحابہ كرام اور قرونِ ثلاثہ ميں ثبوت نہیں ملتا۔ یہ صدیوں بعد ميں دنياوی سلاطین کی ایجاد ہے۔

اور مولانا عبد السمیع صاحب رام پوری نے اپنی كتاب انور ساطعہ ميں بھی لکھا ہے کہ: چھٹی صدی کے آخر جو محفل مولود شریف منعقد ہوئی اس کو اجلہ حکماء اور اكا بر فضلاء نے مستحسن سمجھا اور شريك ہوئے۔

اس كا جواب دیتے ہوئے شیخ العلماء حضرت مولانا خليل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (صاحب بذل المجهود شرح ابی داؤد لکھتے) ہیں کہ:

خود قرن صحابہ ميں بھی اگر کوئی امر ہوا اور اس پر انكار کیا گیا تو وہ جائز اور حجت نہیں ہوتا چہ جائے کہ بعد چھ سو سال کے ہو جب اس پر وقت حدوث اس کے فاكہانی وغیرہ علمائے عصر نے انكار کیا تو وہ جائز نہیں ہو سكتا مع هذا ہم کہتے ہیں کہ اس وقت ميں فقط ذكر خير البشر كا بلا قيد و بلا تداعي و اہتمام تھا۔ لہذا اس وقت علماء كا اس پر تكيہ نہ ہوا۔ اب جو قيد وغیرہ شروع اس پر اضافہ ہوئیں تو نا جائز ہو گیا۔ اصل ذكر ولادت كو تو کوئی منع نہیں کرتا جو کچھ تکرار ہے اور انكار ہے وہ قیود ميں ہے۔

[براہین قاطعہ: ۴۷-۴۸۔ مطبوعہ دار الاشاعت كراچی اشاعت، اول، مارچ ۱۹۸۷ء]

محافل ميلاد كا تاريخی جائزہ:

حضرت مولانا نجم الدین صاحب اصلاحی [مرتب: مکتوبات شیخ الاسلام حضرت مدنی] لکھتے ہیں:

”سب سے پہلے چوتھی صدی ہجری خلفائے فاطمیہ نے قاہرہ ميں چھ عدد ميلادوں کی بنیاد ڈالی جن ميں سے ایک ميلاد النبی دوسرے ميلاد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تیسرے ميلاد سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا چوتھے ميلاد حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانچویں ميلاد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور چھٹے ميلاد خلیفہ وقت۔ ان ميلادوں کو افضل ابن امیر الجیوش نے ختم کر دیا۔ جب حاکم بامر اللہ خلیفہ ہوا تو اس نے ۵۷۴ھ ميں پھر ان ميلادوں کی مجلسوں کو قائم کر دیا۔ ہاں ميلاد النبی کو موصل ميں شیخ عمر بن الملّا جو اپنے زمانہ کے اچھے لوگوں ميں شمار ہوتے تھے قائم کیا جس کی اقتداء صاحب اربل مظفر ابو سعود نے ساتویں صدی ہجری ميں بڑے زور و شور سے کی چنانچہ ابو الخطاب عمر بن الحسن المعروف بابن وجیہہ اندلسی نے سلطان مظفر الدین کی دلچسپی ميلاد النبی دیکھ کر ایک كتاب التتویر فی مولد السراج الممیر تصنیف کر دی۔ جس کے صلہ ميں سلطان اربل نے ایک ہزار دینار عطا فرمائے۔ شاہ اربل نے ربیع الاول ميں سرکار دوعالم ﷺ

کی پیدائش کی خوشی میں اس قدر غور کر رکھا تھا کہ بقول صاحب تاریخ ابن خلکان و کتاب مرآة الجنان سبط ابن جوزی مظفر نے میں قبہ جات یعنی گنبد اس طرح بنوائے کہ ہر گنبد کے چار اور پانچ درجے نیچے اوپر قائم کر دیئے تھے۔ ایک اپنے لئے مخصوص کر رکھا تھا اور بقیہ امراء اور سلاطین وغیرہ کے لئے وقف تھے جس کی آرائش اور سجاوٹ صفر کے مہینے سے شروع ہو جاتی تھی۔ عصر کی نماز پڑھ کر مظفر اپنے قبہ کے اندر داخل ہو جاتا تھا۔ مجلس رقص سرور بھی تھی۔ طرح طرح کے کھانے اور رنگ برنگ بھیس میں متصفین اور نام نہاد علمائے عصر ٹوٹ پڑتے تھے کبھی ۸ ربیع الاول کو اور کبھی ۱۲ ربیع الاول کو یہ تقریب منائی جاتی تھی۔ حسب تصریح سبط ابن جوزی پانچ ہزار بھونی بکریاں اور دس ہزار مرغ مسلم اور ایک لاکھ برتن اور تیس ہزار تشتریاں مٹھائی سر پر موجود ہوتی تھیں اور سماع اور قوالی کی مجلسیں ظہر سے فجر تک مسلسل جاری رہتی تھیں۔“ [حاشیہ مکتوب شیخ الاسلام نمبر ۶۲۔ جلد: ۳]

پر لے درجے کی جہالت اور گمراہی:

اسی سلسلہ سلسلہ میں حضرت مولانا نجم الدین صاحب اصلاحی لکھتے ہیں:

”مذہب اور دین کے اندر جو چیزیں فرض واجب مستحب اور مندوب اور مباح وغیرہ کے ناموں سے یاد کی جاتی ہیں۔ وہ سب کی سب صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول اور موجود ہیں۔ ائمہ اربعہ کے اصول کے خلاف کوئی طریقہ اور کوئی مجلس بعد کے کسی صوفی اور مولوی نے ایجاد کی ہو اس کے مندوب اور استحباب پر زور دینا پر لے سرے کی جہالت ہوگی اور اسکے تارک کو ملامت کرنا اور دشمن اسلام ظاہر کرنا بد دینی اور کھلی ہوئی گمراہی متصور ہوگی۔“ (ایضاً حاشیہ مکتوب شیخ الاسلام نمبر ۶۲)

پروفیسر قادری کا دوسرا رخ:- ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ بریلوی مسلک کا ترجمان ہے جس کے ٹائٹل پر لکھا ہے:- بقیہ ان کرم محدث اعظم شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد صاحب لائل پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ بیادگار اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ۔ بقیہ ان نظر حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق مدظلہ العالی خطیب زینت المساجد دار السلام گوجرانوالہ۔ جمادی الاول ۱۴۱۶ھ کے ”رضائے مصطفیٰ“ میں بعنوان ”ذرا سوچئے تو سہی!“ لکھتے ہیں:

”فرق ظاہریہ کے سربراہ ڈاکٹر طاہر القادری اپنے حلقہ میں قائد انقلاب اور داعی انقلاب مصطفوی کہلاتے ہیں مگر افسوس کہ عمل اور کردار شریعت مصطفویہ و سیرت نبوی (علیہ الصلوٰۃ و السلام) کے شایان شان نہیں۔“

ایک شمع محفل خاتون:

اولاً ادارہ جنگ لاہور نے بسلسلہ یوم آزادی (۱۴ اگست) قومی سیمینار منعقد کیا جس کے مقررین میں طاہر القادری اور عابدہ جھنگوی بھی شامل تھے جیسا کہ تقریباً سب جانتے ہیں۔ عابدہ صاحبہ سیدہ کہلانے

کے باوجود شریعت سے بالکل آزاد ننگے منہ ننگے سر شمع محفل خاتون ہیں جب وہ آئیں تو ہال سے آوازیں آئیں۔ اماں جی دوپٹہ لے لو۔ تو عابدہ حسین نے کہا کہ پردہ آنکھ اور سوچ کا ہوتا ہے (جس میں چادر و برقع کے شرعی پردہ کی مکمل نفی ہے) اس پر بھی دوپٹہ لے لو کی آوازیں آتی رہیں۔ تو ڈاکٹر طاہر القادری اسٹیج پر آئے اور پردہ کی آوازیں دینے والوں کو ڈانٹ کر کہا کہ آپ یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ آپ ہنگامہ اور تماشا کرنے والے ہیں۔ یہ نہ اسلام اور نہ اخلاق ہے۔ اس پر لوگ چپ ہو گئے۔ (جنگ لاہور ۱۶ اگست ۱۹۹۵ء)

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ جو عورت ننگے منہ ننگے سر شمع محفل بنی اور اس نے اعلانیہ پردہ کی نفی کی۔ ڈاکٹر صاحب نے اسے تو کوئی تنبیہ نہیں کی کہ نہ اسلام ہے نہ اخلاق حالانکہ اس موقع پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر ڈاکٹر صاحب کی خصوصی ذمہ داری تھی۔ الٹا ان کو ڈانٹ کر چپ کر دیا جو اسلامی غیرت و حیاء اور پردہ و دوپٹہ کی آوازیں دے رہے تھے۔ کیا یہی انقلاب مصطفوی ہے؟ کیا یہ حق گوئی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور اسلامی اخلاق و حیاء کا مظاہرہ ہے؟ العیاذ باللہ۔

ننگے منہ ننگے سر عورتیں:

ثانیاً:

روز نامہ نوائے وقت لاہور ۷ ستمبر کے صفحہ اول پر عورتوں کے جلوس کی ایک تصویر شائع ہوئی ہے۔ جس میں ننگے منہ اور نیم برہنہ منہ عورتیں شریک جلوس دکھائی دے رہی ہیں اور تصویر کے نیچے لکھا ہے:

”منہاج القرآن و بمن لیگ کی ریلی شاہراہ قائد اعظم سے گزر رہی ہے۔“

اور صفحہ آخر پر اس سلسلہ میں مخلوط اجلاس کی تصویر شائع ہوئی ہے۔ جس میں ایک طرف مولانا صوفی محمد علی سیالکوٹی اور دیگر مولانا کرسی نشین دکھائی دے رہے ہیں اور مخلوط اسٹیج پر طاہر القادری سمیت مجید نظامی اور ننگے منہ نیم برہنہ منہ عورتیں لاؤڈ سپیکر پر تقریریں کرتی دکھائی دے رہی ہیں اور تصویر کے نیچے لکھا ہے:

”منہاج القرآن تحفظ ناموس نسواں کنونشن سے ڈاکٹر طاہر القادری، مجید نظامی، فاطمہ بیجا، بیگم رفعت جبین، فخر النساء، قرۃ العینین طاہرہ خطاب کر رہے ہیں۔“ کیا یہی مصطفوی انقلاب ہے؟

کیا یہی مصطفوی انقلاب ہے:

ناراضگی معاف! ڈاکٹر طاہر القادری صوفی محمد علی نقشبندی، مولانا معراج العلوم، مفتی عبدالقیوم خان جیسے حضرات سے سوال کہ خوف خدا و فکر آخرت کے پیش نظر جواب دے کر مشکور ہوں کہ عورتوں کو اس طرح سڑکوں پر لانا، بازاروں میں گھمانا اور انہیں مخلوط جلوس و مخلوط جلسوں میں شمع محفل بنانا اور دعوتِ نظارہ دینا کیا یہی انقلاب مصطفوی ہے؟

جو عورت خانہ خدا میں اذان و اقامت نہ کہہ سکے منبر پر خطبہ نہ دے سکے اور قرآن پاک (جس کی اپنی آواز تو درکنار) اس کے زیور کی آواز پر پابندی عائد کرے۔ اسی عورت سے مخلوط جلسہ میں لاؤڈ سپیکر پر تقریریں کرانا کیا یہی انقلاب مصطفوی ہے؟ جو مردوں کی صف میں کھڑی نہ ہو سکے اسے اسٹیج پر مردوں اور مقررہ کی صف میں کھڑا کرنا اور تقریریں کرانا کیا یہی انقلاب مصطفوی ہے؟ جو بحکم قرآن وحدیث جاندار کی تصویر بناتا ہے شدید حرام اور گناہ اور موجب لعنت ہے وہی تصویریں قوم کی بیٹیوں اور منہاج القرآن کی خواتین کے بے پردہ مخلوط جلسوں میں اترانا اور عام تصویروں کے علاوہ اخباروں میں اور زیادہ نمایاں اور رنگین تصویریں شائع کرانا اور لاکھوں کروڑوں مردوں جوانوں کی نظر سے گزرا کرنا یہی انقلاب مصطفوی ہے؟ کیا اس انقلاب مصطفوی کی سیدہ عائشہؓ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پردہ وحیا سے کوئی مناسبت ہے؟ پیپلز پارٹی اور نواز شریف پارٹی کے مخلوط پروگراموں اور انقلاب مصطفوی ومنہاج القرآن کے دعوے داروں کے مخلوط پروگراموں میں کیا کوئی فرق باقی رہ گیا ہے؟

[رضائے مصطفیٰ: جمادی الاول ۱۴۱۶ھ]

مصطفوی انقلاب کی ایک جھلک:

روزنامہ خبریں اسلام آباد نے بعنوان ”طاہر القادری نے منہاج القرآن کے طلبہ کی مدد سے کروڑوں کی زمین پر قبضہ کر لیا۔“ حسب ذیل تفصیل لکھی ہے:

”منہاج القرآن کے سرپرست اعلیٰ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری نے ٹاؤن شپ میں اپنے ادارے سے ملحقہ ۶ کروڑ روپے مالیت کی ۱۷/۱۸ کنال ایل ڈی اے و پرائیویٹ مالکان کی اراضی پر رات کے اندھیرے میں دیواریں کھڑی کر کے قبضہ کر لیا۔ قبضے کی اس کارروائی میں منہاج القرآن کے طالب علموں سمیت متعدد افراد نے حصہ لیا اور ایک رات کے اندر اندر لاکھوں اینٹیں چن دی گئیں۔ ایل ڈی اے کے عملے نے پروفیسر طاہر القادری کو روکنے کی کوشش کی مگر انہوں نے قبضے کی کارروائی جاری رکھی۔ روزنامہ خبریں نے قبضے کی اس کارروائی کی معلومات حاصل کرنے کے لئے گزشتہ روز جب علاقے کے کینوں سے رابطہ کیا اور منہاج القرآن یونیورسٹی کے طلبہ و ملازمین سے موقف معلوم کیا تو انہوں نے کہا علامہ طاہر القادری نے اس جگہ کو اسلامی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کے لئے چار دیواری کروائی ہے اور انہوں نے اس تمام کارروائی کی باقاعدہ اجازت تین روزہ چلہ کر کے حاصل کی تھی۔ جب ان معصوم طلبہ سے پوچھا گیا کہ یہ اجازت انہوں نے کس سے حاصل کی اور مالکان کی مرضی کے بغیر یہ اجازت کس نے دیدی؟ تو انہوں نے کہا کہ ساری زمین اللہ تعالیٰ کی ہے یہ رجسٹریاں تو دنیاوی کام ہیں۔ جنہیں ہم نہیں مانتے۔ ایک نوجوان امجد علی نے خبریں کو بتایا کہ اس وسیع و عریض خالی جگہ کے دونوں طرف منہاج القرآن کے ادارے اور مزار

اقدس ہے جبکہ عین درمیان میں یہ جگہ تھی جس کے عارضی طور پر استعمال کرنے کی اجازت پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری نے محکمہ ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ سے لے رکھی ہے جسے ایل ڈی اے والے نہیں مانتے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ جس وسیع و عریض گراؤنڈ پر قبضہ کیا گیا ہے۔ وہاں فٹ بال کے نیٹ اور کرکٹ کی چب بھی بنی ہوئی ہے اور علاقے کے سینکڑوں نوجوان یہاں روزانہ کھیلتے ہیں۔ اس گراؤنڈ میں گھنے درخت بھی تھے جو کٹوا دیئے گئے ہیں اور تعمیر شدہ چار دیواری کے ساتھ ساتھ راتوں رات پاپولر کے نئے پودے بھی لگا دیئے گئے ہیں۔ وہاں کرکٹ کھیلنے والے نوجوانوں سے روزنامہ خبریں نے جب اس قبضے کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو ایک نوجوان انس علی نے کہا کہ ہم تو اس لئے چپ ہیں کہ اسلامی قبضہ ہے اور کہیں گستاخی نہ ہو جائے۔ ورنہ اس کارروائی سے اسلام کے دعوے داروں کے خلاف جتنی نفرت ہمارے دل میں ہے بیان سے باہر ہے۔ میں تو اس مرتبہ اس مسجد میں جمعہ پڑھنے بھی نہیں گیا۔ قول و فعل کا اس سے زیادہ تضاد اور کیا ہوگا۔ اس قبضے کے حوالے سے ایل ڈی اے کے افسران سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ نقشے میں یہ عوام کے لئے گراؤنڈ ہے اور منہاج القرآن والوں نے سراسر ناجائز قبضہ کیا ہے۔ راتوں رات دیوار تعمیر کی ہے۔ ایل ڈی اے کے ڈائریکٹر لینڈ نے علاقہ کے مکینوں کی شکایات پر جب منہاج القرآن کے سربراہ ڈاکٹر طاہر القادری سے رابطہ کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے صرف پلے گراؤنڈ کی چار دیواری کی ہے، بچے تو اسی طرح کھیل سکتے ہیں۔“

[روزنامہ خبریں اسلام آباد ۱۱ اپریل ۱۹۹۶ء]

تبصرہ: یہ پروفیسر طاہر القادری کی طرف سے مصطفوی انقلاب کا آغاز ہے۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

قادری صاحب سیاسی میدان میں:

قادری صاحب دراصل حب جاہ کے مریض ہیں۔ پہلے وہ سیاسی میدان میں اترے۔ انہوں نے اپنی پارٹی کا نام ”پاکستان عوامی تحریک“ رکھا۔ اور الیکشن میں کامیابی کے لئے انہوں نے ایئر مارشل اصغر خان صاحب سربراہ تحریک استقلال اور تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے سربراہ ساجد علی نقوی صاحب سے مل کر ایک متحدہ محاذ بنالیا۔ اور ۱۰ جنوری ۱۹۹۰ء کو ایک پمفلٹ بنام ”اعلامیہ وحدت“ شائع کیا۔ جس پر پاکستان عوامی تحریک کی طرف سے پروفیسر طاہر القادری صاحب، مولانا احمد علی قصوری، مولانا معراج الاسلام اور تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کی طرف سے ساجد علی نقوی، علی الموسوی اور مولوی موسیٰ بیگ (جامعۃ المشرق نر لاہور) کے دستخط ہیں۔ اس تحریری معاہدہ سے ثابت ہوتا ہے کہ پروفیسر طاہر القادری صاحب پاکستان میں نفاذ فقہ جعفریہ کے حامی ہیں۔ لیکن اس متحدہ محاذ کا یہ حشر ہوا کہ الیکشن میں ایئر مارشل صاحب بھی اس متحدہ محاذ سے علیحدہ ہو گئے

اور شیعہ لیڈر ساجد علی نقوی نے بھی جواب دے دیا۔ قادری صاحب تنہا رہ گئے اور قومی اسمبلی کے لئے ان کا کوئی امیدوار بھی کامیاب نہ ہو سکا اور پھر ناکامی کے پیش نظر انہوں نے صوبائی الیکشن کا بائیکاٹ کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

۲۔ پروفیسر صاحب موجودہ ملی یکجہتی کونسل میں بھی شامل ہوئے تھے۔ پہلے اجلاس میں شریک بھی ہوئے۔ لیکن بعد میں اس بہانہ سے ملی کونسل سے بھی دستبردار ہو گئے کہ ملی یکجہتی کونسل ملکی سیاست میں بھی حصہ لینا چاہتی ہے۔

روحانی میدان:

الیکشن سیاسی میدان میں ناکامی کے بعد اب پروفیسر قادری صاحب نے روحانی میدان میں قدم رکھا ہے۔ اب وہ ایک مربی اور شیخ و مرشد کی حیثیت سے خانقاہی مراکز قائم کر رہے ہیں۔ چنانچہ ۲۰ نومبر ۱۹۹۵ء کے عالمی علماء و مشائخ کنونشن لاہور کے بعد ماہنامہ منہاج القرآن میں بعنوان ’’اسلامی تصوف اور روحانی اقدار کے احیاء کے لئے خانقاہی نظام کی بحالی کا فیصلہ‘‘ لکھتے ہیں۔

اسلام کی تاریخ و دعوت و عزیمت، علماء و مشائخ کی شاندار خدمات کے پیش نظر نشاۃ ثانیہ کی موجودہ عالمی لہر میں فعال کردار ادا کرنے کے لئے مشائخ و علماء کرام کا یہ عالمی اجتماع درج ذیل تجاویز و لائحہ عمل پیش کر رہا ہے۔

۱..... خالصتاً مادی دور میں روحانی تعلیم و تربیت پہلے سے کہیں زیادہ اہم ہو چکی ہے لہذا خانقاہی نظام کو فعال کرنے کے لئے باقاعدہ علمی و عملی تحریک شروع کی جا رہی ہے۔

۲..... بزرگان دین کی پاکیزہ اور سنہری تعلیمات کے برعکس عرسوں کے موقع پر ہونے والے غیر شرعی امور کا کلیتہاً خاتمہ کیا جائے تاکہ سلاسل طریقت کو منکرات و بدعات کی ترویج جیسے بے بنیاد الزامات سے بچایا جاسکے۔

۳..... اس کنونشن کے معزز شرکاء آج اعلان کرتے ہیں کہ اکابر مشائخ کے مزارات سے ملحق خانقاہوں میں زیادہ سے زیادہ اہتمام کے ساتھ علوم تصوف کو باقاعدہ تدریس اور سلوک کی عملی تربیت کے مراکز قائم کئے جائیں گے تاکہ تصوف کو پھر سے ایک زندہ اور متحرک قوت بنایا جائے۔

۴..... اس تاریخی کنونشن کی میزبانی پر تحریک منہاج القرآن، اللہ رب العزت کے حضور سجدہ شکر بجا لاتے ہوئے پہلی باقاعدہ مرکزی تربیت گاہ ’’خانقاہ غوثیہ‘‘ قائم کرنے کا اعلان کرتی ہے۔ جہاں افراد کی تعلیم و تربیت کا کام جاری ہے۔ مشائخ عظام اور سجادہ نشین حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اس خانقاہ کی سرپرستی فرمائیں اور اپنے صاحبزادگان اور متوسلین میں سے کم از کم ایک فرد کو مرکز میں بھیجیں تاکہ ہمیں ان

کی خدمت اور نوکری کا اعزاز حاصل ہو۔ جو بعد ازاں واپس جا کر اپنے آباؤ و اجداد کے روحانی مراکز کا انتظام و انصرام بطور احسن سنبھال سکیں۔ [ماہنامہ منہاج القرآن لاہور ۱۹۹۵ء: ۶۸]

تبصرہ:

معلوم نہیں پروفیسر طاہر القادری کے نزدیک روحانیت کیا چیز ہے۔ حالانکہ قادری صاحب کی فیض یافتہ منہاج القرآن دیمین لیگ کی ریلی شاہراہ قائد اعظم لاہور سے گزرتے ہوئے دعوتِ نظارہ دے چکی ہے اور خود پروفیسر قادری صاحب مردوں اور عورتوں کے مخلوط اسٹیج پر روحانیت کا وعظ فرما چکے ہیں اور خمینی صاحب کی بہت زیادہ مدح سرائی فرما چکے ہیں حالانکہ خمینی صاحب نے اپنی کتاب کشف الاسرار میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن کا مخالف قرار دیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ ”رضائے مصطفیٰ“ والے بھی کٹر بریلوی ہیں۔ جو قادری صاحب کے ہم مسلک بھی ہیں لیکن ان میں خوبی یہ ہے کہ صحیح ہو یا غلط وہ تقیہ نہیں کرتے اور اپنے ہم مسلکوں کو کھری کھری سنا دیتے ہیں۔

۲..... لاہور کے مفتی غلام سرور قادری صاحب (سابق مشیر وفاقی شرعی عدالت پاکستان) بھی بریلوی اور قادری ہیں۔ لیکن انہوں نے طاہر القادری کی بعض تحریروں کی بناء پر ان کی تکفیر کی۔ لیکن پروفیسر قادری کسی کی پرواہ نہیں کرتے اور روحانی دوڑ میں وہ زمانہ حال کے کتنے صوفیوں کو شکست دے چکے ہیں۔ البتہ وہ مولانا مکی مالکی صاحب سے اس دوڑ میں آگے نہیں جاسکے۔ کیونکہ دونوں صاحبان عالم ارواح کے فیضان سے محبت و محبوب بنے ہوئے ہیں دونوں کا مسلک و مشرب ایک ہی ہے۔ کیونکہ مکی مالکی صاحب محافل میلاد کے عاشق ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک مستقل رسالہ بنام ”حول الا حتفال بالمولد النبوی الشریف“ تالیف فرمایا ہے جس کا ترجمہ بھی بعنوان ”جشن میلاد النبی“ ایک بریلوی عالم مولانا دوست محمد شاکر سیالوی نے لکھا اور شرکت حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور نے پہلی بار ۱۴۰۳ھ میں شائع کیا ہے۔ مولانا مکی مالکی نے محافل میلاد کے انعقاد کے حق میں اس رسالے میں عقلی و نقلی ۲۱ دلائل پیش کئے ہیں یہاں یہ امر ملحوظ رہے کہ یہ رسالہ (حول الا حتفال) پہلی بار ۱۴۰۲ھ میں طبع ہوا ہے اور ان کی زیر بحث ضخیم کتاب مفہیم اس کے دو سال بعد ۱۴۰۴ھ کی تصنیف ہے۔ [اصلاح مفہیم: ۳۷۳]

اصلاح مفہیم میں محافل میلاد:

۲..... (اصلاح) مفہیم میں محافل میلاد کے انعقاد پر مکی مالکی صاحب موصوف نے مختصر بحث کی ہے اور اس موضوع پر تفصیلی بحث کے لئے اپنے رسالہ حول الا حتفال کا حوالہ دے دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے

ہیں:

”یہ اجتماعات دعوت الی اللہ کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ اور بہت سنہری قیمتی مواقع ہیں۔ ان کو ضائع نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ علماء پر واجب ہے کہ امت کو نبی کریم ﷺ کے اخلاق و عادات و سیرت و معاملات و عبادات کو یاد دلائیں اور ان کو وعظ و نصیحت کریں اور شر و فتنہ ابتداء و بلاء سے ڈرائیں اور جو ان اجتماعات سے کوئی دینی نفع حاصل نہیں کرتا وہ مولد نبوی کی خیر سے محروم ہے اور ہم اس کو ان دلائل و مناسبات کو ذکر کر کے جن سے یہ مضمون مستنبط کیا ہے۔ طوالت مضمون میں نہیں پڑتے کیونکہ اس موضوع پر علیحدہ ہمارا ایک رسالہ ہے جس کا نام ”حول الا حتفال بمولد النبوی الشریف“ ہے ہاں خاص طور سے ہم حضرت ثوبیہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کئے جانے کا قصہ ذکر کرتے ہیں کیونکہ اس سلسلہ میں بہت کلام کیا گیا ہے۔“

(مفاجیم: ۳۶۵-۳۶۶)

تبصرہ: (مالکی صاحب کے دلائل کی حقیقت:)

مولانا مالکی صاحب نے انعقاد مجالس مولود کے حق میں جو دلائل دیئے ہیں۔ اس قسم کے دلائل مولانا عبد السمیع صاحب رام پوری اپنی کتاب انوار ساطعہ میں دے چکے ہیں۔ اور بعد میں بریلوی علماء نے بھی یہی دلائل دیئے ہیں جن کا تفصیلی رد حضرت مولانا غلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”براہین قاطعہ“ میں موجود ہے چنانچہ اس بحث میں حضرت سہارنپوریؒ لکھتے ہیں:

”ذکر مولود بھی گو مندوب ہے مگر تداعی اور اہتمام اس کا سلف سے ثابت نہیں بدعت ہو جائے گی۔

البتہ وعظ و درس میں تداعی ثابت ہے کیونکہ وہ فرض ہے۔“ [براہین قاطعہ: ۱۵۳]

اور اس بحث میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ: ”اہل فہم کو یہ بھی واضح ہو چکا کہ خود یہ مجلس میلاد ہمارے زمانہ کی بدعت و منکر ہے۔“

[ایضاً براہین قاطعہ: ۱۵۲]

آپ نے بدعت کے مفہوم کو ابھی سمجھا ہی نہیں:

۲..... مالکی صاحب نے مجالس میلاد کے جو فوائد و فیوضات لکھے ہیں اسی قسم کے فوائد حکیم

الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحبؒ نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی خدمت میں لکھے تھے۔ چنانچہ آپ نے لکھا ہے کہ:

”جب میں ہند کو (حرمین شریفین سے) واپس آیا تو طلب کرنے پر (ان مجالس میں) شریک

ہونے لگا اور یہ عزم رکھا کہ ان لوگوں کے عقائد کی اصلاح کی جائے۔ چنانچہ مختلف مواقع و مجالس میں ہمیشہ

اس کے متعلق گفتگو کرتا رہا اور جتنے امور اصلی عمل سے زائد تھے۔ ان کا غیر ضروری ہونا اور ان کی ضرورت کے اعتقاد کا بدعت ہونا صاف صاف بیان کرتا رہا۔ میں نے وہاں دیکھا کہ وعظ میں لوگ کم آتے ہیں اور ان مجالس میں زیادہ اور ہر مذاق کے اور ہر جنس کے۔ چنانچہ ان مجالس میں مواقع ان کے پند و نصائح اور اصلاح عقائد و اعمال کا بخوبی ملا۔ اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں آدمی اپنے عقائد فاسدہ و اعمال سیدہ سے تائب و صالح ہو گئے۔ بہت روافض سنی ہو گئے بہت سے سودخور و شرابی و بے نماز و غیر ہم درست ہو گئے۔ غرض اکثر حصہ وعظ ہوتا تھا اور دوسرا بیان برائے نام..... الخ“ [تذکرہ الرشید: ۱۷۱/۱]

لیکن مجالس میلاد وغیرہ کے مندرجہ منافع کے باوجود حضرت گنگوہیؒ نے حضرت تھانویؒ کو ان مجالس کی شرکت سے منع فرما دیا اور لکھا کہ:

”آپ نے بدعت کے مفہوم کو ہنوز سمجھا ہی نہیں کاش! ”ایضاح الحق الصریح“ آپ دیکھ لیتے۔ یا ”براہین قاطعہ“ کو ملاحظہ فرماتے یا یہ کہ تسویل نفس و شیطان ہوئی۔ اس پر آپ بدوں غور عامل ہو گئے۔“
[ایضاً تذکرہ الرشید: ۱۷۱/۶]

مولانا عبدالحفیظ مکی کا بے بنیاد دعویٰ:

۳..... پروفیسر طاہر القادری بھی محافل میلاد کو برکات و فیوضات کا باعث قرار دیتے ہیں اور مولانا مکی مالکی بھی یہی نظریہ رکھتے ہیں اور یہ دونوں عالم ارواح کی محبت میں مبتلا ہیں اور ان مجالس مولود کا انعقاد تو بریلوی علماء کا شعار بن چکا ہے۔ لیکن اکابر علمائے دیوبند اس کے خلاف ہیں۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا غلیل احمد سہارنپوریؒ اور ان کے خلیفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمہم اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی مجالس مولود قائم نہیں کیں۔

کیا اس کے باوجود بھی مولانا عبدالحفیظ مکی یہی رٹ لگاتے رہیں گے کہ مولانا محمد مکی مالکی دیوبندیت کے قریب ہیں؟

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ..... ۲۹/ ذیقعدہ ۱۴۱۶ھ، ۱۸/ اپریل ۱۹۹۶ء

(قسط نمبر پانچ مکمل شد۔ [مرتب].....) (مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یار، مئی ۱۹۹۶ء)

☆.....☆.....☆.....☆

سابقہ شمارے میں یہ عرض کیا گیا تھا کہ چونکہ پروفیسر طاہر القادری صاحب دھوم دھام سے مجالس میلاد منعقد کرتے ہیں اور مولانا مکی مالکی کا بھی یہی معمول ہے۔ اور اس موضوع پر ان کا ایک مستقل رسالہ ”حول الاحتفال بالمولود النبوی الشریف“ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ جس میں انھوں نے محفل

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب باب 2..... مالکی صاحب اور حامیوں کا تعارف (200)

میلاد کے حق میں دلائل بھی پیش کیے ہیں۔ اور انعقاد مجالس میلاد بریلوی علماء کا شعار ہے۔ اس لیے وہ مسلک بریلوی ہیں۔ مولانا عبدالحفیظ کی کا یہ دعویٰ بالکل بے بنیاد ہے کہ: ”مالکی صاحب دیوبندیت کے قریب ہیں۔“

مسئلہ حاضر و ناظر:

اس رسالہ ”حول الاحتفال“ میں مولانا مکی مالکی نے اپنا عقیدہ پیش کیا ہے کہ محفل میلاد میں رسول اللہ ﷺ کی روح حاضر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

”فكان مقتضى تاسيته بر به و تخلقه با خلاقه. ان يكون صلى الله عليه وسلم حاضر امع ذاكره فى كل مقام يذكر فيه بر وحه الشريفة. الخ ص ۳۱) یعنی رسول ﷺ کا اپنے رب کی کامل پیروی کرنے اور اپنے رب کے اخلاق سے متصف ہونے کا یہ تقاضا ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی روح شریف کے ساتھ ہر اس مقام میں اپنے ذکر کرنے والوں کے ساتھ حاضر ہوں جہاں آپ کا ذکر کیا جائے۔“

اور یہ عقیدہ بریلوی علماء کا ہی ہے کہ محفل میلاد میں جہاں رسول ﷺ کا ذکر کیا جاتا ہے وہاں حضور ﷺ حاضر ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اس حاضر و ناظر کے عقیدہ کی علمائے دیوبند تغلیط کرتے ہیں کیا مولانا مکی مالکی کے مندرجہ عقیدے سے واقف ہونے کے بعد بھی مولانا عبدالحفیظ کی کے لئے کوئی گنجائش رہ جاتی ہے کہ وہ مکی مالکی کو دیوبندیت کے قریب قرار دیں؟

۲..... اس رسالہ ”حول الا حتفال“ کا ایک اردو ترجمہ بریلوی عالم مولانا دوست محمد شاہ کرسیالوی ایم اے عربی و اسلامیات نے میلاد مصطفیٰ کے نام سے کیا ہے۔ اور جس کو شرکت حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور نے شائع کیا ہے۔

اسی رسالہ ”حول الا حتفال“ کا ایک اور اردو ترجمہ ماہنامہ ضیائے حرم ربیع الاول ۱۴۰۵ھ میں شائع ہوا ہے۔ اور ماہنامہ ”ضیائے حرم“ کے سرپرست اعلیٰ جسٹس پیر کرم شاہ صاحب ازہری ہیں جو بریلوی مسلک کے پیرو ہیں۔

علمی خیانت اور تحریف:

گذشتہ ایام میں زیر بحث رسالہ ”حول الا حتفال“ کے دو مطبوعہ عربی نسخے مجھے کسی نے بھیجے ہیں:

۱..... حول الا حتفال بذکر المولد النبوی الشریف، اس کا ناشر المختار پبلی کیشنز

کراچی ہے۔

۲..... اسی نام سے ایک دوسرا ایڈیشن شائع ہوا ہے لیکن اس میں نہ کسی ناشر کا نام ہے اور نہ پریس

اور ان دونوں ایڈیشنوں میں کی مالکی کی منقولہ بالا زیر بحث عبارت بالکل حذف کر دی گئی ہے جس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی روح شریف کا محفل میلاد میں حاضر ہونا لکھا ہے۔ اور یہ کارستانی انہیں افراد کی ہو سکتی ہے جو کی مالکی صاحب پر بریلویت کے الزام کا دھبہ اتارنے کی کوشش کرتے ہوئے ان کا دیوبندیت کے قریب ہونا ثابت کر رہے ہیں لیکن رع

اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت
اور چونکہ دال میں کالا کالاتھا۔ اس لئے اس دوسرے ایڈیشن میں کسی ناشر کا نام نہیں لکھا لیکن۔
بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش من انداز قدت رامی شناسم
دس بارہ مولویوں کو پھانسی دے دی جائے:

ایک شیعہ ماہنامہ ”خیر العمل“ لاہور نے پروفیسر طاہر القادری کا ایک انٹرویو بحوالہ جنگ لاہور ۳ نومبر ۱۹۹۵ء شائع کیا ہے جس میں قادری صاحب نے یہ درفشانی کی ہے کہ فرقہ پرست مولویوں اور سیاست دانوں کو پھانسی پر چڑھا دیا جائے تو پورے ملک کو فرقہ واریت اور اس سے پیدا ہونے والی دہشت گردی سے نجات مل سکتی ہے۔

۲..... کے پی آئی کے مطابق انہوں نے کہا کہ ملک میں دس بارہ (دہشت گرد) مولویوں کو پھانسی دے دی جائے تو مذہب کے نام پر ہونے والی دہشت گردی اور فرقہ واریت ختم ہو جائے گی اور چونکہ پروفیسر طاہر القادری ثمنی صاحب کے بہت زیادہ مداح اور عقیدت مند ہیں اس لئے شیعہ بھی ان کی بلائیں لے رہے ہیں۔ ان علماء کے خلاف وہ جو جذبات رکھتے ہیں۔ پروفیسر صاحب انہی کی ترجمانی کر رہے ہیں۔

انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی

انہی کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی

ملکی مالکی کی تصانیف اور تراجم:

ماہنامہ ”جہان رضا“ جولائی ۱۹۹۵ء کے ادارہ میں بعنوان ”موجودہ دور میں فکر رضا کی اہمیت“ لکھتا ہے کہ:
”بدعنوانی کے ان طوفانوں میں ایک ایسا مرد مجاہد سامنے آیا جس نے ناموس مصطفیٰ ﷺ کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کو لاکارایہ عبقری شخصیت اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۵۶ء تا ۱۹۲۱ء) کے نام سے اُبھری۔ اس نے زبان و قلم کی ساری توانائیاں ملت اسلامیہ کی اعتقادی اصلاح کے لئے وقف کر دیں۔ اس نے ہر موضوع پر کتابیں لکھیں۔ اس نے دینی مسائل کی تشریح کے لئے

بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل فتاویٰ العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ لکھا۔ اس نے عشق رسول کی شمع کو روشن کرنے کے لئے ”حدائق بخشش“ کی دو جلدیں لکھیں۔ اس نے بد اعتقادی کے طوفانوں کے مقابلہ کے لئے علمائے حق کی ایک زبردست تنظیم کی جو ”جماعت رضائے مصطفیٰ“ کے نام پر قائم ہوئی..... الخ (ص ۵)

سوانح ملی مالکی:

ماہنامہ ”جہانِ رضا“ لاہور، بریلوی مسلک کا ترجمان ہے۔ جو خصوصیت سے فکرِ رضا پر محنت کر رہا ہے۔ چنانچہ اسی جہانِ رضا نے فروری ۱۹۹۶ء میں بعنوان ”خانوادہ بریلی کا ایک عرب مفکر“ مفتی محمد خان صاحب قادری نے مولانا محمد علوی الحسینی المالکی کی سوانح لکھی۔ جس میں تفصیل سے ان کے اساتذہ اور مشائخ کا ذکر کیا۔ اس مضمون میں انہوں نے مولانا ملی مالکی کی ۳۱ تصانیف کی فہرست لکھی ہے جن میں سے چند کتابیں درج ذیل ہیں۔

۱..... الانسان الكامل

سیرۃ و شمائل نبوی کے موضوع پر نہایت ہی عمدہ اور جدید انداز میں لکھی گئی ہے۔

۲..... زیۃ الاتقان فی علوم القرآن

اصول تفسیر پر عمدہ اور جامع کتاب ہے۔

۳..... حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف

جشن میلاد النبی کے موضوع پر لا جواب کتاب ہے۔

۴..... الذخائر المحمدیہ

سرزمینِ حجاز پر جب آپ نے محسوس کیا کہ لوگ بد عقیدہ ہوتے جا رہے ہیں۔ ان کو معلوم ہی نہیں کہ اہل اسلام کے عقائد کیا ہونے چاہئیں۔ تو اس کی حفاظت کے لئے ایک عظیم کتاب تصنیف کی جس کا نام الذخائر المحمدیہ ہے۔ اس کتاب کی طباعت کے بعد آپ کو بعض لوگوں کی طرف سے تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن انہوں نے ان تمام مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ عقائد کے موضوع پر یہ کتاب نہایت ہی قابل دید ہے۔

۵..... مفہیم یجب أن تصحح.

”الذخائر المحمدیہ“ پر لوگوں نے جو اعتراضات وارد کر کے غلط فہمیاں پیدا کرنے

کی کوشش کی۔ اس کا جواب اس کتاب میں دیا گیا۔

۶.....شفاء الفواد بزیارة خیر العباد: یہ کتاب پہلی دفعہ طبع ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ترجمہ کی توفیق ہمیں عطا فرمائی ہے۔

اردو تراجم:

اس مضمون میں مفتی محمد خاں صاحب بریلوی نے بعنوان ”اردو تراجم“ لکھا ہے کہ ”چونکہ یہ تمام کتب عربی میں ہیں۔ عربی دان حضرات تو ان سے استفادہ کر سکتے تھے۔ مگر اردو جاننے والے حضرات کے لئے ان سے استفادہ دشوار تھا۔ اس لئے حسب ضرورت علماء نے بڑی محنت کے ساتھ بعض کتب کو اردو زبان دی ہے اور اب تک درج ذیل کتب کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔

۱.....الانسان الكامل

۲.....المستشرقون بین الانصاف والعصبیة

۳.....حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف

۴.....الدعوة الاسلامیہ

۵.....ذکریات و مناسبات

۶.....آداب الاسلام فی نظام الشرة۔

۷.....مفہم یمجب ان تصحیح

۸.....شفاء الفواد بزیارة خیر العباد

حال میں اس کتاب کا ترجمہ راقم نے بفرمائش انجمن خیر ملت کاموکی کیا ہے۔ جو ”در رسول کی

حاضری“ کے عنوان سے چھپ کر دنیائے علم و دانش میں تقسیم ہو رہا ہے۔

بارگاہ رضویت سے عقیدت:

اس مضمون میں مضمون نگار نے مندرجہ عنوان کے تحت لکھا ہے کہ علامہ سید محمد علوی مالکی مکی اپنے علم و فضل کو نورانیت دینے کے لئے بارگاہ رضویت سے اپنا حصہ لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ اسلاف کرام کی شان میں انگشت نمائی اور زبان درازی کرنے والوں سے سخت نفرت رکھتے ہیں اور انہیں ان کے غلط و غلطوں سے باز رکھنے کی کوشش بھی فرماتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے علم و فضل کے بڑے مداح ہیں۔ بیعت غالباً اپنے والد بزرگوار سے ہیں۔ حضرت مفتی اعظم علامہ مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ تیسری بار جب حج و زیارت کے لئے تشریف لے گئے وہاں بہت سے علماء و مشائخ کو خلافت و اجازت سے نوازا۔ وہیں علامہ سید محمد علوی مالکی کو بھی تمام سلاسل کی اجازت عطا فرمائی۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی سے عقیدت:

مولانا غلام مصطفیٰ مدرس اشرف العلوم (ڈھاکہ) حج و زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں

حضرت مولانا مفتی سعد اللہ مالکی سے ملاقات کی۔ مفتی سعد اللہ مالکی کے ایماء پر ان کا وفد علامہ سید محمد علوی مکی سے ملاقات کے لئے گیا۔ دوران ملاقات مولانا غلام مصطفیٰ نے کہا کہ ہم اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں اتنا سنتے ہی علامہ مالکی سرودھ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرداً فرداً سبھی لوگوں سے مصافحہ اور معانقہ فرمایا اور بے حد تعظیم کی۔ شربت پلایا گیا۔ قہوہ پیش کیا گیا۔ انہوں نے اپنی پوری توجہ مولانا غلام مصطفیٰ اور ان کے ہمراہیوں کی جانب فرمادی۔ اور ایک ٹھنڈی آہ بھر کر فرمایا:

”سید علامہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کو ہم ان کی تصانیف اور تالیفات کے ذریعے جانتے ہیں وہ اہل سنت کے علامہ تھے۔ ان سے محبت کرنا سنی ہونے کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا اہل بدعت کی نشانی ہے۔“ (ص ۲۱)

کتاب مفاہیم کے تراجم:

”جہان رضا“ جولائی ۱۹۹۵ء میں پیرزادہ عابد حسین شاہ صاحب ساکن چوآسیدن شاہ۔ تحصیل چکوال (مقیم کراچی) کا ایک خط شائع ہوا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں:

”ان دنوں مکہ مکرمہ کے ایک عالم اہل سنت حضرت مولانا محمد الماکی مدظلہ کے خلاف ماہنامہ ”حق چار یار“ میں مولانا قاضی مظہر حسین چکوالی کے مندرجات سے بعض احباب کے ذریعے آگاہ ہوا ہوں۔ گزارش ہے کہ حضرت سید محمد بن علوی مالکی کی اب تک جتنی کتب شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں سے ”مفاہیم یجب ان تصحیح“ نے بطور خاص مقبولیت عامہ کی سند حاصل کی ہے اس کے چار سے زائد عربی ایڈیشن مختلف ممالک سے شائع ہوئے اور اس کے اردو تراجم کی تعداد بھی چار ہے۔ پہلا عربی ایڈیشن مصر سے دوسرا پاکستان سے تیسرا دہلی سے اور چوتھا سوڈان سے طبع ہوئے۔ اس کا ایک اردو ترجمہ کسی صاحب نے کیا جو گذشتہ کئی سالوں سے ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور والوں کے ہاں زیور طباعت کا منتظر ہے۔ دوسرا اردو ترجمہ انڈیا میں مولانا یکسن اختر مصباحی نے کیا ہے جو ”اصلاح فکر و اعتقاد“ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ تیسرا اردو ترجمہ مولانا صدیق ہزاروی نے کیا جو طبع ہو چکا ہے۔ یہ ترجمہ انتخاب پر مشتمل ہے۔ کتاب ہذا کا چوتھا اردو ترجمہ حال ہی میں دیوبندی حضرات نے شائع کیا ہے۔ سید محمد بن علوی صاحب ردوہابیت پر جب قلم اٹھاتے ہیں تو ان کے ماخذ یہ ہوتے ہیں۔ قرآن مجید احادیث شریفہ کی کتب ابن تیمیہ ابن قیم ابن کثیر محمد بن عبد الوہاب کی کتب مذکورہ بالا کتب و مصنفین کے علاوہ اگر کسی اور کتاب یا مصنف کا حوالہ دینا مقصود ہو تو آپ بطور خاص اس بات کو مد نظر رکھتے ہیں کہ جس مصنف کا حوالہ پیش کیا جا رہا ہے وہ مصنف دینی و اعتقادی طور پر سعودی عرب کے وہابیہ سے ہم آہنگ ہو۔ تاکہ سعودی وہابی ان کا پیش کردہ حوالہ دلیل یہ کہہ کر مسترد نہ کر سکیں کہ یہ مصنف غیر وہابیہ میں سے ہے چنانچہ سید موصوف کی کتاب ”شفا

الفواد فی زیارة خیر العباد“ میں مولوی رشید احمد گنگوہی کی کتاب کے حوالے اسی قاعدے کے تحت پیش کئے گئے ہیں..... الخ (ص ۲۶۲۵)

پیرزادہ عابد حسین شاہ صاحب کی غلط فہمی:

۲..... اسی خط میں سید عابد حسین شاہ صاحب لکھتے ہیں:

”حق چار یاڑ کے مدیر اعلیٰ مولوی قاضی مظہر حسین صاحب ایک متعصب دیوبندی ہیں، وہ دیوبندی نظریہ کے اندھے ترجمان ہیں۔ اب تو عمر کے اس مقام پر کھڑے ہیں جہاں انسان تعصبات سے رک جاتا ہے۔ وہ اپنے مرحوم و مغفور والد جو کچے سنی اور عاشق رسول اور بد عقیدہ فرقوں کے خلاف کامیاب مناظر تھے۔ ان کے جانے کے بعد انہیں دیوبندی بنانے پر تلے ہوئے ہیں اور آئے دن ان کی قبر پر جھوٹوں کا بوجھ لادتے رہتے ہیں کہ وہ دیوبندی تھے۔ خدا کرے وہ کبھی اپنے والد کی قبر میں جھانک کر دیکھ سکیں کہ ان کی قبر کتنی منور ہے اور ان کی عاقبت کتنی قابل رشک ہے۔“ [ایضاً: ۲۹]

مختصر جواب:

سید عابد حسین شاہ صاحب غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ مجھے دارالعلوم دیوبند میں پڑھنے کے لئے خود میرے والد مرحوم حضرت مولانا محمد کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے ہی بھیجا تھا۔ دو سال میں وہاں رہا۔ دوسرے سال ۱۳۵۸ھ میں دورہ حدیث پڑھا۔ اور بخاری اور ترمذی شیخ العرب والنجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے پڑھیں۔ گھر آنے کے تقریباً دو سال بعد ایک قتل کیس میں قریباً ۸ سال قید و بند میں رہا تو اسارت کے اس طویل عرصہ میں حضرت والد صاحب میری رہائی کے لیے دیوبند کے بزرگوں کو ہی خط لکھتے رہے۔ ایک خط بھی کسی اس وقت کے بریلوی عالم کو دوا کے لئے نہیں لکھا۔ بلکہ دیوبند جو چندہ بھیجا اس کی رسید بھی میرے پاس موجود ہے۔ اور شیخ الادب حضرت مولانا اعجاز علی صاحب کے خطوط بھی جو میرے والد صاحب کے نام ہیں وہ بھی موجود ہیں۔ جو ان شاء اللہ حق چار یاڑ میں شائع کئے جائیں گے۔
۳..... اسی مذکورہ خط میں سید عابد حسین شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

”مفہم کے دیوبندی مترجم اور ناشر نے بھی تقیہ سے کام لیا اور مقدمہ کتاب میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ سید محمد بن علوی دیوبندی مذہب کے اکابرین میں سے ہیں۔ کتاب کا ترجمہ کرتے ہوئے اس پر مرقوم تقاریظ میں سے فقط انہی کا اردو ترجمہ کیا جو دیوبندی علماء کی لکھی ہوئی ہیں۔ عرب دنیا کے اہل سنت علماء نے جو تقاریظ اس کتاب پر لکھی تھیں ان سب کا اردو ترجمہ نہیں کیا کہ اس سے دیوبندی علماء پر زد پڑتی تھی۔ اور اس کتاب کے عربی متن کا عکس کتاب کے ترجمے کے ساتھ آخر میں نہی کر کے گلو خلاصی کی۔ دیوبندیوں کی

۱۔ چنانچہ ماہنامہ حق چار یاں فروری ۲۰۰۰ء کے شمارہ میں ”مکاتیب شیخ الادب“ کے عنوان سے یہ خطوط شائع کر دیئے گئے۔

طرف سے ترجیح کا یہ من پسند انداز ہماری نظر سے پہلی بار گزرا۔ الحمد للہ پاک و ہند کے علمائے اہل سنت کے سید موصوف سے قریبی روابط اور ملاقاتیں ہیں اور اہل سنت کی طرف سے ان کی تحقیقات پر متعدد اردو مضامین اور ان کی کئی کتابوں کے اردو تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے جو کہ حقیقت حال کو جاننے کے لئے کافی دوانی ہے۔ (ص ۲۹)

سید محمد مالکی سے ملاقاتیں:

مولوی عابد حسین شاہ صاحب اس خط میں لکھتے ہیں کہ:

”رمضان ۱۴۰۸ھ میں مسجد الحرام مکہ مکرمہ میں راقم کی متعدد ملاقاتیں سید محمد بن علوی المالکی صاحب سے ہوئیں۔ ایک ملاقات کے دوران جب میں نے پاک و ہند کے موجودہ علمائے اہل سنت میں سے چند علماء اور ان کی تحقیقی خدمات کا ذکر کیا تو آپ نے بہت مسرت کا اظہار کیا اور فرط مسرت سے راقم کی پیشانی پر متعدد بوسے ثبت فرمائے۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے خوش خبری سنائی کہ ”مفاہیم“ کا نیا ایڈیشن سوڈان سے جلد ہی شائع ہو رہا ہے اور یہ کہ اس ایڈیشن پر دیوبندی علماء کی تقاریض ہوں گی۔ جو باراقم نے عرض کیا کہ دیوبندی بھی تو نجدی و ہابیہ کے چھوٹے بھائی ہیں؟ سید موصوف نے فرمایا کہ دیوبندی علماء کی یہ تقاریض اسی لیے تو پیش کی جا رہی ہیں۔ بڑے بھائی چھوٹے بھائی کی بات کو تسلیم کریں گے۔“

نیز مولوی عابد حسین شاہ صاحب اس مکتوب میں لکھتے ہیں کہ:

”امید ہے سطور بالا سے آپ پر واضح ہو گیا ہوگا کہ سید موصوف نے مفاہیم پر دیوبندی علماء کی تقاریض کیوں پیش کیں۔ اب یہ سوال کہ دیوبندی علماء نے ”مفاہیم“ پر تقاریض کیوں قلم بند کیں؟ شاید مولوی قاضی مظہر حسین دیوبندی چکوالی صاحب ماہنامہ ”حق چار یار“ لاہور میں سید موصوف کے خلاف مضمون لکھتے ہوئے یہ کہنا چاہ رہے ہوں کہ ”مفاہیم“ پر تقاریض لکھنے والے دیوبندی علماء نے اس کے مصنف کے معتقدات سے لاعلمی کی بنیاد پر آنکھیں بند کر کے لکھ ڈالیں۔ میں کہوں گا ایسا ہرگز نہیں ہے۔ سید محمد بن علوی مدظلہ کی عربی تصانیف اور اردو تراجم دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہیں اور اہل علم کی دسترس میں ہیں۔ بنا بریں یہ کہنا قطعاً غلط ہوگا کہ بادشاہی مسجد لاہور کے امام مولانا سید عبدالقادر آزاد یا ”مفاہیم“ پر تقریظات لکھنے والے دیگر علمائے دیوبند سید محمد مالکی کے اعتقادی و نظریاتی حیثیت سے واقف ہی نہ تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ علمائے دیوبند نے اس کتاب پر تقاریض لکھ کر اپنے دیرینہ تفتیہ باز رویہ سے کام لیا اور سید موصوف پر دیوبندی چھاپ لگانے کی دانستہ کوشش کی۔ اب پاکستان کے چند متعصب دیوبندی داویلا کر کے ایک طرف نجدی حکومت کے سامنے اپنے نمبر بنا رہے ہیں۔ دوسرے سید محمد بن علوی کی نور افشانی پر شور و غوغا کر رہے ہیں۔ علمائے دیوبند پر تفتیہ باز کی بات محض الزام نہیں بلکہ اب تو ان کے بڑے بھائی

یعنی وہابیہ نجد یہ بھی کچھ کہہ رہے ہیں۔ مفاہیم کے دیوبندی مترجم و ناشر نے بھی تفسیر سے کام لیا اور مقدمہ کتاب میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ سید محمد بن علوی دیوبندی مذہب کے اکابرین میں سے ہیں۔ کتاب کا ترجمہ کرتے ہوئے اس پر مرقوم تقاریظ میں سے فقط انہی کا اردو ترجمہ کیا جو دیوبندی علماء کی لکھی ہوئی تھیں۔ ان سب کا اردو ترجمہ نہیں کیا کہ اس سے دیوبندی عقائد پر زد پڑتی تھی..... الخ (ایضاً ص ۲۸)

مالکی کے اساتذہ حدیث:

مفتی محمد خان صاحب قادری بریلوی مولانا مالکی صاحب کی سوانح میں ان کا اپنا بیان لکھتے ہیں کہ:

”..... جن لوگوں سے میں نے سند حدیث حاصل کی ہے ان میں سے ایک معمر ترین بزرگ جن کی عمر سو سال سے زائد ہے۔ مولانا ضیاء الدین احمد قادری ہیں۔ ان کی سند نہایت ہی اعلیٰ و افضل ہے۔ انہوں نے جن بزرگوں سے سند لی ہے ان میں سے ہندوستان کی مشہور شخصیت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ ہے۔ جو شیخ زینی و حلانی مفتی مکہ کے ہم عصر ہوئے ہیں۔ اس موضوع پر آپ کی کتاب الطالع السعید کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔“ (جہان رضا فروری ۱۹۹۲ء ص ۱۷)

تبصرہ:

مولانا مالکی مالکی کے متعلق منقولہ بالا عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ مسلکاً بریلوی ہیں کیونکہ۔

۱..... بریلوی مسلک کے مطابق آپ عقیدہ رکھتے ہیں کہ محفل میلاد میں نبی ﷺ کی روح شریف حاضر ہو جاتی ہیں۔

۲..... آپ کی سوانح (حالات زندگی) بریلوی علماء نے لکھی ہیں۔

۳..... آپ کی تصانیف کی فہرست بریلوی علماء نے شائع کی ہے۔

۴..... آپ کی بعض تصانیف کے مترجم بریلوی علماء ہیں۔

۵..... خصوصاً آپ کے زیر بحث رسالہ ”حول الا احتفال بالمولد النبوی الشریف“ کا ایک

ترجمہ (۱۴۰۳ھ میں) بریلوی عالم مولانا دوست محمد صاحب شا کرسیالوی نے لکھا ہے اور اس کے شائع کرنے والے شرکت حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور کے ڈائریکٹر الحاج محمد امجد علی چشتی ہیں۔ جن کے متعلق اسی مترجم رسالہ میں بعنوان تقدیم مولانا محمد سرفراز نعیمی نے لکھا ہے کہ:

”انہوں نے اپنے قیام حرمین شریفین کے دوران نہ صرف اس بے مثال عالم سے سند روایت حدیث کی اجازت اور شرف تلمذ ہی حاصل کیا بلکہ موصوف ان کی تصنیف کردہ عربی کی چند محققانہ کتب بھی اپنے ہمراہ لائے جن میں یہ درنا یا ب بھی ہے۔ (یعنی حول الا احتفال)“

اور اس رسالہ کا دوسرا ترجمہ بریلوی مسلک کے ماہنامہ ضیاء حرم لاہور (۱۴۱۵ھ) میں شائع ہوا ہے۔

۶..... مولانا مالکی مالکی کی زیر بحث ایک ضخیم کتاب ”مفہیم سبب ان صحیح“ کے عربی متن کی اشاعت بھی بریلوی علماء نے کی ہے اور اس کے اردو ترجمے بریلوی علماء نے ہی لکھے ہیں۔ اس کتاب کا صرف ایک ترجمہ دیوبندی طرف منسوب عالم نے لکھا ہے۔ اور اس کی پاکستان میں اشاعت اور سرپرستی کرنے والے احباب جناب صوفی محمد اقبال صاحب مقیم مدینہ منورہ مولانا عبدالحفیظ مکی اور مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی خطیب صدیق اکبر جامع مسجد چوہڑ (راولپنڈی) ہیں۔

۷..... مکی مالکی کے اساتذہ حدیث میں سے ایک مولانا ضیاء الدین قادری بریلوی ہیں۔ جن کے متعلق مدینہ یونیورسٹی کے ایک فاضل نے ہمیں بتایا ہے کہ یہ مولانا ضیاء الدین مولانا شاہ احمد نورانی کے سر ہیں اور یہ شاہ احمد نورانی صاحب جمعیت علمائے پاکستان (ن) کے بھی صدر اور ملی یکجہتی کونسل آف پاکستان کے بھی صدر ہیں۔

۸..... مولانا مالکی مالکی کے مشائخ بھی بریلوی ہیں۔ چنانچہ ان کو مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے صاحبزادہ مولانا مصطفیٰ خان صاحب نوری سے اجازت و خلافت حاصل ہے۔ فرمائیے!

۱۔ مندرجہ احوال و واقعات کے بعد بھی کوئی اہل علم و شعور آدمی مولانا مالکی مالکی کی بریلویت کا انکار کر سکتا ہے؟ اور یہ کہہ سکتا ہے کہ مولانا مالکی مالکی بریلوی نہ تھے بلکہ دیوبندیت کے قریب تھے؟
۲۔ کیا کسی بریلوی عالم نے عقیدت و محبت سے کسی دیوبندی بزرگ کی سوانح لکھی ہے؟
۳۔ کیا کسی بریلوی نے کسی دیوبندی بزرگ کی تصانیف کی فہرست از روئے عقیدت شائع کی ہے؟

۴۔ کیا کسی بریلوی عالم نے کسی دیوبندی بزرگ کی کسی کتاب کا ترجمہ از روئے عقیدت کیا؟
۵۔ کیا کسی صالح دیوبندی عالم نے کسی مشہور بریلوی پیر اور شیخ سے بیعت کی ہے یا ان سے اجازت و خلافت حاصل کی ہے اور اگر کسی نے کی ہے تو وہ اس پر قائم رہا؟
۶۔ کیا مولانا مالکی مالکی کو کسی دیوبندی شیخ الحدیث سے سند حدیث حاصل ہے؟

مطالبہ:

مولانا عبدالحفیظ مکی سے ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ وہ مندرجہ ذیل سوالات کا جواب دیں!
اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بریلوی علماء نے خواہ مخواہ مولانا مالکی مالکی کو بریلوی قرار دے رکھا ہے اور ان

کے مندرجہ مقالات و بیانات غلط ہیں تو وہ اپنے ممدوح کی مالکی صاحب سے پیش کردہ واقعات کی تردید شائع کرائیں ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ مولانا عبدالحفیظ کی اس مشہور محاورہ کا مصداق ہیں۔ یعنی مدعی سست گواہ چست۔

اصلاح مفاہیم کی اشاعت میں تاخیر کی وجہ:

مولانا کی مالکی کی ضخیم کتاب ”مفاہیم“ کا ترجمہ ”اصلاح مفاہیم“ کے نام سے پاکستان میں ۱۴۱۲ھ میں شائع ہوا ہے۔ حالانکہ اصل کتاب ”مفاہیم“ ۱۴۰۴ھ میں شائع ہو چکی ہے۔ مولانا عبدالحفیظ صاحب ہی فرمائیں کہ آپ نے اپنے ممدوح شیخ کی مالکی کی کتاب کا ترجمہ تقریباً دس سال کی تاخیر سے کیوں لکھوایا ہے؟ ہمارے نزدیک اس تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ جناب صوفی محمد اقبال صاحب مقیم مدینہ منورہ مولانا عبدالحفیظ کی اور مولانا عزیز الرحمن ہزاروی شروع میں تو غالباً دیوبندی مسلک سے متفق تھے۔ لیکن بعد ازاں وہ بریلویت کی طرف مائل ہوتے گئے حتیٰ کہ جب ”مفاہیم“ کو انہوں نے اپنے تبدیل شدہ مسلک کے مطابق پایا تو پھر انہوں نے ”اصلاح مفاہیم“ کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا اور اس بریلویت کے داعیہ کی بناء پر رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ شائع کیا گیا ہے۔

صوفی محمد اقبال کی مالکی کے مرید اور خلیفہ ہیں:

ہمارے مذکورہ تجزیہ کی ایک واضح دلیل یہ ہے کہ صوفی محمد اقبال صاحب موصوف جن کو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ وہ حضرت شیخ کی وفات کے بعد مولانا کی مالکی سے بیعت ہو گئے اور شاذلی سلسلے میں ان سے خلافت بھی حاصل کر لی لیکن مولانا عبدالحفیظ کی صاحب نے جناب مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی زید مجدہم کو اپنے مکتوب محررہ ۱۹ جولائی ۱۹۹۵ء میں یہ لکھا ہے کہ:

”آں مخدوم نے دوسرے اور تیسرے خط میں حضرت صوفی محمد اقبال صاحب کے بارے میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ وہ سید محمد علوی مالکی سے بیعت ہو گئے ہیں تو اس بارے میں عرض ہے کہ اس سیاہ کار کے علم کے مطابق تو سید محمد علوی کسی کو بیعت ہی نہیں کرتے۔ اس سیاہ کار نے ایک دفعہ صراحتاً ان سے پوچھا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا کہ میں کسی کو بیعت نہیں کرتا۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ انہوں نے حضرت صوفی صاحب کو سلسلہ شاذلیہ میں اجازت و خلافت دی ہے۔ اور یہ آپ کے علم میں ہو گا کہ حضرت صوفی صاحب کو کئی مشائخ نے حضرت شیخ کے بعد اجازت مرحمت فرمائی۔ اس سیاہ کار کے علم کے مطابق انہیں حضرت مولانا علی میاں صاحب۔ حضرت مولانا فقیر محمد اور ایک نقشبندی بزرگ جو کہ غالباً ڈیرہ غازی خان میں تھے۔ اسی طرح سے ایک اور جگہ سے بھی غالباً ہوئی ہے اور تصوف کے اصول کے لحاظ سے اس میں بظاہر کوئی حرج بھی نہیں جیسا

کہ خود آں مخدوم کو حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالحی صاحب قدس سرہ نے اجازت مرحمت فرمائی اسی طرح اور حضرات کو کئی اور حضرات نے۔“

تبصرہ: (مولانا یوسف لدھیانوی کی مالکی کو بدعتی سمجھتے ہیں:)

مولانا محمد یوسف لدھیانوی چونکہ مولانا کی مالکی کو بدعتی سمجھتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے بطور شکوہ یہ لکھا ہوگا کہ ان سے جناب مولانا نے کیوں بیعت کی ہے؟ اور بالفرض اگر انہوں نے بیعت نہیں کی تو خلافت تو حاصل کر لی ہے۔ مکی مالکی شیخ تو بن گئے۔

صوفی صاحب کا خود نوشت اعتراف:

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ صوفی محمد اقبال صاحب موصوف کی مالکی سے بیعت بھی ہوئے ہیں چنانچہ خود انہوں نے اپنے ایک مفصل مکتوب میں اس کا اعتراف کیا ہے۔ صوفی محمد اقبال صاحب لکھتے ہیں: ”جب میں یتیم ہو گیا (یعنی حضرت شیخ الحدیث صاحب کی وفات کے بعد) تو اپنی ضرورت سمجھتے ہوئے حضرت مفتی محمد صاحب گنگوہی دامت برکاتہم اور حضرت مولانا زاہد الحسینی صاحب حضرت مولانا علی میاں صاحب اور دیگر بعض بزرگوں سے بیعت کی درخواست کی انہوں نے قبول نہیں فرمایا۔ پھر انہی وجوہات سے جن کی وجہ سے حضرت شیخ سے بیعت ہوا تھا۔ وہ جب اپنی سمجھ کے مطابق ایک بزرگ میں دیکھیں۔ تو ان سے بیعت ہوا۔ ان کو میلاد وغیرہ رسومات کرتے دیکھا۔ لیکن انہی خیالات اور شرائط کے ساتھ کہ جس طرح حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے یہاں ہوتا تھا جبکہ حاجی صاحب کو بھی الحمد للہ کوئی بدعتی نہیں کہہ سکتا۔ اسی طرح ان بزرگ کی تصانیف اور ملاقات سے ظاہر ہے۔ کیونکہ ان رسومات اور چند مختلف فیہ اعمال میں سے بعض ہمارے اکابرین کے نزدیک جائز اور بعض مستحب ہیں اور یہی اعمال بعض فاسد عقائد اور فاسد شروط کے ساتھ بدعت و ناجائز ہو جاتے ہیں۔ اب ہمارے اوپر اعتراض کرنے والوں کو نہ تو بیعت کے اختلافی مسئلہ کا علم نہ جس سے بیعت کی اس کا پورا تعارف۔ ان کے تعارف میں ان لوگوں کی شہادت مان رہے ہیں جن کو غلط بھی سمجھ رہے ہیں جھوٹا بھی سمجھ رہے ہیں ان کے مقابلہ میں ہم لوگ جن کو بتیس ۳۲ سال پہلے سے حضرت محمد علوی صاحب کے والد صاحب سے حضرت شیخ اور حضرت مولانا عبد الغفور صاحب کی نسبت سے نیاز حاصل تھا۔ ان کے تعلقات دیکھے۔ انوار دیکھے موجودہ حضرت صاحبزادہ محمد علوی صاحب اس وقت بہت چھوٹے تھے ان کو اس وقت سے دیکھ رہے ہیں۔ اب ان کی تصانیف پڑھنے کا بھی موقع ملا اور یتیم مفلس کو تو جہان میں کوئی سہارا نظر آئے تو اس کی طرف لپکتا ہے۔ صاحب دولت حضرات کو اس کی کیا ضرورت ان کی استعداد اعلیٰ اور پختہ ہی ہوگی کہ وہ عالم برزخ سے بھی حاصل کر رہے ہوں گے۔ ان کو مبارک ہو۔ لیکن بندہ کو تو ضرورت ہے۔“

اور اسی مکتوب میں جناب صوفی صاحب لکھتے ہیں:

”ہمارے خیال میں سلسلہ میں دخول سے سلسلہ کے اولیاء سے ربط ہو جاتا ہے اور ان کی ارواح متوجہ ہوتی ہیں۔ چنانچہ الحمد للہ سلسلہ شاذلیہ سے ربط کے بعد کرنے والے الحکم پہلے سے زیادہ سمجھ آنے لگی۔ زیادہ لطف آنے لگا جس کی مجھے ضرورت تھی۔ اس طرح کی بیعت بالفرض اگر مجھے روزانہ نئے نئے ملتے رہیں تو پس روزانہ ایک بیعت کرنے کو تیار ہوں۔ حتیٰ کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہو پھر ان کے ساتھ توحید مطلب کا ویسا ہی معاملہ کروں گا جیسا کہ حضرت شیخ کے ساتھ ان کی زندگی میں تھا۔ بہر حال مختصر یہ کہ یہ میرا مسلک ہے۔“ الخ

عبدالحمید کی قابل رحم ہیں: (تبصرہ)

۱..... صوفی صاحب موصوف نے پوری وضاحت اور تفصیل سے اپنا مسلک بیان کر دیا ہے اور یہ کہ انہوں نے شاذلیہ سلسلہ میں مکی مالکی صاحب سے بیعت بھی کی ہے اور خلافت بھی حاصل کی ہے اور ان کے فیوضات و انوار سے وہ مستفیض بھی ہوتے ہیں اور ہمارے مخاطب مولانا عبدالحمید صاحب کی قابل رحم ہیں کہ وہ یہاں بھی صوفی صاحب کی بیعت کا انکار کر کے مدعی سست گواہ چست کا پارٹ ادا کر رہے ہیں۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک:

۲..... صوفی صاحب کے سلسلہ کے جو مریدین صوفی صاحب کو امداد ثانی قرار دے رہے ہیں۔ ان کی یہ بڑی غلط فہمی ہے۔ کیونکہ صوفی صاحب کے مندرجہ ارشادات سے تو ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک مولانا مکی مالکی امداد ثانی ہیں۔ لیکن حاضر ناظر کا عقیدہ رکھنے والے مکی مالکی کو امام الاولیاء حضرت حاجی صاحب سے کیا نسبت ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

۳..... صوفی صاحب تو اب اس انتظار میں ہیں کہ حضرت امام مہدی کا ظہور ہو تو آپ ان سے بیعت ہو کر جہاد میں شریک ہوں اور یہی وہ صوفی صاحب ہیں کہ ”اصلاح مفاہیم“ کے بارے میں مولانا عزیز الرحمن صاحب کی تقریظ پر تبصرہ کرتے ہوئے میں نے صوفی محمد اقبال صاحب کے متعلق یہ الفاظ لکھ دیئے ہیں:

ان کا طرز عمل مغلوبانہ ہے یا مجذوبانہ واللہ اعلم۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ حق چار یا راکتوبر نومبر ۱۹۹۴ء ص ۵۳) تو اس پر مولانا عزیز الرحمن صاحب نے مجھے اپنے ایک طویل مکتوب میں لکھا کہ:

”افسوس صد افسوس کہ آپ نے ہمارے مرشد پاک حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا نور اللہ مرقدہ کے نور نظر و معتمد خاص محبوب العارفین عاشق حبیب رب العالمین حضرت اقدس مولانا صوفی محمد اقبال

صاحب مہاجر مدنی دامت برکاتہم وزیدہ مجدد کوجس طرح نشانہ تنقید و تضحیک بنایا اس کی آں محترم سے ہرگز توقع نہ تھی اور جس کی وجہ سے اس خادم کا رنج و غم طبعی امر ہے۔“

اور مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی بھی اپنے مکتوب بنام حضرت مولانا عاشق الہی صاحب بلند شہری مہاجر مدنی زیدہ مجدد ہم لکھتے ہیں کہ:

”حق چار یاڑ میں تو حضرت قاضی مظہر حسین صاحب نے تو حد ہی کر دی۔ پہلے تو حضرت صوفی محمد اقبال صاحب کو تمسخر و استہزا کا نشانہ بنایا گیا اور ایسے الفاظ ان کے حق میں استعمال کئے گئے جن کے بارے میں کم از کم اتنا ضرور کہا جائے گا کہ وہ انداز حضرت قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ جیسے صاحب علم اور حضرت اقدس مولانا مدنی قدس سرہ کے ساتھ خصوصی نسبت رکھنے والے کی شایان شان ہرگز نہیں ہے۔“

حالانکہ میں نے جناب صوفی صاحب کے بارے میں مجذوبانہ یا مغلوبانہ کے الفاظ ہی استعمال کیے تھے۔

اب فرمائیے! کہ ان کے ایک طولانی خط کے جو اقتباسات اوپر نقل کئے گئے ہیں۔ کیا یہ مجذوبانہ یا مغلوبانہ تو ہمت نہیں ہیں؟ اور اس وقت مجھے معلوم نہ تھا کہ مولانا مکی مالکی سے وہ بیعت بھی ہیں، ورنہ مزید سوچ کر لکھتا۔ مولانا عبدالحفیظ مکی صوفی اقبال صاحب اور مولانا عزیز الرحمن صاحب مجھے جواب دیں کہ کیا امام الاولیاء حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کا یہی عقیدہ تھا کہ حضور خاتم النبیین ﷺ محفل میلاد میں روح شریف کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں؟ جیسا کہ مکی مالکی نے لکھا ہے۔ اور جب مولانا مکی مالکی صوفی محمد اقبال صاحب کے شیخ و مرشد ہیں اور وہ پروفیسر طاہر القادری کے بھی مدد و محبوب ہیں اور طاہر القادری صاحب کے ساتھ مکی مالکی سے محبت عالم ارواح کی باہمی محبت کا پرتاؤ ہے تو صوفی صاحب اور طاہر القادری اس بناء پر ہم مسلک اور ہم مشرب بن جاتے ہیں ادھر مولانا عزیز الرحمن اور مولانا عبدالحفیظ مکی، صوفی صاحب کو عاشق محبوب رب العالمین مانتے ہیں تو اس واسطے سے وہ پروفیسر طاہر القادری کے بھی پیرو بھائی بن جاتے ہیں۔

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ..... ۴ محرم ۱۴۲۱ھ، ۲۲ مئی ۱۹۹۶ء

(قسط نمبر چھ مکمل شد۔ [مرتب].....) (مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یا، جون ۱۹۹۶ء)

☆.....☆.....☆.....☆

ظہور مہدی کی بازگشت:

(۱)..... فوجی بغاوت کیس کے ایک وعدہ معاف گواہ کرٹل لیاقت علی راجہ نے فوجی عدالت میں صوفی محمد اقبال صاحب موصوف (مقیم مدینہ منورہ) کے متعلق یہ بیان دیا ہے کہ:

”کرئل محمد آزاد منہاس مجھے یہ بتاتے رہے کہ مدینہ میں مقیم صوفی محمد اقبال صاحب ہمارے عہد کے قطب زماں ہیں۔ ہمیں ان کی تابعداری اور عشق کے ذریعہ ”توحید مطلب“ کی منزل حاصل کرنی چاہئے۔ امام مہدی پیدا ہو چکے ان کی عمر تیس سال ہے۔ جن کی شناخت کعبہ میں طواف کے دوران صوفی محمد اقبال کریں گے۔ حرمین کے قرب و جوار میں واقعہ ہولٹوں پر مجاہدین قبضہ کریں گے۔ دجال امریکہ کی شکل میں سعودی عرب پہنچ گیا ہے۔ جس کا مقابلہ امام مہدی کریں گے۔ پاکستان اور افغانستان سے ایک لشکر بھی دجال کے خلاف امام مہدی کے جہاد میں مدد فراہم کرنے کے لئے جائے گا۔ ۱۹۹۵ء بڑی تبدیلیوں کا سال ہوگا۔ اس سال بہت سے ڈبل پروموشن حاصل کریں گے۔ اور کرئل سے میجر جنرل بن جائیں گے ہمیں مجلس درود شریف کے ذریعہ اپنے حلقہ کو وسعت دینی چاہیے۔ میجر جنرل ظہیر الاسلام عباسی امید کی واحد کرن ہیں۔“

(۲)..... اسی بیان میں کرئل لیاقت علی راجہ نے کہا کہ:

”میں ۱۹۹۱ء میں لاہور میں صوفی اقبال کا مرید بنا تھا۔ کرئل محمد آزاد منہاس نے میرا ان سے تعارف کرایا تھا۔ میں ۱۹۹۲ء میں مدینہ گیا اور رمضان کے دوران صوفی محمد اقبال صاحب کے ساتھ مقیم رہا۔ میجر جنرل ظہیر الاسلام عباسی اور لیفٹیننٹ جنرل (جن کا نام سمری ایوڈنس میں موجود ہے) سے میرا تعارف کرایا گیا۔ کرئل لیاقت کے مطابق صوفی اقبال ۱۹۹۳ء میں پاکستان آئے اور خانقاہ اقبالیہ ٹیکسلا میں اعتکاف بیٹھے۔ میں ایک ماہ کی چھٹی لے کر ٹیکسلا ہی میں مقیم رہا۔ جہاں لیفٹیننٹ جنرل ریٹائرڈ غلام محمد ایک لیفٹیننٹ کرئل دو میجر جنرل نے بھی اسی دوران صوفی اقبال سے ملاقات کی۔ الخ۔“

(روزنامہ جنگ لاہور ۲۵ دسمبر ۱۹۹۵ء)

تبصرہ:

پاکستان میں مذکورہ فوجی بغاوت کی نوعیت اور حقیقت کیا ہے ہمیں اس سے بحث نہیں۔ اور نہ ہی ہمیں معلوم ہے کہ جناب صوفی محمد اقبال صاحب کا اس بغاوت کیس سے کوئی تعلق تھا۔ البتہ کرئل لیاقت علی راجہ کے مندرجہ بیان سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ وہ صوفی صاحب موصوف کا معتقد اور مرید رہا ہے اور ظہور امام مہدی کے متعلق اس نے خود صوفی محمد اقبال صاحب سے ایسی باتیں سنی ہیں اور یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ صوفی صاحب نے ایسا فرمایا ہے کہ امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں۔ کیونکہ اگر ان کا یہ خیال نہ ہوتا تو وہ اپنے زیر بحث مکتوب میں یہ کیوں فرماتے کہ:

”بالفرض اگر مجھے ایسے بزرگ روزانہ نئے نئے ملتے رہیں تو میں روزانہ ہی ایک بیعت کے لئے تیار ہوں۔ حتیٰ کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہو پھر بھی ان کے ساتھ توحید مطلب کا ویسا ہی معاملہ کر لوں گا جیسا حضرت شیخ کے ساتھ ان کی زندگی میں تھا۔ بہر حال مختصر یہ کہ یہ میرا مسلک ہے۔“ (مکتوب ص ۶۷)

ملکی مالکی کو پیر بنانے کی وجہ:

اس خط سے معلوم ہوا کہ صوفی صاحب موصوف اپنا ایک مستقل مسلک رکھتے ہیں اور توحید مطلب کے لیے جو انہوں نے مولانا کی مالکی سے بیعت کی ہے اور اس وقت انہی کا انہوں نے اس مقصد کے لئے انتخاب کیا ہے۔ اور اگر ان کے علاوہ امام مہدی سے بھی ان کی ملاقات ہو جائے تو وہ انکی بھی کریں گے۔ گویا کہ جو مقصد ان کا حضرت امام مہدی سے حاصل ہو سکتا ہے وہ دور حاضر میں مولانا کی مالکی سے بھی ان کو حاصل ہو رہا ہے۔ **إنا لله وإنا إليه راجعون**۔

کجا کی مالکی اور کجا حضرت امام مہدی موعود جو امت کے آخری مجدد ہوں گے۔

(۲)..... صوفی محمد اقبال صاحب نے اپنے زیر بحث مکتوب میں مولانا کی مالکی کے متعلق لکھا ہے کہ:

”ان کو میلاد وغیرہ رسومات کرتے بھی دیکھا۔ لیکن عین انہی خیالات و شرائط کے ساتھ کہ جس طرح حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے یہاں ہوتا تھا جبکہ حاجی صاحب کو بھی الحمد للہ کوئی بدعتی نہیں کہہ سکتا۔ اسی طرح ان بزرگ کی تصانیف اور ملاقات سے ظاہر ہے۔“ (ایضاً مکتوب ص ۶)

کاش کہ صوفی محمد اقبال صاحب امام الاولیاء حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور ہماری زیر بحث شخصیت مولانا کی مالکی میں فرق سمجھ سکتے۔ ہم پوچھتے ہیں کیا حضرت حاجی صاحب محفل میلاد میں آنحضرت ﷺ کی روح مبارک کے حاضر ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ حالانکہ کی مالکی حاضر ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ جیسا کہ ان کے رسالے ”حول الا احتفال بالمولد النبوی شریف“ کی عبارت نقل کی جا چکی ہے۔

ذرا دل تھام کے:

۲..... کیا حضرت حاجی صاحبؒ اسی طرح فوٹو کھنچواتے تھے جس طرح آپ کے موجودہ شیخ کی مالکی فوٹو کھنچواتے ہیں؟ جیسا کہ پروفیسر طاہر القادری کے ماہنامہ منہاج القرآن میں ان کے فوٹو شائع ہوتے ہیں؟

۳..... کیا صوفی صاحب اپنے مرشد کی مالکی سے ”براہین قاطعہ“ مؤلفہ حضرت مولانا غلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری کی تصدیق لکھوا سکتے ہیں؟ حالانکہ حضرت حاجی صاحب نے اس کی تصدیق فرمائی ہے۔

۴..... صوفی صاحب کے مایہ ناز شیخ کی مالکی صاحب نے محافل میلاد کے حق میں جو دلیلیں دی ہیں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ کے شیخ حضرت مولانا غلیل احمد صاحب محدث

سہارنپوریؒ نے ”براہین قاطعہ“ میں ان کا رد فرمایا ہے۔ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی اپنی کتاب ”اصلاح الرسوم“ اور اپنے مواعظ میں ان کی تردید کی ہے۔

کیا صوفی صاحبؒ کی مالکی کو ان مسائل میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمہم اللہ سے بھی زیادہ متشرع اور محقق مانتے ہیں؟

5..... صوفی صاحب کے مکتوب کے مندرجہ اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کی مالکی صاحب کی تصانیف کا مطالعہ بھی کیا ہے۔ تو انہوں نے یقیناً ان کے رسالے ”حول الا حتفال“ کا بھی مطالعہ کیا ہوگا جو انہوں نے اپنی ضخیم کتاب مفاہیم سے بھی پہلے لکھا ہے۔ انہوں نے اس رسالہ میں کی مالکی کی وہ عبارت بھی پڑھی ہوگی جس میں انہوں نے لکھا کہ محفل میلاد میں رسول اکرم ﷺ کی روح شریف حاضر ہو جاتی ہے۔

صوفی صاحب کو بریلوی کہا جائے تو کیا انکار ہو سکتا ہے؟

تو جب ان عقائد کے ہوتے ہوئے انہوں نے کی مالکی سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل کیا ہے۔ تو صوفی محمد اقبال صاحب کا بھی روح شریف کی حاضری کے متعلق وہی عقیدہ ہوگا جو کی مالکی کا ہے۔ ان حالات میں اگر صوفی محمد اقبال صاحب کو کی مالکی کا مرید و خلیفہ ہونے کی بناء پر بریلوی کہا جائے تو کیا اس حقیقت سے انکار ہو سکتا ہے؟ لیکن حالات و واقعات کے باوجود کس دیدہ دلیری سے مولانا عبدالحفیظ کی حضرت مولانا عاشق الہی صاحب مقیم مدینہ منورہ کے نام اپنے مکتوب ص ۱۵ پر لکھ رہے ہیں:

”اور ظاہر ہے کہ ان کے مسلک و تعلیمات کے بارے میں تو اختلاف نہیں ہے لیکن بعض تشریحات و ایضاحات کا اختلاف ہے۔ ان تشریحات و ایضاحات میں حضرت گنگوہیؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت قاری محمد طیبؒ اور حضرت شیخ قدس سرہم کی رائے عالی کو حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب اور حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب وغیرہ کی ذاتی آراء پر ایک بار نہیں ہزار بار فوقیت دیں گے۔ اور ان اکابر کی تشریحات و ایضاحات کے مقابلہ میں کسی آج کل کے معاصر کی ذاتی تشریح ہرگز نہیں مانی جائے گی۔ ورنہ یہ اکابر کے ساتھ بے وفائی ہوگی اور ان کی تعلیمات میں تحریف ہوگی اور ان کے منشاء مبارک کی خلاف ورزی۔“

الجواب:

(۱)..... اپنے ان اکابر حضرات میں مولانا عبدالحفیظ صاحب کی نے شیخ العلماء حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کا نام کیوں نہیں لکھا؟ کیا ان

کو اپنے اکابر میں نہیں مانتے؟

(۲)..... یہ کتنی بڑی غلط بیانی ہے کہ مولانا عبدالحفیظ کی صاحب حضرت مولانا گنگوہیؒ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تشریحات کو مانتے ہیں اور راقم الحروف اور حضرت مولانا عبدالستار صاحب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ان حضرات کی تشریحات کو نہیں مانتے!!

کیا مولانا موصوف کا یہ دعویٰ کسی خواب یا کشف پر مبنی ہے؟

اگر آپ حضرت مولانا گنگوہیؒ وغیرہ اکابر کی تشریحات کو مان لیتے تو ہم آپ سے اختلاف کیوں کرتے؟

قول فیصل:

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ قدس سرہ کے فتاویٰ میں ہے:

”سوال: مولود شریف اور عرس کہ جس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو جیسے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے۔ آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں۔ (احمد سعید خادم مراد آباد)

جواب:- عقد مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام اور تداعی (یعنی دوسروں

کو بلانا) اس میں موجود ہے لہذا اس زمانہ میں درست نہیں۔ علیٰ ہذا۔

عرس کا بھی یہی جواب ہے۔ بہت اشیاء ہیں کہ اول مباح تھیں پھر کسی وقت میں منع ہو گئیں۔ مجلس

عرس و مولود بھی ایسا ہی ہے۔ فقط (رشید احمد گنگوہیؒ عفی عنہ) فتاویٰ رشیدیہ مبوب ص ۱۰۵۔ ناشران محمد سعید

ایڈمنسٹریٹا جرن کتب قرآن محل۔ مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی)

اس کو دفن ہی کرنا پڑے گا:

فرمایئے کیا آج کل کوئی محفل میلاد اور عرس ایسا ہے جس میں تداعی نہ ہو۔ اور جس میں لوگوں کو شامل ہونے کے لئے دعوت نہ دی جاتی ہو؟

حضرت گنگوہیؒ نے تو مروجہ محافل میلاد اور عرسوں کی جڑ ہی کاٹ دی۔ کیا آپ حضرت مولانا گنگوہیؒ کے اس فتویٰ کو تسلیم کرتے ہیں؟ اگر تسلیم کرتے ہیں تو پھر مولانا عزیز الرحمن صاحب کے مؤلفہ رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کو حضرت مولانا عاشق الہی زید مجدہ کے فرمان کے مطابق اس کو دفن ہی کرنا پڑے گا۔ (فرمایئے اب مسلک سے بے وفائی کا مرتکب کون ہے، ہم یا آپ؟)

(۲)..... اپنے حلقہ میں مولانا عبدالحفیظ کی صاحب اہل کشف مشہور ہیں۔ چنانچہ رسالہ ”اکابر کا

مسلک و مشرب“ میں لکھا ہے اور حضرت شیخ الحدیث صاحب کے متعلق ہے کہ:

”حضرت کے خدام میں کچھ حضرات صاحب حضوری ہیں۔ ان سے خصوصی طور پر روضہ شریف پر دعا اور

توجہ کی درخواست اور اپنے اسفار وغیرہ کے متعلق حکم طلب فرماتے اور ان حضرات کے مکاشفات پر شرعی ضابطے کے تحت عمل فرماتے۔ ان مکاشفات کو اپنے روزنامے میں درج کرواتے۔ چنانچہ حضرت کے روزنامے سے نقل کردہ مکاشفے ”بہجۃ القلوب“ کے نام سے حصہ اول و دوم حضرت کی حیات ہی میں کتابی شکل میں چھپ گئے تھے۔ جس میں اکثر مکاشفات حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب کے ہیں۔“ (مسلک و مشرب تیسرا ایڈیشن ص ۴۸)

ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور:

لیکن مولانا عبدالحفیظ صاحب کی کو معلوم ہونا چاہیے کہ کشف والہام کوئی شرعی حجت نہیں ہیں اور دینی مسائل شرعی دلائل سے حل کیے جاتے ہیں نہ کہ مکاشفات سے۔ مولانا عبدالحفیظ صاحب کی کو غالباً پہلی دفعہ علمی مباحث سے واسطہ پڑا ہے۔ اس لئے اپنے خطوط میں عجیب و غریب باتیں لکھتے ہیں۔ جن میں ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ وہ محفل میلاد اور عرس وغیرہ کے مسائل میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی تشریحات کو مانتے ہیں۔ اگر وہ دل سے حضرت گنگوہیؒ کی تشریحات کو مانتے ہیں تو حضرت گنگوہیؒ کے مندرجہ فتویٰ کو بھی مان لیں۔ ورنہ یہ کہا جائے گا کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔

آئندہ شمارے میں ان شاء اللہ محفل میلاد اور عرس وغیرہ کے متعلق ”براہین قاطعہ“ وغیرہ کی عبارتیں پیش کی جائیں گی۔ واللہ الموفق

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ..... یکم صفر ۱۴۱۷ھ، ۱۸/ جون ۱۹۹۶ء

(قسط نمبر سات مکمل شد۔ [مرتب].....) (مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یار، جولائی ۱۹۹۶ء)

☆.....☆.....☆.....☆

محافل میلاد اور حضرت سہارنپوری کا مسلک:

سابقہ شمارے میں حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد پیش کیا تھا، اب حضرت گنگوہیؒ کے خلیفہ ارشد اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی کے شیخ و مرشد حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ کی تالیف ”براہین قاطعہ“ کی بعض عبارتیں زیر بحث مسئلہ انعقاد مجلس مولود کے بارے میں پیش خدمت کی جا رہی ہیں۔ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ مولانا عبدالمسیح صاحب رامپوری مرحوم نے ایک کتاب ”انوار ساطعہ“ لکھی تھی، جس میں انعقاد مجلس میلاد۔ عرس اور تیجا چالیسواں وغیرہ مروجہ بدعات کا جواز اور استحباب ثابت کیا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ نے کتاب ”براہین قاطعہ“ لکھی تھی۔ باوجود اس کے کہ مولانا عبدالمسیح حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی کے

متوسلین میں سے تھے۔ لیکن بحث چونکہ شرعی مسائل اور سنت و بدعت کی تحقیق میں تھی اس لئے حضرت سہارنپوریؒ نے ان کا سخت رد فرمایا۔ رہے دلائل جو مولانا عبدالسیح صاحب نے دیئے تھے۔ وہی مولانا مالکی نے دیئے ہیں اور وہی باتیں بڑی چابکدستی کے ساتھ مولانا عزیز الرحمن صاحب نے رسالہ ”مسلک و مشرب“ میں بیان کی ہیں اور مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی بھی گویا کہ مروجہ بدعات کا دفاع کر رہے ہیں۔ واللہ الہادی

حضرت سہارنپوریؒ سنت و بدعت کی تحقیق میں شرعی اصول پیش کرتے ہیں۔ جو فقہائے حنفیہ نے لکھے ہیں اور ان کی روشنی میں بدعات کا رد فرماتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

(۱)..... ”نفس ذکر میلاد فخر عالم علیہ السلام کو کوئی منع نہیں کرتا بلکہ ذکر ولادت آپ کا مثل ذکر دیگر سیر و حالات کے مندوب ہے۔۔۔۔۔ البتہ امور غیر مشروعہ جو اس میں ضم ہو گئے ہیں۔ اس کی وجہ سے حکم مجموعہ پر بدعت و منکر ہونے کا یا شرک و حرمت کا لگایا جاتا ہے۔ اور یہ حکم باعتبار ان قیود غیر مشروعہ کے ہے نہ بوجہ نفس ذکر کے۔“ [براہین قاطعہ: ۸۔ ناشر دارالاشاعت۔ مقابل مولوی مسافر خانہ اردو بازار کراچی نمبر ۱]

(۲)..... ”اس وقت کی مجالس مولود میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہوتا تھا۔ اور نفس ذکر ولادت کو موجب اور کوئی عالم منع نہیں کرتا۔ اس وقت کی محافل میں اگر کوئی امر مباح اتفاقی تھا اس پر تا کہ کد گمان نہ تھا۔ اب جو قلوب عوام میں تا کہ دو وجوب راسخ ہوا تو مکروہ ہو گیا کوئی امر ہوتا ہے اور علماء کو اس وقت اباحت موجودہ کا خیال ہوتا ہے۔ اور مآل کار (یعنی انجام کار) مفسد پر دھیان نہیں ہوتا۔ اس وقت جواز کا فتویٰ دیتے ہیں اور پھر آخر میں اس میں کراہت پیدا ہو جاتی ہے تو اس وقت ممنوع ہو جاتا ہے پس تعامل ان لوگوں کا موجب جواز نہیں ہوتا۔ البتہ قرون ثلاثہ کا تعامل (موجب جواز) ہو جاتا ہے۔ لہذا خود امر منصوص مباح بھی بعض اوقات بسبب اس تا کہ مکروہ ہو جاتا ہے، جیسے صلوٰۃ صحیٰ (یعنی چاشت کی نماز تداویع اور اہتمام سے مساجد میں ادا کرنے سے صلوٰۃ مستحب کو حضرت ابن عمرؓ نے بدعت فرما دیا۔) پس شیخ عبدالحق اور ابن حجر کی تحریر سے یہ محفل مروجہ ہرگز جائز نہیں ہو سکتی۔ گو اس وقت بھی مباح تھی۔ الخ۔“ [براہین قاطعہ: ۴۰]

(۳)..... ”اگر کسی امر جائز ثابت کو بھی عوام واجب سمجھنے لگیں تو وہ بھی ناجائز منکر ہو جاتا

ہے۔ الخ۔“ [براہین قاطعہ: ۱۵۱]

حضرت محدث سہارنپوریؒ کی مندرجہ عبارات کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارک کا ذکر اسی طرح جائز بلکہ مندوب اور کار ثواب ہے جس طرح آپ ﷺ کی سیرت مبارک کے دوسرے حالات کا بیان کرنا کار ثواب ہے۔ لیکن اگر محفل میلاد کے انعقاد کو ضروری قرار دیا جائے جیسا کہ عوام اس کو ضروری سمجھتے ہیں تو یہ بدعت اور ممنوع قرار دی جائے گی سابقہ بزرگوں میں سے اگر کسی نے محفل میلاد منعقد کی ہے تو اس

وقت مباح تھی لیکن ان کو اس بات کا خیال نہ تھا کہ آئندہ اس کو عوام ضروری سمجھنے لگ جائیں گے۔ پھر حضرت سہارنپوری نے اس کے لئے یہ مثال پیش کی ہے۔ صلوٰۃ خفی (چاشت کی نماز) نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے لیکن لوگوں نے جب اہتمام کے ساتھ مساجد میں یہ نماز پڑھنی شروع کر دی تو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے اس کو بدعت قرار دیا۔ محفل میلاد تو مباح ہے۔ جب عوام اس کو ضروری سمجھتے ہیں اور پھر اس کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں تو یہ کیوں نہ بدعت ہوگی۔

ایک شبہ کا جواب:

اگر یہ کہا جائے کہ اگر کوئی مجلس میلاد قیود فاسدہ سے خالی ہو اور اس کو واجب اور ضروری بھی نہ سمجھا جائے تو پھر وہ تو جائز ہونی چاہیے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر لوگوں کو اس مجلس میلاد میں شرکت کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ بھی بدعت بن جائے گی علاوہ ازیں یہ کہ دوسرے لوگ تو اس کو ضروری ہی سمجھیں گے۔ تو ان کو بدعت سے بچانے کے لئے ایسی مجلس مولود بھی ناجائز ہو جائے گی۔ اس کو ابہام جاہل سے تعبیر کرتے ہیں۔ چنانچہ فقہ حنفی کی متداول کتاب درمختار اور اس کی شرح رد المحتار المعروف بہ شامی میں ہے:

”وسجدۃ الشکر مستحبۃ بہ یفتیٰ لکنہا تکرہ بعد الصلوٰۃ لان الجہلۃ یعتقدو نہاسنتہ واجبتہ و کل مباح یودی الیہ فمکروہ۔ [شامی: ۱۹/۲]

سجدہ شکر مستحب ہے اور فتویٰ اسی پر ہے۔ لیکن نماز کے بعد مکروہ ہے کیونکہ جاہل لوگ اس کے سنت یا واجب ہونے کا اعتقاد کرتے ہیں اور مباح عمل جس کو سنت یا واجب سمجھا جائے مکروہ اور ناجائز ہو جاتا ہے۔

و حاصلہ ان مالیس لها سبب لا تکرہ مالم یود فعلہا الی اعتقاد الجہلۃ سنیہا کالتی یفعلہا بعض الناس بعد الصلوٰۃ۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ جس چیز کا سبب نہ ہو وہ مکروہ نہیں ہوتا۔ مگر جب جاہل لوگ اس کے سنت ہونے کا اعتقاد رکھیں تو وہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ بعض لوگ نماز کے بعد سجدہ شکر کرتے ہیں۔

[شامی: ۲۰/۲]

اور حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں:

”پس جانا چاہیے کہ بعد خیر القرون کے جو چیزیں ایجاد کی گئی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں اور دوسری قسم وہ چیزیں ہیں جن کا سبب قدیم ہے جیسے مجلس میلاد مروجہ تیجہ و سوال اور جہلم وغیرہ من البدعات کہ ان کا سبب قدیم ہے۔ مثلاً مجلس میلاد منعقد کرنے کا سبب فرح (خوشی) علی الولادة النبویہ ہے۔ اور یہ سبب حضور ﷺ کے زمانے میں موجود تھا لیکن حضور نے یا اصحاب نے یہ مجالس منعقد نہیں کیں۔ نعوذ باللہ صحابہ کا فہم یہاں

تک نہیں پہنچا۔ اگر سب اس کا اس وقت نہ ہوتا تو البتہ یہ کہہ سکتے تھے کہ منشاء اس کا موجود نہ تھا۔ جب کہ باعث اور بنا اور مدار موجود تھا پھر کیا وجہ ہے کہ نہ حضور ﷺ نے مجلس میلاد منعقد کی اور نہ صحابہؓ نے۔ ایسی چیزوں کا حکم یہ ہے کہ وہ بدعت ہیں صورتاً بھی اور معنی بھی۔ اور حدیث: من أحدث فی أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد۔ (یعنی جس نے ہمارے اس دین میں ایسی نئی بات نکالی جو اس میں سے نہیں ہے وہ مردود ہے۔) میں داخل ہو کر واجب الرد ہیں۔ الخ (مواعظ میلاد النبی ص ۱۰۶ ناشر۔ المكتبة الاشرفیہ جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور)

براہین قاطعہ:

شیخ العلماء حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ [مؤلف بذل المجہود شرح ابی داؤد] کی کتاب ”براہین قاطعہ“ زیر بحث مسائل میں اس درجہ کی محققانہ کتاب ہے کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ اپنے ایک مکتوب گرامی میں حکم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کو لکھتے ہیں:

”آپ نے بدعت کے مفہوم کو ہنوز سمجھا ہی نہیں۔ کاش ”ایضاح الحق الصریح“ مؤلفہ حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ یا ”براہین قاطعہ“ کو ملاحظہ فرماتے۔ الخ۔ [تذکرۃ الرشید: ۲۲۲۱]

اب مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی ہی فرمائیں کہ وہ کس کی تحقیق کو مانتے ہیں؟

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ..... ۶/ربیع الاول ۱۴۱۷ھ، ۲۳/جولائی ۱۹۹۶ء

(قسط نمبر آٹھ مکمل شد۔ [مرتب].....) (مطبوعہ: ماہنامہ حق چاریار، اگست ۱۹۹۶ء)

☆.....☆.....☆.....☆

قول فیصل:

زیر بحث مسئلہ ”مروجہ مجلس میلاد کے انعقاد“ کے سلسلے میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ العلماء حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات پیش کیے گئے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ دورِ حاضر میں جس طرح مجالس مولود منعقد کی جاتی ہیں۔ اور پھر ان کو ضروری سمجھا جاتا ہے اور ان کی طرف لوگوں کو بلایا جاتا ہے۔ (جس کو تداعی کہتے ہیں) یہ فقہی اصول کی بنا پر بدعت ہیں۔

اور بدعت کو چونکہ لوگ ایک دینی عمل اور کارِ ثواب سمجھ کر کرتے ہیں۔ اس لئے ان میں شوق انہماک بڑھ جاتا ہے پھر ایک بدعت سے کئی بدعتیں پھوٹی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اب سالانہ مجالس مولود کو لوگ عید میلاد النبی قرار دینے لگے ہیں۔

عید میلاد النبی:

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ فرماتے ہیں:

”جاننا چاہیے کہ عید میلاد النبی کے نام سے جو ایک رسم شائع ہوئی ہے اس کے متعلق دو کلام ہیں ایک تو اس کے شروع ہونے کے متعلق دلائل۔ دوسرے مخالفین کے دلائل کا جواب اس کے بعد سمجھئے کہ شریعت کے دلائل چار ہیں۔ ۱۔ کتاب ۲۔ سنت ۳۔ اجماع ۴۔ قیاس انشاء اللہ چاروں پر گفتگو کی جائے گی۔ اول کتاب اللہ کو لے لیجئے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اٰمِ لَہُمْ شَرَّ کَآءِ شَرِّ عَوَالِہِم مِّنَ الدِّیْنِ مَا لَمْ یَاۡذَن بِہِ اللّٰہُ۔ (یعنی کیا ان کے لئے شر کاء ہیں کہ انہوں نے ان کے لئے دین کی وہ بات مقرر کر دی جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔)

یہ آیت صاف بتلا رہی ہے کہ دین کی بات بدوں اذن الہی یعنی بدوں اذن شرعی کسی کو مقرر کرنا مذموم و منکر ہے۔ یہ تو کبریٰ ہے اور صغریٰ یہ ہے کہ عید میلاد النبی دین ہی کی بات سمجھ کر بلا دلیل مقرر کی گئی ہے اور دلیل نہ ہونا جزئیہ یا تو ظاہر ہے کہ امر شریعت میں نہیں ہے امر مستحدث (نیا ایجاد کردہ) ہے۔ اگر احتمال ہے تو اس کا ہے کہ کس کلیہ میں داخل کرتے ہوں گے۔ مفصل گفتگو تو ان کلیات کی جس میں یہ داخل ہو سکتی ہے آگے آئے گی۔ باقی جمل یہ سمجھ لینا چاہیے کہ سبب داعی اس کا قدیم ہے خواہ وہ فرح (خوشی) ہو یا اظہار شوکت اسلام ہو کہ وہ بھی قدیم ہے بہر حال ان میں سے جو بھی سبب ہو تو ہم یہ کہتے ہیں کہ جب یہ سبب حضور و صحابہ خیر القرون کے زمانہ میں بھی موجود تھا اور وہ حضرات قرآن و حدیث کو خوب سمجھنے والے تھے اور ایسا سمجھتے تھے کہ اس کو دیکھ کر اب اجتہاد کو جائز نہیں رکھا گیا۔ پس جب مسلم ہو چکا کہ وہ کتاب و سنت کو ہم سے زیادہ سمجھنے والے تھے اور یہ سبب اس وقت بھی موجود تھے یعنی اظہار فرح اور شوکت اسلام بھی ضرورتی بلکہ اس وقت سے زیادہ ضرورت تھی مگر ان حضرات نے اس پر عمل نہیں کیا۔ پس معلوم ہوا کہ کسی کلیہ میں داخل کرنا اس کا صحیح نہیں اور یہ بالکل امر مستحدث ہے۔ حد یہ ہے کہ جس کی کچھ اصل نہیں اور بدعت کی حقیقت بھی یہی ہے کہ غیر دین کو دین سمجھ کر کیا جائے اور اس کو یہ لوگ دین سمجھتے ہیں۔ پس یہ بدعت واجب الترتیب ہے یہ تو قرآن مجید سے اس کے متعلق کلام تھا۔ اب حدیث کو لیجئے حضور ﷺ ارشاد فرماتے: مَنْ اٰحَدَثَ فِیْ اَمْرِنا ہٰذَا مَا لِیْسَ مِنْہُ فَہُوَ رَدٌّ۔ یعنی جو شخص ہمارے اس دین میں وہ شے نکالے جو اس میں نہیں وہ واجب الرد ہے جو تقریر آیت کے ذیل میں کی گئی ہے وہی یہاں بھی ہے اور مراد نئی شے سے وہ ہے کہ جس کا سبب قدیم ہو اور پھر اس وقت معمول بہ نہ ہوئی ہو۔ باقی جس کا سبب جدید ہو اور نیز وہ موقوف علیہ کسی مامور بہ کی ہو وہ مامنہ میں داخل ہو کر واجب ہے۔ الخ۔ [مواعظ میلاد النبی: ۷۰ تا ۱۱۵]

ہماری بحث اکابر دیوبند کے نام لیواؤں سے ہے:

قرآن و حدیث کے بعد حضرت تھانویؒ نے اجماع اور قیاس سے بھی عید میلاد النبی کا بدعت ہونا

ثابت کیا ہے اور جو اس کے جواز و استحباب اور وجوب کے قائل ہیں ان کے دلائل کا جواب دیا ہے۔ لیکن یہ چونکہ علمی بحث ہے اور عام قارئین اس کو سمجھ نہیں سکتے اس لئے اس پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ یہ بحث ہماری نہ عوام سے ہے اور نہ سیاسی لیڈروں سے کیونکہ غیر عالم سیاسی لیڈر بھی سنت و بدعت کی تحقیق کو نہیں سمجھتے ہماری بحث علماء سے ہے اور خصوصاً دیوبندی علماء سے جو اکابر دیوبند کے نام لیوا ہیں اور اسی نسبت سے امتیازی طور پر دیوبندی کہلاتے ہیں۔

عرس اور برسی:

بزرگوں کی وفات پر جو سالانہ اجتماع ہوتا ہے اس کو عرفاً عرس کہا جاتا ہے اور آج کل جو کسی سیاسی لیڈر کی وفات کے دن سالانہ اجتماع کیا جاتا ہے اس کو برسی کہتے ہیں چنانچہ ۱۷ اگست کو جنرل ضیاء الحق مرحوم کے صاحبزادگان اعجاز الحق وغیرہ بڑی دھوم دھام سے فیصل مسجد اسلام آباد کے پاس برسی کی رسم ادا کرتے ہیں جس میں میاں نواز شریف وغیرہ سیاسی لیڈر شریک ہوتے ہیں اور اس سال ۱۷ اگست ۱۹۹۶ء کو برسی میں مولانا سمیع الحق صاحب دیوبندی مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور سیکرٹری جنرل ملی بیجہتی کونسل بھی شریک ہوئے۔ اور کیا بعید ہے کہ وہ اہل تشیع کی ماتی جلوسوں میں بھی شریک ہونے لگیں جو جنت کے جوانوں کے سردار و اسد رسول جگر گوشہ بتول حضرت امام حسینؑ کی نسبت سے نکالے جاتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

(۲)..... اور باوجود اس کے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ کا یہ ارشاد مولانا عزیز الرحمن صاحب نے نقل کیا ہے کہ:

”ایک مدت تک انعقاد عرس سے جو فوائد حاصل ہوتے رہے جو اس کا اصل سبب تھے مرور وقت کے ساتھ ساتھ بدعات اور خرافات اس میں شامل ہوتی رہیں یہاں تک کہ عرس کی معنویت ختم ہوگئی اور رسوم و رواج اور لہو و لعب کے شامل ہو جانے سے عرس نے اکثر و بیشتر مقام پر ایک میلہ کی شکل اختیار کر لی جو بجائے مفید ہونے کے اس قدر ضرر رساں ہوگئی حتیٰ کہ بعض عرسوں میں شراب نوشی، رنڈی بازی اور ناچ گانے کے عناصر بھی داخل ہو گئے۔ لہذا ہمارے اکابر کے لئے ضروری ہو گیا کہ عقائد کی خرابی اور اعمال میں فسق و فجور کو روکنے کے لئے انعقاد عرس بالکل روک دیا جائے۔ اس لئے کہ اس کو ان عناصر سے پاک کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان اکابرین کو بے حد جزائے خیر عطا فرمادے جنہوں نے شدت سے اس بے راہ روی کے سیلاب کو روکنے کی کوشش کی اور الحمد للہ اس میں کامیاب ہوئے۔“ [ماخوذ از ملفوظات حضرت شیخ..... مسلک: ۶۹-۷۰]

جب کہ حضرت شیخ الحدیثؒ خود یہ فرما رہے ہیں کہ:

”ہمارے اکابر کے لئے ضروری ہو گیا کہ عقائد کی خرابی اور اعمال میں فسق و فجور کو روکنے کے لئے انعقاد عرس بالکل روک دیا جائے۔ الخ۔“

تو اس کے باوجود مولانا عزیز الرحمن صاحب اپنے رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب میں رقیق تاویلات کے سہارے بدعت عرس کی اہمیت کو کیوں کم کر رہے ہیں؟ کیا اس طریق سے عوام کو عرس کی ترغیب نہیں دی جا رہی حالانکہ اب تو بنسبت پہلے کے مفاسد میں اس درجہ کا زور شور ہے کہ کسی تاویل سے بھی انعقاد عرس کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔

علم عظیم:

انعقاد مجلس میلاد اور عرس وغیرہ کے متعلق حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کی سوانح تذکرۃ الرشید حصہ اول میں قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خط و کتابت شائع ہو چکی ہے جس میں ان مسائل پر مفصل بحث کی گئی ہے اور آخر کار حضرت تھانویؒ نے اپنے سابقہ موقف سے واضح طور پر رجوع فرمالیا تھا چنانچہ حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں جو عریضہ ارسال کیا اس میں لکھتے ہیں:

”یوالا خدمت بابرکت قدوة العرفاء وزبدة الفضلاء حضرت مولانا رشید احمد صاحب دامت برکاتہم تسلیم بصد تعظیم قبول باد۔ والا نامہ شرف صدور لایا۔ معزز فرمایا۔ حضرت عالی کے ارشادات سے اس عمل کے جو مفاسد عوام میں غالب ہیں پیش نظر ہو گئے اور ارادہ کر لیا کہ ہرگز ایسی مجالس میں شرکت نہ ہوگی۔ الخ
۲۹/ محرم ۱۳۲۵ھ [تذکرۃ الرشید، قدم: ۳۵/۱]

فیصلہ ہفت مسئلہ:

حضرت شیخ الحدیث کے متوسلین میں سے صوفی محمد اقبال حال مقیم مدینہ منورہ مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی اور مولانا عزیز الرحمن رسالہ ”ہفت مسئلہ“ کو ہی اپنے مسلک و مشرب کی بنیاد بناتے ہیں چنانچہ محمد مکی مالکی کی ایک ضخیم عربی تصنیف ”مفاهیم یحب أن تصحح“ کا اردو ترجمہ ”اصلاح مفہیم“ کے نام سے صوفی محمد اقبال صاحب نے کرایا۔ اُس کے پیش لفظ میں مولانا احمد عبدالرحمن صدیقی امیر انجمن خدام الدین نوشہرہ (جو قطب زمان شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کے متوسلین میں سے ہیں) لکھتے ہیں کہ:

”زیر نظر کتاب مفہیم کے اردو ترجمہ میں ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ اور المہند والے ہی مسائل کو علمی دلائل کے ساتھ خوب واضح کیا گیا ہے جس کو عرب و عجم کے جید علمائے کرام نے خوب سراہا ہے جیسا کہ اس کتاب کی تقارین سے ظاہر ہے۔ الخ۔“ [ص: ۱۲]

(۲۲) اور مولانا عزیز الرحمن صاحب نے بھی اس رسالہ، ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کے تحت بعنوان ”مقام غور“ لکھا ہے کہ:

”اب فریقین ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ جب حاجی (امداد اللہ) صاحب کے معمولات میں میلاد شریف اور فاتحہ خوانی وغیرہ تھے اور بعض دیگر اعتقادی مختلف فیہ مسائل کو حضرت حاجی صاحب شرک و بدعت نہیں فرماتے تھے۔ جس کی تفصیل ان کے رسالہ ”ہفت مسئلہ“ میں موجود ہے۔ الخ۔“ [مسلک و مشرب: ۲۹]

الجواب:

(۱)..... حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اپنے مکتوب میں حضرت مولانا تھانویؒ کو لکھتے ہیں:

”اگرچہ سر دست آپ کو بوجہ فرط عقیدت و محبت کے ناگوار گزرے اور اس بندہ کو گستاخ و بے ادب تصور کرو۔ مگر حق کہہ دینے سے مجھے یہ امر مانع نہیں وہ یہ ہے کہ بندہ حضرت شیخ سے بیعت ہوا ہے اور جتنے اہل علم ذی فہم قدیم سے بیعت ہوتے رہتے بھی تھے اور ہوتے رہے ہیں اور باوجود علم غیر عالم سے جو بیعت ہوئے تو اس خیال سے بیعت ہوئے اور ہوتے ہیں کہ جو کچھ استادوں سے کتب درسیہ میں انہوں نے پڑھا اور علم حاصل کیا۔ کسی شیخ عارف سے کہ اس علم کو علم الیقین بنالیں۔ تاکہ عمل کرنا نفس کو اس علم پر سہل ہو جائے۔ اور معلوم شہود بن جائے۔ علی حسب استعداد۔ اس واسطے کوئی بیعت نہیں ہوا اور ہوتا کہ جو کچھ ہم نے پڑھا ہے اس کی صحت و سقم کا کسی شیخ غیر عالم سے پڑتال کر لیں اور احکام محققہ قرآن و حدیث کو اس کے قول کے مطابق کر لیں کہ جس کو وہ غلط فرمادیں اس کو آپ غلط مان لیں اور جس کو صحیح کہیں اس کو صحیح رکھیں۔ کہ یہ خیال سراسر باطل ہے۔ پس اگر کسی کا شیخ کوئی امر مخالف امر شرع کے فرمائے گا تو اس کو تسلیم کرنا ناجائز ہوگا۔ بلکہ خود شیخ کو بدایت کرنا مرید پر واجب ہوگا۔ کیونکہ ہر دو کا حق ہر دو پر ہے۔ اور شیوخ معصوم نہیں ہوتے اور جب تک شیخ کسی مسئلہ کو جو بظاہر خلاف شرع ہو بہ دلائل شریعہ قطعیہ ذہن نشین نہ کر دے مرید کو اس کا قبول کرنا ہرگز روا نہیں۔ اس کی نظیریں احادیث سے بکثرت ملتی ہیں۔ [تذکرۃ الرشید: ۱۲۲/۱]

(۲).....

”اور خود بندہ کو یہ واقعات پیش آئے ہیں کہ جناب حضرت حاجی صاحبؒ اور جناب حافظ (ضامن) صاحبؒ جو پہلے سے مولوی شیخ صاحبؒ سے مسائل دریافت کر کران پر عامل تھے، بندہ کے کہنے سے کتنے مسائل کے تارک ہو گئے۔ اور واللہ کہ حافظ صاحبؒ نے یہ کلمہ میرے سامنے فرمایا کہ: ہم کو بہت مسائل میں ہمیشہ دھوکا رہا۔“ [ایضاً: ۱۲۳]

(۳)..... حضرت گنگوہیؒ حضرت تھانویؒ کو لکھتے ہیں:

”آپ نے بدعت کے مفہوم کو ہنوز سمجھا ہی نہیں۔ کاش کہ ”ایضاح الحق الصریح“ آپ دیکھ لیتے۔ یا

”براہین قاطعہ“ کو آپ ملاحظہ فرماتے۔ بایہ کہ تسویل نفس و شیطان ہو گئی۔ اس سے بدوں غور آپ عامل ہو گئے۔ الخ۔ اب امید کرتا ہوں کہ اگر آپ غور فرمائیں گے تو اپنی غلطی پر مطلع اور متنبہ ہو جائیں گے۔“

[ایضاً: ۱۲۲]

(۴)..... رسالہ ”ہفت مسئلہ“ کے بارے میں حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں:

”یہ رسالہ حضرت حاجی صاحبؒ کا لکھا ہوا نہیں۔ کسی نے لکھا ان کو سنا دیا۔ انہوں نے اہل مطلب کو دیکھ کر اباحت کی تصحیح کر دی۔ اور حال اہل زمانہ سے خبر نہ ہوئی۔ فقط واللہ اعلم۔“ [فتاویٰ رشیدیہ مبوب: ۱۱۴]

علمی خیانت:

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ یہ رسالہ ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ حضرت تھانویؒ نے ہی لکھا تھا۔ جب حضرت مولانا گنگوہیؒ کے ارشادات سے متاثر اور مطمئن ہو کر انعقاد مجلس میلاد اور عرس وغیرہ کے بارے میں اپنے سابقہ موقف سے رجوع کر لیا تو اب اس رسالہ کو اکابر کے مسلک و مشرب کی تائید میں پیش کرنا کتنی بڑی علمی خیانت ہے؟
رسالہ کو جلوادیا:

۱۳۵۸ھ کے دورہ حدیث کے دوران شیخ العرب والعجم حضرت مدنیؒ سے کسی نے حضرت حاجی صاحبؒ کے رسالہ ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کے بارے میں سوال کیا تو حضرتؒ نے جواب دیا کہ:
”یہ رسالے حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں بھیجے گئے تھے۔ آپ نے مطالعہ کے بعد فرمایا کہ: اچھا ہے، چولہے میں جلانے کے کام آئے گا۔ پھر اس کو جلوادیا۔ اور اس کی تصدیق اس عریضہ سے بھی ہوتی ہے جس میں حضرت گنگوہیؒ کے پوتے مولانا حکیم محمود الرشید صاحب گنگوہیؒ نے حضرت مدنیؒ کی خدمت میں یہ لکھا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کے متعلق حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد کہ ”ہم تصوف میں حضرت حاجی صاحب کے مقلد ہیں نہ کہ تحقیقات فقہیہ میں“ اور اس کو جلوادیا۔“
[مکتوبات شیخ الاسلام: جلد سوئم۔ مکتوب نمبر ۳]

ہفت مسئلہ سے استدلال نا انصافی ہے۔

چنانچہ فرمایا:

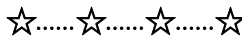
”حضرت گنگوہیؒ کے اوپر فتاہت کا غلبہ تھا۔ اس لئے جب حضرت حاجی صاحب کا رسالہ (فیصلہ ہفت مسئلہ) آیا تو فرمایا کہ اسے حمام میں جھونک دو! کسی نے کہا کہ اپنے شیخ کا رسالہ حمام میں جھونک رہے ہیں؟ تو فرمایا کہ شیخ کے ہاتھ پر ہم نے جو بیعت کی ہے وہ تصوف میں کی ہے فقہ میں نہیں کی ہے۔ مگر یہ اصول کی بات ہے۔ کوئی گالی تو تھی ہی نہیں۔ جب فقہ کا مسئلہ آئے تو دریں جا محمد بن شیبانیؒ می باید اور تصوف کا مسئلہ

آئے تو اس لیے جاشلی و بایزید باید۔ یہ تو حدود ہیں، لہذا ہر مسئلہ میں جو اس فن کا ماہر ہوگا اس کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ فقہ میں حضرت گنگوہیؒ کا بڑا مقام ہے۔ سنت و بدعت کے امتیاز میں وہ سند کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس لیے فرمایا کہ اس کو حمام میں جھونک دو۔ مطلب یہ تھا کہ لوگوں کے سامنے نہ آئے۔ ورنہ اس سے لوگ جھٹ پکڑ کر سینکڑوں بدعات کریں گے۔ اگر بادشاہ سپاہی کو انڈے کی اجازت دے دے تو لوگوں کے مرغ بھون بھون کر کھالے جائیں گے۔ اس لئے انہیں سے روکنا چاہئے۔ یہ ہے نظم شریعت، لہذا نظام شریعت کی ذمہ داری علماء و فقہاء کے ذمہ عائد ہوتی ہے۔ لیکن حضرت حاجی صاحبؒ نے جو فرمایا وہ اپنے حال کے مطابق فرمایا۔ اور کسی کا حال کسی کے لیے جھٹ نہیں ہوتا۔ سب کے لیے جو یکساں جھٹ ہے وہ شریعت ہے۔ الخ۔ [جالس حکیم: ۱۲۸]

مولانا عزیز الرحمن صاحب نے اپنے مسلک و مشرب کی تائید میں حکیم الاسلام حضرت قاری طیب صاحبؒ کے بعض اقتباسات پیش کئے ہیں، لیکن ان کے جن فرمودات میں اکابر کے اصلی مسلک و مشرب کی تائید ہوتی ہے اس کو بالکل نظر انداز کر گئے ہیں۔ جب حضرت گنگوہیؒ سے لے کر حضرت شیخ الحدیث تک کسی نے بھی رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ کو بطور جھٹ نہیں پیش کیا اور ان کے بیان کردہ ان مسائل اختلافیہ پر عمل بھی نہیں کیا تو پھر سا لہا سال بعد دیوبندی مسلک کی تائید میں رسالہ ہفت مسئلہ سے استدلال کرنا کتنی بڑی بے انصافی ہے؟

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ..... ۹ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ، ۲۵ اگست ۱۹۹۶ء

(قسط نمبر نو مکمل شد۔ [مرتب])..... (مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یار، ستمبر اکتوبر ۱۹۹۶ء)



ماہنامہ ”حق چار یار“ کے سابقہ شماروں میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات اور شیخ العلماء حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی محققانہ تصنیف ”براہین قاطعہ“ سے یہ ثابت ہو گیا کہ مروجہ محافل میلاد اور عرس بدعت ہیں۔ اور شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی قدس سرہ کے رسالہ ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کے بارے میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودات سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حاجی صاحبؒ کے رسالہ ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کو جلا دیا تھا۔ تو اس کے بعد اب اکابر دیوبند کے کسی عقیدت مند عالم صوفی کے لیے اس بات کی کوئی گنجائش ہی نہیں کہ وہ اس پر فتن دور میں رسالہ ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کو بطور جھٹ پیش کرے اور اس کے متنازعہ مسائل پر عمل کرنے کی ترغیب دے۔ لیکن تعجب ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنی کے متوسلین میں

سے مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی خطیب جامع مسجد صدیق اکبر چوہڑ (راولپنڈی) لکھتے ہیں کہ:

”اس طرح دیوبندی حضرات کو اپنے مرشد حضرت حاجی صاحب کی وصیت پر عمل کرنا چاہیے۔ پہلے چونکہ شدت کی ضرورت تھی۔ مگر اب غبیث سازشی انگریز ملک بدر ہو گیا ہے۔ شاید حضرت حاجی صاحب کے ارشادات پر عمل کا اب یہی خصوصی وقت ہے۔ اس لیے کہ ایسا ہوتا آیا ہے کہ اولیاء اللہ اپنی حیات مبارکہ میں ایسی خدمت بھی کر جاتے ہیں جس کی ضرورت خاصہ بعد میں پڑتی ہے۔“ [مسلک و مشرب (سوم): ۳۵]

مولانا عبدالحفیظ کی کو محفل میلاد میں شرکت پر حضرت شیخ الحدیث کی تبریک:

(۲)..... حضرت شیخ الحدیث کے طویل صحبت یافتہ خلیفہ مجاز اور شاگرد خاص حضرت مولانا عبدالحفیظ کی زید مجدہم جن کا حضرت کے وصال تک انھیں الخواص خدام میں ہونا مشہور و مسلم ہے۔ نے بیرون ملک ایک مجلس میلاد شریف میں اپنی مصلحت کی بنیاد پر شرکت کی اور اپنی اس شرکت کا ذکر بہت ہی معذرت خواہانہ انداز میں ایک خط میں حضرت شیخ سے ڈرتے ہوئے کیا۔ کیونکہ اگرچہ حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں شب و روز ذکر الہی کا بھی یہی مشغلہ تھا اور صلوة و سلام کی کثرت بھی ہوتی تھی۔ لیکن میلاد شریف کے نام سے مروجہ طریق پر مجلس نہیں ہوتی تھی۔ حضرت شیخ الحدیث نے جواب میں حضرت کی صاحب کو لکھا کہ تم نے بہت اچھا کیا۔ ایسی مجالس میں شرکت بہت مبارک ہے۔ [مسلک و مشرب: ۳۷]

(۳)..... ص ۳۷ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

اسی طرح حضرت شیخ کے دوسرے خلیفہ مجاز حضرت مولانا اشتیاق صاحب بہاری دامت برکاتہم فاضل دیوبند نے اپنے خود نوشت حالات مندرجہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ اور ان کے خلفاء کرام الجزء الثالث ص ۱۵ میں تحریر فرمایا ہے۔

منظر پور بدعات و خرافات اور الحاد و مراسم پرستی کا مرکز ہے مزارات کی کثرت بھی ہے اور وہ آباد و پر رونق بھی ہیں۔ یہاں میلاد کی مجالس بکثرت ہوتی ہیں۔ میں جب یہاں آیا تو میں نے دیکھا کہ اس مدرسہ کے ذمہ دار حضرات اور اساتذہ ان مجالس میں شریک بھی ہوتے ہیں اور قیام بھی کرتے ہیں۔ میں نے اس سلسلہ میں عریضہ لکھا۔ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے تحریر فرمایا کہ ملاقات کے وقت کہنا۔ چنانچہ رمضان المبارک کے موقع پر اس عاجز نے استفسار کیا تو حضرت نے جو جواب مرحمت فرمایا اس کا حاصل یہ تھا کہ اگر منکرات اور خود ساختہ قیودات کی پابندی نہ ہو تو شرکت میں کوئی حرج نہیں۔ [ایضاً مسلک: ۳۰]

الجواب: اس کو اکابر دیوبند کا مسلک نہیں قرار دیا جاسکتا

کاش کہ حضرت شیخ الحدیث کے مکتوبات کا عکس بھی شائع کر دیا جاتا۔

(۲)..... اگر شیخ الحدیث نے منکرات سے خالی مجالس میلاد میں شرکت کی اجازت دی ہے تو ان کا

یہ ارشاد ان کے شیخ و مرشد حضرت مولانا غلیل احمد محدث سہارنپوری کی تحقیق کے بھی خلاف ہے اور محدث فقیہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے ارشاد کے بھی خلاف ہے۔ ممکن ہے حضرت شیخ الحدیث کے پیش نظر ایسی مجالس میلاد میں شرکت کرنے میں کوئی وقتی مصلحت ہو اور ان کو خاص حالات میں اہون البلیتین کے تحت اجازت دی ہو۔ یہ ان کی شخصی رائے تو ہو سکتی ہے مگر اس کو اکابر دیوبند کا مسلک نہیں قرار دیا جاسکتا۔ دیوبندی مسلک دراصل حضرت گنگوہیؒ کی تحقیقات کا نام ہے۔ اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے تو مجالس میلاد کے نام سے کبھی بھی کوئی مجلس منعقد نہیں کی اگر آپ بہر حال مجالس میلاد کو خیر و برکت کا ذریعہ سمجھتے تو آپ مجالس منعقد کرتے۔

(۳)..... مجالس میلاد اور عرس وغیرہ کے متعلق حضرت مولانا گنگوہیؒ اور حضرت مولانا تھانویؒ کی جو خط و کتابت تذکرۃ الرشید حصہ اول میں منقول ہے اور آخر میں حضرت تھانویؒ نے اپنے سابقہ عمل سے رجوع کیا ہے۔ وہی ہمارے لئے قابل عمل ہے۔ جیسا کہ حضرت مولانا تھانویؒ حضرت گنگوہیؒ کو لکھتے ہیں:

”بوالا خدمت بابرکت قدوة العرفاء وزبدة الفضلاء حضرت مولانا رشید احمد صاحب دامت برکاتہم۔

تسلیم بعد تعظیم قبول باد۔ والا نامہ شرف صدور لایا۔ معزز فرمایا۔ حضرت عالی کے ارشادات سے اس عمل کے جو مفاسد علمیہ و عملیہ عوام میں غالب ہیں پیش نظر ہو گئے۔ اور ارادہ کر لیا کہ ہرگز ایسی مجالس میں شرکت نہ ہوگی۔ [تذکرۃ الرشید: ۱۳۵/۱]

حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد:

”(سوال) مولود شریف اور عرس کہ جس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو جیسے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کیا کرتے تھے آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں اور شاہ صاحب واقعی مولود اور عرس کرتے تھے یا نہیں۔ (از سعید خان صاحب مراد آبادی)

(جواب) عقد مجالس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر شرع نہ ہو مگر اہتمام اور تداعی (یعنی دوسروں کو بلانا) اس میں بھی موجود ہے۔ لہذا اس زمانہ میں درست نہیں۔ ولی ہذا عرس کا جواب ہے۔ بہت اشیاء ہیں کہ اول مباح تھیں۔ پھر کسی وقت بھی منع ہو گئیں۔ مجلس مولود اور عرس بھی ایسا ہی ہے۔ (فقط رشید احمد گنگوہی عفی عنہ)

فتاویٰ رشیدیہ مبوب ص ۱۰۵ ناشر محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی۔

مولانا عزیز الرحمن صاحب اسی سلسلے میں لکھتے ہیں کہ:

”اسی ذیل میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قطب الارشاد گنگوہیؒ قدس سرہ، نے حضرت اقدس حاجی صاحب قدس سرہ کے بارے میں ایک سائل کو جواب عنایت فرمایا ہے وہ بعینہ نقل کیا جائے جس سے واضح

ہو جاتا ہے کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ بھی جو منع فرماتے تھے وہ صرف ہندوستان تک ہی محدود تھا ورنہ اصل مسئلہ بھٹھیلہ ”المہند علی المہند“ میں ان کے مزاج شناس اور خلیفہ اکبر مؤلف براہین قاطعہ حضرت اقدس مولانا غلیل احمد محدث سہارنپوری قدس سرہ کے قلم سے بتائید اکابر حضرات دیوبند قدیماً و حدیثاً مذکور ہے۔ حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز کا یہ فتویٰ ایک اشتہار کی صورت میں بہت پہلے شائع ہوا تھا۔ جس کا عکس حضرت شاہ نفیس صاحب قادری مدظلہ خلیفہ مجاز حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ نے ہمیں ارسال فرمایا تھا جو بعینہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ فتویٰ میلاد کا مضمون ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کے مخالف ہونے کے سبب اکثر لوگوں کو غلجائے ہوتا ہے اس لیے اس کے متعلق ایک سوال و جواب کیا جاتا ہے۔

(سوال) چونکہ ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ سے اکثر لوگوں کو شبہ ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے متعلق رسالہ ہفت مسئلہ جو مطبع نظامی میں طبع ہوا ہے اور حضرت حاجی صاحب مدظلہم کی طرف منسوب ہے اور اسمیں اہل بدعت کی تائید اور اہل حق علماء دین کی مخالفت کی گئی ہے آیا اس کا حاجی صاحب مدظلہم کی جانب منسوب ہونا درست ہے یا نہیں علاوہ اس کے اس پر عمل کرنا اور ترغیب دلا نادرست ہے یا نہیں۔

(الجواب) رسالہ ”ہفت مسئلہ“ میں مسئلہ امکان کذب و امکان نظیر میں تو کوئی امر ایسا نہیں لکھا کہ کسی کے خلاف ہو۔ بلکہ اس کے امکان کا اقرار اور اس کی بحث سے احتراز ہے تو اس میں کسی اہل حق کی مخالفت نہیں اور مسئلہ تکرار جماعت میں بہ سبب اختلاف روایات فقہ کے فریقین کو نزاع سے منع کیا گیا ہے کہ مسئلہ مختلف فیہ میں مخالفت کرنا مناسب نہیں اور مسئلہ ندائے غیر اللہ میں صاف صاف حق لکھا ہے کہ ندائے غیر اللہ اگر حاضر و علم غیب جان کر کرے گا شرک ہوگا اور جو بے (بغیر) اس (عقیدہ حاضر و ناظر) کے (محض) شوق میں کہا ہے تو گناہگار نہیں اور جو بدوں عقیدہ شریک کے اور بدوں شوق کے یہ سمجھ کر کہے کہ شاید ان کو حق تعالیٰ خبر کر دے خلاف محل نص میں خطا و گناہ ہے مگر شرک نہیں۔ اور جو نص سے ثبوت ہو جیسا صلوة و سلام بخیر امت فخر امام علیہ الصلوٰۃ والسلام ملائکہ کا پہنچانا تو وہ خود ثابت ہے۔ یہ سب حق ہے اس میں کوئی اہل حق اس کے خلاف عقیدہ نہیں رکھتا۔

اب رہے تین مسئلے۔ مسئلہ قیود و مجلس مولود اور قیود ایصال ثواب اور عرس بزرگان کا کرنا تو اس میں وہ خود لکھتے ہیں کہ دراصل مباح ہیں گران کو سنت اور ضرور جانے تو بدعت اور تعدی حدود اللہ اور گناہ ہے اور اس کے بدوں کرنے میں اباحت لکھتے ہیں اور ہم لوگ جو منع کرتے ہیں تو وجہ یہ ہے کہ ان کو رسوم اہل زمانہ سے خبر نہیں تھی کہ یہ لوگ ان قیود کو ضروری جانتے ہیں۔ لہذا باعتبار اصل کے مباح لکھتے ہیں اور ہم لوگوں کو عادت عوام سے متحقق ہو گیا کہ یہ لوگ ضروری اور سنت جانتے ہیں، لہذا ہم بدعت کہتے ہیں۔ پس فی الحقیقت مخالفت اصل مسائل میں نہیں ہوئی۔ بلکہ بہ سبب عدم علم اہل زمانہ کے یہ امر واقع ہوا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے صابی کو ایک حکم دیا اور صاحبین نے دوسرا حکم اور یہ سبب

اختلاف حال کے ہوا۔

کہ امام صاحبؒ کے وقت میں ان کا حال اہل کتاب جیسا تھا اور صاحبین کے وقت میں مجوس جیسا۔ پس اختلاف اصل مسئلہ کا نہیں۔ بلکہ بوجہ حال اہل زمانہ کے ہے ایسا ہی دیگر مسائل میں ہے ورنہ حضرت سلمہ کے عقائد ہرگز بدعت کے نہیں ہیں کہ اہل فہم و دانش خود عبارت رسالہ کو سمجھ سکتا ہے۔

[مسلک و مشرب حاشیہ: ۳۳۳۲]

ایک اور علمی خیانت:

نوٹ۔ حضرت گنگوہیؒ کا یہ جواب فتاویٰ رشیدیہ مبوب ص ۱۱۳، ۱۱۴ پر ہے۔ اس کے بعد درج ذیل عبارت جو مولانا عزیز الرحمنؒ نے نہیں لکھی:

”مع ہذا لکھتا ہوں کہ یہ رسالہ (فیصلہ ہفت مسئلہ) ان کا لکھا ہوا نہیں۔ کسی نے لکھا ان کو سنایا انہوں نے اصل مطلب کو دیکھ کر اباحت کی تصحیح کر دی اور حال اہل زمانہ سے خبر نہ ہوئی۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

الجواب! (حضرت سید نفیس شاہ صاحب مدظلہم کو بھی اتفاق نہیں:)

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ مولانا عزیز الرحمن صاحب نے جو مولانا نفیس شاہ صاحب زید مجدہم کا ذکر کیا ہے وہ بھی دیگر علماء دیوبند کی طرح ان کے رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب سے متفق نہیں۔

(۲) مولانا عزیز الرحمن صاحب نے جو حضرت مولانا گنگوہیؒ کی عبارت پیش کی ہے وہ ان کے پیش کردہ مسلک کی موسیّد نہیں ہے کیونکہ جس محفل میلاد کو حضرت حاجی صاحبؒ مباح فرماتے ہیں اس سے حضرت گنگوہیؒ منع فرماتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عوام ان قیود کو سنت اور ضروری سمجھتے ہیں اور مباح کو اگر ضروری قرار دیا جائے تو اسی مباح امر پر بدعت کا حکم لگا دیا جاتا ہے اور حضرت حاجی صاحبؒ بھی یہی سمجھتے تھے۔ چنانچہ حضرت گنگوہیؒ نے حضرت حاجی صاحبؒ کے بارے میں لکھا کہ دراصل یہ مباح ہیں۔ اگر ان کو سنت یا ضروری سمجھا جائے بدعت و تعدی حدود اللہ تعالیٰ اور گناہ ہے لیکن اس کے باوجود حضرت حاجی صاحبؒ ان قیود کے ہوتے ہوئے مباح قرار دیتے تھے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو رسوم اہل زمانہ سے خبر نہیں تھی کہ لوگ ان قیود کو ضروری جانتے ہیں اس لئے حضرت حاجی صاحبؒ اس معاملہ میں معذور تھے۔ علاوہ ازیں اگر کوئی امر شرعاً مندوب اور مستحب بھی ہو لیکن لوگ اس کو ضروری قرار دیں اور اس کی طرف لوگوں کو بلایا جائے تو وہی مندوب اور مستحب امر بدعت بن جاتا ہے چنانچہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ فرماتے ہیں:

”لہذا خود امر منصوص مباح بھی بعض اوقات بسبب اس تاکد کے مکروہ ہو جاتا ہے جیسے صلوٰۃ

ضحیٰ (یعنی چاشت کی نماز) تداعی اور اہتمام سے مساجد میں ادا کرنے سے صلاۃ مستحب کو حضرت (عبداللہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بدعت فرمادیا۔“ [براہین قاطعہ: ۴۰]

(۳)..... اگر کسی امر جائز ثابت کو بھی عوام واجب سمجھنے لگیں تو وہ بھی ناجائز اور منکر ہو جاتا ہے۔ [ایضاً: ۱۵۱]

اور یہ دونوں عبارتیں ”براہین قاطعہ“ کے حوالہ سے ماہنامہ حق چار یار [ص ۵۴ ماہ اگست ۱۹۹۶ء] میں بھی درج کی جا چکی ہیں۔ اب مولانا عزیز الرحمن صاحب ہی فرمائیں کہ کیا مجالس میلاد اور عرسوں کو عوام ضروری نہیں قرار دیتے؟ اگر کوئی شخص محض میلاد مروجہ کو ضروری نہیں قرار دیتا اور قیود سے بھی وہ مبرا ہیں تو پھر بھی ایسی مجالس میلاد اس لئے بدعت قرار دی جائے گی کہ اس میں تداعی پائی جاتی ہے اور مندوب اور مستحب امر کے لئے تداعی جائز نہیں ہے۔

ایک دقیق نکتہ:

قطب الارشاد حضرت مولانا گنگوہیؒ نے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کو انعقاد مجلس مولود کے سلسلے میں ہی یہ لکھا تھا کہ:

”اگر تسلیم کیا جائے کہ آپ کی محفل میلاد خالی ہے جملہ منکرات سے اور کوئی امر نامشروع اس میں نہیں ہے تو دیگر مجالس تمام عالم کی تو سراسر منکر ہیں اور یہ فعل آپ کا ان کے لئے موبد ہے۔ پس یہ فعل مندوب آپ کا جب مغوی غلق (لوگوں کو گمراہ کرنے والا) ہوا تو اس کے جواز کا کیسے حکم دیا جائے گا۔“

[تذکرۃ الرشید: ۱/۱۲۸]

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دوسرے لوگ دیکھیں گے کہ فلاں بزرگ بھی مجالس میلاد کرتے ہیں تو وہ حقیقت حال سے ناواقفی کی بنا پر اپنی ان مجالس میلاد کو بھی صحیح قرار دیں گے جو منکرات پر مشتمل ہیں۔ مولانا عزیز الرحمن صاحب ہوں یا مولانا عبدالحمید صاحب مکی وہ حضرت گنگوہیؒ کے فرمودہ اس باریک نکتہ کو نہیں سمجھ سکے اگر وہ اب بھی سمجھ لیں اور اپنے سابقہ موقف پر اصرار نہ کریں تو وہ ان بدعات مروجہ سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

کاش کہ وہ اپنے رسالہ (اکابر کا مسلک و مشرب) میں پیش کردہ ان باتوں سے رجوع کر لیتے جو حضرت گنگوہیؒ کے اصل مسلک کے خلاف ہیں۔ واللہ الموفق۔

اہل فہم و انصاف کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ البتہ انعقاد مجالس میلاد وغیرہ نزاعی مسائل کے سلسلے میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی ایک تحریر تذکرۃ الرشید حصہ دوم میں منقول ہے۔ اور وہ ایک جامع تحقیق ہے جس میں ہر پہلو پیش نظر رکھا گیا ہے ان شاء اللہ قارئین کے مزید اطمینان اور

مخالفین پر اتمام حجت کے لئے وہ تحریر حق چار یار کے آئندہ شمارے میں درج کی جائے گی۔ واللہ الموفق۔

ایک نیا پریگنڈ:

انہی ایام میں مولانا عزیز الرحمن صاحب کے ایک مرید نے دو چھوٹے چھوٹے اشتہار دیئے ہیں۔ یہ اشتہار جناب مولانا مقصر شاہ صاحب کے سالانہ عرس کے متعلق ہیں۔

ایک اشتہار ۲۳۔ اگست ۱۹۸۷ء کا ہے۔ اس میں ساتواں سالانہ عرس مبارک (بمقام کھیوڑہ ضلع جہلم) لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی کا نام بھی ہے۔ اور ان کے علاوہ تحریک خدام اہل سنت کے بعض اور مبلغین قاری عبدالحمید صاحب فاروقی اور مولانا عبدالحی صاحب کا نام بھی ہے۔ دوسرا اشتہار ۱۹۹۰ء کا ہے، جس پر دسواں سالانہ عرس مبارک لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا جہلمی زید مجاہد کے بڑے صاحبزادے قاری خنیب احمد صاحب عمر کے علاوہ بعض دوسرے مبلغین خدام اہل سنت کے نام بھی ہیں۔ مولانا عبدالحق خان صاحب بشیر، مولانا عبید اللہ صاحب (بھکر) اور قاری عبدالحمید صاحب فاروقی (تلہ گنگ) کے نام بھی ہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ مولانا عزیز الرحمن صاحب موصوف ان اشتہاروں کی فوٹو کاپیاں عام طور پر تقسیم کر رہے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ ادھر تو عرس وغیرہ کو بدعت قرار دیتے ہیں اور ادھر تحریک خدام اہل سنت صوبہ پنجاب کے امیر مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی اور مرکزی مبلغین ان عرسوں میں شامل ہو کر تقریریں کرتے ہیں۔

حقیقت حال:

میں نے اس سے پہلے یہ اشتہار کبھی نہیں دیکھے۔ دیکھنے کے بعد میں نے حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ: مولانا مقصر شاہ صاحب ساکن کھیوڑہ ضلع جہلم نے اپنی زندگی میں مجھے وہاں بلایا اور تقریر کرائی تھی۔ ان کی وفات کے بعد پھر مجھے تقریر کرنے کے لئے بلایا گیا تو میں وہاں چلا گیا۔ قبل ازیں میں نے عرس کا اشتہار دیکھا بھی نہیں تھا۔ پھر میں نے کبھی اس میں شمولیت نہیں کی۔ انہوں نے اور دوسرے مبلغین نے بھی داعیان کو سمجھایا کہ یہ ”عرس“ کا عنوان چھوڑ دیں اور ”تبلیغی جلسہ“ کے عنوان سے تقاریر کراتے رہیں۔ لیکن انہوں نے عرس کے عنوان کو ترک نہیں کیا۔ اس لیے پھر مبلغین نے ان کے عرسوں میں شمولیت نہیں کی۔ چنانچہ گذشتہ سال کھیوڑہ سے عرس کرنے والوں میں سے ایک صاحب میرے پاس تشریف لائے تھے اور بہت اصرار کیا کہ اپنے جماعتی مبلغین کو بھیج دیں ہم خود دیوبندی عقیدہ کے ہیں اور بریلوی علماء کو ہم عرس میں نہیں بلاتے۔ لیکن میں نے انکار کر دیا۔ اور پھر کوئی مبلغ ان کے عرس میں

شامل نہیں ہوا۔ تو اس کے بعد بھی مولانا عزیز الرحمن صاحب اور ان کے حواری کھیوڑہ کے عرس کے بارے میں ہمیں مطعون کرتے رہیں گے۔ واللہ الہادی۔

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ..... ۶/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ، ۲۵/ اکتوبر ۱۹۹۶ء
(قسط نمبر دس مکمل شد۔ [مرتب])..... (مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یار، نومبر ۱۹۹۶ء)

☆.....☆.....☆.....☆

مندرجہ عنوان کے تحت مضمون کی قسط ۱۰/ ماہنامہ حق چار یار (نومبر ۱۹۹۶ء) میں شائع ہو چکی ہیں۔ اس کے بعد دسمبر کے پرچہ میں بوجہ علالت قسط نمبر ۱۱/ شائع نہیں ہو سکی۔ جو اب جنوری کے شمارے میں شائع ہو رہی ہے۔

سابقہ قسطوں میں مروجہ مجلس میلاد اور عرس بزرگاں کے بارے میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا حسب ذیل ارشاد پیش کیا گیا تھا کہ:-

عقد مجالس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر شرع نہ ہو مگر اہتمام اور تداعی (یعنی دوسروں کو اس کے لئے بلانا) اس میں بھی موجود ہے۔ لہذا اس میں درست نہیں۔ علیٰ ہذا عرس کا جواب ہے۔ بہت اشیاء ہیں کہ اول مباح تھیں پھر کسی وقت بھی منع ہو گئیں مجلس مولود اور عرس بھی ایسا ہی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ مبوب ص ۱۰۵۔ ناشر محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل مقابل مسافر خانہ کراچی)۔
یہی حوالہ حق چار یار نومبر ۱۹۹۴ء ص ۳۳ پر بھی درج کر دیا ہے۔

مولانا عزیز الرحمن کا اصرار:

لیکن اس کے باوجود مولانا عزیز الرحمن صاحب وغیرہ اس بات پر مصر ہی کہ اگر مجلس مولود اور عرس منکرات سے خالی ہو تو وہ قابل اعتراض نہیں اور اپنے اس موقف کی تائید میں وہ المہند کی حسب ذیل عبارت سے استدلال کرتے ہیں:

”انا لا ننکر ذکر ولا دتہ الشریفۃ بل ننکر علی الامور المنکرۃ التی انضمت معہا کما شفتموہا فی المجالس المولودیۃ التی فی الہند من ذکر الروایات الواہیات الموضوعۃ و اختلاط الرجال والنساء والا سراف فی ایقاد الشموع والتفرینات واعتقاد کونہ واجبا بالطعن والسب والتکفیر علی من لم یحضر معہم فی مجلسہم وغیرہا من المنکرات الشرعیۃ التی لا یکاد یوجد خالیاً منها فلو خلا من المنکرات حاشا ان نقول ان ذکر الولاۃ الشریفۃ منکر و بدعۃ و کیف یظن بمسلم هذا القول الشنیع فهذا القول علینا ایضا من افتراء ان الملا حدة الدجالین الکذا۔ خذلہم اللہ ولعنہم براو بحر اسہلا و جیلا۔
ہم ولادت شریفہ کے ذکر کے منکر نہیں بلکہ ان نا جائز امور کے منکر ہیں جو اس کے ساتھ مل گئے

ہیں۔ جیسا کہ ہندوستان کے مولودیوں کی مجلسوں میں آپ نے خود دیکھا۔ کہ وہ ایسا موضوع روایات بیان ہوتی ہیں اور مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے۔ چراغوں کے روشن کرنے اور دوسری آرائشوں میں فضول خرچہ ہوتا ہے اور اس مجلس کو واجب سمجھ کر جو شامل نہ ہوں ان پر طعن و تکفیر ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ اور منکرات شرعیہ ہیں جن سے شاید ہی کوئی مجلس میلاد خالی ہو۔ پس اگر مجلس مولود منکرات سے خالی ہو تو حاشا کہ ہم یوں کہیں کہ ذکر ولادت شریفہ ناجائز اور بدعت ہے اور ایسے قول شنیع کا کسی مسلمان کی طرف کیونکر گمان ہو سکتا ہے۔ بس ہم پر یہ بہتان جھوٹے ملحد و جالوں کا افترا ہے۔ خدا ان کو رسوا کرے اور ملعون کرے خشکی و تری و نرم و سخت زمین میں۔ [مسلک و مشرب: ۶۱: ۶۲]

تبصرہ: حضرت سہارنپوریؒ اور ان کے مشائخ کا عقیدہ:

المہند علی المفند کے مؤلف شیخ المشائخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری قدس سرہ ہیں۔ علمائے حرمین شریفین نے ۲۶ سوالات جواب کے لئے علمائے دیوبند کو بھیجے تھے ان میں سے اکیسواں سوال حسب ذیل ہے۔

اتقولون ان ذکر ولا دتہ صلی اللہ علیہ وسلم مستحب شرعا من البدعات السیئة المحرمتہ ام غیر ذالک۔

کیا تم اس کے قائل ہو کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ذکر ولادت شرعاً قبیح اور بدعات سیدہ سے ہے جو کہ حرام ہے یا اور کچھ۔ (مسلک و مشرب ص ۶۰)

اس سوال کا المہند میں مستقل جواب دیا ہے جس میں وہ عبارت بھی ہے جو اوپر نقل کی گئی ہے اور جواب کے شروع میں ہی یہ لکھا ہے کہ:

”حاشا ان يقول احد من المسلمين فضلا ان نقول نحن ان ذکر ولا دتہ الشریفة علیہ الصلوٰۃ والسلام بل و ذکر غبار نعالہ و بول حمارہ صلی اللہ علیہ وسلم مستحب من البدعات السیئة المحرمة فالأحوال التي لها ادنى تعلق برسول الله صلى الله عليه وسلم ذكرها من أحب المندوبات وأعلى المستحبات عندنا سواء كان ذكر ولا دتہ الشریفة او ذکر بولہ و برازہ و قیامہ و قعودہ و نومہ و نہتہ کما هو مصرح فی رسالتنا المسماة بالبراهین بالقاطعة فی مواضع شتى منها۔

حاشا کہ ہم تو کیا کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت شریفہ کا ذکر بلکہ آپ کی جوتیوں کے غبار اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح و بدعت سیدہ یا حرام کہے۔ وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ ﷺ سے ذرا سا بھی علاقہ ہے ان کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ

درجہ کا مستحب ہے خواہ ذکر ولادت شریفہ ہو یا آپ کے بول و براز۔ نشست و برخاست اور بیداری و خواب کا تذکرہ ہو جیسا کہ ہمارے رسالہ براہین قاطعہ میں متعدد جگہ بصراحت مذکور اور ہمارے مشائخ کے فتویٰ میں مسطور ہے۔ [مسلک و مشرب: ۶۰]

معاندین کی بہتان تراشی:

معاندین نے چونکہ یہ بہتان تراشی کی تھی کہ علمائے دیوبند حضور ﷺ کی ولادت شریفہ کے ذکر (بیان کرنے) کو بدعت اور حرام قرار دیتے ہیں۔ اس لئے جواب میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ نے اپنا اور اپنے مشائخ کا یہ عقیدہ بیان فرمایا کہ: ذکر میلاد شریف تو کیا آنحضور ﷺ کے بول و براز کے ذکر (بیان کرنے) کو بھی احب المندوبات اور اعلیٰ المستحبات مانتے ہیں۔

۲..... علمائے دیوبند اس مجلس میلاد کو بھی جائز تسلیم کرتے ہیں جو منکرات سے خالی ہو۔

۳..... البتہ علمائے دیوبند اس مجلس میلاد کو ناجائز اور بدعت قرار دیتے ہیں جس میں منکرات پائے جائیں۔ کیونکہ مندوب اور مستحب عمل منکرات کی وجہ سے ناجائز ہو جاتا ہے۔

۴..... اگر کسی مندوب اور مستحب عمل کو واجب قرار دیا جائے تو وہ بھی بدعت ہی کے حکم میں ہوتا ہے چنانچہ مذکورہ سوال کے جواب میں بھی فرمایا ہے کہ:-

اس مجلس کو واجب سمجھ کر جو شامل نہ ہوں ان پر طعن و تکفیر ہوگی۔

ذکر میلاد اور انعقاد مجلس میلاد میں فرق:

۵..... ذکر میلاد اور انعقاد مجلس میلاد میں علمائے دیوبند فرق کرتے ہیں۔ ذکر ولادت شریف گو مستحب ہے۔ لیکن انعقاد مجلس میلاد جائز نہیں کیونکہ اس میں تداعی پائی جاتی ہے۔ یعنی دوسروں کو اس میں شامل ہونے کے لئے بلایا جاتا ہے اور مستحب عمل کے لئے تداعی جائز نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت گنگوہیؒ کا یہ ارشاد فتاویٰ رشیدیہ سے پہلے نقل کیا گیا ہے:

”عقد مجالس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر شرع نہ ہو مگر اہتمام اور تداعی اس میں بھی موجود ہے لہذا اس

زمانہ میں درست نہیں۔ ولیٰ ہذا عرس کا جواب ہے۔“

کاش کہ مولانا عزیز الرحمن صاحب وغیرہ حضرات اس فرق کو سمجھ لیتے۔

مجلس درود شریف:

مولانا عزیز الرحمن صاحب کے تبلیغی دورہ ۱۶ تا ۱۸ ربیع الاول کا ایک اشتہار بعنوان بسلسلہ سیرۃ النبی روحانی اجتماعات خدام چشتیہ صابریہ چکوال نے شائع کیا تھا۔ جس پر نیوٹ بھی درج تھا کہ:

”ہر پروگرام سے پہلے مجلس درود شریف اور بعد از پروگرام مجلس ذکر ہوگی“

بلا شک درود شریف رحمتوں کا خزانہ ہے جس کی کثرت مطلوب ہے۔ لیکن درود شریف پڑھنا مستحب عمل ہے۔ اس لئے حسب ارشاد حضرت گنگوہیؒ بوجہ مستحب ہونے کے اس کے لئے بھی لوگوں کو بلانا جائز نہیں۔ اور اشتہار میں مجلس درود شریف اور مجلس ذکر کے پروگرام کا شائع کرنا بھی بوجہ تداویٰ جائز نہیں۔

۲..... مجلس ذکر سے مراد اگر فضائل ذکر کا بیان ہے اور مجلس درود شریف سے مراد اگر فضائل درود شریف کا بیان ہے تو جائز ہے کیونکہ یہ تبلیغ ہے لیکن اگر اس سے مراد درود شریف پڑھنا اور اجتماعی ذکر کرنا ہے تو بوجہ تداویٰ کے یہ ناجائز ہوتا ہے اور مولانا عزیز الرحمن صاحب تو تقریر کے بعد بذریعہ لاؤڈ سپیکر اجتماعی ذکر جہر کراتے ہیں جو قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ کی تحقیق کے خلاف ہے۔ عوام تو اس فرق کو نہیں سمجھ سکتے۔ لیکن شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ کے خلفاء و متوسلین کو بوجہ دعویٰ دیوبندیت کے سمجھنا چاہئے۔ واللہ الہادی۔

منکرات سے خالی مجلس میلاد:

اگر مجلس میلاد منکرات سے بھی خالی ہو۔ اور اس میں تداویٰ بھی نہ ہو اور دوسروں کو اس میں بلایا بھی نہ جائے تو پھر بھی حضرت گنگوہیؒ اس کو ناجائز قرار دے رہے ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ کی عبارت پہلے درج کی گئی ہے۔ تو اس کی بنیاد بھی ایک فقہی دقیقہ ہے اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے ایک مفصل بیان میں اس کا ذکر کیا ہے چنانچہ حضرت تھانویؒ کا یہ بیان تذکرۃ الرشید حصہ دوم طبع جدید مؤلفہ حضرت مولانا عاشق الہی صاحب میرٹھیؒ (از صفحہ ۴۴ تا ص ۱۴۷) منقول ہے۔

حضرت تھانویؒ کا بیان آپ بیتی میں:

اور حضرت تھانویؒ کے اس مفصل بیان کو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ نے اپنی آپ بیتی میں حرف بحرف نقل کر دیا ہے یہاں آپ بیتی سے ہی نقل کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے:

”تذکرۃ الرشید میں حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ آپ کی (یعنی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ) صحبت میں یہ اثر تھا کہ کسی ہی پریشانی یا وسوس کی کثرت کیوں نہ ہو جوں ہی آپ کی صحبت میں بیٹھتے اور قلب میں ایک خاص قسم کا سکینہ اور جمعیت حاصل ہوئی جس سے سب کدورت رفع ہوگئی اور قریب قریب آپ کے کل مریدوں میں عقائد کی درستی دین کی چٹنگی خصوصاً حب فی اللہ اور بغض فی اللہ بدرجہ کمال مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ یہ سب برکت آپ کی صحبت کی ہے اور ان کمالات کی شہادت میں بے

شمار واقعات موجود و مشہود ہیں۔

احقر پر یوں تو ہر صحبت اور ہر مخاطبت میں کچھ نہ کچھ فیض و احسان فائز رہتا تھا لیکن حسب ارشاد نبوی من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ (یعنی جو لوگوں کے احسان کا شکر یہ نہیں ادا کرتا وہ اللہ کے احسان کا بھی شکر یہ نہیں ادا کرتا) دو احسان زیادہ قابل ذکر ہیں۔ ایک علم ظاہری کے متعلق۔ دوسرا باطن کے متعلق اول کا مختصر بیان یہ ہے کہ میں مسائل اختلافیہ میں اہل حق اور اہل بدعت کے متعلق باوجود صحت عقیدہ کے والحمد للہ۔ ایک غلطی میں مبتلا رہا اور اس غلطی پر بہت خیالات اور بہت سے اعمال متفرع رہے۔ یعنی بعض اعمال رسمہ مثل مجلس متعارف میلاد شریف و امثالہ جن کو محققین بعض مفاسد کی وجہ سے عوام کے لئے مطلق ممنوع بتاتے اور ان عوام الناس کے ساتھ خواص کو بھی روکتے ہیں ان مفاسد کو تو میں ہمیشہ مذموم اور ان کے مباشر (یعنی کرنے والے) کو ہمیشہ ملوم سمجھتا تھا اور یہ صحت عقیدہ کی تھی اور عوام الناس کو ہمیشہ ان مفاسد پر متنبہ اور مطلع کرتا تھا۔

لیکن یہ بات میرے خیال میں جم رہی تھی کہ علت نہی کی وہ مفاسد ہیں اور جہاں علت نہ ہوگی وہاں معلول بھی نہ ہوگا پس خواص جو کہ ان مفاسد سے مبرا ہیں ان کو روکنے کی ضرورت نہیں اور اسی طرح عوام کو بھی علی الاطلاق روکنے کی حاجت نہیں بلکہ ان کو نفس اعمال کی اجازت دے کر ان کے ان مفاسد کی اصلاح کر دینا چاہئے بلکہ اس اجازت دینے میں یہ ترجیح اور مصلحت سمجھتا تھا کہ اس طریق سے تو عقیدہ کی بھی اصلاح ہو جائے گی جس کا فساد مد ار نہیں ہے اور بالکل منع کر دینے میں عوام مفاسد سمجھیں گے اور عقیدہ کی بھی اصلاح نہ ہوگی ایک مدت اس حالت میں گزر گئی اور باوجود دائمی درس و تدریس فقہ وحدیث وغیرہما کے کبھی ذہن کو اس کے خلاف کی طرف انتقال والتفات نہیں ہوا حضرت قدس اللہ سرہ کا شکر یہ کس زبان سے ادا کروں کہ خود ہی غایت رافت و شفقت سے مولوی منور علی صاحب در بھنگوی مرحوم سے اس امر میں میری نسبت تاسف ظاہر فرمایا اور اس غلطی کے شعبوں میں سے ایک شعبہ یہ بھی واقعہ ہوا تھا کہ بعض درویشوں سے جن کی حالت کا انطباق شریعت پر تکلف سے خالی نہ تھا یہ خیال غدا مصادفہ ما کدر بعض اذکار و اشغال کی تلقین بھی حاصل کر لی تھی اور آمد و رفت و صحبت کا بھی اتفاق ہوتا تھا اور لزوم مفاسد کی نسبت وہی خیال تھا کہ خواص کے عقائد درست ہوتے ہیں وہاں مفسدہ لازم نہیں اور عوام کو حق و باطل پر تقریراً متنبہ کرتے رہنا دفعہ مفاسد کے لئے کافی ہے۔ سو حضرت نے خصوصیت کے ساتھ اس پر بھی تاسف ظاہر فرمایا اور غایت کرم یہ قابل ملاحظہ ہے کہ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ غایت کرم و حیا سے بالمشافہ کسی پر عتاب نہیں فرماتے تھے اس طرح حضرت قدس سرہ نے باوجود حاضری کرۃ بعد مرۃ کے بالمشافہ کبھی اس سے تعرض نہیں فرمایا۔

اور اس سے زیادہ لطف و کرم یہ کہ اگر کبھی کسی نے اعتراض کیا تو میرے فعل کی تاویل اور اس کو مجمل

حصہ پر محمول فرمایا اس غلطی کی ایک فرع یہ تھی کہ حضرت پیر مرشد قبلہ و کعبہ حاجی صاحبؒ نے ایک تقریر در باب ممانعت تنازع و اختلاف مسائل موعودہ میں اجمالاً ارشاد فرمائی اور مجھ کو اس کی تفصیل کا حکم دیا۔ چونکہ میرے ذہن میں وہی خیال جما ہوا تھا اس لئے اس کی تفصیل بھی اسی کے موافق عنوان سے چیز تحریر میں لایا اور حضرت حاجی صاحبؒ کے حضور میں اس کو سنایا۔ چونکہ حضرت کو بوجہ لزوم و خلوت قلت اختلاط مع العوام و بنا بر غلبہ حسن ظن عوام کی حالت و جہالت و ضلالت پر پورا التفات نہ تھا لا محالہ اس مفصل تحریر کو پسند فرمایا اور کہیں کہیں اس میں اصلاح اور کمی بیشی بھی فرمائی اور ہر چند کہ وہ عنوان میرا تھا مگر چونکہ اس تحریر کو اپنی ہی طرف سے لکھوایا اور خود اپنے دستخط و مہر سے مزین فرمایا اور اپنی ہی طرف سے اشاعت کی اجازت دی۔ جو بعنوان ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ شائع کر دی گئی جس کو بعض کم سمجھوں نے اپنی بدعات کا مؤید سمجھا۔ و انسی لہم ذلک۔ کیونکہ ان مفاسد کا اس میں بھی صراحتاً رد ہے۔

صرف خوش عقیدہ اور خوش فہم لوگوں کو البتہ رخصت و وسعت اس میں مذکور ہے جس کا بھی وہی خیال مذکور ہے کہ عوام کے مفاسد کا خواص پر کیوں اثر پڑے۔ غرض حضرت قدس سرہ نے ان سب کے متعلق مولوی منور علی صاحب سے تذکرہ فرمایا۔ مولوی صاحب نے احقر سے ذکر کیا تو حضرت کے قوت فیضان سے اجمالاً تو مجھ کو اپنی غلطی سے متنبہ ہو گیا لیکن زیادہ بصیرت کے لئے میں نے اس بارے میں مکاتبت کی بھی ضرورت سمجھی چنانچہ چند بار جائنمین سے تحریرات ہوئیں جو تذکرۃ الرشید حصہ اول میں شائع ہو گئی ہیں۔ با جملہ نتیجہ یہ ہوا کہ مجھ کو بصیرت و تحقیق سے اپنی غلطی پر بفضلہ تعالیٰ اطلاع ہو گئی اور اس پر اطلاع ہونے سے ایک باب عظیم علم کا جو کہ مدت تک مقفل تھا مفتوح ہو گیا جس کا مخلص یہ ہے کہ مدار نبی فی الواقعہ فساد عقیدہ ہی ہے لیکن فساد عقیدہ عام ہے خواہ فاعل اس کا مباشر ہو خواہ مرتکب اس کا سبب ہو بس فاعل اگر جاہل عامی ہے تو اسی کا عقیدہ فاسد ہوگا اور اگر وہ خواص میں سے ہے تو گودہ خود صحیح العقیدہ ہو مگر اس کے سبب سے دوسرے عوام کا عقیدہ فاسد ہوگا اور فساد کا سبب بننا بھی ممنوع ہے اور گو تقریر سے اس فساد پر تنبیہ عوام کی ممکن ہے لیکن کل عوام کی اس سے اصلاح نہیں ہوتی اور نہ سب تک اس کی تقریر پہنچتی ہے بس اگر کسی عامی نے اس خواص کا فاعل ہونا تو سنا اور اصلاح کا مضمون اس تک نہیں پہنچا تو یہ شخص اس عامی کے ضلال (گمراہی) کا سبب بن گیا اور ظاہر ہے کہ اگر ایک شخص کی ضلالت کا بھی کوئی شخص سبب بن جائے تو برا ہے۔ اور ہر چند کہ بعض مصلحتیں بھی اس فعل میں ہوں لیکن قاعدہ یہ ہے کہ جس فعل میں مصلحت اور مفیدہ دونوں مجتمع ہوں اور وہ فعل شرعاً مطلوب بالذات نہ ہو وہاں اس فعل کو ہی ترک کر دیا جائے گا۔

پس اس قاعدہ کی بنا پر ان مصلحتوں کی تحصیل کا اہتمام نہ کریں گے بلکہ ان مفاسد سے احتراز کے لئے اس فعل کو ترک کر دیں گے۔ البتہ جو فعل ضروری ہے اور اس میں مفاسد پیش آویں وہاں اس فعل کو ترک نہ کریں گے بلکہ حتی الامکان ان مفاسد کی اصلاح کی جاوے گی چنانچہ احادیث نبویہ اور مسائل فقہیہ

سے یہ سب احکام و قواعد ظاہر ہیں۔ ماہر پر مخفی نہیں ان سب میں سے کسی قدر رسالہ اصلاح رسوم میں بندہ نے لکھ بھی دیا ہے جب میرے اس خیال کی اصلاح ہوگئی تو اس کے سب فروغ و آثار کی اصلاح بفضلہ تعالیٰ ہوگئی چنانچہ خلاف شریعت درویشوں کی صحبت و تلقی سے بھی نجات ہوئی اور فیصلہ ہفت مسئلہ کے متعلق ایک ضروری ضمیمہ لکھ کر شائع کر دیا گیا۔ جس سے اس سے متعلق اہل افراط و تفریط کے سب اوہام کو رفع کر دیا گیا۔ (الخ)۔“

آپ بقی نمبر ۶ یا دایام نمبر ۱۵ از ص ۳۳۳ تا ص ۳۳۷ ناشر ناظم کتب خانہ یحوی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور و آپ بقی نمبر ۱۶ از ص ۲۷۶ تا ص ۲۷۹ ناشر مکتبہ رشیدیہ قاسم منزل جی ٹی روڈ ساہیوال۔

تبصرہ:

تذکرۃ الرشید حصہ دوم میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کا انعقاد مجلس میلاد اور عرس کے بارے میں وہ بیان شائع ہوا ہے اس کو حرف بحرف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ نے اپنی آپ بیتی میں نقل فرما کر اپنے متوسلین اور خلفاء کو سمجھایا ہے کہ انعقاد مجلس میلاد اور عرس کو دور حاضر میں مختلف وجوہات کی بنا پر جو ناجائز قرار دیا ہے یہی مسلک حق ہے اور حضرت تھانویؒ نے جو حضرت گنگوہیؒ کے قوت فیضان سے اس مسلک کو سمجھا ہے اس کو وہ حضرت گنگوہیؒ کا ایک عظیم احسان قرار دے رہے ہیں۔ کیا حضرت شیخ الحدیثؒ کے متوسلین اور خلفاء کے لئے خواہ وہ مولانا عزیز الرحمن صاحب ہوں یا صوفی محمد اقبال صاحب یا مولانا عبدالحفیظ صاحب کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ وہ من گھڑت تاویلات کا سہارا لے کر انعقاد مجلس میلاد اور عرس کے لئے گنجائش نکالتے پھریں اور اس کو دیوبندی بریلوی اتحاد کی بنیاد قرار دیں؟

مزید اتمام حجت:

حضرت گنگوہیؒ کی بیان کردہ تحقیق کے باوجود بھی مولانا عزیز الرحمن صاحب وغیرہ حضرات فیصلہ ہفت مسئلہ اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی قدس سرہ کے عمل کو انعقاد مجلس میلاد وغیرہ کے لئے بنیاد قرار دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ جناب صوفی محمد اقبال صاحب نے تو مولانا محمد علویؒ کی مالکی سے اپنی بیعت کے سلسلہ میں یہ لکھ دیا ہے کہ:

”پھر انہی وجوہات سے جن کی وجہ سے حضرت شیخ سے بیعت ہوا تھا وہ جب اپنی سمجھ کے مطابق ایک بزرگ میں دیکھیں تو ان سے بیعت ہوا۔ ان کو میلاد وغیرہ رسومات کرتے بھی دیکھا۔ لیکن انہی خیالات اور شرائط کے ساتھ کہ جس طرح حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے یہاں ہوتا تھا۔ جبکہ حاجی صاحبؒ کو بھی

الحمد للہ کوئی بدعتی نہیں کہہ سکتا۔ اسی طرح ان بزرگ کی تصانیف اور ملاقات سے ظاہر ہے۔۔۔ (الخ)“
صوفی صاحب موصوف کا یہ ایک مفصل مکتوب ہے جو انہوں نے اپنے خواص کو لکھا ہے لیکن اس پر تاریخ درج نہیں ہے۔

الجواب:

شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ کی تائید:

۱..... حضرت مولانا گنگوہیؒ کے اور حضرت مولانا تھانویؒ مذکورہ ارشادات کی صوفی محمد اقبال صاحب کے شیخ و مرشد حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے بھی تائید کر دی ہے اس کے بعد صوفی صاحب کے لئے انعقاد مجلس میلاد کے لئے کون سی گنجائش رہ جاتی ہے؟ اور باوجود اس کے کہ مولانا مالکی صاحب مجلس میلاد منعقد کرتے ہیں اور اس کے فضائل بھی بیان کرتے ہیں صوفی صاحب موصوف ان سے بیعت ہو گئے۔ اس سے تو یہی نتیجہ نکل سکتا ہے کہ وہ اپنے شیخ حضرت شیخ الحدیث کے ارشادات کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔ ایس جہ ابو العجیبست۔

حضرت گنگوہیؒ کا مجلس مولود میں شرکت سے انکار:

۲..... اب حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے عمل کے بارے میں بھی حضرت شیخ الحدیث صاحب کا ارشاد بحوالہ حضرت تھانویؒ سن لیں۔ چنانچہ آپ بیتی میں حضرت شیخ الحدیث صاحب لکھتے ہیں:
حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ سے افاضات یومیہ میں نقل کیا گیا ہے۔ کہ میں نے اپنے ابتدائی استاد مولانا فتح محمد صاحب سے سنا ہے کہ ایک بار جب کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں بمقام مکہ معظمہ حاضر تھے۔ حضرت حاجی صاحب کے پاس مولود شریف کا بلاوا آیا۔ حضرت نے مولانا سے پوچھا کہ مولوی صاحب چلو گے۔ مولانا نے فرمایا کہ نا حضرت میں نہیں جاتا کیونکہ میں ہندوستان میں لوگوں کو منع کرتا ہوں۔ اگر میں یہاں شریک ہو گیا تو اس سے لوگ کہیں گے کہ وہاں بھلے شریک ہو گئے تھے۔ حاجی صاحب نے بجائے برا ماننے کے مولانا کے اس انکار کی بہت تحسین فرمائی اور فرمایا کہ میں تمہارے جانے سے اتنا خوش نہ ہوتا جتنا تمہارے نہ جانے سے خوش ہوں۔

وزیر چینی شہر یار چینی:

اب دیکھئے کہ پیر سے زیادہ کون محبوب و معظم ہو گا مگر دین کی حفاظت ان کی اتباع سے زیادہ ضروری ہے اس لئے دونوں کے ظاہری تعارض کے وقت اس کو ترجیح دی۔ واقعی حفاظت دین بڑی نازک

خدمت ہے سارے پہلوؤں پر نظر رکھنی پڑتی ہے نہ چھوٹوں کو نقصان پہنچے نہ بڑوں کے ساتھ جو عقیدت ہونی چاہئے۔ اس میں فرق آئے۔ مولانا نصیر الدین کو اپنے شیخ حضرت سلطان جی یعنی نظام الدین اولیاء سے مسئلہ سماع میں اختلاف تھا۔ مزامیر کے ساتھ تو وہ بھی نہ سنتے تھے۔ لیکن مولانا نصیر الدین بلا مزامیر سننے کو بھی خلاف سنت سمجھتے تھے۔ کسی نے کہا کہ سلطان جی تو سماع سنتے ہیں۔ مولانا نے جواب دیا کہ فعل پیران سنت نہ باشد۔ کسی نے ان کا یہ قول سلطان جی سے بھی نقل کر دیا تو آپ نے فرمایا۔

نصیر الدین راست می گوید۔ سبحان اللہ یہ حضرات تھے دین کے سچے خادم اور سچے عاشق۔ وزیرے چنیں شہر یارے چنیں۔

حاجی محمد علی انیسٹروی نے حج سے واپس آ کر یہ مشہور کیا کہ حضرت حاجی صاحب نے مجھ کو سماع کی اجازت دے دی ہے۔ کسی نے حضرت مولانا گنگوہیؒ سے یہ روایت نقل کی۔ مولانا نے سن کر فرمایا کہ وہ غلط کہتے ہیں اور اگر وہ صحیح کہتے ہیں تو حاجی صاحب غلط کہتے ہیں۔ ایسے مسائل میں خود حاجی صاحب کے ذمہ ہے کہ وہ ہم سے پوچھ پوچھ کر عمل کریں۔

البتہ اصلاح نفس کے مسائل میں ہمارے ذمہ ہے حضرت حاجی صاحبؒ کی اتباع۔ اس ارشاد پر عوام میں بڑا چرچا ہوا۔ مگر اس مفسدہ کا جوان صاحب کی روایت سے ہوتا بالکل انسداد ہو گیا۔ تو مولانا نے حفاظت دین کے مقابلے میں اپنی بدنامی کی بھی کچھ پرواہ نہ کی۔ لوگوں نے حضرت حاجی صاحبؒ تک یہ شکایتیں پہنچائیں، مگر وہاں بھلا کیا اثر ہوتا۔ گواوروں کو شکایت ہوئی مگر حضرت پر کچھ اثر نہ ہوا جن کے ساتھ اختلاف تھا۔

[آپ بیتی نمبر ۶، مطبوعہ سہارنپور: ۳۶۵-۳۶۶ و آپ بیتی نمبر ۶، مطبوعہ ساہیوال: ۳۰۲-۳۰۳]
اور افاضات یومیہ سے ماخوذ مندرجہ ارشادات حضرت تھانویؒ کے مواعظ ”قصص الاکابر لحصص الصاغر“ ص ۵۶-۵۷ پر بھی منقول ہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے مندرجہ واقعات سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱..... حضرت حاجی صاحبؒ مجلس میلاد کو ضروری نہیں سمجھتے تھے۔

۲..... مجلس میلاد میں حضرت گنگوہیؒ کے نہ جانے کے بہ نسبت جانے کو اچھا سمجھا حالانکہ اس مجلس مولود میں منکرات بھی نہ تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت گنگوہیؒ کے نزدیک عرب اور ہندوستان کی مجالس مولود کے حکم میں کوئی فرق نہ تھا۔

۳..... باوجود منکرات سے خالی ہونے اور اس کے ضروری نہ سمجھنے کے حضرت گنگوہیؒ نے اس لئے مجالس مولود کو ناجائز قرار دیا کہ اس میں عموماً تداعی پائی جاتی ہے اور عوام ان کو ضروری سمجھتے ہیں اور منکرات

سے خالی مجلس مولود کے پیش نظر ناواقف لوگ پھر اس مجلس مولود کو بھی جائز اور سنت قرار دیتے ہیں جس میں منکرات اور مفاسد پائے جائیں۔ جیسا کہ حضرت تھانویؒ نے یہ دقیقہ حضرت گنگوہیؒ سے سمجھا اور اس کو حضرت گنگوہیؒ کا احسان قرار دیا۔

شیخ کامل سے غلطی ہو جاتی ہے:

۴..... شیخ خواہ کتنا ہی کامل ہو۔ اس سے غلطی ہو جاتی ہے اور ہو سکتی ہے اور دین کے تقاضے کے خلاف اگر شیخ کوئی عمل کرے تو اس کی پیروی جائز نہیں۔ حالانکہ حضرت حاجی صاحبؒ اپنے دور میں امام الاولیاء تھے۔ اور حضرت گنگوہیؒ کو ان کے ساتھ اتنی عقیدت تھی کہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ لکھتے ہیں: ”حضرت تھانویؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ایک مجلس میں حضرت جنیدؒ بھی ہوں اور حضرت حاجی صاحبؒ بھی ہوں تو ہم حضرت جنیدؒ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔“

(افاضات یومیہ، ص ۷۲ آ آپ بیتی نمبر ۷، ص ۲۸ مطبوعہ سہارنپور)

۵..... باوجود مجلس مولود میں شامل ہونے کے حضرت حاجی صاحبؒ کو اس لیے بدعتی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ فقیہ نہ تھے۔ اور ان کو دوسرے پہلوؤں پر نظر نہ تھی۔ جن کی بنا پر حضرت گنگوہیؒ منکرات سے خالی مجلس مولود کو بھی ناجائز قرار دیتے تھے۔

اپنا راستہ اکابر دیوبند سے جدا کر لیا:

۶..... جناب صوفی محمد اقبال صاحبؒ، مولانا عزیز الرحمن صاحبؒ اور مولانا عبدالحفیظ صاحبؒ کی کے شیخ و مرشد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ مہاجر مدنیؒ نے بھی بجائے حضرت حاجی صاحبؒ کے عمل کے قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ محدث گنگوہیؒ قدس سرہ کے مسلک و موقف کو ہی حق اور صواب تسلیم کیا ہے۔ تو اس کے باوجود صوفی صاحبؒ وغیرہ حضرات اگر مولانا کی مالکی کے مسلک و مشرب کو صحیح اور قابل اتباع قرار دیتے ہیں۔ تو انہوں نے اپنا راستہ اکابر دیوبند سے جدا کر لیا ہے۔

وہ اپنے شیخ و مرشد حضرت شیخ الحدیث کی بھی کھلی مخالفت کر رہے ہیں علاوہ ازیں مصنف کتاب مفاہیم کی مالکی علوی صاحبؒ نہ صرف یہ کہ وہ بدعت کے مرتکب ہیں بلکہ وہ تو مجلس مولود میں حضور نبی کریم ﷺ کی روح شریف کا حاضر ہونا بھی مانتے ہیں جیسا کہ حق چار یارؒ کی قسطوں میں کئی بار ان کی یہ عبارت پیش کی گئی ہے:

”وكان مقتضى تاسيه بربه و تخلفه باخلاقه ان يكون صلى الله عليه وسلم حاضر مع ذاكره

فى كل مقام يذ كرفيه بروحه الشريفة۔ (حول الاحتفال بالمولد النبوى الشريف]

یعنی رسول اللہ ﷺ کا اپنے رب کے ساتھ خاص تعلق اور رب تعالیٰ کے اخلاق سے متصف ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ ہر اس مجلس میں اپنی روح کے ساتھ اس شخص کے ساتھ حاضر ہوں جو آپ کا ذکر کر رہا ہے۔

اور کی مالکی کا یہ عقیدہ بالکل بے بنیاد ہے اور اہل السنّت والجماعت کے مسلک کے خلاف ہے۔

فعل مشائخ حجت نہ باشد:

پہلے بھی (ماہنامہ) ”حق چار یار“ میں لکھا گیا ہے کہ حضرت حاجی صاحب ”قدس سرہ کے رسالہ ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے جلوا دیا تھا۔ [بحوالہ مکتوبات شیخ الاسلام جلد ثالث حاشیہ: ۵۶]

۲..... حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے بھی اس واقعہ کی تصدیق کی ہے

چنانچہ فرمایا:

”حضرت گنگوہیؒ کے اوپر نقاہت کا غلبہ تھا اس لئے جب حضرت حاجی صاحبؒ کا رسالہ (یعنی فیصلہ ہفت مسئلہ) آیا تو فرمایا اسے حمام میں جھونک دو۔ کسی نے کہا کہ اپنے شیخ کا رسالہ حمام میں جھونک رہے ہیں۔ فرمایا کہ شیخ کے ہاتھ پر ہم نے جو بیعت کی ہے وہ تصوف میں کی ہے۔ فقہ میں نہیں کی۔ فقہ میں وہ ہمارے تابع ہیں۔

یہ واقعہ ہے جس کو لوگ سخت بات کہتے ہیں۔ مگر یہ اصول کی بات ہے کوئی گالی تو تھی نہیں۔ جب فقہ کا مسئلہ آئے تو دریں جاہ محمد بن شبانہؒ کی بیدار اور جب تصوف کا مسئلہ آئے تو اس جاہلی و بایزیدی باید یہ تو حدود ہیں۔ لہذا ہر حد میں جو اس فن کا ماہر ہوگا اس کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ فقہ میں حضرت گنگوہیؒ کا بڑا مقام ہے۔ سنت و بدعت کے امتیاز میں وہ سند کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس لئے فرمایا کہ اس کو حمام میں جھونک دو۔ مطلب یہ تھا کہ لوگوں کے سامنے نہ آئے ورنہ اس سے لوگ حجت پکڑیں گے۔ سینکڑوں بدعات کریں گے۔ اگر بادشاہ سپاہی کو انڈے کی اجازت دے دے تو لوگوں کے مرغ بھون بھون کر کھا جائیں گے۔ اس لئے یہیں سے روکنا چاہئے یہ ہے نظم شریعت لہذا نظم شریعت کی ذمہ داری علماء اور فقہاء کے ذمہ عائد ہوتی ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے جو فرمایا وہ اپنے حالات کے مطابق فرمایا اور کسی کا حال کسی اور کے لئے حجت نہیں ہوتا سب کے لئے جو یکساں حجت ہے وہ شریعت ہے۔ (الخ)“ (جالس حکیم الاسلام ص ۱۲۸)

میٹھا میٹھا ہپ ہپ، کڑوا کڑوا تھو تھو:

فرمائیے! حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ نے بھی (جو حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلفاء میں

سے ہیں) بجائے حضرت حاجی صاحبؒ کے حضرت گنگوہیؒ کے فتویٰ کو ہی شرعی حجت قرار دیا۔ یوں تو مولانا

عزیز الرحمن صاحب حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری صاحبؒ کی تحریروں کے اقتباسات اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں کیا حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے اس ارشاد کو بھی وہ صحیح سمجھتے ہیں یا نہیں۔ مولانا عزیز الرحمن صاحب، حضرت قاری صاحبؒ کی تحریروں کے بعض اقتباسات تو پیش کر دیتے ہیں لیکن ان کے وہ ارشادات نقل نہیں کرتے جو اکابر دیوبند کے مسلک حق کی تائید میں ہوتے ہیں اس کو کہتے ہیں۔

میٹھا میٹھا ہپ اور کڑوا کڑوا تھو

حضرت مدنیؒ کا ارشاد:

جناب مولانا خلیق احمد نظامیؒ استاد تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (مؤلف مشائخ چشت وغیرہ) نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کی خدمت میں ایک اشکال کے حل کے لئے عریضہ لکھا کہ:

”میں کچھ عرصہ سے مشائخ چشت کے حالات کی ترتیب میں مصروف ہوں اور پانچ جلدوں میں اس کام کو مکمل کرنا چاہتا ہوں۔

اس وقت زحمت دینے کا مقصد ایک مشکل کا حل کرنا ہے۔ تلاش کرنا ہے اس وقت مشائخ چشت کی روایات کی حامل صرف آپ کی ذات گرامی ہی ہے۔ اس لئے یہ جانتے ہوئے کہ وقت آپ کے لئے عقاب کی حیثیت رکھتا ہے زحمت دینے کی جرات کر رہا ہوں۔ فوائد الفلوات ملفوظات شیخ نظام الدین اولیاء مرتبہ میر حسن سنجری میں لکھا ہے کہ۔

حضرت بابا فریدؒ اور محبوب الہیؒ (یعنی خواجہ نظام الدین اولیاء) کی مجلس میں سجدہ کی رسم جاری تھی۔۔۔۔۔ اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے۔ میرا مقصد کسی مناظرانہ بحث کو شروع کرنا نہیں ہے۔ صرف علمی حیثیت سے سمجھنا چاہتا ہوں۔ مشائخ چشت شریعت و سنت کے سختی سے پابند تھے۔ انہوں نے اس رسم کو کس طرح جائز رکھا۔

ممنون ہوں گا اگر اپنی پہلی فرصت میں اس طرف توجہ فرمائیں۔ (الخ)“

الجواب:- مسئلہ سجدہ تعظیمی:

حضرت مدنیؒ نے اس خط کا مفصل جواب دیا اور مسئلہ سجدہ تعظیمی پر مدلل بحث فرمائی لیکن بخوف طوالت یہاں حضرت کے جواب کے اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کی تفسیر عزیزی پارہ اول ص ۷۷ کی عبارت تحریر فرما کر فرمایا کہ:

”حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ سجدہ تہیہ کی ممانعت ان احادیث سے معلوم ہوتی ہے جو کتب احادیث میں اتنی کثرت سے موجود ہیں کہ جو درجہ تواثر کو پہنچی ہوئی

ہیں۔ قرآن شریف میں اس کا وقوع انبیائے سابقین کے زمانے میں مذکور ہے اس امت کے لئے اس کی صراحت ممانعت کی موجود نہیں ہے (اگرچہ التزاماً موجود ہے) چونکہ حضرات مشائخ حضرت بابا فرید اور حضرت محبوب سبحانی کے زمانہ میں ہندوستان میں کتب حدیث بہت کمیاب تھیں۔ علم حدیث بھی رائج نہ تھا۔ اس لئے ان حضرات کو ان احادیث صحیحہ متواترہ کا علم نہیں ہوا۔ اس لئے باوجود شدت اتباع شریعت و سنت ان حضرات سے ایسے امور پائے گئے ہوں تو کچھ تعجب نہیں۔

حضرت مرزا جانِ جاناں دربارہ رفع سبابہ در نماز (جس کو مجدد الف ثانی) اپنے مکتوب میں منع فرماتے ہیں اور مرزا صاحب مرحوم بوجہ احادیث صحیحہ اس کے استحباب اور سنت کے قائل ہیں اپنے مکتوبات میں ارشاد فرماتے ہیں:

”واگر گویند کہ حضرت مجدد ہاں علم اوسع از احادیث ثبوت رفع سبابہ مگر آگاہ نبود گویم در زمانہ مبارک حضرت ایں کتب و رسائل در دیار ہند شہرت نیافتہ بود از نظر مبارک آن نہ گذشتہ بند ترک غواہ اور ورنہ ہرگز ہرگز ترک رفع نمی فرمودند (نہ کہ ایشان حریص ترین اکابر دیں بر اتباع سنت بودہ اند۔

(ترجمہ) اگر کہا جائے کہ مجدد الف ثانی تک باوجود غیر معمولی وسعت علم کے تشہد میں التحیات کے اندر کلمہ کی انگلی سے اشارہ کی حدیث نہیں پہنچی تو مرزا جانجنان فرماتے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں ان کتابوں اور رسالوں کی ہندوستان میں عام طور پر شہرت نہ تھی اس لئے آپ کی نظر مبارک سے نہیں گزریں۔ ورنہ آپ کبھی ترک رفع سبابہ نہ فرماتے۔ آپ تو سنت نبوی کے متبعین میں اونچا درجہ رکھتے تھے اور سنت کے غیر معمولی حریص تھے)

مرزا جانِ جاناں کا یہ ارشاد حضرت مجدد کے متعلق ہے کہ حضرت بابا صاحب اور حضرت محبوب سبحانی سے بہت متاخر ہیں۔ حالانکہ اس زمانہ میں علم حدیث کا چرچا بہ نسبت سابق ہو چلا تھا۔

حضرت شیخ عبدالحق بخاری الدہلوی حرمین شریفین سے علم حدیث لے کر آچکے تھے۔ اور لمعات اشۃ الملعات وغیرہ کتابیں اس زمانہ میں لکھی گئی تھیں۔ تاہم احادیث کی کتابیں کمیاب تھیں اور غیر مشہور تھیں۔ اس لیے حضرت بابا صاحب اور حضرت محبوب سبحانی کا ان احادیث سے ناواقف ہونا کسی طرح بعید نہیں ہے۔ یقیناً اگر یہ حضرات ان احادیث صحیحہ متواترہ کو جانتے تو ضرور بالضرور سجدہ تعظیمی کو ترک کراتے اور سخت مخالفت فرماتے۔ واللہ علم

علم طریقت میں سب سے اونچے پہاڑ:

ہندوستان میں علم حدیث اور کتب حدیث کی شہرت حضرت شاہ ولی اللہ سے ہوئی ہے نیز عرض ہے کہ یہ اکابر طریقت اور تصوف کے ائمہ عظام ہیں۔ علم فقہ اور شریعت کے امام نہیں۔ اس کے امام حضرت امام

ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ و امام ابو یوسفؒ اور فقہاء کرام ہیں۔ اس بارہ میں ان کا قول و فعل حجت ہوگا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور حضرت جنید بغدادیؒ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ حضرت خواجہ معین الدین سہری کے اقوال اور فتویٰ اور اعمال حجت نہ ہوں گے۔ اگرچہ یہ حضرات علم طریقت کے سب سے اونچے پہاڑ ہیں۔ لکل فن رجال۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ والسلام (۸۔ صفر ۱۳۳۵ھ)

[مکتوبات شیخ الاسلام جلد سوم مکتوب: ۸۹]

علمی اور فقہی ضابطہ:

فرمائیے! حضرت گنگوہیؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت مدنیؒ، حضرت شیخ الحدیث اور حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہم اللہ ایک ہی بات فرما رہے ہیں کہ علمی اور فقہی مسائل میں فقہاء کی اتباع کی جائے گی نہ کہ ان اولیاء اللہ کی جو فقیہ نہیں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء ولایت میں بڑا اونچا مقام رکھتے ہیں اور طریقت ولایت کے پہاڑ ہیں شجرہ طریقت میں ان کے توسل سے حق تعالیٰ سے دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ لیکن جس مسئلہ میں وہ تحقیق نہیں کر سکے۔ اس میں ان کی اتباع جائز نہیں یہ ایک علمی اور فقہی ضابطہ ہے۔ اس ضابطہ کے تحت انعقاد مجلس میلاد اور عرس وغیرہ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی تحقیق قابل اتباع ہوگی کیونکہ وہ محدث فقیہ ہیں نہ کہ ان کے مرشد امام الاولیاء حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی، جو ولایت میں کتنا ہی بلند مقام رکھتے ہیں۔ لیکن وہ فقیہ نہیں اور کوئی مانے یا نہ مانے لیکن سنی دیوبندی مسلک حق و صواب ہے۔ اس کی اتباع لازم ہے۔

حق تعالیٰ اپنی مرضیات کی توفیق دیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔ مولانا عزیز الرحمن صاحب کے رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ میں جو امور دیوبندی مسلک حق کے خلاف لکھے گئے ہیں۔ ان کے متعلق حسب ضرورت مفصل بحث کر دی گئی ہے۔

آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ نقشہ نعل شریف پر بحث کی جائے گی۔ حق تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ..... ۱۹ شعبان ۱۴۱۷ھ، ۳۰ دسمبر ۱۹۹۶ء

(قسط نمبر ۱ مکمل شد۔ [مرتب])..... (مطبوعہ: ماہنامہ حق چاریار، جنوری ۱۹۹۷ء)

☆.....☆.....☆.....☆

نقشہ نعل شریف:

مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی خطیب جامع مسجد صدیق اکبر چوہڑ (راولپنڈی) نے اپنے

رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ میں شیخ المشائخ امام الاولیاء حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی قدس سرہ کے رسالہ ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کی بنیاد پر انعقاد مجلس میلاد اور عرس بزرگان کے بارے میں جو مسلک اکابر دیوبند کی طرف غلط طور پر منسوب کیا تھا، اس کا حسب ضرورت مفصل اور مدلل جواب ماہنامہ ”حق چار یار“ کی سابقہ اقساط میں عرض کر دیا تھا جو بفضلہ تعالیٰ کافی و شافی ہے۔

مولانا عزیز الرحمن صاحب موصوف نے اپنے رسالہ میں نقشہ نعل مبارک کے عنوان سے جو کچھ لکھا ہے اس میں بھی ان کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ چنانچہ مولانا موصوف لکھتے ہیں:

”بعض متقدمین علمائے سلف اور محدثین کے نقشہ نعلین مبارکین سے توسل اور برکات پر عربی میں رسالے مشہور ہیں۔

قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نے اپنی کتاب شرح شمائل ترمذی میں لکھا ہے کہ اس (نقشہ نعل مبارک) کے خواص بے انتہاء ہیں۔ علماء نے بارہا تجربے کئے ہیں۔ حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوتی ہے، ظالموں سے نجات نصیب ہوتی ہے۔ ہر دلعزیزی نصیب ہوتی ہے۔ غرض ہر مقصد میں اس کے توسل سے کامیابی ہوتی ہے۔

مجدد ملت حکیم الامت محی السنۃ حاجی البدعۃ حضرت تھانوی قدس سرہ نے ایک مستقل رسالہ نعلین مبارک کے نقشہ سے توسل حاصل کرنے اور اس کے برکات و فضائل میں لکھا ہے۔ جس کا نام ”نیل الشفاء بنعل المصطفیٰ“ ہے۔ اس میں سب تفصیل و آداب اور طریقہ توسل درج ہے اور حضرت کے رسالہ ”زاد السعید فی الصلوۃ علی النبی الوحید“ کے ساتھ بھی شائع ہوا ہے۔ جس میں مزید توضیح و متعلقہ تنبیہات تحریر فرمائی ہیں۔ حضرت اس نقشہ شریف کی برکات اپنی کتاب ”نشر الطیب فی ذکر النبی الحبيب ﷺ“ میں تحریر فرمانے کے بعد فرماتے ہیں کہ ان نقشوں میں جو کہ ان نعال کی مثال ہیں۔

یہ دولت ہائے لازوال اور نعمت ہائے بے مثال ہیں۔ سو خود آپ کی ذات جمع الکمالات و اسماء جامع البرکات سے توسل حاصل کرنا اور اس کے وسیلہ سے دعا کرنا کیا کچھ نہ ہوگا۔

نام احمد چوں چنین یاری کند تاکہ نورش ہم مدد گاری کند

نام احمد چوں حصارے شد حصین تاچہ باشد ذات آں روح الامین

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ بزرگان دین نقشہ نعل مقدس حضور سرور عالم فخر آدم ﷺ نہایت قوی البرکت سریع الاثر پایا گیا۔ اس لئے اسلامی خیر خواہی باعث اس کی ہوئی کہ تمثال خیر النعال صلی اللہ علیہ وسلم صاحبہ فوق عدد الرمال حسب روایت امام زین العابدین عراقی محدث مسلمانوں کی نذر کی جائے کہ اپنے پاس رکھ کر برکات حاصل کریں اور اس کے توسل سے اپنی حاجات و معروضات جناب باری تعالیٰ میں قبول

اس مضمون کے تحت مولانا موصوف ۶۶ کے حاشیہ نمبر ۱ میں لکھتے ہیں:

”بعض حضرات اشکال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت تھانوی قدس سرہ نے اس رسالے سے رجوع فرمایا ہے دراصل حقیقت یہ ہے کہ مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے ان قیودات پر جو حضرت تھانوی نے اس رسالہ میں نقل فرمائی تھیں۔ اندیشہ ظاہر فرمایا تھا کہ ان کی وجہ سے عوام کا عقیدہ خراب ہونے کا اندیشہ ہے لہذا حضرت تھانوی نے ان قیودات کے بارے میں کچھ اصلاحات اور تنبیہات فرمادی تھیں۔

یہ خط و کتابت ”زاد السعید“ کے آخر میں مطبوع ہے اس کو ہر شخص پڑھ سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت تھانویؒ نے ”زاد السعید“ کے متعلق خط و کتابت اور تنبیہات فرمانے کے بعد جب رسالہ مبارکہ ”نشر الطیب“ تصنیف فرمایا تو اس میں بھی نعل شریف کی برکات اور خواص مذکور ہیں۔ اس کے بعد مذکورہ بالا عبارت جب ان الفاظ میں جو آپ کے معانی اور مدح کی صورت اور مثال ہیں..... شعر کے آخر تک تاجہ باشند ذات آں روح الامین۔ نشر الطیب کے ص ۲۶۸ میں تحریر فرمائی۔ اس کے بعد ۱۳۹۹ھ میں حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے کتاب مبارکہ ”نشر الطیب“ (بتصحیح اغلاط) اپنے داماد حضرت مولانا سید محمد الیاس دامت برکاتہم کے کتب خانہ اشاعت العلوم سے شائع فرمائی اور خود اپنی کتاب خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی نعل رسول اللہ ﷺ کی شرح میں نعل شریف کے خواص تحریر فرمانے کے بعد اپنے دست مبارک سے نعل شریف کا نقشہ بھی بنایا اور حضرت شیخ الحدیث کے وصال ۱۴۰۲ھ تک جو نئے ایڈیشن مع ترمیم و اضافات حضرت کی نگرانی میں چھپتے رہے ان سب میں اس نقشہ نعل شریف کو باقی رکھا گیا ۱۴۰۲ھ میں حضرت شیخ الحدیث کے مجاز حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنی زید مجاہد نے مکتبہ الشیخ سے حضرت کے دوسرے مجاز حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب مدظلہ کے پیش لفظ کے ساتھ کتبہ خانہ سمیعی سہارنپور والے نسخے کا فوٹو لے کر چھپوایا ہے جس میں نقشہ نعل شریف بعینہ موجود ہے۔ نیز شیخ الحدیث حضرت مولانا ادریس کاندھلوی نے بھی اپنی کتاب سیرت المصطفیٰ حصہ سوم ص ۳۸۴ پر اس کو زاد السعید کے حوالے سے چھاپا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کے بعد ناشرین کتب نے حضرت شیخؒ کی کتاب سے اس نقشہ کو حذف کر دیا“ (حاشیہ ص ۶۶-۶۷)

الجواب: نشر الطیب میں ناشرین کی غلطی:

مولانا عزیز الرحمن صاحب نے جو ”نشر الطیب“ کا حوالہ دیا ہے وہ ان کے لئے مفید نہیں کیونکہ حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے نشر الطیب ۱۳۲۹ھ میں لکھی ہے اور حضرت تھانوی نے اس کے کئی سال بعد ۱۳۵۶ھ میں اس سے رجوع کیا ہے۔ اور باوجود رجوع کے جو ”نشر الطیب“ میں نعل شریف کے متعلق مذکورہ عبارت چھپتی رہی ہے تو یہ ناشرین کی غلطی ہے اور ممکن ہے ان کو بھی اس کے رجوع کا علم نہ ہو۔

مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور حضرت تھانویؒ کی مکاتبت:

۲..... اور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے مابین جو اس مسئلہ (نعل شریف) میں خط و کتابت ہوئی وہ امداد الفتاویٰ جلد ۴ اور کفایت المفتی جلد دوم میں شائع ہو چکی ہے۔ کفایت المفتی حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ نقشہ نعل شریف کے بارے میں وہ مفتی صاحب کے پاس دو استفتاء آئے تھے۔ ان دونوں کے جواب میں مفتی صاحب نے فتوے لکھے تھے جن کا مضمون قریباً ایک ہی ہے۔

مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کا فتویٰ:

ہم یہاں دوسرے سوال اور جواب کو نقل کرنا کافی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ نور احمد خان نے ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۵ جولائی ۱۹۳۷ء کو حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں یہ سوال لکھا تھا۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نقشہ مع ہدایت شائع ہوا ہے جس میں نشان کف پائے مبارک کا نقشہ دیا گیا ہے نقشہ جو شائع کیا گیا ہے حضور ﷺ کے نعلین شریف کا درست نقشہ ہے اس کی اصل احادیث شریف یا اقوال خلفاء راشدین سے ثابت ہے دوسرے کہ بتوسل نعلین شریف دعا کرنا چاہئے یہ نقشہ مع تحریر ارسال ہے۔ یعنی شرع شریف میں اس نقشہ کو بوسہ دینا سرپر رکھنا۔ اس کے توسل سے اپنی حاجت طلب کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

حضرت مفتی صاحب نے اس کا یہ جواب دیا کہ اگر آنحضرت ﷺ کی استعمال کی ہوئی نعل شریف کسی کو مل جائے تو زہد سعاد اور فرط محبت سے اس کو بوسہ دینا سرپر اٹھا لینا کچھ بھی موجب سعادت ہے مگر یہ تو اصل نعل نہیں اس کی تصویر ہے اور یہ بھی متحقق نہیں کہ یہ تصویر اصل کے مطابق ہے یا نہیں اور تصویر کے ساتھ اصل کا معاملہ کرنا شریعت میں معہود نہیں ورنہ آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پائے مبارک، موئے مبارک اور قمیض مبارک اور جبہ مبارک کی تصویریں بھی بنائی جاسکتی ہیں۔ اور اگر ان میں اصل کی مطابقت کے ثبوت سے قطع نظر کر لی جائے تو پھر آج بھی بے شمار تصویریں بن جائیں گی اور ایک فتنہ عظیم کا دروازہ کھل جائے گا۔ جن بزرگوں نے اس تصویر کے ساتھ محبت کا معاملہ کیا ہے وہ ان کے والہانہ جذبات کا نتیجہ تھا۔ مگر دستور العمل قرار دینے کے لئے حجت نہیں ہو سکتا۔ [کفایت المفتی: ۶۱/۲]

حضرت تھانویؒ کا جواب:

۳..... حضرت مفتی صاحب موصوف نے یہ دونوں فتوے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت

میں بھیج دیئے۔ حضرت تھانوی نے جواب میں لکھا کہ:

”احقر نے دونوں جواب پڑھے جو بالکل حق ہیں اور صحت معنی کے ساتھ اسلوب کلام میں ادب کی رعایت خاص طور پر قابلِ داد ہے جس کی ایسے نازک مسائل میں سخت ضرورت ہے اب ان کے مضامین کے متعلق بغرض توضیح بعض ضروری معروضات پیش کرتا ہوں۔۔۔ الخ“

[کفایت المفتی: ۶۲..... وامداد الفتاویٰ: ۴/۳۷۷-۳۷۸]

اسی طرح جانبین سے اس مسئلہ کے متعلق خط و کتابت ہوتی رہی اور آخر میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کو اپنے مکتوب گرامی میں نمبر ۴ کے تحت یہ لکھا کہ:

یہ سب تفصیل حکم فی نفسہ کی ہے ورنہ جہاں احتمال غالب مفاسد کا ہو وہاں نقشہ تو کیا خود اصلی تبرکات کا انعدام بھی بشرط عدم اہانت اور بشرط عدم لزوم مطلوب و مامور بہ ہوگا۔ جیسا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ قطع شجرہ کا منقول ہے۔ اور نمبر ۵ میں ہے جب رسالہ ”نیل الشفاء بنعل المصطفیٰ“ لکھا تھا جس کو غالباً ۳۶ سال کا زمانہ ہو گیا ہے اس میں بھی کافی احتیاطیں کر لی گئی تھیں۔ منشا میں جس کے ثقات سے نقل کیا گیا تھا لیکن پندرہ سال سے زائد مدت گزری کہ اس قسم کی شبہات قلب میں پیدا ہوئے کہ عوام غلو نہ کرنے لگیں۔ لیکن اس کے چند روز بعد ایک صاحب توفیق نے اس کے متعلق استفسار کیا جس کا جواب لکھ کر میں مطمئن ہو گیا یہ جواب النور محرم ۱۳۴۲ھ کے ص ۹ میں بعنوان تنبیہ بر اصلاح معاملہ با تمثال نعل شریف شائع ہوا ہے پھر مزید احتیاط کے لئے النور شوال ۱۳۴۲ھ کے ص ۲۰ پر اس پر تنبیہ اس عبارت سے کر دی۔

میری تحریر کو مرجوع عنہ سمجھا جائے:

کہ ”نیل الشفاء“ کے متعلق النور [نمبر ۹ جلد ۳] میں ایک تنبیہ شائع ہوئی ہے۔ اس کے خلاف نہ کریں۔۔۔ الخ۔ اب بھمد اللہ دوسرے علماء کی تحریر سے بھی میرے مقصود کی تائید ہو گئی۔ پس کسی کو غلو کی گنجائش نہیں رہی اور اس مفصل و مکمل تحقیق کے بعد احقر کی تحریرات میں باہم بھی اور دوسرے حضرات اہل تحقیق کی تحریر سے تو تعارض کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر اب بھی کسی کے خیال میں تعارض کا شبہ ہو تو اس کے لئے میں اعلان کر رہا ہوں کہ دوسرے حضرات کی تحقیق پر عمل کیا جائے اور میری تحریر کو مرجوع بلکہ مجروح و ممنوع عنہ بلکہ مرجوع عنہ سمجھا جاوے۔

فقط ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ۔ [ایضاً کفایت المفتی: ۶۷..... وامداد الفتاویٰ: ۴/۳۷۵-۳۷۶]

حضرت تھانوی کے مندرجہ ارشادات کو سمجھنے کے بعد بھی کیا مولانا عازیز الرحمن صاحب موصوف یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس نقشہ نعل شریف کو شائع کیا جائے اور جن ناشرین نے حضرت شیخ الحدیثؒ کی کتاب شرح

شائل ترمذی سے وہ نقشہ حذف کر دیا ہے ان کا یہ فعل قابل افسوس ہے۔

رسالہ نیل الشفاء سے رجوع کرتا ہوں:

۴..... پھر اس کے بعد بھی آخر میں حضرت تھانوی نے حضرت مفتی صاحب کو لکھا کہ۔۔۔۔۔ اس لئے مناظرانہ کلام کو بند کر کے ناظرہ عرض کرتا ہوں کہ گواحتیاطی تحریرات میں ہمیشہ شائع کرتا رہا۔ چنانچہ مکتوبات کے حصہ سوم بابت ۱۳۳۳ھ کے صفحہ ۱۵ پر بھی ایک صاف مضمون ہے مگر مسئلہ میں تردید نہ ہو تھا لیکن اب مجھ کو خواص کے اس اختلاف آراء سے نفس مسئلہ میں تردد پیدا ہو گیا ہے پھر اس کے ساتھ عوام کے احوال سے جس سے میرا ذہن خالی تھا مصالح دینیہ اسی کی مقتضی ہیں کہ بحکم دع مایر یک المی مالا یر یک (یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی امر میں شک ہو جائے اس کو چھوڑ دو اور وہ امر اختیار کرو جس میں کوئی شک نہ رہے) اپنے رسالہ نیل الشفاء سے رجوع کرتا ہوں اور اگر کوئی درجہ تسبب للضرر اگر واقع ہو گیا ہو تو اس سے استغفار کرتا ہوں۔۔۔۔۔ الخ [ایضاً کفایت المفتی: ۶۸..... واداء الفتاوی: ۳۷۸]

کیا حضرت تھانویؒ کے اس صاف و صریح رجوع اور استغفار کے باوجود بھی مولانا عزیز الرحمن صاحب جناب صوفی محمد اقبال اور مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی نقشہ نعل مبارک کی اشاعت پر اصرار کریں گے اور مریدین کو ترغیب دیں گے کہ وہ نقشہ نعل شریف کو سر پر رکھ کر اس سے توسل کیا کریں اور اس سے تبرک حاصل کریں؟

۶..... حضرت شیخ الحدیثؒ کو غالباً حضرت تھانویؒ کے اس رجوع کا علم نہیں ہو سکا ورنہ وہ اپنی کتاب شرح شائل ترمذی میں حضرت تھانویؒ کے حوالہ سے نقشہ نعل شریف کے فضائل کیوں بیان فرماتے؟

۷..... یہاں یہ ملحوظ رہے کہ اگر کسی بزرگ نے غلبہ محبت میں نقشہ نعل شریف کو بوسہ دیا ہے یا اس سے توسل اختیار کیا ہے تو وہ مغلوب الحال ہونے کی وجہ سے معذور ہوں گے لیکن ان کا یہ عمل دوسروں کے لیے حجت نہیں ہوگا۔

میں اس الزام سے رجوع کر لوں گا:

یہاں چکوال کی ایک مسجد میں ایسا نقشہ نعل شریف رکھا گیا ہے جس میں حضور ﷺ کا پاؤں مبارک بھی دکھایا گیا ہے اور یہ نقشہ بعض احباب نے مجھے لا کر دکھایا ہے۔ کیا یہ وہی غلو نہیں ہے جس کے بارے میں حضرت تھانویؒ تنبیہ فرماتے رہے ہیں؟ اور پروفیسر طاہر القادری صاحب نے تو نقشہ نعل شریف کے بیچ بھی بنوائے ہیں۔ اور یہ بیچ میں نے خود دیکھا ہے کیا اس سے بھی مولانا عزیز الرحمن صاحب وغیرہ حضرات عبرت حاصل نہیں کریں گے؟ اور میں نے جو یہ لکھا تھا کہ مولانا عزیز الرحمن صاحب کے بعض مریدین نے نقشہ نعل

شریف کا بیچ لگایا ہے تو یہ فرضی بات نہیں ہے۔ کسی نے ایسا بیچ دیکھا ہے۔ ہاں اگر مولانا عزیز الرحمن صاحب بالیقین یہ کہہ دیں کہ ان کو اس قسم کے بیچ کا علم نہیں ہے تو میں اس الزام سے رجوع کر لوں گا۔
تعجب خیز مسلک:

قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ نے حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے عمل کے باوجود انعقاد مجلس مولود کو دور حاضر میں بدعت قرار دیا لیکن اس کے باوجود مولانا عزیز الرحمن صاحب وغیرہ حضرات نے حضرت گنگوہی کی تحقیق کو نظر انداز کر دیا اسی طرح حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے نعل شریف کے بارے میں اپنے سابق موقف سے صاف طور پر رجوع کر لیا لیکن اس کے باوجود مولانا عزیز الرحمن صاحب وغیرہ نے مسئلہ نعل شریف کی اشاعت پر زور دیا۔ کیا اسی کا نام اکابر دیوبند کا مسلک ہے کیا یہی دیوبندیت ہے اور اسی بنا پر آپ اپنے آپ کو دیوبندی قرار دیتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
ایک غلطی کا ازالہ:

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی زید مجدہم (دارالعلوم کراچی) کے جو اصلاحی خطبات نمبر ۶ شائع ہوئے ہیں اس کے صفحہ ۹۵ پر بعنوان من گھڑت درود نہ پڑھیں، یہ بھی لکھا ہے کہ صرف وہ درود شریف پڑھے جائیں جو حضور اقدس ﷺ سے منقول ہیں دوسرے درود نہیں پڑھنے چاہئیں۔ لہذا حضرت تھانویؒ کی کتاب زاد السعید ہر شخص کو اپنے گھر میں رکھنا چاہئے اور اس میں بیان کیے ہوئے درود شریف پڑھنے چاہئیں۔
نعلین مبارک کا نقشہ اور فضیلت:

اس رسالے میں حضرت تھانویؒ نے ایک کام کی چیز اور ایک نعمت اور دیدی ہے وہ ہے حضور اقدس ﷺ کے نعلین مبارک کا نقشہ اس نقشے کے بارے میں بزرگوں کا تجربہ یہ ہے کہ سخت مصیبت، بیماری اور پریشانی کی حالت میں اگر نعلین مبارک کے اس نقشے کو سینے پر رکھ دیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے پریشانی اور مصیبت کو دور فرما دیتے ہیں اس لئے کوئی گھر اس رسالے سے خالی نہیں ہونا چاہئے اسی طرح شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا ایک رسالہ ہے فضائل درود شریف وہ بھی اپنے گھر میں رکھیں اور پڑھیں اور درود شریف کو اپنے لئے بہت بڑی نعمت سمجھ کر اس کو وظیفہ بنائیں۔ [اصلاحی خطبات: ۶/۹۵]
تعجب ہے کہ مولانا تقی عثمانی صاحب کو بھی حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے رجوع کا بھی علم نہیں ہوا۔ اور انہوں نے حضرتؒ کے حوالہ سے ہی نقشہ نعل شریف کے خواص بیان کر دیئے؟

مولانا عبد القدوس ترمذی کا مکتوب:

حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی زید مجدہم مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا کے

صاحبزادہ مولانا عبدالقدوس صاحب سلمہ نے اصلاحی خطبات کے مرتب مولانا عبداللہ میمن صاحب (دارالعلوم کراچی) کو حسب ذیل مکتوب ارسال کیا۔
”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

جناب حضرت محقق العصر مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم کے اصلاحی خطبات واقعتاً اصلاحی ہیں ان کے پڑھنے اور سننے سے ہر طرح کے علمی نفع کے ساتھ ظاہری و باطنی اصلاح بھی ہوتی اس سلسلے میں یہ مواظف بہت نافع اور مفید ہیں حق تعالیٰ مزید قبولیت سے نوازیں۔ ان کے نفع کو عام و تمام فرمادیں اور حضرت مولانا دامت برکاتہم نیز ان کے معاونین بطور خاص جناب محترم مولانا عبداللہ صاحب میمن زید مجدہم کو جزائے خیر اور اجر جزیل سے نوازیں آمین۔۔۔۔۔ اصلاحی خطبات جلد ۶: ص ۹۵ پر نقشہ نعل شریف کے متعلق مضمون نظر سے گزرا اس میں حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے حوالہ سے استنبراک کی اجازت فرمائی گئی ہے جب کہ حضرت اقدس تھانویؒ نے اس سے رجوع فرمایا لیا تھا۔ اس لئے خیال آیا کہ امداد الفتاویٰ سے متعلق عبارت نقل کر کے ارسال خدمت کر دی جائے۔۔۔۔۔ الخ“

اس کے بعد مولانا عبدالقدوس صاحب نے امداد الفتاویٰ جلد چہارم اور کفایت المفتی جلد دوم سے حضرت تھانوی کے رجوع کی وہی عبارت نقل کی ہے جو پہلے نقل کی جا چکی ہے..... حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ نے عوام کی اصلاح کے پیش نظر اس سے رجوع فرمایا ہے..... اب جیسے رائے عالی ہو اس سے مطلع فرمادیں۔ شکریہ۔ نیز یہ تحریر حضرت اقدس والد صاحب مدظلہم کے حکم سے اُن کو سنا کر ارسال کر رہا ہوں۔ فقط [۲۷/ربیع الاول ۱۴۱۷ھ..... جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا]

الجواب:

مولانا عبدالقدوس صاحب کے جواب میں مولانا عبداللہ صاحب میمن نے حسب ذیل مکتوب ارسال کیا:-

بردار گرامی قدر و کرم جناب مولانا مفتی عبدالقدوس صاحب ترمذی مدظلہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

محبت نامہ باعث افتخار ہوا فقہی مقالات کے بارے میں حضرت والد صاحب مدظلہ کی پسندیدگی کا اظہار بڑی خوشی کا باعث ہوا۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کا سایہ تادیر صحت و عافیت کے ساتھ ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ میرا سلام اور دعاؤں کی درخواست پہنچادیں نعلین مبارک کے نقش کے سلسلہ میں آپ نے بالکل صحیح فرمایا ہے، جس وقت یہ لکھا گیا تھا اس وقت یہ ذہن میں نہیں آیا۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔
تصحیح والے نسخے میں اس کو قلم زد کر دیا ہے۔ جدید طباعت میں اس کو نکال دیا جائے گا۔ ”درس

ترمذی“ کے بارے میں آپ کی رائے سے بہت مسرت اور خوشی ہے۔ اس کی جلد سادس بھی حاضر ہے، قبول فرمائیں۔ اب یہ مکمل ہو چکی ہے۔۔۔۔۔ الخ۔

مولانا تفتی عثمانی صاحب مدظلہم کا اعتراف:

اس کے بعد یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جب حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی ایک شادی کے سلسلہ میں کراچی تشریف لے گئے تو آپ نے خود مولانا تفتی عثمانی صاحب سے بھی اس سلسلے میں بات کی اور مولانا تفتی عثمانی صاحب نے بھی فرمایا ہے کہ دوسرے ایڈیشن میں اس کو حذف کر دیا جائے گا۔

۲..... حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب زید فضلہم کا ایک رسالہ بنام..... ”رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب پر تحقیق نظر“..... بھی چھپ گیا ہے۔ اس میں بھی حضرت مفتی صاحب موصوف نے نقشہ نعل شریف کی بحث میں مولانا عزیز الرحمن صاحب کے مضمون کا جواب دیا ہے، ماشاء اللہ مفتی صاحب موصوف کا یہ رسالہ اپنے موضوع میں کافی شافی ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی ضرورت ہے۔

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ..... شب ۵/شوال ۱۴۱۷ھ، ۱۳/فروری ۱۹۹۷ء

(قسط نمبر ۱۲ مکمل شد۔ [مرتب].....)۔ (مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یار، مارچ ۱۹۹۷ء)

☆.....☆.....☆.....☆

نقشہ نعل مبارک کی ترغیب و تشہیر جاہل نہیں ہے:

اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے جب اپنی سابقہ رائے سے رجوع کر لیا تو اب دیوبندیت کی طرف منسوب کسی عالم کے لئے بھی جاہل نہیں ہے کہ وہ نقشہ نعل مبارک کی ترغیب اور تشہیر کی کوشش کرتے رہیں اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی سے خط و کتابت کے بعد رجوع کرنے سے پہلے بھی آپ نے نقشہ نعل شریف کی اشاعت سے منع فرما دیا تھا۔

چنانچہ ”زاد السعید“ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی میں صفحہ ۵۴ پر حسب ذیل سوال و جواب طالب حق کے اطمینان کے لئے کافی و شافی ہے۔

سوال: خاکسار کا مقصد ہے کہ محض نقشہ نعل شریف کا جو زاد السعید میں شامل ہے علیحدہ طبع کرا

کے افادہ عام کی غرض سے صاحبان ضرورت کو تقسیم کر دوں۔

جواب از حضرت تھانوی:

”تجربہ تامل سے اس کا انجام عوام کے لئے اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ بہت جلد غلو و بدعت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ مجھ کو ”زاد السعید“ میں شائع ہونا بھی مصلحت معلوم نہیں ہوا۔ مگر خیر وہ ایک کتاب ہے اس میں عبارت بھی موجود ہے اس سے انسداد مفسدہ کا ممکن ہے اور صرف نقشہ کی اشاعت میں غلو کا احتمال زیادہ ہے۔“

اور اب تو اس حد تک غلو ہو چکا ہے کہ پروفیسر طاہر قادری صاحب کے مریدوں اور عقیدت مندوں نے نعل شریف کے بیچ سینے پر لٹکائے ہوئے ہیں اور شہروں میں کئی مقامات پر لوگوں نے حصول برکت کے لئے نقشہ نعل شریف آویزاں کیا ہوا ہے۔

۲..... پروفیسر طاہر القادری بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں۔ انہوں نے سیاسی میدان میں پسپائی کے بعد اب خانقاہوں کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔

اور دعویٰ روحانیت اور مجالس ذکر اور اظہار مکاشفات کے ذریعہ وہ حب جاہ کی منزلیں طے کر رہے ہیں۔

صوفی محمد اقبال صاحب پر تعجب ہے:

مولانا مالکی صاحب سے بھی مسلکی و روحانی تعلق ہے اور مالکی صاحب ان سے بھی قلبی محبت رکھتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے لاہور اپنی تقریر میں بخاری شریف کی حدیث الأرواح جنود مجنودہ کو بطور دلیل پیش کیا تھا۔

علاوہ اس کے مالکی صاحب محفل میلاد میں حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کی روح مبارک کے حاضر ہونے کے بھی قائل ہیں۔

چنانچہ ماہنامہ ”حق چار یار“ کے کئی شماروں میں اس کی تفصیل عرض کی جا چکی ہے۔ [ملاحظہ ہو ماہنامہ حق چار یار فروری ۱۹۹۵ء ص ۴۳، بحوالہ حول الاختفال بالمولد الشریف]

اور تعجب تو جناب صوفی محمد اقبال صاحب مقيم مدینہ منورہ پر ہے کہ وہ مولانا مالکی کے خلاف شرع عقیدہ و عمل سے مطلع ہونے کے باوجود ان سے بیعت و اجازت کی دولت بھی حاصل کر لی ہے۔ انا لله وانا

إليه راجعون

مماقی ٹولہ:

مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی، مماتی گروہ (منکرین حیات النبی) کے بارے میں لکھتے ہیں:

”آج کل ایک گروہ جو نہ صرف یہ کہ انہی اکابر کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتا ہے۔ بلکہ یہ انداز اختیار کرتا ہے کہ گویا دین میں ان اکابر کا اصل متبع ہے نعوذ باللہ۔ حالانکہ اس گروہ کا مسلک و مشرب اور مخالفین کے ساتھ ان کا معاملہ ان اکابر رحمہم اللہ کے بالکل برعکس ہے۔ ان کا یہ طرز عمل ہی اہل السنۃ والجماعت کے آپس میں اتحاد و اتفاق میں بہت بڑی رکاوٹ بنا ہوا ہے۔ ضروری تھا کہ اکابر رحمہم کا صحیح مسلک و مشرب خصوصاً مخالفین کے ساتھ معاملہ میں واضح کیا جائے تاکہ یہ ناخلف اور اکابر کی طرف نام نہاد منتسبین کا یہ گروہ جو غلط فہمی اپنے باطل قول و عمل سے پیدا کر رہا ہے۔ اس کا ازالہ ہو سکے۔ ان میں سے بعض غالی توحید

وسنت کے مبارک نام سے ایسے ایسے غلط اور باطل عقائد پھیلا رہے ہیں۔ جو اہل السنّت والجماعت کے عموماً اور اکابر رحمہم اللہ کے بالکل مخالف بلکہ بعض تو ان میں سے نہایت گستاخانہ اور کفریہ عقائد ہیں۔ یہاں ہم نمونہ کے طور پر چند ایسے واہیات اقوال نقل کرتے ہیں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ اکابر رحمہم اللہ کی طرف ان ناخلفوں نے کیا کیا منسوب کر دیا۔ جس سے اس کے ازالہ کی ضرورت کا اندازہ ہو سکے۔

ایک مولوی صاحب کا فتویٰ تکفیر:

ان میں سے ایک واعظ نام نہاد مولوی صاحب نے مجمع میں کہا کہ جو شخص حضور علیہ السلام کے سماع صلوٰۃ والسلام عند القبر کا قائل ہے خواہ کسی تاویل سے ہو وہ قرآن وحدیث اور شریعت کی رو سے بلا تاویل کافر مرتد ہے اور جو شخص سماع عند القبر کے قائل کو کافر نہ سمجھے وہ بھی بلا تاویل کافر ہے اور جو اس کو کافر نہ مانے وہ بھی کافر ہے۔

اگر نبی علیہ السلام کے سماع عند القبر کے قائل ابو بکر صدیق ہیں تو وہ بھی کافر مرتد ہیں۔ یعنی اگر ابو بکر صدیق میرے سامنے آکر یہ عقیدہ ظاہر کریں تو میں ان کو بھی کافر کہہ دوں گا۔ بعد از موت سماع و رویت انبیاء کا عقیدہ دراصل یہودوں کی ایجاد ہے۔ (اکابر کا مسلک و مشرب ص ۴-۵)

اور جناب صوفی محمد اقبال صاحب بھی اپنے ایک خصوصی طولانی مکتوب میں لکھتے ہیں:

”اور اب صورت حال بالکل بدل گئی ہے۔ جو پاک نفوس علمائے راتخین کوشش کرتے رہے۔ انہیں کے نام سے بہت سے مماتی و معتزلہ قسم کے بھی پیدا ہو گئے اور انہی مماتی اور معتزلہ خیال رکھنے والوں میں اس مندرجہ عقائد سے تو صریح توہین رسالت کے مرتکب ہیں اور پاکستان کے اکثر مدرسوں میں ان کا غلبہ ہو رہا ہے۔

اس صورت حال کی ساری تفصیل رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ تیسرا ایڈیشن جو حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب کے حاشیہ اور حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی کے مقدمہ کے ساتھ شائع ہوا ہے۔

۲..... اور صوفی صاحب موصوف دیوبندی بریلوی اختلاف کے بارے میں اسی طولانی مکتوب

میں لکھتے ہیں:

”اس کے نتیجے میں دیوبندی و بریلوی دو بڑے مکاتب فکر بن گئے جن میں کچھ جزوی و فروعی مسائل میں اختلاف تھا اور بعض مسائل میں محض ذوقی اختلاف ہے۔ جو کہ ہمیشہ سے چلا آ رہا تھا۔“

مولانا عزیز الرحمن صاحب کی حسرت:

۳..... اسی سلسلے میں مولانا عزیز الرحمن صاحب لکھتے ہیں:

”اب ہم چند مختلف فیہ مسائل کے متعلق علمائے دیوبند کے مطبوعہ عقائد پیش کرتے ہیں ان کو پڑھ کر بریلوی

حضرات کو بھی بدظنی ترک کر دینی چاہئے اور موجودہ دور کے نام نہاد دیوبندی جوان مسائل میں تشدد ہیں اور نئے نئے فتنے بنا رہے ہیں۔ ان کو بھی یا تو امت کی فکر کرنی چاہئے یا پھر اکابر دیوبند سے اپنی نسبت سے دستبردار ہونا چاہئے۔ بعض حضرات کا تشدد نیک نیتی سے بھی ہوتا ہے ان کی خدمت میں عرض ہے کہ اپنے اکابرین کو گالیاں نہ دلوائیں اور فرق ضالہ، معتزلہ، خوارج، مودودی، منکر حیات مبارکہ اور منکرین تقلید و تصوف کی تائید کا باعث نہ بنیں اور اپنے اکابر کے نام پر بڑے نہ لگوائیں اور ان کی ارواح مبارکہ کو اذیت نہ پہنچائیں۔

بلکہ فریقین کے دردمند اور مخلص حضرات مل کر حقیقی فرق ضالہ کا مقابلہ کریں کہ اتفاق میں برکت و قوت ہے۔ [اکابر کا مسلک و مشرب: ۲۸]

تبصرہ: عوام معذور ہیں:

منقولہ بالا عبارات سے واضح ہو جاتا ہے کہ مولانا عزیز الرحمن صاحب وغیرہ کے نزدیک مماتی تو تشدد ہیں۔ لیکن بریلوی دیوبندی اختلاف چند مسائل میں ہے۔ مثلاً عرس و انعقاد مجلس میلاد وغیرہ۔ اور وہ بھی فردی۔ حالانکہ دیوبندی بریلوی اختلاف ان مسائل کے علاوہ مسئلہ علم غیب، حاضر و ناظر، نور و بشر، نداء غیر اللہ، استدعا اور مختار کل اور سنت و بدعت میں ہے اور ان مسائل میں فریقین کی طرف سے کتابیں لکھی گئی ہیں اور مناظرات بھی ہوتے رہے ہیں۔ اور اصل اختلاف علماء میں ہی ہے۔ عوام تو معذور ہیں۔

احمد رضا خان نے دیوبندی اکابر کی تکفیر کی ہے:

۲..... بریلوی مکتب فکر کے بانی مولانا احمد رضا خان نے دیوبندی اکابر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی وغیرہ کی تکفیر کی ہے اور یہاں تک لکھ دیا ہے کہ جو ان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ چنانچہ ماہنامہ حق چار یاڑ (اپریل ۱۹۹۶ء ص ۴۱-۴۲) میں ان کی بعض عبارتیں نقل کی جا چکی ہیں۔

۳..... دیوبندی حلقوں میں سے جو مماتی گروہ پیدا ہوا ہے۔ وہ حضور نبی کریم ﷺ کی قبر شریف میں جسمانی حیات کے منکر ہیں اور جسمانی عذاب قبر کا بھی انکار کرتے ہیں اور تو سئل فی الدعاء کو بھی نہیں مانتے اور سماع موتی کو بھی شرک قرار دیتے ہیں۔ لیکن وہ اکابر دیوبند کا نام لے کر تکفیر نہیں کرتے۔

لیکن ان کے برعکس بریلوی علماء اکابرین کی نام بنام تکفیر کرتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے مولانا عزیز الرحمن صاحب وغیرہ حضرات ان کے خلاف تو سخت الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن بریلوی علماء جو رسالت و ولایت میں غلو کرتے ہیں اور اکابر دیوبند کی تکفیر کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں معذرت خواہانہ

رویا اختیار کرتے ہیں۔ اس چہ بولوا تعیسیت۔

اور یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ پروفیسر طاہر القادری صاحب بظاہر دیوبندی بریلوی اختلاف کو نہیں چھیڑتے لیکن وہ بھی اکابر دیوبند کے سخت مخالف ہیں۔ چنانچہ ابو ظہبی میں رہنے والے بعض احباب نے بتایا ہے کہ وہاں پر پروفیسر طاہر القادری کے عقیدت مند ان کی تقاریر کے کیسٹ اپنی مخصوص مجالس میں سناتے ہیں۔ جن میں انہوں نے اکابر دیوبند کے خلاف غیظ و غضب کا اظہار کیا ہے۔

مولانا قاری محمد طیبؒ صاحب کا سہارا:

مولانا عزیز الرحمن صاحب نے رسالہ ”اکابر مسلک و مشرب“ اور ”اسلامی ذوق“ میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی بریلوی علماء کے متعلق بعض عبارتیں پیش کی ہیں۔ جن سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ دیوبندی بریلوی اختلاف معمولی اختلاف ہے۔ چنانچہ خطبات حکیم الاسلام سے ان کی حسب ذیل عبارت پیش کی ہے:

”اس لئے میری سمجھ میں تو اب تک نہیں آیا کہ وہ اختلاف و نزاع ہے کیا جس کو بریلویت اور دیوبندیت کے نام سے کھولا جا رہا ہے۔ دیوبندیت کوئی فرقہ تھوڑا ہی ہے وہ تو اہل السنّت والجماعت ہیں۔ دیوبندیت کی جو نسبت ہے وہ تعلیمی نسبت ہے کہ دیوبند میں تعلیم پائی دیوبندی مشہور ہو گئے جنہوں نے علی گڑھ میں تعلیم پائی وہ علیگ کے نام سے مشہور ہو گئے ندوہ میں تعلیم پائی وہ ندوی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ باقیات صالحات مدارس میں تعلیم پائی وہ باقوی کے نام سے مشہور ہو گئے اب یہ فرقہ تھوڑا ہی ہے کہ ندوی ایک فرقہ۔ دیوبندی ایک فرقہ۔ یہ تو تعلیمی نسبت ہے مگر فرقہ بنادیا۔

[اسلامی ذوق ص ۳۲ بحوالہ خطبات حکیم الاسلام حصہ ہفتم ص ۴۷۳]

ایک مکتوب:

مولانا عزیز الرحمن صاحب نے حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کا ایک مکتوب پیش کیا ہے جو انہوں نے حضرت مولانا حامد میاں صاحبؒ بانی و مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور کو لکھا تھا، اس میں حضرت قاری صاحب نے لکھا ہے کہ:

”دیوبندی بریلوی نزاع عرصہ دراز سے چل رہا ہے اور اس سے قوم کو جس قدر نقصان پہنچا ہے وہ کسی دلیل کا محتاج نہیں اس سلسلے میں یہ واقعہ ہے کہ میری سمجھ میں اب تک بھی نہیں آیا کہ مابہ النزاع کیا چیز ہے یہ دونوں جماعتیں نہ صرف اسلامی عقائد و معادینوت میں متفق ہیں بلکہ فقہ حنفی کی پیروی اور راہ سلوک میں حضرات صوفیائے کرام قدس اللہ اسرارہم کے طرق تصوف میں بھی متحد اور ہم خیال ہیں بنیادوں کے متحد

ہونے کے بعد زیادہ سے زیادہ کچھ فروغی اختلافات ہو سکتے ہیں جو ہر زمانہ میں علماء میں رہے سو وہ نزاع و جدال کی حدود کی باتیں نہیں اس لئے میرا جذبہ ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ اگر باہمی رواداری سے بوجہ الدین والاسلام اس میں کوئی اتفاق و اتحاد کی راہ نکل آئے تو امت اس دور پر فتن میں ایک بہت بڑے مہلکہ سے نکل آئے گی۔ الخ“ [اکابر کا مسلک مشرب: ۴۴]

دعوت اتحاد:

حضرت حکیم الاسلام نے جو یہ فرمایا ہے کہ یہ دونوں جماعتیں.... الخ..... اور اس بنیاد پر دیوبندی بریلوی اتحاد کی دعوت دی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ علم غیب اور حاضرناظر میں بھی دیوبندی بریلوی اختلاف سے واقف نہیں تھے بلکہ یہ ایک حکیمانہ پیش کش ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کی حسب ذیل آیت سے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی طرف سے اہل کتاب کو دعوت اتحاد کا حکم دیا ہے قل یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ۔ (پارہ ۳۔ سورہ ال عمران آیت نمبر ۶۴)

آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے (مسلم ہونے میں) برابر ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اپنا رب نہ قرار دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر۔ پھر اگر وہ لوگ (حق سے) اعراض کریں تو تم لوگ کہہ دو کہ تم ہمارے اس اقرار کے گواہ رہو کہ ہم تو ماننے والے ہیں۔ (ترجمہ حضرت تھانوی)

اس آیت کے تحت شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب اسیر مالٹا لکھتے ہیں پہلے نقل کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ نے جب وفد نجران کو کہا کہ اسلموا (مسلم بن جاؤ) تو کہنے لگے اسلمنا (ہم مسلم ہیں) اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی طرح ان کو بھی مسلم ہونے کا دعویٰ تھا اسی طرح جب یہود و نصاریٰ کے سامنے توحید پیش کی جاتی تو کہتے کہ ہم بھی خدا کو ایک کہتے ہیں بلکہ ہر مذہب والا کسی نہ کسی شکل میں اوپر جا کر اقرار کرتا ہے کہ ہمارا خدا ایک ہے یہاں اسی کی طرف توجہ دلائی تھی کہ بنیادی عقیدہ (خدا کا ایک ہونا اور اپنے آپ کو مسلم ماننا) جس پر ہم دونوں متفق ہیں ایسی چیز ہے جو ہم سب کو ایک کر سکتی ہے بشرطیکہ آگے چل کر اپنے تصرف اور تدبیر سے اس کی حقیقت کو بدل نہ ڈالیں۔ ضرورت اس کی ہے کہ جس طرح زبان سے مسلم اور مومن سمجھتے ہو حقیقتاً و عملاً بھی اپنے آپ کو تنہا خدائے وحدہ لا شریک کے سپرد کر دو نہ اس کے سوا کسی کی بندگی کرو نہ اس کی صفات خاصہ میں کسی کو شریک ٹھہراؤ نہ کسی اور عالم فقیر، پیر، پیغمبر کے ساتھ یہ معاملہ کیا جانا چاہئے مثلاً کسی کو اس کا بیٹا یا پوتا بنانا یا بالفرض شریعت سے قطع نظر کر کے محض کسی کے حلال و حرام کر دینے پر اس کی حلت و حرمت کا مدار رکھنا جیسا کہ اتخذوا احبارہم و رہبا نہم اربابا من دون اللہ کی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہے یہ

امور دعویٰ اسلام و توحید کے خلاف ہیں تو جس طرح اس آیت میں یہود و نصاریٰ کے دعویٰ اسلام و توحید کی بنا پر ان پر اتمام حجت کیا گیا ہے۔ حالانکہ اہل کتاب نے مشرکانہ اور کافرانہ عقائد اختیار کئے ہوئے تھے جیسا کہ فرمایا لقد کفر الذین قالوا ان الله هو المسيح بن مریم (سورہ المائدہ۔ رکوع ۱۴)

اور فرمایا لقد کفر الذین قالوا ان الله ثالث ثلاثة المائدہ رکوع ۱۰۔ آیت ۷۳۔

بلاشبہ وہ لوگ بھی کافر ہو گئے جو کہتے ہیں اللہ تین میں کا ایک ہے۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اسی طرح حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ بریلوی علماء کے اس دعویٰ کی بناء پر کہ وہ سنی حنفی ہیں بطور اہتمام حجت یہ فرماتے ہیں کہ:

”جب تم بھی اپنے آپ کو سنی حنفی کہتے ہو اور ہم دیوبندی بھی یہی دعویٰ کرتے ہیں تو پھر نزاع کیسا ہے۔ ہم دونوں کو چاہئے کہ سنت رسول کی اتباع کریں اور جو امور سنت نبوی کے خلاف ہیں ان کو ترک کر دیں اسی طرح جن امور کا تعلق فقہ حنفی سے ہے اس میں ہم دونوں فقہ حنفی پر عمل کریں پھر اگر کسی کو بھی کوئی اختلاف رہا تو وہ فروعی ہوگا۔“

چنانچہ حضرت قاری صاحب اسی خطبے میں فرماتے ہیں کہ:

”مسلمان تو اتباع سنت کے لئے آیا ہے کہ جو حضور ﷺ نے کیا، اس نمونے پر عمل کرو۔ حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ صلوا (نماز پڑھ لیا کرو) یہ فرمایا کہ: صلوا کما رأیتمونی أصلی (نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھو) اس طریق پر نماز ہوگی تو مقبول ہے یہ نہیں تو نا مقبول ہے۔ حج کرو جس طرح مجھے حج کرتے ہوئے دیکھو۔ خود ساختہ طریق سے کرو گے تو وہ حج نہیں ہوگا۔ غرض ہم تو پیروی سنت کے لئے آئے ہیں۔ قرآن سے علم لیا۔ حدیث سے عمل لیا۔ فقہ سے اس کی تشریح لی۔ بس اس پر عمل کرو۔ اس کے جو خلاف ہے ظاہر بات ہے کہ وہ عمل کے قابل نہیں جو ان کے خلاف کہے گا وہ اسے بدنام کریں گے اس لئے کہ وہ ان کی رسوم کے خلاف پڑتا ہے اور لوگ رسموں کے عادی ہو گئے ہیں پس ان کی حقیقت قلوب میں نہیں یہ ساری بنیاد ہے ورنہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ نزاع کیا ہے اللہ و رسول کے ماننے والے تم بھی تھے۔ بیعت و ارشاد کا سلسلہ تمہارے ہاں بھی ہے۔ طریقت تمہارے ہاں بھی یہ ساری چیزیں مشترک ہیں آخر نزاع کیا ہے عرس و میلاد یہ نزاعی مسئلے ہیں۔ فروعی چیزیں ہیں ان میں جو خرافات آتی ہیں وہ جاہلوں کے راستے سے آتی ہیں۔ [خطبات حکیم الاسلام: ۴۷/۴۷]

فرمائیے! بریلوی علماء جو عرس و میلاد کرتے ہیں ان میں خرافات پائی جاتی ہیں یا نہیں قبل ازیں اس سلسلے میں حضرت تھانویؒ کی ایک تحریر تذکرۃ الرشید حصہ دوم سے نقل کی جا چکی ہے جس میں ہر پہلو پر بحث کی گئی ہے۔ کہ گو بعض چیزیں اصل میں مباح یا مستحب ہوں لیکن تداعی کی وجہ سے ایہام جاہل کی وجہ سے وہ

ممنوع قرار پاتی ہیں۔

ذکر میلاد یا جشن میلاد:

حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے ہیں:

”اسی طرح مثلاً میلاد شریفؐ ظاہر بات ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا ذکر ولادت تو طاعت و عبادت ہے اسے کون روک سکتا ہے لیکن ذکر میلاد معنی جشن میلاد کے ہو گئے ہیں۔ اب دیکھیں کہ جگہ جگہ سبز مینارے بنے ہوئے ہیں۔ روشنیاں پھیل رہی ہیں۔ یہ سیرت پھیل رہی ہے سیرت تو ان خرافات کو مٹانے کے لئے آئی تھی نہ ان کو رواج دینے اور مظاہرے کرنے کے لئے آئی تھی۔ تو دل میں تو سیرت کا نشان نہیں۔ بازاروں میں جھنڈوں کے اوپر میناروں اور برجوں کے اوپر گھوم رہی ہے۔ سیرت آدمیوں کے لئے آئی تھی یا جھنڈوں اور قہقروں کے لئے آئی تھی۔ مگر اس میں لگے ہوئے ہیں اور مظاہروں میں پڑے ہوئے ہیں۔ اب اسے روکو تو کہتے ہیں کہ انہیں حضور ﷺ سے محبت نہیں ہے۔ اب انہیں کس طرح سمجھایا جائے حدود قائم نہیں رہیں۔ اب اس میں علمائے کرام اگر ان خرافات سے روکتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ نیا اسلام کہاں سے لا رہے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک تو ان کے گھروں سے جو اسلام آیا ہے وہ یہ رسوم ہیں اور جو لوگ رسوم سے روکتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ نئے لوگ کہاں سے رسوم کو روکنے کے لئے آ گئے ہیں۔ حالانکہ ان رسوم کو روکتے ہیں جو جاہلانہ طریق پر مروج ہیں اصل شئیٰ کو نہیں روکتے۔ اس کو کون نہیں سمجھتا۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے ایک تجربہ لکھا ہے کہ جو لوگ قبروں پر طواف اور سجدے کرنے جاتے ہیں انہیں حج کی توفیق کم ملتی ہے اس لئے کہ جو جذباتِ ادرہ خرچ کرنا تھا ادرہ خرچ ہو گیا۔ جو لوگ گانے بجانے میں رہتے ہیں انہیں تلاوت قرآن کریم کی کم توفیق ہوتی ہے اس لئے کہ وہ جذباتِ ادرہ لگ گیا۔“ [خطبات حکیم الاسلام: ۴۷۲/۷]

دیوبندی جماعت انگریزوں کے مقابلے میں کھڑی ہوئی تھی:

نیز رد بدعات کے سلسلے میں حضرت قاری صاحبؒ فرماتے ہیں:

”بنیاد اصل میں ساری یہ ہے کہ دیوبندی جماعت انگریزوں کے مقابلے میں کھڑی ہوئی تھی۔ تلوار لے کر جہاد کیا تو انگریزوں کے دل میں اس جماعت سے عداوت تھی مگر یہ قوم بہت دأشمند ہے کھلے بندوں مقابلہ نہیں کرتی۔ تدابیر ایسی کرتی ہے کہ وہ آپس میں الجھ جائیں اور باہمی نفرت پیدا ہو جائے اس نے لوگوں کو ہموار کیا کہ ان کو بدنام کرو جو لوگ رد بدعات کرتے تھے تو ان کے مقابلے میں جو لوگ بدعات میں مبتلا تھے ان کے لئے موقع ملا کہ تم ڈنڈا لے کر کھڑے ہو جاؤ وہ کھڑے ہو گئے۔ اب یہ بدعات کا رد کرتے ہیں وہ لوگ مقابلہ پر آ گئے۔ بس پھر فرقہ بندی کی ٹھن گئی یہ نہیں دیکھتے کہ بدعات رد کرنے کی ہی چیزیں ہیں۔“

[ایضاً خطبات حکیم الاسلام: ۴۷۳/۷]

فرمائیے حضرت حکیم الاسلام کن لوگوں کو بدعات کا مرتکب قرار دے رہے ہیں اور وہ کون لوگ ہیں جن کو انگریز نے علماء حق (اکابر دیوبند) کے مقابلے میں کھڑا کیا تھا اب فرمائیے حضرت حکیم الاسلام دیوبندیوں اور بریلویوں میں کیسا اتحاد چاہتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خان:

دور حاضر میں بریلوی مسلک کے بانی مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی ہیں۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

”مولانا احمد رضا خان صاحب دیوبند کے بالواسطہ شاگرد ہیں وہ اس طرح کہ مولانا محمد سلیمان جنہوں نے بریلی میں مدرسہ اشاعت العلوم قائم کیا یہ ان کے شاگرد ہیں اور وہ حضرت شیخ الہند کے شاگرد ہیں مگر اسے ظاہر نہیں کرتے اور ابتدا ابتدا میں مولانا محمد سلیمان صاحب کو مولانا احمد رضا خاں جو خط لکھتے تھے تو نہایت تعظیم سے لکھتے ایسے جیسے کوئی اپنے شیخ کو لکھ رہا ہو بعد میں ان کے خیالات بدلے۔ کیا بات پیش آئی وہ اللہ ہی جانتا ہے۔ پھر تو کافر سے ورے کوئی چیز ہی نہیں تھی۔“ [ایضاً: ۴۳۸]

کیا بریلوی علماء اتحاد قبول کریں گے:

رد بدعات کے سلسلہ میں حضرت قاری صاحب کے مذکورہ ارشادات اور مولانا احمد رضا خان صاحب کے بارے میں انہوں نے جو کچھ فرمایا ہے۔ تو کیا بریلوی علماء اس سے مطلع ہونے کے بعد بھی دیوبندی علماء سے اتحاد قبول کریں گے۔ حضرت قاری صاحب دیوبندی اور بریلوی مسلک کو سمجھتے تھے۔ البتہ ان کے مزاج میں نرمی بہت تھی وہ تنقید و جرح کم کرتے تھے اور عموماً حسن ظن سے کام لیتے تھے۔

مودودی کے خود ساختہ نظریات کی تردید:

چنانچہ شروع شروع میں جماعت اسلامی کے بانی اور امیر اول کی تحریرات سے اتنے متاثر ہوئے کہ مودودی صاحب کو متکلم اسلام قرار دیا تھا۔ لیکن بعد میں جب ان کی ایسی تحریرات سامنے آئیں جو اصول دین کے خلاف تھیں۔ تو آپ نے مودودی کے خود ساختہ نظریات کی تردید کی چنانچہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ کے رسالہ ”مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت“ پر جو مفصل مقدمہ لکھا وہ قابل مطالعہ ہے۔ حضرت مدنیؒ نے عصمت انبیاء اور صحابہ کرام کے معیار حق ہونے پر مدلل بحث فرمائی ہے اور جماعت اسلامی کے دستور کی حسب ذیل دفعہ کو باطل اور ضلالت آمیز قرار دیا ہے:

”رسول خدا ﷺ کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائے۔ کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔ ہر ایک کو خدا کے بنائے ہوئے اس معیار کامل پر جانچنے اور پرکھنے اور جو اس معیار کے لحاظ سے

جس درجہ میں ہو اس کو اس درجہ میں رکھے۔“

لوگوں کو اس سے احتراز لازم ہے:

حضرت مدنیؒ اپنے اس رسالے کے آخر میں لکھتے ہیں:

”خلاصہ یہ کہ مودودی صاحب کا یہ دستور نمبر ۶ اور اس کا عقیدہ نہایت غلط اور مخالف قرآن و حدیث اور مخالف عقائد اہل سنت والجماعت اور اسلاف کرام ہے۔ جس سے دین اسلام کو انتہائی ضرر اور نقصان عارض ہوتا ہے۔ لوگوں کو اس سے احتراز ضروری ہے۔“

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ نے اس رسالہ کے مقدمہ میں معیار حق۔ تنقید سے بالا تر اور ذہنی غلامی کی مفصل تشریح فرمائی ہے اور حضرت مدنی کے ارشادات کو حجت قرار دیا ہے چنانچہ شروع میں لکھتے ہیں:

”حضرت شیخ (مدنی) کا یہ ارشاد نامہ سلسلہ عقائد اور افکار کے لئے ایک مکمل میزان اور متوازن ترازو کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس میں موجودہ زمانے کے حدود سے گزرے ہوئے افکار خیالات کو عموماً اور مودودی نقطہ نظر کے نظریات اور معتقدات کو خصوصاً تول کر ان کے حق و باطل کا فیصلہ با آسانی کیا جاسکتا ہے۔“ الخ اور اس مقدمہ کے آخر میں حضرت قاری صاحبؒ لکھتے ہیں:

”بہر حال حضرت شیخ (مدنی) مدظلہ کے مکتوب گرامی میں اہم اور بنیادی نقطہ بحث بھی معیاریت غیر رسول کا مسئلہ ہے جس کو مودودی صاحب نے اصولی طور پر اپنے بنیادی دستور میں رد کر دیا ہے اور شیخ نے اسے اہل حق کی بنیاد قرار دیا ہے جس سے یہ اختلاف فروغی نہیں بلکہ اصولی بن گیا ہے۔ خدا کرے کہ مودودی صاحب اور ان کے رفقاء کا راس پر توجہ دیں اور اس خلیج کو پاٹ دینے کی ہر ممکن تدبیر عمل میں لائیں۔“

(مورخہ ۱۰۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۵ھ)

مودودیت ایک فتنہ ہے:

در اصل اسلام کے نام پر مودودیت ایک فتنہ ہے۔ مخدوم العلماء شیخ الانصیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے رد مودودیت میں ایک کتاب..... ”مودودیت سے علماء حق کی ناراضگی کے اسباب“..... تصنیف فرمائی تھی جس میں یہاں تک فرمایا کہ مودودی صاحب دین کا ایک ایک ستون گرا رہے ہیں۔ اور جماعت اسلامی پاکستان کے موجودہ امیر قاضی حسین احمد صاحب نے تو ہوس اقتدار سے مغلوب ہو کر جماعت کی رہی سہی سا کھ بھی ختم کر دی ہے۔

حضرت قاری صاحبؒ کا گرامی نامہ بسلسلہ مودودی سے اعلان براءت:

پروپیگنڈہ مودودی جماعت کا ایک مستقل فن ہے جس میں وہ بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ حضرت قاری صاحبؒ کی بعض سابقہ تحریرات کو جو مودودی صاحب سے حسن ظن پر مبنی تھیں مودودی صاحبان اپنے حق میں پیش کرتے رہتے تھے اس سلسلے میں بندہ نے حضرت قاری صاحبؒ کو عریضہ لکھا جس میں مودودی صاحب کی بعض عبارتیں نقل کی گئی تھیں اس کے جواب میں حضرت قاری صاحبؒ نے گرامی نامہ ارسال فرمایا درج ذیل ہے:

”حضرت محترم زید مجدہ السامی۔ سلام مسنون نیاز مقرون۔ مزاج گرامی۔

سامی نامہ باعث عزت ہوا۔ میں مسلسل سفروں میں رہا اس لئے جواب میں غیر معمولی تاخیر ہوگئی جماعت اسلامی کے جدید فقہیات اور تفقہ کی فرعیات جو جناب نے قلمبند فرما کر ارسال فرمائیں۔ انہیں پڑھ کر افسوس ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نیا فقہ تیار ہو رہا ہے اور پرانے فقہ کا لباس اتار کر پھینکا جا رہا ہے۔ انا اللہ جماعت اسلامی کے افکار و خیالات کے بارہ میں جہاں تک میری رائے کا تعلق ہے۔ وہ بارہا ظاہر ہو چکی ہے۔ جنوری ۱۹۷۷ء میں بھی اپنی رائے کا اظہار کر چکا ہوں اس میں نفس تحریک حکومت الہی کے بارے میں جس کا عنوان اب یہ نہیں رہا ہے، عرض کیا گیا تھا کہ اس سے کیسے اختلاف ہو سکتا ہے؟ بشرطیکہ یہ عنوان محض نہ ہو بلکہ اس کے تحت حقیقت بھی وہی ہو جو اس عنوان کے ثبایان شان ہے۔ اور یہ کہ محض اسلامی عنوانات کافی نہیں ہیں جب تک کہ وہ انہی معنوں کے ترجمان نہ ہوں جو شارع علیہ السلام نے ان عنوانوں کے نیچے رکھا ہے۔ ورنہ اس طرح کے عنوانات مستقل فتنہ کا ذریعہ بن جاتے ہیں جیسا کہ ابھی تک بکثرت بنتے رہے ہیں اور اس بیان میں ان کی امثلہ بھی بیان کر دی تھیں۔ پھر اس کے بعد حضرت مولانا حسین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مفصل مکتوب کے مقدمہ کے طور پر احقر نے ایک تحریر لکھی تھی جس میں معیار حق کے مسئلہ پر کلام کیا تھا اس سے بھی احقر کی رائے مکرر واضح ہو گئی تھی۔ پھر دہلی جمعیت علمائے کے دفتر سے ایک جماعتی بیان شائع ہوا جس پر احقر کے بھی دستخط تھے۔ اس میں اس تحریک کے اثرات (سلف سے) اعتماد اٹھ جانے اور ان کی عظمت کے رشتے کمزور ہو کر ان پر زبان تنقید کھل جانے وغیرہ کو ظاہر کر کے اس سے اپنی برات کا اعلان کیا گیا تھا۔ بہر حال کئی بار رائے ظاہر کی جا چکی ہے، جو اظہار خیال کے لیے کافی ہو جاتی ہے۔ احقر کی وہ تحریرات اگر جناب کے ہاں فائل میں ہوں تو نکلوالی جائیں۔ میرے پاس اس وقت موجود نہیں ہیں۔ اس لئے ان مضامین کی طرف نشاندہی کر دی ہے۔ امید ہے کہ مزاج سامی بعافیت ہوگا۔ دعا کا خواستگار ہوں۔ والسلام..... محمد طیب عفی عنہ از دیوبند [۳۰ ۸۳ء]

علامہ افغانی کا بیان:

اور شمس العلماء محقق العصر علامہ شمس الحق صاحب افغانی نے مودودی صاحب کے بارے میں جو بیان دیا تھا وہ حسب ذیل ہے:

”مودودی صاحب کی تحریرات پر نگاہ ڈالی گئی موصوف کے متعلق احقر کا نقطہ تاثر یہ ہے کہ آپ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے اسلام سے مطمئن نہیں اس لئے اس کو اپنے ڈھب پر لانا چاہتے ہیں۔ جس کے لیے اصل اسلام میں ترمیم ناگزیر ہے لیکن اس کا چھپانا بھی ضروری ہے اس لئے وہ اپنی اس ترمیم کے تخریبی عمل کو انشا پر دازی۔ اقامت دین کے نعروں پر پی طرز کے پروپیگنڈوں کے پردوں میں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس تخریبی عمل کے محرکات دو ہیں نفسانی تعلیمی اور فقدانِ خشیت اللہ اور عوام میں بھی ان دو بیماریوں میں مبتلا افراد کی کمی نہیں۔ پس باطنی ہمرنگی دائرہ تحریک کی توسیع کا اصل سامان ہے۔ مولانا مظہر حسین صاحب اور دیگر علمائے حق نے پردوں میں اس چھپی ہوئی حقیقت کو عوام پر ظاہر کر دیا اور سعید روحوں کے لئے راہ ہدایت کھول دی۔ جزاھم اللہ خیر الجزا“ و صلی اللہ علیہ و خیر خلقہ محمد والہ و صحبہ اجمعین۔ شمس الحق افغانی عفی اللہ عنہ۔ ۵/ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ“

دیوبندی بریلوی اتحاد:

مولانا عزیز الرحمن مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب نے دیوبندی بریلوی اتحاد کی تحریک پیش کرتے ہوئے تائید میں حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب کی بعض عبارتیں رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب میں پیش کی ہیں اور اسی رسالہ میں مماتی گروہ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ عبارت بھی اوپر نقل کر دی گئی ہے۔ حالانکہ حضرت قاری صاحب نے جس طرح بریلویت کے بارے میں اپنے مکتوب میں لچکدار رویہ اختیار کیا ہے اسی طرح انہوں نے مماتی گروہ کے بارے میں بھی بہت نرم رویہ اختیار کیا ہے۔

مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری گجراتی:

اس وقت مماتی گروہ کے مقتداء اور شیخ و مرشد مولانا سید عنایت اللہ بخاری گجراتی ہیں۔ موجودہ دور میں حضور نبی کریم ﷺ کی حیات برزخی جسمانی کے منکر سب سے پہلے مولانا عنایت اللہ بخاری گجراتی ہیں۔ وہ قبر اطہر میں آپ حضرت ﷺ کا جسم مبارک تو محفوظ مانتے ہیں لیکن اس سے روح کا کسی قسم کا تعلق نہیں مانتے، جس کی وجہ سے جسد نبوی میں حیات پائی جائے۔ شاہ صاحب موصوف سے کتنے عرصہ تک ہمارا خصوصی تعلق رہا ہے۔ ہم اپنے علاقے میں ان کے تبلیغی دورے کراتے تھے اور حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب مہتمم جامعہ حنفیہ جہلم (امیر: تحریک خدام اہل سنت صوبہ پنجاب) تو قریباً سولہ سال تبلیغ توحید کے سلسلے میں شاہ

صاحب کے ساتھ منسلک رہے ہیں، لیکن جب انہوں نے جامعہ خیر المدارس کے سالانہ جلسہ میں عقیدہ حیات النبی ﷺ کے خلاف تقریر کی۔ تو ہم نے ان سے تعلق بالکل توڑ دیا کیونکہ ہم اکابر دیوبند کے پیش کردہ مسلک کو برحق مانتے ہیں۔

قاری محمد طیب صاحب کی مصالحتی کوشش:

۲..... مسئلہ حیات النبی کے سلسلہ میں جب اختلاف و نزاع شدت اختیار کر گیا۔ تو جب ۱۹۶۲ء میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند پاکستان تشریف لائے اور ان کو ان سنگین حالات کا علم ہوا تو آپ نے صلح باہمی کی کوشش شروع کر دی۔

حتیٰ کہ آپ نے مسئلہ حیات النبی کے بارے میں اپنی ایک مجوزہ تحریر پر فریقین کے دستخط کرائے اور اس مصالحت کی روایتاً دماہنامہ تعلیم القرآن روالپنڈی میں بھی شائع ہو چکی ہے۔ اور خطبات حکیم الاسلام [۲۳۷/۸ تا ۲۳۹] میں بھی شائع ہو چکی ہے افادہ عام کے لئے یہاں حضرت قاری محمد طیب صاحب کی تحریر کے اہم اقتباسات قارئین کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں تاکہ عقیدہ حیات النبی کی اہمیت واضح ہو جائے۔ حضرت قاری صاحب کے فیصلہ کا عنوان ہے ”مسئلہ حیات النبی سے متعلق نزاع کا خاتمہ“

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اُمّا بعد! برزخ میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات کا مسئلہ مشہور و معروف اور جمہور علماء کا اجماعی مسئلہ ہے، علمائے دیوبند حسب عقیدہ اہل السنّت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں کہ نبی کریمؐ اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وفات کے بعد اپنی اپنی پاک قبروں میں حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دنیاوی زندگی میں قائم تھا۔ وہ عبادت میں مشغول ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں۔ انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارک پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ و سلام بھی سنتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ علمائے دیوبند نے یہ عقیدہ کتاب و سنت سے پایا ہے اور اس کے بارے میں ان کے سوچنے کا طرز بھی متواتر ہی رہا ہے۔ حتیٰ کہ بریلوی حلقوں سے ان پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ برزخ میں حیات انبیاء کے منکر ہیں اور اس افتراء سے علماء حرمین شریفین کو ان کی طرف سے بدظن بنا کر اور دھوکا دے کر ان کے خلاف فتویٰ بھی حاصل کر لیا گیا۔ لیکن جب علمائے حرمین پر اس دھوکا دہی کی حقیقت کھلی اور انہوں نے اس قسم کے تمام مسائل کے بارے میں از خود ایک مفصل استفتاء مرتب کر کے علیحدہ علیحدہ دیوبند سے جواب مانگا جس میں حیات انبیاء کا سوال بھی تھا۔ تو حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ نے ایک مفصل جوابی فتویٰ بنام المہند علی المفند مرتب فرما کر علمائے حرمین کے پاس ارسال فرمایا جس میں مسئلہ حیات النبی اور مسئلہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں بھی علمائے دیوبند کا نقطہ نظر غیر مشتبہ اور واضح الفاظ میں تحریر فرمایا۔

علماء دیوبند کا اجماعی مسلک:

جس کا حاصل یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور برزخ میں ان کی یہ حیات دنیوی جیسی ہے۔ نیز اسی ذیل میں اس نقطہ نظر کو مزید واضح اور مضبوط کرنے کے لئے انہوں نے بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کے رسالہ آب حیات کا بھی حوالہ دیا جو اس موضوع پر ایک مستقل اور پرازن حقائق و معارف کتاب ہے اور علماء دیوبند کا یہ اجماعی مسلک ہے کوئی فرد منحرف نہیں۔

وجہ اختلاف:

۲..... **بخت و اتفاق** سے اس وقت کے بعض فضلاء دیوبند نے اس مسئلہ کی تفصیلات میں کچھ اس قسم کا اختلاف فرمایا جس کا مبنی حقیقت میں کی ایسی ہی عبارتیں یا نصوص کے مدلولات کی تعبیرات ہیں جن کے ہوتے ہوئے اختلاف رائے کی گنجائش کلیتاً اس قسم کی مسلوب نہیں سمجھی جاسکتی جس کا ظہور تین چار سال سے ہوا..... لیکن سوء اتفاق یہ اختلاف سبب پر آگیا اور آخر کار اس مسئلہ کی بحث علمائے کرام سے گزر کر عوام میں ان کے رنگ سے پھیل گئی جس سے قدرتا اس اختلاف نے نزاع و جدال کی باہمی صورت اختیار کر لی۔ گروپ بندی شروع ہو گئی اور یہ بحث آخر کار ایک جماعتی فتنہ کی صورت میں آگئی..... جانبین سے رسالے لکھے گئے اخباری بحثیں چھڑ گئیں جس سے جماعت کی اجتماعی قوت کو سخت نقصان پہنچ گیا۔

۳..... حسن اتفاق سے ۲۶ اپریل ۱۹۶۲ء کو احقر کو پاکستان حاضر ہونے کا اتفاق ہوا اور اسی ماہ میں بزمان قیام لاہور جناب محترم مولانا غلام اللہ خاں صاحب اور محترم مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری احقر سے ملاقات کے لئے قیام گاہ پر تشریف لائے۔ دوران ملاقات احقر نے اس نزاع و جدال کا تذکرہ کرتے ہوئے، اس صورت حال کے مضراثرات کی طرف توجہ دلائی اور عرض کیا کہ یہ صورت بہت بھرنچ ختم ہونی چاہئے، جب کہ یہ مسئلہ کوئی اساسی مسئلہ نہیں ہے کہ اسے ایک مستقل موضوع کی حیثیت سے اسٹیج پر لایا جائے اور اس کی وجہ سے تفریق و تفرق و تخریب کے ان مضراثرات کو نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ یہ مسئلہ یا تو اسٹیج پر آئے ہی نہیں یا اگر اتفاقاً آجائے تو اس کا عنوان نزاعی نہ رہے۔ اس پر ان دونوں بزرگوں نے نہایت مخلصانہ اور دردا انگیز لہجہ میں کہا کہ ہم خود بھی اس صورت حال سے دل گرفتہ ہیں اور دلی تنگی محسوس کرتے ہیں۔ کاش آپ (احقر) ہی درمیان میں پڑ کر اس نزاع کو ختم کرادیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ آپ کے سوا یہ قضیہ کسی دوسرے کے بس کا ہے بھی نہیں۔

۴..... ملتان، جہلم، سرگودھا اور راولپنڈی میں خصوصیت کے ساتھ اس بارہ میں اختلافی عنوانات اختیار کیے گئے۔ احقر نے اس سلسلے میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ حضرت مولانا محمد شفیع صاحب سرگودھی اور مولانا محمد علی صاحب جالندھری سے جہلم تشریف لے چلنے کے لئے عرض کیا جس کو ان

حضرات نے بہ خوش دلی منظور فرمالیا۔ مقررہ تاریخ پر یہ حضرات جہلم میں جمع ہو گئے اور مسئلہ حیات النبی کا قدر مشترک زیر غور آیا۔ طے یہ پایا کہ قدر مشترک کم از کم اتنی تفصیل ضرور لئے ہوئے ہونا چاہئے۔ جس سے مسئلہ کے تمام بنیادی گوشوں پر روشنی پڑ سکے اور عوام بطور عقیدہ کے اسے سمجھیں۔ چنانچہ گفتگو کے بعد ایک جامع تحریر احقر نے قلمبند کی اور ارادہ کیا کہ راولپنڈی میں ان حضرات مدد و حین کی موجودگی میں دوسری جانب کے ذمہ دار حضرات مولانا غلام اللہ خان صاحب، مولانا قاضی نور محمد صاحب، مولانا قاضی شمس الدین اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری کو جمع کر کے اس منصوبہ اور مجوزہ عنوان پر گفتگو کی جائے۔ [یہاں پہ لٹوڑ رہے کہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب کے جامعہ حنفیہ کے سالانہ جلسہ پر جہلم تشریف لائے تھے اور جامعہ ہی میں وہ تحریر لکھی گئی تھی۔ راقم خادم اہل سنت] قدر مشترک:

چنانچہ ۲۲۔ جون ۱۹۶۲ء یوم جمعہ دونوں جانب کے یہ سب بزرگ احقر کی قیام گاہ مدرسہ حنفیہ عثمانیہ (جس کے مہتمم جناب مولانا قاری محمد امین صاحب ہیں) میں جمع ہو گئے۔ اس مجلس میں احقر نے اس معاملہ کی اول سے آخر تک ساری روایتیں بیان کر کے مسئلہ کا وہ متع قدر مشترک دونوں جانب کے ان ذمہ دار حضرات کے سامنے رکھا گفتگو نہایت دوستانہ اور مخلصانہ ماحول میں ہوئی اور ختم مجلس تک الحمد للہ یہی ماحول قائم رہا۔ نہ اس میں ہارجیت کے جذبات تھے نہ غلبہ و مغلوبیت کے تاثرات تھے۔ مسئلہ کو سلجھانے اور نمٹانے کے جذبات نمایاں تھے۔ اور آخری نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں حلقوں نے احقر کی پیش کردہ قدر مشترک کے عنوان کو قبول کر لیا اور اس قدر یادداشت کی تحریر یادداشت پر جو احقر نے اپنے دستخط سے پیش کی۔ فریقین نے دستخط فرمائے ہیں۔ اس یادداشت کا متن بلفظ حسب ذیل ہے۔

علمائے مسلمین کو فتنہ نزاع و جدال سے بچانے کے لئے مناسب ہوگا کہ مسئلہ حیات النبی کے سلسلہ کے ہر دو فریق کے ذمہ دار حضرات عبارت ذیل پر دستخط فرمادیں۔ یہ (عنوان) مسئلہ کا قدر مشترک ہوگا۔ ضرورت پڑنے پر اس کو عوام کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ تفصیلات پر زور نہ دیا جائے عبارت حسب ذیل ہے۔

فریقین کی دستخط کردہ تحریر کا متن:

وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ و سلام سننے ہیں“

..... احقر محمد طیب وار د حال راولپنڈی ۲۶ جون ۱۹۶۲ء۔ (مولانا غلام اللہ خان
..... (مولانا قاضی) نور محمد خلیب جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ۔ (مولانا) محمد علی جالندھری۔

اس مختصر عبارت کی کافی تفصیل چونکہ قاضی شمس الدین صاحب برادر مولانا قاضی نور محمد صاحب اپنے

مکتوب میں لکھ کر مولانا محمد علی جالندھری کے پاس بھیج چکے تھے۔ اس لئے یہ عبارت بالا ان کی مسلمہ ہے بنا برائیں اس عبارت پر دستخط کرانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی عبارت بالا کو مسلمہ سمجھا جائے۔
حق گوئی اور انصاف پسندی:

چونکہ اس موقع پر مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری بوجہ علالت راولپنڈی تشریف نہ لاسکے اس لئے احقر کے عرض کرنے پر اور مسودہ پیش کرنے پر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب نے ان کے بارے میں حسب ذیل دستخط کر کے بندہ کو عنایت فرمائی جس کا متن بلفظ حسب ذیل ہے۔

ہم (مولانا) قاضی نور محمد صاحب اور (مولانا) غلام اللہ خان صاحب اس کی پوری کوشش کریں گے کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے بھی اس تحریر (مندرجہ بالا) پر دستخط کرائیں۔ جس پر ہم نے دستخط کئے ہیں۔ اگر ممدوح اس پر دستخط نہ کریں گے تو ہم اُن سے مسئلہ حیات النبی پر تقریر نہ کرائیں گے اور اگر اس مسئلہ میں وہ کوئی مناظرہ وغیرہ کریں گے تو ہم اس بارے میں اُن کی مدد نہ کریں گے۔
نور محمد خطیب قلعہ دیدار سنگھ۔ لاشی غلام اللہ خان (۲۲ جون ۱۹۶۲ء)

اس تحریر پر ہر دو دستخط کنندہ بزرگوں کی حق پسندی اور حق گوئی ظاہر ہے۔ باوجودیکہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے ان بزرگوں کے قوی ترین تعلقات اور مخلصانہ روابط ہیں مگر اس بارہ میں انہوں نے کسی رو رعایت سے کام نہیں لیا۔ جس سے ان کی انصاف پسندی اور دین کے بارے میں بے لوثی نمایاں ہے۔ تاہم سید صاحب ممدوح کے بارے میں مجھے اپنی معلومات کی حد تک یہ عرض کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی کہ وہ برزخ میں انبیاء کی حیات جسمانی کے بارے میں کلیتاً منکر نہیں ہیں، صرف اس کی کیفیت اور نوعیت میں کلام کرتے ہیں۔ ایسے ہی وہ حاضرین قبر شریف کے درود و سلام کے حضور ﷺ کے سع مبارک تک پہنچے اور آپ کے سننے کا بھی علی الاطلاق انکار نہیں کرتے بلکہ اس کے دوام اور ہمہ وقتی ہونے کے قائل نہیں۔ نا تمام انکار چونکہ ان کی مفہومہ حجت سے ہے، اس لئے انہیں اس بارے میں منکر نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ ماؤل سمجھا جائے گا۔ گو ان کی یہ تاویل بمقابلہ جمہور اس نا چیز اور ہر دو دستخط کنندہ بزرگان ممدوحین بالا کے نزدیک قابل تسلیم نہیں۔ لیکن مذکورہ صورت حال کے ہوتے ہوئے جب کہ ان کا یہ اختلاف حجت سے ہے ان پر زبان طعن و ملامت کھولنا یا تشنیع کرنا کسی طرح قرین انصاف و صواب نہیں بالخصوص جب کہ وہ دوسرے مسائل میں بحیثیت مجموعی اہل دیوبند اور اہل السنۃ والجماعۃ کے حامی اور خادم بھی ہیں۔ اس لیے انہیں ان کے حال پر چھوڑ کر سکوت اختیار کر لیا جانا ہی بہتر ترین مصلحت اور جانین کے لئے مفید ثابت ہوگا۔ ساتھ ہی مجھے اپنے محترم سید صاحب ممدوح سے بھی پوری توقع اور امید رکھنی چاہئے کہ مسئلہ حیات کی ان تفصیلات میں جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک کا احترام قائم رکھنے کے لئے اپنے کسی

خصوصی مفہوم کو (خواہ وہ ان کی دانست میں مفہوم اہل السنۃ والجماعۃ ہی ہو مگر جمہور علماء کے نزدیک وہ ان کا خصوصی مفہوم شمار کیا جاتا ہے اور خواہ وہ کتنی بھی دیانت پر مبنی ہو) ضرور الاشاعت نہ سمجھتے ہوئے سکوت کو کلام پر ترجیح دیں گے۔ یہ مسئلہ کوئی ایسا اساسی اور بنیادی عقائد کا نہیں ہے کہ اس میں سکوت روا نہ رکھا جائے۔ الخ (احقر محمد طیب غفرلہ ۲۳-۶-۶۲ء)

[خطبات حکیم الاسلام: ۸/۷۳ تا ۷۴/۴۴]

تبصرہ: قاری صاحب کا زاحسن ظن

حضرت قاری صاحبؒ نے جو یہ فرمایا ہے کہ: ”شاہ صاحب حاضرین قبر شریف کے درود سلام کے حضور ﷺ کے سمع مبارک تک پہنچے اور آپ کے سننے کا بھی علی الاطلاق انکار نہیں کرتے۔“ یہ حضرت قاری صاحب کا زاحسن ظن ہے۔ حالانکہ شاہ صاحب قبر شریف میں جسد اطہر سے روح کا کسی قسم کا بھی تعلق نہیں مانتے جس کی وجہ سے جسد اطہر میں کسی قسم کی حیات پائی جائے اور نہ ہی وہاں سماع کے قائل ہیں۔

عبرت:

اب مولانا عزیز الرحمن صاحب وغیرہ سے ہمارا یہ سوال ہے کہ بریلویوں کے متعلق تو آپ حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب کی تحریرات کو اپنے موقف کے حق میں پیش کرتے ہیں کہ دیوبندی بریلوی میں اتحاد چاہئے۔ لیکن ممالک کے بارے میں آپ حضرت قاری صاحب کا ارشاد کیوں نہیں مانتے۔ ایں چہ بوالعجبیست۔ کیا آپ مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری اور ان کی پارٹی کے ساتھ اتحاد کر سکتے ہیں؟

مولانا عنایت اللہ بخاری کا ایک انٹرویو:

۲..... مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری خود تو اس وقت بھی حیات النبی اور سماع عند القبر کے منکر تھے۔ چنانچہ شاہ صاحب کا ایک مفصل انٹرویو ماہنامہ ”نغمہ توحید“ گجرات میں شائع ہوا ہے۔ اس میں آپ سے یہ سوال کیا گیا ہے کہ بعض حضرات آپ کی تقریبات میں (۳۰) سال پرانی تقریر کی کیسٹ لوگوں کو سنارہے ہیں۔ جس میں آپ نے یہ فرمایا ہے کہ یہ ایک تحقیقی مسئلہ ہے ایمان کا مدار نہیں کیا آپ وضاحت فرمانا پسند کریں گے کہ ایسا کیوں ہے کیا واقعی آپ کا موقف پہلے غلط تھا۔ یا آپ پہلی تقریروں اور تحریروں کو بھی صحیح قرار دیں گے۔ میں یہ سوال کرتے ہوئے ڈر رہا تھا کہ حضرت شاہ صاحب ناراضگی کا اظہار کریں گے کیونکہ ع۔ نازک مزاج شاہاں تاب سخن ندارند۔ لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب حضرت شاہ صاحب مدظلہ نے حسب معمول مسکراتے ہوئے اپنے پہلے موقف کو غلط قرار دیا اور فرمایا کہ اس وقت میری تحقیق اتنی نہیں تھی۔ انسان اپنی غلطی تسلیم کرے۔ یہ اس کی عظمت کی دلیل ہے۔

سماع موتی میں مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کا غالیانہ عقیدہ:

سوال: حضرت سماع موتی کے باب میں اب آپ کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔ حضرت شاہ جی نے فرمایا سماع موتی کا عقیدہ قرآن کریم کے خلاف اور صریح شرک ہے اور سماع موتی کے عقیدے کو میں ہی شرک نہیں کہتا قرآن کریم میں خود اللہ تعالیٰ نے اسے شرک سے ہی تعبیر کیا ہے۔ کہ جن کے بارے میں تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ تمہاری پکار و دعائیں۔ درخواستیں سنتے ہیں۔ قیامت کے دن وہ خود تمہارے اس شرک کی تردید کریں گے۔ الخ [ماہنامہ نغمہ توحید گجرات مئی ۱۹۹۵ء]

ہمارے فیصلے غلط تھے:

۲..... اسی انٹرویو میں شاہ صاحب موصوف نے فرمایا:

”چنانچہ میں علی الاعلان اقرار کرتا ہوں کہ اشاعت التوحید والنیز پاکستان کے بعض ارکان سے کچھ غلط فیصلے ہوئے ان ارکان میں میں بھی شامل ہوں۔ اگرچہ فیصلہ کرتے وقت نہایت امانت و دیانت اور غور و خوض سے کام لیا گیا تھا، لیکن قرآن کریم کی آیات اور سنت صحیحہ پر مزید غور کرنے سے معلوم ہوا کہ مسئلہ سماع موتی کے باب میں ہمارے فیصلے غلط تھے۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق بخشی میں نے مذکورۃ الصدر متقدمین، سلف صالحین کی اتباع میں اپنی غلطی سے حق کی طرف رجوع کر لیا ہے۔ رجوع الی الحق میں کوئی غرض فاسد یا دنیاوی عزت میری راہ میں حائل نہیں ہو سکی۔ إن أريد إلا الإصلاح ما استطعت وما توفيقي إلا بالله۔“ [ماہنامہ نغمہ توحید گجرات۔ ذوالحجہ ۱۴۱۵ھ مطابق مئی ۱۹۹۵ء] یہاں یہ ملحوظ رہے کہ نغمہ توحید کے مدیر اعلیٰ مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری کے صاحبزادہ سید ضیاء اللہ شاہ بخاری ہیں۔

تبصرہ (میں کتاب اللہ پیش کرتا ہوں یہ رحمۃ اللہ پیش کرتے ہیں):

یہاں اشاعت توحید والسنّت والوں سے ہمارا یہ سوال ہے کہ جب مسئلہ حیات النبی ﷺ میں اختلاف شروع ہوا اور دیوبندی مسلک کے علماء اکابر دیوبند قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہیؒ کی تحقیق پیش کرتے تھے تو اس کے جواب میں شاہ صاحب موصوف فرماتے تھے کہ میں تو کتاب اللہ پیش کرتا ہوں اور یہ رحمۃ اللہ پیش کرتے ہیں اور اس وقت قرآن کی روشنی میں ہی شاہ صاحب فرماتے تھے کہ سماع موتی کے عقیدے کی بھی گنجائش ہے لیکن خود سماع موتی کے منکر تھے۔ لیکن چند سال بعد اسی قرآن کی روشنی میں انہوں نے یہ عقیدہ اختیار کیا ہے کہ سماع موتی کا عقیدہ صریح شرک ہے حالانکہ عقیدہ توحید و شرک تو قطعی نصوص سے ثابت ہوتا ہے۔

کیا قرآن مجید ناقابل فہم کتاب ہے؟

تو کیا چند سال پہلے ان کو قرآن میں قطعی نصوص نہیں نظر آئیں جواب نظر آگئی ہیں۔ شاہ صاحب بخاری موصوف اپنی سابقہ تبلیغی زندگی میں لوگوں کو قرآن ہی کی طرف دعوت دیتے رہے ہیں۔ اپنی تقاریر میں اثبات توحید کے لئے قرآنی آیات پیش کرتے رہے ہیں لیکن اس کے باوجود ساہا سال تک وہ قرآن کریم سے سماع موتی کا صریح شرک ہونا نہ سمجھ سکے حالانکہ اس کے معلوم کرنے کے لئے بقول شاہ صاحب قطعی نصوص موجود تھیں۔ اگر ان کے اس نظریے کو مان لیا جائے تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ قرآن مجید کوئی ناقابل فہم کتاب ہے۔

عنایت اللہ شاہ صاحب بھی مشرک تھے:

ہمارا دوسرا سوال یہ ہے کہ جب سماع موتی کا عقیدہ صریح شرک ہے تو خود شاہ صاحب بھی قبل ازیں ساہا سال تک اس شرک کو برداشت کرتے رہے ہیں اور جو لوگ حیات النبی کے قائل تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ نبی کریم ﷺ عند القبر زائرین کے صلوة و سلام کو سنتے ہیں اس وقت وہ شاہ صاحب کے نزدیک مسلمان تھے لیکن اب ان کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ مشرک تھے اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

حضرت گنگوہیؒ کا فتویٰ:

۳..... قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ سماع موتی کے بارے میں لکھتے ہیں: ”تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کر کہے کہ اے فلاں تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے۔ اس میں اختلاف علماء کا ہے مجوز بن سماع موتی اس کے جواز کے مقرر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں۔ سو اس کا فیصلہ کرنا محال ہے مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں ہے اس وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ۔ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک پر شفاعت و مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے۔ پس یہ جواز کے لئے کافی ہے۔ الخ“ (فتاویٰ رشیدیہ مبوب ص ۱۱۲۔ ناشران محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل مولوی مسافر خانہ کراچی)

حضرت گنگوہیؒ استاد الحدیث ہیں مولانا غلام اللہ خان اور مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری اور مولانا قاضی نور محمد کے پیرومرشد حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کے اور مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان مرحوم نے حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کی سابقہ تحریر پر دستخط کر دیئے ہیں۔ اور تمام اکابر دیوبند قبر نبوی کے پاس درود و سلام کے سماع کے قائل ہیں بلکہ حسب ارشاد حضرت گنگوہیؒ سماع انبیاء میں اس سے پہلے کسی کو خلاف نہیں ہے۔

غلو فی التوحید کا نتیجہ:

تو شاہ صاحب موصوف کی تحقیق کی بناء پر تو امت کے تمام مفسرین - محدثین، فقہا متکلمین، مصلحین و مجددین جو سماع انبیاء کرام علیہم السلام کے قائل ہیں۔ یہ سب مشرک تھے اور ان سب کی موت شرک ہی پر واقع ہوئی ہے اور چونکہ مشرک کے لئے کوئی بخشش نہیں وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء.

[پارہ ۵۔ سورہ النساء آیت: ۴۸]

بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ) اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ۔ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ”قرآن وحدیث واجماع سے یہ مسئلہ ضروریات شرع سے ہے کہ شرک اور کفر دونوں غیر مغفور ہیں۔“

یہ ہے شاہ صاحب موصوف اور ان کے متبعین کے غلو فی التوحید کا نتیجہ کہ سوائے ان کے ساری امت مسلمہ جہنمی ہو گئی۔ اس سلسلے میں ہمارا یہ سوال ہے کہ قبل ازیں علمائے اہل السنۃ والجماعت میں سے ان معروف علمائے کرام کی نشاندہی کریں جو سماع انبیاء کرام علیہم السلام کے عقیدے کو صریح شرک قرار دیتے تھے۔

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ..... ۶/۱۲/۱۴۱۷ھ

(قسط نمبر ۱۳ مکمل شد۔ [مرتب].....) (مطبوعہ: ماہنامہ حق چاریار، اپریل ۱۹۹۷ء)

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

زیر عنوان مضمون کی قسط ۱۳ ماہنامہ حق چاریار ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ (اپریل ۱۹۹۷ء) میں شائع ہوئی تھی۔ جس میں مولانا عزیز الرحمن صاحب کے مؤلفہ رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے مندرجہ مضمون ”نقل شریف“ پر بحث کی گئی تھی۔ اور اسی سلسلہ میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات بریلوی مسلک کے سلسلے میں پیش کیے گئے تھے۔ اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری گجراتی کے سماع موتی سے متعلق انتہائی عالیانہ عقیدے کا بھی ذکر تھا۔

حضرت تھانویؒ نے نیل الشفاء کی اشاعت سے منع کر دیا تھا:

گو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے اپنے رسالہ ”نیل الشفاء بنعل المصطفیٰ“ سے رجوع کر کے اس کی اشاعت سے منع کر دیا تھا۔ لیکن اس کے بعد بھی حضرت تھانوی کے رجوع سے ناواقف حضرات اس نقشہ نعل کو شائع کرتے رہے ہیں جیسا کہ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب

(دارالعلوم کراچی) نے بھی اپنے ایک خطبہ میں اس کے فضائل بیان کئے ہیں۔ لیکن حقیقت ظاہر ہونے کے بعد ان کے تصنیفی ادارہ نے آئندہ ایڈیشن میں اس کو حذف کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ اسی ناواقفیت کی بناء پر جناب مولانا محمد سلیمین خواجہ صاحب نے اپنے ایک رسالہ بنام بیاض مدنی مع عملیات مدنی میں بھی نعلین شریف کا نقشہ شائع کیا ہے۔ اور اس کے خواص بھی لکھے ہیں اس رسالہ کے نام سے قارئین کو یہ غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ شیخ العرب والنجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ بھی نقشہ نعل اور اس کے برکات حاصل کرنے کے قائل تھے۔ حالانکہ حضرت مدنی کی کسی تصنیف اور مکتوبات شیخ الاسلام کی چاروں جلدوں میں نقشہ نعل شریف کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے۔

(۲)..... مذکورہ رسالہ کا نام تو..... ”بیاض مدنی اور عملیات مدنی“..... ہے۔ لیکن حضرت مدنی کے عملیات تو اس سلسلہ کے ص ۵۴ تا ص ۶۶ پر ہی منقول ہیں جو ماہنامہ انوار مدینہ لاہور۔ الجمعۃ کا شیخ الاسلام نمبر اور مکتوبات شیخ الاسلام سے ہی ماخوذ ہیں اور شروع سے اس رسالہ کے ص ۵۳ تک دوسرے بزرگوں کے عملیات شائع کئے گئے ہیں۔“

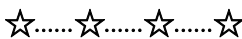
(۳)..... اور اسی ناواقفیت کی وجہ سے حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب کے بڑے بھائی حضرت مولانا محمد رضی عثمانی نے عملیات کی بہت مشہور و مقبول ضخیم کتاب..... ”شمس المعارف“ مترجم اردو مؤلفہ ابو العباس احمد بن علی بوٹی..... جنوری ۱۹۷۸ء میں شائع کی تو اس کے آخر میں جناب مولانا محمد سلیمین خواجہ صاحب کا مذکورہ رسالہ ”بیاض مدنی مع عملیات مدنی“ بطور ضمیمہ از ص ۶۳ تا ص ۶۴ شائع کر دیا ہے۔

[ص ۲: جس کے صفحہ ۶۱۹ پر بھی نعلین شریفین کا نقشہ دیا گیا ہے۔]

(۴)..... انہی دنوں ایک بیچ دیکھا ہے جس کے ایک طرف نقشہ نعل شریف ہے اور دوسری طرف نقشہ حضور خاتم النبیین ﷺ کی مہر نبوت کا ہے، لیکن جن حضرات کو حضرت مولانا تھانویؒ کے رجوع کا علم ہو چکا ہے وہ نقشہ نعل شریف کی اشاعت کو جائز نہیں سمجھتے۔

چنانچہ حال ہی میں دارالعلوم دیوبند کے ایک فتویٰ میں لکھا ہے کہ: نقشہ نعل مبارک کی کچھ اصل نہیں ہے۔ اس سے استبراک (یعنی برکت حاصل کرنا) اور چومنا۔ سر پر رکھنا سب بے اصل ہے۔^۱

اور حضرت تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۷۸ میں اپنے رسالہ ”نیل الشفاء بنعل المصطفیٰ ﷺ“ سے رجوع فرمایا ہے۔ (۲۵ ذیقعدہ ۱۴۱۷ھ) (قط ۱۴ مکمل شد۔) [مرتب]



سابقہ شمارے میں حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب زید مجدہم (مقیم: مدینہ منورہ، وخلیفہ مجاز: شیخ

العلماء حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے استفتاء اور دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ شائع کیا گیا تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی خطیب جامع مسجد صدیق اکبر، چوہڑ (راولپنڈی) کے رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے بعض اقوال اکابر دیوبند کے اصل مسلک کے خلاف ہیں۔

روحانی مجالس:

”روحانی مجالس، منجانب نوجوانان اہل السنّت والجماعت، مسجد صدیق اکبر الہ آباد راولپنڈی“
ایک لمبا چوڑا اشتہار ”روحانی مجالس“ کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ جس میں ”بلسلسلہ سیرۃ طیبہ سید البشر امام الانبیاء خاتم المعصومین سیدنا حضرت محمد ﷺ (کے ساتھ) یہ شعر بھی لکھا ہے

آپ کا ہر تذکرہ آپ کی ہر اک ادا

نور ہی نور ہے، نور ہی نور ہے

۱۱ ربیع الاول تا ۱۸ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ تک پروگرام درج ہے۔ اشتہار میں لکھا ہے:

”زیر نگرانی: رہبر شریعت پیر طریقت حضرت اقدس مولانا محمد عزیز الرحمن صاحب ہزاروی حقانی چشتی دامت برکاتہم العالیہ [خلیفہ مجاز: شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب مدفون جنت البقیع مدینہ منورہ]

زیر صدارت: حضرت مولانا مسعود الرحمن صاحب، خانقاہ اقبالیہ، ٹیکسلا۔“

اس اشتہار میں تقریباً پچاس مدعوین حضرات کے نام درج ہیں۔ جن میں امتیازی طور پر

جامع المعقول والمنقول و شیخ الحدیث حضرت مولانا امیر سید صاحب

[صدر مدرس: دارالعلوم عزیز یہ بخشالی مردان۔ مجاہد اول جہاد افغانستان]

سالار قافلہ حریت حضرت مولانا سید شیر علی شاہ صاحب دامت برکاتہم

[شیخ الحدیث: دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک]

مہمان خصوصی: فاضل نوجوان حضرت مولانا شہاب الدین صاحب دلاور

[سفیر: دولت اسلامیہ افغانستان اسلام آباد]

..... اور استاذ المجاہدین جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا سید قریش صاحب

[صدر مدرس و مہتمم: دارالعلوم یار حسین، مردان]

کے اسماء مع الاقاب لکھے ہیں۔ اور علاوہ ازیں اشتہار میں حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی کے

بڑے صاحبزادے کا نام بایں الفاظ درج ہے:

حضرت مولانا صاحبزادہ محمد ارشد الحسینی صاحب [خلف الرشید: قاضی زاہد الحسینی صاحب]

صوفی باصفا فاضل نوجوان حافظ نثار احمد [خلیفہ مجاز: حضرت مولانا محمد زاہد الحسینی صاحب]

۱..... اس اشتہار پر یا اللہ مدد تو لکھا ہے، لیکن خلافت راشدہ حق چاریاڑ نہیں ہے۔

۲..... اشتہار میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

”بعد از نماز عصر مجلس درود شریف (اور) جلسہ کے اختتام پر محفل ذکر ہوگی۔“

تبصرہ: (روحانیت کا ڈھنڈورا)

۱..... مندرجہ پروگراموں کا نام ”روحانی مجالس“ رکھنا گویا کہ اپنی روحانیت کا ڈھنڈورا پیٹنا ہے۔ یہ ایک دعویٰ اور پندار ہے جو مخلصین کے لیے مناسب نہیں ہے۔

۲..... خلافت راشدہ اور حق چاریاڑ کو کیوں نظر انداز کیا گیا ہے؟ حالانکہ عقیدہ خلافت راشدہ کی تبلیغ و تشہیر کا یہ ایک مؤثر عنوان ہے۔ اور چاریار کی اصطلاح تو خود (حجۃ الاسلام) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند نے استعمال فرمائی۔ چنانچہ سورۃ النور کی آیت استخلاف کی تشریح میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

”اس سے ثابت ہوا کہ تسلط اہل اسلام اور تمکین دین پسندیدہ اور ازالہ خوف اور تبدیلی امن جو کچھ تقاسب کا سب اصل میں انہی چاریاڑ کے لیے تھا۔ [ہدیۃ الشیعہ طبع قدیم: ۵۶]

۳..... امام الاولیاء حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

چار یار اس کے ہیں چاروں خاص حق
ساری امت پہ وہ رکھتے ہیں سبق
ہیں ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ علیؓ
دوست پیغمبر کے اور حق کے ولی

[کلیات امدادیہ]

اگر مسجد کا نام ”حق چاریاڑ“ رکھ لیا تو یا اللہ مدد کے ساتھ نمایاں طور پر حق چاریاڑ لکھ دیا جاتا تو اس میں کیا حرج تھا؟

۴..... اصل روحانیت تو درجہ بدرجہ اصحاب رسول اللہ ﷺ میں تھی۔ اور ان میں سے بھی امتیازی طور پر خلفائے راشدین (چاریار) حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ سر تا پا روحانیت تھے۔ اور باذن اللہ یہ سب کچھ فیضان امام الانبیاء والملائکہ حضرت محمد ﷺ کا تھا۔

مجلس درود شریف:

اشتہار ہی میں ”مجلس درود شریف“ اور ”محفل ذکر“ کا پروگرام بھی شائع ہوا ہے۔ لاریب درود شریف رچمتوں کا خزانہ ہے اور اہل ایمان کو حق تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

ان الله وملئكته يصلون على النبي يا ايها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليماً [پ ۲۲. سورة الأحزاب، ع: ۷ آیت: ۵۶]

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں۔ ان پیغمبر پر۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔ [ترجمہ حضرت تھانویؒ]

اس آیت کی تفسیر میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کا رحمت بھیجنا تو رحمت فرمانا ہے۔ اور مراد اس سے رحمت خاصہ ہے جو آپ ﷺ کی شان عالی کے مناسب ہے۔ اور فرشتوں کا رحمت بھیجنا اور اسی طرح جس رحمت کے بھیجے گا ہم کو حکم ہے اس سے مراد اس رحمت خاصہ کی دعا کرنا ہے اور اسی کو ہمارے محاورے میں درود کہتے ہیں اور اسی دعا کے کرنے سے حضور ﷺ کے مراتب عالیہ میں بھی ترقی ہو سکتی ہے۔ اور خود دعا کرنے والے کو بھی نفع ہوتا ہے۔“

فضائل درود شریف:

حضرت مولانا تھانویؒ نے ”نشر الطیب“ میں درود شریف کے فضائل میں جو روایات لکھی ہیں ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

۱..... حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس سے دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کے دس درجے بلند ہوتے ہیں۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

۲..... حضرت (عبداللہ) ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: قیامت کے دن میرے ساتھ سب آدمیوں سے زیادہ قرب رکھنے والا وہ ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا ہو۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

۳..... روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے ملائکہ زمین میں سیاحت کیا کرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔ روایت کیا اس کو نسائی اور داری نے۔

۴..... حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: وہ شخص ذلیل و خوار ہو جس

کے سامنے میرا ذکر کیا جاوے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

فائدہ: اس حدیث سے محققین نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کا نام مبارک سن کر اول بار درود پڑھنا واجب ہے، پھر مکرر اسی مجلس میں اگر ذکر ہو تو مستحب ہے۔

۵..... حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ دعا معلق رہتی ہے درمیان آسمان و زمین کے اس میں سے کچھ بھی (مقام قبول تک) نہیں پہنچتی۔ جب تک کہ اپنے نبی پر درود نہ پڑھو۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

۶..... حضرت تھانویؒ نے فضائل درود شریف میں ایک مستقل رسالہ زاد السعید لکھا ہے۔ جس میں لکھا ہے:

”ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: جو شخص مجھ پر میری قبر کے پاس درود شریف پڑھتا ہے اس کو میں خود سنتا ہوں اور جو مجھ سے فاصلے پر درود پڑھتا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ یعنی بذریعہ ملائکہ کے۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔“

نوٹ: اس حدیث سے حیات النبی ﷺ کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کا قبر مبارک کے پاس درود سلام سننے پر اہل حق کا اجماع ہے۔

(مسئلہ)..... عمر بھر میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض ہے بوجہ حکم صلوا کے جو شعبان ۲ھ میں نازل ہوا۔ [ایضاً زاد السعید]

(۱)..... (تنبیہ) حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:

۱۔ ”در مختار میں ہے کہ اسباب تجارت کھولتے وقت یا ایسے ہی کسی موقع پر یعنی جہاں درود شریف پڑھنا مقصود ہی نہ ہو بلکہ کسی دنیوی غرض کا اسکو ذریعہ بنایا جائے درود شریف پڑھنا مکروہ ہے۔“ [ایضاً زاد السعید]

۲۔ ”رد المحتار (شامی) میں ہندیہ سے نقل کیا ہے کہ تاجر کا کپڑا کھولنے کے وقت اس غرض سے تسبیح یا درود شریف پڑھنا کہ خریدار کو کپڑے کی عمدگی بتلانا مقصود ہے یا چوکیدار جگانے کے لئے ایسا کرے۔ اسی طرح کسی بڑے آدمی کے آنے کے وقت اسی غرض سے درود شریف پڑھنا کہ لوگوں کو اس کے آنے کی اطلاع ہو جائے تو لوگ کھڑے ہو جائیں یا اس کے لیے جگہ کر دیں یہ سب مکروہ ہے۔ اور ”در مختار“ میں اس کو حرام کہا ہے۔ رد المحتار میں حرام کی تفسیر مکروہ تحریمی سے کی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ درود شریف عبادت ہے اور عبادت کو امر شرعی کے موافق کرنا چاہیے۔ اور ان اغراض کے لیے اس کا پڑھنا قواعد شرع کے خلاف ہے۔ اس لئے ممنوع ہوا اور ادب کے بھی خلاف ہے کہ

اغراض خسیہ کا آلہ ایسے امر شریف کو بنایا۔“ [نشر الطیب]

حضرت تھانویؒ نے نشر الطیب اور زاد السعید میں درود شریف کے خواص اور حکمتیں بھی بیان فرمائی ہیں جو قابل استفادہ ہیں اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے بھی ”فضائل درود شریف“ ایک رسالہ لکھا ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ آیت: ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی کے تحت لکھتے ہیں: ”صلوۃ النبی کا مطلب ہے نبی کی ثناء، تعظیم، رحمت و عطفیت کے ساتھ۔ پھر جس کی طرف منسوب ہوگی اسی کی شان و مرتبہ کے لائق ثناء و تعظیم اور رحمت و عطفیت مراد لیں گے۔ جیسے کہتے ہیں کہ باپ بیٹے پر بیٹا باپ پر اور بھائی بھائی پر مہربان ہے یا ہر ایک دوسرے سے محبت کرتا ہے۔ تو ظاہر ہے جس طرح کی محبت اور مہربانی باپ کی بیٹے پر ہے۔ اسی نوعیت کی بیٹے کی باپ پر نہیں اور بھائی کی بھائی پر ان دونوں سے جدا گانہ ہوتی ہے۔ ایسے ہی یہاں سمجھ لو۔ اللہ بھی نبی کریم ﷺ پر صلوۃ بھیجتا ہے، یعنی رحمت و شفقت کے ساتھ آپ ﷺ کی ثناء اور اعزاز و اکرام کرتا ہے۔ اور فرشتے بھی بھیجتے ہیں مگر ہر ایک کی صلوۃ و رحمت و تکریم اپنی شان و مرتبہ کے موافق ہوگی۔ آگے مومنین کو حکم ہے کہ تم بھی صلوۃ و رحمت بھیجو۔ اس کی حقیقت ان دونوں سے علیحدہ ہونی چاہیے۔ علماء نے کہا ہے کہ اللہ کی صلوۃ رحمت بھیجتا۔ فرشتوں کی صلوۃ استغفار کرنا اور مومنین کی صلوۃ دعا کرنا ہے۔.....“

حضرت شاہ (عبد القادر) محدث (دہلوی) صاحب لکھتے ہیں:

”اللہ سے رحمت مانگنی اپنے پیغمبر پر اور ان کے ساتھ ان کے گھرانے پر بڑی قبولیت رکھتی ہے۔ ان پر ان کے لائق رحمت اترتی ہے اور ایک دفعہ مانگنے سے دس رحمتیں اترتی ہیں۔ مانگنے والے پر۔ اب جس کا جتنا جی چاہتا ہے اتنا حاصل کر لے۔“

(تنبیہ) صلوۃ علی النبی کے متعلق مزید تفصیلات ان مختصر فوائد میں نہیں آسکتیں۔ شروح حدیث میں مطالعہ کی جائیں۔ اور اس باب میں شیخ شمس الدین سخاویؒ کا رسالہ ”القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبيب الشفیع“ قابل دید ہے۔ ہم نے شرح صحیح مسلم میں بقدر کفایت لکھ دیا ہے۔ فالحمد لله علی ذالک۔“ [فوائد عثمانی]

اللهم صل وسلم وبارک علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و صحبہ کما

تحب وترضی عدد ماتحب وترضی.

رب صل وسلم دائماً ابداً

علی حبیبک خیر الخلق کلہم

دروود بالجہر کا حکم: (بلند آواز سے درود پڑھنا جہالت)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

”در مختار میں ہے کہ درود شریف پڑھتے وقت اعضاء کو حرکت دینا اور آواز بلند کرنا جہل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض جگہ جو رسم ہے کہ نمازوں کے بعد حلقہ باندھ کر بہت چلا چلا کر درود شریف پڑھتے ہیں قابل ترک ہے۔“ [ایضاً زاد السعید]

فرمائیے! صاحب ”در مختار“ نے بھی فرمادیا کہ بلند آواز سے درود پڑھنا جہالت ہے اور یہ فقہاء کا فتویٰ ہے۔ اب مولانا عزیز الرحمن صاحب ہی فرمائیں کہ ان کی مروجہ مجلس درود شریف کس زمرے میں آئے گی؟

(۲)..... حق چار یاڑ کے شمارہ میں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ (جامعہ اشرفیہ) کا

بھی درود شریف جماعتی طور پر پڑھنے کے بارے میں یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ:

”اگر کبھی کبھی ایسا ہو تو جائز ہے۔ گو اس میں بھی لوگوں کے ذکر و فکر اور عشاء کی سنت غیر مؤکدہ غائب ہوں گی۔ لیکن کچھ روز بعد یہ لازمی چیز بن کر بدعت ہو جائے گی۔ ممکن ہے کہ کسی جگہ ہوا ہو وہ میرے علم میں نہیں ہے۔ انفرادی شکل میں ہی افضل ہے۔ جہاں اجتماعی صورت مناسب تھی حضور ﷺ نے خود بتا دی ہے۔ ہم کو اس پر زیادتی کرنے کا حق نہیں ہے۔ اور عمل کے درجہ میں حضور ﷺ پر اعتراض کا حق نہیں بلکہ گناہ ہے کہ حضور ﷺ کو یہ بھی لازم کرنا چاہیے تھا یا مثلاً سنت کرنا چاہیے تھا۔“

مستحب عمل کے لیے تداعی ناجائز ہے:

(۳)..... یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ درود شریف مستحب عمل ہے۔ اور مستحب عمل کے لیے تداعی

(یعنی لوگوں کو اس کے لئے بلانا) ناجائز ہے۔ لیکن اس کے برعکس مولانا عزیز الرحمن صاحب اور ان کی پارٹی کا تو ”مجلس ذکر“ اور ”محفل درود شریف“ ایک شعار بن چکا ہے۔ اور وہ غالباً ہر اشتہار کے پروگرام میں ”مجلس ذکر اور محفل درود“ کا اعلان کرتے ہیں۔ اور گو صلوٰۃ و سلام اور ذکر بالجہر کی وجہ سے عوام زیادہ جمع ہو جاتے ہیں اور روحانیت کا چرچا زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور عوام ان دقیق باتوں کو سمجھ بھی نہیں سکتے۔ لیکن علماء کا تو فریضہ ہے کہ وہ شریعت کی روشنی میں امر و نہی پر عمل کرتے رہیں شریعت جذبات کے تابع نہیں ہے۔ بلکہ جذبات کو شریعت کے تابع کرنا چاہیے۔

خلاف پیغمبر کے راگزید کہ ہرگز بمنزل نخواستہ رسید

وما توفیقی إلا باللہ

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ..... ۱۷/ربیع الاول ۱۴۱۸ھ، ۲۳ جولائی ۱۹۹۷ء

(قسط نمبر ۱۵ مکمل شد۔ [مرتب].....) (مطبوعہ: ماہنامہ ”حق چار یاڑ“ اگست ۱۹۹۷ء)

حقائق سے صرف نظر نہ کیجیے!

(مجلہ صفدر کے شمارہ نمبر 4 [جون ۲۰۱۱ء] کی ادارتی تحریر)

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم، اما بعد

میرے جد امجد امام اہل سنت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی رحلت سے کچھ عرصہ قبل ”اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ“ کے زیر اہتمام طے پانے والی ”تحفظ سنت کانفرنس“ کے اشتہار میں حضرت امام اہل سنت کی ”سرپرستی“ اور مولانا عبدالحفیظ کی صاحب کی ”صدارت“ کو نمایاں لکھا گیا تھا۔ جبکہ مولانا عبدالحفیظ کی صاحب مشہور بدعتی جناب محمد علوی مالکی صاحب سے نہ صرف بیعت ہو گئے تھے بلکہ محمد علوی صاحب کی بدعات و شرکیہ نظریات پر مشتمل کتب کی تشہیر و اشاعت میں بڑی حد تک بلکہ قریب قریب مکمل کردار مولانا عبدالحفیظ کی صاحب ہی کا ہے۔ اس لیے حضرت امام اہل سنت کے نام کے ساتھ مولانا عبدالحفیظ کی صاحب کا نام بہت سے شکوک جنم لینے کے ساتھ ساتھ دونوں کی فکری یکسانیت کا تاثر دے رہا تھا۔ چنانچہ بندہ نے حضرت امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا موقف دریافت کیا تو فرمایا: ”میرا وہی موقف ہے جو قاضی مظہر صاحب کا تھا۔“ نیز یہ بھی فرمایا کہ: ”کانفرنس کے اشتہار میں میرا نام بغیر اجازت و پیشگی اطلاع لکھا گیا۔“

مولانا عبدالحفیظ کی صاحب آج بھی اپنے اس غلط موقف پر قائم ہیں کہ: ”علوی مالکی نے جو کچھ لکھا وہ بالکل صحیح ہے۔“ جبکہ حضرت امام اہل سنت کی رائے میں علوی مالکی احمد رضا خان سے بھی بڑا بدعتی تھا، دیگر اکابر: حضرت قائد اہل سنت، حضرت ترمذی، حضرت لدھیانوی، حضرت ادا کاڑوی رحمہم اللہ وغیرہم کے نزدیک بھی علوی مالکی اہل سنت سے خارج ہے۔

حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد بندہ نے علوی مالکی کے بارے میں امام اہل سنت کا موقف مع ”فتنہ علوی مالکی کا مختصر تعارف و پس منظر“ مجلہ ”المصطفیٰ“ کے ”امام اہل سنت نمبر“ میں شائع کر دیا، لیکن بعض ناگزیر وجوہ کی بنا پر مکمل صورتحال واضح نہ کر سکا جو ایک قرض تھا۔ ناقدین و معترضین حضرات کا شکریہ۔ جنہوں نے بندہ کے اس مضمون پر تنقید فرما کر اس قرض کو جلد ادا کرنے کی سبیل فرمادی۔

جزا ہم اللہ خیراً۔

زیر نظر شمارہ میں اپنی سی کوشش کی ہے کہ اختصار کے ساتھ تمام صورتحال واضح ہو جائے اور معترض حضرات کی خدمت میں چند حقائق بھی پیش کر دیئے جائیں۔

اب جس کا جی چاہے وہی پائے روشنی ہم نے تو دل جلا کے سرعام رکھ دیا ہے
قارئین! تمام مضامین پڑھیے اور فیصلہ کیجیے کہ انصاف کا دامن کس نے چھوڑا؟..... اکابر کے موقف سے کس نے راہ فرار اختیار کی؟..... ہر انسان کو اختیار حاصل ہے جس کی چاہے پیروی کرے۔ ہمیں تو بحمد اللہ مذکورہ بالا اکابر کا راستہ پسند ہے، انہی کو حق جانتے ہیں، انہی کے مسلک پر موت کی خواہش ہے..... اور..... انہی کے قدموں میں حشر کی آرزو..... مگر قبول افتد زہے عز و شرف

یہ سطور مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں مولانہ شریف کے سامنے بیٹھ کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عہد کرتے ہوئے لکھ رہا ہوں کہ ان شاء اللہ العزیز تا دم آخر مذکورہ بالا اکابر اہل سنت (جو یقیناً محبوبین و مقبولین ہیں) کی پیروی میں انہی کے طریق پر دین حق کی اشاعت و حفاظت ہمارا اوڑھنا اور بچھونا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل نصیب کرے۔ اور استقامت عطا فرمائے۔ آمین، بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم [مجلہ صفدر، ش: ۴، ٹائٹل نمبر ۲..... جون ۲۰۱۱ء]

رئیس المناظرین، ابوالفضل حضرت مولانا **فاضل کرم الدین دبیر** رحمہ اللہ تعالیٰ

کی درج ذیل تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں۔

۱..... **آفتاب ہدایت**

(ردرفض و بدعت) شہرہ آفاق کتاب، جس نے دنیائے رفض میں تہلکہ مچا دیا

۲..... **تازیانہ عبرت**

(مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ گورداسپور کے مقدمات کی روئیداد)

۳..... **السيف المسلول لاعداء خلفاء الرسول**

(قرآن پاک کی چالیس (۴۰) آیات سے خلافت راشدہ موعودہ کی فضیلت اور وساوس کا جواب)

۴..... **فیض باری رد تعزیه داری**

(رسومات محرم کی تردید میں لا جواب رسالہ)

نوٹ: مولانا کرم الدین دبیر کی سوانح حیات ”احوال دبیر“ بھی موجود ہے۔

رابطہ: مولانا عبدالرؤف نعمانی، لاہور۔ رابطہ نمبر: 0321-4145543

حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ..... اور..... محمد علوی مالکی صاحب

(”المصطفیٰ“ کے ”امام اہل سنت نمبر“ اور مجلہ ”صفدر“ کے متفرق شماروں سے انتخاب)

..... حضرت دادا جان (امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر) رحمہ اللہ نے اپنے ذوق اور عادت

کے مطابق اس مقام پر بھی ”حق“ اور ”اہل حق“ کی تائید و تصویب فرمائی اور انہی کا ساتھ دیتے ہوئے ”اصلاح مغایم“ اور علوی صاحب کی دیگر کتب میں موجود باطل نظریات سے برأت کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ گزشتہ سال راقم نے عم کرم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقدوس خان قارن مدظلہ سے بذریعہ فون اس بابت سوال کیا کہ ”علوی مالکی اور مولانا عبدالحفیظ مکی کے بارہ میں دادا جان کا کیا موقف ہے؟ تو انہوں نے فرمایا ”وہی جو حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ اور مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کا ہے“۔ میں نے عرض کیا کہ ”نانا جی اور حضرت لدھیانوی رحمہما اللہ تو ان کو بدعتی اور اہل سنت سے خارج سمجھتے ہیں!“ تو فرمایا کہ ”وہ اہل سنت سے خارج ہی ہیں اور اباجی ”رحمہ اللہ“ کا بھی بعینہ وہی موقف ہے جو ان بزرگوں کا تھا۔“

اس کے چند روز بعد جب احقر نے حضرت دادا جان رحمہ اللہ کے پاس لکھڑا حاضری دی، اور علوی مالکی صاحب کی بابت سوال کیا تو فرمایا کہ ”میرا وہی نظریہ ہے جو حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کا تھا“۔ پھر احقر نے مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد مدظلہ (مفتی جامعہ مدنیہ لاہور) کا ایک رسالہ..... ”محمد علوی مالکی کے عقائد ان کی تحریرات کے آئینہ میں“..... پڑھ کر سنایا تو چند عبارتیں سننے ہی دادا جان رحمہ اللہ بول اٹھے کہ ”یہ تو احمد رضا سے بھی بڑا بدعتی ہے“ احقر نے فوراً سوال کیا کہ ”جو علماء ان کی تائید کرتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟“ فرمایا ”کون؟“ میں نے عرض کیا کہ ”مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب وغیرہ؟“ فرمایا ”اگر وہ اس کی تائید کرتے ہیں تو وہ اسی جیسے ہیں“۔ اللہ اکبر۔ یہ تھی مسلکی غیرت کہ مسلک کے معاملہ میں اپنے پرانے کی رعایت رکھے بغیر ”حق“ بیان کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعة

کس شان سے وہ راہ وفا سے گزر گئے جی چاہتا ہے نقش قدم چومتے چلیں

تحفظ سنت کا نفرنس اور حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ:

محترم! (مولانا محمد الیاس گھمن صاحب)..... آنجناب کی شبانہ روز کاوشوں اور انتھک محنتوں کے

نتیجے میں ۲۶ مارچ ۲۰۰۹ء کو لاہور میں ”عظیم الشان“ تحفظ سنت کانفرنس“ کا انعقاد ہوا، جس میں تقریباً تمام دیوبندی جماعتوں کے افراد نے شرکت کی، بلاشبہ ایسی کانفرنسیں اور اجتماعات وقت کی اہم ترین ضرورت اور حالات کا اولین تقاضا ہیں، اور آپ حضرات اس مبارک کاوش پر بے حد مبارک باد کے مستحق ہیں، خدا تعالیٰ آپ کی نیک سعی کو قبول فرمائے اور اور آپ حضرات کو مزید ہمت و توفیق سے نوازے کہ آپ مسلک حقہ کی اشاعت اور تحفظ کے لیے ایسے اجتماعات ملک بھر میں منعقد کروائیں جن میں اہل حق ایک اسٹیج پر اکٹھے ہو کر باطل کی راہ میں سدِ سکندری حائل کر سکیں۔ آمین ثم آمین۔

لیکن میرے مخدوم محترم!

اس کانفرنس کے تمام تر فوائد، ثمرات اور برکات یکسر ختم ہو کر رہ گئے، جس کی بنیادی وجوہات دو ہیں۔ حضرت اقدس دادا جان رحمہ اللہ کی تعلیمات اور اُن کے موقف کی روشنی میں احقر اُن کو درست نہیں سمجھتا اس بارے میں خادم کوئی تحفظات تھے اور ابھی تک ہیں، وہ یہ کہ:

[۱]..... یہ کانفرنس ایسی شخصیت کی زیر صدارت تھی جسے مندرجہ بالا تمام اکابرین بدعتی اور اہل سنت سے خارج سمجھتے ہیں، میری مراد مولانا عبدالحفیظ کی صاحب ہیں جنہوں نے پوری طاقت ”علوی مالکی صاحب“ کے شرکیہ نظریات کے دفاع اور اشاعت میں صرف کردی، اور آج بھی اسی موقف پر قائم و دائم ہیں، چنانچہ مولانا فضل الرحمن دھرم کوئی صاحب گواہ ہیں کہ انہوں نے چند ماہ قبل مولانا عبدالحفیظ کی صاحب سے پوچھا کہ: علوی مالکی نے جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے؟ تو جواب ملا کہ: بالکل صحیح ہے! وہ تو اپنے غلط اور باطل نظریات پر اس شدت کے ساتھ قائم و دائم ہیں، ہمارا ان کو اس درجہ اہمیت دینا کہیں اکابرین کے مشن سے روگردانی تو نہیں؟

کس قدر تعجب کی بات ہے کہ ”اتحاد“ کے امیر اول اور بانی ایک شخص کو بدعتی سمجھیں، ”اتحاد“ کے سرپرست اکابرین اُسے اہل سنت سے خارج قرار دیں، اور ”اتحاد“ کا جلسہ اُسی شخصیت کی زیر صدارت منعقد ہو؟

[۲]..... کانفرنس کی دوسری خرابی جو آپ کے اکثر اجتماعات، خطابات، بیانات، تقاریر، جلسوں اور مناظروں میں پوری شد و مد کے ساتھ نظر آتی ہے وہ ”ویڈیو سی ڈی“ کا اہتمام ہے، حالانکہ دادا جان رحمہ اللہ، حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ اور ناناجان رحمہ اللہ کے نزدیک ویڈیو تصویر بالکل حرام اور شرعاً ناجائز ہے، اس کی کوئی بھی صورت جائز نہیں، بلکہ دادا جان نے تو یہاں تک فرمایا کہ

”جہاں ویڈیو بن رہی ہو وہاں جانا حرام ہے۔“ [ماخوذ کیسٹ دورہ تفسیر سورۃ الانعام آیت: ۶۸]

اور آپ رحمہ اللہ اس معاملے میں بہت ہی سختی فرماتے تھے اور فرماتے کہ ”جو علماء اسے جائز قرار دیتے ہیں انہوں نے بڑی ٹھوکر کھائی ہے“۔ اور اِدھر حال یہ ہے کہ ”ویڈیو“ کا اس قدر اہتمام کہ مساجد بھی اس لعنت سے محفوظ نہیں رہیں (نعوذ باللہ، استغفر اللہ)۔ کس قدر حیرت اور افسوس کی بات ہے کہ اکابر کے نام لیوا ہی مسجدوں کے اندر سرعام، بڑے اہتمام کے ساتھ حرام اور ناجائز کام کریں؟ بالفرض والحال اس بارہ میں آپ اگر اُن علماء کے حامی ہیں جو اس کو جائز قرار دیتے ہیں تو پھر آپ اس کو اپنے آپ تک تو محدود رکھ سکتے ہیں لیکن سینکڑوں اور ہزاروں کے مجمع عام پر اپنا موقف مسلط کرنا تو جائز نہیں، ان میں بہت سے ایسے ہونگے جو ان اکابرین کے مقلد ہوں گے جو اس کام کو سراسر ناجائز و حرام قرار دیتے ہیں مثلاً دادا جان رحمہ اللہ کے معتقدین۔

راقم کے ایک استاد گرامی راوی ہیں کہ ”تحفظ سنت کانفرنس“ میں مدعو مہمان حضرت پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی صاحب نے اس پر شدید برہمی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ”میں نے کالج کے ماحول میں رہتے ہوئے ساری زندگی میں کبھی ویڈیو نہیں بنوائی، اور آپ نے ایک دینی اجتماع میں مجھے بلوا کر اس میں ملوث کر دیا“۔
لہذا محترم!

اگر دیکھا جائے تو شرعی نقطہ نظر سے بھی آپ اس کو اپنی ذات تک تو محدود رکھ سکتے ہیں لیکن دوسروں پر مسلط کرنا تو کسی طرح بھی درست نہیں معلوم ہوتا۔
اکابر کی روایات کا خیال کیجئے!

محترم! گستاخی کی مکرر معذرت کے ساتھ احقر کی عاجزانہ دست بستہ گزارش یہ ہے کہ ہر کام اور ہر امر میں اکابرین کے طرز کو اپناتے ہوئے اُن کے دفاع اور اُن کے مسلک حقہ کی اشاعت کا فریضہ سرانجام دینے کی کوشش کریں۔ اور ان کی روایات کا ہر موڑ پر خیال رکھا جائے۔ تاکہ کل قیامت میں اُن کے سامنے سرخرو ہو کر جائیں۔ اللہ رب العزت ہمیں کامل طور پر اکابر و اسلاف کے نقش قدم پر چلنے اور ان کی روایات کا لحاظ رکھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق نوازے۔ آمین یا رب العالمین، بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

پس منظر:

اس سلسلہ میں اگر کوئی صاحب یہ خیال کریں یہ باتیں ”کانفرنس“ سے پہلے بتانے کی تھیں! تو خادم عرض کرتا ہے کہ اس عاجز نے پہلے بھی مولانا الیاس گھمن صاحب مدظلہ سے گزارش کی تھی۔ واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ مولانا الیاس گھمن مدظلہ تحفظ سنت کانفرنس کے بارے اجازت حاصل کرنے دادا جان کے

پاس تشریف لے گئے، حضرت دادا جان آرام فرما رہے تھے، مولانا واپس چلے گئے اور دادا جان رحمہ اللہ کی اجازت اور مشورہ کے بغیر ”تحفظ سنت کا نفرنس“ کا اشتہار چھپوا دیا۔ میں اُس وقت بہاولپور میں تھا جب ایک صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ آپ نے ”تحفظ سنت کا نفرنس“ کا اشتہار دیکھا ہے؟ میں کہا نہیں! انہوں نے کہا ”کہ“ سنت“ و ”بدعت“ کو اکٹھا کر دیا گیا ہے! میں نے پوچھا: وہ کیسے؟ کہا اوپر حضرت شیخ رحمہ اللہ کا نام ہے نیچے (مولانا) عبدالحفیظ مکی (صاحب) کا، [لا حول ولا قوۃ إلا باللہ، إنا للہ وانا الیہ راجعون] اور یہ بھی بتایا کہ لگتا ہے کہ جلسہ بڑے پیمانے پر ہے، ابھی سے اس کی تیاریاں شروع ہیں حالانکہ کئی ماہ باقی ہیں، اور اتنا بڑا جلسہ ایک بدعتی کی زیر صدارت رکھ دیا گیا، کیا اپنے اکابرین باقی نہیں رہے؟ یا ان حضرات کو اُن کی حاجت نہیں رہی؟

میں نے خاموشی اختیار کی، چند احباب سے پوچھا تو انہوں نے بھی تحفظات کا اظہار کیا، میں نے ”اتحاد“ کے امیر مولانا منیر احمد مدظلہ کو فون کیا اور پوچھا کہ یہ جلسہ آپ کی اجازت اور مشورے سے طے پایا ہے؟ فرمایا ”جی ہاں!“ میں نے عرض کیا کہ آپ نے مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب کو بلانے کی اجازت دی ہے؟ فرمایا: ”جی ہاں!“ میں نے عرض کیا کہ ہمارے اکابرین حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ اور حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے ان کے خلاف کام کیا ہے جبکہ آپ نے انہیں ایک خالص مذہبی اور مسلکی جلسے کا صدر بنا دیا ہے؟ تو فرمایا کہ ”بھئی! جب ہمارے علماء سعودی عرب جاتے ہیں تو کیا وہاں عبدالحفیظ مکی صاحب کا عقیدہ ٹھیک ہو جاتا ہے؟ کہ یہ لوگ وہاں جا کر اُن کے پاس رہتے اور اُن سے ہدایا وصول کرتے ہیں؟“ میں نے عرض کیا کہ احقر نے جن اکابرین کا نام لیا ہے انہوں نے تو کبھی ملنا گوارا نہ کیا ہوگا، دعوت اور ہدیہ تو دور کی بات ہے، پھر فرمانے لگے کہ: یہ ہماری مجبوری ہے۔

خیر میں نے دیگر حضرات، مثلاً عم کرم مولانا عبدالقدوس خان قارن مدظلہ، مولانا قاری خبیب احمد عمر رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہ اور چند دیگر حضرات سے بات کی اور صورت حال اُن کے سامنے رکھی، بعض نے وعدہ کیا کہ ہم مولانا الیاس گھمن صاحب سے بات کریں گے، بعض نے مشورہ دیا کہ آپ مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ سے بات کریں، مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ اُس وقت حج پر تھے، میں خاموش ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر عید قربان کے دن مولانا محمود عالم اوکاڑوی صاحب کو فون کیا اور اُن سے پوچھا کہ کیا یہ ساری صورت حال آپ کے علم میں ہے؟ انہوں نے فرمایا ”جی ہاں، یہ اراکین شوریٰ کا متفقہ فیصلہ ہے،“ میں نے اپنے تحفظات پیش کیے تو فرمایا کہ ”آپ مولانا الیاس صاحب سے بات کر لیں وہ آپ کی تسلی

کرا دیں گے؟“ خیر میں نے صبر کا کڑوا گھونٹ بھرا اور بقرعید کی چھٹیوں کا انتظار کرنے لگا۔
اراکین شوریٰ:

اتحاد کی ”مجلس شوریٰ“ جس کے اراکین کے مشورے سے یہ فیصلہ ہوا اُن کی صورتِ حال کچھ یوں تھی اُن میں سے بعض سے مولانا جمیل الرحمن عباسی صاحب نے رابطہ کیا تو مولانا عبدالغنی صاحب اور مفتی امداد اللہ انور صاحب وغیرہ مالکی مالکی صاحب کے عقائد و نظریات سے قطعی بے خبر تھے، جب اُن کو ساری صورتِ حال سے آگاہ کیا تو انہوں نے بھی کہا اگر واقعی ایسا ہے تو پھر عبدالحفیظ کی صاحب کو بلانا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ جبکہ مولانا فضل الرحمن دھرم کوٹی صاحب اجلاس میں شریک ہی نہ تھے اور مولانا اسماعیل محمدی صاحب کو یہ باور کرایا گیا تھا کہ عبدالحفیظ کی صاحب نے رجوع کر لیا ہے، ہمارے پاس تحریر موجود ہے۔

چنانچہ ابتدائے سال میں جب مولانا اسماعیل محمدی صاحب دارالعلوم مدنیہ بہاولپور تشریف لائے تو ہم نے اسی کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ: ”گھمن صاحب کہتے ہیں کہ میں نے تحریر لکھوائی ہے اور مالکی صاحب رجوع کر چکے ہیں تو پھر ہمیں کیا اعتراض ہے؟“ میں نے پوچھا کہ وہ تحریر آپ نے دیکھی ہے؟ فرمایا ”نہیں میں نے نہیں دیکھی“ خیر ہم خاموش ہو گئے، اگرچہ ہمیں بعض ذرائع اور قرائن سے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ مالکی صاحب نے قطعاً رجوع نہیں کیا، بلکہ وہ تو کہتے ہیں کہ ”(مولانا) عزیز الرحمن (ہزاروی) بے چارہ شریف آدمی تھا وہ قاضی صاحب (رحمہ اللہ) کے رعب میں آگیا تھا تو اُس نے رجوع کر لیا ورنہ ”علوی مالکی“ کے نظریات سو فیصد درست ہیں۔ (نعوذ باللہ) شوریٰ کے اراکین کے علاوہ دیگر حضرات مثلاً اتحاد کے سابقہ امیر مولانا مفتی محمد انور ادا کاڑوی مدظلہ اور مولانا نور محمد تونسوی مدظلہ سے بھی اس سلسلے میں بات ہوئی اُن کو بھی مولانا عبدالحفیظ کی صاحب کی صدارت سے قطعاً اتفاق نہیں تھا۔

دادا جان رحمہ اللہ کی خدمت میں:

تعطیلات میں لگھڑ حاضری ہوئی تو راقم نے دادا جان رحمہ اللہ سے پوچھا کہ مولانا الیاس گھمن نے آپ سے اس جلسے (تحفظ سنت کانفرنس) کی اجازت لی ہے؟ فرمایا: نہیں! میں نے ساری صورتِ حال آپ کے گوش گزار کی تو فرمایا کہ: ”مجھے کچھ پتہ نہیں ہے، میری اجازت اور مشورے کے بغیر سب کچھ ہوا ہے۔“ میں نے پھر علوی مالکی صاحب کے بارے میں پوچھا، تو فرمایا کہ ”احمد رضا سے بڑا بدعتی تھا“ جس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

پھر میں نے مولانا الیاس گھمن صاحب کو فون کیا اور درج ذیل گفتگو ہوئی:

خادم: آپ نے عبدالحفیظ کی صاحب کو بلایا ہے تو کیا آپ کو اس پر کوئی اشکال نہیں؟
مولانا: اشکال نہیں ہے تبھی تو بلایا ہے۔

خادم: آپ نے دادا جان رحمہ اللہ کا نام لکھا ہے، آپ نے اُن سے اجازت لی تھی؟
مولانا: میں اُن کی خدمت میں گیا تھا تو حضرت آرام فرما رہے تھے۔
خادم: پھر یہ اجازت ہو گئی؟

مولانا: ہم اب حضرت کو اشتہار سنا دیں گے۔

خادم: ہمارے اکابرین نے علوی مالکی صاحب کو بدعتی لکھا ہے، اور مولانا عبدالحفیظ کی صاحب اُن کے نظریات کی پوری پوری تائید کرتے ہیں۔
مولانا: یہ بات میرے علم میں نہیں ہے۔

خادم: آپ حضرت اوکاڑوی کی جماعت چلا رہے ہیں، حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے ان کے خلاف بھرپور کام کیا ہے۔ حضرت ناناجی (مولانا قاضی مظہر حسین) رحمہ اللہ حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ اور مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ وغیرہم اکابرین نے بھرپور تحریری و تقریری کام کیا ہے (آپ کے مسائل اور ان کا حل کی دسویں جلد میں ۱۰۰ سے زائد صفحات اسی سے متعلق ہیں، اس کے علاوہ بھی کئی رسائل اور کتب شائع ہو چکے ہیں) اور آپ کو خبر ہی نہیں! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

مولانا: ’بھئی! مجھے تو پتہ نہیں ہے، یہ میں آپ سے سُن رہا ہوں۔‘

پھر فرمایا: میں نے تو اُن کے خلاف کوئی کام نہیں کیا۔ لہذا ہم اگر اُن کو جلسے پر بلائیں تو کیا حرج ہے؟

خادم: میں نے دادا جان سے بات کی ہے، وہ بھی انہیں بدعتی سمجھتے ہیں؟

مولانا: (فوراً مینتر ابد لیتے ہوئے) تم نے اُن سے بات نہیں کرنی تھی پہلے مجھ سے بات کر لیتے!
خیر اب اس کا حل نکالنا چاہیے!

خادم: کیا؟

مولانا: آپ حضرت شیخ سے تحریر لکھوائیں، مولانا عبدالحفیظ کی اس تحریر پر دستخط کریں گے تو سٹیج پر چڑھیں گے ورنہ نہیں چڑھیں گے! ہمارے لیے اصل حضرت شیخ ہیں، مولانا عبدالحفیظ کی نہیں!

خادم: یہ بات تو اشتہار میں نام دینے سے پہلے سوچنے کی تھی؟ (کیونکہ اگر اُن کو سٹیج پر نہ بھی چڑھنے دیا جائے اشتہار میں تو نام آچکا، عوام میں تو غلط فہمیاں پیدا ہوں گی؟)

مولانا: بھائی حمزہ! آپ چھوٹے ہیں میں آپ کی بات سن کر مسئلے کے حل کی کوشش کر رہا ہوں اور آپ

مسئلہ الجھار ہے ہیں! یہ تو ایسے ہے جیسے آپ کسی سے کہیں نماز پڑھو! وہ کہے اچھا پڑھتا ہوں! پھر آپ کہیں تو نے پہلے اتنے سال کیوں نہیں پڑھی؟ جب میں کہہ رہا ہوں کہ ہمارے لیے اصل حضرت شیخ ہیں، مکی صاحب نہیں، اگر وہ دستخط کریں گے تو سلیج پرائیں گے، پھر بھی آپ کہتے ہیں کہ یہ کام آپ نے پہلے کیوں نہیں کیا؟ خادم: اشتہارات میں نام آنے کی وجہ سے جو غلط فہمیاں پیدا ہوں گی اُن کا کیا بنے گا؟ مولانا: اب تو اشتہار چھپ گیا ہے اب کیا ہو سکتا ہے؟

مزید کچھ باتیں ہوئیں، میں نے شکریہ ادا کیا کہ آپ نے وسعت ظرفی کا ثبوت دیتے ہوئے مجھ جیسے ناچیز کی بات بھی سنی اور اسے اہمیت بھی دی۔ پھر احقر نے اس بارے میں مزید غور و فکر کی دعوت دی اور سلام کہہ کر فون بند کر دیا۔ احقر نے دادا جان رحمہ اللہ کو صورتحال بتا کر تحریر لکھی اور آپ کو سنائی، آپ نے اُس کی تائید فرمائی، کچھ ترمیم بھی کرائی، پھر چونکہ میری چھٹیاں ختم ہو چکی تھیں لہذا میرا مدرسہ جانا ضروری تھا، میں وہ تحریر عرم کرم مولانا منہاج الحق راشد مدظلہ کے حوالے کر کے آگیا۔ سہارا درکار تھا:

خیر ”کانفرنس“ ہوگئی۔ بعد میں ایک دن مولانا منیر احمد منور مدظلہ دارالعلوم مدنیہ تشریف لائے تو احقر اُن سے ملا دوران گفتگو از خود ہی فرمایا کہ ”ہم نے عبدالحفیظ مکی کے عقائد کی تائید نہیں کی، دراصل ہم سعودی عرب میں غیر مقلدیت کے خلاف کام کرنا چاہتے ہیں اُس کے لیے ہمیں مضبوط سہارا چاہئے، اس سہارے کے طور پر ہم نے ان کو استعمال کرنا ہے،“ احقر نے دیگر بعض حضرات کے نام لیے کہ اُن کو بھی تو آسرا بنایا جاسکتا ہے، مگر مولانا نے چند اعذار پیش کیے جن کی بنا پر ان حضرات کا سہارا مضبوط نظر نہیں آتا تھا۔ پھر احقر نے سوال کیا کہ: کیا مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب نے رجوع کر لیا ہے؟ اس سلسلے میں آپ کی اُن سے بات ہوئی ہے؟ تو فرمایا ”بات ہوئی نہیں، ہونی تھی، میرا خیال تھا کہ لاہور آئیں گے تو بات کروں گا لیکن موقع نہیں مل سکا۔

بعد میں احقر نے ”خانقاہ شریف“ (ضلع بہاول پور) حاضر ہو کر مولانا فضل الرحمن دھرم کوٹی مدظلہ سے بات کی، اس موقع پر وہاں مولانا منیر احمد مدظلہ بھی موجود تھے۔ گفتگو ملا حظہ ہو! مولانا دھرم کوٹی مدظلہ: میں نے خود مکی صاحب سے پوچھا تھا وہ تو علوی مالکی کی پوری پوری تائید کرتے ہیں۔ مولانا منیر احمد مدظلہ: کیا آپ کے پاس علوی مالکی کی کتب ہیں؟

مولانا دھرم کوٹی مدظلہ: میں مولانا جمیل الرحمن عباسی صاحب سے ایک کتاب لایا ہوں۔

مولانا منیر مدظلہ: وہ آپ مجھے دیدیں، اور بھی اگر کوئی کتاب ہو تو مجھے دیں، میں ان کو پڑھتا ہوں، ان

میں اگر کوئی بات قابل اعتراض ہوئی تو پھر غور کریں گے۔

مولانا دھرم کوٹی: اگر اس میں قابل اعتراض باتیں ہوں تو پھر آپ کو ”قافلہ حق“ میں معذرت کے ساتھ تردید شائع کرنی پڑے گی اور یہ بات اجلاس میں آپ نے خود اٹھانی ہے۔
مولانا منیر احمد مدظلہ نے خاموشی اختیار کی۔

مالکی صاحب کا سوالات کا جواب دینے سے انکار:

بعد میں معلوم ہوا کہ مولانا منیر احمد مدظلہ نے مختلف کتب سے علوی مالکی کے نظریات کا مطالعہ کر کے علوی مالکی صاحب کا نام لیے بغیر عقائد و نظریات سے متعلق گیارہ سوالات مرتب کیے جو مولانا الیاس گھمن صاحب نے مولانا عبدالحفیظ مالکی صاحب کی خدمت میں پیش کیے اور گزارش کی کہ ان کا جواب مرحمت فرمائیں تو مالکی صاحب نے ان سوالات کے جواب دینے سے معذرت کر لی اور کہا کہ میں ان سوالات کے جواب دینے سے قاصر ہوں۔ شنید ہے کہ ”اتحاد“ کے اجلاس میں یہ فیصلہ ہوا ہے کہ آئندہ مولانا عبدالحفیظ مالکی صاحب ”اتحاد“ کے کسی جلسے اور کسی اجلاس کی صدارت و سرپرستی نہیں کریں گے، امید ہے کہ ذمہ داران ”اتحاد“ آئندہ اکابر کی روایات کی حفاظت کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گے۔

اور خاص طور پر مولانا الیاس گھمن صاحب مدظلہ سے نہایت ہی مودبانہ گزارش کروں گا کہ آپ کو اکابر اہل سنت بالخصوص حضرت امام اہل سنت، حضرت قاضی صاحب، حضرت لدھیانوی شہید، اور حضرت ترمذی رحمہم اللہ کی تمام کتب کا بالاستیعاب مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ آپ کے علم میں ہو ہمارے اکابرین نے کس کس محاذ پر کام کیا ہے اور کس انداز سے کیا ہے؟ اور کس کے ساتھ کیسا رویہ رکھا ہے؟ تبھی ہم صحیح معنوں میں ان کے نقش قدم پر چل سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اکابرین کی کامل پیروی نصیب فرمائے۔ ہر فتنہ کے ہمہ قسم شر سے محفوظ رکھے۔ اور ہم سب کو دین کی خدمت کے لیے قبول فرمائے۔ بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

محترم قارئین!

سابقہ سطور میں آپ نے علوی مالکی صاحب اور ان کے حامیوں سے متعلق اکابرین کا موقف مع مختصر پس منظر ملاحظہ فرمایا، اس عاجز نے گزشتہ سے پیوستہ سال ”امام اہل سنت نمبر“ (جو مجلہ ”المصطفیٰ“ بہاولپور کی طرف سے شائع ہوا تھا) میں یہ باتیں لکھیں اور عم کرم مولانا عبدالقدوس خان قارن مدظلہ، محسن معظم مولانا سعید احمد جلاپوری شہید رحمہ اللہ، اور استاد محترم مولانا مفتی عطاء الرحمن مدظلہ [مدیر: دارالعلوم مدنیہ، بہاولپور] کی نظر ثانی و اجازت کے بعد راقم کا مضمون طبع ہوا۔

اس پر بہت سے احباب ناراض ہوئے کہ مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب تو رجوع کر چکے

ہیں، تم نے ان کا تذکرہ کیوں کیا.....؟ بعض نے تو یہاں تک فرما دیا کہ ”تم اس سے رجوع کر کے اس پر معذرت شائع کرو! اور آئندہ ایڈیشن میں اس حصہ کو نکال دو!“ راقم نے اپنے اکابر، جانشین قائد اہل سنت مولانا حبیب الرحمن سومر و دامت برکاتہم، شہیدنا موس رسالت مولانا سعید احمد جلاپوری شہید رحمہ اللہ، مولانا فضل الرحمن دھرم کوٹی، مولانا نور محمد تونسوی، مولانا مفتی جمیل الرحمن [چکوال]، مولانا جمیل الرحمن عباسی مدظلہم اور دیگر سے مشورہ کیا تو سب نے یہی فرمایا کہ:

”یہ اکابر کا حق مؤقف ہے، اس سے رجوع کسی طرح بھی درست نہیں، رہی بات مولانا ہزاروی کے ”رجوع نامہ“ کی، تو بقول مولانا مفتی عبدالواحد وہ محض ”دفع الوقتی“ تھا، مکمل رجوع نہیں۔ لہذا جب تک مولانا ہزاروی صاحب غیر مبہم، واضح اور کھلے انداز میں علوی مالکی صاحب کے باطل نظریات کی تردید کرتے ہوئے اکابر دیوبند کے واقعی مسلک کو لکھ کر اپنے سابقہ مؤقف کو اور اس کی حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی طرف نسبت کو غلط قرار نہ دیں تب تک وہ علوی مالکی صاحب کے نظریات کے حامی ہی متصور ہوں گے۔“

بندہ نے بھی احتجاج و تنقید کرنے والے تمام حضرات سے یہی گزارش کی کہ اس ناچیز نے جو کچھ لکھا ہے حضرت قائد اہل سنت و دیگر اکابر کی پیروی میں لکھا ہے، اگر ان کے ذوق کے منافی ہو تو ثابت کریں فوراً علی الاعلان رجوع شائع کر دوں گا۔ ورنہ دباؤ ڈالنا بے کار ہوگا۔ جب بندہ نے حضرت جلاپوری شہید سے یہ صورت حال عرض کی تو فرمایا کہ: ”آپ کو سر مضبوط کرنا چاہیے! اور اسے ہرگز نہ نکالنا چاہیے“ پھر حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کا فرمان سنایا کہ:

”حضرت شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ [انڈیا والوں] نے مجھے خط کے ذریعے اور پھر ایک ملاقات میں بالمشافہ حکم فرمایا کہ ”اب اس (علوی مالکی صاحب، مولانا عبدالحمید علی صاحب اور مولانا ہزاروی صاحب والے) سلسلے کو بند کر دیا جائے۔ میں (مولانا جلاپوری شہید) نے آپ کے دادا حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ:

”بزرگوں کا حکم اپنی جگہ، لیکن حقیقت اپنی جگہ، یہ ایک حقیقت ہے، اور آنے والی نسلوں تک اپنے بزرگوں کے عقائد و نظریات اور ان کے مؤقف و مسلکی ذوق کو پہنچانا اور حقائق سے آگاہ کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔“ اسی دوران حضرت جلاپوری شہید رحمہ اللہ کو راقم نے خط لکھا تو انہوں نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا:

”برادر عزیز سلمہ اللہ العزیز السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اگر آپ نے اس مضمون میں کوئی بات خلاف واقعہ لکھی ہے اور اس کی کسی نے نشاندہی فرمائی ہے تو اس پر معذرت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر اس کے مضامین حقیقت پر مبنی ہیں تو معذرت چہ معنی دارد.....؟“

آخر میں لکھتے ہیں کہ:

”(آئندہ ایڈیشن میں وضاحت کرتے ہوئے یہ لکھ دیا جائے تو بہتر ہوگا کہ) ہم نے اس قضیہ کا تذکرہ اپنے اکابر کے مسلکی ذوق اور تاریخی حقائق کو بیان بلکہ اگلی نسلوں تک پہنچانے کے لیے کیا ہے، ہماری دوسری کوئی نیت نہ تھی نہ ہے۔ واللہ اعلم“

سعید احمد..... ۱۶ / ۱ / ۳۱ھ

(حضرت شہید رحمہ اللہ کا یہ خط بندہ کے پاس محفوظ ہے۔)

جوابی مکتوب بنام مولانا ثار احمد الحسینی صاحب:

حضرو ضلع انک کے ایک عالم دین حضرت مولانا ثار احمد الحسینی صاحب مدظلہ (جو تحقیق و تصنیف میں ایک مقام رکھتے ہیں)، نے راقم کے مضمون کے جواب میں ایک تنقیدی مضمون حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم اور ”المصطفیٰ“ کے مدیر، استاد محترم مولانا مفتی محمد یوسف الحسینی صاحب مدظلہ کے نام ارسال کیا کہ اسے ”المصطفیٰ“ میں شائع کیا جائے۔ راقم نے ان کے مضمون کے بارے چند معروضات تحریر کر کے ان کو ارسال کر دیں، ان کا خلاصہ پیش خدمت ہے تاکہ دیگر معترضین و ناقدین بھی حقیقت جان لیں۔

☆.....☆.....☆.....☆

۱۴۳۰/۱۲/۳۰ھ

من خادم اہل سنت سرفراز حسن خان حمزہ، بہاولپور

محترم جناب مولانا ثار احمد الحسینی صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج بخیر!

آنجناب کا مضمون مع دو عدد مکاتیب موصول ہوا، اختصاراً چند معروضات تحریر کرتا ہوں، خداوند قدوس حق سچ کہنے اور لکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

امام اہل سنت نمبر کی اشاعت پر اظہار پسندیدگی اور تعریفی کلمات کا تہہ دل از حد شکریہ۔ لاریب یہ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ ہی کی کرامت ہے ورنہ ہم ضعیفوں کو تو کبھی اس کا واہمہ بھی نہ ہوا تھا۔ خداوند قدوس اپنی بارگاہ عالیہ میں شرف قبولیت بخشے اور اسے امت مسلمہ کے لیے ”نشانِ راہ“ بنا دے۔ آمین
احقر نے [نعوذ باللہ] اپنے حضرات پر کچھ نہیں اُچھالا بلکہ مختلف شخصیات و مسائل کے حوالہ سے

”حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ“ کے موقف کی وضاحت کی ہے جو احقر کے پاس حضرت کی امانت تھی حضرت کے مریدین، متعلقین، معتقدین تک اس کا پہنچانا ضروری تھا، تاکہ وہ حضرت کی رائے اور موقف سے آگاہ ہو سکیں۔

اور ایک وجہ یہ بھی تھی کہ گزشتہ سال ”تحفظ سنت کا نفرنس“ کے اشتہارات (جو ملک بھر میں لگائے اور پہنچائے گئے ان) پر سرپرست کے طور پر حضرت امام اہل سنت اور صدر جلسہ کے طور پر مولانا عبدالحمید علی صاحب کا نام درج تھا جس سے بہت سے شکوک و شبہات نے جنم لیا اور دونوں حضرات کی فکری یکسانیت کا تاثر پھیلنے کا شدید اندیشہ تھا، بہت سے اذہان تشویش میں مبتلا تھے بالخصوص حضرت امام اہل سنت کے متعلقین جو علوی مالکی صاحب کے شریکیہ نظریات سے آگاہ تھے خاصے پریشان نظر آئے اور بعض حضرات نے احقر سے اس بابت سوال بھی کیا کہ ”یہ سنت و بدعت اکٹھے کیسے ہو گئے؟“ ان کی پریشانی بالکل بجا تھی، لہذا احقر نے حضرت رحمہ اللہ سے دریافت کیا اور ان کا موقف معلوم کر لینے کے بعد مولانا جمیل الرحمن عباسی مدظلہ [مدیر: تسکین الصدور] کے از حد اصرار پر اسے تحریر کرنا شروع کیا، ابتدا تو ارادہ تھا کہ دو ماہی ”نور بصیرت“ میں یہ مضمون شائع کر دیا جائے لیکن پھر حضرت کی وفات کا سانحہ پیش آ گیا، اس کے بعد مجلہ ”المصطفیٰ“ کی خصوصی اشاعت کا فیصلہ ہوا تو اسے اس میں شامل کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔

اور علوی مالکی صاحب والی بحث میں احقر نے مولانا ہزاروی مدظلہ کو تو موضوع بحث بنایا ہی نہیں چہ جائے کہ نشانہ تنقید بنانا، اس عاجز نے تو فقط علوی مالکی صاحب اور ان کی تائید کرنے والے علماء کرام کے بارہ میں حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کا موقف بیان کیا ہے اور اس کی تفہیم کی خاطر مختصر پس منظر بھی ذکر کر دیا ہے، اس ضمن میں حضرت ہزاروی صاحب مدظلہ کا ذکر ناگزیر تھا اور بندہ ناچیز نے ان کے رجوع کا بھی تذکر کیا ہے، ”رجوع الی الحق“ کے ذکر باوجود ان کو نشانہ تنقید بنانا کیسے ثابت ہو گیا؟ اگر یہ فقیر ان کا علوی مالکی صاحب کی تائید کرنا اور رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ لکھنا تو ذکر کر دیتا مگر رجوع کا تذکرہ نہ کرتا تو واقعتاً یہ نا انصافی اور زیادتی ہوتی، اگر علوی مالکی صاحب کے نظریات کی اب تک برملا تائید کرنے والوں میں حضرت ہزاروی صاحب مدظلہ کا نام لکھنا تو لازماً یہ خلاف حقیقت ہوتا، مگر بندہ کی تحریر جس میں رجوع کا تذکرہ بھی ہے اس سے ان کو نشانہ تنقید بنانا کیسے ثابت ہو گیا؟؟ یہ بات ہماری سمجھ سے تو بالاتر ہے۔ آپ ہی اسے حل فرما دیجیے!!

اور اب مودبانہ گزارش یہ ہے کہ احقر نے مولانا ہزاروی مدظلہ کا معاملہ چھیڑا ہی نہیں تھا، اس لیے احقر نے اپنے مضمون میں جہاں بھی ان کا ذکر کیا ادب احترام کو ملحوظ رکھنے کی پوری کوشش کی ہے آپ غور سے

دیکھیں تو یہ بات عین حقیقت ہے، مگر اب چونکہ آپ نے خود ہی ابتدا کر دی ہے لہذا جواب میں ہم بھی چند گزارشات پیش کرنے کا حق رکھتے ہیں، امید ہے کہ آپ اس طالب علم کی معروضات کو اپنی توجہ عنایت فرمائیں گے۔

رہی بات آپ کے مضامین شائع کرنے، تو اس کا فیصلہ تو مجلہ ”المصطفیٰ“ کی انتظامیہ کرے گی، احقر تو آپ کی خدمت میں فقط عریضہ ہی ارسال کر سکتا ہے۔

(۱)..... آنجناب رقم طراز ہیں:

مولوی سرفراز حسن خان حمزہ صاحب مدظلہ نے اپنے مضمون ”صبح کی آنکھ لالہ قام ہوئی“ میں حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کے مسلکی مزاج کی وضاحت میں کئی امور کا تذکرہ کیا، مختصر عنوانات پر طویل تبصروں اور آپ کی باتوں کے یوں سرعام تذکروں نے ان کے مضمون کو بوجھل بنادیا.....“

عرض:

[۱]..... بندہ عاجز نے اس مضمون کے آغاز میں پیشگی عذر بیان کر دیا تھا کہ چند شخصیات کے بارہ میں اس ناچیز کا لکھنا کسی بھی طرح مناسب نہیں مگر یہ حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کی امانت ہے جو عوام الناس تک پہنچانا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

[۲]..... نیز اس بات سے تو آپ بھی بخوبی واقف ہیں کہ کسی کے قول کو پس منظر اور سیاق و سباق کے بغیر نقل کرنا دیانت داری کا خون کرنا ہے اور بالخصوص اس قسم کے اقوال و مسائل میں تو پس منظر کی اور بھی زیادہ ضرورت ہوتی ہے، آپ خود انصاف فرمائیے! کہ اگر بندہ ناچیز حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کے اس قول کو بغیر کسی پس منظر کے نقل کر دیتا کہ

یہ (علوی ملکی صاحب) تو احمد رضا خان (صاحب) سے بھی بڑا بدعتی ہے اور ان کی تائید کرنے والے (مولانا عبدالحفیظ ملکی صاحب وغیرہ) بھی اسی جیسے ہیں۔“

تو کیا قارئین کے اذہان تشویش کا شکار نہ ہوتے؟ لامحالہ بہت سے لوگ شش و پنج میں پڑ جاتے اور پریشان ہو جاتے، اس لیے بھی پس منظر کا تذکرہ ضروری تھا۔ اور اس پس منظر میں حضرت ہزاروی صاحب دامت برکاتہم کا علوی مالکی صاحب کے شرکیہ نظریات کی تائید کرنا اور پھر اس سے رجوع کرنا ذکر نہ کیا جاتا تو یہ بھی خلاف انصاف ہوتا۔ لہذا ہم نے پوری دیانت داری سے ساری حقیقت قارئین کے سامنے کھول کر پیش کر دی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲)..... آپ نے لکھا:

”ہاتھ میں معلومات کی وجہ سے کئی اختلافات کو انہوں نے خواہ مخواہ ہوا دینے کی کوشش کی“

عرض:

معلومات کے نقص میں تو کوئی شک نہیں، لیکن بندہ عاجز کو بحمد اللہ تعالیٰ اپنے اکابر پر پورا اعتماد ہے اور ان کے موقف کو اپنے لیے حجت اور نجات کا ذریعہ خیال کرتا ہے اور یہ بات احقر کے علم میں تھی کہ اکابرین نے ہزاروی صاحب مدظلہ کے رجوع پر عدم اطمینان کا اظہار فرمایا ہے، اس لیے ”انتظار باقی ہے“ کے تحت کچھ تحریر کر دیا۔ لیکن اس سے اختلافات کو ہوا دینے کا مطلب میری سمجھ میں تو نہیں آیا؟ اس عاجز نے تو فقط حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کے موقف و مسلک کی وضاحت کی ہے۔ اگر اکابرین کے موقف کی وضاحت و اشاعت کو آپ ”اختلاف کی خلیج کو وسعت دینے“ کا نام دیں تو احقر اس کے سوا کیا عرض کر سکتا ہے۔ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

(۳)..... آپ نے مزید لکھا:

”موصوف نے مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب دامت برکاتہم سے متعلق چودہ سالہ پرانے قضیہ کو تازہ کیا ہے“

عرض:

اس ناچیز نے پرانے قضیہ کو تازہ نہیں کیا بلکہ گزشتہ سال ”تحفظ سنت کا نفرنس“ کے اشتہارات میں حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کے نام کے ساتھ مولانا عبدالحفیظ کی صاحب کا نام درج ہونے کی وجہ سے پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کے ازالہ اور امام اہل سنت کے موقف کی وضاحت کی خاطر چند سطروں پر کی ہیں، اگر اکابر کے موقف و مسلک کی وضاحت کرنا آنجناب کے نزدیک ”خواہ مخواہ اختلافات کو ہوا دینا“ شمار ہوتا ہے تو انتہائی ادب سے عرض ہے کہ آنجناب ایسا کر چکے ہیں کہ آپ نے اپنے مضمون میں حضرت امام اہل سنت کے مرشد و استاذ مولانا حسین علی رحمہ اللہ کے ”عقیدہ حیات“ کی وضاحت کی ہے۔؟

(۴)..... آپ نے تحریر فرمایا:

شیخ علوی مالکی (صاحب) کی عربی کتب پر تقریظ اور مذکورہ رسالہ (اکابر کا مسلک و مشرب۔ مرتبہ مولانا ہزاروی مدظلہ) پر اکابر علماء کرام نے تنقید اور تائید کے طے جملے جذبات کا اظہار کیا“

عرض:

[۱]..... اس تحریر سے ضرور آپ نے مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے، حالانکہ اس بات سے آپ بھی

بخوبی واقف ہیں کہ اکابرین اہل السنۃ والجماعۃ میں سے کسی ایک نے بھی ہزاروی صاحب مدظلہ کے رسالہ کی تائید نہیں کی، البتہ تنقید اکثر نے کی۔

[۲]..... اور علوی مالکی صاحب کی عربی کتاب پر تقاریظ جس طریقہ سے لی گئیں ان کا حال مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب مدظلہ لکھ چکے ہیں کہ اکثر نے بغیر پڑھے ہی محض مولانا عبدالحفیظ کی صاحب کی سفارش اور ان پر اعتماد کرتے ہوئے تقریظ لکھ دی تھی، کیونکہ ان کو مولانا مالکی صاحب سے اس کی ہرگز امید نہیں تھی، یہی وجہ ہے بعد میں اکابرین حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ وغیرہ نے علی الاعلان اپنی تقاریظ سے رجوع فرمایا تھا۔ اور جن حضرات نے کتاب کا بغور مطالعہ کیا اور تنقیدی تقاریظ لکھیں جیسے مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ وغیرہ تو ان کی تقاریظ کو شائع ہی نہیں کیا گیا۔ اکابرین کی تنقید اور ان کا اپنی تقاریظ سے رجوع صراحتاً ذکر نہ کر کے میرے خیال میں آپ نے انصاف نہیں کیا.....!

[۳]..... میرے علم میں نہیں ہے کہ اکابر میں سے کسی ایک نے بھی مولانا ہزاروی صاحب مدظلہ کے رسالہ کی تائید فرمائی ہو؟ البتہ مولانا قاضی مظہر حسین، مولانا محمد یوسف لدھیانوی [خلیفہ اجل: شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ]، مولانا عبدالشکور ترمذی رحمہم اللہ تعالیٰ کی بہت سی تنقیدی تحاریر تھیں کہ مکمل جوابی رسالہ تک موجود ہے۔ اور فقیہ العصر مولانا عاشق الہی مہاجر مدنی رحمہ اللہ نے تو یہاں تک لکھا کہ ”اس کا شائع کرنا حرام ہے۔“

(۵)..... آپ نے تحریر کیا:

”ہزاروی صاحب دامت برکاتہم نے رجوع کیا تو اکابر نے ان کے اس اقدام کو قابل تحسین اور لائق صدمبارک باذوق قرار دیا“

عرض:

گزارش ہے کہ قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ، فقیہ العصر مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ اور مولانا ڈاکٹر عبدالواحد مدظلہ، مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ مولانا محمود اشرف عثمانی مدظلہ وغیرہم حضرات نے اس رجوع نامہ پر عدم اطمینان کا اظہار فرماتے ہوئے مزید وضاحت طلب کی تھی۔ چنانچہ حضرت قائد اہل سنت علیہ الرحمۃ کی سرپرستی و نگرانی میں شائع ہونے والے ماہنامہ ”حق چار یاڑ“ لاہور [ستمبر ۲۰۰۱ء، ص: ۳۴] پر لکھا ہے

”فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی نے ایک نجی محفل میں اس رجوع کو نامکمل قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ مولانا عزیز الرحمن صاحب کو چاہیے کہ عرس، میلاد، ایصال ثواب، بتعین الوقت وغیرہ

دیوبندی بریلوی اختلافی مسائل کا جو انہوں نے اکابرین بالخصوص شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کی طرف انتساب کیا ہے کہ ”وہ ان کی افادیت کے قائل تھے“ اس سے رجوع فرمائیں کہ یہ اکابر کی طرف غلط انتساب تھا وہ ان چیزوں سے بری تھے۔“

اور ”حق چاریار“ کے اسی شمارہ میں دارالعلوم کراچی کا فتویٰ مذکور ہے جس میں مولانا محمد رفیع عثمانی مدظلہ وغیرہم حضرات نے اس رجوع پر عدم اطمینان کا اظہار فرماتے ہوئے اسے نامکمل قرار دیا، چنانچہ لکھتے ہیں

”نیز مولانا نے اپنے اس خط کے (اگر یہ انہیں کا خط ہے) اقتباس نمبر 2 میں یوں فرمایا ”لہذا رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب میں بلکہ میری سابقہ کسی بھی تحریر میں کوئی لفظ یا جملہ ان محبوبین و مقبولین اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف ہو تو میں اس سے برات کا اعلان کرتا ہوں“ اس اسلوب کلام سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ مولانا موصوف اپنی تقریظ اور رسالہ کی محتویات جو بزرگان دیوبند کے موقف کے خلاف ہیں، حتیٰ طور پر ان حضرات کے مسلک کے خلاف نہیں سمجھتے، حالانکہ یہ محتویات مسلک بزرگان دیوبند کے یقینی طور پر خلاف ہیں، اس لیے ان کو بجائے معلق رجوع کے صاف اور واضح انداز میں ان غلط مسائل سے رجوع کر لینا چاہیے تاکہ اس سلسلہ میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ الخ اور اگر وہ مندرجہ بالا طریقہ کے مطابق علی الاعلان رجوع کر لیں تو ان سے بیعت و اصلاحی تعلق رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔“

محمد رفیع عثمانی۔ عصمت اللہ۔ محمد عبدالمنان۔ محمد اشرف۔ عبدالرؤف۔ مہر دارالعلوم

اور حضرت ہزاروی صاحب کے رجوع نامہ کے بارے میں مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد مدظلہ لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو محمد علوی مالکی کے عقائد پر ایک تفصیلی مضمون لکھا، جو انوارِ مدینہ میں شائع ہوا، بعد میں ادارہ حق چاریار نے اس کو کتابچہ کی صورت میں شائع کیا۔

بعد میں کچھ اور باتیں سامنے آئیں تو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کے دفاع میں ان کے چار خلفاء کی ”داستانِ عبرت“ کے نام سے ایک کتابچہ لکھا اور شائع کیا جو حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے کہنے پر ماہنامہ حق چاریار میں من و عن شائع ہوا۔ اس کی اشاعت کے فوراً بعد مولانا عزیز الرحمن ہزاروی کا رجوع نامہ شائع ہوا جو محض دفع الوقتی تھا۔ لہذا اس رجوع نامہ کی حقیقت ”داستانِ عبرت نمبر 2“ کے نام سے لکھ کر شائع کی۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے حکم سے وہ بھی حق چاریار میں من و عن شائع ہوا۔“

[حق چاریار، قائد اہل سنت نمبر: ۵۱۵]

ماہنامہ ”حق چاریار“ (دسمبر ۲۰۰۰ء۔ ص: ۴۹) پر مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد مدظلہ العالی یوں رقم طراز ہیں:

مولانا عزیز الرحمن صاحب کا رجوع نامہ پڑھنے میں آیا، افسوس ہے کہ یہ صرف مخصوص الفاظ کی حد تک رجوع ہے، معافی سے نہیں، اور ایک تعبیر سے رجوع ہے مافی الضمیر سے نہیں۔“

اسکے بعد حضرت ڈاکٹر صاحب مولانا ہزاروی مدظلہ کے رجوع نامہ کے الفاظ ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ”مولانا کے یہ الفاظ بہت قیمتی ہوتے اگر مولانا یہ بھی صراحت سے لکھ دیتے کہ محفل میلاد، عرس، اور تعین وقت کے ساتھ ایصال ثواب کے بارے میں اکابر دیوبند کا واقعی مسلک کیا ہے؟ اصل اختلاف تو اسی میں ہے۔“

پھر لکھتے ہیں کہ:

”مولانا (ہزاروی صاحب مدظلہ) جب اس رسالے میں کوئی بات اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف مانتے ہی نہیں تو ان کا رجوع آخر کس چیز سے ہے؟ الخ“

یہ تو تھا مولانا ہزاروی صاحب مدظلہ کے رجوع نامہ سے متعلق ان حضرات کا موقف اور بیعت یہی موقف اور رائے حضرت قائد اہل سنت کی تھی، کیونکہ ان کی نگرانی میں شائع ہونے والے ماہنامے میں یہ مضامین ان کی زندگی ہی میں شائع ہوئے۔ اور حضرت قائد اہل سنت کو معاصروں کا برین کا جو اعتماد حاصل تھا وہ کسی سے مخفی نہیں جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

احقر نے اگر ان حضرات اکابرین کی پیروی میں ”انتظار باقی ہے“ کے تحت اسی بات کو مؤدبانہ طور سے عرض کر دیا تو کون سا قصور کیا؟

(۶)..... اور آپ نے مولانا ہزاروی صاحب مدظلہ کے رجوع نامہ پر اظہار مسرت کرنے والے اکابرین کے نام لکھنے کے بعد لکھا:

حضرت امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے اس اعلان رجوع پر اتنی مسرت کا اظہار فرمایا کہ جب انہیں حضرت مولانا مفتی سید مختار الدین شاہ صاحب دامت برکاتہم (کریمہ شریف، کوہاٹ، خلیفہ مجاز: حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا قدس سرہ) نے یہ خبر پہنچائی تو خوشی سے حضرت مفتی صاحب مدظلہ کو گلے لگالیا اور تحریراً بھی اس رجوع کی تائید و تصدیق فرمائی۔“

عرض:

محترم! اگر آئینہ کے پاس حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کی تحریر موجود ہو تو ضرور ارسال فرمائیں۔ کیونکہ ہم نے آج تک نہیں دیکھی نہ آپ کے رسالہ ”قضیہ کا خاتمہ“ میں اور نہ کہیں اور۔۔۔۔۔

اور مولانا ہزاروی مدظلہ نے رجوع کر کے دیوبندیوں میں پھوٹ ڈالنے کی ایک بہت بڑی سازش کو ناکام بنادیا تھا، (جزاہ اللہ خیراً) لاحالہ یہ اہل حق کے لیے خوشی اور مسرت کا مقام تھا، بالخصوص اکابرین اور خاص کر حضرت امام اہل سنت جو ہر دم اتحاد دامت اور وحدت ملت کی فکر میں رہتے تھے، ان کی تو خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہ ہوگا۔

لیکن اس خوشی اور مسرت سے یہ مطلب احقر کی سمجھ میں نہیں آیا کہ انہوں نے اس رجوع نامہ کو سو فیصد (100%) مکمل قرار دے دیا تھا اور اس پر کامل اطمینان کا اظہار فرمایا تھا؟ میرے خیال میں تو یہ فقط اس لیے تھا کہ مولانا ہزاروی مدظلہ نے رجوع الی الحق کی طرف ایک قدم اٹھایا ہے ان کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ اگلا قدم اٹھا کر اتمام حجت فرمادیں۔ دیگر اکابرین نے بھی یہی کیا کہ مزید وضاحت طلب کی۔

یقین رکھیے! کہ اس سلسلہ میں حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کا موقف بعینہ اور حرف بحرف وہی تھا جو حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کا تھا۔ بیسیوں لوگ بلکہ خود راقم بھی اس کا گواہ ہے کہ حضرت امام اہل سنت نے بارہا حضرت قائد اہل سنت کی تحاریر و تقاریر، موقف و مسلک، نظریہ و عقیدہ پر کھلی و کامل اعتماد کا اظہار فرمایا۔

اسی طرح حکیم العصر مولانا عبد المجید لدھیانوی مدظلہ العالی کو بھی حضرت قائد اہل سنت پر کامل اعتماد تھا چنانچہ اپنے ایک خطاب میں فرمایا

مسلک کے بارہ میں قاضی مظہر حسین صاحب حجت ہیں، بندہ کو ان پر حرف بحرف کامل اعتماد ہے اور مسلک کے بارہ میں ان کی رائے کو حد درجہ صاحب اور درست سمجھتا ہے“ [خطبات حکیم العصر: ۶۹/۲]

اور حضرت حکیم العصر کا یہ قول تو مشہور ہے کہ:

”اگر اللہ کے نزدیک اجمالی ایمان مقبول ہے تو میرے عقائد و نظریات وہی ہیں جو قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین اور امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر کے ہیں۔“ [صفدر، اکتوبر ۲۰۱۱ء]

صرف ان دو حضرات کی بات نہیں بلکہ دیگر تمام اکابرین کو بھی حضرت قائد اہل سنت پر کامل اعتماد تھا اور قائد اہل سنت رحمہ اللہ کا موقف اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ انہوں نے مولانا ہزاروی مدظلہ کے اس رجوع کو نامکمل قرار دیا اور مزید وضاحت طلب فرمائی۔

اس عاجز کے خیال کے مطابق اکابرین کی مسرت سے یہ مطلب اخذ کرنا کہ انہوں نے رجوع کو مکمل قرار دے دیا تھا درست نہیں۔ واللہ اعلم

(۷)..... باقی رہی بات اکرام کی جو آپ نے لکھا:

”ہزاروی صاحب مدظلہ جب بھی تشریف لے جاتے، حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ نہایت شفقت اور محبت کا اظہار فرماتے۔“ الخ

عرض:

محترم! کسی پر شفقت یا کسی کا اکرام تو حسن خلق کی علامت ہے نہ کہ اس کے نظریات کی تائید

و تصویب کی، اور ہمارے اکابر تو الحمد للہ اخلاق نبوی کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ راقم کا آنکھوں دیکھا واقعہ ہے کہ بریلوی مسلک کے معروف عالم مفتی محمد خان قادری صاحب حضرت امام اہل سنت کی خدمت میں آئے سردیوں کے دن تھے، حضرت گھر کے برآمدے میں دھوپ سینک رہے تھے، حضرت نے کرسی منگوا کر ان کو بٹھایا اور بہت اکرام کا معاملہ فرمایا، (مجھے اس وقت بہت حیرت بھی ہوئی کہ بدعتی کی توقیر کا کیا مطلب؟ لیکن بعد میں پوچھا تو سمجھ آئی کہ اخلاق حسنہ اور چیز ہیں اور بدعتی کی توقیر کا الگ معنی ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی یہی ہے کہ آپ کسی کافر سے بھی بد اخلاقی سے پیش نہیں آتے تھے۔) کیا اس اکرام کا یہی مطلب ہے کہ [نعوذ باللہ] امام اہل سنت علیہ الرحمۃ نے ان کے نظریات کی تائید فرمائی.....؟

(۸)..... نیز آپ نے لکھا:

”(امام اہل سنت نے) آپ کو اپنی خصوصی سند حدیث سے نوازا۔“

عرض:

یہ تو حضرت شیخ رحمہ اللہ کی عادت مبارکہ تھی دیوبندی مدرسہ کے ہر فاضل کو سند حدیث سے نواز دیتے تھے حتیٰ کہ بعض اوقات امتحان بھی نہیں لیتے تھے، اور آخر عمر میں تو کسی کو سند مانگنے کی نوبت بھی کم ہی آتی تھی، حضرت سلام دعا کے بعد سوال کرتے کہ کیا کرتے ہیں؟ کوئی عالم ہوتا تو فرماتے دورہ کہاں کیا ہے؟ اگر رائے ونڈ یا وفاق سے ملحق کسی دیوبندی مدرسہ کا فاضل ہوتا تو خدام کو از خود ہی اشارہ فرما دیتے کہ سند دے دو! اس سے بھی رجوع کو مکمل قرار دینا ثابت نہیں ہوتا۔

(بہت سے اہل بدعت منکرین حیات انبیاء نے بھی اس نرمی سے فائدہ اٹھایا اور جھوٹ بول کر، تقیہ بازی کے ساتھ سند حدیث لے گئے۔ اعاذ باللہ منہ)

رہی آپ کی بات کہ ”احقر نے رجوع نامہ نہیں دیکھا“ تو وہ ایک حقیقت ہے، دیانت داری کا تقاضا تھا لہذا لکھ دیا اور جو بات جس حوالہ سے جیسے سنی تھی نقل کر دی، اب جب آپ کے مرتبہ رسالہ میں رجوع نامہ دیکھا تو حقیقت سامنے آئی کہ اکابرین نے کیوں اس پر عدم اطمینان کا اظہار فرمایا تھا۔

(۹)..... آپ نے لکھا:

”مولانا سرفراز حسن خان حمزہ صاحب مدظلہ اگر مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب دامت برکاتہم کے اعلان رجوع کو دیکھ لیتے تو شاید اتحاد و اتفاق کی فضا میں اختلاف کا بیج بونے اور حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ سمیت دوسرے اکابر کی تائید کے مقابلہ میں اپنی جدارائے پیش کرنے سے گریز کرتے۔“

عرض:

محترم! احقر نے اکابر سے جدارائے پیش کرنے کی جسارت بلکہ حماقت اور سنگین غلطی ہرگز نہیں کی

بلکہ انہی کی رائے اور موقف کی وضاحت کی ہے، اب احقر مولانا ہنزاروی مدظلہ کے اعلان رجوع کو پڑھنے کے بعد بھی امام اہل سنت اور دیگر اکابرین کے معتمد، امین ملت مناظر اسلام حضرت اکاؤڑی کے پیرومرشد، شیخ العرب والعجم حضرت مدنی رحمہ اللہ کے شاگرد و خلیفہ قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ کی اتباع میں، مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذیؒ کے فرمان اور دارالعلوم کراچی کے فتویٰ کے مطابق اس اعلان رجوع کو نامکمل ہی سمجھتا ہے کیونکہ ہمارے اکابر و اسلاف کی یہی رائے ہے۔ محترم! اکابر کی اتباع کو ”اختلاف کا بیج بونے“ سے تو نہ تعبیر فرمائیے.....!

محترم!

گستاخی کی معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ اتحاد و اتفاق کی دعوت تو آپ نے بہت خوب دی مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ..... سب سے پہلے اختلاف کا بیج بو کر وحدت امت کو پارہ پارہ کس نے کیا؟؟..... اس اول سبب کا سد باب کرنا چاہیے نہ کہ اس کے تریاق میں رکاوٹ بن کر اختلاف کو مزید ہوا دی جائے۔ (۱۰)..... اکابرین اہل سنت کے موقف کو اجاگر کیے جانے کو ”بے جا تنقید“ سے تعبیر کرنا کہیں ہماری اپنی ہی گمراہی تو نہیں.....؟ خدا را سوچیے اور غور کیجئے!

خدا تعالیٰ ہم سب کو اکابرین دیوبند کے مسلک حقہ سے وابستہ رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور اکابرین کے موقف پر مضبوطی سے قائم و دائم رکھے۔ آمین۔ بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم والسلام..... خیر اندیش..... طالب دعا..... خادم اہل سنت..... سرفراز حسن خان حمزہ احسانی متعلم: دارالعلوم مدنیہ، ماڈل ٹاؤن بی، بہاولپور

☆.....☆.....☆.....☆

اس عریضہ کے بعد مولانا نثار صاحب کی طرف سے کوئی جواب موصول ہوا نہ ہی انہوں نے حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کی وہ تحریر ارسال فرمائی جس کے بارے میں انہوں نے لکھا کہ میرے پاس موجود ہے، اگر ارسال فرمادیتے تو اسے بھی یہاں نقل کر دیا جاتا۔ اب تمام صورت حال سپردِ قریطاس ہے۔ قارئین خود ہی فیصلہ فرمائیں!

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر موقع اور ہر موڑ پر اپنے اکابر کے نقش قدم پر پوری مضبوطی اور تندہی کے ساتھ قائم و دائم رہنے اور ”مسلک حق“ کے خوب خوب دفاع و اشاعت کی توفیق رفیق فرمائے۔ آمین۔

☆.....☆.....☆.....☆

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے طرزِ عمل سے دیوبندیت کو نقصان پہنچا

”ذیل میں مولانا مفتی زاہد صاحب کی ایک تحریر بلا تبصرہ پیش کی جا رہی ہے۔ مولانا موصوف نہ صرف متعدد افکار میں اکابر دیوبند کے طرز و اسلوب سے ہٹے ہوئے ہیں، بلکہ مشہور محمد و زندقہ جہاد احمد غامدی جیسے مجدد کے بلا فیس وکیل اور اس کی تعریف و توصیف کے گن گاتے نہیں تھکتے۔ ذیل میں امام ربانی سرخیل دیوبندیت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے حوالے سے اُن کی ایک پوسٹ ملاحظہ ہو“ [مرتب]

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا تصوف میں بڑا اونچا مقام تھا، ان کے ہاں باقاعدہ خانقاہی معمولات بھی اعلیٰ پیمانے پر ہوتے تھے، تاہم بعض مسائل میں ان کی طرف سے حاجی امداد اللہؒ سے شدید (مگر ادب کے دائرے میں رہ کر) اختلاف کیا گیا، یقیناً مولانا گنگوہی کے پیش نظر بعض انتظامی مصالح ہوں گی۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ بحیثیت مجموعی اس کے نتیجے میں دیوبندی فکر میں خاص قسم کی خشکی آگئی اور بات دوسری طرف کو کچھ زیادہ نکل گئی، جس نے دیوبندیت کو کسی قدر نقصان بھی پہنچایا۔ (اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی شخص اس بات کا التزام نہیں کر سکتا کہ وہ اپنی پیش کردہ فکر کے بہت دور کے اثرات سے آگاہ ہو، اس لیے صاحبِ فکر پر بذاتِ خود اعتراض نہیں بنتا، تاہم درست تجربہ بعد والوں کی ذمہ داری ہے۔).....

حضرت گنگوہی کے سلسلہ کی ایک اہم شخصیت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کو اس کا شاید احساس بھی ہوا اور آخر میں کچھ تدارک کی طرف توجہ بھی فرمائی، لیکن ان کے خلفاء جب اس معاملے کو لے کر چلے تو شیخ علوی مالکی جیسے حضرات کی شرکت کی وجہ سے یہ مہم تنازعہ سی ہوگئی۔ میری عرصہ سے یہ رائے ہے کہ دیوبندیوں ان معاملات میں حاجی صاحب کی باتوں کو سمجھنا ضرور چاہیے، ماننا نہ ماننا بعد کی بات ہے۔ اکثر علمائے دیوبند کے علم میں ہی نہیں ہوتا کہ حاجی صاحب کیا فرماتے تھے۔

[مولانا زاہد کے فیس بک پیج سے۔ مورخہ ۲۲ دسمبر ۲۰۱۵ء]

(غیر مطبوعہ)

..... باب نمبر تین (۳).....

جناب محمد بن علوی مالکی صاحب کی کتاب

”مفاہیم“ اور

اس کے اردو ترجمے

”اصلاحِ مفاہیم“ پر تبصرے

باب نمبر ۳..... اصلاح مفاہیم پر اکابر اہل سنت کے تبصرے

..... اصلاح مفاہیم، فکر و مندرجات کا مختصر و جامع تجزیہ

از: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار ملتان

..... اصلاح مفاہیم میں مولانا علوی مالکی کے تضادات

از: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار ملتان

..... اصلاح مفاہیم پر ایک نظر

از: محقق العصر حضرت مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم

..... یہ مسائل روح اسلام کے خلاف ہیں۔

از: امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر

..... اصلاح مفاہیم اور اس کی تقریظوں پر تبصرہ

از: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین

..... جوابی مکتوب بنام مولانا عبدالرحمن صدیقی و مولانا عزیز الرحمن ہزاروی

از: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین

..... اصلاح مفاہیم پر تحقیقی نظر

از: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی

..... کچھ اصلاح مفاہیم کے بارے میں

از: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید

..... اصلاح مفاہیم پر مولانا مفتی محمد تقی عثمانی کی تقریظ

از: مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

..... مولانا مفتی فرید صاحب اکوڑہ خٹک کا رجوع

از: حضرت مولانا مفتی فرید صاحب رحمہ اللہ

..... حضرت مولانا حسن جان شہید رحمہ اللہ کا رجوع

از: شیخ الحدیث مولانا حسن جان شہید رحمہ اللہ

..... ”مفاہیم“ کی ایک تقریظ پر تائیدی دستخط سے رجوع

از: مرشد العلماء حضرت سید نفیس الحسنی رحمہ اللہ

کتاب ”اصلاح مفاہیم“ فکر و مندرجات کا مختصر و جامع تجزیہ

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى

حال ہی میں ادارہ کو سعودی عرب کے ایک عالم سید محمد بن علوی مالکی شاذلی کی کتاب ”مفاہیم یجب أن تصحح“ کا اردو ترجمہ ”اصلاح مفاہیم“ کے نام سے برائے تبصرہ موصول ہوا۔ کتاب کا بنیادی موضوع اہل السنۃ والجماعت کے طبقوں کو اتحاد کی دعوت دینا ہے جس کی ضرورت واہمیت سے انکار نہیں۔ مگر مرض کی تشخیص اور تجویز علاج میں کچھ تسامحات کتاب میں موجود ہیں، مناسب سمجھا گیا کہ روایتی تبصرہ کی بجائے کتاب کو نقد و تحقیق کے معیار پر پرکھا جائے، جس کے لیے جامعہ خیر المدارس کے صدر مفتی فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ کی خدمت میں درخواست کی گئی۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے کتاب کا بغور مطالعہ فرما کر موضوع کتاب اور اکثر مفید مباحث سے اصولی اتفاق اور ان کی تحسین کے ساتھ بعض مندرجات کو قابل اصلاح قرار دیا۔ بعد ازاں یہ تحریر ”مجلس تحقیقات اسلامی پاکستان“ کے ایک اجلاس میں پیش کی گئی جس کے ارکان میں حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے علاوہ

حضرت مولانا محمد صدیق صاحب شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان،

حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب مفتی دارالعلوم کبیر والا،

حضرت مولانا عبدالجید (لدھیانوی) صاحب شیخ الحدیث باب العلوم کھر وڑپکا،

حضرت مولانا مفتی غلام قادر صاحب خیر پور نامیوالی،

حضرت مولانا محمد حنیف صاحب جالندھری مہتمم جامعہ خیر المدارس،

مولانا محمد انور صاحب مہتمم دارالعلوم کبیر والا،

حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب مفتی: جامعہ خیر المدارس ملتان،

مولانا محمد اسحاق صاحب مفتی: جامعہ خیر المدارس ملتان،

حضرت مولانا مفتی مسعود تحسین صاحب مفتی: جامعہ قاسم العلوم ملتان،

حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب نائب مفتی: جامعہ خیر المدارس ملتان..... اور

حضرت مولانا محمد عابد صاحب مدرس: جامعہ خیر المدارس ملتان
اور مدیر ”الخیر“ (مولانا محمد اہر صاحب)

شامل ہیں۔ اجلاس کے شرکاء نے ”اصلاح مفاہیم“ پر حضرت مفتی صاحب مدظلہ کی تحریر کو حرف بحرف سننے کے بعد اس عادلانہ اور جامع محاکمہ سے مکمل اتفاق کیا اور اس کی اشاعت کو ضروری قرار دیا۔
ذیل میں حضرت مفتی صاحب مدظلہ کی اس قابل قدر تحریر سے قبل یہ گزارش بھی پیش نظر رہے کہ ہم مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر کے درمیان اتحاد و اتفاق کی ضرورت کے نہ صرف قائل بلکہ داعی ہیں۔ اور کتاب و سنت اور اکابر و اسلاف کے اسوہ کی روشنی میں اس سلسلہ کی تمام مساعی کے قدردان و مؤید ہیں۔ مگر اس سلسلہ میں درج ذیل امور کا لحاظ کئے بغیر اتحاد و اتفاق کی دعوت بار آور نتیجہ خیز نہیں ہو سکتی۔

(الف)..... برصغیر میں اکابر علماء دیوبند کے خلاف ایک سازش کے تحت اٹھائے جانے والے فتنہ تکفیر کا منصفانہ اور غیر جانبدارانہ تجزیہ کیا جائے اور مکھڑین کو ان کے تشدد و افراط کا احساس دلا کر اس بے فائدہ تکفیری مہم کو بند کرنے پر آمادہ کیا جائے جسے جمہور مسلمانوں کے دل و دماغ نے کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی تسلیم نہیں کیا۔

(ب)..... رسوم و بدعات پر تاویل اور ”عادی امور“ کے پردے ڈالنے کی بجائے انہیں صاف صاف ”بدعات“ ہی کہا جائے۔ البتہ مانعین کی خدمت میں انداز دعوت و تبلیغ میں مناسب تبدیلی اسلوب تردید میں نرمی کی درخواست کی جائے۔

(ج)..... اتحاد و اتفاق کے لئے ضروری ہے کہ ابتداءً جانہین سے کچھ مخلصین حضرات باہمی مشاورت کے بعد بعض متفقہ نکات تجویز فرمائیں بعد ازاں فریقین کو عمومی دعوت اتحاد دی جائے یکطرفہ دعوت اتحاد کبھی کامیاب نہیں ہوئی بلکہ اسے عام طور پر کمزوری پر محمول کیا جاتا ہے۔

(د)..... اتحاد و اتفاق کا حاصل یہ ہے کہ فریقین کے درمیان بُعد و منافرت کے فاصلے کم کئے جائیں یہ نہیں کہ کوئی ایک فریق دوسرے کے عقائد و اعمال کو تاویل کی راہ سے کھینچ تان کر شریعت کے مطابق کہنے لگے یہ شریعت کے ساتھ ساتھ انسانی فطرت کے بھی خلاف ہے۔

کتاب کے آغاز میں محترم ناشر صاحب نے اتحاد بین المسلمین کے لئے مجموعی طور پر جو ذوق و فکر پیش کیا ہے۔ وہ بہر حال ہمارے حضرات اکابر کی تحقیقات کے خلاف ہے جس کی تائید نہیں کی جا سکتی۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے تبصرہ سے قبل یہ بھی پیش نظر رہے کہ ”اصلاح مفاہیم“ پر بعض معروف علماء دین کی تقاریر و کچھ کرام قارئین کو غلط فہمی ہو سکتی ہے جس کا ایک مظہر ”اصلاح مفاہیم“ پر

ہمارے بعض دینی جرائد کے تائیدی تبصرے ہیں۔

سو گزارش ہے کہ عام طور پر ایسی تقریظات اعتماداً یا سرسری نظر کے بعد لکھ دی جاتی ہیں کئی سو صفحات کی ضخیم کتاب کے بغائر مطالعہ کی زحمت کے بعد تقریظ لکھنے کی مشقت بالعموم نہیں اٹھائی جاتی جس کا ایک ثبوت اسی شمارہ میں شامل ہمارے مخدوم و مکرم حضرت سید انور حسین صاحب نفیس رقم مدظلہ خلیفہ مجاز حضرت رائے پوریؒ کا ایک مکتوب گرامی ہے جس میں آنمو صوف نے اسی کتاب پر اپنی تقریظ سے صاف صاف رجوع کا اعلان فرمایا اور تحریر فرمایا ہے کہ یہ تقریظ بعض احباب کے اصرار پر محض اعتماداً لکھی گئی تھی ہمیں امید ہے کہ حضرت شاہ صاحب مدظلہ کی طرح باقی حضرات بھی کتاب کے تمام مندرجات سے باخبر ہونے کے بعد اپنی تقریظ سے رجوع کرنے میں کسی قسم کا انقباض محسوس نہ فرمائیں گے۔ واللہ الموفق و هو علی کل شیء قدير۔“ [ادارہ]

”اصلاح مفاہیم“ میں قرآن سنت اور اکابر کے مسلک و مشرب کے خلاف کافی مواد پایا جاتا ہے یہاں پر ان میں سے بعض مواضع کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

دعا صرف اللہ تعالیٰ سے کی جائے (اکابر):

..... حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ سے توسل کے بارے میں سوال کیا گیا کہ توسل جائز ہے یا ناجائز؟ آپ نے جواباً فرمایا:

”اس مسئلے کی پہلے تحریرات ہو چکی ہیں کہ ما نہ مسائل اور اربعین مسائل مولانا محمد اسحاق مرحوم دہلوی کو دیکھئے چونکہ اب بندہ سے سوال کیا گیا ہے تو جواب مختصر لکھنا ضروری ہوا۔ استغاثہ کے تین مفتی ہیں: [۱] ایک یہ کہ حق تعالیٰ سے دعا کرے کہ بخرمتہ فلاں میرا کام کر دے۔ یہ باتفاق جائز ہے۔ خواہ عند القبر ہو یا دوسری جگہ۔ اس میں کسی کو کلام نہیں۔ [۲] دوسرے یہ کہ صاحب قبر سے کہے کہ تم میرا کام کر دو۔ یہ شرک ہے خواہ قبر کے پاس کہے خواہ قبر سے دور کہے۔“ [فتاویٰ رشیدیہ قدیم]

حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ اسی استدلال کے بارے میں لکھتے ہیں:

”_____ ایں نوع حرام مطلق بلکہ کفر است۔“ [فتاویٰ عزیزی: ۲۲-۲۳]

اس صورت کے بارے میں حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں کہ:

”توسل بالخلق کی تین تفسیریں ہیں ایک یہ کہ مخلوق سے دعا کرنا اور اس سے التجا کرنا (یعنی یہ کہ توشفاء دے، تو رزق دے۔ [ناقل]) یہ بالاجماع حرام ہے۔“ [بوادار النوادر: ۵۹ء]

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ کے خلیفہ اجل حضرت مفتی محمود گنگوہیؒ مفتی:

دارالعلوم دیوبند [لکھتے ہیں:

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (308)

”حضرات اولیاء اللہ کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا درست ہے خود براہ راست اولیاء اللہ سے یہ چیز نہ مانگی جائے کہ اے فلاں بزرگ آپ مجھے بیٹا دے دیجئے، جیسے بعض جگہ دستور ہے کہ بڑے پیر صاحب یا کسی اور بزرگ سے مدد مانگتے ہیں اور کہتے ہیں، ”یا غوث المدد“ شرعاً اس کی اجازت نہیں۔“

[فتاویٰ محمودیہ: ۲۲/۱]

جناب محمد علوی مالکی کا عقیدہ:

حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام سے دعا کرنا جائز ہے خواہ وہ چیز مقدور العبد ہو یا نہ۔ کتاب ”اصلاح مفاہیم“ میں متعدد مقامات پر اس کی تصریح ہے۔ انبیاء و اولیاء سے اس طرح براہ راست (بیٹا پوتا رزق صحت وغیرہ) مانگنا درست ہے اور اسے شرک قرار دینا باطل دعویٰ ہے۔ [مفاہیم: ۱۷۵] چنانچہ لکھتے ہیں:

”ب..... ان تکفیر کر نیوالوں کا ایک باطل دعویٰ یہ بھی ہے کہ یہ لوگ انبیاء اور صلحاء مرحومین سے ایسی چیز طلب کرتے ہیں جس کا عطاء کرنا صرف اللہ پاک ہی کے قبضہ قدرت میں ہے اور یہ شرک ہے۔ اھ۔“

[اصلاح مفاہیم: ۱۸۹]

شیخ علوی صاحب کے نزدیک یہ باطل دعویٰ ہے۔

ج:..... ”اور یہ کہنا جائز ہے کہ: ”یا رسول اللہ! میری بیٹائی لوٹا دیں۔“ [مفاہیم: ۱۷۹]

”یا یہ کہ: مجھے شفاء بخش دیں یا میرا دین ادا کر دیں۔ یا نبی اللہ! اشغنی أو اقض دینی۔“ الخ

[مفاہیم: ۱۷۶]

د:..... مفاہیم میں ایسی چیز کو انبیاء و اولیاء سے براہ راست مانگنے کو جائز کہا ہے جس کا عطاء کرنا صرف اللہ پاک ہی کے قبضہ قدرت میں ہے بلکہ اسے فعل صحابہ سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، لکھتے ہیں:

”وہکذا کل ما طلب منه من خوارق العادات کشفاء الداء العضال بلا دواء، وإنزال المطر من السماء ولا سحاب، وقلب الأعیان، ونبع الماء من الأصابع، وغير ذلك، فهو من لا یدخل تحت قدرة البشر وکان یحییٰ الیہ۔“ [مفاہیم: ۱۷۵]

(ترجمہ: اور یہ سب امور جو خارق عادت ہیں آپ ﷺ سے طلب کیے گئے، مثلاً مہلک بیماری سے

دوا کے بغیر شفایابی، بادلوں کے بغیر آسمان سے بارش کا برسانا،۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔، انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا

وغیرہ جن پر بشر قادر نہیں اور آپ ﷺ بجالاتے تھے۔ [مرتب])

یعنی صحابہ کرام نے مہلک بیماری سے شفاء دینا، بارش برسانا وغیرہ خود آنحضرت ﷺ سے مانگا کہ

آپ شفا دے دیں، آپ بارش برسادیں وغیرہ وغیرہ۔

الحاصل ”مفاہیم“ کے مطابق حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے براہ راست ایسی چیزوں کی دعا کرنا جائز ہے۔

استمداد کی اس صورت کو حضرت شاہ اسحاق، حضرت شاہ عبدالعزیز، حضرت گنگوہی حضرت تھانوی و دیگر اکابر قدس اللہ اسرارہم نے حرام بتلایا۔ ”مفاہیم“ میں اس کو جائز بلکہ سنت صحابہؓ بتلایا گیا ہے۔
بارش کے بارے میں دعا کی درخواست:

واضح رہے کہ حضرات صحابہؓ سے جو منقول ہے وہ صرف بارش وغیرہ امور کے لیے دعا کرنے کی درخواست ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمادیں اور یہ قطعاً ثابت نہیں کہ خود آپ کی ذات گرامی سے بارش برسانے کی درخواست کی گئی ہو کہ آپ بارش برسا دیں جیسا کہ روایات ذیل سے ظاہر ہے۔

”یا رسول اللہ! هلکت الأموال..... فادع الله أن يغثينا، فدعا الله، وجاء المطر إلى

الجمعة الثانية“ [الحديث، أخرجه البخاری: مفاہیم ۱۶۹-۱۷۰]

(ترجمہ: یا رسول اللہ! مال و متاع ہلاک ہو گیا۔..... آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ بارش برسا دیں۔ پس آپ نے دعا فرمائی۔ دوسرے جمعے تک بارش ہوتی رہی۔ [مرتب])
حضرت معاذ بن عمر بن الجوح کے قصہ میں حدیث کے یہ الفاظ ہیں:

قال في المواهب: وجاء معاذ بن عمرو يحمل يده (المنفضلة عنه في الحرب) إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم كما ذكر القاضي عن ابن وهب قبض على الصلوة والسلام عليها فلصقته۔ [مفاہیم: ۱۶۹]

ایک دوسرے صحابی کے ہاتھ میں ذیل تھا انہوں نے عرض کیا:

”يأنيبي الله! هذه السلعة قد أورتني..... فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أدن مني! قال: فدنوت، ففتحها، فنفت في كفي، ثم وضع يده على السلعة حتى رفع عنها، وما أرى أثرها.“ (م)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ باہر نکل آئی تھی۔ لوگوں نے اسے کاٹ کر الگ کرنا چاہا۔

”فقال (قتادة): لا! حتى استأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم، فاستأمره، فقال: لا! ثم وضع راحته على صدقه، ثم غمزها، فعدت كما كانت.“ [الحديث، مفاہیم: ۱۶۸]

ان احادیث میں حضرات صحابہؓ نے حضور پاک ﷺ کی خدمت اقدس میں اپنی اپنی تکلیف کا اظہار فرمایا ہے اور بس یہ ہرگز عرض نہیں کیا کہ: یا رسول اللہ! اشفنا۔ پس یقیناً ان احادیث کا وہی معنی لیا جائے گا۔ جو حدیث اعرابی میں مصرح ہے کہ بارش نہ ہونے کی تکلیف کا اظہار کر کے دعا کی درخواست کی

جاری ہے یا یہ کہ اس پر دم وغیرہ فرمادیں۔ حدیث قتادہؓ میں صرف مشورے کا ذکر ہے۔ بہر حال ان احادیث سے استمداد کی زیر بحث قسم کے لئے استدلال کرنا صحیح نہیں، اتنے بڑے دعویٰ کے لئے ایک دلیل بھی موجود نہیں۔

مجازِ عقلی کی گنجائش:

اس نوع کے استمداد کے جواز کے لئے موصوف نے جو مجازِ عقلی کا سہارا لیا ہے کامل الایمان حضرات کے بارے میں تو اس کی شاید گنجائش ہو سکتی ہو۔ لیکن عامۃ الناس، فاسد العقیدہ لوگوں کے بارے میں ایسی توجیہ توجیہ القائل بمالایرضیٰ بہ قائلہ کے قبیل سے ہے۔ کیونکہ عوام اور بعض جاہل علماء اپنی تحریرات اور تقریروں میں واضح طور پر اس کا اعلان کرتے ہیں کہ ۔

خدا کے پاس وحدت کے سوا کیا ہے جو کچھ لینا ہے لے لوں گا محمد سے سیٹیوں پر علی الاعلان یہ کہانیاں سنائی جاتی ہیں کہ:

”ایک مائی پیر صاحب کے پاس آئی کہ مجھے بیٹا دے۔ پیر صاحب نے تھوڑی دیر مراقبہ کر کے کہا: کہ خدا نے لوح محفوظ میں تیرے لیے بیٹا نہیں لکھا۔ مائی کہنے لگی کہ: اگر خدا نے لوح محفوظ میں لکھا ہوتا تو تمہارے پاس آنے کی کیا ضرورت تھی؟ اسی لیے آئی ہوں کہ خدا کے پاس میرے لیے بیٹا نہیں ہے۔ پیر صاحب نے جوش میں آکر کہا کہ: اچھا جا! تیرے سات بیٹے ہوں گے۔ چنانچہ سات بیٹے ہوئے۔“ (العیاذ باللہ)

اور علی الاعلان یہ بھی سنایا جاتا ہے کہ:

”ایک مائی کا شوہر فوت ہو گیا ہے۔ اس عورت نے پیر صاحب سے کہا میرا شوہر فوت ہو گیا ہے۔ اس کو تسلی دے کر پیر صاحب چوتھے آسمان پر گئے اور ملک الموت کو پکڑا۔ اور ایک روح مانگی۔ اس نے انکار کیا تو پیر صاحب نے ملک الموت سے روحوں والی زنبیل چھین کر روحیں زمین پر چھوڑ دیں تو سب کے سب زندہ ہو گئے۔ بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عزرائیل علیہ السلام نے جب اللہ پاک سے اس کی شکایت کی تو اللہ پاک نے فرمایا: چپ رہو! اگر وہ پیر صاحب میرے پاس آجاتے تو سب مردوں کی روحوں کو چھوڑنا پڑتا۔“

ایک واقعہ تو خود بندہ کے ساتھ پیش آیا کہ ایک بڑے میاں کہنے لگے کہ تُو جمعہ کے وعظ میں ہمیشہ

کہتا رہتا ہے: اولاد دینے والے رزق دینے والے صحت دینے والے وغیرہ صرف اللہ تعالیٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی سے ان کی دعا کرنا چاہیے۔ وہ کہنے لگے کہ اگر یہ سب کچھ اللہ ہی کرتا ہے تو پھر اللہ اکیلا ہی ہوا۔ میں نے کہا: ہاں! یہ تو ہمارے کلمے میں ہے۔ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔

ہمارے گاؤں کی ایک خاتون کا بچہ فوت ہو گیا۔ میں نے تعزیت کی تو وہ کہنے لگی اصل قصور ہمارا ہی

ہے۔ دو تین گیارہویں میں نے نہیں دیں تو پیر صاحب نے بچہ مار دیا۔ لاحول ولا قوۃ۔ یہی عوام جہلا، سیدھے مزارات پر جاتے ہیں اور وہاں باقاعدہ سجدہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں: ”پیرا! کلڑ لے تے پتر دے“۔ شریعت کی تعلیمات سے جاہل نہ کبھی نماز روزہ، حج کو جائیں تو پوچھیں کہ مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کا روضہ اطہر ہے لیکن پتہ نہیں کہ مکہ میں کس کا مزار شریف ہے۔ ایک حاجی اپنی بیوی کو کہہ رہا تھا کہ: ”عرفات کو نہیں جائیں گے۔ بھید ہے۔ میں تمہیں مدینہ منورہ لے چلوں گا۔“ جہالت کی کوئی انتہا نہیں۔ ایسے عوام کو تعلیم احکام کے بجائے یہ چھٹی دے دی جائے کہ تمہارا عمل درست ہے۔!؟

ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ علی الاطلاق اس نوع استمداد سے لوگوں کو روک دیا جائے۔ نہ یہ کہ غیر واقعی تاویلات کا سہارا لے کر جاہل فاسد العقیدہ عوام کو اس قسم کی شریکات پر اور جری بنا دیا جائے اور ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

نیز ایسی تاویلات قائل کو تکفیر سے بچانے کے لیے تو کبھی قبول کی جاسکتی ہیں، لیکن شریکات کی ترغیب کا پہلو ان میں ہرگز نہ ہونا چاہیے۔

مگر جب حضرات صحابہ کے فعل سے پوری ترغیبات کے ساتھ اسے ثابت کیا جائے گا تو عوام اسے قرآن و سنت کا حکم سمجھیں گے۔ ہمارے خیال میں ایسے قائلین کی نہ علی الاطلاق تکفیر درست ہے اور نہ اس طرح ترغیب دے کر چھٹی دینا جائز۔ یہ دونوں امر افراط و تفریط ہیں۔ راہ اعتدال اور صراط مستقیم یہ ہے کہ توسل کی پہلی دو صورتوں کو جائز کیا جائے اور استمداد کی اس صورت کو ناجائز کیا جائے۔

استمداد کی تیسری صورت اور تسکین الصدور میں علماء کا فیصلہ:

واضح رہے کہ ”تسکین الصدور“ میں بھی استمداد کی اس صورت کو ناجائز لکھا ہے۔ اور تسکین الصدور مغربی پاکستان کے علماء کی فرمائش پر حضرت مولانا سرفراز خان صاحب زید مجدہم نے مماتوں کی تردید میں تصنیف کی تھی اور ملتان خیر المدارس میں اکابر علماء کے سامنے اسے حرف بحرف سنا کر اس کی تصدیق حاصل کی گئی تھی۔ یہ اکابر

حضرت مولانا خیر محمد صاحب

حضرت مفتی محمود صاحب

حضرت مفتی محمد عبداللہ ملتان

حضرت شیخ الحدیث رشید یہ مولانا عبداللہ راہپوری

حضرت مولانا محمد علی جالندھری

حضرت مولانا غلام غوث صاحب رحمہم اللہ اجمعین..... اور

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم تھے۔

اور تسکین الصدور پر تقریظ لکھنے والے حضرات میں:

حضرت مولانا قاری طیب صاحب

مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی

مولانا شمس الحق صاحب افغانی

مولانا محمد یوسف صاحب بنوری

مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی

مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک رحمہم اللہ اجمعین..... اور

مولانا خان محمد صاحب، مولانا عبد اللہ درخواسی دامت برکاتہم العالیہ..... شامل ہیں۔

ارواح کا فریادری کرنا:

حضرت اقدس مفتی محمود گنگوہیؒ [خلیفہ اجل: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ] لکھتے ہیں:

”جو شخص اس کا معتقد ہے کہ: اولیاء اللہ و صلحاء اپنی ارواح کے بدنوں سے جدا ہونے کے بعد عالم میں تصرف کرتے ہیں اور اُن کو اس کی قدرت ہے کہ اپنے سے مدد طلب کرنے والوں کی مدد کریں اور جس جگہ بھی اُن کو پکارا جائے اُن کی سینیں اور اُن کی مدد کو پہنچیں۔ تو اس اعتقاد کی دین میں کتاب و سنت میں کوئی اصل نہیں اور فقہاء نے اس کے خلاف کی صراحت کی ہے۔“ [فتاویٰ محمودیہ: ۲۹/۲]

اور اس کے برعکس ”اصلاحِ مفاہیم“ میں ہے کہ ارواح اپنے پکارنے اور فریاد چاہنے والوں کی

فریادری کرتی ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

”ولا شک أن الأرواح لها من الإطلاق والحرية ما يمكنها من أن تعجب من بناديبها و

تغيث من يستغيث بها كالأحياء سواء بسواء بل أشد وأعظم. [مفاہیم: ۱۷۴]

(ترجمہ: اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ارواح کو ایسی آزادی حاصل ہے جن سے ان کو یہ ممکن ہے کہ اپنے

پکارنے والوں اور مدد طلب کرنے والوں کو زندوں کی طرح بلکہ ان سے بڑھ کر جواب دے سکیں۔)

کسی خاص شکل میں کسی خاص روح کے لیے کسی خاص نوعیت کی کوئی چیز ثابت ہو تو اس کا امکان

ہے۔ لیکن جس اطلاق و عموم کا دعویٰ ان الفاظ میں کیا گیا ہے یہ ہرگز ثابت نہیں اور تصریحات علماء و فقہاء اور

اکابر کے خلاف ہے۔

عرس و مروجہ مجالس میلاد شریف وغیرہ:

ہمارے حضرات نے عرس و مروجہ مجالس میلاد شریف شب معراج کے اجتماعات کو بدعت قرار دیتے

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاحِ مفاہیم..... (313)

ہوئے لوگوں کو اس سے منع فرمایا اور اس قسم کی مروجہ مجالس سے عملی طور پر ہمیشہ پرہیز و اجتناب کیا۔ سینکڑوں نہیں تو بلا مبالغہ اکابر کی بیسیوں تصریحات ان اجتماعات کی ممانعت میں موجود ہیں جیسا کہ حضرات کے فتاویٰ اور تصنیفات کتب و رسائل سے ظاہر ہے۔

جبکہ اس کے برعکس ”مفاہیم“ میں ان اجتماعات کی ترغیب اور اس کی طرف دعوت دی گئی ہے۔ محترم محمد علوی صاحب نے اس کی ترغیب و فضائل میں ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے۔ (حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف) مزید لکھتے ہیں:

”وقد كتبنا عن المولد النبوی كثيراً وتحدثنا عنه فی الاذاعة والمجامع العامة مراراً بما یذهب معه وضوح مفهومنا عن المولد الشریف۔“

علاوہ ازیں عملی طور پر جناب شیخ محمد علوی صاحب کو اس قدر شغف اور ان کے انعقاد کا ایسا شوق ہے کہ فرماتے ہیں کہ: مولود شریف کے یہ اجتماعات حرمین شریفین میں ہماری طرف سے پورے سال میں اس شکل اور پدیدہ مخصوصہ کے ساتھ منائے جاتے ہیں جس کی کوئی نظیر نہیں۔ اور اسی طرح ہر خوشی کے موقع پر محفلیں منعقد کی جاتی ہیں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ہر شب و روز ہماری طرف سے یہ اجتماعات ہوتے ہیں۔ اور لوگ پوری رغبت سے اس میں شرکت کرتے ہیں۔

”وما درى هذا المحفل أن الاجتماعات تعقد لأجل المولد النبوی فی مكة والمدينة بشكل منقطع النظیر فی كل أيام العام وفي كل مناسبة تحدث یفرح بها صاحبها۔ لا یمر یوم وليلة بمكة والمدينة الا ویحصل فیہ اجتماع للمولد النبوی۔ علم هذا من علمه وجهله من جهله..... وهذا مجالس المولدا لنبوی تنعقد بفضل الله فی جميع لیالی السنة ولا یکاد یمریوم أو ليلة إلا وهنا مجلس وهناك محفل۔“ [مفاہیم: ۲۱۱]

علاوہ ازیں ان اجتماعات کو نہایت مبارک پر انوار اور سنہری مواقع قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس میں عوام کے لیے پوری ترغیب موجود ہے کہ ایسی مجالس و محافل کا انعقاد کیا جائے۔ ایک شبہ یا مغالطہ:

عرس، شب معراج اور مولود شریف کے ان مروجہ بدعی اجتماعات کے بارے میں علامہ شیخ محمد علوی نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ امور عادیہ ہیں۔ عبادت بالکل نہیں ہیں۔ لیس من العبادۃ فی شئ شاید یہ مطلب ہے کہ امور عادیہ ہونے کی وجہ سے یہ اجتماعات بدعت نہیں۔ ہمارے لیے ”مفاہیم“ کا یہ استدلال بالکل ناقابل فہم ہے کہ امور عادیہ ہونے سے ان کے بدعت ہو سکنے کی نفی کیسے ہو گئی؟ اکثر بدعات امور عادیہ ہی ہوتی ہیں۔ یعنی جب امور عادیہ کے ساتھ عبادت جیسا معاملہ ہونے لگ جائے تو وہ بدعت بن جاتے

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (314)

ہیں۔ (عبادت بننے کی علامات یہ ہیں کہ اس میں عموم و شیوع پیدا ہو جائے۔ فاعلمین ان کے ترک کو گوارا نہ کریں۔ گویا سنت و واجب سمجھا جا رہا ہے۔ بلکہ سنن و واجبات کا وہ اہتمام نہ ہو جو ان امور کا کیا جاتا ہے اور تارکین پر تکبر کی جائے) شیخ کا یہ خیال درست نہیں کہ امور عادیہ مستحدثہ بدعت نہیں ہوتے سلف صالحین کی تصریحات اس کے خلاف ہیں۔

۱..... حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

عليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين، وإياكم و محدثات الأمور، فإن كل محدثة

بدعة۔ [الحديث]

اس حدیث پاک میں امور محدثہ کو بدعت قرار دیا گیا ہے۔

حضرات فقہاء و محدثین نے ایسے امور عادیہ کو بدعت قرار دے کر اس سے منع فرمایا ہے۔ جنہیں عبادت کا رنگ دے دیا گیا ہو۔

۲..... حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک ایسے ہی امر عادی کے مرتکبین کو بدعتی قرار دیا اور فرمایا:

ما أراكم إلا مبتدعين.

۳..... ابن عمرؓ نے ایک مؤذن کو جو تھویب کا عادی تھا بدعت قرار دیا اور حضرت مجاہد کو فرمایا کہ مجھے یہاں سے لے چلو!۔ اخروج بنا! فإن هذه بدعة. [البواد و شریف]

۴..... حضرت علیؓ سے بھی ایسے ہی مروی ہے۔ [بحر الرائق بیان تھویب]

صلوة رَغَائِب کے لیے اجتماع بدعت ہے:

۵..... رجب کے پہلے جمعہ کے روز صلوٰۃ رَغَائِب اجتماعی طور پر پڑھنے کا رواج ہو گیا تھا۔ جس کی ایجاد ۴۸۰ھ کے بعد ہوئی تھی (مدخل) حضرات فقہاء نے اس امر عادی کو بدعت قرار دیتے ہوئے منع فرمایا۔

”قال في البحر من هنا يعلم كراهة الاجتماع على صلاة الرغائب التي نفع في أول جمعة منه وانها بدعة.“ [شامیہ: ۱/۵۰۷]

ابن امیر حاج مدخل میں لکھتے ہیں:

”وقد صنف العلماء كتباً في إنكارها و ذمها و تسفيه فاعلها، ولا يغتر بكثرة الفاعلين لها في كثير من الأمصار.“ [شامیہ: ۱/۵۲۲]

نماز کے بعد مصافحہ کا رواج بدعت ہے:

(۶-۷)..... ایک زمانے میں نماز کے بعد مصافحہ کرنے کا رواج چل پڑا تھا۔ لوگ اس کے عادی

ہو گئے تھے۔ حضرات فقہاء نے اس امر عادی کو بدعت قرار دیتے ہوئے اس سے منع فرمایا۔ المنہاج الواضح (راہ سنت، مؤلفہ: امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر) میں ممانعت کے لئے درج ذیل کتب کا حوالہ دیا گیا ہے۔ (ملقط۔ ایضاح المطالب۔ الطالبین۔ خلاصۃ الفقہ، کافی، فتاویٰ ابراہیم شاہی ناصری۔ حاشیۃ المصانح۔ مجالس الابرار۔ المدخل وغیرہ) علامہ طیبی الترشیح میں لکھتے ہیں:

”یکرہ المصافحة بعد أداء الصلوة علی کل حال، لأنها من سنن الروافض. وهكذا الحكم فی المعانقة۔“

قبر پر اذان کا رواج بدعت ہے:

قبر پر اذان کا رواج ہو گیا تھا۔ اس امر عادی کو بدعت قرار دیا گیا۔

”..... أن لا یسن الأذان عند إدخال الميت فی قبره كما هو المعتاد الآن، وقد صرح ابن حجر فی فتاویہ بأنه بدعة. قال: ومن ظن سنة قیاساً علی ندبها للمولود إلحاقاً لخاتمة إلا مر بابتدائه، فلم یصب. اهـ. وقد صرح بعض علمائنا وغیر ہم بکراهة المصافحة المعتادة عقب الصلوة مع أن المصافحة سنة وما ذاک إلا لكونها لم تؤثر فی خصوص هذا الموضع، فالمواطبة علیها فیہ تو هم العوام بأنها سنة فیہ ولذا منعوا عن الاجتماع لصلاة الرغائب التي أحدثها بعض المبتدعین لأنها لم تؤثر علی هذا کیفیة فی تلك اللیالی المخصوصة، وإن كان الصلاة خیر موضوع.“ [ردالمحتار: ۶۶۰/۱]

ان عبارات سے ظاہر ہے کہ خیر القرون میں جو امر ثابت نہ ہو بعد میں اس کا رواج ہو کر عبادت بن جائے وہ قابل ترک بدعت ہے۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض صورتوں میں نماز، مصافحہ اور اذان جیسے امور شرعیہ بھی بدعت بن جاتے ہیں جبکہ ان میں ایسا تغیر کر لیا جائے جو کہ شریعت سے ثابت نہیں۔

کیا بدعات کی تردید حماقت ہے؟

پہلی صدی سے لے کر زمانہ حال کے اہل حق علماء نے ہمیشہ احیائے سنت سنیہ اور تردید بدعات کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ خصوصاً ہر صدی کے مجددین کی خدمات اس سلسلہ میں بہت نمایاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ صدی میں ہمارے اکابر علمائے دیوبند سے دین کی جو خدمات لیں اور پورے عالم میں اسے قبول عام حاصل ہوا۔ اس سے ان اکابر کے تجدیدی کارنامے ظاہر ہیں۔

سید الطائفہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ۔

حضرت مولانا غلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندؒ

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی
حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی
حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب
حضرت اقدس رائے پوری
حضرت لاہوری..... اور

دیگر اکابر دیوبند رحمہم اللہ! جمیعین نے تقریراً و تحریراً ان مجالس مروجہ اور دیگر بدعات کی خوب خوب تردید کی ہے جیسے کہ ان کی کتابوں ملفوظات وغیرہ سے بالکل ظاہر و باہر ہے۔ مگر افسوس کہ محترم جناب شیخ شاذلی صاحب نے ان مجالس مولود کے بارے میں صرف اپنا نقطہ نظر پیش کرنے پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ ان بدعات کی تردید کو نہ صرف عبث بلکہ جوش غضب میں اسے جہل اور حماقت بھی قرار دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

”إن الاشتغال بالإنکار والأخذ والرد فی حکم اجتماعہم وما إلی ذلک ہو عبث بل وحمق و جهالة.“ [مفاہیم: ۳۰۹]

غور کیجئے! اس کا اثر کہاں تک پہنچے گا؟ اور اس تجہیل و تحمیق کا نشانہ کیسے کیسے اکابر بنیں گے؟ اس کو جانے دیجئے! محترم شاذلی صاحب جو کچھ کہہ رہے ہیں اپنے علم و فہم کے مطابق فرما رہے ہیں، مگر ناشرین حضرات کو یہ بات کسی طرح زیب نہیں دیتی کہ وہ اپنے اکابر کے خلاف حماقت و جہالت کا یہ غلط الزام چھاپ کر اس کی نشر و اشاعت میں کسی بھی طرح دلچسپی لیں۔ شیخ شاذلی حفظہ اللہ کے پیش نظر سعودیہ کے معتنت غیر مقلدین ہوں گے۔ لیکن اس کتاب کا ترجمہ پاکستان میں شائع ہوگا۔ تو اس تحمیق و تجہیل کی زد میں ہمارے تمام اکابر بھی آئیں گے احیائے سنت اور تردید بدعات کے بارے میں جن کی خدمات مشہور و معروف ہیں۔

معروضات بالا کے خلاصہ کے طور پر عرض ہے کہ:

مفاہیم کے مباحث ذیل کے بارے میں اصولی طور پر ہمیں اتفاق ہے:

۱..... تکفیرِ مسلم میں احتیاط لازم ہے۔

۲..... اسلامی تصوف دین کا جزو ہے۔

۳..... اشاعرہ کے تجہیل و تفسیق جائز نہیں۔ یہ سب علمائے حق تھے۔

۴..... توسل بالأعمال الصالحة وبالأنبياء والأولياء بشرائطہ جائز ہے اور اسے شرک کہنا

غلط ہے۔ لیکن استمداد و توسل کی تیسری نوع جائز نہیں جس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔

۵..... شفاعت برحق ہے

۶۔ تہرک حاصل کرنا جائز ہے، صحت عقائد کے ساتھ۔

۶..... روضہ اقدس کی زیارت کے لیے سفر کرنا جائز ہے۔

۷..... آنحضرت ﷺ کو قبر شریف میں حیات حاصل ہے جس سے آپ ﷺ زائر کے سلام کو سنتے

ہیں اور اس کا جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔

۸..... عام فضائل و خصائص نبویہ شریفہ۔

البتہ ان مباحث کے بعض عنوانات، تعبیرات بعض احادیث کی تشریحات میں تساہل پایا جاتا ہے

جو اہل بدعت کی تائید بلکہ ترجمانی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ مثلاً: حدیث شریف میں ہے: وإذا سالت فاسئل

اللہ۔ سیاق و سباق سے ظاہر ہے کہ اس حدیث میں دعا مانگنے کے متعلق فرمایا گیا کہ دعا صرف اللہ تعالیٰ سے کی

جائے۔ لیکن ”مفاہیم“ میں بے فائدہ بحث کے بعد یہ قرار دیا ہے کہ اس حدیث کا یہ معنی ہے کہ جب کسی کے

مال کو دیکھ کر لالچ پیدا ہو تو اس مالدار سے نہ مانگنے لگ جاؤ خدا سے مانگو۔ حدیث کا مقصود تعلیم قناعت ہے گویا

کہ یہ حدیث پوری امت کے لیے تعلیم توحید کے لیے نہیں۔ بلکہ ان لالچی مکینہ قسم کے لوگوں کے لیے ہے جو

دوسروں کے اموال کو دیکھ کر ان سے مال مانگنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں (فہذا کماتری)

”مفاہیم“ کے مسائل ذیل قرآن و سنت اور ہمارے اکابر کی تحقیقات کے خلاف ہیں:

۱..... استمداد: کی اس صورت کو جائز کہا گیا ہے۔ مثلاً یہ کہ اے نبی اللہ! یا اے ولی اللہ! میری بینائی

لوٹا دے۔ [ص: ۱۷۹] مجھے شفا دے، مجھے رزق دے۔ میرا دین ادا کر دے۔ [ص: ۱۷۱/۱۷۵]

جبکہ..... قرآن و سنت کی روشنی میں انبیاء علیہم السلام سے براہ راست ایسی دعا کرنا جائز نہیں۔ دعا

صرف اللہ تعالیٰ سے کی جائے۔ فرمان نبوی ہے: الدعاء هو العبادۃ۔ بلکہ: الدعاء مخ العبادۃ۔

شاہ ولی اللہ سے لے کر اپنے تمام اکابر نے اس نوع استمداد کو ناجائز بالاتفاق کہا۔

۲..... ارواح اموات کے لیے علی الاطلاق ایسے تصرفات کا اثبات کیا گیا ہے جس سے وہ اپنے

پکارنیوالوں کی فریادری کر سکیں (۱۵۴)..... جبکہ

قرآن و سنت اور اکابر کی تصریحات کے مطابق ارواح کے لیے ایسے عمومی تصرفات ثابت نہیں۔

۳..... بدعت کی تقسیم و تحقیق محل نظر ہے۔

۴..... شب معراج، میلاد شریف وغیرہ کے مروجہ اجتماعات کی دعوت و ترغیب دی گئی ہے جبکہ

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (318)

ایسے بدعی اجتماعات شرعاً ثابت نہیں ہمارے اکابر علمائے دیوبند نے ان کی پر زور تردید کی ہے۔

۵..... ان اجتماعات کی تردید کو عبث اور احمقانہ فعل قرار دیا گیا ہے جس سے ان سب اکابر کی تجہیل

و تحمیق ہوئی ہے۔ جن حضرات نے ان اجتماعات کو بدعت قرار دیا ہے۔

آخری گزارش:

آخر میں گزارش ہے کہ چونکہ کتاب کے بعض مقامات کا تاثر اور تعبیرات کتاب و سنت اور حضرات

اکابر کی تصریحات کے خلاف ہے جس سے عام قاری کے شکوک و شبہات اور اکابر سے سوء ظن میں مبتلا ہو کر

صراط مستقیم سے ہٹنے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے ہم دیانتہً اس کتاب کے مطالعہ میں احتیاط کا مشورہ دیں گے کہ

جن مقامات کی نشان دہی کی گئی ہے یہاں دوسرے ایسے مقامات کے غلط تاثر سے بچنے کی کوشش کریں۔

(مطبوعہ: ماہنامہ النجیر ملتان، ستمبر ۱۹۹۳ء..... ماہنامہ حق چار یا ر لاہور، اکتوبر نومبر ۱۹۹۴ء)

حضرت مولانا عبد الحمید تونسوی مدظلہم کی دو علمی و تحقیقی کتب منظر عام پر آچکی ہیں۔

غامی صبا کا منہج فکر

مولانا عبد الحمید تونسوی

دارالتحقیق، ڈیرہ غازی خان

امام ابو حنیفہ
اور
علم حدیث

مولانا عبد الحمید تونسوی

دارالتحقیق، ڈیرہ غازی خان

ملنے کا پتہ: جامع مسجد تنظیم اہل السنۃ والجماعۃ، ابدالی روڈ، چوک نواں شہر، ملتان

0333-3355720_0333-0317770_0301-7588539

”مفہیم“ میں..... مولانا علوی مالکی کی تضاد بیانیات

(۱)..... حدیث پاک ”لا یستغاث بی إنما یستغاث باللہ“ کی تشریح میں بحوالہ ابن تیمیہ کی

صاحب لکھتے ہیں:

”اس حدیث سے مراد نبی ﷺ کی یہ ہے کہ جن امور پر آپ قادر نہیں، ان کو صرف اللہ جل شانہ سے طلب کرنا چاہیے۔ یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کو یہ سکھایا کہ بندے سے وہ چیزیں نہیں طلب کرنی چاہیں جن پر بندہ قادر نہیں۔ [ص ۱۹۷، لا یطلب من العبد مالا یقدر علیہ..... مفہیم]

دوسری ایک جگہ پر لکھتے ہیں:

”جو امور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، ابن تیمیہؒ نے ان کا خلاصہ ذکر کیا ہے۔ بالکل ہمارا بھی وہی عقیدہ ہے..... ہم بھی اس کے قائل ہیں جو شیخ نے فرمایا ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہ کا ایک حق ہے۔ اس میں کوئی مخلوق اس کی شریک نہیں۔ عبادت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے صحیح نہیں۔ اسی سے دعا کرنی چاہیے اور اسی کو پکارنا چاہیے۔ [اصلاح مفہیم: ۱۷۵]

ابن تیمیہ کے الفاظ یہ ہیں:

”واللہ قد جعل حقاً لا یشترکہ فیہ مخلوق فلا تصلح العبادان الا لہ ولا الدعا الا لہ الخ.“ [۶۶]

یہاں تصریح فرما رہے ہیں کہ غیر مقدور البشر امور کو صرف اللہ جل شانہ سے طلب کرنا چاہیے۔

یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایسی اشیاء طلب نہ کی جائیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ سے کی جائیں۔

کیونکہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: انه لا یستغاث بی وإنما یستغاث باللہ. [رواہ الطبرانی]

جب کہ ”مفہیم“ ص ۱۷۵ پر اس کے خلاف تصریح فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہؓ حضور پاک علیہ

السلام سے غیر مقدور العباد اشیاء کو طلب فرماتے تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی مرادیں پوری کرتے تھے۔

”وہکذا کل ما طلب منہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (ناقل) من خوارق العادات کشفاء

الداء العضال بلا دواء انزال المطر حین الحاجۃ الیہ ولا سحاب وغیر ذالک فهو ممالا یدخل

تحت قدرہ البشر عامہ وکان یجیب الیہ.....

لا یقول علیہ السلام لهم إنکم اشرکتکم، فجددو إسلامکم، فإنکم طلبتم منی مالا

یقدر علیہ إلا اللہ.“ [۱۷۵]

دوسرے مقام پر ہے:

”وقد كان الصحابه يستعينون به صلى الله عليه وسلم و يطلبون منه الشفاعة ويشكون حالتهم و يطلبون منه و يسالونه متقدمين انه ليس الا واسطه و سببا فى النفع و الضرر و الفاعل حقيقته هو الله.“ [۱۲۸]

یہ کھلاتا قاض ہے اور غلط بحث ہے کہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ حضرات صحابہؓ غیر مقدور البشر اشیاء مثلاً بارش وغیرہ حضور پاک ﷺ سے مانگتے تھے۔ (ص ۱۲۸، ۱۷۵) اور دوسری جگہ لکھتے ہیں حضور پاک ﷺ نے اس سے منع کیا تھا۔

طلب سے مراد اگر طلب دعا ہے..... تو یہ تاویل پھر قابل قبول نہیں۔ کیونکہ صحابہؓ آحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر طلب دعا کرنے کو کسی نے شرک نہیں کہا تو پھر اس کی تردید کی کیا حاجت ہے؟ نیز طلب دعا تو مقدور البشر کی طلب ہے نہ کہ غیر مقدور البشر کی۔

(۲)..... پھر اس کی دو مقامات [ص ۱۶۶، ص ۱۶۵، مفاہیم] پر تصریح کرتے ہیں کہ دعا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ کسی مخلوق کو اس میں شریک کرنا درست نہیں اور دوسرے مقامات پر یا رسول اللہ! اشفی أواقض دینی [ص ۱۷۶، م] اور یا رسول اللہ أريد أن ترد عینی الخ کے الفاظ سے حضور پاک ﷺ سے دعا کرنے کو جائز بتلاتے ہیں اور اس کی خلاف واقعہ تاویل کرتے ہیں۔

(۳)..... جناب کی صاحب نے پوری صراحت سے: یا نبی اللہ اشفی (الخ) کی دعا کو جائز کہا اور اس کی تاویل کی..... مگر مترجم سلمہ یا مصححین نے ایسی دعا کرنے کو فرض محال سے تعبیر کیا ہے۔ حالانکہ ”مفہیم“ میں بفرض محال وغیرہ کا کوئی لفظ موجود نہیں..... اور ”اصلاح مفاہیم“ میں ہے:

”بفرض محال اگر کوئی یوں کہتا ہے کہ اے اللہ کے نبی مجھے شفا دے دیجئے اور میرا قرض ادا کر دیجئے تو اس کا معنی یہ ہے کہ شفاء قضائے دین کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا و سفارش کر دیں۔“ [ص ۱۹۰]

”بفرض محال“ کے لفظ کا اضافہ مترجمین یا مصححین کی طرف سے شاید اس غرض سے کیا گیا ہے کہ خلاف شریعت ایسی دعا کو گوارا بنایا جاسکے کہ ایسی دعا کرتا تو نہیں لیکن بفرض محال اگر کوئی کر لے تو اس کا یہ معنی ہوگا۔ (الخ)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ امر اگر محالات میں سے ہے تو حضرات صحابہ کرامؓ کی طرف سے یہ کیسے منسوب کیا جا رہا ہے کہ وہ خدمت نبوی میں حاضر ہو کر ایسی مرادیں طلب کیا کرتے تھے اور حضور پاک ﷺ ان کی مرادوں کو پورا بھی کرتے تھے۔؟ (ص ۱۸۹، اصلاح)

علاوہ ازیں یہ ہے کہ اس دعا کا یہ معنی کسی لغت میں نہیں لکھا۔ دعا صرف اللہ جل شانہ کا حق

ہے۔ [مفاہیم]

مشرکین مکہ بھی خالق صرف اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے

(۴)..... اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں مشرکین کا یہ عقیدہ بیان کیا ہے کہ وہ آسمان و زمین کا خالق، رازق، مدبر اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے: وَلَعَنَ سَالَتَهُم مِّنْ خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لِيَقُولُنَّ اللَّهُ اس آیت میں ان کے اس جواب کو بصیغہ تاکید ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح آیات: قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ مَنْ يَخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمِيتِ وَيَخْرِجُ الْمِيتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدِيرُ الْإِلَاحَ مَرْفُوقُونَ اللَّهُ. (یونس) ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

هَذَا خَلَقَ اللَّهُ فَاَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ اَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ اِنْ تَمَامَ آيَاتٍ سَے پتہ چلتا ہے کہ مشرکین اللہ تعالیٰ کو آسمان و زمین کا خالق تصور کرتے تھے۔ لیکن صریح فرمانِ خداوندی کے باوجود جناب کی صاحب کو مشرکین کے لیے یہ عقیدہ تسلیم کرنے سے انکار ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

”وَلَعَنَ سَالَتَهُم مِّنْ خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لِيَقُولُنَّ اللَّهُ. فَانْهَم لَوْ كَانُوا يَعْتَقِدُونَ حَقًّا اِنَّ اللَّهَ تَعَالَى الْخَالِقَ وَحْدَهُ اِنْ اَصْنَامُهُمْ لَا تَخْلُقُ لَكَانَتْ عِبَادَتُهُمْ لِلَّهِ وَحْدَهُ دُونَهَا وَلَكَانَ احْتِرَامُهُمْ لَهُ تَعَالَى فَوْقَ احْتِرَامِهِمْ تَعْلَمُ الْحَجَارَةُ.....“

حالانکہ ارد گردی آیات اس میں صریح ہیں کہ مشرکین بتوں کو خالق نہیں مانتے تھے۔ اسی لیے قرآن کریم نے مشرکین کو یہی تو الزام دیا ہے کہ خالق اللہ کو ماننے کے باوجود غیر خالق کی عبادت کیوں کرتے ہو۔ یہ ظلم ہے اور گمراہی ہے۔ فالہکم الہ واحد یہ نتیجے کے طور پر اس ارشاد خداوندی اَفَمَنْ يَخْلُقُ کے بعد فرمایا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بت خالق نہیں تو ان کے الوہیت ثابت کرنا بھی جائز نہیں تو نتیجہ یہ ہے کہ درحقیقت اس کائنات کا معبود صرف ایک ہے۔ جناب کی صاحب قرآن کریم کے اس استدلال کی بنیاد پر ہی تیشہ زنی کر رہے ہیں کہ کفار کا یہ عقیدہ ہی نہ تھا۔ پھر اپنے اس غلط اور خلاف قرآن کریم عقیدہ کو بھی زورِ خطابت سے ایک تاویلی پردے میں منوانا چاہتے ہیں۔

تاویل کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین بتوں کا احترام زیادہ کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا کم۔ اسی لیے آیت کریمہ مَا كَانَ لِلَّهِ يَصِلُ اِلَى شَرِّ كَاثِمِهِمْ وَمَا كَانَ لَشَرِّ كَاثِمِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللَّهِ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ (اعراف) پر لکھتے ہیں:

”فَلَوْ لَا اِنَّ اللَّهَ تَعَالَى اَقْلَ فِي نَفْسِهِ مِنْ تِلْكَ الْحَجَارَةِ مَا رَجَحُوا هَا هَذَا التَّرْجِيحَ“

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (322)

حالانکہ کفار نے اس ترجیحی عمل و غلطی کا منشاء ان کے عقیدے میں حق تعالیٰ کا استغنا اور بتوں کا محتاج ہونا تھا۔ جیسا کہ ”بیان القرآن“ میں ہے:

”پھر بتوں کے حصے میں ملا دیتے اور بہانہ یہ کرتے کہ اللہ تعالیٰ تو غنی ہے۔ اس کا حصہ کم ہونے سے اس کا کوئی ضرر نہیں اور شر کا محتاج ہیں۔ ان کا حصہ نہ گھٹنا چاہیے“ [بیان القرآن]

اس تقریر سے مکی صاحب کا استدلال غلط ہو جاتا ہے اور ان کی تاویل بھی کالعدم قرار پاتی ہے۔ بہر حال جناب مکی صاحب کا یہ نظریہ درست نہیں۔

(۵)..... اسی طرح جناب مکی صاحب ’قولی مشرکین: مانعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفی (زمر) میں انہیں سچا نہیں سمجھتے۔ یعنی یہ مشرکین کا عقیدہ نہ تھا کہ مانعبدہم (الخ) بلکہ وہ بتوں کو مستقل بالذات خیال کر کے ہی ان کی عبادت کرتے تھے اور ان کی عبادت کو اپنے زعم باطل میں بھی ذریعہ تقرب الہی نہیں سمجھتے تھے۔

حالانکہ قرآن کریم میں اس کے خلاف تصریح ہے اور ”بیان القرآن“ میں ہے: لیقربونا (الخ) یعنی (وہ بت) ہمارے حوائج یا عبادات کو خدا کے حضور میں پیش کر دیں جیسا کہ دنیا میں وزراء و بارسلطین میں اس کام کے لیے ہوتے ہیں۔

خدائے تعالیٰ کے اس واضح ارشاد کے باوجود جناب مکی صاحب لکھتے ہیں:

”ان دذا لا یتہ تشہد بان اولعک المشرکون ما کانوا جا دین فیما یحکی ربنا عنہم من قولہم مسومین عبادہ الا صنم ما نعبدہم (الخ) فانہم لو کانوا صادقین فی ذلک لکان اللہ اجل عندهم من تلک الا صنم فلم یعبدو اغیرہ۔“ الخ [۹۵]

اب اس مجبوری پر غور کرنا چاہیے جس کی وجہ سے جناب مکی صاحب کو ان آیات کے صریح مدلول سے اعراض کی ضرورت پیش آرہی ہے۔ واللہ اعلم وہ کیا ہے؟ جناب مکی صاحب کا موقف ہے کہ غیر اللہ سے دعا کرنا جائز ہے۔ اس اعتقاد سے کہ یہ غیر مراد پوری کرنے کرانے میں واسطہ ہے (حالانکہ دعا عبادت ہے اور عبادت غیر اللہ کے لیے جائز نہیں) بہر حال مذکورہ آیت کے بارے میں ”مفاہیم“ میں جو کچھ لکھا ہے، صحیح نہیں۔ اس لیے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جھوٹ کو سچ کی صورت میں نقل کر دیا اور سیاق و سباق میں اس پر کوئی تنبیہ نہیں فرمائی ہے۔ شاید ان کے جھوٹ کی خبر اللہ تعالیٰ کو بھی نہیں ہوئی اور اللہ تعالیٰ بھی سچ سمجھ گئے۔ (العیاذ باللہ)

حالانکہ یہ قول ایک غلط عقیدہ کی بنیاد بنتا ہے۔ اس کے جھوٹ ہونے پر تنبیہ فرمانا ضروری تھا۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کی باتوں پر تصریح فرمائی ہے۔ چنانچہ آگے ذکر کی جانے والی آیات میں ظاہر ہے: یقولون

بالسنتھم ما لیس فی قلوبھم (فتح) لو استطعنا لخرجنا معکم یھلکون انفھسم واللہ یعلم انھم لکذبون (توبہ) واذالقوا الذین امنوا قالوا انا واذاخلو الی شیطانیھم (الایۃ) واللہ یشھدان المنفقین لکذبون (منافقوں) منافقین کے جھوٹے اقوال کی قلعی کھول کر اللہ تعالیٰ منافقین کو پوری طرح رسوا کر رہے ہیں۔ آخر کفار سے کیا حجاب تھا؟ العیاذ باللہ کیا مرعوبیت تھی کہ ان کے جھوٹ کا اظہار نہیں کیا۔ درحقیقت یہ محترم کی صاحب کی محض ذہنی اختراع ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ایک خطرناک الزام کی نسبت کا جواز پیدا کر رہی ہے۔ یقولون هولاء شفعاونا سے بھی مشرکین کے صدق قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ بہر حال مکی صاحب کا پیش کردہ یہ خیال سخت محل نظر ہے۔

آیت شریفہ: ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا سے بھی ”مفاہیم“ میں اپنی تائید کے لیے جناب مکی صاحب نے جو استدلال کیا ہے، وہ بھی تام نہیں..... کیونکہ کبھی ضد میں آ کر تقابل اور جہالت کی وجہ سے انسان اپنے عقیدہ کے متقاضی کے خلاف بھی کبھی کچھ کر بیٹھتا ہے۔ کفار سے بھی ایسے ہی تقابل، ضد اور جہالت کی وجہ سے تقابلی سب کے صدور کا اندیشہ تھا۔ اس لیے منع فرما دیا گیا۔ گھریلو تنازعات میں کبھی انسان اپنے والدین کی گستاخی کر بیٹھتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ انہیں والدین نہیں سمجھتا۔ حق جل شانہ کے مطلع علی افعال العباد ہونے کے باوجود روزانہ سینکڑوں اعمال اس عقیدہ کے متقاضی کے خلاف صادر ہوتے رہتے ہیں۔

(۶)..... صاحب ”مفاہیم“ کا یہ کہنا غلط ہے کہ عوام کا عقیدہ تو حید اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ غیر اللہ سے دعا بھی اسی نیت سے کرتے ہیں کہ وہ ان کے لیے دعا کریں۔ کیونکہ عوام کلمہ گو ہونے کے باوجود طرح طرح کی شرکیہ رسوم و عادات میں مبتلا ہیں۔ تفصیل دیکھنی ہو تو ”بہشتی زیور“ میں رسومات کے بیان میں دیکھی جاسکتی ہے۔ الغرض ”مفاہیم“ کا یہ مسئلہ بھی درست نہیں اور اس کی تاویل بھی عوام کے عقائدِ فاسدہ کے پیش نظر خلاف واقعہ ہے۔ روزمرہ کے واقعات اس پر شاہد ہیں۔ جس کا جی چاہے، مزارات پر جا کر دیکھ لے۔ پس اس جیسی غلط خلاف واقعہ اور خلاف مشاہدہ تاویل کا ذکر کرنا تبصرۃ الخیر میں ہم جائز ہی نہیں سمجھتے جس سے عوام کی شرکیہ عادات کی تائید ہو۔ حضراتِ صحابہؓ سے قطعاً ایسی دعا ثابت نہیں۔ نہ اس تاویل سے اور نہ بغیر تاویل کے۔ اس لیے اکابر کے فتاویٰ میں علی الاطلاق ایسی دعا کو ناجائز کہا گیا ہے۔ جب کہ ”مفاہیم“ میں علی الاطلاق بلا کسی قید کے ایسی دعا کو جائز کہا گیا ہے۔

اگر بالفرض کسی صحابی سے سند صحیح کے ساتھ ایسی دعا ثابت ہوتی اور اس کے لیے صاحب ”مفاہیم“ یہ تاویل پیش کرتے تو کوئی بات تھی۔ کیونکہ حضراتِ صحابہؓ صحتِ عقیدہ، کمالِ تو حید یقینی ہے۔ لہذا تاویل کی گنجائش ہے۔ لیکن عوام دین سے نا آشنا، شرکیات اور جہالت میں مبتلا عوام کی ایسی جاہلی اور شرکیہ عادت کو

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (324)

بھی جائز قرار دینا بالکل ناقابل فہم ہے۔ آخر حضرت البوقادہؓ اور پیراں دتہ کے فعل کو برابر کیسے کہا جاسکتا ہے؟ ہاں یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ ہر وہ شخص جو غیر اللہ سے دعا کرتا ہے..... اسے ملت مسلمہ سے خارج کرنا اور ہر حال میں اس کی تکفیر کرنا بھی خلاف احتیاط ہے۔

(۷)..... کسی سنی سے شرک صادر نہیں ہو سکتا۔ جناب کی صاحب کے مطابق اہل السنّت و الجماعت سے شرک صادر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اہل السنّت والجماعت کے نزدیک تمام اشیاء یہاں تک کہ انسانوں کے تمام اعمال و افعال کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ (یعنی انسان اپنے اعمال کا خالق نہیں صرف کا سب ہے) اور کفر و شرک تب بنے گا جب کہ غیر اللہ کے لیے ایجاد و تخلیق کا عقیدہ رکھا جائے اور اگر کسی کے لیے سبب اور کسب کا عقیدہ رکھے تو یہ شرک نہیں۔ پس اگر کوئی شخص کسی نبی یا ولی کے بارے میں اعتقاد رکھے کہ وہ شفاء دیتا ہے یا اولاد دیتا ہے اور مانگنے والے کو اس کے اعتقاد کے مطابق یہ عطیہ مل بھی جائے (اور اس کا نام بھی وہ ”پیراں دتہ“ رکھ دے) تو اس کے اس عقیدے کو بھی شرک نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ ولی یا نبی کا یہ فعل اعطاء کسب کے دائرے میں ہی آتا ہے۔ خلق میں داخل نہیں۔ کیونکہ کسی صاحب قبر بزرگ کے بارے میں لوگ زیادہ سے زیادہ یہی اکتساب اور تسبب کا ہی عقیدہ رکھتے ہیں، نہ کہ خلق کا اور کسب و سبب کا عقیدہ شرک نہیں۔ مفاہیم میں جناب کی صاحب تو سول ودعا کی اباحت کا خلاصہ تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

”والحاصل لا یکفر المستغیث الا اذا اعتقد الخلق والا یجاد لغیر اللہ تعالیٰ والتفرقة بین الایاء والا موات لا معنی له فانه ان اعتقد الا یجاد لغیر اللہ کفر علی خلاف للمعتزلہ فی خلق الافعال وان اعتقد التسبب والا کتساب لم یکفر۔ (مفاہیم: ۱۷۸)

آگے لکھتے ہیں:

”وانت تعلم ان غایتہ ما یعتقدہ الناس فی الاموات مکتسبون مکتسبون لا انہم خالقون موجدون۔“ (الخ ص)

حاصل یہ ہے کہ اہل السنّت والجماعت کے نزدیک کسی زندہ یا مردہ بزرگ سے استغاثہ کیا جائے تو یہ شرک نہیں کیونکہ مستغیث اس بزرگ کو کاسب یا متسبب ہی سمجھے گا، خالق نہیں۔ اس لیے کہ مسئلہ یہ ہے کہ انسان اپنے افعال کا کاسب ہے خالق نہیں۔ البتہ معتزلہ انسان کو اپنے افعال کا خالق مانتے ہیں۔ پس معتزلہ سے شرک صادر ہو سکتا ہے۔ لیکن اہل السنّت والجماعت سے نہیں۔

جناب کی صاحب نے سیدھے سادے مسئلے کو چکر میں ڈال دیا۔ حالانکہ مسئلہ خلق و کسب کے ساتھ زیر بحث مسئلے کا کوئی تعلق نہیں۔ صحیح مسئلہ یہ ہے کہ غیر اللہ سے دعا کرنا حرام ہے۔ کیونکہ دعا عبادت ہے جو غیر اللہ سے حرام ہے۔ خواہ انسان کو اپنے افعال کا خالق مانیں یا کاسب..... شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، شاہ اسحاق، حضرت گنگوہی دیگر اپنے اکابر رحمہم اللہ اجمعین نے خلق و کسب کی تفصیل کے بغیر دعا بغیر اللہ (کو)

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (325)

نا جائز لکھا ہے۔ حالانکہ یہ سب حضرات اہل السنۃ والجماعت کے امام ہیں اور اس مسئلے پر بخوبی مطلع ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا انسان اپنے افعال کا خالق نہیں بلکہ کاسب ہی ہیں۔ اس کے باوجود وہ اس دعا میں غیر اللہ کو حرام ٹھہرا رہے ہیں تو کیا ان حضرات کے یہ فتاویٰ معتزلہ کے مذہب پر مبنی ہیں اور اپنے مذہب سے انہیں ذہول ہو گیا؟ استغفر اللہ۔

(ب)..... جناب کی صاحب کے کلام سے لازم آتا ہے کہ مشرکین مکہ کا ایسا شرک بھی جائز ہو جائے کیونکہ وہ بھی اپنے بتوں کو خالق نہیں مانتے تھے بلکہ شفعاء جانتے تھے جیسا کہ پہلے مفصل لکھا جا چکا ہے۔ خالق وہ بھی اللہ تعالیٰ کو تسلیم کرتے تھے۔

(ج)..... تیسری غلطی اس بحث میں یہ ہے کہ جناب کی صاحب یہ سمجھ رہے ہیں کہ جیسے خلق و کسب کا مسئلہ علماء کو معلوم ہے، اسی طرح ہر عامی، دیہاتی، جنگلی، جاہل کو بھی اس کا علم ہے تو ہر شخص کی دعا "نیر اللہ" اسی مسئلہ پر مبنی تصور کی جائے گی۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون) حقیقت حال سے کس قدر بعید ہے جناب کی صاحب کا یہ خیال۔ واقعہ یہ ہے کہ سو میں سے شاید پانچ بھی ایسے نہ ہوں جو مسئلہ خلق و کسب سے واقف ہوں۔ کسی عامی سے اگر سوال کیا جائے کہ آپ اپنے افعال کے خالق ہیں یا کاسب؟ اور پھر خلق اور کسب کی دقیق بحث کوئی اس کے سامنے بیان کرنے لگے تو شاید وہ اس کے دماغی توازن کے صحیح ہونے کا شبہ کرنے لگ جائے۔ الغرض عوام کی ایسی شریک دعا مسئلہ خلق و کسب کے اعتقاد پر مبنی نہیں ہوتی اور نہ ہی عوام کو اس سے کوئی غرض ہے وہ تو اپنی مراد اور مدعا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ بیمار شفعاء مانگتا ہے، بے اولاد اولاد مانگتا ہے۔ جیسے ملے، کسباً ہو یا خلقاً ہو۔ اس لیے قرآن پاک میں بھی کفار مکہ کی شریک دعاؤں کی بار بار تردید کی گئی ہے اور ایسی دعاؤں کے شرک بننے کو مسئلہ خلق و کسب پر متعلق و موقوف نہیں رکھا گیا۔ حالانکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے۔

(۸)..... اکتساب و تسبب:

زید نے کسی فقیر کو کچھ عطیہ دیا۔ یہ فعل عطاء، کسب ہے اور اگر خود کچھ نہیں دیا، سفارش کر کے کسی سے کچھ دلا دیا، یہ تسبب ہے کہ اسے عطیہ ملنے کا سبب بن گیا۔ جناب کی صاحب نے لوگوں کے اعتقاد کے مطابق اصحاب قبور کے لیے کسب و تسبب دونوں چیزیں ثابت کی ہیں..... جس کا معنی یہ ہے کہ اصحاب قبور دعا کرنے والوں کی بعض مرادیں خود پوری کرتے ہیں اور بعض کے لیے سفارشی بنتے ہیں..... دعویٰ تو دونوں چیزوں کا کیا..... اور دلیل صرف تسبب کی ذکر کی:

”علی ان التسبب مقدور للمیت وفی امکانہ ان یکتسبہ کالحی بالدعا لہا لنا فان الراح

تدعو الارقابہم۔“ (البخ ص ۱۸۷)

شبہ: اگر کہا جائے کہ اکتساب تسبب ہے تو سوال یہ ہے کہ ایک ہی صفحہ میں بار بار دود و لفظ لکھنے کا کیا

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (326)

فائدہ؟ نیز اگر صرف تسبب کا بیان کرنا ہی مقصود ہے تو اس کا مسئلہ خلق و کسب سے کیا تعلق اور معتزلہ سے اختلاف بیان کرنے کی کیا حاجت؟ علاوہ ازیں اس سارے ہیر پھیر کا کیا فائدہ؟ سید ہاپوں کیوں نہ کہلایا گیا کہ زندوں کی طرح اموات بھی دعا کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش کر سکتے ہیں اور بس..... آخری بات یہ ہے کہ یہ بحث الگ ہے کہ غیر اللہ کچھ دینے کا اختیار رکھتے ہیں یا صرف سفارش کرتے ہیں..... اصل بحث اس میں ہے کہ غیر اللہ سے براہ راست دعا کرنا جائز ہے یا نہیں۔

(۹)..... ایک خطرناک بات:

ایک عجیب ترین خطرناک بات جناب مکی صاحب نے یہ فرمائی ہے:

”فغایته امر هذا المستغیث بالمیت بعد کل تنزل ان یکون کمن یطلب العون من المقعد غیر

عالم انه مقعدو من یتستطیع ان یقول ان ذلک شرک.“ (ص: ۱۸۷، ۴)

اصحاب قبور سے انہیں قادر سمجھتے ہوئے اپنی مرادیں مانگنا (کہ مجھے رزق دے، مجھے بیٹا دے، مجھے شفا دے) ایسے ہی ہے جیسے کسی معذور، اپانچ سے کسی تعاون کی درخواست کرنا۔

حالانکہ یہ تشبیہ بالکل غلط ہے۔ بلکہ ایسے ہے جیسے بتوں سے یا شجر حجر سے مرادیں مانگنا۔ جسے قرآن و سنت میں شرک قرار دیا گیا ہے۔ اپانچ سے تعاون اس کے امور اختیار یہ میں طلب کیا جاسکتا ہے۔ (کہ مجھے فلاں مہیا کر دو یا میرے ساتھ چلو) جب کہ اس کے اپانچ ہونے کا علم نہ ہو۔ لیکن اصحاب قبور سے جو استغاثہ اور دعا کی جاتی ہے، وہ امور غیر اختیار یہ میں کی جاتی ہے (کہ مجھے شفا دے دیں، مجھے اولاد دے دیں، وغیرہ) پہلی قسم میں تعاون کی طلب بالکل جائز ہے اور دوسری قسم کی دعا اموات سے ہرگز جائز نہیں۔ ان دونوں کو برابر قرار دینا ہرگز درست نہیں۔ مشرکین کا ایک شرک یہی تو تھا کہ غیر قادر (بتوں) کو قادر سمجھتے ہوئے ان سے مرادیں مانگتے تھے۔ قال تعالیٰ ان تدعوہم لا یسمعوا دعاءکم ولو سمعوا ما استجابوا لکم ویوم القیمتہ یکفرون بشرکم ولا ینبئک مثل خبیر۔

سماع اور اعطاء پر جو قادر نہیں تھے، مشرکین انہیں پکارتے تھے اور حصول مراد کی امیدیں رکھتے تھے۔ اس کو اللہ پاک نے شرک قرار دیا اور جناب مکی صاحب کے نزدیک یہ کوئی بات ہی نہیں۔ کتنی عظیم غلطی ہے یہ؟ (استغفر اللہ)

(۱۰)..... ایک اعتراض

ایک اعتراض سننے میں یہ آیا ہے کہ جناب مکی صاحب نے بھی غیر اللہ سے دعا کرنے کو خلاف اولیٰ

کہا ہے، تاکہ شرک کا وہم نہ ہو اور اختلافی الفاظ سے اجتناب ہو جائے۔ (ص ۱۹۹، اصلاح مفاہیم)

جواب:

جناب کی صاحب کا قول دعا غیر اللہ کے بارے میں نہیں ہے بلکہ الفاظ ذیل کے بارے میں ہے۔ چنانچہ کی صاحب لکھتے ہیں:

”ہم اپنی دعا تو سب میں نہ اس طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو کہتے ہیں تاکہ شرک کا وہم باقی نہ رہے اور اختلافی الفاظ سے اجتناب ہو جائے۔“ (ص ۱۱۱؟؟؟؟)

ان الفاظ کو کسی تاویل سے صحیح کہنے کی گنجائش ہے۔ جناب کی صاحب سے اس میں ہمارا اختلاف نہیں۔ اختلاف دعا من غیر اللہ میں ہے اور اس کا یہاں پر ذکر نہیں۔ لہذا اعتراض غلط ہے۔

(ب)..... اور اگر خواہ مخواہ دعا من غیر اللہ کو بھی اس میں داخل سمجھا جائے تو اس پر اعتراض یہ ہے..... کہ قرآن و سنت اور فتاویٰ اکابر (شاہ عبدالعزیز، شاہ اسحاق، حضرت گنگوہی، حضرت تھانوی قدس اللہ سرارہم) کی روشنی میں یہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ کہ غیر اللہ سے اولاد، شفا وغیرہ کی دعا مانگنا صرف خلاف اولیٰ ہی نہیں بلکہ حرام ہے یا شرک ہے تو جناب کی صاحب کا اسے خلاف اولیٰ کہنا صریح غلطی ہے۔

(ج)..... جناب کی صاحب نے غیر مقدور العباد اشیاء کا انبیاء کرام سے مانگنا حضرات صحابہؓ کے فعل سے ثابت ہونے کا دعویٰ کیا ہے کہ صحابہ کرام ایسا کیا کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ ان کی مرادیں پوری کیا کرتے تھے۔ (ص ۱۸۹، اصلاح مفاہیم) اور صحابہ کرام کی ایسی دعا مانگنے پر آپ انکار بھی نہیں فرماتے تھے۔ تو سوال یہ ہے کہ اگر ایسی دعا کرنا اور ایسے مانگنا فعل صحابہؓ سے بقول کی صاحب ثابت ہے تو نزاع یہ ناپسندیدہ اور خلاف اولیٰ کیسے ہوا.....؟

(۱۱)..... مفاہیم کی یہ عبارت بھی خلاف واقعہ اور ناقابل فہم ہے:

”ولیس احد من المسلمین یعتقد فیمن یطلبہ او یسالہ انه قادر علی الفعل والترك دون التفات

الی اللہ من قریب او بعید۔“ [۱۸۴]

شاید یہ مطلب ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام یا اولیائے عظام وغیرہم جن سے غیر مقدور العباد اشیاء مانگی جاتی ہیں اور ان سے ان کی دعائیں کی جاتی ہیں، ان کے بارے میں کسی ایک مسلمان کا بھی یہ اعتقاد نہیں ہے کہ وہ فعل و ترک پر قادر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف التفات کیے بغیر۔

جناب کی صاحب کا یہ خیال عوام کی حالت سے بے خبری پڑتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ عوام میں بے شمار ایسے لوگ موجود ہیں جو ان حضرات کے بارے میں قادر و مختار بلکہ مالک ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں..... گو عطائی طور پر ہی ہوا التفات الی اللہ کا معنی اگر اختیار کا عطائی ہونا ہے تو ایسا ”اختیار“ بھی بعض صورتوں میں شرکیہ عقیدہ ہے۔

”ونعوذ باللہ ان نرمی مسلما بشرک او کفر من اجل خطا او جہل او نسیان او اجتہاد.“

[۱۸۴]

خطا اور نسیان کی تو اور بات ہے۔ کیونکہ یہ تو بنص حدیث امت محمدیہ سے مرفوع ہے۔ لیکن جہالت و لاعلمی یا اپنے غلط اجتہاد کی وجہ سے اگر کوئی شخص شرکیات میں مبتلا ہے یا نماز، روزہ، حج وغیرہ فرائض و واجبات کا تارک بن رہا ہے کہ میرے ذمہ نماز فرض ہی نہیں، یا جو لوگ پڑھتے ہیں اس کے علاوہ کوئی نماز اور ہے، یا وہ غلط اجتہاد کی وجہ سے حق جل شانہ کی سلطنت و حکمرانی کو شاہان دنیا کی حکمرانی پر قیاس کرتے ہوئے تقسیم اختیارات کا قائل ہے کہ جیسے دنیا میں بعض معتدین کو کسی علاقے کا گورنر بنا کر اس کے مسائل کا حل اور اہل علاقہ کے حوائج و ضروریات کا پورا کرنا اس کے اختیار میں دے دیا جاتا ہے..... اور اسے مسائل جزئیہ میں حاکم اعلیٰ کی اجازت خاصہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی انبیاء کرام اور اولیاء عظام، فرشتوں اور ارواح کو اسی نوعیت کا مختار بنا دیا ہوا ہے۔ اب مفوضہ اختیار کے تحت یہی دیتے لیتے ہیں۔

تو سوال یہ ہے کیا کہ ایسے غلط اجتہاد کی وجہ سے اس کے عقیدہ کو شرکیہ عقیدہ قرار نہیں دیا جائے گا..... جب کہ مشرکین مکہ بھی اسی غلط اجتہاد کی وجہ سے اپنے خداؤں کے لیے عطائی اختیارات کے قائل تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ لکھتے ہیں:

”مشرکین کا یہ خیال تھا کہ جیسے ایک بادشاہ اپنے مخصوص بندوں کو بعض علاقوں پر گورنر مقرر کر دیتا ہے اور وہاں کے امور جزئیہ ان کے سپرد کر دیتا ہے..... اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے خاص بندوں کو الوہیت کے کچھ حصے میں شرف بخش رکھا ہے اور ان کی رضا و نافرمانگی تمام انسانوں میں موثر ہے۔“

[انتہی بحاصلہ الفوز الکبیر]

مشرکین مکہ کا تلبیہ مشہور ہے جو وہ حج کے موقع پر پڑھا کرتے تھے: ”اے اللہ تیری بارگاہ میں ہم بار بار حاضر ہیں۔ بار بار حاضر ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں مگر تیرا ایسا شریک جس کا تو مالک ہے اور اس کے اختیارات کا بھی تو مالک ہے۔ (إلا شریکا لک تملکہ و ما ملک)

بہر حال ہمارے لیے یہ بالکل ناقابل فہم ہے۔ ایسے جاہلی و اجتہادی شرک کے باوجود بھی اس عقیدہ کو شرکیہ قرار نہ دیا جائے اور اس کے غلط اجتہاد کی وجہ سے نماز، روزہ ترک فرائض کی گنجائش پیدا کر دی جائے۔ (اصلاح مفاہیم میں ”واجتہاد“ کا جو ترجمہ کیا گیا ہے، وہ محل نظر ہے)

مفاہیم میں پورا زور دے کر یہ بات کہی گئی ہے کہ جب کوئی شخص براہ راست غیر اللہ سے دعا کرتا ہے تو اس کا معنی یہ ہوتا کہ میرے لیے حصول مراد کی سفارش کر دیجئے۔ (بالمعنی) دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں۔

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (329)

جس غیر سے دعا کی جا رہی ہے، یہ غیر صرف سبب عطاء بنتا ہے۔ کیونکہ اس کی دعا سے وہ مراد حاصل ہوگی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ دعا عبادت ہے اور عبادت غیر اللہ کے لیے مباشرۃً یا تسبیحاً کسی طرح جائز نہیں۔ وسیلہ قبول سمجھ کر غیر اللہ کے نام کی نماز پڑھنا، روزہ رکھنا سب ناجائز ہے۔ اسی طرح دعا بھی غیر اللہ کے لیے ناجائز ہے۔

جناب کی صاحب جس معاشرے میں مقیم ہیں، ان کے بارے میں تو ہمیں پوری معلومات نہیں، لیکن ہندو پاک میں عوام کی جہالت، عقائد اور دینی امور میں ان کا تساہل جو مشاہدے میں آ رہا ہے، اسے سامنے رکھتے ہوئے جناب کی صاحب کی اول الذکر تاویل ہرگز قابل قبول نہیں۔ اس سلسلے میں چند واقعات تبصرہ ”الخیر“ میں لکھائے گئے تھے تاکہ عوام کی حالت کا اندازہ ہو سکے۔

واضح رہے جاہل عوام کی کثیر تعداد ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جو اولیاء اللہ کو مرادیں پوری کرنے میں مختار سمجھتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات تقابل کے الفاظ بولتے ہیں۔

خدا کے پاس وحدت کے سوا کیا ہے
جو لینا ہے ہم لیں گے محمد سے
خدا کا پکڑا چھڑائے محمد
محمد دا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکدا

اور نہ معلوم کیا کیا۔ اس طرح سے عام طور پر کہا جاتا ہے۔ صرف عوام نہیں بلکہ بریلوی حضرات کے اکابر کی کتابوں میں ایسی تصریحات پائی جاتی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ زمین و آسمان کی بادشاہی اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے سپرد کر رکھی ہے اور انہیں تمام امور کا مختار بنا دیا ہے۔ اسی لیے یہ حضرات مختار کل کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

جناب محمد بن علوی مالکی کی صاحب کے ایک واسطہ سے شیخ مولانا احمد رضا خان صاحب اپنے ایک نعتیہ کلام میں لکھتے ہیں:

ان کو تملیک ملکہ الملک سے
مالک عالم کہا، پھر تجھ کو کیا

قاضی عبدالدام ہری پوری لکھتا ہے کہ:

”امام احمد رضا کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم سب کے بلکہ سارے عالم کے مالک ہیں۔ لیکن بالذات

نہیں بلکہ اللہ کی تملیک سے مالک ہیں۔“ [مقالات تقریب تعارف فتاویٰ]

”بہار شریعت“ بریلویوں کے نزدیک ایسی ہی معتبر و مستند کتاب ہے جیسے ”بہشتی زیور“ ہمارے

نزدیک معتبر ہے۔ جناب مولانا امجد علی صاحب ”بہارِ شریعت“ میں لکھتے ہیں:

”حضور اقدس ﷺ اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں۔ تمام جہاں حضور ﷺ کے زیر تصرف کر دیا گیا ہے جو چاہیں کریں۔ جسے جو چاہیں، دیں۔ جس سے جو چاہیں واپس لیں۔ تمام میں ان کا حکم پھیرنے والا کوئی نہیں۔ تمام جہاں ان کا محکوم ہے۔ تمام آدمیوں کے مالک ہیں..... تمام زمین ان کی ملک ہے، تمام جنت ان کی جاگیر ہے۔ ملکوت السموات والارض حضور کے زیر فرمان ہے۔ جنت و نار کی کنجیاں حضور اقدس ﷺ کو دے دی گئی ہیں۔“

یہ تو کنوینی امور تھے۔ امور تشریعیہ میں بھی ایسی تفویض کل بقول بریلویہ حضور ﷺ کو حاصل ہے۔

چنانچہ موصوف مزید لکھتے ہیں:

”احکام تشریعیہ حضور کے قبضہ میں کر دیے گئے کہ جس پر جو چاہیں حرام فرمادیں اور جس کے لیے جو چاہیں، حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں معاف فرمادیں۔“

جناب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

”حضور ﷺ ہر قسم کی حاجت روائی فرما سکتے ہیں۔ دنیا و آخرت کی سب مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں۔“

[برکات الاعداد]

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے بارے میں جناب احمد رضا صاحب لکھتے ہیں:

”ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی

کار عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر“

[حدائق بخشش: ۱۹/۲]

یہ اکابر بریلویہ اور ان کی بنیادی کتابوں کی تصریحات تھیں جو آپ کے سامنے پیش کی گئیں۔ انسانی

تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان ایسی خوش اعتقادیوں کے بارے میں بہت ہی جذباتی اور غیر محتاط واقع ہوا ہے۔ اپنے بزرگوں کے بارے میں بات کا بے تکلف بنانا اس کی فطرت ہے۔ اس لیے مشہور مقولہ ہے ”پیراں نے پرند مریداں سے پرانند“

عرض یہ کرنا ہے جب بریلوی مکتبہ فکر کے اکابر علماء فقہاء کے یہ عقائد ہیں تو عوام میں پہنچتے یہ کیا سے

کیا بن گئے ہوں گے۔ اور نعرہ ہائے رسالت کی گونج میں ان میں کیسی حاشیہ آرائیاں ہو کر عوام کے ذہنوں میں اس کے نقوش ثبت ہوتے ہوں گے۔

ان حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ دعا نمیر اللہ کے بارے میں

جناب مکی صاحب کی بیان کردہ تاویل کا کوئی وزن نہیں ہے اور نہ ہی واقعاتی دنیا میں اس کا کوئی اعتبار ہے۔

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (331)

جب زید کے دل و دماغ میں یہ رچا بسا دیا گیا ہے (کہ تمام جہاں حضور پاک ﷺ کے زیر تصرف کر دیا گیا ہے جسے جو چاہیں دیں اور جس سے جو چاہیں واپس لے لیں) تو وہ یقیناً حضور پاک ﷺ کو مالک و مختار کل سمجھتے ہوئے آپ ہی سے مانگے گا۔ یا رسول اللہ مجھے شفا دے دیجئے میری بینائی لوٹا دیجئے..... اس دعا میں وہ کسی مجاز عقلی کا مرتکب نہیں ہو رہا بلکہ براہ راست حضور پاک ﷺ سے سوال کرے گا کہ آپ عنایت فرمائیں..... کیونکہ اس کا عقیدہ ہی یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ جو چاہیں دے سکتے ہیں..... اس عقیدہ کو توحید کہیں یا شرک۔ اس کی توحید کو قائم مانیں یا شرک۔ بہر حال زید جب مالک و مختار سے دعا کرے گا تو حقیقی معنی پر محمول ہوگی نہ کہ مجاز عقلی پر..... زید ان کلی اختیارات کو عطائی طور پر بھی تسلیم کرتا ہو تو بھی اس کی دعا غیر اللہ کے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ کیونکہ عطائی ہونا اس کی حصول مراد میں خلل انداز نہیں۔

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یار، جون ۱۹۹۵ء..... محرم الحرام ۱۴۱۵ھ..... جلد: ۸، شمارہ: ۶)



..... مولانا عبدالحق خان بشیر کی تالیفات.....

(۱)..... قادیانی نبوت کے نشیب و فراز..... ایک تحقیقی جائزہ.....

قادیانی تحریک کی طرف سے کذب و افتراء پر مبنی ایک گمراہ کن سوالنامہ جس نے ایک حاضر سروس بریگزڈیر کو اپنے شیطانی جال میں لیکر اسے دولت ایمانی سے محروم کر دیا، لیکن مصنف کے سحر انگیز قلم سے اس سوالنامہ کا جواب اس تک پہنچا تو وہ قادیانیت پر لعنت بھیجتا ہوا دامن اسلام میں واپس آ گیا۔ اور قادیانیت خاسر و نامراد ہو کر رہ گئی۔

آپ بھی مطالعہ فرمائیے اور ایمان کو تازگی بخشنے..... صفحات: 95..... قیمت: 48

(۲)..... مرزا قادیانی کا فقہی مذہب..... حنفیت یا غیر مقلدیت؟

مرزا غلام احمد قادیانی کی غیر مقلدیت پر ایک سو سے زائد ناقابل تردید شہادتیں

صفحات: 208..... قیمت: 80

(۳)..... مولانا سخی دادا خوسی کے فکری تضادات

(مرتب: حافظ ممتاز الحسن خان احسن) صفحات: 72..... قیمت: 70

عقیدہ حیات النبی سے متعلق مولانا سخی دادا خوسی کی جہالتوں اور ان کے تضادات کا ایک فکری و تحقیقی جائزہ

ناشر: حق چار یار اکیڈمی، محلہ حیات النبی، گجرات 0307-5687800

یہ مسائل روحِ اسلام کے خلاف ہیں۔

جوابی مکتوب: امام اہل سنت، شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

بنام: حافظ غلام اکبر صدیقی صاحب [خطیب مدنی مسجد اوڈھروال، ضلع چکوال]

باسمہ سبحانہ من ابی الزہاد

الی محترم المقام جناب حضرت مولانا..... صاحب دامت برکاتہم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاجِ سامی؟

آپ کا محبت نامہ موصول ہوا۔ ذرہ نوازی کا تہ دل ہزار شکریہ۔

محترم!

راقم اشیم کبرسنی (عمر قمری حساب سے ۸۳ سال ہے۔) گونا گوں علالتوں، بے حد مصروفیت اور آنکھوں میں موتیا آنے کی وجہ سے ضعف بصارت کا شکار ہے۔ بس اب راقم اشیم کے لیے خاتمہ علی الایمان کی دعا کریں۔

نہ کتاب مذکور ("مفاہیم" اور اس کا ترجمہ "اصلاحِ مفاہیم" [ناقل]) راقم نے دیکھی ہے اور نہ ہمت و فرصت ہے کہ دیکھے۔ یکم شعبان سے ان شاء اللہ العزیز دورہ تفسیر شروع ہوگا، جس میں مختلف ممالک اور علاقوں کے فارغ التحصیل علماء اور منتہی طلبہ شریک ہوتے ہیں۔ (گذشتہ سال تقریباً ۶۰۰ تھے۔) یکم شعبان سے آخر رمضان تک کھانسنے کا وقت بھی نہیں ملتا۔

میں نے "الخیر" میں مولانا مفتی عبدالستار صاحب کی تردید پڑھی ہے۔ اور کسی بزرگ کی تردید نہیں پڑھ سکا۔ حضرت مفتی صاحب نے کتاب مذکور میں جن مسائل کی تردید کی ہے، وہ بالکل حق ہے۔ وہ مسائل مسلکِ دیوبندی کے خلاف نہیں بلکہ روحِ اسلام کے خلاف ہیں۔

حاضرین سے سلام مسنون عرض کریں اور مقبول دعاؤں میں نہ بھولیں۔

والسلام..... ابوالزہاد محمد سرفراز..... ۲۷/رجب ۱۴۱۵ھ..... ۳۰/دسمبر ۱۹۹۴ء

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یار، فروری ۱۹۹۵ء)

اصلاح مفاہیم پر ایک نظر

بسمہ تعالیٰ حامداً و مصلیاً

یہ کتاب ہمارے پاس تبصرہ کے لیے بھیجی گئی ہے۔ اصلاً یہ عربی زبان میں ہے اور جس کا نام ”مفہیم یحب ان تصحیح“ ہے۔ یہ کتاب بہت سی پاکستانی و عرب حضرات سے حاصل کردہ تقاریظ کے ساتھ مزین ہے۔ پیش نظر اردو ترجمہ کے ناشرین کا دعویٰ ہے کہ

”اس میں ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ اور ”المہند“ والے مسائل کو علمی دلائل کے ساتھ خوب واضح کیا گیا ہے جس کو عرب و عجم میں فریقین کے جید علماء کرام نے خوب سراہا ہے جیسا کہ اس کتاب کی تقاریظ سے ظاہر ہے۔“

اور ترجمہ کے اہتمام کا مقصد وحید یہ بتایا گیا ہے کہ ملت اسلامیہ کے مختلف گروہ ایک مرتبہ پھر باہم شیرو شکر بن کر رہ سکیں۔

مقصد تو بہت ہی اچھا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں ہر اہل حق یہی چاہے گا کہ امت بجائے منتشر ہونے کے متحد ہو اور جو عملی و علمی گمراہیاں نظر آتی ہیں ان میں تخفیف ہو بلکہ سرے سے ختم ہی ہو جائیں، لیکن اتحاد اگر اس قیمت پر ہو کہ اہل حق، حق سے کچھ نیچے اتر آئیں اور باطل کے ساتھ مصالحت کر لیں تو اول تو یہ بہت بڑی قیمت ہے جو فقط اہل حق کو ادا کرنا ہوگی اور پھر ثانیاً اس سے (بفرض محال) وجود میں آنے والے اتحاد کی حق کی اعتبار سے قدر و قیمت صفر ہوگی۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ مذکورہ کتاب کے مترجم و ناشرین وغیرہ نا سنجی یا غلط فہمی سے مذکورہ قیمت پر مذکورہ اتحاد چاہتے ہیں۔ کتاب کے مندرجات پر ہمارا تفصیلی تبصرہ اکابر دیوبند کے ارشادات کی روشنی میں اس پر گواہ ہے۔ کتاب کا کسی عربی یا کسی عالم کی تصنیف ہونا کوئی شرعی حجت نہیں ہے۔ ہم ان حضرات کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ غور و فکر سے کام لیں، اور اگر وہ تحقیقی دلائل سے ہماری بات کی تردید کریں گے تو ”انوارِ مدینہ“ کے صفحات ان کے لیے حاضر ہوں گے۔ علم اور حق کسی کی جاگیر نہیں۔ ان حضرات کا راہ حق کی طرف رجوع خود ان کے اپنے نفوس پر اور دیگر مسلمانوں پر ان کا احسان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہ حق پر رکھیں اور نفس و شیطان کے اغواء سے حفاظت فرمائیں۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین ﷺ

جہاں تک پاکستانی حضرات کی دی گئی تقاریظ کا تعلق ہے تو گمان غالب ہے کہ محض حسن ظن کی بنا پر

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (334)

انہوں نے پڑھے بغیر لکھ دی ہوں۔ مدارس کے مہتمم اور دیگر خطباء حضرات کے پاس اتنا وقت ہی کہاں ہوتا ہے کہ وہ کسی کتاب کو حرفاً حرفاً پڑھ کر تبصرہ کریں۔ اور اگر کتاب کو پڑھنے کے بعد انہوں نے تقاریظ لکھی ہوں۔ جو کہ بعید معلوم ہوتا ہے۔ تب بھی اصل معیار حق اور اس کے دلائل ہیں نہ کہ خیر القرون کے بعد والے ادوار کی شخصیات۔

”مفاہیم“ کی ایک تقریظ پر تائیدی دستخط سے رجوع

تقاریظ کی بابت ہمارے اس تاثر کی تائید حضرت سید نفیس شاہ صاحب مدظلہ کے درج ذیل بیان سے ہوتی ہے جو آپ نے اس کتاب پر اپنے تائیدی دستخط سے اظہارِ براءت کے طور پر تحریر فرمائی ہے۔ شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں!

”چھ سات سال پیشتر ایک کتاب ”مفاہیم یجب أن تصحح“ عربی زبان میں شائع ہوئی جس کے مولف جناب محمد علوی مالکی ہیں۔ ہماری ایک محترم عزیز شخصیت نے مختلف مقامات پر کتاب اور مؤلف کتاب کا اچھے الفاظ میں تعارف کرایا اور تقریظات چاہیں، چنانچہ بعض علماء کرام نے محض حسن ظن کی بنیاد پر تقریظات لکھ دیں۔ اصل کتاب کا مکمل مطالعہ اس وقت شاید کسی نے بھی نہیں کیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس میں بعض مسائل ایسے بھی ہیں کہ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کے ہاں تو ان کی کوئی اصل ہی نہیں پائی جاتی۔

..... بندہ ناچیز ”مفاہیم“ کے عربی ایڈیشن کی ایک تقریظ پر تائیدی دستخط کرنے کا خطا وار ہے اور اس سے رجوع کرتا ہے۔“

احقر نفیس الحسینی..... ۲۱ صفر المظہر ۱۴۱۵ھ

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱)..... بحث اول: میلاد النبی اور اس کے لیے اجتماع

زیر تبصرہ کتاب اصلاح مفاہیم کے مصنف لکھتے ہیں:

”ہم اہل عرب کی عادت یہ ہے کہ بعض مناسبات تاریخیہ کی یادگار کو باقی رکھنے کے لیے اجتماع کرتے ہیں۔ مثلاً مولد النبی ﷺ اور اسراء اور معراج کا ذکر اور 15 شعبان کی رات اور ہجرت نبویہ، نزول قرآن وغزوہ بدر وغیرہ کا ذکر اور ہمارے ذہنوں میں یہ ہے کہ یہ ایک عام چیز ہے اور دین سے اس کا کوئی علاقہ نہیں ہے لہذا اس کو مشروع یا سنت نہیں کہہ سکتے اور اصول دین میں سے کسی اصل کے معارض بھی نہیں ہے کیونکہ خطرہ تو اس میں ہے کسی امر غیر مشروع کو مشروع سمجھا جائے۔“ (اصلاح

۱۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی مکمل تحریر اسی باب کے آخر میں صفحہ 552 پر ملاحظہ فرمائیں۔ [مرتب]

مفہیم: 361)

”ہم ہر محفل و اجتماع اور مناسبت سے کہتے رہتے ہیں کہ یہ اجتماع عادی چیز ہے عبادت نہیں ہے۔“ (اصلاح مفاہیم: 364)

”اگر کوئی یوں کہے کہ یہ تو عبادت ہے تو ہم کہیں گے کہ دلیل لاؤ اور اگر یوں کہے کہ عادت ہے تو پھر ہم کہیں گے کہ جو چاہے کرتے رہو۔“ (اصلاح مفاہیم: 364)

”حاصل یہ ہے کہ مولد نبوی کے لیے جمع ہونا ایک عادی چیز ہے، لیکن اچھی اور نیک عادات میں سے ہے جس میں لوگوں کے لیے بہت سے منافع اور فوائد ہیں جن میں ہر ایک شرعاً مطلوب ہے۔“ (اصلاح مفاہیم: 364)

”خلاصہ یہ ہے کہ ہم کسی خاص رات میں محفل میلاد کے مسنون ہونے کو نہیں کہتے بلکہ جو ایسا عقیدہ رکھے وہ مبتدع ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک اور آپ کے ساتھ تعلق ہر وقت اور ہر شخص کے لیے واجب ہے۔ البتہ آپ کی ولادت کے مہینہ میں داعیہ زیادہ قوی ہوتا ہے کہ لوگ متوجہ ہوں اور اجتماع کریں۔۔۔“ (اصلاح مفاہیم: 365)

”بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ اجتماعات متفق علیہا تاریخ میں تو ہوتے نہیں کیونکہ لوگوں کی عادت یہ ہے کہ اسراء اور معراج کی یادگار 27 رجب کو مناتے ہیں اور مولد النبی 12 ربیع الاول کی رات کو مناتے ہیں حالانکہ ان تاریخوں میں علماء کا اختلاف ہے۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ تعیین وقت پر اتفاق یا عدم اتفاق اس معاملہ میں کچھ موثر نہیں کیونکہ ان چیزوں کے کسی مخصوص وقت میں مشروعیت کے تو قائل ہی نہیں بلکہ ہم نے جیسے کہ پہلے بھی ذکر کیا یہ تو ایک عادی چیز ہے اور اصل چیز تو ہم اجتماع کو غنیمت سمجھتے ہیں تاکہ اس میں لوگوں کو دین کی بات بتائی جائے تو اس رات میں لوگ خوب جمع ہوتے ہیں۔ اس سے بحث نہیں کہ صحیح تاریخ میں جمع ہوں یا غلط تاریخ میں، محض اللہ کی یاد اور نبی کریم ﷺ کی محبت میں جمع ہونا ہی اللہ جل شانہ کی رحمت اور فضل کے استحقاق کے لیے کافی ہے۔“ (اصلاح مفاہیم: 362)

”یہ اجتماعات دعوت الی اللہ کا بہت بڑا ذریعہ ہیں اور بہت سنہری قیمتی مواقع، ان کو ضائع نہ کرنا چاہیے بلکہ علماء و دعاۃ پر واجب ہے کہ امت کو نبی کریم ﷺ کے اخلاق و عادات و سیرت، معاملات و عادات کی یاد دلانیں اور ان کو وعظ و نصیحت کریں اور شر و فتن و ابتداء و بلا سے ڈرائیں۔“ (اصلاح مفاہیم: 365)

”عقل مند دعوت و فکر والے تو تمنا کرتے ہیں کہ اس طرح کے اجتماع کا ان کو موقع ملے تو اس میں اپنی دعوت اور افکار کو رائج کریں اور لوگوں کو اپنا بنائیں۔“ (اصلاح مفاہیم: 363)

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (336)

”ہم اس جگہ ان دلائل و مناسبات کو ذکر کر کے جن سے یہ مضمون مستنبط کیا ہے طوالت مضمون میں نہیں پڑتے، کیونکہ اس موضوع پر علیحدہ ہمارا ایک رسالہ ہے جس کا نام ”حول الاختفال بمولد النبوی الشریف“ ہے۔ ہاں خاص طور سے ہم حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کیے جانے کا قصہ ذکر کرتے ہیں کیونکہ اس سلسلہ میں بہت کلام کیا گیا ہے۔“ (اصلاح مفاہیم: 366)

مصنف کتاب ”اصلاح مفاہیم“ نے (اور ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں کے مصداق مترجم اور ناشرین اور دیگر موافقین نے) نے مذکورہ بالا عبارات میں مندرجہ ذیل امور ذکر کیے ہیں:

1- ذکر میلاد کے لیے جمع ہونا عادی چیز ہے عبادت نہیں۔ دین سے اس کا کوئی علاقہ نہیں اور اصول دین میں سے کسی اصل کے متعارض بھی نہیں۔

2- کسی خاص رات میں محفل میلاد کے مسنون ہونے کو نہیں کہتے... البتہ آپ کی ولادت کے مہینہ میں داعیہ زیادہ قوی ہوتا ہے کہ لوگ متوجہ ہوں اور اجتماع کریں۔

3- یہ اجتماعات دعوت الی اللہ کا بڑا ذریعہ اور سنہری موقع ہیں۔ ان کو ضائع نہ کرنا چاہیے۔

4- دلائل و مناسبات جن میں سے ایک حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کیے جانے کا قصہ ہے۔

ہم ان امور کو ترتیب وار ذکر کریں گے اور اکابرین دیوبند کے حوالجات سے بتائیں گے کہ اس کتاب کے ناشرین کا حلقہ جس روش پر مصر ہے اور اس کو اکابر دیوبند کا مسلک و مشرب ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے اس کا اکابر دیوبند سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

☆.....☆.....☆.....☆

فصل: 1

ذکر میلاد نبوی کے لیے جمع ہونا تداعی کے ساتھ

مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”ذکر ولادت ﷺ کا مثل ذکر دیگر سیر و حالات کے مندوب ہے۔“ (براہین قاطعہ: 8)

جب یہ معلوم ہو گیا کہ ذکر ولادت نبوی ﷺ عبادت ہے اور مندوب و مستحب ہے تو اب سمجھئے کہ فرائض و واجبات کے لیے دعوت دینا اور لوگوں کو بلانا اور جمع کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ ضروری اور فرض ہے لیکن نفلی کاموں کے لیے فرائض و واجبات کا سا اہتمام کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نماز چاشت کو مسجد میں اہتمام کے ساتھ ادا کرنے کو بدعت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جو لوگ اسے بدعت کہتے ہیں وہ ان لوگوں کے مجتمع ہونے اور مسجد میں علی الاعلان پڑھنے کی

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (337)

بنا پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ نماز (چاشت کی نماز) حد ذات میں (یعنی بذات خود) تو مشروع (جائز) ہے لیکن اس کا ایسا اجتماع و اظہار جیسا کہ فرائض میں ہے بدعت ہے اس لیے کہ نوافل میں سنت (طریقہ) اور اس کی فضیلت چھپانے اور گھر میں پڑھنے میں ہے۔“

اسی طرح نفل نماز کو جماعت سے ادا کرنا گوجائز ہے مگر لوگوں کو بلا کر اور اکٹھا کر کے اہتمام کے ساتھ نوافل کی جماعت کرنا مکروہ ہے اور اتفاقیہ طور پر اگر چار یا پانچ آدمی جمع ہو جائیں تو بھی نفل نماز باجماعت پڑھنا منع ہے کیونکہ اگرچہ یہاں اہتمام کے ساتھ نفل کی جماعت کے لیے بلایا نہیں گیا ہے لیکن پھر بھی اہتمام کی سی شان خود بخود پیدا ہو جاتی ہے اس لیے چار یا پانچ آدمیوں کا نفل نماز باجماعت پڑھنا منع ہے خواہ بلا کر ان کو جمع کیا گیا ہو یا بلا دعوت خود بخود جمع ہو گئے ہوں۔ حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمہ اللہ ان لوگوں پر اعتراض کرتے ہوئے جو مسجد میں تہجد کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے تھے ارشاد فرماتے ہیں:

”نماز تہجد کو جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں اطراف و جوانب سے اس وقت لوگ نماز تہجد کے لیے جمع ہو جائے ہیں اور خاص اہتمام سے اس کو ادا کرتے ہیں حالانکہ یہ عمل (نفل نماز کے لیے لوگوں کو بلانا اور اہتمام کرنا) مکروہ تحریمی ہے۔“ (مرجوعہ محفل میلاد: 29، از مولانا قاری عبدالرشید رحمہ اللہ) مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”پس غور کرنا چاہیے کہ نفس ذکر مولود مندوب و مستحسن ہے مگر صلوٰۃ نفل اس سے اعلیٰ و افضل ہے کہ عمدہ عبادات اور افضل القربات ہے اور خیر موضوع مگر بایں ہمہ بوجہ تداعی و اہتمام کہ یہ اس میں مشروع نہیں بدعت لکھتے ہیں۔ یہاں ذکر مولود میں بھی گو مندوب ہے مگر تداعی و اہتمام اس کا کہیں سلف سے ثابت نہیں بدعت ہووے گا۔ البتہ وعظ و درس میں تداعی ثابت ہے کیونکہ وہ فرض ہے جیسا کہ فرائض صلوٰۃ میں تداعی ضروری ہے۔“ (براہین قاطعہ: 153)

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا فتویٰ ملاحظہ ہو:

”عقد مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے۔ لہذا اس زمانہ میں اس کا انعقاد درست نہیں۔“ (فتاویٰ رشیدیہ: 105)

حاصل یہ ہے کہ جس اجتماع کا ذکر مصنف اصلاح مفاہیم نے کیا ہے وہ تداعی سے خالی نہیں ہے اور چونکہ یہ اجتماع ذکر مندوب کے لیے ہے لہذا تداعی کی وجہ سے اس اجتماع میں کراہت آئی۔ اب مصنف کتاب کا یہ کہنا کہ

”ذکر میلاد کے لیے جمع ہونا عادی چیز ہے، عبادت نہیں۔ دین سے اس کا کوئی علاقہ نہیں اور اصول دین میں سے کسی کے معارض بھی نہیں۔“

مصنف کی اصول دین سے کما حقہ واقفیت نہ ہونے کی دلیل ہے جبکہ تداعی کی وجہ سے اجتماع بدعت و مکروہ ہوا اور اس پر بدعت و کراہت کا قول دین و شرع کا حکم ہے تو یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ اس اجتماع کو دین سے کوئی علاقہ نہیں اور یہ اصول دین میں سے کسی اصل کے معارض بھی نہیں۔

جو مجلس میلاد تداعی کے ساتھ ہو اس کا اصول دین کے معارض ہونا

1۔ اوپر ہم بیان کر چکے ہیں کہ اصول دین میں سے ایک اصل یہ ہے کہ نوافل و مستحبات کے لیے تداعی کے ساتھ اجتماع ناجائز ہے۔

2۔ اسی طرح اس کے اصول دین کے معارض ہونے کو مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اسی طرح ذکر کیا ہے:

”جاننا چاہیے کہ بعد خیر القرون کے جو چیزیں ایجاد کی گئی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں:

ایک تو یہ کہ ان کا سبب داعی بھی جدید ہے اور وہ موقوف علیہ ایک مامور بہ کی ہیں۔ بغیر ان کے کسی مامور بہ پر عمل نہیں ہو سکتا جیسے کتب دینیہ کی تصنیف اور تدوین، مدرسوں اور خانقاہوں کی بناء پر کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں ان میں سے کوئی شے نہ تھی اور سبب داعی ان کا جدید ہے اور نیز یہ چیزیں موقوف علیہ ہیں ایک مامور بہ کی... یہ اعمال گوصورت بدعت ہیں لیکن واقع میں بدعت نہیں بلکہ حسب قاعدہ ”مقدمة الواجب واجب“ واجب ہے۔

دوسری قسم وہ چیزیں ہیں جن کا سبب قدیم ہے جیسے مجالس میلاد مروجہ اور تہیج، دسواں، چہلم وغیرہ من البدعات کہ ان کا سبب قدیم ہے۔ مثلاً مجلس میلاد کے منعقد کرنے کا سبب فرح علی الولادۃ النبویہ ہے اور یہ سبب حضور ﷺ کے زمانہ میں بھی موجود تھا لیکن حضور ﷺ نے یا صحابہ نے یہ مجالس منعقد نہیں کیں۔ نعوذ باللہ (کیا) صحابہ کا فہم یہاں تک نہیں پہنچا؟ اگر سبب کا اس وقت نہ ہوتا تو البتہ یہ کہہ سکتے تھے کہ مثلاً اس کا موجود نہ تھا، لیکن جبکہ باعث اور بنا اور مدار موجود تھا پھر کیا وجہ ہے کہ نہ حضور نے کبھی مجلس میلاد منعقد کی اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے۔ ایسی چیزوں کا حکم یہ ہے کہ وہ بدعت ہیں صورتاً بھی اور معنیاً بھی اور حدیث ”من احدث فی امرنا ہذا مالیس منہ“ میں داخل ہو کر واجب الرد ہیں اور پہلی قسم ”مانہ“ میں داخل ہو کر مقبول ہے۔“ (مواعظ میلاد النبی، مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ)

3۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”قیود محفل مروجہ کی دو قسم کی ہیں۔ بعض وہ امور ہیں کہ باصلہ مکروہ و حرام ہیں تو ان کی اس محفل میں موجود ہونے سے یہ محفل محکوم بحرمت و کراہت ہو جاوے گی۔ ہر حال اس کا عقد اور شرکت دونوں ممنوع رہیں گے اور کوئی عذر و تاویل اس کے جواز کی ممکن نہیں جیسا کہ روشنی زائد از قدر حاجت کہ

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (339)

بہص حرام و اسراف ہے اور لباس وزی (وضع قطع) حاضرین کا جو محرم شرعی ہے اور مدہانت فی الدین کہ نص سے حرمت اس کی تحقق ہے۔ اور قسم دوم وہ امور ہیں کہ باصلہ مباح ہیں یا مندوب مگر بسبب عروض تا لکھ یا وجوب کے علماً یا عملاً ذہن خواص میں یا عوام میں ان کو کراہت عارض ہو گئی ہے حسب حکم شرع کے پس ان امور قسم ثانی کا وجود مجلس مولود میں اس وقت تک مباح و جائز ہے کہ اپنی حالت اصلہ پر رہیں اور جس وقت اپنی حالت سے نکلی اور خواص یا عوام کے ذہن میں ان کی کیفیت انداز اباحت و مندب سے بڑھی اس وقت وہ بھی مکروہ ہو جاتے ہیں اور ان کے ہونے سے محفل مولود عقد اور شرکت میں مکروہ ہو جاتی ہے۔ پس یہ قاعدہ شرعیہ اہل ایمان خوب محفوظ رکھیں کہ بہت کار آمد ہے۔“

(براہین قاطعہ: 263)

4۔ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے ایک مکتوب کے جواب میں لکھتے ہیں: ”اور اگر تسلیم کیا جائے کہ آپ کی محفل میلاد خالی ہے جملہ منکرات سے اور کوئی امر نامشروع اس میں نہیں ہے تو دیگر مجالس تمام عالم کی تو سراسر منکر ہیں اور یہ فعل آپ کا ان کے مؤید ہے۔ پس یہ فعل مندوب آپ کا جب مغوی غلط ہو تو اس کے جواز کا کیسے حکم کیا جاوے گا اگر حق تعالیٰ نے نظر انصاف بخشی تو سب واضح ہے ورنہ تاویل و شبہات کی بہت گنجائش ہے۔ مذاہب باطلہ کی اہل حق نے بہت کچھ تردید کی مگر قیامت تک بھی ان کے شبہات تمام نہ ہوں گے۔“ (مواعظ میلاد النبی: 284)

مولانا تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”خواص کے کسی فعل مباح سے اکثر عوام کے عقائد میں فساد آنے کا اندیشہ غالب ہو تو خواص بھی مامور بترک مباح ہوں گے۔ شامی محشی در مختار نے بحث کی ہے کہ کراہت تعیین سورت میں یہ قاعدہ لکھا ہے کہ جہاں تہمیر شرع ہو یا ایہام جاہل ہو وہاں کراہت ہوگی۔

پس عوام الناس تہمیر شرع کی وجہ سے روکے جاتے ہیں اور خواص ایہام جاہل کی وجہ سے یہی وہ مفسدہ ہے جس کا مخفی رہ جانا اور ملتفت الیہ نہ ہونا بعید نہیں۔“ (مواعظ میلاد النبی: 259)

اکابر دیوبند کے تحریر کردہ چار اصول دین ہیں جو معارض ہیں اس محفل میلاد کے جس میں تداخی ہو اور اس کے علاوہ کوئی اور خرافات نہ ہوں۔ اب وہ لوگ جو اصلاح مفاہیم جیسی کتاب کا ترجمہ کر کے اور اس کو شائع کر کے اسی قسم کی محافل میلاد کی ترویج کرنا چاہتے ہیں وہ سوچ لیں کہ اکابر دیوبند اگر اس وقت موجود ہوتے تو وہ ان کے سامنے کیا وجہ پیش کرتے۔

☆.....☆.....☆.....☆

فصل: 2

کسی خاص رات یا خاص مہینہ میں محفل میلاد کا انعقاد

اگرچہ مصنف نے تصریح کی ہے کہ ”وہ کسی خاص رات میں محفل میلاد کے مسنون ہونے کو نہیں کہتے بلکہ جو ایسا عقیدہ رکھے وہ مبتدع ہے“ لیکن مصنف کی عبارتیں اس پر دلیل ہیں کہ ان کے نزدیک اگر کسی خاص رات میں اور کسی خاص مہینے میں یہ محافل منعقد کی جائیں تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ مثلاً مصنف کہتے ہیں:

”ان چیزوں کے کسی مخصوص وقت میں مشروعیت کے تو قائل نہیں بلکہ ہم نے جیسے کہ پہلے بھی ذکر کیا یہ تو ایک عادی چیز ہے۔ اور اصل چیز تو ہم اجتماع کو غنیمت سمجھتے ہیں۔“ (اصلاح: 362)

”البتہ آپ کی ولادت کے مہینہ میں داعیہ زیادہ قوی ہوتا ہے کہ لوگ متوجہ ہوں اور اجتماع کریں۔“ (اصلاح مفاہیم: 365)

”بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ اجتماعات متفق علیہا تاریخوں میں تو ہوتے نہیں کیونکہ لوگوں کی عادت یہ ہے کہ اسراء اور معراج کی یادگار 27 رجب کو مناتے ہیں اور مولد النبی 12 ربیع الاول کی رات کو مناتے ہیں حالانکہ ان تاریخوں میں علماء کا اختلاف ہے۔“ (اصلاح مفاہیم: 362)

مصنف کتاب ”اصلاح مفاہیم“ ان اجتماعات کے لیے اگرچہ کسی تاریخ کی تعیین کو شرعی حیثیت نہیں دیتے لیکن جو لوگ تعیین کے ساتھ ان اجتماعات کا انعقاد کرتے ہیں ان پر کوئی نقد بھی نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم اجتماع کو غنیمت سمجھتے ہیں اور ان کو دعوت الی اللہ کا بڑا ذریعہ خیال کرتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ مصنف محض یہ کہہ کر کہ وہ کسی مخصوص وقت میں مشروعیت کے قائل نہیں اور اسی طرح یہ کہہ کر بھی کہ ”ہم تو لوگوں کو کہتے ہیں کہ اس اجتماع کے واسطے صرف ایک رات مقرر کرنا اور بقیہ راتیں ترک کر دینا نبی کریم ﷺ کے ساتھ بے وفائی ہے اور لوگ ہماری اس بات کو پوری رغبت و توجہ سے مانتے ہیں۔“ (اصلاح مفاہیم: 365) بری الذمہ نہیں ہو سکتے کیونکہ جبکہ خاصی تعداد میں لوگوں نے 12 ربیع الاول کو عید میلاد النبی کہنا اور سمجھنا شروع کر دیا ہے اور یہ بھی آج نہیں ہوا بلکہ ایسا خاصہ عرصے سے ہو رہا ہے۔ تو کیا جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ اس تعیین میں تا کد مشروعیت نہیں سمجھتے؟ جب معلوم ہے کہ وہ سمجھتے ہیں تو ایک ان کی محفل میں خود شریک ہونے سے اگرچہ اصلاح اور دعوت الی اللہ ہی کے قصد سے ہو اور دوسرے خود اس تاریخ اور اس مہینے میں محفل منعقد کرنے سے کیا یہ لوگ کبھی سمجھ سکیں گے کہ یہ تعیین اور تقبید ناجائز ہے؟ اور یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ کچھ لوگ آپ کی بات پوری رغبت و توجہ سے مانتے ہیں تو اول تو اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (341)

کہ کچھ لوگ 12 ربیع الاول کی مشروعیت کے عقیدے کے ساتھ ساتھ دیگر ایام میں بھی محفل میلاد کرنے لگیں گے۔ دوسرے کچھ لوگ آپ کے قصد کے برخلاف اپنے لیے حجت و دلیل بنائیں گے۔ وہ آپ کے قول کو نہیں سنیں گے لیکن آپ کے عمل کو اپنے لیے ضرور حجت بنالیں گے۔ اس طریقے سے آپ کا عمل مُغَوّی خلق بنے گا۔

دیکھئے مولانا تھانوی رحمہ اللہ مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کو اپنے اشکالات پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”شُرکت بعض مجالس کی الحمد للہ مجھ کو نہ غلو و افراط ہے نہ اس کو موجب قربت سمجھتا ہوں مگر توسع کسی قدر ضرور ہے اور مثلاً اس توسع کا حضرت قبلہ و کعبہ (حاجی امداد اللہ صاحب) کا قول و فعل ہے مگر اس کو حجت شرعیہ نہیں سمجھتا بلکہ بعد ارشاد اعلیٰ حضرت (یعنی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب) کے خود بھی میں نے جہاں تک غور کیا اپنے فہم ناقص کے موافق یوں سمجھ میں آیا کہ اصل عمل تو محل کلام نہیں ہے۔ البتہ تقییدات و تخصیصات بلاشبہ محدث ہیں۔ سواس کی نسبت یوں خیال میں آیا کہ ان تخصیصات کو اگر قربت و عبادت مقصودہ سمجھ لیا جائے تو بلا شک عبادت ہیں اور اگر محض امور عادیہ مبنی بر مصالح سمجھا جائے تو بدعت نہیں بلکہ مباح ہیں.... ہاں ان تخصیصات کو کوئی مقصود بالذات سمجھنے لگے تو ان کے بدعت ہونے میں کلام نہ ہوگا اس کے ساتھ ایک اور خیال بھی آیا کہ گواس صورت میں یہ بدعت اعتقادی نہ ہوگا مگر اس کا اہتمام و التزام بدعت عملی تو ہوگا.... تیسرا اور خیال ہوا کہ گوا لیے فہیم آدمی کے حق میں بدعت نہ ہوگا، مگر چونکہ عوام کو اس سے شبہ اس کی ضروریات یا قربت کا ہوتا ہے ان کے حفظ عقیدہ کے لیے یہ واجب الاجتناب ہوگا.... چوتھا خیال ایک اور پیدا ہوا کہ سب کچھ سہی مگر یہ خصوصیات بعض قواعد و اصول فقہ حنفی کے خلاف معلوم ہوتے ہیں۔“ (مواعظ میلاد النبی: 69-268)

مولانا تھانوی رحمہ اللہ اپنے مکتوب محبوب القلوب میں ارشاد فرماتے ہیں:

”اصول شریعت اور نیز قواعد عقلیہ میں سے یہ امر مسلم ہے کہ جو فعل نہ مامور بہ ہو، نہ منہی عنہ ہو یعنی نصوص شرعیہ میں نہ اس کے کرنے کی ترغیب ہو اور نہ اس کرنے کی ممانعت ایسا امر مباح ہوتا ہے اور ہر چند کہ مباح اپنی ذات میں نہ طاعت ہے نہ معصیت مگر عوارض خارجیہ کے اعتبار سے ممکن ہے کہ کبھی وہ طاعت بن جائے کبھی معصیت بن جائے۔ مثلاً چلنا کہ ایک فعل مباح ہے نہ اس پر ثواب نہ عقاب مگر ممکن ہے کہ اس میں کوئی ایسی مصلحت و منفعت ہو جس سے یہ عبادت ہو جائے مثلاً مسجد یا مجلس و عظ کی طرف چلنا یا کسی کی عیادت یا تعزیت کے لیے چلنا۔ اور ممکن ہے کہ اس میں کوئی ایسی مضرت و مفسدہ ہو جس سے یہ معصیت ہو جائے۔ مثلاً ناچ دیکھنے کو چلنا یا شراب خوری کے لیے چلنا۔

اور یہ بھی جاننے کی بات ہے کہ مضرت و مفسدہ دو قسم کا ہے۔ لازمی و متعدی۔ لازمی وہ جس سے خود فاعل کو ضرر پہنچے۔ متعدی وہ جس سے دوسروں کو ضرور پہنچے۔ سو جس طرح فعل مباح بوجہ لزوم ضرر لازمی کے

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (342)

واجب المنع ہو جاتا ہے اسی طرح بوجہ ضرر متعدی کے بھی ممنوع ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی ایسا مریض جس کا مرض محسوس نہیں اور طبیب نے اس کو افطارِ صوم کی اجازت دے دی گو اس کو کھانا پینا علی الاعلان فی نفسہ جائز ہے مگر جس مقام پر یہ احتمال ہو کہ کوئی دوسرا شخص یہ حالت دیکھ کر روزہ کی بے وقعتی کر کے اپنا روزہ تباہ کر دے گا اس مقام پر یہ امر جائز بھی ناجائز بن جائے گا بلکہ اس کا اخفا ضروری ہوگا۔ اور یہ امر بہت ہی ظاہر ہے۔

اب دوسرا قاعدہ سمجھنے کے قابل ہے کہ بعض افعالِ مباحہ تو ایسے ہوتے ہیں جن میں سرتاسر مصلحت ہی مصلحت ہے۔ اس کے مستحسن ہونے میں سب کا اتفاق ہوتا ہے۔ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں سراپا مفسدہ ہے اس لیے ممنوع ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہوتا۔ بعض ایسے افعال ہیں جن میں کچھ مصلحت اور کچھ مفسدہ ہوتا ہے۔ کسی کی نظر مصلحت پر ہوتی ہے اور مفسدہ کی طرف یا تو التفات نہیں ہوتا یا اس کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے یا اس میں کچھ تاویل کی گنجائش سمجھ لیتے ہیں۔ ایسا شخص اس کو جائز بلکہ مستحسن کہتا ہے اور کسی کی نظر مفسدہ پر بھی ہوتی ہے خواہ مفسدہ لازم ہو یا متعدی ایسا شخص اس کو ممنوع ٹھہراتا ہے خواہ مصلحت پر نظر ہی نہ ہو یا اس پر بھی نظر ہو کیونکہ قاعدہ مقرر ہے کہ جب حلت و حرمت کے اسباب کسی شے میں جمع ہو جاتے ہیں تو وہاں حرمت ہی کو ترجیح ہوتی ہے ایسے امور ہمیشہ محل کلام و اختلاف رہا کرتے ہیں مگر ان میں اختلافات رفع کرنا اگر اہل اختلاف میں قدرے طلبِ حق و انصاف ہو بہت ہی سہل ہوتا ہے اس لیے کہ صرف یہ بات دیکھ لینے کی ہوتی ہے کہ اس میں کوئی مفسدہ تو نہیں۔ اگر کوئی مفسدہ نہ نکلے تو مانعین اپنے فتویٰ ممانعت کو چھوڑ دیں اور اگر مفسدہ نکل آئے تو مجوزین اپنے جواز سے رجوع کریں گے گو اس میں مصلحتیں بھی ہوں اس لیے کہ اوپر مذکور ہو چکا کہ تعارض کے وقت منع کو ترجیح ہوتی ہے۔ البتہ اگر کسی مامور بہ میں کوئی مفسدہ ہو تو وہاں مفسدہ کی اصلاح کر دی جاتی ہے۔ مگر مباح میں جب صلاح دشوار ہو نفس فعل کو ترک کرنا لازم ہوتا ہے بلکہ مباح تو کیا چیز اگر سنت زائدہ میں ایسے مفاسد کا احتمال قوی ہو اس کا ترک مطلوب ہو جاتا ہے۔ یہ سب قواعد کتب اصولیہ و فرعیہ میں موجود و مذکور ہیں۔

اب خیال فرمانا چاہیے کہ عمل مولد شریف بہیبت و قیود مخصوصہ ظاہر ہے کہ نہ کسی دلیل شرعی سے مامور یہ ہے اور نہ کسی دلیل سے ممنوع، تو فی حد ذاتہ مباح ٹھہرا۔ اب اسی قاعدہ اولیٰ کے موافق ضروری ہوگا کہ اس میں کوئی مفسدہ اعتقادی یا عملی مرتب نہ ہونہ لازمی نہ متعدی تو اس کے جواز یا استحسان میں کوئی کلام نہیں کر سکتا۔ اور اگر اس میں کوئی مفسدہ مرتب ہوتا ہو خواہ لازمی خواہ متعدی تو اس کے روکنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہو سکتا۔ اس پر تو سب کا اتفاق ہے۔ اب اتنی بات میں اختلاف رہ گیا کہ آیا اس میں کوئی مفسدہ ہے یا نہیں؟ اور اسی بات میں اختلاف ہونے سے اس کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف طویل و عریض ہو گیا۔ سو مفسدہ کا ہونا نہ ہونا یہ کوئی دقیق بات نہیں جس میں بہت غور و فکر و مباحثہ کی حاجت ہو۔ مشاہدہ و تجربہ و تتبع

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (343)

حالاتِ عالمین سے بسہولت معلوم ہو سکتا ہے۔ سو جہاں تک ان مجالس میں شرکت کا اتفاق ہوا بر قاعدہ مذکورہ سابق ان عالمین کے حق میں تو اس عمل کو ممنوع کہنے میں کسی قسم کا شبہ ہی نہیں، البتہ یہ شبہ شاید ہو سکے کہ جس کو غلو ہوا اس کو روکنا چاہیے اور محتاط خوش عقیدہ کو کیوں روکا جائے۔ تو اس کا جواب اوپر کی تقریر سے معلوم ہو چکا ہے کہ جس طرح ضرر لازمی سے بچنا واجب ہے اسی طرح ضرر متعدی سے بھی جس حالت میں کسی شخص نے گوا احتیاط کے ساتھ یہ عمل کیا، مگر دوسرے دیکھنے والے اس سے سند پکڑ کر بے احتیاطی کرتے رہے تو ضرر متعدی ظاہر ہے۔

اب اس قاعدے و حکم کی تائید کے لیے ایک آدھ نظیر پیش کرتا ہوں۔ کسی نعمتِ جدیدہ کی خبر سن کر سجدہ شکر کرنا حدیث صحیح سے ثابت اور پھر بھی ہمارے امام ہمام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کو مکروہ فرماتے ہیں، چنانچہ کتبِ فقہ میں مذکور ہے اس کی وجہ بقول علامہ شامی رحمہ اللہ صرف یہی ہے کہ اس میں احتمال ہے کہ عوام اس کو سنتِ مقصودہ نہ سمجھ جائیں۔ اب ملاحظہ فرمائیے کہ عوام کے غلط اعتقاد کے احتمال پر خواص کے لیے بھی وہ فعل مکروہ قرار دیا گیا حالانکہ جواز اس کا نص سے ثابت ہے اور مسنون ہونا بھی اس کا مسلم ہے مگر سنت زائدہ ہے سنت مقصودہ نہیں۔ جب عقیدے میں اتنے فرق سے حکم کراہت کا کر دیا جائے تو جو چیز سنت بھی نہ ہو صرف مباح یا مستحب ہو اور اباحت و استحسان بھی اس کا محض قیاسی ہو مخصوص نہ ہو اور افراط بھی عقیدے میں اس درجہ عوام نے کر لیا ہو کہ فرض واجب سے زیادہ مؤکد قرار دے دیا ہو تو اس حالت میں خواص کے لیے بھی حکم بالکراہت کیوں نہ کیا جائے گا؟

ان سب نظائر سے یہ امر کالشمس فی نصف النهار واضح ہو گیا کہ جس طرح اپنے عقیدہ و دین کی حفاظت ضروری ہے عوام کے عقیدہ و دین کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ اب ممکن ہے کہ بعض کرنے والے احتیاط کر لیں مگر عوام جو ان کے معتقد و مقلد ہیں ان کو نہ ان خرابیوں پر نظر ہے نہ ان سے بچنے کی احتیاط نہ ان کو یہ خبر ہے کہ ہمارے بزرگوں کے اور ہمارے عمل میں کیا فرق ہے صرف انہوں نے یہ دیکھ لیا کہ ہمارے فلاں بزرگ یہ عمل کرتے ہیں پس خود بھی جس طرح چاہا کرنے لگے اس کی احتیاط اہل طریقت نے یہاں تک فرمائی ہے کہ جس شخص کو سماع بشرائط جائز اور مباح ہو وہ ایسے شخص کے روبرو بھی نہ سنے جس کو مباح نہیں تاکہ وہ تقلید بے بصیرت کر کے خراب نہ ہو۔

یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ بعض مانعین تو اس تفصیل کے ساتھ منع نہیں کرتے اور نہ کوئی قید لگاتے ہیں علی الاطلاق کہہ دیتے ہیں کہ مجلس مولد شریف ممنوع و بدعت ہے سو بات یہ کہ مانعین میں بعض تو تشدد ہیں ان کے قول کی تو تاویل ضروری نہیں اور بہت سے بندگانِ الہی منصف و محقق ہیں ان کا اطلاق علم بالکراہت محض لفظ میں ہے مراد ان کی عمل مقید متعارف ہے.... مانع مولد کو صرف مولد کو منع کر رہا ہے مگر مراد اس کی وہی مولد ہے جس میں افراط و تفریط ہو اور جو افراط و تفریط سے خالی ہو گو وہ ممنوع نہیں مگر اس وجہ سے کہ

دوسرے لوگوں کے لیے ذریعے افراط و تفریط کا ہے دائرہ منع میں اس کو داخل کر دیا۔

اس اطلاق لفظی و تنقید مرادی کی نظیر حدیث میں آتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک مسافر روزہ دار کو ملاحظہ فرمایا کہ غلبہ حرارت و تشنگی سے بے ہوش ہو گیا۔ ارشاد فرمایا: ”لیس من البر الصیام فی السفر“ یعنی سفر میں روزہ رکھنا اچھا نہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ روزہ رکھنا سفر میں جائز ہے پھر بھی آپ نے مطلق لفظ سے ممانعت فرمائی ہے۔ وجہ اس کی یہی ہے کہ گو لفظ مطلق ہے مگر مراد اس کی یہی ہے کہ ایسی حالت میں روزہ رکھنا اچھا نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ لفظ مقید ہونا کبھی لفظ سے ہوتا ہے اور کبھی قرینہ سے۔ اس تفصیل سے یہ شبہ بھی رفع ہو گیا کہ ان اعمال کو ہزاروں بزرگ کرتے چلے آئے ہیں اب کیوں منع کرتے ہیں؟ وجہ رفع ہونے کی یہ ہے کہ وہ بزرگ خلوص احتیاط و محنت عقیدہ کے ساتھ کرتے تھے، اور ان کے زمانے میں عوام نے یا تو غلو نہ کیا ہوگا یا غلو کی ان کو اطلاع نہ ہوئی ہوگی یا یہ گمان نہ ہوگا کہ کوئی شخص ہماری اقتدا کرے گا یا یوں سمجھے ہوں گے کہ اگر کسی نے اقتداء کی تو جو بھی اقتداء کرے گا وہ بھی احتیاط کرے گا۔ (مواعظ میلاد النبی: 241 تا

(245)

مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے مذکورہ بالا اقتباس کی آخری بات کے بارے میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کی اس بات کا اضافہ فرمالیا جائے:

”اگرچہ علماء متقدمین کو اس میں اس امر کا (یعنی ضرر لازم یا ضرر متعدی کا) خدشہ تھا انہوں نے (اپنے دور میں بھی) اس کو مکروہ کہا تھا۔“ (براہین قاطعہ: 265)

یہ اقتباسات اپنے مطلب پر اتنے واضح ہیں کہ مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ کہاں ایک طرف مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی یہ باتیں اور کہاں کتاب ”اصلاح مفاہیم“ کے مصنف اور مترجم اور دیگر موافقین کا یہ طرز عمل کہ وہ بدعت اعتقادی اور بدعت عملی کے مؤید بن رہے ہیں۔ شتان بینہما ہاں اتنا احتمال تھا کہ اگر اکابرین دیوبند کے گزر جانے کے بعد حالات اس نہج پر پلٹ آئے ہوں جو متقدمین کے دور میں تھے کہ علمی و عملی افراط و تفریط نہ تھا تو البتہ ہو سکتا تھا کہ بعض متقدمین علماء کے قول کے مطابق ان کے دور کی سی محافل جائز ہوتیں، لیکن چونکہ حالات مجموعی طور پر بدتر ہی ہو رہے ہیں تو اکابرین دیوبند کے طرز عمل کے ساتھ وابستگی اور زیادہ ضروری اور مؤکد ہوتی جا رہی ہے۔

اکابرین دیوبند کا بتایا ہوا ذکر رسول ﷺ کا طریقہ

مولانا تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”پس حضور ﷺ کے حالات کی کتابیں لے کر جن میں صحیح حالات ہوں اگر چہ ان میں ایک شعر بھی نہ

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (345)

ہو اس کو روزانہ پڑھا کرو۔ اسی لیے میرا بہت روز سے جی چاہتا تھا کہ کوئی ایسی صحیح معتبر کتاب لکھ دوں، چنانچہ بحمد اللہ وہ تیار ہو گئی تو جس کا جی چاہے اس کتاب (یعنی نشر الطیب) کو اپنے پاس رکھے کہ وہ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے لیے بہت مفید ہوگی مگر اس کو مجلسوں میں ان رسوم کے ساتھ نہ پڑھا جائے بلکہ بطور وظیفہ کے قرآن مجید کے بعد پڑھ لیا جائے جیسا کہ میں نے اوپر بحثوں کی حالت ذکر کی ہے کہ

گفت مشق نام لیلیٰ می کنم
خاطر خود را تسلی می کنم

تو کیا بحثوں نے لیلیٰ کی سا لگرہ کی تھی۔ اسی طرح حضور ﷺ کے ذکر مبارک کے لیے قیود کیسے؟ وہ تو ہر وقت کا وظیفہ ہونا چاہیے۔ میں نے حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کو دیکھا ہے کہ ہر وقت درود شریف کا ورد رہتا تھا اور بات بہت کم کرتے تھے مگر افسوس ہے کہ جو لوگ سال بھر میں صرف ایک مرتبہ یاد کریں وہ تو محبت ہوں اور جو ہر وقت سرشار رہے اس کو منکر سمجھا جائے کیسا غضب ہے۔ صاحبو! کہاں گیا انصاف اور تدبیر؟ اب چاہتے ہیں کہ کرنا بھی اگر ہو تو دوسروں کو دکھلا کر ہو، بھائی محبت میں دکھلانے کی ضرورت ہے؟ اپنی اولاد کے لیے انسان محبت سے کیا کچھ نہیں کرتا مگر کیا کسی کو دکھلاتا پھرتا ہے۔ غرض یہ معمول کر لو کہ اس کتاب کے دو چار ورق روز پڑھ لیا کرو اور خود بھی پڑھنا نہ آتا ہو تو کسی سے سن لیا کرو اور گھر میں روزانہ پڑھ کر سنایا کرو اور عمر بھر اسی طرح معمول رکھو۔ دیکھیں تو کون منع کرتا ہے تم تو اپنے ہاتھوں منع کراتے ہو۔“

[مواعظ میلاد النبی: ۳۴]

☆.....☆.....☆.....☆

فصل: 3

ان اجتماعات و محافل کو دعوت الی اللہ اور اصلاح کا ذریعہ سمجھنا

کتاب ”اصلاح مفاہیم“ کے مصنف نے محافل میلاد اور اس طرح کے دیگر اجتماعات کو اصلاح اور دعوت الی اللہ کا بڑا قیمتی اور سنہری ذریعہ سمجھانے پر اصرار کیا ہے ذرا ان کا انداز ملاحظہ فرمائیے:

”یہ اجتماعات دعوت الی اللہ کا بہت بڑا ذریعہ ہیں اور بہت سنہری قیمتی مواقع ہیں ان کو ضائع نہ کرنا چاہیے بلکہ علماء و دُعاة پر واجب ہے کہ امت کو نبی کریم ﷺ کے اخلاق و عادات و سیرت و معاملات و عبادات کی یاد دلائیں اور ان کو وعظ و نصیحت کریں اور شرف و فتن و ابتداء و بلاء سے ڈرائیں۔“

(اصلاح مفاہیم: 365)

”اس اجتماع کو غنیمت سمجھ کر لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنا ان کو خیر کی طرف دعوت دینا روکنے سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ مشاہدہ ہے کہ اس روکنے سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ روکنے سے لوگوں کی توجہ اور زیادہ ہو جاتی

ہے اور گویا روکنے والا بے خبری میں ان چیزوں کی طرف داعی بن جاتا ہے۔

عقل مند دعوت و فکر والے تو تمنا کرتے ہیں کہ اس طرح کے اجتماع کا ان کو موقع ملے تو اس میں اپنی دعوت اور افکار کو رائج کریں اور لوگوں کو اپنا بنائیں اسی وجہ سے یہ لوگ ایسے باغات و مجالس اور عام جگہوں کے قرب و جوار میں منڈلاتے رہتے ہیں تاکہ ان کو اپنی طرف کریں۔ ہم بھی دیکھتے ہیں کہ امت بہت سے یادگار مواقع پر جمع ہوتی ہے تو بڑی رغبت سے جمع ہوتی ہے تو اس میں ہماری ذمہ داری کیا ہے؟ اس قسم کے اجتماع کے حکم کے بارے میں مناظرہ و مجادلہ و انکار میں مشغول ہونا وقت ضائع کرنا ہے بلکہ حماقت و جہالت ہے کیونکہ ہم بہت بڑا خزانہ ضائع کر رہے ہیں اور ایسی فرصت کھو رہے ہیں جو اس جیسے اجتماعات کے علاوہ کہیں اور نہیں مل سکتی لہذا ہم کو اس طرح کے بڑے اجتماعات کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔“

[اصلاح مفاہیم: ۳۶۳]

اس کتاب کے مترجم و دیگر موافقین کو لازم تو یہ تھا کہ وہ اس کتاب کے مصنف کی خدمت میں وہ سب باتیں پیش کرتے جو اکابرین دیوبند سے اس بارے میں منقول ہیں۔ شاید کہ وہ حقائق پر نظر کرتے اور اللہ تعالیٰ ان کے لیے راہ صواب کھول دیتے لیکن ان لوگوں نے مصنف کی فکر ہی کو اکابر دیوبند کی فکر کی شرح قرار دے دیا۔

بریں عقل و دانش ببايد گريست

دیکھئے! مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ سے مکاتبت کے دوران مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے ذہن میں بھی اس قسم کی باتیں آئی تھیں اور خود مولانا کے بقول ان کو اس سلسلہ میں بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ لکھتے ہیں:

”جب ہند کو واپس آیا تو طلب کرنے پر (محفل میلاد میں) شریک ہونے لگا اور یہ عزم رکھا کہ ان لوگوں کے عقائد کی اصلاح کی جائے۔ چنانچہ مختلف مواقع و مجالس میں ہمیشہ اس کے متعلق گفتگو کرتا رہا اور جتنے امور اصل عمل سے زائد تھے سب کا غیر ضروری ہونا اور ان کی ضرورت کے اعتقاد کا بدعت ہونا صاف صاف بیان کرتا رہا حتیٰ کہ اس وقت میری رائے میں ان کا عقیدہ بعض کا عین تو سطر پر، بعض کا قریب تو سطر کے آ پہنچا، مگر بوجہ قدسیتِ عادت کے عمل کے ارتقاء کی امید نہیں ہے۔ عدم شرکت میں اس اصلاح کی ہرگز توقع نہ تھی۔ ایک غرض تو میری شرکت سے یہ تھی۔ دوسرے میں نے وہاں دیکھا کہ وعظ میں لوگ کم آتے ہیں اور ان مجالس میں زیادہ اور ہر مذاق اور جنس کے چنانچہ ان مجالس میں موقع ان کے پند و نصائح اور اصلاح عقائد و اعمال کا بخوبی ملا اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں آدمی اپنے عقائد فاسدہ و اعمال سیئہ سے تائب و صالح ہو گئے، بہت روافض سنی ہو گئے، بہت سود خورشراپی و بے نمازی وغیرہم درست ہو گئے۔ غرض اکثر حصہ وعظ ہوتا تھا۔ دوسرا بیان برائے نام.... اور یوں خیال ہوتا ہے کہ اگر خود ایک مکروہ کے ارتکاب

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (347)

سے دوسرے مسلمانوں کے فرائض و واجبات کی حفاظت ہو تو اللہ تعالیٰ سے امید تسامح ہے۔“

(مواعظ میلاد النبی: 270)

”چنانچہ دیار و امصارِ شرقیہ میں بوجہ غلبہ الحاد و دہریت یا کثرتِ جہل و غفلت سے یہ حال ہے کہ وعظ کے نام سے کوسوں بھاگتے ہیں اور ان محافل میں یا بوجاہتِ میزبان اور کسی وجہ سے آکر فضائل و شائکاتِ نبویہ اور اس ضمن میں عقائد و مسائل شرعیہ سن لیتے ہیں۔ اس ذریعہ سے میرے مشاہدہ میں بہت لوگ راہِ حق پر آ گئے۔ ورنہ شاید عمر گزر جاتی کہ کبھی اسلام کے اصول و فروع ان کے کان میں بھی نہ پڑتے اور اگر توقف سے قطع نظر کیا جائے تب بھی ترتیب یقیناً ثابت ہے۔ سو جواز کے لیے یہ بھی کافی معلوم ہوتا ہے۔“ (مواعظ

میلاد النبی: 281)

اب دیکھئے مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ جو کہ اساطینِ دیوبند میں سے ہیں جواب میں کیا قولِ فصیلِ مرحمت فرماتے ہیں:

”داعی عوام کو سماع ذکر کی طرف ہونا اس وقت تک جائز ہے کہ کوئی منع شرعی اس کے ساتھ لاحق نہ ہو ورنہ رقص و سرود زیادہ تر داعی ہیں اور روایاتِ موضوعہ زیادہ تر موجبِ محبت گمان کی جاتی ہیں۔ پس کون ذی فہم بعلتِ دعوتِ عوام ان کو مجوز ہو جائے گا۔ یہ جواب آپ کی تقریر کا ہے کہ سماع ذکر و ولادتِ بہیبتِ کذائیہ کو آپ موجبِ ازدیادِ محبت تصور کر رہے ہیں اور بذریعہ غیر مشروع کے تحصیلِ محبت کی اجازت دیتے ہیں ورنہ فی الحقیقت جو امرِ خیر کہ بذریعہ نامشروع حاصل ہو، وہ خود ناجائز ہے.... اور اگر تسلیم کیا جائے کہ آپ کی محفلِ میلادِ خالی ہے جملہ منکرات سے اور کوئی امرِ نامشروع اس میں نہیں ہے تو دیگر مجالس تمام عالم کی تو سراسر منکر ہیں اور یہ فعل آپ کا ان کے لیے مؤید ہے پس یہ فعل مندوب آپ کا موجبِ مغویِ خلق ہوا تو اس کے جواز کا کیسے حکم کیا جائے گا۔“ (مواعظ میلاد النبی: 284)

☆.....☆.....☆.....☆

فصل: 4

دلائلِ مناسبات: حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کی آزادی کا قصہ

مروجہ محافلِ میلاد کے بارے میں مصنف کتاب ”اصلاح مفاہیم“ نے کوئی دلائل و مناسبات ذکر نہیں کیے۔ صرف ایک قصہ ثویبہ رضی اللہ عنہا کی آزادی کا ذکر کیا ہے۔

دلائل و مناسبات پر مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے وعظ ”السور“ میں تفصیل سے کلام کیا ہے جن حضرات کو دلچسپی ہو وہ اس کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ ہم یہاں اسی وعظ کے ایک اقتباس کو نقل کرنے پر

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (348)

اکتفا کرتے ہیں جو ثوبیہ رضی اللہ عنہا کی آزادی سے متعلق ہے۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”دوسرا استدلال موجدین کا اس حدیث سے ہو سکتا ہے کہ جب ابولہب نے حضور کی ولادت کی خبر سنی تو خوشی میں آ کر ایک باندی آزاد کر دی تھی اور اس پر عقوبت میں تخفیف ہو گئی۔ پس معلوم ہوا کہ ولادت پر فرح جائز و موجب برکت ہے۔

جواب اس کا بھی ظاہر ہے کہ ہم نفس فرحت کے منکر نہیں ہیں بلکہ اس پر ہر وقت عامل ہیں گفتگو تو اس ہیئت کذائیہ میں ہے۔“ (مواعظ میلاد النبی: 150)

☆.....☆.....☆.....☆

(۲)..... بحث دوم: خصائص نبویہ

فصل 1:

نبی کریم کا سایہ مبارک

کتاب ”اصلاح مفاہیم“ کے مصنف لکھتے ہیں:

”حکیم ترمذی نے ذکوان سے روایت کی ہے نبی کریم ﷺ کا دھوپ اور چاندنی میں سایہ نہ تھا۔ ابن سبع نے حضور ﷺ کی خصوصیات میں ذکر کیا ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ ہوتا تھا اور بعض علماء نے کہا کہ اس کی تائید حضور ﷺ کی دعا واجعلنی نوراً والی حدیث سے پیش کی ہے۔“ (اصلاح مفاہیم: 237)

ہم کہتے ہیں کہ مصنف ”اصلاح مفاہیم“ نے اگر اس کے اخذ کرنے میں خطا کی ہے تو مترجم اور دیگر معاونین تو علمائے دیوبند کی کتابوں سے ناواقف نہ تھے۔ ان کے ذمے تھا کہ وہ مصنف کی اصلاح کرتے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے کوئی اور مسلک اختیار کر کے مصنف کی کتاب کو اپنے لیے تائید و تقویت خیال کیا ہے۔

امداد الاحکام (جلد اول: 246) پر ہے:

”حافظ سیوطی نے خصائص کبریٰ میں ایک روایت ضعیف حکیم ترمذی سے اس مضمون کی نقل کی ہے جس میں عبدالرحمن بن قیس زعفران بہت ضعیف راوی ہے جس کی توثیق کسی نے نہیں کی بلکہ بعض نے کذب و وضع کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔“

امداد الفتاویٰ (جلد پنجم: 406) پر ہے:

”بعض نے واجعلنی نوراً سے استدلال کیا ہے کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا بلکہ سایہ ظلمت کا ہوتا ہے۔ مگر ضعف اس کا ظاہر ہے۔ شاید حضور ﷺ کے سر پر برابر ہنا اس کی اصل ہو کیونکہ اس صورت میں

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (349)

ظاہر ہے کہ سایہ نہ ہوگا، لیکن خود صحاح میں روایت ہے کہ آپ کے سر مبارک پر بعض اوقات سفر میں صحابہ کپڑے کا سایہ کیے ہوئے تھے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اکابر کا رہنا بھی دائمی نہ تھا۔“

خیر الفتاویٰ (جلد اول: 333 تا 336) میں تو کئی حوالوں سے نبی ﷺ کے لیے سایہ کا ہونا ثابت کیا ہے۔ چنانچہ مفتی محمد انور صاحب ایک سائل کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

”صحیح روایات و احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سایہ مبارک تھا۔ مستدرک حاکم میں ہے:

عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اذا سجد قال اللهم سجد لك سوادى و خيالى و بك آمن فوادى ابوء بنعمتك على و هذا ما جنيت على نفسى يا عظيم يا عظيم اغفر لى فانه لا يغفر الذنوب الا الرب العظيم۔ (534/1)

(ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ عموماً حالتِ سجدہ میں یہ پڑھا کرتے تھے کہ یا اللہ! میرے جسم اور سایہ نے تجھے سجدہ کر دیا اور دل بھی تجھ پر ایمان لے آیا اور میں خود بھی تیری نعمتوں کا معترف ہوں اور اپنی لغزشوں کی معافی بھی تجھ ہی سے چاہتا ہوں۔ مولا! تو بڑا ہے بڑے ہی بڑی لغزشیں معاف فرمایا کرتے ہیں)۔

مذکورہ بالا حدیث میں لفظ ”خیال“ استعمال ہوا ہے۔ لفظ ”خیال“ کے بارے میں علامہ مصطفیٰ مراغی اپنی تفسیر ”المراغی“ میں ارشاد فرماتے ہیں:

”و ظلال واحدھا ظل و هو الخيال الذی یظهر للحرم“

(ترجمہ: یعنی ظلال کا واحد ظل ہے جس کے معنی خیال کے ہوتے ہیں اور خیال وہ ہے جو جسم کے لیے بصورتِ سایہ ظاہر ہوتا ہے)۔

تفسیر بحر المحیط میں علامہ ابو حیان فرماتے ہیں:

”قال الفراء الظل مصدر یعنی فی الاصل ثم اطلق على الخيال الذی یظهر للحرم و طولہ بسبب انحطاط الشمس و قصره بسبب ارتفاعها فهو منقاد لله تعالى فی طولہ و قصره و میله من جانب الی جانب۔“ (بحر المحیط: 378)

(ترجمہ: مشہور نحوی فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لفظ ظل اصل میں مصدر ہے پھر اس کو خیال کے معنی میں لے لیا گیا جو بصورتِ سایہ جسم کے لیے ظاہر ہو جس کی لمبائی سورج کے نیچا ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے اور کی سورج کے بلند ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یہ سایہ اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمان بردار رہتا ہے کی اور زیادتی میں بھی ادھر ادھر جھکنے میں بھی)۔

مذکورہ بالا دونوں حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ ”سجد لك سوادى و خيالى“ جسم اور سایہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ نیز اس روایت کو علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ”تخصیص مستدرک“ میں حدیث صحیح کہا

ہے۔

دوسری حدیث:

”عن انس بن مالك رضى الله عنه قال بينما النبى ﷺ يصلى ذات ليلة صلاة اذ مد يده ثم آخرها فقلنا يا رسول الله رأيناك صنعت فى هذه الصلاة شيئا لم تكن تصنعه فيما قبله قال اجل انه عرضت على الجنة فرأيت فيها دالية قطوفها دانية فاردت ان اتناول منها شيئا فاوحى الى ان استأخر فاستأخرت ثم عرضت على النار فيما بينى و بينكم حتى رأيت ظلى و ظلکم فيها فاوميت اليکم ان استأخروا۔“ (مسند ترك حاکم: 456/4)

(ترجمہ: حضور اکرم ﷺ کے خادم خاص سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات حضور اکرم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی اور نماز کی حالت میں آپ کا ہاتھ مبارک اچانک آگے بڑھا مگر پھر جلد ہی پیچھے ہٹا لیا۔ ہم نے عرض کیا کہ حضور! آج تو آپ نے خلاف معمول نماز میں نئے عمل کا اضافہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ قصہ یہ ہے کہ میرے سامنے ابھی ابھی جنت پیش کی گئی میں نے اس میں بہترین پھل دیکھے تو جی میں آیا کہ اس میں سے کچھ اچک لوں مگر فوراً حکم ملا کہ پیچھے ہٹ جاؤ تو میں پیچھے ہٹ گیا۔ پھر مجھ پر جہنم پیش کی گئی اس کی روشنی میں میں نے اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا، دیکھتے ہی میں نے تمہاری طرف اشارہ کیا کہ پیچھے ہٹے رہو)۔

اس روایت کو بھی علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے حدیث صحیح کہا ہے۔

تیسری حدیث:

”عن عائشة رضى الله عنها ان رسول الله ﷺ كان فى سفر له فاعتل بعير لصفية و فى ابل زينب فضل فقال لها رسول الله ﷺ ان بعيراً لصفية اعتل فلو اعطيتها بعيراً من ابلک فقالت انا اعطى تلك اليهودية قال فترکها رسول الله ﷺ ذا الحجة و المحرم شهرين او ثلاثة لا ياتيهما قالت حتى أيسئ منه و حولت سریری قالت فبينما انا يوما بنصف النهار اذا انا بظل رسول الله ﷺ امقبلاً۔“ (مسند امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ: 132/6)

(ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ ایک سفر میں تھے کہ اچانک حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا۔ اتفاق سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ایک سواری زائد تھی۔ حضور نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اپنی زائد سواری حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو دے دو حضرت زینب نے کہا کیا اس یہودیہ کو دوں؟ پس اس پر آنحضرت ﷺ ناراض ہو گئے اور ذوالحجہ اور محرم دو تین مہینے مسلسل ان کے پاس بھی نہیں آئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں یہاں تک کہ میں حضور ﷺ کی طرف سے بالکل مایوس ہو گئی اور اپنا سامان وغیرہ بھی منتقل کرنے کا ارادہ کر لیا مگر اچانک ایک دن کیا دیکھتی ہوں کہ حضور ﷺ کا سایہ مبارک آ رہا ہے)۔

چوتھی حدیث:

”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ انہ ذکر ان رسول اللہ ﷺ حدثہم ان جبریل علیہ السلام جاءہ فصل بہ الصلوات و قتين الا المغرب جاءہ فی صلی بی الظهر حين کان فیئ مثل شراک نعلی ثم جاء فصلی بی العصر حين کان فیئ مثلی۔“ (رواہ بزار و صاحب المجمع الزوائد)

(ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے دو وقت کی نمازیں پڑھائیں مگر مغرب دونوں دن ایک ہی وقت پر پڑھائی۔ ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب میرا سایہ میرے تسمے کے برابر ہو گیا اور عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب میرا سایہ میرے برابر ہو گیا)۔

مذکورہ بالا احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کا سایہ مبارک تھا۔ فقط واللہ اعلم“

☆.....☆.....☆.....☆

فصل 2:

وہ سب چیزیں دیکھ اور سن سکتے ہیں جو عام بشر نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں

مصنف کتاب ”اصلاح مفاہیم“ نے مذکورہ عنوان کے تحت جو حدیث دی ہے اور اس کا جو ترجمہ کیا گیا ہے اس سے عنوان میں شامل لفظ سب کا مفہوم کہیں نہیں ملتا۔ ترجمہ کو ہم نے اصل عربی کے ساتھ ملا کر دیکھا تو ہمیں یہ مترجم کا اپنی جانب سے اضافہ نظر آیا۔ اگرچہ الفاظ سب چیزوں میں تاویل کر لی جائے گی کہ جو نبوت کے شایان شان ہوں یا جو منصب نبوت کے لیے ضروری ہوں لیکن عنوان دینے والے نے مفاہیم کی اصلاح کے موقع پر جو بے تدبیری کی ہے وہ نظر انداز کیے جانے کے لائق نہیں۔ حدیث میں ”ما“ کا لفظ جو بذات خود نہ توکل کے معنی پر دلالت کرتا ہے اور نہ ہی اس کو تسلزم ہے اور بعض سے ”ما“ کا معنی ادا ہو جاتا ہے۔ اس غلطی و بے تدبیری کا نقصان یہ ہے کہ جو بدعتی لوگ نبی ﷺ کے علم کے بارے میں غلو کرتے ہیں اور نصوص سے تجاوز کرتے ہیں ان کی تائید حاصل ہوتی ہے اور ان کو صحیح عقیدہ کے لوگوں کو گمراہ کرنے کا ایک اور ذریعہ حاصل ہو جاتا ہے۔ حدیث ملاحظہ فرمائیے:

”عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ انی اری ما لا ترون و اسمع ما لا تسمعون اطت السماء و حق لها ان تمط و الذی نفسی بیدہ ما فیہا موضع اربعۃ اصابع الا و ملک واضع جہتہ ساجدا لله و اللہ لو تعلمون ما اعلم لضحکم قلیلا و لبکیتم کثیرا و ما تلذذتم بالنساء علی الفرشات و لخرجتم الی الصعدات تجأرون الی اللہ۔“

(ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں وہ جو تم نہیں دیکھتے اور میں سنتا ہوں وہ جو تم نہیں سنتے اور آسمان پر چر رہے ہیں اور ان کو اس کا حق ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے آسمان میں چار انگلیوں کی مقدار بھی کوئی ایسی جگہ نہیں کہ جس میں فرشتوں نے اپنی پیشانی سجدہ کے لیے نہ رکھی ہو۔ خدا کی قسم اگر تم لوگ جان لو وہ امور جو کہ میں جانتا ہوں تو تم لوگ تھوڑا ہنسوا اور زیادہ رویا کرو اور تم لوگ اپنے بستر پر غورتوں سے لذت حاصل نہ کرو اور البتہ تم لوگ جنگل کی طرف نکل جاؤ اور اللہ کے سامنے گڑ گڑاؤ اور خوب چلاؤ اور شور مچاؤ)۔ (اصلاح مفاہیم: 235)

☆.....☆.....☆.....☆

فصل: 3

نبی ﷺ کی طرف علم غیب حاصل ہونے کی نسبت

مصنف ”اصلاح مفاہیم“ زیر عنوان بعض ایسے امور مشترکہ جو اللہ کی پاک ذات کے منافی نہیں لکھتے ہیں کہ

”بہت سے لوگ دونوں مقاموں کے مابین امور مشترکہ کے سمجھنے میں خطا کر گئے ہیں اور ان کا یہ خیال ہے کہ ان امور کی مخلوق کی طرف نسبت شرک ہے.... ان ہی امور مشترکہ میں سے بعض امور نبی ﷺ کی خصوصیات ہیں کہ جن کو سمجھنے میں (معتزمین) خطا کرتے ہیں اور ان خصوصیات کو بشریت کے پیمانے پر قیاس کرتے ہیں اور اسی وجہ سے وہ لوگ ان خصائص کو بڑا سمجھتے ہیں اور یہ رائے قائم کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے ان خصوصیات کے ساتھ متصف ہونے کے معنی یہ ہیں کہ نبی ﷺ کو بعض صفات الوہیت کے ساتھ متصف کر دیا گیا ہے یہ واضح جہالت ہے کیونکہ اللہ پاک جس کو چاہے جس طرح چاہے اور جو چاہے دے دیتے ہیں بلا کسی شرط و موجب کے ان پر کوئی جبر نہیں اس میں حقوق ربوبیت و صفات الوہیت کا اثبات نہیں ہے اور اللہ کے حقوق ربوبیت و صفات الوہیت محفوظ ہیں مخلوق ان میں سے کسی وصف کے ساتھ متصف ہوتی ہے تو وہ وصف بشریت کے مناسب محدود و مکتب ہوتا ہے۔

(اس کی) دوسری مثال علم غیب کی ہے کہ علم غیب بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے، چنانچہ ارشاد ربانی

ہے:

قل لا یعلم من فی السموات و الارض الا اللہ

آپ کہہ دیں کہ خبر نہیں رکھتا جو کوئی ہے آسمان اور زمین میں چھپی ہوئی چیز کی مگر اللہ۔

اور یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ جل شانہ نے اپنے نبی ﷺ کو علم غیب بہت سکھایا تھا (جزیاً و کلیاً) اور

بہت کچھ دیا، چنانچہ ارشاد ہے:

علم الغیب فلا یظهر علی غیبہ احد الا من ارتضیٰ من رسول
غیب کا جاننے والا وہی ہے سو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر ہاں اپنے کسی برگزیدہ
پیغمبر کو۔“ (اصلاح مفاہیم: 65-66)

اپنی اس عبارت میں مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نبی ﷺ کو بطور خصوصیات (بعض) علم غیب حاصل تھا
اور آپ ﷺ کی طرف علم غیب کی نسبت کرنا صحیح ہے۔

مصنف کے تو جو خیالات و افکار ہیں وہ تو ظاہر ہوئے ہی ہیں افسوس تو مترجم اور ناشرین پر ہوتا ہے کہ
وہ اپنے آپ کو اکابرین دیوبند کے خوشہ چیں بھی کہتے ہیں لیکن ان کی باتوں سے یا تو غافل ہیں یا تغافل کے
مرکب ہیں۔

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”علم غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے۔ اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک
سے خالی نہیں۔“ (تقویت الایمان: 294، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ
اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص
ہے بعض علوم تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں۔“
نیز فرماتے ہیں:

”مطلق غیب سے مراد اطلاقات شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور اس کے
لیے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو اس بناء پر

قل لا یعلم من فی السموات و الارض الغیب الا اللہ۔ (النمل: 65، 27)

اے پیغمبر تو کہہ خبر نہیں رکھتا جو کوئی ہے آسمان اور زمین میں غیب کی مگر اللہ۔

لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر و ما مسنی السوء۔ (الاعراف: 188)
اور اگر میں جان لیا کرتا غیب کی بات تو بہت کچھ بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھ کو برائی کبھی نہ
پہنچتی۔

وغیرہ فرمایا گیا ہے اور جو علم بواسطہ ہو اس پر غیب کا اطلاق محتاج قرینہ ہے تو بلا قرینہ مخلوق پر علم
غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع اور ناجائز ہوگا۔“

(حفظ الایمان، مطبوعہ انجمن ارشاد المسلمین)

فصل: 4

موہم ضلال عنوانات

مصنف نے اور مصنف کی پیروی میں مترجم نے کتاب ”اصلاح مفاہیم“ میں بعض ایسے عنوانات قائم کیے ہیں جو عام قاری کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو جنت کے بارے میں اختیار دے رکھا ہے اور آپ ﷺ اپنے اس تفویض کردہ اختیار سے کسی کو جنت کی ضمانت اور کسی کو جنت میں داخلہ کا پروانہ اور کسی کو جنت عطا فرماتے ہیں۔ اس تاثر سے قائم ہونے والا عقیدہ غلط ہے۔ ایسے موجب ایہام عنوانات سے مصنف اور مترجم کو پرہیز لازم تھا۔ خصوصاً جبکہ ہمارے ماحول میں ایسے گمراہ لوگ موجود ہیں جو جنت کو نبی ﷺ کی ہی جاگیر قرار دیتے ہیں اور آپ ﷺ کے مختار کل ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

اگرچہ مصنف نے اپنے عقیدے کی وضاحت کی ہے کہ ”ان (انبیاء) کی طرف ان کی تعظیم و احترام و کرامت کی وجہ سے تصرف کی بھی اضافت کر دی جاتی ہے۔ اس طریقہ سے نبی ﷺ کے خصائص میں یہ تعبیر کرنا کہ آپ نے جنت کی زمین کو تقسیم فرمایا یا جنت کی ضمانت دی یا جنت کو فروخت کیا یا جنت کی بشارت دی باوجود یکہ جنت اللہ جل شانہ ہی کی ہے۔“

لیکن جبکہ عوام کے ایسے عناوین سے غلط تاثر لینے کا اندیشہ موجود ہے اور مصنف بھی ان کو مطلق نہیں بلکہ باذن اللہ کے ساتھ مقید مانتے ہیں تو ایہام سے بچنے کے لیے لازم تھا کہ ان عناوین کو مطلق نہیں مقید ذکر کرتے۔ پھر طرفہ متاثرہ ہے کہ بسا اوقات عنوان کے ساتھ ماتحت مذکور حدیث و روایت کو کچھ مناسبت بھی نہیں ہے۔

مثال نمبر: 1

صفحہ نمبر: 218 پر یہ عنوان ہے: ”نبی ﷺ جنت کی ضمانت دیتے ہیں۔“

اس عنوان کا واضح اور عام مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ اپنے حاصل شدہ اختیار سے دنیا ہی میں جنت کی ضمانت دیتے ہیں۔ حالانکہ اس عنوان کے تحت مذکور روایت میں ہے:

”ایک جماعت نے نبی ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے، چوری و زنا نہ کریں گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے اور یہ کہ کوئی بہتان اپنی طرف سے نہ باندھیں گے اور کسی بھلے کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گے۔ پھر فرمایا کہ اگر تم اس عہد کو پورا کرو تو تم سب کے لیے جنت واجب ہے اور اگر تم اس سے کوتاہی کرو تو تمہارا معاملہ اللہ کے حوالے ہے وہ چاہے تو عذاب

دے اور چاہے تو مغفرت کر دے۔“ (اصلاح مفاہیم: 219)
اس واقعہ کے اور الفاظ جو دوسری روایتوں سے مصنف نے نقل کیے ہیں وہ سب مذکورہ مضمون پر محمول ہیں۔

اس روایت سے یہ بات بخوبی ظاہر ہے کہ جنت دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں۔ نبی ﷺ نے ہمیں بتایا کہ کن اعمال پر جنت ملتی ہے اور کن اعمال پر سزا ہو سکتی ہے۔ اس مضمون کی قائم کیے گئے عنوان سے کوئی مناسبت نظر نہیں آتی۔

مثال نمبر: 2

صفحہ: 220 پر یہ عنوان دیا گیا ہے: ”آپ کے دست مبارک سے دخول جنت کا پروانہ“
اس کا ظاہر اور متبادر مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے دنیا میں کسی کو اپنے دست مبارک سے دخول جنت کا پروانہ عطا کیا۔ حالانکہ اس کے تحت روایت کے متعلقہ الفاظ یہ ہیں:

”فما ازال اشفع حتى اعطى صكاً كأبرجال قد بعث بهم الى النار
میں (قیامت کے دن) شفاعت کرتا رہوں گا حتیٰ کہ مجھے کچھ لوگوں کا پروانہ دے دیا جائے گا
جن کو دوزخ میں بھیج دیا ہوگا۔“

عنوان اور ماتحت روایت کے درمیان عدم مناسبت کو معلوم کرنا مشکل نہیں۔

مثال نمبر: 3

”نبی کریم ﷺ جنت عطا فرمائیں گے۔“ یہ عنوان صفحہ: 221 پر قائم کیا گیا ہے۔
یہ عنوان اہل بدعت کے بدعتی عقیدہ کا موہم ہے حالانکہ مصنف خود تسلیم کرتے ہیں کہ یہ اضافت مجازی ہے حقیقی نہیں۔ تو مصنف پر ضروری تھا کہ وہ ایہام سے بچنے کے لیے کوئی مناسب قید لگاتے۔

مثال نمبر: 4

صفحہ: 179 پر یہ عنوان دیا گیا ہے: ”حضرت قتادہ رضی اللہ کا حضور سے اپنی آنکھ کی درنگی کے لیے استغاثہ“

مصنف اس عنوان کے تحت جو روایت لائے ہیں وہ اس طرح ہے:

و قد ثبت ان قتادة بن النعمان اصيبت عينه فسالت حدقته على وجنته فارادوا ان يقطعوها فقال لا حتى استامر رسول الله ﷺ فاستامره فقال لا ثم وضع راحته على حدقته ثم غمزها فعادت كما كانت فكانت اصح عينيه۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ ان کی آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل کر چہرہ پر آ گیا تو لوگوں نے

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (356)

چاہا کہ آنکھ کی رگ کو کاٹ دیں تو انہوں نے کہا کہ نہیں میں رسول اللہ ﷺ سے مشورہ کر لوں۔ تو آپ ﷺ نے مشورہ میں فرمایا نہیں پھر اپنی ہتھیلی کے ذریعے قتادہ کی آنکھ کے ڈھیلے کو حلقہ میں رکھ دیا تو پھر وہ ٹھیک ہو گئی جیسی تھی بلکہ پہلے سے اچھی۔ (مفاہیم: 179)

ہم کہتے ہیں کہ جس قسم کے استغاثہ کو مصنف ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اگلی بحث میں ہم تفصیل سے ذکر کریں گے مصنف اس بات کے قائل ہیں کہ اگر کوئی کسی نبی یا ولی سے خواہ وہ زندہ ہوں یا وفات یافتہ ہوں یوں کہے کہ مجھے شفا دیجئے تو یہ استغاثہ جائز ہے اور ظاہر ہے کہ عوام بھی اسی کو استغاثہ سمجھتے ہیں۔ مصنف کے اس روایت سے استدلال صحیح نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کہیں نہیں آیا کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو جا کر یہ کہا ہو کہ (چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دعا اور تصرف کی قوت دی رکھی ہے) لہذا آپ (اس قوت سے کام لیتے ہوئے) مجھے ٹھیک کر دیجئے اور شفا دیجئے۔ بلکہ وہ تو نبی ﷺ سے مشورہ کرنے گئے کہ آیا تجویز کردہ علاج کرائیں یا نہیں؟

مولانا سرفراز خان صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

”ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان شئت رد دنتھا و دعوت اللہ اگر تو چاہے تو میں آنکھ کے ڈھیلے کو اس کی جگہ رکھ کر خدا سے دعا کروں کہ وہ صحیح کر دے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت یہی میری آرزو ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے آنکھ کے ڈھیلے کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ کر فرمایا: اللھم اکس جمالھا یعنی اے اللہ! اس کی آنکھ کو جمال اور روشنی عطا فرما۔“ (دل کا سرور: 158)

ملاحظہ فرمائیے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آرزو اگرچہ یہی ہے کہ ان کی آنکھ صحیح ہو جائے اور اس کے لیے اگر وہ نبی ﷺ سے درخواست کرتے کہ آپ دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میری آنکھ کو اپنی قدرت سے درست کر دیں تو یہ صحیح ہوتا اور یوں بھی درخواست کرتے کہ آپ اس کے علاج کی کوئی تدبیر بتا دیں تو یہ بھی درست تھا، لیکن مصنف جس قسم کے استغاثہ کو ثابت کرنے کے درپے ہیں وہ اس روایت سے کیا کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔

☆.....☆.....☆.....☆

بحث سوم: غیر اللہ یعنی انبیاء و اولیاء سے استمداد و استغاثہ

اس مسئلہ میں کتاب ”اصلاح مفاہیم“ کے مصنف نے جو عقیدہ و مذہب اختیار کیا ہے وہ اہل سنت کے عقیدہ و مذہب سے یقیناً بالکل مختلف ہے۔ مصنف کے نزدیک غیر مقدور العباد امور میں جب نبی وغیرہ سے استغاثہ کیا جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا و سفارش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کر کے ان کو

حکم و اجازت دیتے ہیں کہ وہ اس قوت و قدرت تصرف سے جو ان کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے پہلے ہی سے حاصل ہے (یا اب حاصل ہوتی ہے) طلب و سوال اور فریاد کرنے والوں کی مرادیں پوری کر دیں اور یہ کر دیتے ہیں۔

ذیل میں درج شدہ اقتباسات مصنف کے اسی عقیدہ و مذہب پر دلالت کرتے ہیں۔ ہاں اتنی بات ہے کہ مصنف کسی ایک مقام پر کھل کر وضاحت اور دلائل کے ساتھ اپنے عقیدہ کو بیان نہیں کرتے۔ ان اقتباسات سے حاصل شدہ امور کو ہم علیحدہ ذکر کر کے ان پر تفصیل سے کلام کریں گے۔ مصنف لکھتے ہیں:

”اگر کوئی یہ سوال کرے کہ نبی ﷺ سے استغاثہ کرنا اور آپ کی حیات میں اپنے حال کا شکوہ کرنا اور طلب شفاعت و مدد اور جو بھی اس طرح کی چیزیں ہیں۔ وہ سب آپ کی حیات طیبہ میں صحیح ہیں۔ آپ کی موت کے بعد کفر و شرک ہیں اور بعض وقت تسامح کرتے ہوئے غیر مشروع ہیں۔

تو ہم اس کو جواب دیتے ہیں اگر استغاثہ و توسل وغیرہ آپ کی حیات مبارکہ میں صحیح ہے جیسا کہ تم کہتے ہو تو سن لو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور دیگر اللہ کے نیک بندے رضی اللہ عنہم اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں اور نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ سے استغاثہ و توسل کی صحت کی دلیل فقیہ کے لیے صرف قیاس کافی ہے کہ وہ فقیہ حیات طیبہ میں استغاثہ و توسل کی صحت پر قیاس کر لے کیونکہ نبی ﷺ حیات الدارین ہیں اور اپنی امت پر ہمیشہ عنایت فرماتے ہیں..... اور امت کے بڑے بڑے امور میں اللہ کے حکم سے تصرف فرماتے ہیں۔“ (اصلاح مفاہیم: 185)

”حضرات صحابہ کرام نختیوں میں نبی ﷺ کی خدمت میں فریاد کرتے تھے اور اپنے حال کا شکوہ کرتے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتے اور آپ سے دعا کراتے پس نبی ﷺ نے تو ان سے نہیں فرمایا کہ تم نے شرک کیا اور کفر کیا کیونکہ مجھ سے شکوہ کرنا اور دعا کرنا جائز نہیں ہے.... بلکہ آپ کھڑے ہو جاتے اور مانگنا شروع کر دیتے اس کے ساتھ وہ حضرات یہ بخوبی جانتے تھے کہ حقیقتاً دینے والی اور روکنے اور باسط و رزاق ذات اللہ جل شانہ ہے اور نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم اور فضل سے عطا فرماتے ہیں۔ اسی کو فرمایا: ”انما انا قاسم و اللہ يعطی“۔

ان تکفیر کرنے والوں کا ایک باطل دعویٰ یہ بھی ہے کہ یہ لوگ انبیاء اور صلحاء مرحومین سے ایسی چیز طلب کرتے ہیں جس کا عطا کرنا صرف اللہ پاک ہی کے قبضہ قدرت میں ہے اور ایسی طلب شرک ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کی عادات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ لوگ تو ان سے یہ طلب کرتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ سے حاجت روائی میں سبب بنے ہیں۔ دعا و توجہ سے جیسا کہ ضریر وغیرہ کے قصے سے ثابت ہے جو نبی ﷺ کے پاس آئے تھے اور نبی کریم ﷺ سے مدد طلب کی تھی اور ان کا وسیلہ پکڑا تھا اور نبی ﷺ نے بھی ان کی بات مان کر والداری فرمائی تھی اور اللہ کے حکم سے ان کی مرادیں پوری فرمادی تھیں

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب باب نمبر 3 اصلاح مفاہیم (358)

اور ان میں سے کسی کو بھی یہ نہ فرمایا کہ یہ کیسی بات کہی یہ تو شرک ہو گیا۔ یہی حکم دوسری خوارق عادت چیزیں طلب کرنے کا بھی ہے جیسے بدوں دوا کے پرانے مرض کو ٹھیک کر دینا اور ضرورت کے وقت بدوں بادل کے بارش برسوا دینا، بعض اشیاء کی حقائق کو بدل دینا اور انگلیوں سے پانی کا پھوٹ پڑنا، کھانے کا زیادہ ہو جانا وغیرہ۔ یہ اشیاء بھی عادتاً انسان کے بس کی نہیں لیکن نبی کریم ﷺ عند الطلب ایسا فرما دیا کرتے تھے اور ان سے یہ نہ فرماتے تھے کہ تم نے شرک کیا، اسلام و ایمان کی تجدید کرو، کیونکہ تم نے مجھ سے ایسی چیز طلب کی جس پر صرف اللہ پاک ہی کو قدرت ہے

اور اس مقام کی وضاحت یہ ہے ... کہ لوگ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ سے اپنی حاجات کے بارے میں اللہ کی بارگاہ میں شفاعت کرتے ہیں اور شفاعت و سفارش پر اللہ جل شانہ نے قدرت دی ہے۔ اور بفرض محال اگر کوئی یوں کہتا ہے کہ اے اللہ کے نبی! مجھے شفا دیجئے اور میرا قرض ادا کر دیجئے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ شفا و قضاء دین کے سلسلہ میں اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں سفارش کر دیں اور دعا کریں اور دعا و سفارش پر اللہ جل شانہ نے ان کو قدرت دی ہے۔

یہی ہمارا عقیدہ ہے اس قسم کے اقوال کے بارے میں کہ یہ نسبت فعل بطور مجاز عقلی کے ہے اور اس میں کوئی خطرہ نہیں ہے جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا:

سبخن الذی خلق الأزواج کلھا مما تنبت الارض۔ (یسن)

(ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز جوڑا جوڑا پیدا کی جو زمین اگاتی ہے)۔“ (اصلاح

مفہیم: 189 تا 191)

”اللہ ہی سے سوال کرنا اور مدد طلب کرنا چاہیے۔ یہ جملہ بھی مشہور حدیث جس کو ترمذی نے روایت کیا ہے کا ایک حصہ ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے۔

(اس کا) صحیح مطلب یہ ہے کہ اس حدیث پاک سے مقصود سوال و استعانت و استغاثہ ماسوی اللہ سے کرنے سے روکنا اور منع کرنا نہیں ہے جیسا کہ اس کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ آدمی غفلت سے رک جائے اور اس سے غافل ہو جائے۔ اسباب کے اختیار کرنے سے جو خیر حاصل ہوتی ہے وہ غیر اللہ کی طرف سے ہے بلکہ وہ اللہ جل شانہ کی ہی طرف سے ہے اور مخلوقات کے قبضہ میں جو بھی نعمتیں وغیرہ ہیں وہ بھی اللہ جل شانہ کی طرف سے ہیں تو معنی یہ ہوئے کہ جب تو اے مخاطب! مخلوقات میں سے کسی سے استعانت وغیرہ کا ارادہ کرے تو اللہ جل شانہ کی ذات پر پورا اعتماد و بھروسہ رکھ اور یہ اسباب تجھ کو

مسبب الاسباب جل شانہ کی طرف متوجہ ہونے سے غافل نہ کر دیں۔“ (191-192)

”اور رہ گیا نبی ﷺ کا قول و اذا سالت فاسئل اللہ تو اس میں بھی سوال عن الغیر کی ممانعت اور

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (359)

توسل کے عدم جواز کی کوئی دلیل نہیں اور جو کوئی اس سے توسل اور سوال عن الٰہ غیر کی ممانعت و عدم جواز سمجھتا ہو تو وہ غلط سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو مغالطہ میں ڈالتا ہے۔ اس لیے کہ جو شخص انبیاء و صالحین کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنا کر طلب خیر اور دفع شر چاہتا ہے تو وہ اللہ پاک ہی سے ان اشیاء کو طلب کر رہا ہے لیکن کسی کے وسیلہ سے چاہ رہا ہے اور وہی سبب اختیار کر رہا ہے جس کو قضاء حوائج کے لیے اللہ جل شانہ نے سبب بنایا ہے اور جو اللہ کے حکم سے کسی سبب کو اختیار کرتا ہے تو کون کہتا ہے کہ وہ سبب سے مانگتا ہے بلکہ یہ تو مسبب الاسباب سے مانگنا ہوا، تو کوئی اگر نبی ﷺ سے کہتا ہے کہ میری بینائی لوٹ آئے یا میری ہیبت دور ہو جائے یا میرا مرض ختم ہو جائے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ یہ چیزیں اللہ ہی سے مانگتا ہے نبی کریم ﷺ کی سفارش سے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ میرے لیے فلاں چیز کی دعا کر دیں یا سفارش کر دیں۔ پس اتنا فرق ہے کہ دوسرا زیادہ صریح ہے اور پہلا کم صریح ہے....

اگر وہ یہ کہیں کہ ممنوع تو ان انبیاء و صلحاء سے سوال ہے جو اپنی قبور میں عالم برزخ میں ہیں۔ کیونکہ وہ سوال کے پورا کرنے پر قادر نہیں، گو اس کا ماقبل میں مفصل رد ذکر کر آئے ہیں.... عام مومنین تو ان کی حیات برزخیہ میں علم و سماع و قدرت علی الدعا اور جو تصرفات اللہ پاک چاہیں حاصل ہیں تو انبیاء اور دیگر صلحاء اہل برزخ کا تو کہنا ہی کیا۔“ (194 تا 196)

”(ایک حدیث میں) آپ نے فرمایا مجھ سے استغاثہ نہیں کیا جاتا صرف اللہ جل شانہ سے استغاثہ کیا جاتا ہے۔

تو ہم کہیں گے نبی ﷺ کی اس قول سے مراد اصل اعتقاد میں توحید کی حقیقت کو ثابت کرنا ہے اور وہ یہ ہے کہ حقیقتاً مغیث صرف اللہ جل شانہ ہی ہیں اور بندہ تو اس میں صرف واسطہ ہے یا پھر نبی ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ سکھایا ہے بندے سے وہ چیزیں طلب نہیں کرنی چاہئیں جس پر بندہ قادر نہیں ہے، جیسا کہ فوز بالجنة و النجاة من النار اور ایسی ہدایت جو گمراہی سے بچانے والی ہو اور خاتمہ بالخیر کی ضمانت وغیرہ۔“ (اصلاح مفاہیم: 197)

”اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نبی کریم ﷺ سے استعانت و استغاثہ کرتے تھے اور شفاعت طلب کرتے تھے اور فقر و مرض، بلا و قرض و بے بسی کی حالت کو نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے تھے اور یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ بذات خود ان امور کو نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ کے حکم اور اللہ جل شانہ کی عطا کردہ قوت و قدرت سے پورا کرتے تھے۔“ (اصلاح مفاہیم: 201)

”..... ایک اور جگہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ سے سوال کرتے ہیں تو آپ ان کی حاجت برآری فرماتے ہیں بلکہ ایک موقع پر دو معاملوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کا فرماتے ہیں کہ یا تو مصیبت پر صبر کرو تو میں جنت کی ضمانت دیتا ہوں یا مصیبت کو فوراً ختم کیے دیتا ہوں جیسا کہ نابینا صحابی رضی اللہ عنہ

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (360)

کے ساتھ معاملہ پیش آیا۔ اور اس عورت کے ساتھ پیش آیا جس کو مرگی ہوئی تھی اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی بیٹائی زائل ہو گئی تھی.....“ (اصلاح مفاہیم.....)

”اس سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ ہمارا عقیدہ بحمد اللہ تعالیٰ پاک و صاف ہے۔ بندہ خود تو کچھ بھی نہیں کر سکتا اس کا مرتبہ کتنا ہی زیادہ ہو جائے حتیٰ کہ خود افضل المخلوق نبی کریم ﷺ بھی خود کچھ نہیں کر سکتے۔ اعطاء و منع، نفع و ضرر، اجابت و اعانت سب کچھ اللہ جل شانہ ہی کے حکم و اجازت سے کرتے ہیں۔ لہذا اگر کوئی آپ سے مدد طلب کرتا ہے تو آپ اپنے رب کی طرف متوجہ ہو کر اپنے رب سے طلب فرماتے ہیں اور آپ کی طلب و دعا مقبول ہوتی ہے تو آپ اللہ سے مانگ کر عطا فرماتے ہیں۔“ (اصلاح مفاہیم: 202)

مصنف سے پیش کردہ مندرجہ بالا اقتباسات سے جو امور حاصل ہوئے وہ یہ ہیں:

1۔ اہل قبور سے استمداد جائز ہے اور انبیاء و اولیاء سے اس طرح دعا کرنا جائز ہے کہ مجھے شفا دیجئے اور میری بیٹائی لوٹا دیجئے۔

2۔ اہل قبور سے اس طرح استمداد جائز ہے کہ یوں کہے کہ میرے لیے فلاں چیز کی دعا کر دیں یا سفارش کر دیں ان دو امور سے متعلق کتاب کے درجہ ذیل حوالجات کو ایک مرتبہ دوبارہ ملاحظہ فرمائیے:

”اگر کوئی یہ سوال کرے کہ نبی ﷺ سے استغاثہ کرنا اور آپ کی خدمت میں اپنے حال کا شکوہ کرنا اور طلب شفاعت و مدد اور جو بھی اس طرح کی چیزیں ہیں وہ سب آپ کی حیات طیبہ میں صحیح ہیں۔ آپ کی موت کے بعد کفر و شرک ہیں اور بعض وقت تسامح کرتے ہوئے غیر مشروع و ناجائز ہیں۔

تو ہم اس کو یہ جواب دیتے ہیں اگر استغاثہ و توسل وغیرہ آپ کی حیات طیبہ میں صحیح ہے جیسا کہ تم کہتے ہو تو سن لو حضرات انبیاء علیہم السلام اور دیگر اللہ کے نیک بندے رضی اللہ عنہم اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں اور نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ سے استغاثہ و توسل کی صحت کی دلیل فقہ کے لیے صرف قیاس کافی ہے.... الخ

تو کوئی اگر نبی کریم ﷺ سے یہ کہتا ہے کہ میری بیٹائی لوٹ آئے یا میری مصیبت دور ہو جائے یا میرا مرض ختم ہو جائے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ یہ چیزیں اللہ ہی سے مانگتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سفارش سے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ میرے لیے فلاں چیز کی دعا کر دیں یا سفارش کر دیں۔“

”اور بفرض محال اگر کوئی یوں کہتا ہے کہ اے اللہ کے نبی! مجھے شفا دیجئے اور میرا قرض ادا کر دیجئے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ شفا و قضا دین کے سلسلہ میں اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں سفارش کر دیں اور دعا کر دیں۔“

3۔ انبیاء و اولیاء کو تصرف کرنے کی قدرت حاصل ہے۔ اس کے لیے اقتباس ملاحظہ ہوں:

”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نبی کریم ﷺ سے استعانت و استغاثہ کرتے تھے اور شفاعت طلب کرتے تھے اور فقر و مرض، بلاء و قرض و بے بسی کی حالت کو نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے تھے اور یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ بذات خود ان امور کو نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ کے حکم اور اللہ جل شانہ کی عطا کردہ قوت و قدرت سے پورا فرمایا کرتے تھے۔“ (اصلاح مفاہیم: 201)

”.... اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ پاک نے جو ان کو دعا و تصرف وغیرہ کی قدرت دے رکھی ہے۔ اس کے ذریعے سے اللہ پاک کی بارگاہ میں مطلوب کے حصول کا ذریعہ بنے۔“ (اصلاح مفاہیم: 178)

4- خرق عادت چیزیں طلب کرنے پر نبی ﷺ ان کو پورا کروانے پر قادر تھے:

”یہی حکم دوسری خوارق عادت چیزیں طلب کرنے کا بھی ہے جیسے بدوں دوا پڑانے مرض کو ٹھیک کر دینا اور ضرورت کے وقت بدوں بادل کے بارش برسوا دینا، بعض اشیاء کی حقائق کو بدل دینا اور انگلیوں سے پانی کا پھوٹ پڑنا، کھانے کا زیادہ ہو جانا وغیرہ۔ یہ اشیاء بھی عادتاً انسان کے بس کی نہیں، لیکن نبی کریم ﷺ عند الطلب ایسا فرما دیا کرتے تھے اور ان سے یہ نہ فرماتے تھے کہ تم نے شرک کیا، اسلام و ایمان کی تجدید کرو۔ اس مقام کی وضاحت یہ ہے.... کہ لوگ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ سے اپنی حاجات کے بارے میں اللہ کی بارگاہ میں شفاعت و سفارش پر اللہ جل شانہ نے قدرت دی۔“

ہم مصنف کے کلام سے حاصل شدہ امور اربعہ کے بارے میں صحیح نقطہ نظر پیش کرتے ہیں۔

1- اہل قبور انبیاء و اولیاء سے اس طرح استمداد و استغاثہ کہ مجھے شفا دیجئے اور میری

بینائی لوٹا دیجئے۔

فتاویٰ رشیدیہ میں مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی تصدیق کے ساتھ جو فتویٰ موجود ہے اس میں یہ ہے:

”استمداد تین قسم کا ہے۔ ایک یہ کہ اہل قبور سے مدد چاہے۔ اسی کو سب فقہاء نے ناجائز لکھا ہے۔ دوسرے یہ کہ کہے اے فلاں! خدا تعالیٰ سے دعا کر کہ فلاں کام میرا پورا ہو جائے، یعنی اوپر مسئلہ سماع کے ہے۔ جو سماع موتی کے قائل ہیں ان کے نزدیک درست، دوسروں کے نزدیک ناجائز.... انبیاء کو اسی وجہ سے مستثنیٰ کیا کہ ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ تیسرے یہ کہ دعا مانگے الٰہی بحرمت فلاں میرا کام پورا کر دے یہ بالاتفاق جائز ہے اور تمام شجروں میں موجود ہے....“

(فتاویٰ رشیدیہ: 60، محمد سعید اینڈ سنز، کراچی)

اور خود مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کی اپنی تحریر جو اس بارے میں ہے وہ یہ ہے:

”وہ استعانت جو کفر ہے وہ یہ ہے کہ تم میرا کام کرو اور یہ کہ دعا کرو کہ میرا کام حق تعالیٰ کر دے کفر نہیں، مگر جو منکر اجماع ہیں وہ منع کرتے ہیں بسبب لغو ہونے کے اور عدم ثبوت کے سنت سے اور مجوزین جائز کہتے ہیں۔ بسبب سماعت کے ثبوت کے ان کے نزدیک اور ثبوت اس کی اصل کے۔ پس یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے۔“ (فتاویٰ رشیدیہ: 70)

انبیاء و اولیاء کرام سے اس طرح دعا کرنا کہ آپ میرا کام کر دیں، اولاد عطا فرمائیں، نوکری پر لگائیں وغیرہ کے بارے میں فتاویٰ رحمیہ میں ارشاد الطالین سے نقل کیا ہے:

”دعا از اولیاء مردگان یا زندگان و از انبیائے کرام جائز نیست۔ رسول خدا ﷺ فرمود ”الدعاء

هو العبادۃ“

یعنی مخلوق سے اس طرح دعا کرنا جائز ہے۔ دعا عبادت ہے اور عبادت خاص خدا پاک کے لیے ہے۔ مخلوق کے لیے جائز نہیں، حرام ہے۔“ اسی طرح مجالس الابراہ سے نقل کرتے ہیں:

و الاستغاثة بهم و سوالهم النصر	یعنی اہل قبور سے فریاد کرنا اور ان سے روزی
و الرزق و العافیة و الولد و قضاء	اور تندرستی اور اولاد اور ادائے قرض اور
الدین و تفریج المکروبات و غیر	مصیبتوں سے نجات کی دعا کرنا ان کے علاوہ
ذلك من الحاجات التي كان	اور قسم کی حاجتیں مانگنا جیسے بت پرست اپنے
عباد الاوثان یسئلونها من	بتوں سے مانگتے تھے، تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ
اوثانهم و لیس شیء منها مشروعاً	ان میں سے کوئی بات بھی جائز نہیں۔

باتفاق ائمة المسلمين۔

محدث علامہ محمد طاہر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فان منهم من قصد بزيارة قبور الانبياء و الصلحاء ان يصلی عند قبورهم يدعو عندها و يسالهم الحوائج و هذا لا يجوز عند احد من علماء المسلمين فان العبادۃ و طلب الحوائج و الاستغاثة لله وحده۔

کچھ وہ ہیں جن کا مقصد انبیاء اور صلحاء کے مزارات کی زیارت کرنے سے یہ ہوتا ہے کہ وہ ان مزارات کے پاس نماز پڑھیں اور اپنی حاجتیں مانگیں۔ علمائے اسلام میں سے کوئی بھی نہیں جو اس کو جائز قرار دے کیونکہ عبادت کرنا اور حاجتیں مانگنا اور مدد چاہنا صرف اللہ تعالیٰ سے ہی ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ مخصوص

ہے۔“ (فتاویٰ رحیمیہ: 3/3)

یہ اقتباسات مطلق ہیں یعنی کسی طرح بھی اہل قبور سے اس قسم کی حاجات نہیں مانگی جاسکتیں اور ان سے اس قسم کی استعانت اور ایسا استغاثہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں اس اعتبار کا بھی لحاظ نہیں کیا گیا کہ غیر اللہ سے طلب محض مجازاً ہے حقیقتاً نہیں اور ان الفاظ کے ذریعہ طلب سے غرض یہ ہے کہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش کر دیں گے۔ لہذا اب ”اصلاح مفاہیم“ کے مصنف و مترجم اور ناشرین دیکھ لیں کہ وہ کس چیز کی تعلیم دے رہے ہیں۔

پھر اصلاح مفاہیم کے مصنف نے اسی پر تو اکتفا نہیں کیا (اگرچہ جیسا ہم آگے بتائیں گے اس خیال میں مفسدہ موجود ہے) بلکہ وہ تو اس کے بھی قائل ہیں کہ اللہ پاک نے ان کو تصرف وغیرہ کی قدرت دے رکھی ہے۔ دیکھئے اصلاح مفاہیم (ص: 171)۔

اب کوئی مصنف سے پوچھے کہ جب آپ انبیاء و اولیاء جو کہ دنیا سے گذر گئے ان کے لیے تصرف کی قدرت مانتے ہیں۔ تو ان سے سوال و استغاثہ کرنے والے کے لیے کیا چیز مانع ہے؟ کہ وہ ان ہی کو اپنی ضروریات پوری کرنے پر قادر سمجھ لے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کی ضرورت ہی نہ سمجھے خواہ وہ تصرف و قدرت اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کردہ ہونے کا عقیدہ رکھے۔

مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”دوسری غلطی ان لوگوں سے یہ ہوئی کہ انہوں نے یوں سمجھ لیا کہ جس طرح شاہان دنیا کچھ مناصب و اختیارات گورنروں ماتحت افسروں کو تفویض کر دیتے ہیں اور اس تفویض کے بعد انہیں زیر اختیار معاملوں میں بادشاہ سے رجوع کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ وہ اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے ان امور میں خود ہی فیصلے کیا کرتے ہیں کچھ یہی صورت حق تعالیٰ شانہ کی بادشاہی میں بھی ہوگی۔ اس نے بھی اس کائنات میں تصرف کے کچھ اختیارات نبیوں، ولیوں، اماموں اور شہیدوں کو عطا کر دیے ہیں اور خدائی کے جو حکمے باعطاء الہی ان بزرگوں کے سپرد کر دیے گئے ہیں وہ ان میں خود مختار ہیں جو چاہیں کریں اور جس کو چاہیں دیں یا نہ دیں۔

لیکن..... اس کے برعکس حق تعالیٰ شانہ کی شان یہ ہے کہ اسے کائنات کے ایک ایک ذرے کا علم بھی ہے اور اس پر قدرت بھی، کائنات کی کوئی چھوٹی بڑی چیز نہ اس کے علم سے باہر ہے اور نہ اس کے حکم، قضا و قدر سے آزاد ہے، حق تعالیٰ شانہ کا علم اس کا ارادہ اس کی حیثیت اس کی قدرت اور اس کی تکوین زمین و آسمان کی ایک چیز پر حاوی اور کائنات کے ایک ایک ذرے کو محیط ہے۔ درخت کا ایک پتہ بھی اس کے علم و ارادہ اور حکم کے بغیر نہیں بل سکتا ہے۔ اس لیے وہ کائنات کا نظام چلانے کے لیے کسی وزیر کسی

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاحِ مفاہیم..... (364)

نائب اور کسی معاون کا محتاج نہیں نہ اس کے نظام میں اس کا کوئی شریک ہے نہ ہو سکتا ہے نہ اس نے کائنات میں تصرف کے اختیارات کسی کو عطا کیے ہیں نہ خدائی اختیارات کسی کو عطا کیے جاسکتے ہیں.... الغرض وسیلہ پکڑنے کے یہ معنی کہ ہم بزرگوں کی خدمت میں عرضیاں پیش کیا کریں اور ان سے اپنی حاجتیں اور مرادیں مانگا کریں بالکل غلط اور قطعاً ناروا ہے۔ قرآن کریم نے مخلوق کو پکارنے اور اس سے دعائیں مانگنے کو سب سے بدترین گمراہی قرار دیا ہے۔

بزرگوں سے مرادیں مانگنا اور ان سے اپنا حاجات کے لیے دعائیں کرنا اس لیے بھی غلط ہے کہ دعا ایک اعلیٰ ترین عبادت ہے، چنانچہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

الدعاء مخ العبادۃ (ترمذی) دعا عبادت کا مغز ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

الدعاء هو العبادۃ ثم قرأ

دعا ہی اصل عبادت ہے۔ یہ ارشاد فرما کر آنحضرت ﷺ نے یہ آیت پڑھی اور تمہارے رب نے فرمایا کی تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا سنوں گا۔

..... بہر حال جب یہ معلوم ہوا کہ دعا نہ صرف عبادت ہے بلکہ عبادت کا مغز اور خلاصہ ہے تو حق تعالیٰ کے سوا جس طرح کسی اور کی عبادت جائز نہیں اسی طرح بزرگ ہستی سے دعائیں کرنا اور مرادیں مانگنا بھی روا نہیں اس لیے کہ دعا عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ خفی پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

دعا از اولیاء مردگان یا زندگان و از انبیاء جائز نیست۔

فوت شدہ یا زندہ بزرگوں سے اور انبیائے کرام علیہم السلام سے دعائیں مانگنا جائز نہیں۔“

[اختلاف امت اور صراطِ مستقیم: 44 تا 47]

ہماری ان معروضات سے اصل مسئلہ کی حقیقت اور مصنف ”اصلاحِ مفاہیم“ کی غلطی خوب واضح ہو چکی۔ البتہ اب ہم مصنف کی اس کمزور بنیاد کو بھی کھولتے ہیں۔ مصنف کہتے ہیں:

”یہی ہمارا عقیدہ ہے اس قسم کے اقوال کے بارے میں کہ یہ نسبت فعل بطور مجاز عقلی کے ہے اور

اس میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔“ (اصلاحِ مفاہیم: 191)

نیز یوں بھی کہتے ہیں:

”ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ پاک نے بندوں کو اور ان کے افعال کو پیدا کیا۔ اللہ کے علاوہ کسی کا کوئی اختیار نہیں، نہ کسی زندہ کا اور نہ کسی مردہ کا، اور اللہ پاک کے ساتھ فعل و ترک اور رزق و زندہ کرنے اور مارنے میں کوئی شریک نہیں۔ مخلوق میں سے کوئی بھی مستقل طور پر کسی بھی کام کے کرنے پر

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (365)

قادر نہیں چاہے اکیلے چاہے اللہ کے ساتھ شریک ہو کر یا غیر اللہ کے ساتھ شریک ہو کر، تمام جہانوں میں تصرف کرنے والی ایک اللہ سبحانہ کی ذات ہے کوئی بھی کسی چیز کا مالک نہیں مگر یہ کہ اللہ پاک مالک بنا دیں اور تصرف کی اجازت دے دیں، اپنی ذات کے لیے بھی نفع و ضرر، حیات و موت اور مرنے کے بعد اٹھنے کا کوئی مالک نہیں ہے الا ماشاء اللہ۔ اللہ کے حکم سے نفع و ضرر اس حد میں محدود اور اس قید کے ساتھ مقید ہے اور نفع و ضرر وغیرہ کی مخلوق کی طرف نسبت سبب اور کسب کے اعتبار سے ہے نہ کہ خلق و ایجاد و تاثیر و علت و قوت وغیرہ کے اعتبار سے اور حقیقت میں یہ نسبت مجازی ہے نسبت حقیقی نہیں ہے۔“ (اصلاح مفاہیم: 174-175)

ہم کہتے ہیں کہ جب (ص: 178) پر مصنف خود اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ پاک نے جو ان کو.... تصرف وغیرہ کی قدرت دے رکھی ہے تو اب مصنف کا یہاں یہ کہنا کہ ”مگر یہ کہ اللہ پاک مالک بنا دیں اور تصرف کی اجازت دے دیں“ تو اس سے یہ نتیجہ بلا تکلف نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات (انبیاء و اولیاء) کو کچھ تصرف کی قدرت اور اجازت دے رکھی ہے اور کسی سائل کی حاجت روائی کے لیے ان کو مزید کسی اذن الہی کی ضرورت نہیں۔

یہ عقیدہ بدیہی طور پر غلط ہے جیسا کہ ”اختلاف امت اور صراط مستقیم“ کے حوالجات سے ہم ظاہر کر چکے ہیں اور مصنف کا یہ کہنا کہ ”نفع و ضرر وغیرہ کی مخلوق کی طرف نسبت، کسب کے اعتبار سے ہے نہ کہ خلق و ایجاد و علت و قوت وغیرہ کے اعتبار سے“ مصنف کو کچھ مفید نہیں کیونکہ تصرف کی قدرت مستقلاً حاصل ہونے کے بعد مخلوق کی طرف تصرف کی نسبت مجازی نہیں حقیقی ہوتی ہے اگرچہ خالق تو ہر حال میں ہر فعل کے اللہ تعالیٰ ہی ہوتے ہیں۔۔۔۔ کہ مجھے اپنی زندگی میں تصرفات کرنے کی قدرت حاصل ہے کہ اس کی وجہ سے ان تحت القدرت تصرفات کی نسبت حقیقی طور سے میری طرف کی جاتی ہے اور یہ کہہ کر اس نسبت کی قوت و مشمولیت کو نہیں گھٹایا جاسکتا کہ میرے افعال کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں۔

”البلاغۃ الواضحة“ میں مجاز عقلی کی تعریف یوں کی ہے:

المجاز العقلي هو اسناد الفعل او ما في معناه الى غير ما هو له لعلاقة مع قرينة

مانعة من ارادة الاسناد الحقيقي۔

(ترجمہ: یہ فعل یا شبہ فعل کی صاحب فعل کے غیر کی طرف کسی تعلق و علاقہ کی بنا پر اسناد کو کہتے

ہیں جبکہ اسناد حقیقی سے مراد لینے سے مانع قرینہ بھی موجود ہو)

انبت الربيع البقل (موسم بہار نے سبزہ اگایا) میں موسم بہار کی طرف اسناد مجاز عقلی ہے کیونکہ قرینہ

موجود ہے کہ موسم بہار کو اگانے کا تصرف کرنے کی قدرت حاصل نہیں ہے بلکہ اس کو تو فقط یہ تعلق اور علاقہ

حاصل ہے کہ وہ انبات کا زمانہ ہے۔

اس کے برخلاف جب یہ کہا جائے کہ نبی ﷺ کو تصرف کرنے کی قدرت حاصل تھی (یا وقت پر دے دی جاتی تھی) تو پھر یہ کہنا کہ نبی ﷺ نے شفا دی وغیرہ تو اس میں اسناد حقیقی مراد لینے سے کوئی بھی تو مانع موجود نہیں، لہذا اس میں اسناد صاحب فعل کی طرف ہے اور اسناد حقیقی ہے مجاز عقلی نہیں۔

ایک صورت اور ہے وہ یہ کہ کسی مخلوق کے لیے تصرف کی قدرت و اجازت کا ثابت ہونا تو نہ مانا جائے، البتہ یہ کہ اللہ تعالیٰ جب چاہیں کسی کو کوئی تصرف کرنے کا اذن دے دیں۔ اور اس کام کے بعد اس تصرف کی قدرت کو معدوم سمجھا جائے، لیکن اذن کب دیتے ہیں؟ اس کا کچھ علم نہیں بلکہ یہ بھی علم نہیں کہ دیں گے بھی یا نہیں۔ ایسی صورت میں یعنی مستقل قدرت حاصل نہ ہونے کی صورت میں مخلوق کی طرف نسبت مجازی ہوگی، لیکن اس صورت میں بھی وہ خطابات جن کو مصنف جائز قرار دیتے ہیں صحیح نہیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اس مجازی استمداد کے بارے میں لکھتے ہیں:

”دوم متصرف بالا اذن اور ان خطابات پر مطلع بالمشیت سمجھنا، یہ شرک تو کسی حال میں نہیں لیکن یہ کہ اس کا وقوع ہوتا ہے یا نہیں؟ اس میں اکابر امت مختلف ہیں ”فمنہم المثبت و منہم النافی“۔ لیکن جو مثبت بھی ہیں وہ یہ اجازت نہیں دیتے کہ بعید سے ندا کرو اور نہ بعید سے دواماً سننے کی کوئی دلیل ہے اور بلا دلیل شرعی ایسا اعتقاد رکھنا گو حقیقتاً شرک نہ ہو مگر معصیت اور کذب حقیقتاً اور شرک صورتاً ہے۔ معصیت ہونے کی یہ دلیل ہے ”و لا تقف ما لیس لك به علم“ اور کذب ہونا۔ اس کی تعریف صادق آنے سے ظاہر ہے اور شرک صورتاً اس لیے کہ اول اعتقاد والوں کے ساتھ عادت میں تشبہ ہے اور اگر کسی بزرگ کی حکایت میں بطور کرامت کے ایسا امر منقول ہو تو صرف عادت سے دوام ثابت نہیں ہوتا البتہ قبر پر جا کر مجاز کے مرتبہ سے ان سے استمداد مشتبہین کے نزدیک جائز ہے جبکہ اور کوئی مفسدہ عارضی نہ ہو جائے۔ و الا فلا۔“ (امداد الفتاوی: 378/5)

2۔ اہل قبور سے اس طرح استمداد کہ میرے لیے فلاں چیز کی دعا کر دیجئے

مولانا یوسف لدھیانوی مدظلہ فرماتے ہیں:

”اس کا حکم یہ ہے کہ جو حضرات اس دنیا میں تشریف فرما ہیں ان سے دعا کی درخواست کرنا تو عین سنت ہے۔ آنحضرت ﷺ کے وقت سے لے کر آج تک مسلمان ایک دوسرے کو دعا کے لیے کہتے آئے ہیں۔ رہے وہ اکابر جو اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں ان کی قبر پر جا کر ان سے دعا کی درخواست کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اس کو سمجھنے کے لیے چند باتوں پر غور کرنا ضروری ہے۔

اول یہ کہ کسی کو خطاب کرنا اسی صورت میں صحیح اور معقول ہو سکتا ہے جبکہ وہ ہماری بات سنتا بھی

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (367)

ہو۔ یہ مسئلہ کہ قبروں میں مردے سنتے ہیں یا نہیں۔ ہماری کتابوں میں سماع موتی کے عنوان سے مشہور ہے اور اس مسئلہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے زمانے سے اختلاف چلا آتا ہے بعض اس کے قائل ہیں اور بعض انکار کرتے ہیں۔ دونوں طرف بڑے بڑے اکابر ہیں اس لیے اس مسئلہ کا قطعی فیصلہ نہیں ہو سکتا کیونکہ جس مسئلہ میں صحابہ کرام کا اختلاف ہو اس میں کسی ایک جانب کو قطعی حق اور دوسری جانب کو قطعی باطل قرار دینا ممکن نہیں۔ پس جو حضرات سماع موتی کے قائل ہیں ان کے نزدیک مردوں کو خطاب کیا جاسکتا ہے اور جو قائل نہیں ان کے نزدیک مردوں کو خطاب کرنا ہی درست نہیں۔

دوم یہ کہ آیا سلف صالحین کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ اہل قبور سے دعا کی درخواستیں کیا کرتے ہوں یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو حضرات سماع موتی کے قائل نہیں تھے ان کا معمول تو ظاہر ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا تھا اور جو حضرات اس کے قائل تھے ان میں سے بھی کسی کے بارے میں مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ ان کا یہ معمول رہا ہو۔ آنحضرت ﷺ سے منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عمرہ کے لیے تشریف لے جا رہے تھے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

یا اخی لا تنسنا من دعائك۔ (مسند احمد: 39/1)

(ترجمہ: میرے بھائی! ہمیں اپنی دعا میں نہ بھولنا)

مگر آپ ﷺ سے یہ ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے کسی نبی و صدیق کی قبر پر جا کر ان سے دعا کی فرمائش کی ہو۔ اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین بھی ایک دوسرے سے دعا کی درخواست کیا کرتے تھے مگر کسی سے یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے کسی شہید کی قبر پر جا کر ان سے دعا کی درخواست کی ہو۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں ہے:

”استمداد از اموات خواہ نزدیک قبور باشد یا غائبانہ بے شہ بدعت است۔ در زمانہ صحابہ و تابعین نہ بود لیکن اختلاف است در آن کہ این بدعت سیدہ ست یا حسنہ۔“

(ترجمہ: مردوں سے مدد طلب کرنا خواہ ان کی قبروں پر جا کر کی جائے یا غائبانہ بلاشبہ بدعت ہے۔ صحابہ و تابعین کے زمانے میں یہ معمول نہیں تھا لیکن اس میں اختلاف ہے کہ یہ بدعت سیدہ ست یا حسنہ۔)“

سوم یہ کہ جب اس کے جواز و عدم جواز میں بھی کلام ہے اور سلف صالحین کا معمول بھی یہ نہیں تھا تو کیا اس کو مستحسن سمجھ کر اس کی اجازت دے دی جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی چیز بدعت کہلاتی ہے اسی بنا پر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس کو ”بلاشبہ بدعت است“ فرمایا.... مختصر اتنا عرض کر دیتا ہوں کہ جن چیزوں کو سلف صالحین نے مستحسن نہیں سمجھا اس میں ماوشما کا کوئی اعتبار نہیں۔ ایسے امور کے بارے میں امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کا ارشاد ہے:

”اس فقیر در پیچ بدعت ازیں بدعتہا حسن و نورانیت مشاہدہ نمی کند و جز غلظت و کدورت احساس نمی نماید۔ (مکتوبات امام ربانی: 186، دفتر اول)

(ترجمہ: یہ فقیر ان بدعتوں میں سے کسی بدعت میں حسن و نورانیت کا مشاہدہ نہیں کرتا اور بدعتوں میں سوائے غلظت و کدورت اور کوئی چیز نظر نہیں آتی۔)

اس کے بعد آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ہر نئی چیز (جو دین کے نام سے ایجاد کی جائے) بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ نقل کر کے حضرت مجدد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ہر گاہ ہر محدث بدعت است و ہر بدعت ضلالت پس معنی حسن در بدعت چہ بود؟

(ترجمہ: جب ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے پس بدعت میں حسن و خوبی کے کیا معنی؟)“

یہاں یہ عرض کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ ساری بحث غیر انبیاء میں ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً آنحضرت ﷺ کے بارے میں میرا عقیدہ حیات النبی کا ہے اور آنحضرت ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر صلوٰۃ والسلام پڑھنے اور شفاعت کی درخواست کرنے کا مسئلہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے اس لیے جس سعادت مند کو بارگاہ نبوت کے آستانہ عالیہ پر حاضری نصیب ہو وہ اگر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں دعا اور شفاعت کے لیے درخواست کرے تو میں اسے جائز بلکہ مستحسن سمجھتا ہوں۔“

3۔ کیا انبیاء و اولیاء کو اللہ نے تصرف کرنے کی قدرت دے رکھی ہے؟

ویسے تو قرآن پاک اور احادیث نبویہ میں بکثرت نصوص موجود ہیں جن سے حقیقت حال پر واقفیت ہوتی ہے لیکن ہم یہاں چند ایک حوالجات نقل کرتے ہیں جو صریح اور غیر مؤول ہیں۔

i۔ مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”قرآن کریم، حدیث نبویہ اور عقائد اہل سنت میں اس عقیدے کی کوئی گنجائش نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کے کل یا بعض اختیارات آنحضرت ﷺ کو یا کسی اور کو دیئے ہیں۔ اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ پوری کائنات کا نظام صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں۔ موت و حیات، صحت و مرض، عطاء و بخشش سب اسی کے ہاتھ میں ہے.... کسی نبی و ولی اور صدیق و شہید نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اسے کائنات میں تصرف کا حق دے دیا گیا ہے۔“

(اختلاف امت اور صراطِ مستقیم: 134)

ii۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ کفر کی رسموں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”و در تصرف در کائنات جزئیہ مانند کشادہ کردن رزق و دادن اولاد و دفع امراض و تسخیر ارواح و

مانند آں بکاری آرندا این خود شرک صریح است و دریں مقام عذرے نیست۔“

(فتاویٰ شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ: 7)

(ترجمہ: اور جزئی حادثات کے تصرف میں مثلاً رزق کشادہ کرنا اور اولاد دینا اور امراض کا دور کرنا اور ارواح کو مسخر کرنا ان کی مانند اور اشیاء میں ان رسوم پر عمل کرتے ہیں اور یہ کاروائی خود صریح شرک ہے۔ اس مقام میں کوئی عذر نہیں ہے)

گویا شاہ صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک جزوی تصرف بھی شرک صریح ہے۔ (دل کا سرور: 39، مولانا سفر از خان صاحب رحمہ اللہ)

پچھلے صفحات میں ہم نے مصنف کی یہ عبارت نقل کی تھی:

”ایک اور جگہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ سے سوال کرتے ہیں تو آپ ان کی حاجت برآری فرماتے ہیں بلکہ ایک موقع پر دو معاملوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کا فرماتے ہیں کہ یا تو مصیبت پر صبر کر لو تو میں جنت کی ضمانت دیتا ہوں یا مصیبت کو فوراً ختم کیے دیتا ہوں جیسا کہ نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا۔ اور اس عورت کے ساتھ پیش آیا جس کو مرگی ہوئی تھی اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی پینائی زائل ہو گئی تھی ان کو بھی اختیار دیا گیا۔“ (اصلاح مفاہیم: 201)

ہم افسوس کے ساتھ یہ بات کہنے پر مجبور ہیں کہ مصنف نے یہاں علمی خیانت کی ہے جس کے خوفناک نتائج میں سے ایک یہ ہے کہ بعض لوگ مصنف، مترجم اور ناشرین پر اعتماد کرتے ہوئے غلط بات کو اپنا عقیدہ بنا سکتے ہیں۔

جس عورت کو مرگی کی تکلیف تھی اس کا قصہ یوں ذکر ہے:

”عن ابن ابی رباح قال قال ابن عباس الا اریک امرأۃ من اهل الجنة قلت بلی قال هذه المرأة السوداء اتت النبی ﷺ فقالت یا رسول اللہ انی اصبر و انی اتکشف فادع اللہ فقال ان شئت صبرت و لک الجنة و ان شئت دعوت اللہ ان یعافیک فقالت اصبر فقالت انی اتکشف فادع اللہ ان لا اتکشف فدعا لها۔ متفق علیہ۔“ (مشکوٰۃ، فصل ثالث، باب عیادة المریض)

(ترجمہ: عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ کیا میں تمہیں جتنی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا کہ کیوں نہیں (ضرور دکھائیے) انہوں نے فرمایا کہ یہ جتنی عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میرا ستر کھل جاتا ہے تو آپ اللہ سے دعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم چاہو تو صبر کر لو (اس پر) تمہارے لیے جنت ہوگی اور اگر تم چاہو تو میں اللہ سے دعا کر دوں کہ وہ تمہیں معافی (و صحت) دے دیں۔ اس پر

عورت نے کہا کہ میں صبر کروں گی (البتہ) آپ اتنی دعا فرما دیجئے کہ میرا ستر نہ کھلے۔ آپ ﷺ نے یہ دعا فرمادی

قارئین نے ملاحظہ فرمایا کہ روایت پوری موجود ہے۔ مصنف نے جس بات کا دعویٰ کیا کہ نبی ﷺ نے یہ اختیار دیا کہ ”یا تو صبر کر لو تو میں جنت کی ضمانت دیتا ہوں یا مصیبت کو فوراً ختم کیے دیتا ہوں“ اس کی صراحت تو کیا اشارہ بھی نہیں ملتا۔ اس کے برعکس روایت کے مطابق عورت نے نبی ﷺ سے دعا کی درخواست کی جس پر نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یا تو صبر کر لو (اور اس صبر کے بدلے میں) اللہ تعالیٰ تمہیں جنت عطا فرمائیں گے۔ (اس میں جنت کی ضمانت دینے کا معنی خود مصنف کا اپنا اختراع ہی ہے، نبی ﷺ کا کلام اس کا محتاج و مقتضی نہیں ہے۔) یا چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے صحت کی دعا کر دوں۔ (کہاں آپ ﷺ کا یہ ارشاد کہ میں تمہارے لیے دعا کر دوں اور کہاں مصنف کا یہ دعویٰ کہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ میں تمہاری مصیبت کو فوراً ختم کیے دیتا ہوں) نبی ﷺ نے اگر مصنف کے مزعومہ الفاظ فرمائے ہوتے تو ان کی تاویل کی جاتی لیکن مصنف ہیں کہ آپ ﷺ کے الفاظ کو اور ہی معنی دے کر تعبیر و کلام ہی کو بدل رہے ہیں۔

اسی طرح حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے قصہ میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ان شئت رددتھا و دعوت اللہ (اگر تم چاہو تو میں آنکھ کے ڈھیلے کو اس کی جگہ رکھ کر اللہ سے دعا کروں کہ وہ صحیح کر دیں) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت یہی میری آرزو ہے، چنانچہ نبی ﷺ نے آنکھ کے ڈھیلے کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ کر دعا کی: اللھم اکس جمالا یعنی اے اللہ! اس کی آنکھ کو جمال اور روشنی عطا فرما۔ (دل کا سرور: 158)

اس قصہ میں بھی ہمیں کوئی بھی تو ایسی بات نہیں ملتی جس سے مصنف کا دعویٰ ثابت ہوتا ہو۔ ہمیں تو یہ ڈر ہے کہ مصنف کا یہ عمل کہیں اس حدیث کا مصداق نہ بن جائے کہ من کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعده من النار (یعنی جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ گھڑا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے)۔

﴿کیا نبی ﷺ کے لیے صوفیاء کا اصطلاحی تصرف ثابت ہے؟﴾

یہاں یہ وضاحت کر دینا مناسب ہوگا کہ توجہ باطنی کے ذریعے دوسرے شخص پر کوئی اثر ڈالنے کو صوفیاء کی اصطلاح میں تصرف و توجہ اور ہمت وغیرہ کہا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی یہ وہم کرے کہ مصنف نے جہاں کہیں نبی ﷺ کے لیے تصرف کا لفظ استعمال کیا ہے اس سے مراد مصطلح صوفیاء ہو۔ تو اس خیال کو دفع کرنے کے لیے ہم کہتے ہیں کہ اول تو متعلقہ تمام مذکورہ بالا اقتباسات کے مطالعہ کرنے کے بعد کسی کے لیے ایسا وہم کرنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ علاوہ ازیں مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اپنے رسالہ ”التعرف فی تحقیق التصرف“ میں فرماتے ہیں:

”نبی کریم ﷺ سے نقل صحیح کے ساتھ یہ منقول ہے کہ آپ نے بعض لوگوں کے سینہ پر ہاتھ مارا جس سے ان کا دوسوہ جاتا رہا اور بعض بیماروں کے بدن پر دست مبارک پھیرا جس سے ان کا مرض جاتا رہا۔ اس سے بعض لوگوں کو یہ وہم ہو گیا کہ آپ ﷺ نے تصرف کا استعمال فرمایا..... لیکن جب غور سے دیکھا جائے تو یہ استدلال تام نہیں ہے کیونکہ عمل تصرف ہونا اس کا محتاج ہے کہ نقل صحیح سے ثابت ہو کہ آپ نے اپنی باطنی قوت کو ان آثار کے پیدا کرنے کے لیے جمع فرمایا ہو اور یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ احتمال بھی ہے کہ آپ نے یہ افعال اس بنا پر کیے ہوں کہ آپ کو بذریعہ وحی ان افعال کا ان لوگوں کے حق میں بدوں جمع خواطر و استعمال تصرف نافع و مفید ہونا معلوم ہو گیا ہو اور اس احتمال کی بنا پر یہ افعال اصطلاحی تصرف میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام علمائے امت نے ان واقعات کو معجزات میں شمار کیا ہے جو کہ تصرف سے بالکل جدا ہیں اور سب سے زیادہ واضح قرینہ اس بات پر کہ آنحضرت ﷺ سے کبھی تصرف صادر نہیں ہوا یہ ہے کہ آپ نے ابوطالب کے قلب میں تصرف نہیں فرمایا جو دیکھ آپ ان کے ایمان لانے کے بہت زیادہ متمنی اور خواہش مند تھے بلکہ ان کے لیے صرف دعا اور دعوت دینے پر اکتفا فرمائی۔“ (بوادر النوار: 843)

4۔ خرق عادت چیزوں کی طلب پر کیا نبی ﷺ ان کو پورا کروانے پر قادر تھے؟

کتاب اصلاح مفاہیم کا متعلقہ اقتباس دوبارہ ملاحظہ فرمائیے:

”..... یہی حکم دوسری خوارق عادت چیزیں طلب کرنے کا بھی ہے جیسے بدوں دوا کے پرانے مرض کو ٹھیک کر دینا اور ضرورت کے وقت بدوں بادل کے بارش برسوا دینا، بعض اشیاء کی حقائق کو بدل دینا اور انگلیوں سے پانی کا پھوٹ پڑنا، کھانے کا زیادہ ہو جانا وغیرہ لک یہ اشیاء بھی عادتاً انسان کے بس کی نہیں لیکن نبی کریم ﷺ عند الطلب ایسا فرما دیا کرتے تھے اور ان سے یہ نہ فرماتے تھے کہ تم نے شرک کیا، اسلام و ایمان کی تجدید کرو اور اس مقام کی وضاحت یہ ہے کہ لوگ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ سے اپنی حاجات کے بارے میں اللہ کی بارگاہ میں شفاعت کرتے ہیں اور شفاعت و سفارش پر اللہ جل شانہ نے قدرت دی ہے۔“

مصنف نے خوارق عادت کے حکم کے لیے جس حکم کو نظیر بنایا ہے یعنی استعانت و استغاثہ کا حکم اس کو بھی دوبارہ ملاحظہ فرمائیے:

”یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ بذات خود ان امور کو نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ کے حکم اور اللہ جل شانہ کی عطا کردہ قوت و قدرت سے پورا فرما دیا کرتے تھے۔“

تبصرہ:

مصنف کے ان اقتباسات کا حاصل یہ ہے کہ خرقِ عادت چیزوں کے طلب کرنے پر نبی ﷺ اللہ تعالیٰ سے سفارش و شفاعت کرتے تھے اور آپ کی طلب و دعا قبول ہوتی تھی اللہ تعالیٰ آپ کو اس کام کو کرنے کی قدرت دے دیا کرتے تھے اور آپ ﷺ اس کام کو (پورا) فرما دیا کرتے تھے۔

قارئین نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ مذکورہ حاصل کے لیے ہم نے مصنف کے کلام میں کوئی کھینچا تانی اور زبردستی نہیں کی بلکہ خود مصنف ہی کا ان امور کے بارے میں فہم واضح نہیں ہے۔

خرقِ عادت یعنی معجزہ کے بارے میں اہل سنت کا جو مذہب ہے وہ مصنف کے مذہب سے بالکل مختلف ہے۔ چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ اپنی کتاب ”منصبِ امامت“ میں خوارقِ عادت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”بیانش آنکہ حق جل و علا بقدرۃ خود در عالم تکوین تصرفی عجیب و غریب بنا بر تصدیق مقبولے از مقبولانِ خودی فرماید نہ آنکہ قدرتِ صدور خرقِ عادت در او ایجاد می نماید و او را با ظہار آں ماموری نماید حاشا و کلا قدرت در عالم تکوین از خواص قدرتِ ربانی است نہ از آثار قوتِ انسانی۔“ (31)

(ترجمہ: اس کا بیان بایں طور ہے کہ حق تعالیٰ اپنے مقبول بندوں میں سے کس کی تصدیق کے لیے اپنی قدرتِ کاملہ سے عالمِ تکوین میں کوئی عجیب و غریب تصرف فرماتا ہے نہ یہ کہ خرقِ عادت کے صادر کرنے کی قدرت اس مقبول بندہ میں ایجاد کرتا ہے اور اس کو اس کے اظہار پر مامور کرتا ہے۔ حاشا و کلا معاملہ یوں نہیں ہے کیونکہ عالمِ تکوین کے اندر قدرت یہ تو محض قدرتِ ربانی کے خواص سے ہے نہ کہ قدرتِ انسان کے آثار سے)۔ (بحوالہ راہِ ہدایت: 37، مولانا سرفراز خان صاحب مدظلہ)

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اپنی کتاب ”خوارقِ عادت“ میں لکھتے ہیں:

”یاد رکھو! جس چیز کا نام ہم معجزہ رکھتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک فعل ہے جو اس کی عام عادت کے گو خلاف ہو مگر عادتِ خاصہ کے خلاف نہیں ہوتا بلکہ اس کے موافق ہوتا ہے کیونکہ خاص اوقات میں مخصوص مصالح کی بنا پر عام عادت کو چھوڑ کر خوارق و معجزات کا ظاہر کرنا یہ بھی حق تعالیٰ کی خاص عادت ہے۔“ (31)

نیز لکھتے ہیں:

”یاد رکھیے کہ معجزہ خدا کا فعل ہوتا ہے اس کو نبی کا فعل سمجھنا سخت غلطی ہے۔“ (32)

نیز ارقام فرماتے ہیں:

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا برحق حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (373)

”بلکہ جس طرح ہم قلم لے کر لکھتے ہیں اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قلم لکھتا ہے اور فی الحقیقت اس کو لکھنے میں کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ یہی صورت معجزہ کی بھی ہوتی ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ انبیاء جس وقت چاہیں انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کر دیں بلکہ جس وقت اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ مقتضی ہوتی ہے جاری ہو سکتے ہیں۔“ (بحوالہ راہ ہدایت: 39)

ان حوالجات سے یہ بات بخوبی واضح ہوئی کہ اہل سنت کے نزدیک خرقِ عادت امور یعنی معجزات محض اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کو ان کے صادر کرنے کی کوئی قدرت نہیں دی جاتی اور جو لوگ ان میں نبی کا تصرف مانتے ہیں (قطع نظر اس سے کہ وہ قدرت پہلے ہی اکٹھی دے دی گئی ہو یا ہر ہر معجزہ کے وقت خاص اس معجزہ کے لیے دی جاتی ہو) وہ اہل سنت نہیں بلکہ حکماء و فلاسفہ ہوئے ہیں۔ علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”و النبی عندهم محبوب علی التصرف فی الاکوان مهما توجه الیہا و استجمع لہا بما جعل اللہ لہ من ذلك و الحارق عندهم یقع للنبی۔“

(ترجمہ: اور حکماء کے نزدیک نبی کائنات میں تصرف کرتے ہیں جب بھی وہ ان کی طرف توجہ کریں اور ان کا ارادہ فرمائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تصرف کرنے کا اختیار عطا کیا ہے)۔ (بحوالہ راہ ہدایت: 43)

پھر مصنف کی بات سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ہر خارقِ عادت کے طلب کے وقت نبی ﷺ اس کو پورا کر دیا کرتے تھے۔ ایسی کوئی تفصیل ذکر نہیں کہ بعض اوقات پورا کر دیا کرتے تھے یا یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا تھا اس وقت پورا کرتے تھے اور جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ نہیں ہوتا تھا تو اپنی عدم قدرت کے اور اللہ تعالیٰ کے ارادہ کا اظہار فرما دیا کرتے تھے حالانکہ خوارقِ عادت امور کا مطالبہ صرف کافروں کی جانب سے ہوتا رہا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانب سے نبی ﷺ سے یہ مطالبہ کبھی نہیں کیا گیا کہ آپ خرقِ عادت فعل کر دیں۔ ہاں آپ ﷺ سے دعا کی درخواست کی جاتی تھی۔

جہاں تک کافروں کے خوارقِ عادت افعال کے مطالبے کا تعلق ہے تو جب اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ ان کے صادر کرنے کی مقتضی نہیں ہوئی تو باوجود اس کے کہ نبی ﷺ اس بات کے حریص تھے کہ کافر ایمان لے آئیں وہ معجزات وقوع میں نہ آئے۔ قرآن پاک میں ہے:

و ان کان کبر علیک اعراضہم فان استطعت ان یتبعی نفقاً فی الارض او سلماً فی السماء فتأتیہم بایۃ۔ (انعام، رکوع: 4)

(ترجمہ: اور (اے نبی کریم!) اگر آپ پر گراں ہے ان کا منہ پھیرنا تو اگر آپ سے ہو سکے کہ

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب باب نمبر 3 اصلاح مفاہیم (374)

ڈھونڈ نکالیں کوئی زمین میں سرنگ کوئی سیڑھی آسمان میں پھر لائیں آپ ان کے پاس کوئی معجزہ [تو لے آئیں]۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فتاویٰہم بایۃ مما اقترحوا فافعل المعنی انک لا تستطيع ذلك فاصبر حتی یحکم اللہ۔ (جلالین)

(ترجمہ: پھر لے آئیں آپ ان کے پاس کوئی معجزہ جو انہوں نے طلب کیا ہے تو لے آئیے۔ مطلب یہ ہے کہ بیشک آپ معجزہ لانے کی طاقت نہیں رکھتے تو آپ صبر کیجئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ صادر کرے)۔

یہ مضمون اس امر کی واضح دلیل ہے کہ معجزہ لانا نبی کے بس میں نہیں ہوتا اور نہ ہی ایسی کوئی ضمانت ہے کہ جب بھی عند الطلب نبی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش و شفاعت فرمائیں تو مطلوب معجزہ ضرور ہی ظاہر فرما دیا جائے۔

ہم نے اوپر جو یہ کہا ہے کہ خرق عادت امور کے مطالبہ کی روش کفار کی تھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نہیں تھی بلکہ وہ تو فقط دعا کی درخواست کرتے تھے یا دعا کے متمنی ہوتے تھے اس کی دلیل میں ہم چند واقعات ذکر کرتے ہیں:

1۔ بدوں دوا کے مرض کا علاج

الف: مرگی والی عورت کا قصہ جو اوپر مذکور ہوا۔

ب: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ کا قصہ جو اوپر مذکور ہوا۔

ج: عن ابن عباس قال ان امرأة جاءت بابن لها الى رسول الله ﷺ فقالت يا رسول الله ان ابني به جنون و انه لياخذہ عند غدائنا و عشائنا فمسح رسول الله ﷺ صدره و دعا فشح ثعۃ و خرج من جوفه مثل الحرو الاسود یسعی۔ (مشکوٰۃ، باب المعجزات)

(ترجمہ: ایک عورت اپنے بیٹے کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لائی اور کہا کہ یا رسول اللہ! میرے بیٹے کو جنون ہے اور اس کا دورہ اس کو صبح اور شام کے وقت پڑتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بچے کے سینے پر ہاتھ پھیرا تو اس نے قے کی اور اس کے پیٹ میں سے سیاہ پلا نکلا جو دوڑتا تھا۔)

2۔ عن انس قال اصابت الناس سنة على عهد رسول الله ﷺ فبينما النبي ﷺ يخطب في يوم الجمعة قام اعرابي فقال يا رسول الله هلك المال و جاع العيال فادع الله لنا فرفع يديه و ما نرى في السماء قزعة فوالذي نفسي بيده ما وضعها حتى ثار السحاب امثال الجبال ... (مشکوٰۃ: 536)

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (375)

(حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قحط پڑا تو اس دوران کہ جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک اعرابی کھڑا ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ! مال ہلاک ہو گئے اور عیال بھوکے ہو گئے آپ اللہ سے ہمارے لیے دعا فرما دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے (دعا کے لیے) اپنے ہاتھ اٹھائے، اس وقت ہم آسمان میں کوئی بادل کا ٹکڑا نہ دیکھتے تھے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے آپ نے ہاتھ چھوڑے نہ تھے کہ بادل پہاڑوں کی مانند امانڈ پڑے...)۔

2۔ انگلیوں سے پانی پھوننا

عن جابر قال عطش الناس يوم الحديبية و رسول الله ﷺ بين يديه ركة فتوضأ منها ثم اقبل الناس نحوه قالوا ليس عندنا ماء نتوضأ به و نشرب الا ما في رَكْوَتِكَ فوضع النبي ﷺ يده في الركة فجعل الماء يفور من بين اصابعه كأمثال العيون

(مشكاة: 532)

(حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حدیبیہ کے موقع پر (پانی ختم ہونے کے باعث) لوگ پیاسے ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک چھاگل تھی آپ نے اس سے وضو کیا پھر لوگ آپ کے پاس آئے اور بتایا کہ ہمارے پاس پانی نہیں ہے کہ ہم اس سے وضو کریں اور اس کو پیئیں بس جو ہے وہ آپ کی چھاگل میں ہے تو رسول اللہ ﷺ نے چھاگل میں اپنا ہاتھ ڈالا اور پانی آپ کی انگلیوں سے چشموں کی مانند پھوٹنے لگا....)

دیکھئے! اس قصہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تنگی کے وقت میں نبی ﷺ سے آکر کسی خرق عادت کام کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ آپ کے سامنے محض اپنی پریشانی کا ذکر کیا اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں، باقی یہ کہ اللہ تعالیٰ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کیا صورت بناتے؟ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے طے کرنے کی بات نہیں تھی۔

3۔ کھانے کا زیادہ ہونا

عن ابی هريرة قال لما كان يوم غزوة تبوك اصاب الناس مجاعة فقال عمر يا رسول الله ادعهم بفضل ازوادهم ثم ادع الله لهم عليها بالبركة فقال نعم فدعا بِنَطْعِ فبسط ثم دعا بفضل ازوادهم فجعل الرجل يجيئ بكف ذرة و يجيئ الآخر بكف تمر و يجيئ الآخر بكسرة حتى اجتمع على النطع شيء يسير فدعا رسول الله ﷺ بالبركة

(مشكاة: 538)

(ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے موقع پر لوگوں کو بھوک نے آ لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ یا رسول اللہ! آپ لوگوں سے ان کا بچا کچھا زاد منگوائیے

پھر اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے اس پر برکت کی دعا فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے آپ نے چڑے کا ایک دسترخوان منگوایا جو بچھایا گیا پھر آپ نے لوگوں کا بچا کچھا زاد منگوایا تو لوگ لانے لگے کوئی ایک مٹھی چینا کی، کوئی ایک مٹھی چھوڑوں کی، کوئی روٹی کے ٹکڑے کی یہاں تک کہ دسترخوان پر کچھ تھوڑا بہت جمع ہو گیا پھر رسول اللہ ﷺ نے برکت کے لیے دعا فرمائی

4۔ قرض کی ادائیگی

عن جابر قال توفي ابي وعليه دين فعرضت علي غرمائه ان ياحذوا التمر بما عليه فابوا فاتيت النبيا فقلت قد علمت ان والدي استشهد يوم احد وترك ديناً كثيراً واني احب ان يراك الغرماء فقال لي اذهب فبيد كل تمر علي ناحية ففعلت ثم دعوته فلما نظرا اليه كانهم اغروا بي تلك الساعة فلما راى ما يصنعون طاف حول اعظمها بيدراً ثلاث مرات ثم حبس عليه ثم قال ادع لي اصحابك فما زال يكيل لهم حتى ادى الله عن والدي امانته (مشكوة، باب المعجزات، فصل اول)

(ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد کی وفات ہوئی تو ان پر قرض تھامیں نے ان کے قرض خواہوں کو پیش کش کی کہ وہ پورے قرض کے بدلے میں کھجور کی کل پیداوار لے لیں لیکن وہ نہ مانے تو میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی کہ آپ جانتے ہیں کہ میرے والد جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے اور ان پر بہت سا قرض تھامیں یہ چاہتا ہوں کہ قرض خواہ آپ کو دیکھ لیں (اور میرے ساتھ رعایت کریں) آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تم جاؤ اور ہر قسم کی کھجور کی علیحدہ علیحدہ ڈھیری لگا دو۔ میں نے ایسا ہی کیا اور پھر آپ ﷺ کو بلایا جب قرض خواہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو وہ مجھ سے سختی سے مطالبہ کرنے لگے۔ جب آپ ﷺ نے جوہ کر رہے تھے دیکھا تو سب سے بڑی ڈھیری کے گرد تین بار چکر لگایا پھر اس پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اپنے قرض خواہوں کو بلاؤ اور آپ ﷺ ان کو پیمائش کر کر کے دیتے گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے والد کا قرضہ اُتر وادیا....)

قارئین نے ملاحظہ فرمایا کہ اس قصہ میں بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے آکریوں استغاثہ نہیں کیا کہ آپ میرا قرض اتار دیجئے اور نہ کسی خرق عادت کام کا مطالبہ کیا بلکہ فقط یوں درخواست کی کہ آپ میرے ساتھ چلیں شاید کہ قرض خواہ آپ کو دیکھ کر میرے ساتھ رعایت کا معاملہ فرمائیں پھر جب سب قرض خواہوں کا قرض اتر گیا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حقیقتاً تو کیا مجازاً بھی یہ نہیں کہا کہ نبی ﷺ نے میرا قرض اتار دیا بلکہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرض اتار دیا۔

اس بحث کے آخر میں ہم مصنف کے مزید تین استدلالوں پر تنبیہ کرتے ہیں جو کہ اصلاح طلب ہیں:

استدلال اول:

مصنف لکھتے ہیں:

”اگر استغاثہ و توسل وغیرہ آپ کی حیات مبارکہ میں صحیح ہے جیسا کہ تم کہتے ہو تو سن لو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور دیگر اللہ کے نیک بندے رضی اللہ عنہم اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں اور نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ سے استغاثہ و توسل کی صحت کی دلیل فقہ کے لیے صرف قیاس کافی ہے کہ وہ فقیہ حیات طیبہ میں استغاثہ و توسل کی صحت پر قیاس کر لے۔ کیونکہ نبی ﷺ حَیُّ الدَّارِینِ ہیں۔“ (اصلاحِ مفاہیم: 185)

تبصرہ:

ہم کہتے ہیں کہ اول تو جس قسم کا استغاثہ و توسل مصنف ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ تو نبی ﷺ کی حیات مبارکہ میں بھی محتاج دلیل ہے بلکہ جیسا کہ ہم نے تفصیل ذکر کی ہے وہ اہل سنت کے طریقے کے مخالف ہے تو اس پر قیاس کیوں کر صحیح ہوگا۔

علاوہ ازیں یہ کوئی فروعی عملی مسئلہ تو نہیں کہ جس پر قیاس جاری ہو سکے۔ یہ تو عقائد کی بات ہے اور اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ عقائد میں قیاس جاری نہیں ہوتا اور پھر قیاس بھی مع الفارق، یہ عالم اور وہ عالم اور دونوں کے احکام مختلف۔ خدا را کچھ تو سوچیے!

استدلال ثانی:

مصنف لکھتے ہیں:

”.... اس کے ساتھ وہ حضرات یہ بخوبی جانتے تھے کہ حقیقتاً دینے والی اور روکنے والی اور باسط و رزاق ذات اللہ جل شانہ ہی ہے اور نبی ﷺ اللہ کے حکم اور فضل سے عطا فرماتے تھے اسی کو فرمایا: انما انا قاسم و اللہ يعطی۔“ (اصلاحِ مفاہیم: 88)

تبصرہ:

مصنف نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ خود حدیث کا ایک ٹکڑا ہے اور مصنف نے استدلال میں حد سے تجاوز کیا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من یرد اللہ بہ خیراً یفقه فی الدین و انما انا قاسم و اللہ يعطی۔ (مشکوٰۃ: 32)

(ترجمہ: جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

سوائے اس کے نہیں کہ میں تو بانٹتا ہوں خدا تعالیٰ دیتا ہے)

مولانا سرفراز خان صاحب مدظلہ العالی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

”محمد شین کرام رحمہم اللہ نے یہ حدیث ”باب العلم“ اور ”باب الغنیمت“ وغیرہ میں پیش کر کے یہ ثابت کر دیا کہ غنیمت اور علم وغیرہ حقیقتاً اللہ کی طرف سے حاصل ہوتا ہے اور جناب رسول اللہ ﷺ اس کو لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے اور غنیمت کی تقسیم میں بھی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ہر وقت پابند رہتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے عرض کی کہ اگر طائف فتح ہو تو آپ مجھے فلاں عورت کا زیور دے دیجئے گا آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر خدا اس کی اجازت نہ دے تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں؟ ”اصابہ: 70/8“ اور شراح حدیث بھی یہی معنی بیان کرتے ہیں، چنانچہ نواب قطب الدین خان صاحب ”مظاہر حق“ 87/1 میں لکھتے ہیں:

”یعنی میں حدیث وغیرہ بیان کر دیتا ہوں سمجھ اور فکر اور عمل اس پر جتنا باری تعالیٰ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔“

طبرانی میں یہ روایت مرفوعاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے:

”انما انا مبلغ و اللہ یھدی و انما انا قاسم و اللہ یعطی قال الشیخ حدیث صحیح۔“ (السراج المنیر: 47/2)

(ترجمہ: سو بات یہ ہے کہ میں تو مبلغ ہوں ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور میں تو صرف قاسم ہوں اور دیتا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے)

علامہ عزیزی رحمہ اللہ علامہ مناوی رحمہ اللہ کے حوالے سے اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فلا ینکر و التفاضل ای کونی افضل بعض علی بعض فانہ بامر اللہ او المراد اقسام العلم و اللہ یعطی بینکم و اللہ یعطی الفہم من یشاء۔ (شرح جامع الصغیر: 47/2)

(ترجمہ: یعنی اگر میں تم میں سے بعض کو کم اور بعض کو زیادہ دیتا ہوں تو یہ قابل انکار امر نہیں کیونکہ میں خدا تعالیٰ کے حکم سے ایسا کرتا ہوں یا اس کی مراد یہ ہے کہ میں تو تم میں علم تقسیم کرتا ہوں اور اس کی سمجھ جتنی خدا تعالیٰ چاہتا ہے دیتا ہے)

اور علامہ خفی رحمہ اللہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اقسم بینکم ما امرنی اللہ بقسمته من اموال الغنائم و نحوھا او غیرھا کتبلیغ الاحکام۔ (ہامش عزیزی: 47/2)

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (379)

(ترجمہ: میں تمہارے درمیان اموال غنائم اور تبلیغ احکام وغیرہ سے وہی کچھ تقسیم کرتا ہوں جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے)“

الغرض علمائے امت بھی اس حدیث سے یہی کچھ سمجھتے ہیں کہ اس حدیث میں قاسم سے ہر چیز کو تقسیم کرنے والا مراد نہیں ہے بلکہ مالی غنیمت، علم اور احکام وغیرہ کی تقسیم مراد ہے۔

استدلال ثالث:

صفحہ 189 پر مصنف نے یہ عنوان باندھا ”کیا غیر مقدور العبد چیز کا طلب کرنا شرک ہے؟“ اور اس کے تحت استدلال کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:

”قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کا قول نقل کیا گیا ہے جو انہوں نے اہل مجلس کو مخاطب کر کے فرمایا تھا اس مجلس میں جن و انس دونوں موجود تھے۔

یا ایہا الملأ ایکم یا نبینی بعروشہا قبل ان یأتونی مسلمین۔

(ترجمہ: (اپنے دربار والوں سے) تم میں سے کوئی ہے کہ لے آوے میرے پاس اس کا تخت پہلے اس سے کہ وہ آئیں میرے پاس حکم بردار ہو کر)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے حاضرین مجلس سے شام میں فرمایا کہ ملک یمن سے تخت شاہی کولائیں اور وہ بھی غیر معمولی طریقے سے تاکہ یہ یقیں کے ایمان لانے کا سبب بنے اور جب اس بڑے جن نے کہا:

انا اتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک۔

(ترجمہ: میں لائے دیتا ہوں وہ آپ کو پہلے اس سے کہ آپ اٹھیں اپنی جگہ سے)

یعنی چند ساعت میں لاتا ہوں تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس سے بھی جلدی چاہتا ہوں تو انسانوں میں سے اس آدمی نے جو کتاب کے عالم تھے ان کا شمار صدیقین میں سے تھا وہ فرمانے لگے:

انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک۔

(ترجمہ: میں لے آتا ہوں آپ کے آنکھ جھپکنے سے پہلے)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں میں ایسا ہی چاہتا ہوں چنانچہ اس آدمی نے دعا کی اور تخت اسی وقت حاضر ہو گیا۔ پایہ تخت کو اس طریقہ پر لانا انسان یا جنات کی قدرت سے باہر ہے اللہ کے علاوہ کوئی اس پر قادر نہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے اہل مجلس سے اس کا تقاضا کیا اور صدیقیت کے درجے پر فائز اس بندے نے حامی بھری کہ میں کر دوں گا، تو کیا اس

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (380)

طلب کرنے کی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا فر ہو گئے؟ العیاذ باللہ۔ اور وہ اللہ کے ولی جواب دے کر مشرک بن گئے؟ حاشا وکلاہرگز ایسا نہیں ہوا بلکہ اس جگہ دونوں کے کلاموں میں فعل کی نسبت بطور مجاز عقلی کے ہے۔“ (اصلاح مفاہیم: 179)

تبصرہ:

مصنف نے عجیب استدلال کیا ہے۔ ہم یہ بتا چکے ہیں کہ مصنف اس بات کے قائل ہیں کہ انبیاء و اولیاء کو اللہ تعالیٰ نے تصرف کی قدرت دے رکھی ہے۔ مصنف یا تو اپنے استدلال میں اسی کو بنیاد بنا رہے ہیں یا پھر وہ یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اولیاء کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ مقام حاصل ہے اور ان کو اس کا شعور بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو رد نہیں کرتے اور لامحالہ ضروری پورا کرتے ہیں اس لیے ان صاحب علم نے حاصل شدہ قدرت تصرف یا مقام دعا کے اعتماد پر یہ کہا کہ وہ پلک جھپکنے سے پہلے تخت کو لادیں گے اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی انہی بنیادوں کی بناء پر ایسا مطالبہ رکھا جو بقول مصنف جن و انس کی قدرت سے باہر تھا۔ لیکن مصنف کا یہ استدلال اور اس استدلال کی بنیادیں سب ہی حق کے خلاف ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں وضاحت فرمائی ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے مطالبہ کی یہ نوعیت ہو کہ وہ جنوں کی قدرت سے باہر ہو پھر یا تو وہ نبی کا معجزہ تھا یا ولی کی کرامت تھی اور معجزہ ہو یا کرامت وہ براہ راست اللہ تعالیٰ کا فعل و تصرف ہوتا ہے اور اس کا وقوع محض اللہ تعالیٰ کی حکمت کے تقاضے پر ہوتا ہے کسی کی دعا پر اس کا وقوع ضروری نہیں۔ باقی صاحب علم کا یہ کہنا کہ میں اس کو لے آتا ہوں اور جزم کے ساتھ کہنا تو اگر وہ حضرت سلیمان علیہ السلام تھے تو وحی کے بتلانے سے ایسا کہا اور اگر وہ صحابی و ولی تھے تو نبی کے بتلانے سے کہا ہوگا۔

مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے:

”تخت کا منگنا غالباً اس غرض سے ہے کہ وہ لوگ میرا معجزہ بھی دیکھ لیں کیونکہ اتنا بڑا تخت اور پھر اس کا ایسے سخت پہروں میں اس طور پر یکا یک آجانا کہ اطلاع تک نہ ہو عادت بشریہ سے خارج ہے (دیکھئے مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے یہاں جن کا ذکر نہیں کیا) اگر تخیر جن سے ہے تب بھی خود بخود مسخر ہو جانا خارق عادت ہے اور اگر بواسطہ کرامت کسی ولی امت کے ہے تو ولی کی کرامت نبی کا معجزہ ہے اور اگر بلا واسطہ ہے تو براہ راست معجزہ ہے بہر حال ہر طور پر یہ اعجاز اور دلیل نبوت ہے.... بعض مفسرین نے یہ قول سلیمان علیہ السلام کا کہا ہے اور وجوہ متعددہ سے جو کہ کبیر میں مذکور ہیں یہی رائج معلوم ہوتا ہے.... اور اس صورت میں سوال سلیمان علیہ السلام کا بطور امتحان اور اظہار عجز جنات کے ہوگا اور یہ غرض تقدیر اول (یعنی یہ کہ صاحب علم صحابی ہوں) پر بھی ہو سکتی ہے کہ آپ کو معلوم ہو کہ اس

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاحِ مفاہیم..... (381)

صحابی سے یہ کرامت صادر ہوگی اور سوال کرنا جنات کو سنانا اور دکھانا ہو کہ جو قوت میرے مستفیدین میں ہے وہ تم میں نہیں۔“

خاتمہ

کتاب ”اصلاحِ مفاہیم“ پر ناشرین کی جانب سے مطلوبہ تبصرہ میں ہم نے اس کتاب میں موجود بہت سے اغلاط کی نشاندہی کی اور ان کے غلط ہونے کو دلائل سے ثابت کیا اور یہ سب کچھ ”المستشار مؤتمن“ اور ”الدین النصیحة“ کے تحت کیا۔ کوئی بھی شخص ہماری کسی بات کو دلائل سے غلط ثابت کرے تو انوارِ مدینہ کے صفحات اس کے لیے حاضر ہیں۔ ہم توقع کرتے ہیں کہ مترجم و ناشرین حضرت مصنف کی اغلاط کو محسوس کرتے ہوئے مصنف کی بھی اصلاح کی کوشش فرمائیں گے اور خود بھی ان سے بچیں گے۔

و ما علینا الا البلاغ

(مطبوعہ: ماہنامہ انوارِ مدینہ، لاہور، اگست/ستمبر ۱۹۹۳ء، صفر/ربیع الاول ۱۴۱۴ھ)

☆.....☆.....☆.....☆

شیخ الحدیث مولانا عبد القدوس خان قارن مدظلہ العالی کی تالیفات

- [۱] خزائن السنن (جلد دوم) کتاب البیوع
- [۲] جنت کے نظارے (علامہ ابن القیم کی کتاب حادی الارواح کا اردو ترجمہ)
- [۳] حمیدیہ (فن مناظرہ کی کتاب رشیدیہ کا اردو ترجمہ)
- [۴] امام ابوحنیفہ کا عادلانہ دفاع (علامہ کوثری کی تانیب الخطیب کا اردو ترجمہ)
- [۵] غیر مقلدین کے متضاد فتوے
- [۶] بخاری شریف غیر مقلدین کی نظر میں
- [۷] ایضاح سنت بجواب مصباح سنت (راہِ سنت پر اعتراضات کا مدلل جواب)
- [۸] (تین طلاؤں کے مسئلہ پر مقالہ کا) جواب مقالہ
- [۹] الدروس الواضحة فی شرح الکافیہ
- [۱۰] اظہار الغرور فی کتاب ”آئینہ تسکین الصدور“
- [۱۱] امام بخاری کا عادلانہ دفاع (علامہ احمد سعید چتر وڑھی کی کتاب کا جواب)

رابطہ: عمر اکادمی، نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ 0300-7463292

اصلاح مفاہیم اور اس کی تقریظوں پر تبصرہ

عربی کتاب مفاہیم يجب أن تصحح مؤلفہ جناب مولانا محمد بن علوی المالکی الحسنی کا اردو ترجمہ بنام ”اصلاح مفاہیم“ پاکستان میں شائع ہوا ہے۔ یہ ترجمہ بڑی تقطیع کے ۴۲۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے مترجم جناب مولانا حافظ انیس احمد صاحب مظاہری مدرس دارالعلوم الاسلامیہ، کامران بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن لاہور ہیں۔ مولانا موصوف نے یہ ترجمہ حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مدینہ منورہ اور دوسرے بزرگوں کی فرمائش پر کیا ہے۔ چنانچہ مترجم موصوف ”پیش لفظ“ کے تحت لکھتے ہیں:

”اللہ جل شانہ عم نوالہ کا فضل و احسان ہے کہ میرے اکابر میرے پیرو مرشد میرے سردار میرے والد صاحب اور سیدی محسنی و مشفق حضرت اقدس صوفی محمد اقبال صاحب مدنی اور حضرت اقدس مخدومی و کمری حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب کی دامت برکاتہم العالیہ کی دعا توجہ اور بار بار ارشاد فرمانے اور میرے استاد محترم فضیلۃ الشیخ محدث کبیر عالم نبیل مؤلف کتاب سید محمد بن علوی الحسنی المالکی کے ارشاد کی برکت سے اُس کریم و ستار مالک نے مجھ جیسے ایک ابتدائی درجہ کے طالب علم کو اس عظیم اور اہم کتاب مفاہیم کے ترجمہ کی توفیق مرحمت فرمائی۔“ [ص: ۱۴]

ناقدانہ تبصرے:

اس کتاب ”اصلاح مفاہیم“ کے بعض مضامین پر علمائے دیوبند کی طرف سے ناقدانہ تبصرے شائع ہوئے ہیں:

(۱)..... ماہنامہ انوار مدینہ“ لاہور کے اگست اور ستمبر ۱۹۹۳ء (بمطابق صفر، ربیع الاول ۱۴۱۴ھ)

کے شمارے میں دو قسطوں میں جناب مولانا ڈاکٹر عبدالواحد صاحب مدرس جامعہ مدینہ لاہور کا مضمون شائع ہوا ہے۔

(۲)..... ماہنامہ الخیر ملتان کے ستمبر ۱۹۹۳ء کے شمارے میں حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب،

[مفتی: خیر المدارس ملتان] کا ایک تنقیدی مضمون شائع ہوا ہے۔

اصلاح مفاہیم کی تقریظیں:

اصل کتاب ”مفہیم“ عربی پر بعض علمائے کے اعتماد پر حضرت مولانا سید نفیس شاہ صاحب خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری قدس سرہ نے ایک تقریظ پر تائیدی دستخط کئے تھے لیکن جب آپ کو اس کتاب کے بعض خلاف حق مضامین کا علم ہوا تو آپ نے اپنی تقریظ سے رجوع کر لیا اور آپ کے رجوع کی عبارت ماہنامہ ”انوار مدینہ“ اور ماہنامہ ”الخیر“ دونوں میں شائع ہو چکی ہے۔ آخر میں حضرت شاہ صاحب زید مجدہم لکھتے ہیں:

”بندہ ناچیز مفہیم“ کے عربی ایڈیشن کی ایک تقریظ پر تائیدی دستخط کرنے کا خطا وار ہے اور اس سے رجوع کرتا ہے۔ میرا مسلک المہند علی المفند اور براہین قاطعہ کے مطابق ہے جو ہمارے بزرگوں کی تائیدی و تصدیق کتابیں ہیں۔ حضرات علماء اہل سنت دیوبند کی تحقیقات سے معارض و متصادم نظریات سے میرا کوئی تعلق نہیں۔“ [ماہنامہ الخیر: ۸۵]

مولانا عزیز الرحمن صاحب کی تقریظ:

اصلاح مفہیم اردو میں ص ۲۰ تا ص ۲۵ پر جناب مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی خطیب جامع مسجد صدیق اکبر راولپنڈی [وغلیفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ] کی تقریظ عربی مع ترجمہ اردو منقول ہے جس میں مولانا موصوف لکھتے ہیں:

”ہم نے اس کو ماشاء اللہ ایسی تحقیقی کتاب پایا جس میں انہوں نے مختلف انواع کے فوائد کو علماء کے وقار اور حکماء کے انداز کا التزام کرتے ہوئے عمدہ اندازہ سے جمع کیا ہے۔ فجزاہ اللہ خیرا کثیرا۔ اور ہم نے دیکھا کہ جو کچھ اس میں ہے وہ مکمل طور پر متقدمین و متاخرین جمہور اہل السنۃ والجماعت کا مذہب ہے اور یہ وہی طریقہ ہے جس پر ہم نے اپنے محدثین مفسرین، فقہاء اور محققین مشارح کو پایا ہے۔ جیسے مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فاروقی رحمہ اللہ اور ان کی اولاد امجاد و تلامذہ۔ پھر امیر المجاہدین عارف باللہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی رحمہ اللہ، حمید الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، شیخ العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب الحسینی المدنی، قطب الاقطاب برکتہ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی ثم المہاجر مدنی رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ اور ان کے علاوہ برصغیر کے اکابر علمائے اہل سنت کا طریقہ بھی یہی ہے۔ ان اکابر کی کتب و رسائل کا بڑا حصہ ان مسائل کے بیان سے پر ہے۔ خاص طور پر محقق جلیل محدث العصر حضرت علامہ مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری انصاری رحمۃ اللہ علیہ کا گراں قدر رسالہ المہند علی المفند جس پر اپنے زمانے

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاحِ مفاہیم..... (384)

کے تمام کبار علماء نے تصدیقات لکھی ہیں۔ اس رسالہ کا اکثر حصہ کتابِ مفاہیم میں مذکورہ مسائل کے بیان پر مشتمل ہے۔ اگرچہ عبارات اور طرزِ تحریر جدا جدا ہے لیکن مقصود ایک ہی ہے..... ہم رب کریم سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو اس واضح حق پر جمع کر دے۔“

اور اس سلسلے میں مولانا عزیز الرحمن لکھتے ہیں:

”ہم نے اپنے شیخ و مرشد قطب الاقطاب حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی ثم المہاجر قدس سرہ کو ہمیشہ ان سے اپنے بیٹے کی طرح بہت محبت فرماتے ہوئے دیکھا اور یہ بھی ہمارے شیخ قدس سرہ سے بہت محبت کرنے والوں میں سے ہیں۔“ [ص: ۲۵]

تقریظ مولانا احمد عبدالرحمن صدیقی:

مولانا احمد عبدالرحمن صاحب صدیقی امیر انجمن خدام الدین رجسٹرڈ نوشہرہ صدر پشاور اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں:

”زیر نظر کتاب ”المفاہیم“ کے اردو ترجمہ میں فیصلہ ہفت مسئلہ اور المہند والے ہی مسائل کو علمی دلائل کے ساتھ خوب واضح کیا گیا ہے جس کو عرب و عجم میں فریقین کے جید علمائے کرام نے خوب سراہا ہے جیسا کہ اس کتاب کی تقریظ سے ظاہر ہے۔ پاکستانی علماء کرام کی تقریظ میں دیگر علماء کرام کے علاوہ حضرت مولانا ہزاروی حقانی خلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث مہاجر مدنی کی تقریظ ص ۱۱ پر اس حقیقت کو واضح کرتی ہے جو موجودہ دور میں افراط و تفریط کا مجرب علاج ہے۔ اسی ضرورت کی بناء پر یہاں ترجمہ کا اہتمام کرایا گیا ہے۔“

ایک نیا انکشاف:

مولانا صدیقی موصوف کا جو عنایت نامہ محرمہ ۲۹ ستمبر ۱۹۹۴ء (مطابق ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ)

میں میرے پاس آیا ہے، اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ:

”یہ بھی بلا تکلف عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم نے مجھے جدہ میں میرے عمرہ شریفہ سے واپسی پر شوال ۱۴۱۴ھ یہ اطلاع دی کہ احباب کے مشورہ سے دینی مصلحت کی وجہ سے تمہارا پتہ اس کتاب پر دے دیا گیا ہے۔ اسی طرح اس کا پیش لفظ بھی انہی کی طرف سے ہے، جسے بندہ نے عمرہ پر روانگی سے قبل نیکسلا خانقاہ شریفہ میں رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ دیکھ لیا تھا۔ الخ۔“

مولانا صدیقی موصوف کے اس مکتوب گرامی سے معلوم ہوا کہ حضرت صوفی محمد اقبال صاحب نے

”اصلاحِ مفاہیم“ پر کتاب کے ملنے کا پتہ بھی ان کی پیشگی اجازت کے بغیر لکھ دیا تھا۔ اور ان کی طرف ”اصلاحِ مفاہیم“ کی تائید میں جو تحریر منسوب کی گئی ہے وہ بھی حضرت صوفی صاحب کی اپنی تحریر ہے جس پر صدیقی صاحب کے دستخط کرائے گئے تھے۔ حالانکہ اُس وقت تک مولانا صدیقی نے اس کتاب کا مطالعہ بھی

نہیں کیا تھا۔ تعجب ہے کہ حضرت صوفی صاحب نے وہ تحریر اپنی طرف سے کیوں شائع نہیں کی؟ ان کا یہ طرز عمل مغلوبانہ ہے یا کہ مجذوبانہ۔ واللہ اعلم۔

رسالہ ہفت مسئلہ:

یہ رسالہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی قدس سرہ کے ارشاد سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا تھا۔ لیکن بعد ازاں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے خط و کتابت کے بعد حضرت تھانویؒ نے رجوع کر لیا تھا۔ یہ خط و کتابت تذکرۃ الرشید حصہ اول طبع اول از ص ۱۱۴ تا ص ۱۳۶ درج ہے۔ دارالعلوم دیوبند میں ۱۳۵۸ھ کے درس حدیث میں بندہ حاضر تھا۔ شیخ العرب والعجم حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کسی طالب علم نے بذریعہ رقعہ فیصلہ ہفت مسئلہ کے متعلق استفسار کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ رسالہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے لکھا تھا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں بھی یہ رسالے بھیجے گئے تو حضرت نے فرمایا: ”اچھا ہے، چولہے میں جلانے کے کام آئیں گے۔“ میں نے مولانا عزیز الرحمن صاحب موصوف کو بھی حضرت کا یہ ارشاد سنایا تھا۔ اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے پوتے حضرت مولانا حکیم عبدالرشید صاحب گنگوہی نے حضرت مدنیؒ کی خدمت میں اپنے مکتوب میں بھی لکھا ہے کہ حضرت حاجی (امداد اللہ) صاحبؒ کے فیصلہ ہفت مسئلہ کے متعلق حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد کہ: ”ہم تصوف میں حضرت حاجی صاحب کے مقلد ہیں نہ کہ تحقیقات فقہیہ میں۔“ اور اس کو جلوایا۔

[مکتوبات شیخ الاسلام حصہ سوم۔ مکتوب نمبر ۹ ص ۶۵]

مولانا عزیز الرحمن صاحب موصوف سے تعلق زیادہ رہا ہے۔ آپ عصری فتنوں کے خلاف ہیں اور مجاہدانہ مزاج رکھتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ حضرت صوفی محمد اقبال صاحب کے زیر اثر آہستہ آہستہ دیوبندی تحقیقی مسلک سے ہٹتے جا رہے ہیں۔ پہلے ان کے نام سے ایک رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ شائع ہوا۔ بعد ازاں ”اسلامی ذوق“ شائع کیا گیا۔ جس کے بارے میں میں نے عند الملاقات ان کو توجہ دلائی کہ آپ ”براہین قاطعہ“ کا بغور مطالعہ کریں اور تذکرۃ الرشید حصہ اول میں محفل میلاد وغیرہ اختلافی مسائل کے متعلق حضرت گنگوہیؒ اور حضرت تھانویؒ کی خط و کتابت اور براہین قاطعہ مؤلفہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ (صاحب بذل المجہود شرح ابی داؤد) سے بھی استفادہ کریں تو وہ تحقیقی کتاب ہے کہ محفل میلاد اور عرس وغیرہ اختلافی مسائل کی بحث میں حضرت گنگوہیؒ، حضرت تھانویؒ کو لکھتے ہیں: ”کاش! ایضاح الحق الصریح آپ دیکھ لیتے یا براہین قاطعہ کو ملاحظہ فرماتے۔“ [تذکرۃ الرشید حصہ اول طبع اول: ۲۲]

ملاحظہ رہے کہ براہین قاطعہ جناب مولانا عبدالسمیع صاحب رامپوری مرحوم کی کتاب انوار ساطعہ

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (386)

کے جواب میں لکھی گئی ہے، لیکن جب ”اصلاح مفاہیم“ میں ان کی تقریظ پڑھی تو معلوم ہوا کہ آپ اکابر علمائے دیوبند کی تحقیقات کو نظر انداز کر کے مولانا کی مالکی صاحب کی تحقیق کو حرف آخر سمجھتے ہیں۔ باقی رہا ان کا یہ لکھنا کہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ ان مولانا کی پر شفقت فرماتے تھے تو یہ تو اکابر کے بزرگانہ اخلاق اور شفقتیں ہیں۔ لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ شفقت سے یہ کیسے لازم آ گیا کہ مولانا کی مالکی کو محقق دوراں اور شیخ اکل ہونے کی سند بھی حاصل ہو گئی اور مولانا موصوف کا یہ لکھنا کتنا بے بنیاد اور خلاف حقیقت ہے کہ:

”ہم نے دیکھا کہ جو کچھ اس (کتاب) میں ہے وہ مکمل طور پر متقدمین و متاخرین جمہور اہل سنت کا مذہب ہے۔“ [ص: ۲۱]

انا لله وانا اليه راجعون۔ ”الخیر اور انوار مدینہ“ کے ناقدانہ تبصروں کو مکرر سہ کر مطالعہ فرمائیں تو مفاہیم کے مضامین و نظریات کی قلعی کھل جائے گی۔ مفاہیم میں جو متفق علیہ مسائل مذکور ہیں مثلاً عقیدہ حیات النبی۔ توسل اور تبرکات نبوی وغیرہ ان سے تو ہمیں اختلاف نہیں ہے۔ لیکن ان مسائل و عقائد کے ضمن میں مالکی صاحب نے جو اپنے نظریات کا پیوند لگا دیا ہے۔ اس سے اختلاف ہے۔ مثلاً نبی کریم رحمۃ اللعالمین ﷺ کی ولادت مبارکہ سے لے کر وصال شریف تک جو حالات و واقعات صحیح طور پر ثابت ہیں ان کا ذکر باعث نزول رحمت الہیہ ہے۔ لیکن مولانا کی مالکی نے جو یہ لکھا ہے کہ:

”ہم بھی جب معراج یا مولد نبوی یا کسی اور یادگار کے لئے جمع ہوتے ہیں تو ہم تعین وقت کے پیچھے نہیں پڑتے۔ کیونکہ اگر واقعہ اور نفس الامر جب اس تاریخ کے موافق ہوا تو الحمد للہ اور اگر موافق نہ ہوا تو اللہ جل شانہ اپنے فضل سے ہم کو مردود نہیں کریں گے اور ہم پر اپنی رحمت کے دروازے بند نہیں کریں گے۔ لہذا اس اجتماع کی فرصت کو غنیمت سمجھ کر اس کو دعا و توجہ الی اللہ میں مشغول کرنا اور اللہ جل شانہ کی خیرات و برکات کا امیدوار ہونا میرے نزدیک نفس یادگار منانے سے بڑا فائدہ ہے۔ اور اس اجتماع کو غنیمت سمجھ کر لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنا ان کو خیر کی طرف دعوت دینا روکنے سے زیادہ بہتر ہے۔“ [اصلاح مفاہیم: ۳۶۳]

یہاں مولانا عزیز الرحمن صاحب سے ہمارا صرف یہ سوال ہے کہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے لے کر برکت العصر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمہم اللہ تک آپ نے جن اکابر کے نام لکھے ہیں کیا ان حضرات میں سے کسی نے بھی مولانا کی مالکی کی طرح سالانہ ایسے اجتماعات منعقد کیے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ حضرت گنگوہیؒ نے تو ایسے اجتماعات میں شریک ہونے سے بھی حضرت تھانویؒ کو منع فرمایا ہے۔ پھر آپ نے کس بنیاد پر یہ لکھ دیا کہ:

”جو کچھ اس (کتاب) میں ہے وہ مکمل طور پر متقدمین و متاخرین جمہور اہل سنت کا مذہب ہے۔“ [ص: ۲۱]

کیا مذکورہ اکابر علمائے دیوبند کا عمل آپ کے نزدیک جمہور اہل السنۃ والجماعت کے خلاف تھا؟

عقیدہ حیات انبیاء و شہداء:

شہداء و انبیاء کی حیات کا اثبات کرنے کے بعد مولانا کی مالکی لکھتے ہیں:

”اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ارواح کو ایسی آزادی حاصل ہے جن سے ان کو یہ ممکن ہے کہ اپنے پکارنے والوں اور مدد طلب کرنے والوں کو زندوں کی طرح بلکہ ان سے بڑھ کر جواب دے سکیں۔“

پھر اسی سلسلے میں لکھتے ہیں کہ:

”انبیاء و اولیاء کا مساعده (یعنی مدد) کرنا یہ اس عالم میں تصرف کے قبیل سے نہیں ہے بلکہ ان کا اس

طرح سے کرنا دعا کے ذریعہ سے مساعده کرنا ہے۔“ [ص ۱۸۷-۱۸۸]

فرمائیے! کیا انبیاء و اولیاء کی ارواح کو اس طرح آزادی حاصل ہے کہ وہ اس جہاں میں ہر جگہ پھرتی رہتی ہیں؟ پھر اگر کوئی آدمی ان کو مدد کے لیے پکارتا ہے یا ان سے یہ کہتا ہے کہ میرے لیے دعا کرو تو وہ ضرور ہر اس شخص کی دعا پکارتے ہیں۔ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ جناب مالکی صاحب یہاں یہ نہیں فرما رہے کہ ان کی قبروں پر ان کو پکارا جائے۔ یہاں انہوں نے قبر کی کوئی قید نہیں لگائی۔ حالانکہ حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ بھی ہر آدمی کی ہر آن ہر جگہ سے پکارا و بلکہ درود شریف بھی نہیں سنتے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں فرمایا:

من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی علی نائیا أبلغته [مشکوٰۃ شریف]

جو کوئی میری قبر کے پاس درود پڑھے گا اس کو میں خود سنوں گا اور جو دور سے مجھ پر درود پڑھے گا

اس کو فرشتوں کے ذریعے مجھ تک پہنچایا جائے گا۔ اور خود کی مالکی صاحب نے بھی حدیث درج کی ہے:

”عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: إن للہ

ملائکة سیاحین فی الأرض یبلغنی من أمتی السلام۔“

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پاک کے بہت

سے فرشتے زمین پر پھرتے رہتے ہیں اور میری امت کے سلام مجھے پہنچاتے رہتے ہیں۔ [مفاہیم: ۲۹۶]

البتہ یہ جدا امر ہے کہ باذن اللہ بعض ارواح کو ملائکہ کی طرح بعض امور میں تصرف حاصل ہو۔

لیکن اس قسم کے واقعات کرامات میں شامل ہیں۔ اور بعض دفعہ باذن اللہ کوئی فرشتہ کسی بزرگ کی شکل

میں متمثل ہوتا ہے یا کسی بزرگ کا لطیفہ متمثل ہوتا ہے۔ لیکن اس بزرگ کو اس کی اطلاع نہیں ہوتی۔ جیسا کہ

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی نے ارشاد فرمایا ہے۔ لیکن اس قسم کے خوارق اور کرامات سے یہ لازم نہیں آتا

کہ انبیاء و اولیاء کی ارواح مبارکہ علی الاطلاق ہر جگہ پھرتی رہتی اور موجود رہتی ہیں۔

یہ شیعہوں کا عقیدہ ہے۔

البتہ یہ شیعہوں کا عقیدہ ہے۔ چنانچہ شیعہ ادیب اعظم مولوی ظفر حسن امر وہوی لکھتے ہیں:

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (388)

”ہمارا عقیدہ ہے کہ جب ہم اپنے ائمہ علیہم السلام کو اپنی مدد کے لیے بلاتے ہیں تو وہ ضرور آتے ہیں اور جب ان کے وسیلہ سے ہم دعا کرتے ہیں تو وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ چارہ دھرمین علیہم السلام زندہ ہیں۔ وہ ہر ایک عمل کو دیکھتے اور ہر پکارنے والے کی آواز سنتے ہیں۔“

[عقائد الشیعہ: ۱۰۶]

اور اسی عقیدہ کی بنا پر تو شیعہ یا علی مدد، یا علی مدد کے نعرے لگاتے رہتے ہیں۔ مولانا کی مالکی اہل سنت کو کس طرف پہنچانا چاہتے ہیں؟ باقی رہا! نعتوں میں یا رسول اللہ سے خطاب کرنا۔ تو یہ اس عقیدہ کی بنا پر نہیں ہوتا کہ بلا واسطہ حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ ہر آدمی کے خطاب کو سنتے ہیں بلکہ اگر درود شریف کے ضمن میں ہے تو ملائکہ کے ذریعے پہنچتا ہے۔ علاوہ ازیں امت کے اعمال بھی بارگاہ رسالت میں پہنچائے جاتے ہیں۔ (اجمالاً یا تفصیلاً یا یہ خطاب از روئے محبت ہوتا ہے۔)

ایک اور عجیب عقیدہ:

مولانا کی مالکی صاحب بعنوان کیا غیر مقدور العبد چیز کا طلب کرنا شرک ہے۔“ لکھتے ہیں:

”ان تکفیر کرنے والوں کا ایک باطل دعویٰ یہ بھی ہے۔ کہ یہ لوگ انبیاء اور صلحاء مرحومین سے ایسی چیز طلب کرتے ہیں جس کا عطا کرنا صرف اللہ پاک ہی کے قبضہ، قدرت میں ہے اور ایسی طلب شرک ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کی عادات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ کیونکہ لوگ تو ان سے یہ طلب کرتے ہیں کہ یہ لوگ حاجت روائی میں سبب بنتے ہیں دعا و توجہ کے ذریعے سے۔ الخ“ [مفاہیم: ۱۸۹]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مولانا کی مالکی کے نزدیک انبیاء اور صلحاء سے وہ چیز مانگنا درست ہے جس پر وہ قدرت ہی نہیں رکھتے اور اس چیز کے دینے کی قدرت صرف اللہ تعالیٰ ہی رکھتا ہے۔ پھر اس سے مراد مالکی صاحب موصوف یہ لے رہے ہیں کہ ان سے اس چیز کے مانگنے والے کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے کہ وہ اس کے لیے اللہ سے دعا کریں۔ یہ عجیب و غریب تاویل ہے۔ اگر سائل انبیاء و اولیاء سے دعا ہی کا طالب ہے تو وہ یہ کیوں نہیں کہتا کہ آپ میرے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بیٹا عطا فرمائے وغیرہ اور اس کے بجائے وہ یہ کیوں کہتا ہے کہ آپ مجھے بیٹا دے دیں: یہی وہ پیوند اور جوڑ ہے جو کی مالکی صاحب ایک صحیح عقیدہ کے ساتھ لگا دیتے ہیں۔ حالانکہ براہ راست مخلوق سے وہ چیز مانگنا جو اللہ ہی کی قدرت میں ہے حرام بلکہ شرک ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب زید مجدہم نے فتاویٰ رشیدیہ سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت پیش کی ہے: دوسرے یہ کہ صاحب قبر سے کہے کہ تم میرا کام کر دو۔ یہ شرک ہے خواہ قبر کے پاس کہے خواہ قبر سے دور کہے۔ اب کیا فرماتے ہیں مولانا عزیز الرحمن صاحب سلمہ کہ کیا آپ کے ممدوح مولانا کی مالکی کا یہ عقیدہ اور یہ عمل کتاب و سنت سے ثابت ہے یا جمہور علمائے اہل سنت اور اکابر علمائے دیوبند

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (389)

کے مطابق ہے؟ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی وغیرہ اکابر محققین اہل سنت کے فہم و بصیرت اور خلوص و تقویٰ کے سامنے آپ کے کئی مالکی صاحب کی حیثیت ہی کیا ہے؟
حضرت حاجی صاحبؒ کا ارشاد:

قطب الاقطاب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

”و نیز ہر کس کہ ازیں فقیر محبت و ارادت دار و مولوی رشید احمد صاحب سلمہ و مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ را کہ جامع جمیع کمالات علوم ظاہری و باطنی اند بجائے من راقم اوراق بلکہ بمدارج فوق از من شمارند۔ الخ

[ضیاء القلوب]

ترجمہ: اور یہ بھی یاد رکھیں کہ جو شخص اس فقیر سے محبت، عقیدت اور مریدی کا تعلق رکھتے ہیں وہ مولوی رشید احمد صاحب سلمہ اور مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ کو جو کہ تمام علوی ظاہری و باطنی کے کمالات کے جامع ہیں بجائے مجھ راقم کے بلکہ مجھ سے بہت درجے اوپر شمار کریں۔ اگرچہ ظاہر میں معاملہ اس کا الٹا ہو رہا ہے کہ وہ میری جگہ اور میں ان کی جگہ ہوں (یعنی وہ مرید اور میں پیر ہوں) اور ان کی صحبت کو غنیمت جانیں کہ اس زمانے میں ایسے لوگ نایاب ہیں اور ان کی برکت صحبت سے فیض حاصل کرنے والے ہوتے رہیں اور سلوک کا طریقہ جو اس رسالہ میں لکھا گیا ہے ان کی نگرانی میں حاصل کریں۔ ان شاء اللہ محروم نہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی عمر میں برکت دیں اور تمام عرفانی نعمتوں اور اپنے قرب کے کمالات سے مشرف فرمائیں اور اونچے اونچے مرتبوں تک پہنچائیں اور ان کے ہدایت کے نور سے سارے عالم کو نورانی بنادیں اور قیامت تک ان دونوں کا فیض جاری رکھیں۔ حرمت نبی ﷺ و آل امجاد۔“

آخری گزارش:

یہ فتنوں کا دور ہے۔ تصوف و سلوک کے راستے جو فتنے آتے ہیں وہ سب سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ ہر ذاکر و شاعر قابل اعتماد نہیں ہوتا۔ سب سے مقدم مسلک حق کا تحفظ ہے۔ الحمد للہ حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب اور حضرت مولانا عبدالواحد صاحب نے ”الخیّر“ اور انوار مدینہ“ میں کتاب ”اصلاح مفاہیم“ کی بعض اعتقادی و عملی گمراہیوں کی نشاندہی کر کے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کر دیا ہے اور حضرت مفتی عبدالستار صاحب موصوف تو غالباً حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مقیم مدینہ منورہ کے مجازین میں سے بھی ہیں۔ لیکن مسلک حق کے تحفظ میں پیری مریدی کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ جزا ہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

میں نے مولانا عزیز الرحمن صاحب کی تقریظ کو خصوصیت سے اس لیے تنقید کا ہدف بنایا ہے کہ

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاحِ مفاہیم..... (390)

انہوں نے جس طرح مولانا کی مالکی صاحب کی کتاب کی مکمل طور پر تعریف و توصیب کی ہے اور اس کو اکابر کے مطابق قرار دیا ہے۔ اس سے حضرت شیخ الحدیث مہاجر مدنی قدس سرہ کے متوسلین سخت غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اکابر محققین اہل سنت کے مسلک سے شعوری و غیر شعوری طور پر منحرف ہو سکتے تھے۔ مولانا موصوف کی خدمت میں بھی گزارش کی جاتی ہے کہ بغیر خوفِ لومۃ لائم اپنی تقریظ سے واضح طور پر رجوع کر لیں اور راہِ راست میں ان خادوار جھاڑیوں سے دامن بچا کر اکابر اہل حق سے جدا نہ رہیں۔

وابستہ رہ شجر سے امید بہار کھ

الھم أرنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه، وأرنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه. بجاہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم.

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

☆.....☆.....☆.....☆

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چاریار، اکتوبر نومبر ۱۹۹۴ء)

نمازِ تراویح اور مذاہبِ اہل حدیث

مولف: مولانا عبدالحق خان بشیر مدظلہ

نمازِ تراویح کی مستقل حیثیت اور رکعاتِ تراویح کی مسنون تعداد پر ایسی لا جواب کتاب جس کے بارہ میں مناظر اسلام مولانا امین صفدر اوکاڑویؒ نے مسودہ پڑھ کر فرمایا: ”میں نے اس موضوع پر اس تحقیق و ترتیب میں اتنی مدلل و موثر کتاب پہلے نہیں دیکھی۔“

صفحات: 184..... قیمت: 70

یہ کتاب آٹھ (۸) ابواب پر مشتمل ہے

باب اول..... عہدِ نبویؐ کی تراویح اور مختلف نقطہ ہائے نظر باب دوم..... عہدِ نبویؐ کی رکعاتِ تراویح

باب سوم..... سنت خلفائے راشدینؓ باب چہارم..... تعامل خیر القرون

باب پنجم..... رکعاتِ تراویح اور اجماع امت باب ششم..... اصطلاح تراویح اور تعداد تراویح

باب ہفتم..... سنن التراویح باب ہشتم..... مذاہب غیر مقلدین

رابطہ: دارالامین لاہور 0307-5687800_0334-4612774

جوابی مکتوب بسلسلہ ”اصلاح مفاہیم“

بنام مولانا عزیز الرحمن ہزاروی و مولانا احمد عبدالرحمن صدیقی صاحبان

(مولانا احمد عبدالرحمن صاحب صدیقی کا مکمل گرامی نامہ درج ذیل ہے)

”۲۹ نومبر ۹۴ء

بخدمت گرامی قدر حضرت علامہ القاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! تحیات طیبہ مبارکہ دائمہ!

مؤدبانہ گزارش ہے کہ بندہ نے ماہ رواں کا ”حق چار یار“ رسالہ لاہور میں حرکت الانصار کے سالانہ جلسہ ۱۰ نومبر ۹۴ء کو دیکھا۔ جس میں ”اصلاح مفاہیم“ نامی کتاب پر جناب والا کا تبصرہ عالیہ بھی ہے۔ اس میں دیگر باتوں کے علاوہ آپ کے نام بندہ کے عریضہ کا ایک نا تمام اقتباس بھی شامل ہے۔ اس سلسلہ میں بصد ادب عرض خدمت ہے کہ یہ تو میرا آپ کے نام نجی خط تھا۔ جیسا کہ قبل ازیں بھی ذاتی نوعیت کی خط و کتابت ہوتی رہتی ہے۔ اپنے معاملات اور خانگی حالات تک میں ہمیشہ بندہ آپ سے دعاؤں اور مشوروں کا طالب رہا ہے۔ اس موقع پر تو صرف آپ کو اپنا بزرگ سمجھتے ہوئے اظہار واقعہ کے طور پر ایک عریضہ لکھا تھا لیکن پھر بھی اگر آپ اس خط کو شائع کرنا مناسب خیال فرماتے تھے تو کم از کم اس کا ملحقہ حصہ بھی ساتھ ہی شامل فرمادیتے تو پوری بات نکھر کر سامنے آ جاتی اور زیادہ مفید بھی۔ بندہ نے آپ کے نقل فرمودہ حصہ کے فوری بعد لکھا تھا یعنی ”دیکھ لیا تھا“ کے متصل آگے یہ عرض کیا تھا کہ ”اپنا خیال یہ رہا کہ اگر دیوبندی بریلوی اختلافات کو کسی قدر مشترک پر لایا جاسکے بشرطیکہ وہ قدر مشترک حق ہی ہو باطل ہرگز نہ ہو تو موجودہ فضا میں بہتری متوقع ہے۔ جس کی وجہ سے عام مسلمان اور تعلیم یافتہ نوجوان سرے سے علماء کیا دین سے ہی متنفر ہو رہے ہیں۔ اس کا ازالہ مناسب طریقہ پر ہونا چاہیے۔ جب اتفاق و اتحاد کا تقاضا ہو تو جانبین کو کچھ تو رواداری سے کام لینا ہوگا۔ ورنہ تو دونوں اگر اپنی اپنی جگہ پر پہلے کی طرح ڈٹے رہیں اور جہاں پر تعبیراتی اختلاف ہے یا جہاں پر کچھ نرمی کی گنجائش ہے وہاں پر بھی اسی ڈگر پر قائم رہیں تو شاید یہ اختلافی خلیج مزید بڑھ کر باعث ضلال و اضلال ہو سکتی ہے۔ شاید اسی مصلحت دینی سے حضرت صوفی صاحب مدظلہ اور مصنف کتاب حضرت علوی صاحب مدظلہ کو شائیں ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

پھر حضرت والا نے اپنے تبصرہ شریفہ میں ایک مزید تلخ بحث میں ”اجازت پیشگی“ کی اور حضرت

صوفی صاحب دامت برکاتہم نے اپنے نام سے مضمون کیوں شائع نہیں کیا وغیرہ تحریر فرمائی ہے۔ تو اس سلسلہ میں بندہ کیا عرض کرے۔ صرف یہ کافی ہے کہ اپنے اکابر میں اکثر حضرات کا معمول ہمارے سامنے ہے کہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی قدس سرہ العزیز نے فیصلہ ہفت مسئلہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے لکھوا کر اپنے نام مبارک سے شائع فرمایا۔ اس کے برعکس حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے خود دیکھا کہ اپنے قلم سے مضامین لکھ کر اپنے کسی خادم یا ناظم کے نام سے ترجمان اسلام رسالہ میں شائع فرمادیتے تھے۔ ایک دفعہ میرے استفسار پر حضرت ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”اس میں دینی مصلحت یہ ہے کہ جب یہ مضامین شائع ہوں گے تو اس پر جوابی مضامین آئیں گے۔ ان سب کو سامنے رکھ کر میں اپنے نام سے پھر تفصیلی جواب دوں گا۔ جس سے بات زیادہ نکھر کر سامنے آجائے گی اور اس طرح لوگوں کے سامنے پوری تفصیل آجائے گی۔“

اسی طرح بندہ نے حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی دامت برکاتہم خلیفہ ارشد حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے خود سنا ہے کہ انہوں نے براہ راست حضرت الشیخ سے کئی دفعہ سنا کہ ”براہین قاطعہ“ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف ہے جو انہوں نے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے اسم گرامی سے لکھوایا تھا۔ پس اسی طرح اگر ایک صاحب بصیرت بزرگ و شیخ حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم نے کسی دینی مصلحت سے اپنے خادم کا نام استعمال فرمالیا تو کون سی قباحت ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ جب جدہ میں حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم نے مجھے یہ ارشاد فرمایا کہ تمہارے نام سے یہ کتاب شائع کی جا رہی ہے تو بندہ کو اس خوش خبری سے بہت مسرت اس لیے حاصل ہوئی کہ الحمد للہ تعالیٰ حضرت دامت برکاتہم کو اس سیہ کار پر اتنا اعتماد ہے۔ اسے تو بندہ اپنے لیے ذریعہ سعادت سمجھتا ہے اور پھر أنت و مالک لا یشیک کے فرمان نبوی علی صاحبہا ألف ألف صلوة التحیہ کی روشنی میں مرشد روحانی جو بمنزلہ والد ہوتا ہے کو اتنا حق بھی نہیں کہ وہ کسی خادم و طالب کا نام استعمال کر سکے؟ بندہ بحمدہ تعالیٰ جناب والا کو بھی اپنا بزرگ سمجھتا ہے اور ایک آئیڈیل بزرگ۔ کیونکہ حضرت مدنیؒ، حضرت لاہوریؒ، حضرت ہزارویؒ و دیگر اکابر رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی مبارک نسبتوں کا نہ صرف امین سمجھتا ہے بلکہ مسلسل حقانی و مجاہدانہ کردار کی وجہ سے آپ کی عقیدت و محبت اپنے دوست و احباب میں بھی اجاگر کرنے کی اپنی سی کوشش مخلصانہ انداز میں کرتا رہتا ہے۔ اس لیے مودبانہ عرض خدمت ہے کہ اگر جناب والا مناسب خیال فرمائیں تو میرا یہ عریضہ بھی (لیکن مکمل عریضہ) آنے والے رسالہ ”حق چار یار“ میں شائع فرمادیں۔ تاکہ پہلے ادھورے سے مضمون سے جو غلط فہمی پیدا ہوگئی ہو، یا جو الجھن و دکھ ان بزرگ حضرات و احباب کو پہنچا ہو، اس کی تلافی ہو سکے۔ یہ ایک اصولی بات ہے کہ جملہ معاملات صاف رہنے چاہئیں۔ کتاب کی صحت و سقم پر تو بحث حضرات مفتیان کرام اور علمائے کرام کرتے رہیں گے۔ جس سے ان شاء اللہ موجودہ خلیج دور کرنے یا

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (393)

کم کرنے میں مدد ملے گی۔ کم از کم بندہ کا ذہن تو یہی رہا کہ ایسی کتابوں پر حق اور مخالفت میں دونوں طرف سے دلائل و براہین سامنے آنے کا وسیع موقع مل کر بات زیادہ مستح ہو جائے گی اور اس طرح کسی ”قدر مشترک“ پر اتفاق و اتحاد ممکن ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ سب کی عافیت بخیر کرے اور حق و صداقت پر عمل کی توفیق سے نوازے۔ آمین اور سب کو اس پر جمع فرما کر امت سیدنا حبیب رب العالمین ﷺ کو ”امت پنا“ نصیب فرمادے۔ آمین۔ اللهم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه آمین۔ وصلى الله عليه وسلم وبارك على سيدنا محمد ﷺ وأصحابه أجمعين!

طالب دعا..... الاحقر احمد عبدالرحمن الصديقي عفى الله عنه

مدیر: نظارة المعارف، مسجد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، نزدلال پل نوشہرہ صدر (پشاور)

تبصرہ:

جناب مولانا احمد عبدالرحمن صاحب صدیقی سلمہ کی فرمائش کے مطابق ان کا مکمل مکتوب گرامی شائع کر دیا ہے۔ مولانا موصوف نے جو یہ فرمایا ہے کہ ”یہ ایک نجی خط تھا۔“ تو اس کے متعلق عرض ہے کہ آپ کے اس نجی خط کا تعلق کتاب ”اصلاح مفاہیم“ سے تھا جس پر ناقدانہ تبصرے ماہنامہ ”الخیر“ ملتان اور ماہنامہ ”انوار مدینہ“ لاہور میں شائع ہو چکے تھے۔ اور ”الخیر“ کے جواب میں حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مہتمم جامعہ نجم المدارس کلاچی کی تحریر کی فوٹو کاپیاں بھی پھیلائی جا چکی تھیں۔ اس لیے آپ کے خط کے بعض اقتباسات کا شائع کرنا ضروری ہو گیا تھا۔

مولانا احمد عبدالرحمن صاحب کا شکوہ:

باقی رہا آپ کا یہ شکوہ کہ: ”اگر آپ اس خط کو شائع کرنا مناسب خیال فرماتے تھے تو کم از کم اس کا ماحقہ بھی ساتھ ہی شامل فرمادیجئے تو پوری بات نکھر کر سامنے آجاتی اور زیادہ مفید بھی۔“

بے شک یہ کمی رہ گئی لیکن وقت کی جنگی کی وجہ سے میں نے تبصرہ بھی مختصر لکھا تھا۔ اس لیے میں نے آپ کے مکتوب کی حسب ذیل عبارت بھی نہیں لکھی:

”بندہ اس سلسلہ میں آپ کی گراں قدر رہنمائی کا شدید محتاج ہے کہ ظاہر ا و باطناً بندہ اپنے شیخ حضرت قطب العالم شیخ التفسیر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا متبع رہنا چاہتا ہے اور دلی دعا (اس کے لیے ٹوٹی پھوٹی دینی خدمات مجھ تعالیٰ جاری ہیں) کہ حضرت شیخ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہی آخرت میں اٹھنا نصیب ہو۔ آمین۔ ورحمہ اللہ عبد ا قال آمینا۔ آپ بھی اپنی مبارک توجہات سے اس کے لیے خاص دعاؤں سے نوازیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء“

آپ کی مندرجہ بالا عبارت میرے لئے مفید تھی۔ کیونکہ قطب زمان حضرت لاہوری اور شیخ

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (394)

العرب والجمع حضرت مدنی کے اگر آپ متبع رہنا چاہتے ہیں تو ان بزرگوں نے تو نہ کبھی کسی بزرگ کا عرس منایا ہے اور نہ مجالس میلاد منعقد کی ہیں۔ حالانکہ اس کے برعکس آپ نے حضرت صوفی محمد اقبال صاحب (مقیم مدینہ منورہ) کی جس تحریر کو اپنی طرف منسوب کرنے کو باعث مسرت قرار دیا ہے اس میں کتاب ”اصلاح مفاہیم“ کی مکمل تصدیق فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

”زیر نظر کتاب ”المفاہیم“ کے اردو ترجمہ میں ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ اور المہند والے ہی مسائل کو علمی دلائل کے ساتھ خوب واضح کیا گیا ہے جس کو عرب و عجم میں فریقین کے جید علماء کرام نے خوب سراہا ہے۔ [ص: ۲۱]

فیصلہ ہفت مسئلہ پر حضرت گنگوہیؒ کی رائے گرامی:

حالانکہ ہفت مسئلہ کے متعلق میں نے (ماہنامہ) ”حق چار یار“ کے تبصرہ میں یہ لکھ دیا ہے کہ:

”دارالعلوم دیوبند میں ۱۳۵۸ء کے درس حدیث میں بندہ حاضر تھا۔ شیخ العرب والجمع حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کسی طالب علم نے بذریعہ رقعہ ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کے متعلق استفسار کیا تو آپ نے فرمایا کہ: یہ رسالہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے لکھا تھا۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی خدمت میں بھی یہ رسالہ بھیجے گئے تھے۔ تو حضرت نے فرمایا: اچھا ہے چولھے میں جلانے کے کام آئیں گے۔ میں نے مولانا عزیز الرحمن صاحب موصوف کو بھی حضرت کا یہ ارشاد سنا دیا تھا اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے پوتے حضرت مولانا حکیم عبدالرشید صاحب گنگوہیؒ نے حضرت مدنیؒ کی خدمت میں اپنے مکتوب میں بھی لکھا ہے کہ:

”حضرت حاجی (امداد اللہ) صاحبؒ کے ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کے متعلق حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد کہ

”ہم تصوف میں حضرت حاجی صاحب کے مقلد ہیں نہ کہ تحقیقات فقہیہ میں۔“ اور اس کو جلوا دیا۔“

(مکتوبات شیخ الاسلام حصہ سوم مکتوب نمبر ۹، ص ۶۵..... بحوالہ ماہنامہ حق چار یار کتب خانہ نومبر ۱۹۹۴ء)

تو جس ”ہفت مسئلہ“ کو حضرت گنگوہیؒ نے جلوا دیا تھا اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی

صاحب تھانویؒ نے بھی اس سے رجوع کر لیا تھا اس کو اب آپ بھی ایک معیاری رسالہ قرار دے رہے ہیں؟

صوفی صاحب کی ایک تکنیکی مصلحت کا عجیب حال:

افسوس ہے کہ حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب [فاضل دیوبند] بھی آپ کے نام اپنے

گرامی نامہ میں ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کے متعلق یہ لکھ رہے ہیں کہ:

”معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تکنیکی طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت صوفی صاحب مدظلہ کو حضرت حاجی صاحب قدس

سرہ کی سنت غیر اختیار یہ پر عمل کرایا۔ جس طرح اس وقت بعض اس قسم کے مسائل میں اختلاف حضرت

رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین میں باعث پریشانی ہوا تھا اب مکی مالکی بزرگ کی ایک کتاب سے متعلق حضرت صوفی صاحب مدظلہ کے متوسلین میں اختلاف رائے کا ظہور عمل میں آیا۔ (الخ)

خدا جانے حضرت قاضی صاحب موصوف کس حال میں یہ تکنوینی مصلحت بیان فرما گئے ہیں۔ حضرت صوفی صاحب نے مولانا مکی مالکی کی کتاب ”مفاہیم“ کی تائید میں رسالہ ”ہفت مسئلہ“ کو پیش کیا ہے اور یہ وہی رسالہ ”ہفت مسئلہ“ ہے جس کو قطب الارشاد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جلوا دیا تھا۔ اس کے بعد حضرت گنگوہی سے لے کر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ اور قطب زماں حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ حضرت رائے پوریؒ تک کسی بزرگ نے ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ پر عمل نہیں کیا۔ یعنی نہ کسی بزرگ کا عرس کیا اور نہ ہی میلاد کی محفلیں منعقد کیں۔

تو اب حضرت صوفی صاحب نے دیوبندی بریلوی علماء کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کی خاطر ”اصلاح مفاہیم“ کی تائید فرمائی جس کے نتیجے میں خود علمائے دیوبند میں ہی افتراق و انتشار پیدا ہو گیا۔ تو کیا قاضی صاحب موصوف کے نزدیک یہ انتشار و افتراق پسندیدہ امر ہے؟!؟

(۲)..... حضرت قاضی عبدالکریم صاحب موصوف کا مولانا مکی مالکی صاحب کے بارے میں یہ فرمانا بھی خلاف حقیقت ہے کہ:

”میرے خیال میں دیوبندیوں اور بریلویوں کو آپس میں قریب کرنا ان کے گوشہ خیال میں بھی نہ ہو جیسا کہ آپ کے گرامی نامہ میں ہے۔ صراحتاً اور الخیر کی تمہید میں ہے اشارتاً“ اور نہ مصنف محترم کو دیوبندی بریلوی کے اختلافات کا علم ہو۔ (الخ)

مولانا مکی مالکی کے علماء دیوبند سے تعارف کا حال:

کیونکہ مولانا مکی مالکی دیوبندی بریلوی اختلافات سے واقف ہیں۔ چنانچہ مولانا عزیز الرحمن صاحب بندہ کے نام اپنے مکتوب محررہ ۳ رجب ۱۴۱۵ھ میں لکھتے ہیں:

”سید محمد علوی مالکی کے والد گرامی کو اکابر دیوبند سے خصوصی تعلق تھا۔ بروایت حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب دامت برکاتہم (خادم و خلیفہ خاص حضرت شیخ) والد صاحب سے اور دیگر علمائے مکہ مکرمہ سے تحصیل علوم کے بعد والد صاحب نے ان کو حصول تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند بھیجا تھا۔ پھر برطابق روایت حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب ناظم تعلیمات جامعہ علوم اسلامیہ بنوریؒ ناؤن میں محترم فضیلۃ الشیخ سید محمد علوی مالکی کو ان کے تعلیم کے ایام میں جب وہ کراچی آئے تھے اور کئی مہینے کراچی میں ٹھہرے تھے دیکھتا تھا کہ ان کو اس بات کی حرص ہوتی تھی کہ وہ اکابر اہل حق اور اہل توحید علماء کرام کی مجالس میں شریک ہوں۔ مثلاً فضیلۃ الشیخ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ اور فضیلۃ العلما مفتی

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفہیم..... (396)

اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکابر دیوبند سے ان کی عقیدت اس سے بھی واضح ہے کہ انہوں نے تقریظات صرف علمائے دیوبند سے لی ہیں۔

اور اپنی ایک اور کتاب ”شفاء الفواد بزيارة خير العباد“ میں المہمند کے سوال و جواب اس عنوان کے تحت نقل کئے ہیں ”فتویٰ كبار علماء الحديث من اهل السنة والجماعة في الهند“ آگے ان کے اسماء مبارکہ ادب کے ساتھ لکھے ہیں۔

برایت حضرت مولانا عبدالحفیظ کی دامت برکاتہم کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا عبد القادر آزاد صاحب حضرت مولانا محمد حنیف صاحب جالندھری اور مولانا ضیاء القاسمی صاحب وغیرہ حضرات ان کے ہاں مکہ مکرمہ ملاقات کے لئے گئے تو جب مولانا ضیاء القاسمی صاحب کا تعارف ہوا تو ان کا بازو زور سے پکڑ کر فرمایا ”المقاسمی نسبتہ الی الشیخ محمد قاسم النانوتوی“ اور اثبات میں جواب ملنے پر اپنے شاگردوں سے پوچھا کہ بتاؤ ہم نے آج درس میں کس مسئلہ میں ان کا جواب دیا ہے تو طلبہ نے بتایا فلاں مسئلہ میں۔ پھر حضرت نانوتوی کی سیرت مبارکہ کے کئی واقعات بیان کئے اور ان کی مدح کی۔ جس پر مولانا ضیاء القاسمی بہت متاثر ہوئے اور ان کی زبان سے بے اختیار نکلا: ”واہ قاسم نانوتوی تیرے ڈنکے کتے تے مدینے“ اس طرح ان کے ہاں حیاۃ صحابہؓ سبقتاً پڑھائی جاتی ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مولانا مالکی اکابر علمائے دیوبند سے واقف ہیں اور ان کی تصانیف کا انہوں نے مطالعہ کیا ہے اور وہ دیوبندی بریلوی اختلافات کو جانتے ہیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنی تصنیف ”مفہیم“ کے بعض مسائل میں اکابر علمائے دیوبند کی تحقیقات سے اختلاف کیا ہے اور عرس اور محفل میلاد وغیرہ میں بریلوی مسلک کی تائید کی ہے۔“

(۳)..... کاش کہ حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب موصوف حضرت مولانا خلیل احمد صاحب

محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ”براہین قاطعہ“ اور ان شرعی مسائل میں حضرت گنگوہیؒ اور حضرت تھانویؒ کی مراسلت (خط و کتابت) جو ”تذکرۃ الرشید“ (جلد اول) میں منقول ہے کے پیش نظر ”اصلاح مفہیم“ پر ناقدانہ تبصرہ فرماتے۔ مسائل کی تحقیق میں محض حسن ظن کام نہیں دیتا۔ زیر بحث گرامی نامہ میں قاضی صاحب موصوف کا طرز و اعظانہ ہے، نہ کہ محققانہ۔

حضرت مدنی کے ہاں ایک تشدد کا واقعہ:

چنانچہ ایک جگہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات کے سلسلہ میں بعنوان ”تشدد کا واقعہ“ لکھتے ہیں:

”برادر محترم جناب الحاج حافظ محمد اسحاق صاحب سکنہ ٹانک جو میرے مخدوم و محترم حضرت مولانا اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ خطیب خوشاب کے بھائی ہیں۔ اور ۱۹۷۶ء میں فریضہ حج ادا کرنے میں میرے

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (397)

رفیق سفر رہے انہوں نے سنایا کہ گنجال ضلع سرگودھا میں جب حضرت اقدس استاذ کرم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مہتمم مدرسہ سراج العلوم سرگودھا نے ایک جلسہ کی تقریب میں شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کو دعوت دی اور آپ تشریف لائے تو وہاں کے متشد دین نے آکر علماء کی ایک مجلس میں ان کے ایک عالم نے دوسرے حضرات پر تعریض کرتے ہوئے پوچھا، حضرت جو شخص قبر پر آکر قبر والے کو خطاب کر کے کہتا ہے، اے فلاں بزرگ! مجھے بیٹا دے دو۔ اس شخص کو آپ کیا کہیں گے، مسلمان یا مشرک۔ حضرت نے فرمایا، بھائی میں اس کو سمجھاؤں گا کہ دیکھو بیٹا خدا دیتا ہے قبر والا نہیں دے سکتا اس عالم نے کہا، حضرت وہ نہیں سمجھتا پھر بھی یہی کہتا ہے کہ..... قبر والا بیٹا دے دو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی کیوں نہیں سمجھے گا۔ اس عالم نے کہا کہ سمجھانے کے باوجود بھی کہتا ہے کہ قبر والا بیٹا دے دو۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر سمجھانے کے بعد بھی یہ کہے گا تو میں اس سے کہوں گا کہ بھائی ایسا نہ کہا کرو یہ کلمہ شرک کا ہے۔

پوچھنے والا یہ امید لے کر آیا تھا کہ جب میں اس طرح پوچھوں گا تو حضرت فرمادیں گے کہ یہ مشرک ہے اور غیر متشد دین کا یہ رویہ غلط ثابت ہو جائے گا۔ لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جس موقعہ حسنہ سے کام لیا وہ آپ نے سن لیا۔ یہ ہے مختصر حضرت مدنیؒ کا مسلک۔“

محترم قاضی صاحب! حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے تو یہ ثابت ہوا کہ تبلیغ و دعوت میں حکمت و موعظت ضروری ہے۔ یہ تو طریق تبلیغ ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ لیکن اصل مسئلہ تو حضرت قدس سرہ نے بیان فرمادیا کہ کسی بزرگ کی قبر پر اس سے بیٹا وغیرہ مانگنا شرک ہے اور یہی بات حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب نے مولانا علوی مالکی کے رد میں لکھی ہے۔ چنانچہ انہوں نے قطب الارشاد حضرت گنگوہی کے فتویٰ سے یہ عبارت پیش کی ہے:

”استغاثہ کے تین معنی ہیں۔ ایک یہ کہ حق تعالیٰ سے دعا کرے کہ بھرت فلاں میرا کام کر دے۔ یہ باتفاق جائز ہے۔ خواہ عند القبر ہو یا دوسری جگہ اس میں کسی کو کلام نہیں۔ دوسرے یہ کہ صاحب قبر سے کہے کہ تم میرا کام کر دو یہ شرک ہے۔ خواہ قبر کے پاس کہے، خواہ قبر سے دور کہے“ الخ۔

(”فتاویٰ رشیدیہ“ قدیم: ۱/۹۳..... ماہنامہ ”الخیر“ ملتان، ص: ۷۱، ستمبر ۱۹۹۴ء)

(اور ”فتاویٰ رشیدیہ“، کامل مبوب مطبوعہ کراچی، ص ۱۱۲، کتاب البدعات)

لیکن مولانا مالکی مالکی فرماتے ہیں:

”ان تکفیر کرنے والوں کا ایک باطل دعویٰ یہ بھی ہے کہ یہ لوگ انبیاء اور صلحاء مرحومین سے ایسی چیز طلب کرتے ہیں جس کا عطا کرنا صرف اللہ پاک ہی کے قبضہ قدرت میں ہے اور ایسی طلب شرک ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کی عادات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے کیونکہ لوگ تو ان سے یہ طلب کرتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ سے حاجت روائی میں سبب بنتے ہیں دعا توجہ کے ذریعہ سے“۔ الخ۔

[اصلاح مفاہیم: ۱۸۹]

یہاں مولانا مالکی صاحب نے وضاحت کر دی کہ ”جو لوگ بزرگوں سے ایسی چیز طلب کرنے کو شرک کہتے ہیں جو صرف اللہ کی قدرت میں ہے، تو یہ ان کا باطل دعویٰ ہے۔“ حالانکہ حضرت گنگوہیؒ، حضرت مدنیؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، محدث دہلویؒ وغیرہ اکابر اہلسنت نے اس کو شرک قرار دیا ہے تو کیا جناب مولانا قاضی عبدالکریم صاحب موصوف اور مولانا احمد عبدالرحمن صاحب صدیقی کے نزدیک بھی ان سب حضرات اہل حق کا یہ دعویٰ باطل ہے۔ اِنَاللہ وَاِنَا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

ادھر صدیقی صاحب فرماتے ہیں کہ میں شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اور قطب زماں حضرت لاہوریؒ کا متبع رہنا چاہتا ہوں اور حضرت قاضی صاحب موصوف جو شیخ العرب والعجم حضرت مدنیؒ کے شاگرد بھی ہیں اور مرید بھی۔ لیکن تائید وہ مولانا مالکی کی کر رہے ہیں۔ یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ حضرت قاضی صاحب موصوف اور بندہ ۱۳۵۸ھ میں حضرت مدنیؒ قدس سرہ کے ہاں دورہ حدیث میں شریک رہے ہیں۔

اور جناب مولانا عزیز الرحمن صاحب خطیب جامع مسجد صدیق اکبر راولپنڈی بھی بندہ کے نام اپنے حالیہ ایک طولانی مکتوب میں حضرت مدنیؒ سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”بندہ پر مالک کریم کے تفصیلاً واحساناً عنایات میں سے یہ بھی ہے کہ صغرنی میں شیخ الاسلام و المسلمین حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ نور اللہ مرقدہ کی غیر اختیاری شدید محبت دل میں عطا ہوئی۔ اور آپ نے خود دو سال قبل مجھ سے فرمایا تھا کہ حضرت مدنیؒ کی خواب میں زیارت ہوئی ہے اور حضرت قدس سرہ نے اس ناکارہ (عزیز الرحمن) کے بارے میں فرمایا کہ آپ (اب تو) ہمارے ہو گئے ہیں۔ اس طرح حضرت اقدس امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ قدس سرہ کی بھی۔ حالانکہ ان دونوں بزرگوں کی زیارت نہیں کی۔“ الخ۔

خواب اور عادات شرعاً حجت نہیں ہیں:

فرمائیے خواب مبشرات میں سے ہوتے ہیں۔ خواب میں حضرت کے اس ارشاد کا مطلب تو یہ تھا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ قدس سرہ کے بعد آپ حضرت مدنیؒ کے مسلک و موقف کی پابندی کریں۔ لیکن بیداری میں مولانا عزیز الرحمن صاحب موصوف نے بجائے شیخ العرب والعجم حضرت مدنیؒ سنی حنفی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے مولانا محمد علویؒ کی مالکی کا موقف اختیار کر لیا۔ باقی رہا مولانا مالکی کا جواب میں یہ فرمانا کہ: ”مسلمانوں کی عادات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا“۔ الخ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شرعی مسائل میں احکام شریعت کو دیکھا جاتا ہے نہ کہ لوگوں کی عادات کو۔ اور یہ بھی فرمائیے کہ کیا تمام مسلمانوں کی عادات یہی ہیں کہ کسی بزرگ سے صاف الفاظ میں بیٹا مانگنا اور اپنی حاجات طلب کرنا اس سے

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (399)

مراد تو تسل ہی ہوتا ہے۔ کیا اس قسم کی تاویلات سے عوام کی اصلاح ہوگی اور وہ کلمات شرک سے بچ سکیں گے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی اس قسم کے الفاظ سے مدد مانگے تو اس کی تکفیر نہیں کرنی چاہیے اور اس کے کلام میں تاویل کرنی چاہیے لیکن ان کلمات کو کلمات شرکیہ تو ضرور کہا جائے گا۔

(۲)..... ایک اور مقام پر مولانا مالکی لکھتے ہیں:

”اور صحابہ کرام بھی نبی کریم ﷺ سے استعانت و استغاثہ کرتے تھے اور شفاعت طلب کرتے تھے اور فقر و مرض، بلا و قرض و بے بسی کی حالت کو نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے تھے اور یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ بذات خود ان امور کو نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ کے حکم اور اللہ جل شانہ کی عطا کردہ قوت و قدرت سے پورا فرمایا کرتے تھے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا اللہ جل شانہ کے یہاں بڑا مرتبہ ہے۔“ الخ۔

[اصلاح مفاہیم: ۲۰۱]

معجزہ یا کرامت میں کسی نبی یا ولی کی اپنی قدرت و قوت کا دخل نہیں ہوتا:

مولانا قاضی عبدالکریم صاحب موصوف، مولانا مالکی کی مندرجہ عبارت پر غور فرمائیں لکھتے ہیں کہ: ”صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اپنی حاجات فقر، مرض وغیرہ پیش کرتے تھے۔“ یہ تو جائز ہے۔ لیکن اس کے بعد جو یہ لکھتے ہیں کہ: ”حضور ﷺ اللہ کے حکم اور اللہ جل شانہ کی عطا کردہ قوت و قدرت سے پورا فرمایا کرتے تھے۔“

مولانا مالکی مالکی کی مندرجہ عبارت سے مراد نہ تو تسل ہو سکتا ہے اور نہ دعا و سفارش۔ کیونکہ اس میں یہ نہیں فرمایا کہ آنحضرت ﷺ سے ان کی مراد پوری ہوئی۔ بلکہ یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ان چیزوں (مرادوں) کے پورا کرنے کی قدرت عطا فرمادی تھی جن پر صرف اللہ تعالیٰ قدرت رکھتا ہے۔ اس میں مجاز عقلی کی بھی تاویل نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس کو معجزہ یا خارق عادت فعل کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ معجزہ یا کرامت جو کسی نہ کسی نبی یا ولی سے ظاہر ہوتا ہے وہ محض قادر مطلق کی قدرت سے ہوتا ہے جس میں کسی نبی علیہ السلام یا ولی اللہ کی اپنی قوت و قدرت کا دخل نہیں۔ کسی بزرگ سے غیر مقدور العبد چیز طلب کرنے کو (مثلاً یوں کہہ کہ تو مجھے بیٹا دے دو۔ وغیرہ) حضرت گنگوہی، حضرت مدنی، حضرت تھانوی وغیرہ اکابر شرک قرار دے رہے ہیں۔ اور مولانا مالکی اس کو شرک نہیں قرار دیتے۔ اور ان کی پیروی میں مولانا عزیز الرحمن صاحب بھی اس کو شرک نہیں مانتے۔ چنانچہ انہوں (عزیز الرحمن) نے جو مجھے بڑی تقطیع کے ۲۳ صفحات کا ایک طولانی مکتوب ارسال کیا ہے، جس میں مولانا مالکی کی ”مفہیم“ ص ۱۸۳ کی عبارت اور ”اصلاح مفاہیم“ ص ۱۹۹ سے اس کا حسب ذیل ترجمہ نقل کرتے ہیں:

”ہم اپنی دعا و توسل میں نہ اس طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو کہتے ہیں تاکہ شرک کا

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (400)

وہم بھی باقی نہ رہے۔ اور الفاظ مختلف فیہا سے بھی اجتناب ہو جائے۔ اور متفق علیہ ہی کو پکڑے رہیں لیکن ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے والے پر کفر کا فتویٰ لگا دینا جلد بازی ہے جو صحیح نہیں ہے اور نہ ہی عقلمندی کی بات ہے۔ کیونکہ یہ ضروری ہے کہ اس کا خیال رکھیں کہ الفاظ استعمال کرنے والے موحدین میں اللہ جل شانہ کی وحدانیت اور نبی کریم ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں۔ نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ تمام ارکان دین کی تصدیق کرتے ہیں۔ اللہ جل شانہ کی ربوبیت اور نبی کریم ﷺ کی رسالت و نبوت دین اسلام کے حق ہونے کو تسلیم کر کے ایمان لاتے ہیں جس کی وجہ سے دین اسلام کے تمام حقوق ان کو حاصل ہو گئے۔

مندرجہ عبارت نقل کرنے کے بعد مولانا عزیز الرحمن صاحب موصوف اپنے مکتوب ص ۷ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

”محمد علوی مالکی کی محولہ بالا عبارت میں صراحتاً یہ مذکور ہے کہ ایسے الفاظ نہ ہی وہ استعمال کرتے ہیں اور نہ ہی ان کی طرف دعوت دیتے ہیں اور نہ ہی ان کے کہنے پر ابھارتے ہیں۔ اس وجہ سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ انہوں نے مذکورہ الفاظ کے بارے میں یہ نہیں فرمایا کہ ان کو کہنا صحیح ہے بلکہ اگر بالفرض کوئی کہہ دے تو اس کو شرک نہ کہیں گے۔“

مولانا عزیز الرحمن صاحب نے مکی مالکی کی مکمل طور پر تائید کر دی زیر بحث الفاظ شرک نہیں ہیں لیکن حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب نے مولانا عبدالرحمن صاحب صدیقی کے نام مکتوب گرامی میں یہ تسلیم کر لیا کہ اگر کوئی شخص صاحب قبر سے کہے کہ بیٹا دے دو تو یہ کلمہ شرک ہے۔

اور حضرت مولانا گنگوہیؒ نے بھی اس کو شرک قرار دیا اور حضرت مولانا تھانویؒ نے بھی اس کے بالا جماع حرام ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب نے ”اصلاح مفاہیم“ کے متعلق اپنے تنقیدی مضمون میں شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی مفتی دارالعلوم دیوبند کا یہ فتویٰ نقل کیا ہے کہ:

”حضرات اولیاء اللہ کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا درست ہے۔۔۔ خود براہ راست اولیاء اللہ سے یہ چیز نہ مانگی جائے کہ اے فلاں بزرگ آپ مجھے بیٹا دے دیجئے۔ جیسے بعض جگہ دستور ہے کہ بڑے پیر صاحب یا کسی اور بزرگ سے مدد مانگتے ہیں اور کہتے ہیں یا غوث المدد۔ شرعاً اس کی اجازت نہیں۔“

[فتاویٰ محمودیہ ماہنامہ ”الخیر“ ملتان، ص ۷۱، ستمبر ۱۹۹۴ء]

مولانا مکی مالکی کی عبارتوں میں تضاد پایا جاتا ہے۔ یہاں ہماری بحث مذکورہ عبارت اور اس کے عقیدے کے متعلق ہے۔

حضرات اکابر اہل سنت جس بات کو شرک اور بالاجماع حرام قرار دیتے ہیں وہ اس کو شرک نہیں تسلیم کرتے۔

اب مولانا عزیز الرحمن صاحب خود فیصلہ فرمائیں۔ اگر اکابر محققین کے فیصلہ کو حق اور صحیح مانتے ہیں تو اپنی سابقہ تقریظ سے رجوع کر لیں اور اگر اس کے برعکس مولانا کی مالکی کی تحقیق کو حق اور صحیح مانتے ہیں تو پھر اکابر کی عقیدت کا دعویٰ ترک کر دیں۔

اور مولانا عزیز الرحمن صاحب نے اپنے اس طولانی مکتوب میں لکھا ہے کہ: ”آپ نے تقریظ سے رجوع کے لئے حکم فرمایا ہے۔ اب آپ ہی فرمائیں کس چیز سے رجوع کروں۔“ [ص: ۲۲]
میں نے اکابر کا مذکورہ فتویٰ پیش کر دیا ہے۔ لیکن آپ نے اس کے برعکس لکھا ہے۔ اب آپ اسی سے رجوع کر لیں۔ واللہ الموفق۔

یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاً للہ:

مولانا عزیز الرحمن صاحب موصوف مولانا کی مالکی کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:
”ان اختلافی مسائل میں غلو نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ عرب کے مٹھی بھر نام نہاد سلفی غیر مقلدین اور پاکستان کے ان کے مقلد اور ممتائی کرتے ہیں۔“

اگر کسی مسلمان سے موہم کلمات کا صدور ہو تو اس کی اچھی تاویل ہونی چاہیے۔ یہی بات امام ربانی حضرت گنگوہیؒ نے زیر عنوان: ”یا شیخ عبدالقادر جیلانی کا وظیفہ“ میں تحریر فرمائی ہے:

”جو شیخ کو متصرف بالذات اور عالم الغیب بذات خود جان کر پڑھے گا، وہ شرک ہے اور اس عقیدہ سے پڑھا کہ شیخ کو حق تعالیٰ اطلاع کر دیتا ہے اور باذنہ تعالیٰ شیخ حاجت براری کر دیتے ہیں یہ بھی شرک نہ ہوگا۔ باقی مومن کی نسبت بدظن ہونا بھی معصیت ہے۔ فقط واللہ اعلم۔“ [فتاویٰ رشیدہ، ص ۱۸۳، مطبوعہ محمد علی کارخانہ، اسلامی کتب خانہ محل کراچی] [مکتوب: ۷]

الجواب:

(۱)..... زیر بحث مسائل میں کسی کو کافر قرار دینا مقصود نہیں۔ اصل مقصود مسئلہ کی تحقیق ہے۔ جیسا کہ مذکورہ زیر بحث عبارت پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

(۲)..... میرے پاس فتاویٰ رشیدہ کا مل مبوب، ناشران، محمد سعید اینڈ سنز، تاجران کتب قرآن محل، مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی کا ہے۔ اس کے ص ۶۰ پر سوال و جواب حسب ذیل ہیں:
”سوال: ورد کرنا یا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ و خواجہ سلیمانؒ وغیرہ جائز ہے یا شرک ہے؟“

جواب: ورد کرنا یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیا اللہ وغیرہ حرام ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے ترجمہ ”ارشاد الطالین“ میں لکھا ہے:

”۳ نکتہ جہاں سے گویند کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیا اللہ یا خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی شیا اللہ۔ جائز نیست و اگر روح حضرت شیخ را متصرف الامور اعتقادی کند کفرے دیگر است و فی البحر الرائق من ظن المیت۔ يتصرف فی الأمور دون الله و اعتقد بذلك یکفر۔ انتہی۔“

اور وہ جو جاہل لوگ کہتے ہیں یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیا اللہ۔ یا خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی شیا اللہ جائز نہیں ہے۔ اور اگر اس اعتقاد سے کہتا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (لوگوں کے) کاموں میں تصرف کرتے ہیں تو یہ بھی کفر ہے۔ ”بحر الرائق“ میں ہے جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ کے سوامیت کاموں میں تصرف کرتا ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔“

(۳)..... مولانا عزیز الرحمن صاحب بعنوان ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ اپنے مکتوب میں مجھے لکھتے ہیں:

”تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ ہمارے شیخ المشائخ امام ربانی حضرت اقدس گنگوہیؒ نے اس کی پوری پوری تصویب فرمائی ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ میں۔ یہ ایک بات سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ پر تو خوب غصہ نکالا جاتا ہے اور کھلے بندوں بغیر کسی روک ٹوک اور بغیر کسی تنبیہ کے کلیات امدادیہ میں بھی چھپ رہا ہے۔ اگر مسائل اتنے ہی خطرناک ہیں تو اوّل تو کم از کم ہمارے مکتبوں سے نہ چھپنا چاہیے۔ میرے پاس مکتبہ اشرفیہ دیوبند کا ہے۔ ادارہ اسلامیات لاہور کے علاوہ کراچی سے بھی مطبوع دیکھ چکا ہوں۔“ پھر حضرت گنگوہیؒ نے باوجود جلانے کے اس کی جس شان سے تصویب فرمائی ہے، ملاحظہ فرمائیں۔“ (الخ)

الجواب:

(۱)..... مولانا اتنی بات بھی نہیں سمجھتے کہ جس ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کو حضرت مولانا گنگوہیؒ نے جلوا دیا تھا۔ جیسا کہ حضرت مدنیؒ نے درس حدیث میں اس کی تصدیق فرمائی تھی تو کیا اس کے باوجود کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت گنگوہیؒ نے ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کی پوری پوری تصویب فرمائی ہے یعنی اس کو بالکل صحیح قرار دیا ہے۔ کیا خوب فہم ہے۔ کیا کسی صحیح کتاب کی کوئی بزرگ اور ”قطب الارشاد“ جلوانے کا حکم فرما سکتے تھے؟ باقی رہا یہ کہ فلاں فلاں نے چھاپا ہے تو یہ کوئی اس کی تصویب کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ میرے پاس ”شرح فیصلہ ہفت مسئلہ“ ہے۔ جس میں اس پر بحث کی گئی ہے۔

(۲)..... مولانا عزیز الرحمن صاحب نے اس بات کے ثبوت میں کہ حضرت گنگوہیؒ نے ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کی تصویب کی ہے۔ ”فتاویٰ رشیدیہ“ کی ایک عبارت پیش کی ہے۔ جس میں ایک سوال کے جواب میں حضرت گنگوہیؒ نے ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کے متعلق فرمایا ہے۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے:

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (403)

”باقی رہے تین مسئلے۔ قیود مجلس مولود کے اور قیود ایصال ثواب کے اور عرس بزرگان دین کا کرنا۔ سو

اس میں وہ خود (یعنی حضرت حاجی صاحب) لکھتے ہیں کہ:

”در اصل یہ مباح ہیں اگر ان کو سنت یا ضروری جانے بدعت و تعدی حدود اللہ تعالیٰ اور گناہ ہے اور

بدول اس کے کرنے میں وہ اباحت لکھتے ہیں۔ ہم لوگ منع کرتے ہیں۔“ (الخ)

مولانا عزیز الرحمن صاحب نے حضرت گنگوہیؒ کے مندرجہ الفاظ کو کیوں نظر انداز کر دیا۔ یعنی

حضرت حاجی صاحب قدس سرہ جن افعال کو مباح لکھتے ہیں۔ انہی سے حضرت گنگوہیؒ منع فرماتے ہیں۔ تو کوئی اہل عقل و شعور یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کو حضرت گنگوہیؒ نے بالکل صحیح قرار دیا ہے۔

عقل و دانش بیاہر گریست:

(۳)..... امام الاولیاء حضرت حاجی صاحبؒ کے حکم سے ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ حضرت مولانا

تھانویؒ نے لکھا تھا۔ پھر حضرت گنگوہیؒ کی رہنمائی سے آپ نے ان مسائل سے رجوع کر لیا۔ چنانچہ ”تذکرۃ الرشید“ حصہ اول میں حضرت گنگوہیؒ اور تھانویؒ کی مکمل خط و کتابت منقول ہے۔ اس کے باوجود بھی مولانا موصوف فرما رہے ہیں کہ حضرت گنگوہیؒ نے ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کی پوری پوری تصویب فرمائی ہے۔ ایں چہ بوالعجبی ست۔ مولانا موصوف کے اس طولانی مکتوب میں اس قسم کے استدلالات و جوابات پائے جاتے ہیں۔

مولانا عزیز الرحمن کی برہمی:

ماہنامہ ”حق چار یار“ [اکتوبر نومبر ۱۹۹۴ء] میں ”اصلاح مفاہیم“ کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے

حضرت صوفی اقبال صاحب (مہاجر مدنی) کے بارے میں بھی بندہ نے کچھ عرض کر دیا تھا۔ جس سے برا فروختہ ہو کر مولانا عزیز الرحمن صاحب موصوف اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں:

”افسوس صد افسوس کہ آپ نے ہمارے مرشد پاک حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ کے نور

نظر و معتمد خاص محبوب العارفین عاشق حبیب رب العالمین ﷺ حضرت اقدس مولانا حضرت صوفی محمد

اقبال صاحب مہاجر مدنی دامت برکاتہم کو جس طرح نشانہ تنقید و تضحیک بنایا۔ اس کی آں محترم سے ہرگز توقع

نہ تھی اور جس کی وجہ سے اس خادم کا دلی رنج و غم طبعی امر ہے۔“ [مکتوب: ۱]

میں نے تو یہ الفاظ لکھے تھے:

”تعجب ہے کہ حضرت صوفی صاحب نے وہ تحریر اپنی طرف سے کیوں شائع نہیں کی۔ ان کا یہ طرز عمل

مغلوبانہ ہے یا کہ مجذوبانہ؟“ [ص: ۵۳]

فرمائیے! اس میں کون سی بات توہین کی ہے؟ کسی بزرگ کو مغلوب الحال یا مجذوب کہہ دینے میں کوئی توہین نہیں ہے۔

مفتی عبدالستار صاحب کو صوفی صاحب کا ارشاد نامہ:

جناب مولانا مفتی عبدالستار صاحب نے الخیر میں ”اصلاح مفاہیم“ پر جو تبصرہ لکھا ہے اس سے متاثر ہو کر حضرت صوفی صاحب نے ان کو جو ارشاد نامہ محررہ یکم ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ ارسال کیا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں:

”بخدمت مخدوم و مکرم حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم (الخ)

”الخیر“ ملا جس میں ”مفاہیم“ کا جناب کی طرف سے تبصرہ تھا جس کو میں نہ پڑھ سکا، نہ سن سکا۔ اتنا ہی دیکھ کر کہ جناب نے پوری توجہ فرمائی۔ بہت ہی خوشی ہوئی۔ پہلے بھی کئی دفعہ درخواست کی تھی کہ ہماری، ہم دوستوں کی دینی کاموں کی علمی نگرانی یعنی محاسبہ کرتے رہا کریں۔ مگر اس دفعہ جناب نے پوری شفقت فرمائی..... آئندہ بھی اس طرح ہم شفقتوں کے محتاج ہیں..... یہ خط جس کو چاہیں دکھلا دیں۔ خصوصاً ہم سے اخلاص سے تعلق رکھنے والے حضرت مولانا منظور صاحب، مولانا عابد صاحب۔ بہت ہی پیارے عزیز از ہر صاحب اور ہمارے بزرگ حضرت مفتی عبداللہ صاحب وغیرہم کو تو دکھلا دیں۔ یہ عریضہ جواب طلب نہیں ہے۔“ [الخ]

آخر میں ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے حضرت صوفی صاحب فرماتے ہیں:

”اگر خدا خواستہ یہ میری بات غلط ہو تو سارے حضرات کو تجدید بیعت کر لینی چاہیے۔ شاید اس کے لیے فیصل آباد کے توڑی شاہ صاحب حیات ہوں۔“

معلوم ہوا ہے کہ فیصل آباد میں ”توڑی شاہ“ کوئی بدعتی پیر تھا جو انتقال کر چکا ہے۔ فرمائیے! کیا حضرت صوفی صاحب کے مندرجہ الفاظ مغلوبانہ یا مجذوبانہ نہیں ہیں؟

مانے یا کوئی نہ مانے:

علاوہ ازیں حضرت صوفی صاحب نے اپنے مندرجہ مکتوب میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ:

”اکابرین حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اور جانشینوں کی طویل حق الصحت سے صرف ان کے مزاج اور اعمال کا مشاہدہ ہی نہیں کیا بلکہ ان کے علوم کا مجھے اوروں سے زیادہ وافر حصہ عطا فرمایا گیا ہے۔ یہ کیسے ہے؟ اس کا سمجھنا بہت طول چاہتا ہے اور مجھے ضرورت نہیں۔ مانے یا کوئی نہ مانے۔ اس سے آگے یہ بھی عرض ہے کہ اب بھی ان اکابرین کی اجازت سے قدم اٹھاتا ہوں اور اس سے اوپر سے بھی تائید کے

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (405)

بعد کوئی کام کرتا ہوں۔ یہ معاملہ چونکہ ظنی ہوتا ہے۔ اس لئے میرے پاس اس کی میزان ان کی زندگی اور حیات ہی کا عمل اور ان کے خیالات ہی ہیں۔ نیز ان کے حقیقی صحبت یافتہ اور فیض یافتہ احباب کی تصدیق ہوتی ہے۔ میرے لئے حسن خاتمہ کی درخواست ہے۔“

یہ جو صوفی صاحب موصوف نے لکھا ہے کہ:

”اب بھی ان اکابرین کی اجازت سے قدم اٹھاتا ہوں اور اس سے اوپر سے بھی تائید کے بعد کوئی کام کرتا ہوں۔“

اس سے مراد بذریعہ کشف نبی کریم ﷺ کی تائید و اجازت ہے اور مولانا عزیز الرحمن صاحب بھی

اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں:

”حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم اس طرح فنا فی الشیخ ہیں جس طرح حضرت اقدس گنگوہیؒ تھے۔

آپ اپنے شیخ کی آرزو کے مطابق اس مبارک کام پر حریص ہیں اور جس طرح حضرت شیخ روضہ اقدس علی صاحبہا الف الف صلوة و سلام سے تائید و اجازت سے اپنے اسفار کرتے تھے اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ: ”میرے فیصلے روضہ شریف سے ہوتے ہیں اور مولانا عبدالحفیظ میری کنجی ہے۔“ حضرت

صوفی صاحب زید مجدہم کے اسفار بھی اسی طرح ہوتے ہیں۔“ (مکتوب ص ۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پاکستان آنا:

پہلے یہ سنا تھا کہ حضرت صوفی صاحب کے متوسلین میں یہ مشہور ہے کہ حضرت صوفی صاحب حضور ﷺ کی اجازت سے پاکستان میں آتے ہیں اور جہاں حضور ﷺ کا حکم ہوتا ہے وہاں ہی رمضان المبارک میں اعتکاف کرتے ہیں۔ اب مولانا عزیز الرحمن صاحب نے اس کی تصدیق کر دی۔ کاش کہ اس قسم کے مکاشفات نہ بیان کیے جاتے۔ خود صوفی صاحب بھی ان مکاشفات کو ”ظنی“ قرار دے رہے ہیں۔ یہ فتنوں کا دور ہے۔ پروفیسر طاہر قادری صاحب نے بھی اسی قسم کے مکاشفات بیان کیے تھے۔ جس بناء پر وہ تفحیک کا نشانہ بن گئے۔ شرعی مسائل ”دلائل“ سے ثابت ہوتے ہیں نہ کہ الہامات و مکاشفات سے۔ جس ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کو قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے جلو ادا کیا تھا اور ان مسائل کی تحقیق میں ”براہین قاطعہ“ لکھی گئی اور جن مسائل سے خود حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع کر لیا تھا اور پھر نہ کبھی کوئی عرس کیا اور نہ ہی میلاد کی محافل منعقد کیں۔ تو اب اگر حضرت صوفی صاحب از روئے کشف یہ فرمائیں کہ فیصلہ ہفت مسئلہ پر اب عمل کا وقت ہے۔ یہ کیونکر قابل تسلیم ہو سکے گا؟ صوفیاء کرام اس قسم کے مکاشفات کو اپنے سینے ہی میں رکھیں اور اہل السنۃ والجماعت پر رحم فرمائیں۔

یہاں ہم یہ عرض کرنے کی بھی جسارت کرتے ہیں کہ حضرت صوفی صاحب نے کتاب ”مفاہیم“

کا ترجمہ ”اصلاح مفاہیم“ کے نام سے آنحضرت ﷺ کی اجازت سے ہی پاکستان میں شائع کرایا ہے۔ اس کا

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (406)

نتیجہ آپ نے دیکھ لیا کہ حضرت صوفی صاحب کے مجاز خلفاء بھی ”اصلاح مفاہیم“ کے بعض مسائل کی تردید کر رہے ہیں۔ مثلاً جیسا کہ مولانا مفتی عبدالستار صاحب اور جناب مولانا محمد عابد صاحب وغیرہ۔

نقشہ نعل شریف:

(۱)..... حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے ”نیل الشفاء“ میں حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے نعل شریف کا نقشہ شائع کیا تھا اور اس سے توسل کا طریقہ لکھا تھا۔ بعد ازاں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی مفتی اعظم ہند سے خط و کتابت کے بعد اس سے رجوع کر لیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود مولانا عزیز الرحمن صاحب نے رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ اور حضرت صوفی صاحب نے قصیدہ بہاریہ مؤلفہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ کے ساتھ شائع کیا اور اب معلوم ہوا ہے کہ مولانا عزیز الرحمن صاحب کے مریدوں نے اپنے سینوں پر نقشہ نعل شریف کے بیج بھی لگائے ہوئے ہیں۔

ادھر پروفیسر طاہر القادری صاحب کے مریدین نے بھی نقشہ نعل شریف کے بڑے خوبصورت بیج بنوائے ہیں اور وہ بیج میں نے خود دیکھا ہے۔

(۲)..... پروفیسر طاہر القادری کا ماہنامہ ”منہاج القرآن“ لاہور کا جو شمار ستمبر ۱۹۹۴ء (ربیع الاول و ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ) کا شائع ہوا ہے، اس کا خوبصورت ٹائٹل باتصویر شائع ہوا ہے جس پر لکھا ہے:

”مینار پاکستان کے سایہ تلے شبِ میلاد میں لاکھوں عاشقان رسول ﷺ کا اجتماع“

اور ٹائٹل پر ہی یہ شعر لکھا ہے:

میلاد کی ریتا دھوم یہ تھی
اک راج دلار آوت ہے

میلاد مصطفیٰ ﷺ کی کاروائی میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

”محفلِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ اپنے عروج کی طرف بڑھ رہی تھی۔ شرکائے تقریب پورے احترام اور عقیدت کی ساتھ شریکِ سعادت تھے۔ اس یقین کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ مکین گنبد خضرا دیکھ رہے ہیں کہ ان کے پروانے ان کے مستانے اور دین کے دیوانے ان کی یاد میں کس طرح تڑپ رہے ہیں۔“ [الخ]

قائد انقلاب پروفیسر طاہر القادری نے اپنی تقریر میں فرمایا:

”صدیوں تک تاجدار کائنات کے میلاد کا جشن کے کی گلی کوچوں میں منایا جاتا رہا۔ توپوں کی سلامی ہوتی تھی۔ جشن میلادِ مدینہ پاک میں بھی منایا جاتا۔ پوری کائنات میں مشرق سے مغرب تک منایا جاتا ہے۔ اگر کسی کی طبیعت نہ چاہے ایسا نہ کرے۔ مگر دوسرے کی دل شکنی بھی تو نہ کرتا پھرے۔ خدا کے لئے نبی ﷺ

سے امت کے رشتہ کو نہ توڑا جائے۔“ [الح]

کاش کہ پروفیسر طاہر قادری صاحب اس عظیم الشان محفل میلاد میں مولانا عزیز الرحمن وغیرہ حضرات کے مدد و مولانا محمد علوی مکی مالکی کو بھی مدعو کر لیتے۔ کیونکہ موصوف بھی محافل میلاد کے دیوانے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

”جس مولد نبوی کی طرف ہم لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اور اس کے انعقاد پر لوگوں کو ابھارتے ہیں اس کی حقیقت سمجھنے میں بہت سے لوگ خطا کرتے ہیں۔“ [اصلاح مفاہیم: ۳۶۳]

”حاصل یہ ہے کہ مولد نبوی کے لئے جمع ہونا ایک عادی چیز ہے لیکن اچھی اور نیک عادات میں سے ہے۔ جس میں لوگوں کے لئے بہت سے منافع اور فوائد ہیں۔ جن میں سے ہر ایک شرعاً مطلوب ہے۔“

[ایضاً: ۳۶۴]

”یہ اجتماعات دعوت الی اللہ کا بہت بڑا ذریعہ ہیں اور بہت سنہری قیمتی مواقع ہیں۔ ان کو ضائع نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ علماء و دعاۃ پر واجب ہے کہ امت کو نبی کریم ﷺ کے اخلاق و عادات و سیرت و معاملات و عبادات کی یاد دلانیں..... اور جوان اجتماعات سے نفع حاصل نہیں کرتا۔ وہ مولد نبوی کی خیر سے محروم ہے۔“

[ایضاً: ۳۶۵]

قابل غور:

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ اگر اس قسم کی محافل میلاد بقول مولانا مکی مالکی شرعی منافع کا موجب ہیں تو حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہیؒ نے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کو ان میں شرکت سے کیوں منع فرما دیا تھا؟..... ”براہین قاطعہ“ کیوں لکھی گئی؟..... اور بعد ازاں اکابر علمائے دیوبند میں سے کسی نے بھی عرس اور محفل میلاد کے نام سے کیوں اجتماع کا اہتمام نہیں کیا؟ حالانکہ یہ سب حضرات رحمۃ اللعالمین ﷺ کی ولادت شریف کے بیان کو مندوب و مستحب قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”نفس ذکر میلاد و فخر عالم علیہ السلام کو کوئی منع نہیں کرتا بلکہ ذکر ولادت آپ کا مثل ذکر دیگر سیر و حالات کے مندوب ہے۔ چنانچہ یہ امر فتویٰ مولوی احمد علی صاحب محدث سہارنپوری میں صراحتاً مذکور ہے۔“

اور مؤلف اس کو دیکھ چکا تھا کہ یہ کتاب اس کے اسی فتویٰ کے رد میں تالیف ہوئی ہے۔ البتہ امور غیر مشروع جو اس کے ساتھ ضم ہو گئی ہیں اس کی وجہ سے حکم مجموعہ پر بدعت و منکر ہونے کا یا شرک و حرمت کا لگایا جاتا ہے۔“ [براہین قاطعہ]

(۲)..... انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی علیہ السلام کے یوم ولادت اور یوم وفات کا

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (408)

سال بہ سال منانا ثابت نہیں ہے اور مولد نبوی یا محفل میلاد یا عید میلاد النبی ﷺ کے مروجہ عنوانات یوم ولادت نبوی منانے کے لئے ہی ہیں اور وعظ و جلسہ کے نام سے لوگ کم حاضر ہوتے ہیں لیکن میلاد وغیرہ کے عنوان سے لوگ زیادہ جمع ہوتے ہیں۔

چنانچہ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے حضرت مولانا گنگوہیؒ کے نام اپنے عریضہ میں ان مجالس میلاد میں شریک ہونے کی یہی وجہ لکھی تھی کہ:

”میں نے وہاں دیکھا کہ وعظ میں لوگ کم آتے ہیں اور ان مجالس میں زیادہ اور ہر مذاق اور ہر جنس کے۔ چنانچہ ان مجالس میں موقع ان کے پسند و نصائح اور اصلاح عقائد و اعمال کا بخوبی ملا اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں آدمی اپنے عقائد فاسدہ و اعمال سیدہ سے تائب و صالح ہو گئے۔ بہت روافض سنی ہو گئے۔ بہت سے سود خور و شرابی اور بے نماز و غیر ہم درست ہو گئے۔ غرض اکثر حصہ وعظ ہوتا تھا، دوسرا بیان برائے نام۔ الخ“

[تذکرۃ الرشید: ۱۷۱/۱۱ طبع قدیم]

مولانا مالکی علوی نے بھی یہی دینی منافع پیش کیے، لیکن اس کے باوجود حضرت گنگوہیؒ نے منع فرمادیا اور حضرت تھانویؒ نے آپ کا ارشاد تسلیم کر لیا۔ اس کی تفصیل ”تذکرۃ الرشید“ میں قابل مطالعہ ہے۔ اب مولانا عزیز الرحمن صاحب ہی فیصلہ کریں کہ حضرت گنگوہیؒ کے ارشاد پر عمل کریں گے یا مولانا مالکی کی پیروی کریں گے؟

محفل میلاد اور کانفرنس و جلسہ کا حکم:

(۳)..... ذکر ولادت نبوی مندوب ہے اور اس کے لئے تداعی اور اہتمام ناجائز ہے، لیکن وعظ و تقریر اور تبلیغی جلسوں کا یہ حکم نہیں ہے کیونکہ ان کا تعلق تبلیغ دین سے ہے۔ مولانا عزیز الرحمن صاحب ہی نے اپنے مکتوب میں تحریک خدام اہل سنت کی طرف سے ”سنی کانفرنس بھیں“..... ”رحمت للعالمین کانفرنس چکوال“ اور دوسرے جماعتی تبلیغی دوروں کو ”محفل میلاد“ پر قیاس کر کے اعتراض کیا ہے، جو صحیح نہیں۔ کیونکہ کانفرنس اور جلسہ کے عنوان سے کوئی شخص بھی ”عرس“ اور ”انعتقاد محفل میلاد“ مراد نہیں لیتا۔ اکابر علمائے دیوبند بھی جلسے کرتے رہے ہیں۔ جمعیت علمائے ہند کی بڑی بڑی کانفرنسوں سے شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے خطاب کیا ہے۔ دیوبند میں صد سالہ عظیم الشان اجتماع بھی ہوا تھا۔ اس میں تداعی بھی تھی اور اشتہارات بھی تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان حضرات نے نہ کبھی کسی بزرگ کا عرس کیا ہے نہ ہی مجالس میلاد منعقد کی ہیں۔ ان دونوں میں فرق ہے۔ سمجھنے کی کوشش کریں۔

ارواح سے استمداد و استغاثہ:

میں نے اپنے تبصرے میں لکھا کہ مولانا مالکی نے جو یہ لکھا ہے کہ:
”اس میں کوئی شک نہیں کہ ارواح کو ایسی آزادی حاصل ہے جس سے ان کو یہ ممکن ہے کہ اپنے پکارنے والوں اور مدد طلب کرنے والوں کو زندوں کی طرح بلکہ ان سے بڑھ کر جواب دے سکیں۔“

[اصلاح مفاہیم: ۱۸۷]

تو ایسا عقیدہ تو شیعوں کا بارہ اماموں کے بارے میں ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:
”ہمارا عقیدہ ہے کہ جب ہم اپنے آئمہ علیہم السلام کو اپنی مدد کے لئے بلاتے ہیں وہ ضرور آتے ہیں اور جب ہم ان کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں تو وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ الخ“ [عقائد الشیعہ: ۱۰۶]
اس کے جواب میں مولانا عزیز الرحمن صاحب لکھتے ہیں:

”مولانا مالکی نے تو یہ لکھا ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ شعور و احساس رکھتے ہیں۔ زائرین کو پہچانتے ہیں۔“ یہ لفظ زائرین بالکل واضح اور صاف طور پر بتا رہا ہے کہ یہاں مدفون فی القبر انبیاء و اولیاء ہی مراد ہیں جن کی زیارت کی جاتی ہے۔“

اس سلسلے میں مولانا موصوف لکھتے ہیں:

”ویسے اگر اشکال مولف کی عبارت پر ہے تو ہمارے شیخ المشائخ مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے تلمیذ ارشد اور حضرت مرزا مظہر جانجاناؒ کے خلیفہ خاص حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد مبارک کو بھی ملاحظہ فرمائیں جو حضرت نے اپنی تفسیر (مظہری) میں آیت ولا تقولوا المن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احياء ولكن لا تشعرون کے ذیل میں لکھا ہے:

” (بل احياء) ان الله تعالى يعطى لا رواحهم قوة الاجساد فيذهبون من الارض والسماء والجنة حيث يشاؤون وينصرون اولياءهم ويدقرون اعدائهم انشاء الله تعالى و من اجل ذلك الحيوة لا تاكل الارض اجسادهم ولا اكفانهم. الخ“ [مظہری: ۱۵۲/۱]

اب آں مخدوم خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ مولف اور ہم خدام سب کو جناب نے بیک جنبش قلم مردود و خبیث شیعوں سے ملا دیا۔ اس لپیٹ میں تو حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ جیسے اکابر بھی آجاتے ہیں تو کیا ان کے لیے بھی آپ کا یہ فتویٰ ہوگا۔ [مکتوب: ۱۹]

الجواب:

(۱)..... مولانا عبد السمیع صاحب رام پوری نے بھی ”انوار ساطعہ“ میں حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کی کتاب تذکرۃ الموتی سے یہ عبارت پیش کی تھی کہ:

”ارواحِ مؤمنین ہر جا کہ خواہندی روند۔ یعنی مؤمنین کی ارواح جہاں چاہیں چلی جاتی ہیں۔“
اور انہوں نے ”عوارف المعارف“ سے بھی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کی یہ عبارت پیش کی تھی کہ:

”أرواح المومنین تذهب في برزخ من الأرض حيث شاء و بين السماء والأرض. الخ“
یعنی مؤمنین کی ارواح برزخ میں آسمان اور زمین کے درمیان جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔
اور تفسیر مظہری کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ:

”اللہ تعالیٰ شہداء کی روحوں کو اجساد (جسموں) کی قوت دیتا ہے تو وہ زمین، آسمان اور جنت سے جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور وہ اگر اللہ چاہے تو اپنے دوستوں کی مدد کرتی ہیں اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں اور اس حیات کی وجہ سے زمین ان کے جسموں اور کفنوں کو نہیں کھاتی۔“

اس فہم پر آفرین ہے:

حضرت مولانا غلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ نے مولانا رام پوری کے جواب میں لکھا کہ:
”پس روایت ”عوارف“ سے برزخ میں چلنا پھرنا ثابت ہوا۔ برزخ لغت میں دوشی کے حاجز کو کہتے ہیں۔ اور شرع میں دنیا و آخرت کے درمیان کی حالت کو کہتے ہیں۔ پس عالم برزخ کی حرکت ارواح کی تو صحاح کی حدیث میں بھی موجود ہے۔ مگر اس سے بحث نہیں۔ ”عوارف“ سے بھی وہی نکلا۔ مگر مدعا مؤلف کا دنیا کے گھر میں آنے کا تھا اور دلیل برزخ میں حرکت کرنے کی۔ اس فہم پر آفرین ہے۔“ [براہین قاطعہ]
اور علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ بھی لکھتے ہیں:

”برزخ اس آڑ کو کہتے ہیں جو دو چیزوں میں حائل ہو۔ حضرت سلمانؓ (فارسی) کا یہ مطلب ہے کہ روحوں اس زمین پر رہتی ہیں جو دنیا اور آخرت کے درمیان ہے اور وہاں آزاد ہیں۔ اس پوری زمین پر جہاں چاہتی ہیں آتی جاتی ہیں۔ یہ قول بھی قوی ہے۔ کیونکہ روحوں دنیا تو چھوڑ چکیں اور آخرت ابھی آئی نہیں۔ اس لئے آخرت میں بھی نہیں گئیں بلکہ دنیا اور آخرت کے درمیان مومنوں کی روحوں وسیع برزخ میں ہیں۔ الخ“

[کتاب الروح، مترجم: ۱۳۱]

(۳)..... اور تفسیر مظہری میں حضرت قاضی صاحب پانی پٹیؒ نے جو یہ لکھا ہے کہ:

”شہداء کی ارواح دوستوں کی مدد کرتی ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں۔“

تو یہ اللہ تعالیٰ کے اذن پر موقوف ہے۔ گویا ملائکہ کی طرح ارواحِ شہداء کو بھی مؤمنین کی نصرت کے لئے واسطہ بنا دیا جاتا ہے۔

(حضرتؒ کے جوابی مکتوب کی قسط نمبر ایک مکمل ہوئی۔ [مرتب] مطبوعہ: ماہنامہ حق چاریار، جنوری ۱۹۹۵ء)

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (411)

اس سے قبل مولانا عزیز الرحمن صاحب کے پیش کردہ دو مسائل پر تبصرہ کیا گیا:

(۱)..... یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاً اللہ کا ورد کرنا۔

(۲)..... انبیاء و اولیاء سے وہ چیز طلب کرنا جو غیر مقدور العبد ہے۔ یعنی بندہ کی قدرت میں نہیں

ہے۔ شرک ہے یا نہیں۔

وظیفہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاً اللہ سے متعلق ایک مولوی صاحب کا اعتراض:

(۱)..... یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاً اللہ کے متعلق میں نے فتاویٰ رشیدیہ سے یہ عبارت پیش کی تھی:

”ورد کرنا یا شیخ عبدالقادر شیاً اللہ وغیرہ حرام ہے۔“

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے ترجمہ ارشاد الطالبین میں لکھا ہے:

”آنکہ جہال می گویند کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاً اللہ یا خواجہ مٹس الدین ترک پانی پتی شیاً اللہ جائز نیست

و اگر روح حضرت شیخ را متصرف الامور اعتقادی کند کفرے دیگر است۔ الخ۔“

اس پر مولانا عزیز الرحمن صاحب کے متعلقین میں سے ایک مولوی صاحب نے یہ اعتراض کیا ہے کہ:

”قاضی ثناء اللہ صاحبؒ پانی پتی کی عبارت میں تو یہ لکھا ہے کہ: اگر شیخ کو مستقلاً متصرف فی الامور سمجھتا ہے تو

یہ کفر ہے ورنہ نہیں۔“

الجواب:

(۱)..... حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے جواب میں یہ فرمایا کہ:

”ورد کرنا یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاً اللہ وغیرہ حرام ہے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت گنگوہیؒ کے نزدیک اگر متصرف الامور کے عقیدہ کے بغیر بھی پڑھے تو

حرام ہے۔ (کیونکہ یہ موہم شرک ہے)

اس وظیفہ کے متعلق حضرت تھانویؒ کی رائے گرامی:

(۲)..... عوام تو یہ وظیفہ اسی عقیدہ سے پڑھتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو اللہ تعالیٰ

نے مستقل طور پر یہ طاقت عطا کر دی ہے کہ وہ لوگوں کی حاجت روائی کریں۔ چنانچہ حکیم الامت حضرت

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”لوگ قبروں پر جا کر ان سے دنیا کے کاموں میں مدد اور رعایت چاہتے ہیں اور قبروں پر جانے میں بالکل یہی

اعتقاد ہوتا ہے کہ وہ ہمارے ممد و معاون ہو جائیں گے..... اور روپیہ اور بیٹا تو ان کے پاس ہے بھی نہیں۔ پھر

وہ تم لوگوں کو کیسے دیں گے؟۔ کوئی قبر کھول کر دیکھے تو وہاں ایک روپیہ بھی نہ ہوگا تو پھر ایسی چیزیں ان سے مانگنا

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (412)

جوان کے پاس بھی نہیں کیسی بے عقلی کی بات ہے۔ رہا یہ خیال کہ وہ دعا کر دیں گے تو ایسا کون خیال کرتا ہے؟ کوئی بڑا خوش عقیدہ ہوگا کہ اس خیال سے قبروں پر جاتا ہوگا۔ ورنہ عام عقیدہ تو یہی ہے کہ وہ خود دیتے ہیں۔ چنانچہ کانپور میں ایک بڑھیا ایک شخص کے پاس آئی کہ بڑے پیر کی نیاز دیدو! انہوں نے کہا کہ بڑی بی نیاز تو اللہ میاں کی دے دیتا ہوں اور ثواب بڑے پیر کو پہنچائے دیتا ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں اللہ میاں کی نیاز تو میں دلا چکی ہوں اس پر بڑے پیر ہی کی نیاز دے دو۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عوام بزرگوں کو صاحب اختیار بالاستقلال سمجھتے ہیں۔ اسی طرح ایک مرتبہ جامع مسجد میں ایک بڑھیا آئی اور کہنے لگی کہ ایک پرزہ تعزی پر لٹکانے کو لکھ دو۔ ہم نے کہہ دیا کہ یہاں کسی کو ایسا پرزہ لکھنا نہیں آتا۔

[اشرف الجواب کامل منتخب از خطبات حکیم الامت زریں گرائی شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی: ۱۰۳]

حضرت تھانویؒ کے اس ارشاد سے مولانا کی مالکی کی اس تاویلی عبارت کی تردید ہو جاتی ہے جو مولانا عزیز الرحمن صاحب نے اپنے مکتوب ص ۷ پر پیش کی ہے:

”(ترجمہ) ہم اپنی دعا و توسل میں نہ اس طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں نہ دوسروں کو کہتے ہیں تاکہ شرک کا وہم بھی باقی نہ رہے اور الفاظ مختلف فیہا سے بھی اجتناب ہو جائے اور متفق علیہ ہی کو پکڑے رہیں لیکن ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے والے پر کفر کا حکم دینا جلد بازی ہے جو صحیح نہیں ہے اور نہ ہی عقلمندی کی بات ہے کیونکہ یہ ضروری ہے کہ اس کا خیال رکھیں کہ یہ الفاظ استعمال کرنے والے موحدین ہیں۔ اللہ جل شانہ کی وحدانیت اور نبی کریم ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں۔ الخ۔“

مولانا عزیز الرحمن سے ایک سوال:

ہم مولانا عزیز الرحمن صاحب سے پوچھتے ہیں کہ کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے والے شرک نہیں کیا کرتے یا شرک نہیں کر سکتے؟ کتنے لوگ ایسے ہیں جو نماز، روزہ کے بھی پابند ہیں اور سنت کے مطابق ڈاڑھیاں بھی رکھتے ہیں اور اولیاء اللہ کی قبروں کو بلکہ زندہ بزرگوں کو سجدہ بھی کرتے ہیں۔ اولیاء اللہ کو قبروں کے علاوہ بھی ہر جگہ سے اس عقیدہ سے پکارتے ہیں کہ وہ اللہ کی دی ہوئی قدرت سے ہر جگہ سے پکارنے والے کی پکار کو سنتے ہیں۔ شیعوں کا تو یہ عقیدہ ہے ہی کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دوسرے ائمہ ہر جگہ سے ان کی پکار سنتے ہیں اور حاجت روائی کرتے ہیں اور ”یاعلیٰ مد“ کا نعرہ ان کی اسی عقیدت پر مبنی ہے اور کئی بظاہر منشرع اہل سنت بھی ”المدد یا غوث“ اسی عقیدہ سے پکارتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت غوث اعظم کو اس کی قدرت عطا کر دی ہے باقی رہ گیا مسئلہ تکفیر یعنی کسی کو کافر قرار دینا تو کسی کی تکفیر میں احتیاط و توقف کرنا یہ جدا مسئلہ ہے۔

لیکن مولانا عزیز الرحمن صاحب پر تو ہمارا یہ اعتراض ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (413)

گنگوہیؒ اور دوسرے اکابر علمائے دیوبند جس بات کو شرک قرار دیتے ہیں۔ مولانا کی مالکی ان کے اس دعویٰ کو باطل قرار دیتے ہیں۔ وہ اس کلمہ شرک کو شرک نہیں کہتے جیسا کہ ”اصلاح مفاہیم“ سے ان کی حسب ذیل عبارت درج کی جا چکی ہے کہ:

”ان تکفیر کرنے والوں کا ایک باطل دعویٰ یہ بھی ہے کہ لوگ انبیاء و صلحاء مرحومین سے ایسی چیز طلب کرتے ہیں جس کا عطا کرنا صرف اللہ پاک کے ہی قبضہ قدرت میں ہے اور ایسی طلب شرک ہے۔ الخ“ [۱۸۹] میں نے اس سے قبل ”اصلاح مفاہیم“ ص ۱۹۹ کی عبارت درج کرنے کے بعد مولانا عزیز الرحمن صاحب کے مکتوب ص ۷ کے حاشیہ نمبر ۱ کی حسب ذیل عبارت نقل کی ہے کہ:

”محمد علوی مالکی کی محولہ بالا عبارت میں صراحتاً یہ مذکور ہے کہ ایسے الفاظ وہ نہ ہی استعمال کرتے ہیں اور نہ ہی ان کی طرف دعوت دیتے ہیں اور نہ ہی ان کے کہنے پر ابھارتے ہیں۔

اس وجہ سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ انہوں نے مذکورہ الفاظ کے بارے میں یہ نہیں فرمایا کہ ان کو کہنا صحیح ہے بلکہ اگر بالفرض کوئی کہہ دے تو اس کو شرک نہ کہیں گے۔ ۱۲“

قاضی عبدالکریم صاحب کلاچی کا اعتراف:

اس پر میں نے لکھا تھا کہ مولانا عزیز الرحمن صاحب نے مولانا کی مالکی کی مکمل طور پر تائید کر دی کہ ”زیر بحث الفاظ شرک نہیں ہیں“ لیکن حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نے مولانا عبدالرحمن صاحب صدیقی کے نام مکتوب گرامی میں یہ تسلیم کر لیا کہ اگر کوئی شخص صاحب قبر سے یہ کہے کہ: ”بیٹا دے!“ تو یہ کلمہ شرک ہے۔ [حق چاریار، جنوری: ۲۴] معترض مولوی صاحب کا نکتہ:

مولانا عزیز الرحمن صاحب کے متعلقین میں سے جن مولوی صاحب نے یا شیخ عبدالقادر جیلانی شہیدؒ کے سلسلہ میں ایک اعتراض پیش کیا تھا۔ معلوم ہوا کہ انہوں نے ہی اب یہ نکتہ نکالا ہے کہ:

”مولانا عزیز الرحمن صاحب کی حاشیہ کی عبارت میں یہ نہیں ہے کہ اس کو شرک نہ کہیں گے بلکہ ہے کہ اس کو شرک نہ کہیں گے۔“

الجواب:

(۱)..... مولانا عزیز الرحمن صاحب نے مجھے اصل مسودہ نہیں بھیجا بلکہ اس کی فوٹو کاپی بھیجی ہے اور میں نے اس کو لفظ ”شرک“ ہی سمجھا تھا۔ اگر مولانا نے لفظ ”مشرک“ لکھا ہے تو یہ میری غلط فہمی ہے۔ لیکن اصل زیر بحث مسئلہ میں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا لفظ مشرک کا معنی بھی تو شرک کرنے والا یا کلمہ شرک کہنے والا ہے۔

دال میں کچھ کالا کالا ضرور ہے:

(۲)..... اور اگر مولانا موصوف ”مجھے بیٹا دو!“ کے الفاظ کو شرک قرار دیتے ہیں۔ تو ان پر لازم تھا کہ وہ صاف طور پر کہہ دیتے کہ میرے نزدیک بھی یہ کلمہ شرک ہے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں لکھا۔ معلوم ہوا کہ دال میں کچھ کالا کالا ضرور ہے۔ کیونکہ اگر وہ یہ کہہ دیتے تو اکابر کی اتباع تو ان کو نصیب ہو جاتی۔ لیکن مولانا کی مالکی کی اس سے تردید ہو جاتی۔ حالانکہ وہ پہلے کتاب ”مفاہیم“ کے متعلق یہ لکھ چکے ہیں کہ:

”ہم نے دیکھا کہ جو کچھ اس میں ہے وہ مکمل طور پر متقدمین و متاخرین جمہور اہل السنّت والجماعت کا مذہب ہے اور یہ وہی طریقہ ہے جس پر ہم نے اپنے محدثین، مفسرین، فقہاء اور محققین مشائخ کو پایا ہے۔ الخ۔“ [تقریظ: ۲۱]

تو مولانا کا ثواب یہ حال ہے کہ ع نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ اگر مولانا یہ تسلیم کر لیں کہ زیر بحث الفاظ کا استعمال شرک ہے تو اس کے بارے میں ان کی پوزیشن واضح ہو جائے گی۔

ارواح کی آزادی:

میں نے ماہنامہ ”حق چار یار“ نومبر و دسمبر ۱۹۹۴ء کے تبصرہ میں یہ لکھا تھا کہ:

شہداء و انبیاء کی حیات کا اثبات کرنے کے بعد مولانا کی مالکی لکھتے ہیں:

”اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ارواح کو ایسی آزادی حاصل ہے جس سے ان کو یہ ممکن ہے کہ اپنے

پکارنے والوں اور مدد طلب کرنے والوں کو زندوں کی طرح بلکہ ان سے بڑھ کر جواب دے سکیں۔“

پھر اسی سلسلے میں لکھتے ہیں کہ:

”انبیاء و اولیاء کا مساعده (یعنی مدد کرنا) یہ اس عالم میں تصرف کے قبیل سے نہیں ہے بلکہ ان کا اس طرح

سے کرنا دعا کے ذریعہ سے مساعده کرنا ہے۔“ [اصلاحِ مفاہیم: ۱۸۷-۱۸۸]

فرمائیے! کیا انبیاء و اولیاء کی ارواح کو اس طرح آزادی حاصل ہے کہ وہ اس جہاں میں ہر جگہ پھرتی

رہتی ہیں۔ پھر اگر کوئی آدمی ان کو مدد کے لئے پکارتا ہے یا ان سے کہتا ہے کہ میرے لئے دعا کرو تو وہ ضرور

ہر اس شخص کی دعا و پکار کو سنتے ہیں۔ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ جناب مالکی صاحب یہاں یہ نہیں فرما رہے کہ ان

کی قبروں پر ان کو پکارا جائے۔ یہاں انہوں نے قبر کی کوئی قید نہیں لگائی۔ حالانکہ حضور رحمتہ للعالمین ﷺ

بھی ہر آدمی کی ہر آن ہر جگہ سے پکار بلکہ درود شریف بھی نہیں سنتے۔ الخ۔“ [ص: ۵۶]

اس کے جواب میں مولانا عزیز الرحمن صاحب لکھتے ہیں:

”مولانا کی مالکی نے تو یہ لکھا ہے کہ ”وہ زندہ ہیں“ شعور و احساس رکھتے ہیں زائرین کو پہچانتے ہیں۔“ یہ لفظ

”زائرین“ بالکل واضح اور صاف طور پر بتا رہا ہے کہ یہاں مدفون فی القبر انبیاء و اولیاء ہی مراد ہیں جن کی

زیارت کی جاتی ہے“ الخ۔ [مکتوب: ۱۹]

الجواب:

(۱)..... مولانا کی مالکی کے الفاظ سے کہ:

”ارواح کو ایسی آزادی حاصل ہے جس سے ان کو ممکن ہے کہ اپنے پکارنے والوں اور مدد طلب کرنے والوں کو زندوں کی طرح بلکہ ان سے بڑھ کر جواب دے سکیں“۔

بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ارواح کی آزادی صرف قبروں تک محدود نہیں بلکہ وہ زندوں کی طرح ہر جگہ جاسکتے ہیں اور ان ابتدائی سطروں میں ”قبر“ کا لفظ بھی نہیں ہے۔ اور اس سے چند سطروں کے بعد جو لفظ ”زائرین“ استعمال کیا ہے اس سے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک سوائے قبروں کے ارواح دوسری جگہ نہیں جاسکتیں۔

(۲)..... اور مولانا عزیز الرحمن صاحب تو ارواح کی عمومی آزادی کو خود تسلیم کر رہے ہیں چنانچہ

انہوں نے حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر مظہری سے عبارت پیش کی ہے:

”ان الله تعالى يعطى لارواحهم قوة الاجساد فيذهبون من الارض والسماء والجنة حيث يشائون الخ۔

اللہ تعالیٰ شہداء کی روحوں کو اجساد (جسموں) کی طاقت دیتا ہے تو وہ زمین، آسمان اور جنت میں سے جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں“۔

مولانا کے نزدیک اس کا مطلب یہ تھا کہ ارواح شہداء اس دنیا کی زمین میں جہاں چاہتی ہیں چلی جاتی ہیں اور یہاں بھی کوئی قبر کی قید نہیں ہے۔ لیکن میں نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ کی ”براہین قاطعہ“ اور علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی ”کتاب الروح“ کی عبارتیں پیش کیں کہ اس سے مراد ارواح شہداء کا برزخ کی زمین میں چلنا پھرنا ہے نہ کہ اس دنیوی جہان کی زمین میں۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ ”حق چار یاز“ جنوری ۱۹۹۵ء، ص ۲۶)

صاحب مفاہیم تلمیس سے کام لیتے ہیں:

(۳)..... مولانا کی مالکی کی کتاب مفاہیم میں متضاد عبارتیں ہیں جیسا کہ اس کے ترجمہ ”اصلاح

مفاہیم“ سے ثابت ہوتا ہے۔ وہ بہت زیادہ تلمیس سے کام لیتے ہیں جس میں عموماً کتاب پڑھنے والے غلط فہمیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ بہر حال مولانا کی مالکی کا اصل عقیدہ یہی ہے کہ انبیاء اولیاء کی ارواح کو عمومی آزادی حاصل ہے۔

(۴)..... اور اسی آزادی کی وجہ سے وہ اپنی قبروں پر بھی زائرین کی فریادیں سنتے ہیں اور ان کی

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (416)

امداد کرتے ہیں۔ چنانچہ مولد نبوی کے موضوع پر ان کی ایک کتاب بنام ”حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف“ چھپی ہوئی ہے جس کے بارے میں انہوں نے لکھا ہے:

”اس موضوع پر ہمارا ایک رسالہ جس کا نام ”حول الاحتفال بمولد النبوی الشریف“ ہے۔“

[اصلاح مفاہیم: ۳۶۶]

پاکستان میں اس کا ترجمہ بنام میلاد مصطفیٰ ﷺ عربی متن کے ساتھ ۱۴۰۳ھ میں ”شرکت حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور“ نے شائع کیا ہے۔ یہ رسالہ اس وقت میرے پاس موجود ہے۔ اس کے مترجم ایک بریلوی عالم مولانا دوست محمد شاہ کرسیالوی ایم اے عربی و اسلامیات (یونیورسٹی امتیازات ہیں۔ اس رسالہ کا مقدمہ ایک دوسرے بریلوی عالم مولانا محمد سرفراز نعیمی فاضل عربی (گولڈ میڈلسٹ) ایم اے عربی و اسلامیات استاد الادب العربی جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہولاہور نے لکھا ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں کہ:

”زیر نظر رسالہ کے اندر عالم اسلام کے عالم اور بیت اللہ شریف کی مسجد الحرام کے استاد الشیخ السید محمد بن علوی المالکی الحسینی نے ”حول الاحتفال بالمولد النبوی شریف“ کے عنوان سے جشن عید میلاد النبی ﷺ کے انعقاد کے جواز پر نہایت ہی محققانہ مدللانہ اور عالمانہ انداز سے ثابت کیا ہے اور منکرین کو لا جواب جوابات دیئے۔ یہ بے مثل اور اپنی نوعیت کا منفرد جامع رسالہ چونکہ عربی زبان میں تھا لہذا بر صغیر کے عام مسلمان اس سے کما حقہ استفادہ نہیں کر سکتے تھے۔“

شرکت حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور کے ڈائریکٹر الحاج محمد امجد علی چشتی دام ظلہ نے اپنے قیام حرمین شریفین کے دوران نہ صرف اس بے مثل عالم سے سند روایت حدیث کی اجازت اور شرف تلمذ حاصل کیا بلکہ موصوف سے ان کی تصنیف کردہ عربی کی چند محققانہ کتب بھی اپنے ہمراہ لائے جن میں یہ درکم یاب بھی ہے..... اصل رسالے اور ترجمہ کے چیدہ چیدہ مقامات کو میں نے دیکھا جس میں نہایت عمدہ طریقے سے حضور ﷺ کی ذات اقدس کی میلاد کی محافل کے انعقاد کو قرآن و حدیث کی روشنی کے علاوہ عقلاً و نقلاً اکیس (۲۱) سے زائد دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔“

حیات برزخیہ:

مولانا مالکی مالکی اس عقیدہ کی تو تردید کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر شریف سے نکل کر جسد اطہر کے ساتھ کسی محفل میں تشریف لاتے ہیں البتہ برزخی حیات کے متعلق لکھتے ہیں:

”نعم! إننا نعتقد أنه صلى الله عليه وسلم حي حياة برزخية كما ملة لا ثقة بمقامه، وأن روحه جواره ميتاحه في ملكوت الله سبحانه وتعالى ويمكن أن يحتضر مجالس الخير ومشاهد النور والعلم، وكذلك أرواح خالص المومنين من اتباعه. وقد قال مالك: بلغني أن الروح مرسله تذهب حيث يشاء. وقال سلمان الفارسي: أرواح

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (417)

المومنین فی برزخ من الأرض تذهب حيث شئت. [کذا فی الروح لابن القيم
: ۱۴۴..... حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف: ۲۶-۲۵]

اس رسالہ کے مترجم نے ترجمہ کا نام ”میلاد مصطفیٰ ﷺ“ رکھا ہے۔ چنانچہ انہوں نے بعنوان حضور ﷺ کی حیات برزخیہ مذکورہ عبارت کا حسب ذیل ترجمہ لکھا ہے:

”ہاں مگر ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ حضور ﷺ کو مکمل حیات برزخیہ حاصل ہے، جو آپ کے مقام و مرتبہ کے لائق اور مناسب ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ملکوت میں آپ کی روح مبارک گردش و سیر کرنے والی ہے۔ اس امر کا امکان ہے کہ آپ کی روح اقدس مجالس خیر اور نور و علم کے مواقع و مشاہد میں تشریف لائے۔ اسی طرح آپ کے مخلص متبعین کی ارواح بھی آسکتی ہیں۔ سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: بلغنی أن الروح مرسلۃ تذهب حيث شاءت میں نے یہ روایت سنی ہے کہ روح آزاد ہے جہاں چاہتی ہے جاسکتی ہے۔

اور سیدنا حضرت سلمان فارسیؓ نے ارشاد فرمایا: ”أرواح المومنین فی برزخ من الارض تذهب حيث شاءت۔ [کذا فی الروح لابن القيم: ۱۳۴] ”زمین میں دفن ہو کر مسلمانوں کی روحوں حالت برزخ میں ہیں اور یہ اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہیں جاسکتی ہیں۔“

[ص: ۲۵]

اب مولانا عزیز الرحمن صاحب فرمائیں کہ ان کے مدوح مولانا مالکی مالکی کی مندرجہ عبارتوں سے مراد انبیاء و اولیاء کی ارواح کی آزادی صرف قبروں تک محدود ہے یا ان کو اتنی آزادی حاصل ہے کہ اس دنیا میں بھی جہاں چاہیں آسکتی ہیں؟ حتیٰ کہ رسول ﷺ کی روح پاک مجالس خیر اور نور و علم کے مواقع و مشاہد میں تشریف لاسکتی ہے اور یہی مطلب میں نے بیان کیا تھا اصلاح مفاہیم کی حسب ذیل عبارت کا کہ:

”اس میں کوئی شک نہیں کہ ارواح کو ایسی آزادی حاصل ہے جس سے ان کو یہ ممکن ہے کہ اپنے پکارنے والوں اور مدد طلب کرنے والوں کو زندوں کی طرح بلکہ ان سے بڑھ کر جواب دے سکیں۔“

یقیناً یہاں بھی آزادی سے مراد مالکی صاحب کی وہی ہے کہ ارواح مبارکہ اس دنیا میں بھی آزادی سے آجاسکتی ہیں اور بعد چند سطروں کے جو انہوں نے زائرین کا لفظ لکھا ہے تو اس سے اس عمومی آزادی کی نفی مقصود نہیں ہے۔

مولانا مالکی مالکی کی علمی خیانت:

مولانا مالکی مالکی نے حضرت سلیمان فارسیؓ کے حوالہ سے علامہ ابن قیمؒ کی کتاب الروح سے جو عبارت پیش کی ہے وہ پوری نہیں لکھی۔ چنانچہ اس کے بعد یہ عبارت ہے جو میں نے حق چار یار، جنوری

۱۹۹۵ء، ص ۳۶ پر نقل کی ہے کہ:

”برزخ اس آڑ کو کہتے ہیں جو دو چیزوں میں حائل ہو۔ حضرت سلمانؓ (فارسی) کا یہ مطلب ہے کہ روحمیں اس زمین پر رہتی ہیں جو دنیا اور آخرت کے درمیان ہے اور وہاں آزاد ہیں اس پوری زمین پر جہاں چاہتی ہیں آتی جاتی ہیں۔ یہ قول بھی قوی ہے۔ کیونکہ روحمیں دنیا تو چھوڑ چکیں اور آخرت ابھی آئی نہیں۔ اس لئے آخرت میں بھی نہیں گئیں بلکہ دنیا اور آخرت کے درمیان مومنوں کی روحمیں وسیع برزخ میں ہیں۔“

[کتاب الروح مترجم: ۱۳۱]

چونکہ بعد کی عبارت سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ روحمیں اس دنیا میں نہیں آتیں بلکہ برزخ میں چلتی پھرتی ہیں اور کی مالکی صاحب یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ روحمیں اس دنیا میں آتی ہیں اور مجالس خیر میں تشریف لاتی ہیں اس لئے انہوں نے مابعد کی عبارت کو نظر انداز کر دیا۔ فرمائیے! کیا یہ علمی خیانت نہیں ہے؟؟

(۲)..... مترجم نے حضرت سلمان فارسیؓ کے ارشاد کا ترجمہ غلط لکھا ہے۔ انہوں نے ”الارض“ کے لفظ سے بجائے برزخ کی زمین کے اس دنیا کی زمین مراد لے لی اور ترجمہ یوں لکھ دیا کہ ”زمین میں دفن ہو کر مسلمانوں کی روحمیں حالت برزخ میں ہیں۔“

اور حضرت مولانا غلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ نے بھی ”براہین قاطعہ“ میں مولانا عبدالمسیح صاحب رام پوری کے جواب میں برزخ من الارض سے مراد برزخ کی زمین لی ہے نہ اس دنیا کی۔

[ملاحظہ ہو ”حق چار یار“ ماہ جنوری، ص ۳۶]

روح نبوی ﷺ کا حاضرو ناظر ہونا:

یہی مولانا کی مالکی صاحب ذکر مولد نبوی کے وقت اہل مجلس کے قیام کرنے پر دلائل دیتے ہوئے پانچویں دلیل کے تحت حدیث تخلقوا بأخلاق اللہ کا سہارا لے کر یہ لکھتے ہیں کہ:

”انہ علیہ الصلوٰۃ السلام متخلق باخلاق ربہ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام فی الحدیث القدسی انا جلیسی من ذکر نی وفی رواہ انا مع من ذکر نی فکان مقتضی تاسیہ بر بہ وتخلقه باخلاقہ ان یکون صلی اللہ علیہ وسلم حاضر مع ذاکرہ فی کل مقام یدکر فیہ بروحہ الشریفہ ویكون استحضار الذاکر ذلک موجبا لزیادۃ تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم۔“

”اور حضور ﷺ روحانی طور (یعنی روحانی روح مبارک کے حاضر ہونے) پر حضور پر نور ﷺ کا اپنے پروردگار کے اخلاق سے متخلق ہونا دلیل ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ”جو شخص میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ہم نشین ہوں۔“ ایک اور حدیث پاک میں حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”میں ہر اس شخص کے ساتھ ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے۔“ چنانچہ حضور اقدس ﷺ کی ذات اقدس کا اپنے پروردگار کے موافق ہونا اور اللہ تعالیٰ کے اخلاق عالیہ جلیلہ سے متخلق ہونے کی صفت کا تقاضا ہے کہ حضور ﷺ ہر اس

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (419)

شخص کے پاس حاضر و ناظر ہوں جو حضور کا ذکر کرے۔ ہر جگہ آپ کو آپ کی روح اقدس کے ساتھ ذکر کیا جائے اور ذکر کرنے والے کا اس طرح حضور پر نور ﷺ کی ذات اقدس کو حاضر ناظر تصور رکھنا حضور پر نور ﷺ کی تعظیم اور آداب میں زیادتی کا باعث اور سبب ہے۔“ [ایضاً ص ۳۰-۳۱]

یہ ہے روح نبوی کے متعلق مولانا کی مالکی کا عقیدہ کہ جہاں آنحضرت ﷺ کا ذکر کیا جائے وہاں روح نبوی حاضر (موجود) ہو جاتی ہے اور دلیل بھی کی مالکی صاحب نے عجیب و غریب دی ہے کہ چونکہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے اخلاق کا مکمل نمونہ ہیں اور چونکہ حدیث قدسی کے مطابق اللہ تعالیٰ وہاں موجود ہوتا ہے جہاں اس کا ذکر کیا جائے اس لئے رسول ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کی طرح وہاں موجود ہوتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔ حالانکہ تخلقوا بأخلاق اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ..... بندوں پر رحیم و کریم ہے۔ ستار و غفار ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ بھی مومنین کے لئے رحیم و کریم ہیں چنانچہ فرمایا: وبالْمُؤْمِنِينَ رُؤْفَ رَحِيمٍ۔ اور آپ مومنین یعنی صحابہ کرامؓ پر شفقت و رحم کرنے والے ہیں اور ان کے عیوب پر پردہ ڈالنے والے اور ان کی لغزشیں معاف کرنے والے ہیں۔

چنانچہ فرمایا:

واعف عنهم واستغفر لهم وشاورهم في الامر. (اور آپ ان کو معاف کر دیں اور ان کے لئے اپنے رب سے بخشش طلب کریں اور اہم امور میں ان سے مشورہ لیں۔)
فبما رحمة من الله لنت لهم. [آل عمران] اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ آپ ان کے لئے نرم دل ہیں۔

لیکن کی مالکی صاحب نے اخلاق الہی سے وہ صفات مراد لے لیں جس میں اس کا کوئی شریک نہیں کیونکہ اس کی خاص صفت تو یہ ہے:

و هو معكم اينما كنتم تم جہاں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔

و هو بكل شئ عليم. وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

نحن اقرب اليه من حبل الوريد. ہم انسان کی شہ رگ سے بھی اس کے نزدیک ہیں۔

و هو على كل شئ قدير. وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

خالق كل شئ. وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔

کیا رسول اللہ ﷺ بھی انسان کی شہ رگ سے بھی اس کے نزدیک ہیں اور آپ بھی ہر چیز کے خالق ہیں؟

حضرت مدنیؒ کا ارشاد مبارک:

شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ نے درس بخاری میں باب کیف كان بدء الوحى کی

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (420)

حدیث ”کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان أجود الناس۔ الخ“ [الحديث] یعنی رمضان المبارک میں رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے“ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ: ”جناب رسول اللہ ﷺ ہر صفت میں اکمل تھے جس طرح أشجع الناس (سب سے زیادہ شجاع) تھے۔ اس طرح أجود الناس بھی تھے۔ آپ نے اپنے واسطے کوئی چیز جمع نہ کی۔ وفات کے وقت اپنی زرہ یہودی کے ہاں رہن رکھی اور اپنے اہل و عیال کی غذا کے لئے کچھ نہ تھا۔ اس روایت میں دو بحثیں ہیں۔

رمضان المبارک میں کثرتِ جود کی وجہ:

(۱)..... رمضان المبارک میں کثرتِ جود کی کیا وجہ تھی؟..... تو واقعہ یہ ہے کہ تخلقوا بأخلاق اللہ فرمایا گیا ہے خدا کے وہ اخلاق اختیار کرنے جو ہمارے لئے جائز ہیں۔ اور خداوند کریم کا جود رمضان میں زیادہ ہوتا ہے، اسی لیے ابوابِ جہنم بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور اسی جود کی زیادتی کی وجہ سے زیادہ تر اس کا احتمال ہے کہ لیلۃ القدر رمضان میں ہو اور وہ بھی اخیر عشرہ میں تو جب اللہ تعالیٰ رمضان المبارک میں بہت جود (سخاوت) کرتے ہیں۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ کی صفات کے مظہر ہیں اور محبوب خدا ہیں۔ آپ بھی رمضان میں تخلقوا بأخلاق اللہ کے مطابق زیادہ جود کی حالت میں ہوں گے۔“

[درس بخاری ۲۵/ صفر ۱۳۵۸ھ]

یہ ہے تخلقوا بأخلاق اللہ کا صحیح مطلب جو عارف مدنی نے بیان فرمایا ہے اور مولانا کی مالکی نے تو محض قیاس اور بالکل غلط قیاس کی بنا پر حضور اکرم ﷺ کو حق تعالیٰ کی صفت خاصہ میں شریک بنا دیا۔ حالانکہ عقائد تو قطعیات سے ثابت ہوتے ہیں نہ کہ قیاسات سے۔

یہ ہیں کی مالکی صاحب مولانا عزیز الرحمن صاحب اور مولانا عبدالحفیظ صاحب کی وغیرہ کے مددوح جن کے نظریات کو وہ جمہور اہل السنۃ والجماعت اور اکابر علمائے دیوبند کے بالکل موافق قرار دیتے ہیں۔ فرمائیے! کیا کسی اہل سنت محقق نے سرور کائنات ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا ہے کہ جس مجلس میں آپ کا ذکر کیا جائے وہاں آپ کی روح حاضر (موجود) ہوتی ہے؟..... اور ہم یہ بھی پوچھتے ہیں کہ کیا روح نبوی صرف ذکر میلاد شریف کے موقع پر ہی حاضر ہوتی ہے یا آنحضرت ﷺ کی سیرت اور دیگر کمالات و معجزات کے بیان کے موقع پر بھی؟..... اور پھر کیا صرف اجتماعی ذکر میں ہی روح نبوی تشریف لاتی ہے یا انفرادی ذکر کمالات رسالت میں بھی؟..... اور جہاں جس وقت بھی درود شریف پڑھا جاتا ہے وہاں بھی روح نبوی کی تشریف آوری کی سعادت حاصل ہوتی ہے یا نہیں؟

علاوہ ازیں مولانا کی مالکی نے انعقاد محافل میلاد کے حق میں اس رسالہ میں جو دلائل پیش کئے ہیں وہ کوئی نئے نہیں بلکہ تقریباً وہی ہیں جو ان سے پہلے مولانا عبدالمسیح صاحب رام پوری وغیرہ علماء پیش کر چکے

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (421)

ہیں اور جن کے محققانہ جوابات حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ”براہین قاطعہ“ میں دیئے ہیں۔ اور حکم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ”اصلاح الرسوم“..... کے علاوہ اپنے خطبات و تقاریر میں بڑی تفصیل سے دیئے ہیں۔ بخوف طوالت ہم ان کو فی الحال یہاں بیان نہیں کرتے۔

ایک انوکھا اعتراض:

مولانا عزیز الرحمن صاحب بعنوان ”آپ کے مدروح جناب ڈاکٹر مفتی صاحب کے عجیب فتوے“ لکھتے ہیں: ”انوار مدینہ میں ڈاکٹر مفتی صاحب (یعنی مولانا عبدالواحد صاحب مدرس جامعہ مدنیہ لاہور) نے ساتویں فصل بدعتی کی تو قیروہ و تصیف کے ذیل میں لکھا ہے:

”آخر میں ہم مرتب رسالہ کی توجہ ایک حدیث کی طرف کراتے ہیں من وقر صاحب بدعة فقد

أعان علی ہدم الإسلام۔ مرتب رسالہ نے بدعتی کی تو قیروہ اس طرح کی ہے کہ ان لوگوں کو اس

طرح ذکر کیا ہے حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب، حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب وغیرہ۔“

حضرت جی! ڈاکٹر مفتی صاحب کا یہ فتویٰ کن کن کو لپیٹ میں لے گا اور بالخصوص آپ کے اپنے تحریر

فرمودہ ماہنامہ ”حق چار یار“ میں یہ الفاظ ”مولانا عبدالسمیع صاحب رامپوری مرحوم“ لکھنے کے بعد آپ بھی تو

اس فتویٰ کی زد میں ہیں۔ (کہ ایک بدعتی کو اپنا مولیٰ بتا رہے ہیں۔) [نعوذ باللہ] انوار مدینہ، ص: ۳۱، ربیع

الاول ۱۴۱۲ھ [مکتوب: ۱۶]

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ ڈاکٹر مفتی صاحب موصوف نے جو حدیث پیش کی ہے اس کا جواب تو

آپ کو دینا چاہیے تھا۔

عرف میں لفظ مولوی اور مولانا کا استعمال:

(۲)..... ”مولیٰ“ کے متعدد معنی ہیں اور کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ لفظ ”مولوی“ بھی دراصل

مولائی ہے۔ (یعنی میرا مولیٰ) حقیقت یہ ہے کہ عرف میں مولانا اور مولوی کے الفاظ علماء کے لیے استعمال

ہوتے ہیں۔ اور عرفاً مولوی کا لفظ کم درجے کے عالم کیے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور ایک زمانہ تھا کہ بڑے

بڑے علماء کے لئے ملا کا لفظ استعمال ہوتا تھا۔ مثلاً ملا جیون جواورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے۔ جو

مصنف ہیں ”تفسیر احمدی“ اور ”نور الانوار“ کے۔ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی، ملا علی قاری حنفی وغیرہ۔ شیعوں کے

بڑے بڑے علماء کے لئے بھی ملا کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً ملا یعقوب کلینی مؤلف ”اصول وفروع کافی“۔

اور ملا باقر مجلسی جن کو شیعہ رئیس المحدثین لکھتے ہیں۔ اور آج کل تو کراچی کے ایدھی کو بھی اخبارات میں مولانا

ایدھی لکھا جاتا ہے۔ گویا کہ اب تو مولانا کا لفظ بھی کوئی خاص وزن نہیں رکھتا۔

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (422)

(۳)..... حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری، اختلافی مسائل کی بحث میں مولانا

عبدالمسیح صاحب رام پوری کے لیے بڑے سخت الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن بحیثیت عالم ہونے کے ان کے نام کے ساتھ ”مولوی“ کا لفظ بھی استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

”واضح ہوا کہ مؤلف اس کا مولوی عبدالمسیح رام پوری ہے۔“

”براہین قاطعہ“ کے مؤلف کون ہیں:

مولانا احمد عبدالرحمن صاحب صدیقی نے اپنے گرامی نامہ میں مجھے لکھا ہے کہ:

”اور پھر حضرت والا نے بھی اپنے تبصرہ شریفہ میں ایک مزید تلخ بحث میں اجازت بیگی کی اور حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم نے اپنے نام سے مضمون شائع کیوں نہیں کیا وغیرہ تحریر فرمائی ہے۔ تو اس سلسلہ میں بندہ کیا عرض کرے۔ صرف یہ کافی ہے کہ اپنے اکابر میں اکثر حضرات کا معمول ہمارے سامنے ہے کہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی قدس سرہ العزیز نے ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے لکھوا کر اپنے نام مبارک سے شائع فرمایا۔ اس کے برعکس حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو بندہ نے خود دیکھا کہ اپنے قلم سے مضمون لکھ کر اپنے کسی خادم یا ناظم کے نام سے ”ترجمان اسلام“ رسالہ میں شائع فرما دیتے تھے..... اس طرح بندہ نے حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب کی دامت برکاتہم خلیفہ ارشد حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے خود سنا ہے کہ انہوں نے براہ راست حضرت شیخ سے کئی دفعہ سنا کہ ”براہین قاطعہ“ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف ہے جو انہوں نے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے اسم گرامی سے چھپوائی تھی۔ پس اسی طرح اگر ایک صاحب بصیرت بزرگ و شیخ حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم نے کسی دینی مصلحت سے اپنے خادم کا نام استعمال فرمایا تو کون سی قباحت ہے؟ الخ“۔

الجواب:

(۱)..... ان بزرگوں کا طرز عمل آپ کے موافق نہیں کیونکہ آپ نے تو اس وقت کتاب ”اصلاح

مفاہیم“ پڑھی ہی نہ تھی لیکن آپ کے نام سے حضرت صوفی صاحب نے اپنی طرف سے اس پر تقریظ شائع کر دی اور یہی تقریظ فتنہ کا باعث بن گئی۔ لیکن برعکس اس کے اگر آپ کی پیش کردہ روایت صحیح ہے تو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری نے ”براہین قاطعہ“ مطالعہ کر لی تھی اس کے بعد ان کے نام سے شائع کی گئی۔

یہ روایت سنی سنائی:

(۲)..... مندرجہ روایت سنی سنائی ہے، جس کے راوی مولانا عبدالحفیظ صاحب کی ہیں۔ پہلے ہم

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (423)

نے یہ روایت نہیں سنی۔ بلکہ ”براہین قاطعہ“ پر خود حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہیؒ نے جو تقریظ لکھی ہے وہ اس روایت کے منافی ہے۔ چنانچہ ”براہین قاطعہ“ طبع جدید (مارچ ۱۹۸۷ء ناشر۔ دارالاشات اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی) ص ۲۷۷ بایں الفاظ حضرت گنگوہیؒ قدس سرہ کی تقریظ درج ہے۔

تقریظ کتاب ”براہین قاطعہ“:

”چکیدہ قلم فیض رقم جناب قدوۃ المحققین زبدۃ الفقہاء و المحدثین عمدۃ الصلحاء و الکاملین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی مدنیو مہم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامداً و مصلياً۔ اما بعد!

احقر الناس خادم الطلبة بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ نے..... اس کتاب مستطاب ”براہین قاطعہ“ کو اول سے آخر تک بغور دیکھا۔ الحق کہ بندہ کے نزدیک یہ رد اور جواب کافی اور الزام و حجت دانی ہے۔ اور فی الواقع یہ ”براہین قاطعہ“ اپنے مصنف کی وسعت نور علوم دینیہ، فصاحت ذکا و فہم و حسن تقریر و بہاء تحریر پر دلیل واضح اور اقوال مخالف کے باحسن البیان فاضح ہے۔ لہذا یہ احقر الناس اس کتاب کو ملقب ”بالدلائل الواضحة علی کراہتہ المروج من المولود والفاتحہ“ کرتا ہے۔ حق تعالیٰ اس کے مؤلف کے علم و فہم میں برکت اور اس کی خیرات و مبرات میں عموماً اور اس تالیف نفیس میں خصوصاً کرامت قبولیت عطا فرما دے اور اس کو موجب ندامت اور توبہ اہل بدعت کا اور سبب استقامت اور تثبت متبعین سنت کا بنا کر مقبول مقبولین و معمول عالمین فرماوے آمین۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔ واللہ تعالیٰ ولی التوفیق۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی سید الکائنات وآلہ وصحبہ اہل الدرجات عدد ما یحب و

یرضی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ [براہین قاطعہ جدید: ۲۷۷]

اس تقریظ سے واضح ہوتا ہے کہ مؤلف کتاب کوئی اور ہیں جس کو حضرت گنگوہیؒ دعائیں دے

رہے ہیں اور ان کی اس طرح مدح فرما رہے ہیں۔

(۳)..... ”براہین قاطعہ“ کے آخر میں بطور ضمیمہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی زید مجدہم بانی

وسرپرست ماہنامہ الفرقان لکھنؤ کا مضمون درج ہے جس میں آپ نے مولانا عبدالمسیح صاحب کے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں حضرت مولانا نعمانی نے المہند کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ:

”ان سوالوں کا جواب حضرت مولانا غلیل احمد صاحب مصنف ”براہین قاطعہ“ نے تحریر فرمایا۔“

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی رائے گرامی:

حضرت مولانا نعمانی جو بڑے کامیاب مناظر رہے ہیں انہوں نے بھی حضرت محدث سہارنپوریؒ

کو ہی ”براہین قاطعہ“ کا مصنف قرار دیا ہے۔ اور شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ قدس سرہ نے بھی ”الشہاب الثاقب“

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (424)

میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہ کو ہی ”براہین قاطعہ“ کا مؤلف قرار دیا ہے۔ چنانچہ فصل خامس کے تحت بعنوان ”تفصیل تہمت بر حضرت مولانا سہارنپوری دامت برکاتہم“ لکھتے ہیں:

”وارث انبیاء و مرسلین، زبدۃ العلماء الکاملین، رئیس الأصفیاء والمفسرین، محی السنۃ البیضاء، قاصع البدع الظلماء حضرت مولانا الحافظ المولوی خلیل احمد صاحب الحنفی الأنصاری الأیوبی الجشتی القادری النقشبندی السہروردی السہارنپوری دامت بحب فیوضہ۔ (آمین) مؤلف ”براہین قاطعہ“ پر تہمت لگائی۔ الخ۔“

پھر فصل سابع کے تحت بعنوان ”تہمت ثانی بر مولانا سہارنپوری دامت مجدہ“ لکھتے ہیں:

”حضرت مولانا دامت مجدہ، پر یہ تہمت لگائی کہ وہ ”براہین“ میں شیطان العین کو باری تعالیٰ کا شریک ہونا مسلم رکھتے ہیں۔ الخ۔ [ایضاً الشہاب الثاقب]

(۳)..... اس بحث کے سلسلہ میں حضرت مدنی قدس سرہ لکھتے ہیں:

”حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ صاحب عقل و فہم تھے۔ طبعیت نہایت سلیم رکھتے تھے۔ مسلمانوں کے ساتھ جیسا کہ حسن ظن کا حکم نبوی علیہ السلام ہے عمل درآمد رکھتے تھے۔ انہوں نے بے شک ”براہین“ کے لفظ لفظ کو دیکھا اور اس کو صحیح و صواب اور مطلب مؤلف کو بخوبی سمجھے اور تصدیق کی اور دعوات صالحہ سے مؤلف موصوف کو سرفراز فرمایا۔ فہنیاً لہ۔“

فرمائیے! حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں کتنی وضاحت سے فرمادیا کہ ”براہین قاطعہ“ کے مؤلف حضرت مولانا سہارنپوری ہیں اور حضرت مولانا گنگوہی نے اس کے لفظ لفظ کو دیکھا۔ اس کی تصدیق کی اور مؤلف کو دعائیں دیں۔ آپ کوئی تحریری ثبوت پیش کریں کہ ”براہین قاطعہ“ کے مؤلف حضرت مولانا گنگوہی ہی ہیں۔ اور اگر بالفرض حضرت گنگوہی ہی اس کے مؤلف ہیں بھی تو حضرت سہارنپوری کے مطالعہ کے بعد ہی اس کو چھپوایا گیا۔

فیصلہ ہفت مسئلہ:

بے شک رسالہ ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ہی نے لکھا ہے، لیکن امام الاولیاء سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ کو سنا کر آپ کے نام سے شائع کیا ہے نہ کہ حضرت حاجی صاحب کو سنائے بغیر اس کو شائع کر دیا۔

مولود شریف میں قیام پر حضرت مدنی کا ارشاد:

چنانچہ ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کے متعلق شیخ العرب والعجم حضرت مدنی قدس سرہ نے دارالعلوم دیوبند کے درس بخاری (ربیع الاول ۱۳۵۸ھ) میں قیام تعظیمی کی بحث کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ:

”اس کے علاوہ مولود شریف میں قیام مدت سے زیر بحث چلا آتا ہے اور عوام الناس اس قدر غلو کرتے ہیں کہ اس کو فرض قرار دیا جاتا ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ کے حین حیات میں آپ نے صحابہؓ کو منع فرمادیا باوجودیکہ صحابہؓ آپ کے فدائی تھے اور صحابہؓ آپ کی تشریف آوری پر قیام نہ کرتے تھے تو آج بعد از وصال مبارک جبکہ خود آپ تشریف نہیں لاتے، قیام کیونکر مشروع ہو گیا ہے۔ اور اگر بالفرض تشریف بھی لاتے ہوں تو مشروع نہیں ہو سکتا کیونکہ الامر فوق الادب..... مولانا عبدالحی صاحب نے جو اب فنادی میں سے ہیں مولود کے وقت قیام کو مکروہ اور بدعت لکھا ہے۔ اور یہی قول دوسرے ائمہ کا ہے اور ہمارے اکابر کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

باقی حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے جو اپنے ایک رسالہ میں عند المیلاد قیام کا جواز لکھا ہے سو وہ ار باب فتویٰ میں سے نہیں ہیں، ان کا علم لدنی مسلم ہے، لیکن ان کی ظاہری تعلیم صرف مشکوٰۃ شریف تک تھی، اور جو فتویٰ وغیرہ دریافت کرنا ہوتا تھا حضرت مولانا گنگوہی سے دریافت کرتے تھے، اگرچہ ان کے مرشد تھے۔ اور یہ اس طرح پر ہے کہ ہر فن میں امام فن کا قول معتبر ہوتا ہے، مثلاً تعمیر کے متعلق انجینئر کا قول معتبر ہے، قابل اعتبار ہوگا نہ عالم کا۔ فقہ میں حضرت امام اعظمؒ کا قول معتبر ہوگا نہ (کہ) صوفیاء کا۔ اور حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کا قول بھی فقہ میں معتبر نہ ہوگا۔ اسی طرح حاجی صاحبؒ موصوف کا قول فتویٰ میں معتبر نہیں ہو سکتا۔ اور قیام عند المیلاد کو باطن سے تعلق نہیں بلکہ علم ظاہر سے تعلق ہے۔ کیونکہ کہا جائے گا کہ کیفیات ستہ میں سے (یعنی فرض واجب وغیرہ میں سے) یہ کس درجے میں ہے۔

رسالہ ہفت مسئلہ کی تالیف کی وجہ:

اور حاجی صاحبؒ کے رسالہ کا اصل واقعہ اس طرح ہوا ہے کہ ان کی خدمت میں لوگوں نے یہ پیش کیا کہ آج کل سات مسائل ایسے ہیں جن کی وجہ سے ہندوستان میں بہت زیادہ اختلاف رونما ہو رہا ہے۔ آپ اس کا فیصلہ کریں تو وہاں کے علماء نے ان مسائل کی نسبت لکھا اور حضرت حاجی صاحبؒ نے ان کی موافقت کی۔

حضرت گنگوہیؒ کی رائے گرامی:

مولانا اشرف علی صاحبؒ تھانویؒ حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان مسائل کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس رسالہ کو حضرت مولانا گنگوہیؒ کے پاس لے جاؤ۔ وہ اس کو دیکھیں اور اگر اس کو قابل شائع ہونے کے سمجھیں تو اس کو شائع کر دیا جائے۔ لیکن اُن دنوں مولانا تھانویؒ کو مولانا گنگوہیؒ سے کچھ رنجش تھی اس لیے انہوں نے ان کو نہیں دکھلایا اور خود بخود شائع کر دیا اور پھر اس کے کچھ نسخے مولانا گنگوہیؒ کے پاس بھیج دیئے۔ انہوں نے اس کو پڑھ کر فرمایا کہ: اچھا ہو گیا ہے۔ سردی کا موسم ہے اس کو جلا کر وضو کا پانی گرم کروں گا۔ مولانا گنگوہیؒ حضرت حاجی صاحبؒ کے مرید تھے اور اس قدر

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (426)

اُن پر فدا تھے کہ ان کی وفات کے بعد بہت مضطرب ہوئے اور روتے تھے۔ لیکن باوجود اس کے حاجی صاحبؒ کا فتویٰ قبول نہ کیا۔۔۔۔۔ الخ۔“

اسی سلسلہ میں حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ:

”نیز صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں مولود شریف کا ثبوت کہیں نہیں ملتا۔ اس میں شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی تعظیم ہم پر واجب ہے حتیٰ کہ آپ کا پیشاب و پاخانہ تک بھی ہمارے لئے قابل تعظیم ہے۔ لیکن جو چیزیں کہ سنت سے ثابت نہیں ان میں تشدد کرنا فضول ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش و وفات آپ کے اخلاق، جہاد و نماز وغیرہ کا ذکر سب باعث خیر و برکت ہے اور ہم سے مطلوب ہے۔ لیکن اس کو ایسے طریق پر ادا کرنا چاہیے جس کی ہم کو شریعت نے اجازت دی ہو۔۔۔۔۔ الخ۔“

حضرت گنگوہیؒ اور حضرت تھانویؒ کا اختلاف:

ان حضرات کا اختلاف و رنجش دنیوی نہ تھی بلکہ اس کا تعلق دینی مسائل سے تھا، جس کی تفصیل کے لیے خط و کتابت حضرت گنگوہیؒ اور حضرت تھانویؒ کے مابین ہوئی تھی۔ اور یہ خطوط ”تذکرۃ الرشید حصہ اول“ میں شائع ہو چکے ہیں۔ شروع شروع میں حضرت مولانا تھانویؒ عرس اور محفل میلاد میں شریک ہو جاتے تھے اور اس قسم کے اجتماعات میں تقریر بھی فرماتے تھے۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کو معلوم ہوا تو ناراض ہو گئے۔ پھر حضرت تھانویؒ نے اپنے شبہات و استدلالات پیش کئے جن کے محققانہ جوابات حضرت گنگوہیؒ نے دیئے۔ اس کے بعد حضرت تھانویؒ نے اپنے سابقہ موقف سے رجوع کر لیا۔ یہ ہے ان حضرات اہل اللہ کا اخلاص۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

مولانا لدھیانوی کا تبصرہ:

”حول الاحتفال“ میں مولانا مالکی نے محفل میلاد کے انعقاد اور قیام تعظیمی وغیرہ کے متعلق جو دلائل پیش کئے ہیں، وہ بودے اور رکیک ہیں اور شرعاً وہ قابل اعتبار نہیں۔ ان کی اپنی پیوند کاری ان کے علم و فہم کا پردہ چاک کرتی ہے۔ اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی زید فاضلہم [مدیر: ماہنامہ بینات] کراچی نے ”اصلاح مفاہیم“ کے متعلق اپنے مختصر تبصرہ میں بالکل صحیح لکھا ہے کہ:

”کتاب کے بعض مباحث تو بڑے ایمان افزا ہیں۔ مگر جناب مصنف نے جگہ جگہ محمل میں ٹاٹ کی پیوند کاری کی ہے اور شکر میں اپنے مفرد افکار و مفاہیم کا زہر ملایا ہے۔۔۔۔۔ الخ۔“

۱۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کا مکمل تبصرہ زیر نظر کتاب کے اسی باب میں شامل ہے۔ یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ حضرت مولانا لدھیانویؒ موصوف بھی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ کے خلفاء میں سے ہیں۔ نیز حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ کی اس تحریر کا عکس آخری باب میں ملاحظہ فرمائیں۔ [مرتب]

ملکی مالکی کٹر بریلوی ہیں:

مولانا محمد بن علوی ملی مالکی موصوف کی تصانیف ”الاحتفال بالمولد النبوی الشریف“ اور زیر بحث کتاب ”اصلاح مفاہیم“ کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ موصوف بریلوی مسلک کے عالم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حول الاحتفال کا ترجمہ بھی میلاد مصطفیٰ کے نام سے ایک بریلوی عالم نے لکھا ہے اور اس کتاب کی اشاعت بھی بریلوی مسلک والوں نے کی ہے۔ اسی طرح ان کی بعض دوسری تصانیف کا ترجمہ بھی بریلوی علماء نے کیا ہے۔

(۲)..... لیکن بریلوی مسلک ماہنامہ ”جہان رضا“ فروری ۱۹۹۲ء کے مطالعہ سے تو اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ آپ کٹر بریلوی عالم ہیں۔ چنانچہ اس شمارہ کے ص ۲۶ پر حسب ذیل عنوان سے مولانا ملی مالکی کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔^۱

”خانوادہ بریلی کا ایک عرب مفکر، فضیلۃ الشیخ پروفیسر ڈاکٹر محمد علوی الحسنی المالکی مدظلہ

از: جناب مفتی محمد خان صاحب قادری مدظلہ العالی

آپ کا اسم گرامی محمد والد کا علوی اور دادا کا نام عباس ہے۔ آپ کا تعلق خاندان سادات سے ہے۔ سلسلہ نسب ۲۷ واسطوں سے رسالت مآب ﷺ تک پہنچتا ہے۔ مسلک مالکی اور مشرب قادری ہیں۔ کیونکہ آپ کے دادا اور والد گرامی دونوں شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء تھے اور آپ خلیفہ اعلیٰ حضرت خطیب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ آپ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے وہیں پرورش پائی، مسجد حرام مدرسۃ الفلاح اور مدرسۃ تحفہ القرآن الکریم سے آپ نے تعلیم حاصل کی۔ آپ نہایت قد آور شخصیت کے مالک ہیں۔“

مولانا ضیاء الدین قادری سے تعلق:

خود مولانا ملی مالکی ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:

”جن لوگوں سے میں نے سند حدیث حاصل کی ہے ان میں سے ایک معمر ترین بزرگ جن کی عمر سو سال سے زائد ہے۔ مولانا ضیاء الدین قادری ہیں ان کی سند نہایت اعلیٰ و افضل ہے۔ انہوں نے جن بزرگوں سے روایت کی ہے ان میں سے ہندوستان کی مشہور شخصیت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ ہے۔ جو شیخ زینی و حلان مفتی مکہ کے ہم عصر ہوئے ہیں۔ اس موضوع پر آپ کی کتاب ”الطالع السعد“ کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔ [ص: ۲۷]

یہ مولانا ضیاء الدین صاحب قادری جو مولانا احمد رضا خان صاحب کے شاگرد و مرید ہیں وہی ہیں

جن کے مالکی صاحب خلیفہ ہیں۔

فن حدیث میں ڈاکٹریٹ:

آپ نے جامعہ از مصر میں فن حدیث اور اصول حدیث کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کی۔ [۶۷]
آپ نے مختلف تعلیمی تدریسی، تربیتی اور انتظامی ذمہ داریاں سنبھالنے کے ساتھ تیس سے زائد کتب تصنیف کی ہیں جو عالم اسلام کے لئے رہتی دنیا تک رہنمائی کا کام دیں گی۔

نمبر ۹..... حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف، جشن میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر

لا جواب کتاب ہے۔ [۳۲]

نمبر ۲۲..... مفاہیم يجب أن تصحح، الذخائر المحمدیہ، پر لوگوں نے جو اعتراض وارد کر

کے غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی، ان کا جواب اس کتاب میں دیا گیا ہے۔ [ایضاً: ۳۵]

بارگاہ رضویت سے عقیدت

”علامہ سید محمد علوی مالکی کی اپنے علم و فضل کو نورانیت دینے کے لئے بارگاہ رضویت سے اپنا حصہ لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اسلاف کرام کی شان میں انگشت نمائی اور زبان درازی کرنے والوں سے سخت نفرت رکھتے اور انہیں ان کی غلط حرکتوں سے باز رکھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے علم و فضل کے بڑے مداح ہیں۔

بیعت غالباً اپنے والد بزرگوار سے ہیں۔ حضور مفتی اعظم علامہ مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ تیسری بار جب حج و زیارت کے لئے تشریف لے گئے وہاں بہت سے علماء و مشائخ کو خلافت و اجازت سے نوازا۔ وہیں علامہ سید محمد علوی مالکی کی کو بھی تمام سلاسل کی اجازت عطا فرمائی۔“ [ایضاً: ۴۱]

(نوٹ:- یہ مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی، لڑکے ہیں مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے۔)

امام احمد رضا خان بریلوی سے عقیدت:

”مولانا غلام مصطفیٰ مدرس اشرف العلوم (ڈھاکہ) حج و زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں حضرت مولانا مفتی سعد اللہ کی سے ملاقات کی۔ مفتی سعد اللہ کی کے ایما پران کا وفد علامہ سید محمد علوی مالکی سے ملاقات کے لئے گیا۔ دوران ملاقات مولانا غلام مصطفیٰ نے کہا کہ ہم اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ اتنا سنتے ہی علامہ مالکی سر و قد اٹھ کھڑے ہوئے اور فرداً فرداً سبھی لوگوں سے مصافحہ اور معانقہ فرمایا اور بے حد تعظیم کی۔ شربت پلایا گیا قہوہ پیش کیا گیا۔ انہوں نے اپنی پوری توجہ مولانا غلام مصطفیٰ اور ان کے ہمراہیوں کی جانب فرمادی اور ایک ٹھنڈی آہ بھر کر فرمایا:

”سیدی علامہ احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی کو ہم ان کی تصنیفات اور تعلیمات کے ذریعے

جانتے ہیں۔ وہ اہل سنت کے علامہ تھے۔ ان سے محبت سنی ہونے کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا اہل بدعت کی نشانی ہے۔“ [ایضاً: ۴۱]

تبصرہ:

مندرجہ بالا حالات و واقعات سے واقف ہونے کے بعد تو یقین کرنا پڑتا ہے کہ مولانا کی مالکی صاحب جو فنانی البریلویت ہیں آپ کو مولانا ضیاء الدین صاحب قادری کے علاوہ مولانا احمد رضا خان صاحب کے لڑکے مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب سے بھی اجازت و خلافت حاصل ہے۔ اور آپ اس حد تک مولانا احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی کے عقیدت مند ہیں کہ ان کو اہل حق و اہل باطل اور اہل سنت و اہل بدعت کے لئے معیار حق قرار دیتے ہیں اور غیر مبہم الفاظ میں کہتے ہیں کہ:

”ان سے محبت کرنا سنی ہونے کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا اہل بدعت کی نشانی ہے۔“

(۲)..... مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی علم غیب کے موضوع پر تصنیف الدولتہ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ (عربی) طبع جدید ۱۹۸۷ء) کے افتتاحیہ میں ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:

”امام احمد رضا کی محبوبیت اور مرجعیت کا جو اس وقت عالم تھا اس کے کچھ آثار اب بھی نظر آتے ہیں۔ آئیے! مولانا غلام مصطفیٰ (مدرس مدرسہ عربیہ اشرف العلوم راجشاہی بنگلہ دیش کی زبانی سنئے):

”۱۳۷۲ھ میں حج بیت اللہ شریف کے موقع پر چند رفیقوں کے ساتھ مولانا سید محمد علوی (مکہ معظمہ) کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ جب اپنا تعارف ان الفاظ میں کرایا: نحن تلامذۃ تلامیذ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان البریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ (غلام مصطفیٰ، سفر نامہ حرمین شریفین، بنگلہ دیش مطبوعہ ۱۹۶۰ء ص ۶۶) تو سید محمد علوی سرودہ کھڑے ہو گئے اور ایک ایک سے معانقہ و مصافحہ کیا اور پھر فرمایا:

نحن نعرف تصنیفاتہ و تالیفاتہ. فحجہ علامۃ السنہ و بیغضہ علامۃ البدعتہ.

ہم امام احمد رضا کو ان کی تصانیف اور تالیفات کے ذریعہ جانتے ہیں۔ ان سے محبت سنت کی علامت ہے اور ان سے عناد بدعت کی نشانی ہے۔“ [ایضاً: ۳۲]

اکابر دیوبند مولانا احمد رضا خان کی نظر میں:

یہ حقیقت کسی اہل علم سے مخفی سے نہیں کہ مولانا احمد رضا صاحب بریلوی نے اپنی کتاب ”حسام الحرمین“ میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حجت الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، مؤلف بذل المجهود شرح ابی داؤد مؤلف ”براہین قاطعہ“ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہم اللہ تعالیٰ پر کفر کا فتویٰ

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (430)

لگایا ہے۔ چونکہ اکابر کی عبارتوں میں قطع و برید کر کے تکفیر کی مہم چلائی گئی تھی۔ اس لئے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ نے بھی ان کے جواب میں ”الشہاب الثاقب“ لکھی، حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی اور حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ علمائے دیوبند نے ان کے رد میں کتابیں لکھیں۔

”حسام الحرمین“ کے تکفیری فتوؤں کی بنا پر ہی علمائے حرمین شریفین نے اکابر علمائے دیوبند کو ۲۶ رسالات بھیجے جن کے جوابات حضرت مولانا غلیل احمد صاحبؒ نے تحریر فرمائے، جس پر اس وقت کے اکابر دیوبند اور علمائے حرمین شریفین نے اپنی تصدیقات لکھی ہیں۔ ہم دیوبندی بریلوی محاذ آرائی نہیں چاہتے اور نہ ہی ہماری یہ بحث بریلوی علماء سے ہے۔

ہماری بحث:

اس وقت ہماری بحث خصوصی طور پر جناب صوفی محمد اقبال صاحب (مقیم مدینہ منورہ) مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی اور مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی سے ہے۔۔۔ جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین اور خلفاء میں سے ہیں، کیونکہ ان حضرات نے مولانا مالکی کی کتاب مفاہیم کا اردو ترجمہ ”اصلاح مفاہیم“ کے نام سے شائع کیا ہے اور جناب صوفی محمد اقبال صاحب موصوف نے مولانا احمد عبدالرحمن صاحب صدیقی (نوشہرہ) کے نام بعنوان ”اردو ترجمہ شائع کرنے کا مقصد“ اس کتاب کی مکمل تائید کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

”زیر نظر کتاب ”المفاهیم“ کے اردو ترجمہ میں ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ اور ”المہند“ والے ہی مسائل کو علمی دلائل کے ساتھ خوب واضح کیا گیا ہے جس کو عرب و عجم میں فریقین کے جید علمائے کرام نے خوب سراہا ہے۔ [۱۲]

اقتباس تقریظ مولانا عزیز الرحمن صاحب:

اور مولانا عزیز الرحمن صاحب خطیب جامع مسجد صدیق اکبر، چوہڑ (راولپنڈی) نے بھی اپنی تقریظ میں لکھا ہے:

”ہم نے فضیلة العلامة الحلیل السید محمد بن العلوی المالکی الحسنی المکی دامت برکاتہم کی کتاب ”مفاهیم يجب أن تصحح“ کا مطالعہ کیا۔ ہم نے اس کو ماشاء اللہ ایسی تحقیقی کتاب پایا جس میں انہوں نے مختلف انواع کے فوائد کو علماء کے وقار اور حکماء کے انداز کا التزام کرتے ہوئے عمدہ انداز سے جمع کیا ہے۔ فجزاء اللہ خیر اکثیر اور ہم نے دیکھا کہ جو کچھ اس میں ہے وہ مکمل طور پر متقدمین و متاخرین جمہور اہل السنّت والجماعت کا مذہب ہے۔“ [خ-ص ۲۱]

حالانکہ انہوں نے جو نظریات عرس انعقاد و محفل میلاد اور روح نبوی کا ان مجالس مولود میں حاضر

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاحِ مفاہیم..... (431)

ہونے وغیرہ کے پیش کئے ہیں۔ ان کے رد میں اکابر علمائے دیوبند کتابیں شائع کر چکے ہیں تو کیا مولانا عزیز الرحمن صاحب کے نزدیک یہ اکابر علماء دیوبند جمہور اہل السنّت والجماعت میں شامل نہیں ہیں؟

(۲)..... مولانا مالکی مالکی نے احمد رضا خان صاحب کی محبت کو اہل سنت کی اور ان کے ساتھ بغض کو

اہل بدعت کی نشانی قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک مولانا احمد رضا خان صاحب معیار حق ہیں اور مولانا احمد رضا صاحب اکابر دیوبند کی تکفیر کرتے ہیں۔

قول فیصل:

ہم دیوبندی بریلوی تنازع کو بڑھانا نہیں چاہتے۔ لیکن جب کوئی مسئلہ درپیش آئے گا تو اس کو ہم اکابر علمائے دیوبندی تحقیق کے مطابق حل کریں گے۔ ہم ان حضرات اکابر علماء دیوبند کو حضرات خاندان دلی الہی کے بعد مذہب اہل السنّت والجماعت کا ترجمان اور وارث تسلیم کرتے ہیں۔ اب آپ حضرات دو کشتیوں میں پاؤں نہ لٹکائیں۔ حق واضح ہے۔ ہم آپ حضرات کو اس وقت تک سابق دیوبندی قرار دیتے رہیں گے جب تک کہ آپ مولانا مالکی موصوف کی کتاب ”مفاہیم“ اور ”حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف“ سے صاف طور پر براءت کا اعلان نہیں کرتے۔ وما علینا الا البلاغ۔

نوٹ: پہلے تو ارادہ تھا کہ مولانا عزیز الرحمن صاحب کے مکتوب کا جواب ان کو براہ راست ہی لکھوں گا، لیکن جب سے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ اپنے مکتوب اور جناب مولانا قاضی عبدالکریم صاحب اور جناب قاضی فضل علیم صاحب (بونیر) کے خطوط کی فوٹو اسٹیٹ کا پیاں تقسیم کر رہے ہیں تو ماہنامہ میں اس کے جواب کی اشاعت ضروری سمجھی گئی۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

۲۶ شعبان ۱۴۱۵ھ

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یا رہ، فروری ۱۹۹۵ء)

اہل السنّة والجماعة کے اتفاقى و اجماعى عقیدہ ”حیات النبی“ کے بارے سینکڑوں اشعار پر مشتمل پہلی منظوم کتاب

حیات النبی ﷺ کی خوشبوئیں

حسب ارشاد: مناظر اسلام وکیل صحابہ و اہل بیت حضرت مولانا علامہ عبدالستار تونسوی رحمہ اللہ

پسند فرمودہ: شیخ الحدیث حضرت مولانا حبیب الرحمن سومر و مدظلہ

نتیجہ فکر: شاعر صحابہ جناب انجم نیازی صاحب..... صفحات: 192..... قیمت: 120

رابطہ: دارالامین لاہور 0307-5687800

کتاب ”اصلاحِ مفاہیم“ پر..... ایک تحقیقی نظر

الحمد لله رب العلمین والعاقبہ للمتقین والصلوٰہ والسلام علی رسولہ والہ وأصحابہ

أجمعین وعلی من تبعہم إلی یوم الدین۔ أما بعد!

اہل علم و اہل فہم حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ سعودی عرب کے ایک عالم سید محمد بن علوی مالکی شاذلی کی کتاب ”مفاہیم یجب أن تصحح“ عربی زبان میں شائع ہوئی تھی۔ اب اس کا ترجمہ پاکستان میں بنام ”اصلاحِ مفاہیم“ شائع کر دیا گیا۔ اس پر متعدد اہل علم حضرات نے تبصرے لکھے ہیں۔

اگر یہ کتاب عربی زبان ہی میں رہتی اور اس کا اردو ترجمہ شائع نہ کیا جاتا تو اس کے بارہ میں اہل علم کو اتنی کاوش کرنے کی ضرورت نہیں تھی کہ تمام جراند و رسائل میں اہتمام کے ساتھ اس پر نقد و تبصرے لکھے جاتے بلکہ وہ صرف حضرات اہل علم کے حلقوں میں ہی سمجھنے اور غور کرنے کی حد تک ہی محدود رہتی مگر اس کے اردو ترجمہ کے شائع ہونے سے وہ عام مسلمانوں کی نظر و فکر کا موضوع بن گئی۔ اس لئے اہل علم کو خصوصیت کے ساتھ اس کی طرف توجہ کرنی پڑی اور مختلف اہل علم اور ارباب فتویٰ نے اس پر نقد و تبصرہ کا فرض انجام دیا ہے، جزاہم اللہ خیراً۔

ماہنامہ ”الحیر“ کے تبصرہ کی تصدیق و توثیق:

اس کتاب پر جو تبصرے اب تک شائع ہوئے ان میں سے ”مجلس تحقیقات اسلامی پاکستان“ کے صدر مولانا مفتی عبدالستار صاحب صدر مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان کا تبصرہ جس کو اس مجلس کے دوسرے اراکین علماء کرام کی تائید بھی حاصل ہے اور حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم نے بھی اپنے رسالہ ماہنامہ ”حق چار یار“ میں اس کی تائید کی ہے۔ احقر کی نظر سے بھی گزرا ہے، یہ تبصرہ حق و صواب اور اکابر علماء دیوبند کی تحقیق کے موافق ہے، اس لئے واجب التسلیم ہے اور کتاب ”اصلاحِ مفاہیم“ کی تصحیح اور عام مسلمانوں کے عقائد کی حفاظت کے لئے ان شاء اللہ تعالیٰ کافی دانی ہے۔

کتاب ”اصلاحِ مفاہیم“ مسلک علماء دیوبند کی ترجمان نہیں:

اس کتاب سے علماء دیوبند رحمہم اللہ کے مسلک حقہ کے مشتبہ ہونے کا خطرہ بظاہر نظر درپیش تھا، اس

تبصرہ سے اس کی کافی حد تک پیش بندی ہو گئی اور عام طور پر مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ کتاب علماء حق کے مسلک کے خلاف ہے۔ اور خود مولف کتاب مذکور نے یہ دعویٰ کیا بھی نہیں کہ ان کی یہ کتاب علماء دیوبند کے مسلک کی ترجمان ہے، اختلافی مسائل میں وہ اپنی تحقیق کو اس کتاب میں پیش کر رہے ہیں اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت عمل دے رہے ہیں۔ اس پر قرآن و سنت کی روشنی میں غور کیا جانا چاہیے اور ان کی تحقیق کو ”نقد و تحقیق“ کے معیار پر پرکھنا چاہیے۔ مگر اس سے یہ تاثر دینا کہ ”مولف مذکور کی ”تحقیق“ اکابر علماء دیوبند کثر اللہ جماعتہم کے مسلک و تحقیق کے موافق ہے“ بڑی زیادتی ہے اور مولف مذکور کی طرف ایسی بات کی نسبت کرنا ہے جس کا انہوں نے دعویٰ نہیں کیا۔ نہ معلوم یہ تاثر کتاب مذکور پر تقریظات لکھنے والوں نے کس مصلحت سے قائم کیا ہے؟ اور اس سے ان کا کیا مقصد ہے؟ کتاب مذکور پر تقریظات لکھنے والے حضرات یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ اس کتاب کے مندرجات اور اس کی تحقیق ان کے نزدیک حق اور صحیح ہے اور کتاب و سنت کے دلائل سے مؤید ہے، مگر ان کو یہ کہنے کا حق کیسے حاصل ہو گیا کہ ”مولف کتاب کی یہ تحقیق اکابر علماء دیوبند کی تحقیق اور ان کے مسلک کے موافق ہے“ جبکہ ان اکابر علماء کرام کی کتابیں البراہین القاطعہ، اصلاح الرسوم، طریقہ مولد وغیرہ اور بکثرت فتاویٰ اسی تحقیق کے خلاف شائع ہو چکے ہیں اور شائع ہو رہے ہیں یہ بات نہ تو مولف مذکور کے مقصد کے موافق ہے نہ ہی اکابر علماء دیوبند کے مسلک کے مطابق۔

بہر حال اس تبصرہ اور معروضہ احقر کے پیش نظر اس کتاب کے بارہ میں اس تاثر کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ ”مسلک اکابر علماء دیوبند وہی ہے جو اس کتاب میں مذکور ہے اور یہ کتاب مسلک اکابر دیوبند کی ترجمان ہے۔“

اب اس کتاب پر مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں رہی لیکن بعض بزرگوں اور مخلص احباب کا ارشاد ہے کہ احقر بھی اس پر اپنی رائے کا اظہار کرے اس لئے مختصر طریقہ پر بعض امور پیش کئے جاتے ہیں، مقصود احقاق حق اور اکابر علماء دیوبند کے مسلک حقہ کی تائید ہے، کسی کی تردید مقصود نہیں ہے، أقول و باللہ التوفیق۔

چند اصولی گزارشات:

احقر اس وقت چند اصولی گزارشات پیش کرنا چاہتا ہے، کیونکہ اس کتاب کی کئی جزئیات پر تبصرہ میں پہلے کلام ہو چکا ہے جن اصولوں پر یہ کلام متفرع ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کسی قدر ان کا بھی ذکر کر دیا جائے تاکہ ناظرین کو علی وجہ البصیرت ان جزئیات کی شرعی حیثیت کتاب و سنت کی روشنی میں معلوم ہو سکے،

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (434)

اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ ہمارے اکابر کا ان رسومات کے بارہ میں طریقہ استدلال کیا ہے؟ اور ان کے ممنوع ہونے پر کتاب و سنت سے کس طرح استدلال کیا گیا ہے۔ ان اصولوں کے ملاحظہ سے یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ کتاب مذکور کی ”تحقیق“ کتاب و سنت کے موافق ہے یا نہیں؟۔

مسلم علماء دیوبند کی حقانیت:

سب سے پہلی عرض یہ ہے کہ (خصوصیت سے میرے مخاطب وہ حضرات ہیں جو مسلک علماء دیوبند کو صحیح اور حق سمجھتے ہیں) حضرات اکابر علماء دیوبند کی کتابوں کے دیکھنے سے واضح ہے کہ ان حضرات کے عقائد و اعمال کتاب و سنت اور فقہ حنفی کے بالکل موافق ہیں اور ان کا سلوک و تصوف بھی عین سنت کے مطابق ہے، یہ حضرات نہایت درجہ کے پکے حنفی اور اعلیٰ درجہ کے اہل السنّت والجماعت ہیں۔ ان کا کوئی عقیدہ نہ تو کتاب و سنت کے خلاف ہے نہ ہی ان کا کوئی فتویٰ فقہ حنفی کے خلاف ہے۔ دیوبندیت کوئی علیحدہ مسلک نہیں ہے بلکہ اس زمانہ میں یہ مسلک اہل سنت والجماعت کی تعبیر اور اس کا دوسرا نام ہے۔

اور یہ بھی واضح ہے کہ اہل سنت والجماعت ہی فرقہ ناجیہ ہے ان کے موافق عقیدہ اور عمل پر عمر بھر قائم رہنا ضروری ہے۔ حدیث میں ”ما أنا علیہ وأصحابی“ سے اسی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

تفتقر أمتی على ثلاث و سبعين ملة، كلهم في النار، إلا ملة واحدة، قالوا: من هي يا رسول الله؟ قال: ما أنا عليه وأصحابی. [ترمذی شریف]

میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی سب دوزخ میں داخل ہوں گے، صرف ایک فرقہ جنت میں جائے گا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا وہ کونسا ہے اے رسول خدا! آپ ﷺ نے فرمایا جس عقیدہ پر میں ہوں اور میرے اصحاب۔

وفی رواية عن معاوية: ثنتان و سبعون في النار، و واحدة في الجنة، وهي الجماعة. (مسند احمد و ابوداؤد) اور ایک روایت میں ہے بہتر دوزخ میں ہوں گے ایک جنت میں، اور یہی جماعت ہے۔

وید اللہ علی الجماعة، ومن شدّ شدّ في النار. (رواہ الترمذی)
اللہ تعالیٰ کی مدد جماعت اور جمہور پر ہوتی ہے جو شخص اس سے علیحدہ ہو وہ دوزخی ہے۔

اتبعوا السواد الأعظم، فإنه من شدّ في النار. (رواہ ابن ماجہ)

تم پیروی کرو بڑی جماعت کی ورنہ شذوذ کا وبال دوزخ ہے۔

ایسی نصوص میں جمہور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین و من تبعہم کی اتباع کی تاکید فرمائی گئی ہے اور ان کے خلاف کو شذوذ اور موجب دخول نار فرمایا گیا ہے۔ اب جو تحقیق کتاب و سنت، جمہور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نیز فقہ حنفی کے موافق ہوگی وہ دیوبندیت کے بھی موافق ہوگی اور جو ان کے خلاف ہوگی وہ دیوبندیت کے بھی خلاف ہوگی، مگر کتاب و سنت سے مسائل کے استنباط کرنے کا معیار اور اصول، علماء دیوبند کے نزدیک اپنے فہم پر اعتماد کرنا نہیں ہے بلکہ سلف صالحین اور اکابر علماء متقدمین کے فہم پر اعتماد کرنا ہے۔

قرآن و سنت کی موافقت کا معیار اور اصول:

اہل السنۃ والجماعت کا مسلک اور بنیادی اصول وہی ہے جو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں بیان فرمایا ہے کہ ”دین کے بارہ میں جماعت صحابہ پر پورا اعتماد کیا جائے اور ان کے مقابلہ میں اپنے علم و فہم کو ناقص اور نارسا سمجھتے ہوئے ان کے اجماعی مسلک اور اجماعی فیصلوں کی پوری پوری تقلید کی جائے۔“

جمہور کا مسلک یہی رہا ہے اور یہی صحیح مسلک ہے، جس کو حدیث شریف میں ”ما أنا علیہ و أصحابی“ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اہل سنت کے اس مسلک کی واضح ترجمانی فرمائی ہے، فرماتے ہیں:

ولئن قلتم لم انزل الله اية كذا اولم قال كذا لقد قرأوا منه ما قرأتم و علموا من تاويله
ما جهلتهم وقالوا بعد ذلك كله بكتاب و قدر۔ (ابوداؤد)

اور اگر تم یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں آیت کیوں نازل کی اور یہ کیوں کہا، تو جان لو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ آیتیں پڑھی ہیں لیکن انہوں نے اس کا وہ مطلب سمجھا جس سے تم جاہل تھے، اور اس کے بعد انہوں نے مسئلہ تقدیر کو تسلیم کیا۔

اس تفصیل سے مقصد یہ ہے کہ قرآن و سنت کے مطلب اور معنی سمجھنے اور ان کے مفہوم و مراد کے متعین کرنے میں حضرات سلف صالحین کے فہم پر اعتماد کرنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر قرآن و سنت کے صحیح معنی اور مراد کو صرف اپنے فہم و علم کی بنیاد پر سمجھنا درست نہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی کا ارشاد گرامی:

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

سعادت آثار آنچہ بر ماوشمالا زم است^{الصحیح} عقائد بمقتضائے کتاب وسنت بر نبیکہ علماء اہل حق شکر اللہ سعہم از کتاب وسنت آن عقائد را فہمیدہ اند و از آنجا اخذ کردہ چہ فہمیدن ماوشمالا از جیز اعتبار ساقط است اگر موافق انہام ایں بزرگواراں نباشد زیرا کہ ہر مبتدع وضال احکام باطلہ خود را از کتاب وسنت فہمدا و از اں جا اخذی نماید و الحال انہ لا یغنی من الحق شیئا۔ [مکتوبات دفتر اول، حصہ سوم، ص ۳۳، مکتوب نمبر ۱۵۷]

حضرت مجدد صاحب بایں ہمہ کمالات اور علمی و عملی علوشان کے صاف طور پر فرما رہے ہیں کہ ہمارا اور تمہارا سمجھنا اگر علماء حق کی سمجھ کے مطابق نہ ہو تو وہ اعتبار و اعتماد کے ہرگز لائق نہیں، تو آج اس زمانہ میں اور کس کا مقام ہے جس کی سمجھ بزرگان سلف کی سمجھ سے زیادہ قابل اعتبار و اعتماد ہو سکتے۔ دوسری بات حضرت مجدد صاحب کی عبارت سے یہ واضح ہو رہی ہے کہ کسی شخص یا فرقہ کا کتاب وسنت سے استدلال کرنا ضروری نہیں کہ وہ قابل اعتبار بھی ہو اور صرف قرآن وسنت کا نعرہ اس کے حق پر ہونے کی ضمانت نہیں ہوتا۔ چونکہ ہر بدعتی اور گمراہ فرقہ اپنے باطل عقائد و نظریات کو بزعم خود کتاب وسنت سے ہی سمجھتا اور وہاں ہی سے حاصل کرتا ہے، اس لئے سلف صالحین کی تفسیر و تشریح کے خلاف قرآن وسنت سے استدلال ضرور مغالطہ پر مبنی ہوگا اور گمراہ و باطل فرقوں کی پیروی ہوگی۔

اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ سلف صالحین اور آئمہ مجتہدین کا اتباع نہیں چاہتے اور جن کو ان کے علم وفہم سے زیادہ اپنے علم وفہم پر اعتماد ہے وہ اپنی رائے اور اپنی سمجھ کا اتباع کرتے ہیں، اور کتاب وسنت کا نام لے کر دوسروں کو بھی اسی کے اتباع کی دعوت دیتے ہیں۔ درحقیقت یہ لوگ کتاب وسنت کے نام پر اپنی رائے اور اپنی سمجھ کی اتباع کی طرف دعوت دیتے ہیں نہ کہ قرآن سنت کی طرف۔
مرجہ بدعات ترک تقلید کا نتیجہ ہیں:

اس اصولی قاعدہ اور معیار کے سمجھنے کے بعد غور درکار ہے کہ کیا ان مرجہ رسومات اور مستحکات کو اکابر علماء اور سلف صالحین نے کتاب سنت سے اخذ کیا ہے؟ اگر نہیں تو پھر ان کی شرعی حیثیت معلوم کرنے کے لئے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے اصول مذکور کو معیار بنا کر فیصلہ کر لیا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ کتاب وسنت سے ان رسومات کو کچھ تعلق نہیں۔ یہ اپنے فہم پر اعتماد کرنے اور سلف صالحین سے کٹنے کا نتیجہ ہے۔ جن لوگوں نے اعتقادی یا عملی بدعات ایجاد کی ہیں، وہ سلف صالحین کی تقلید و اتباع سے آزاد ہو کر ہی کی ہیں اور آج بھی ان رسومات میں تقلید کو ترک کر کے ہی ان پر عمل کیا جا رہا ہے، جن دلائل کتاب وسنت کو آج ان بدعات کے ثبوت میں پیش کیا جا رہا ہے، کیا یہ دلائل سلف صالحین اور آئمہ مجتہدین کے سامنے نہیں تھے؟ یقیناً تھے پھر انہوں نے ان بدعات کا استخراج ان دلائل سے کیوں نہیں کیا؟

اس اصول کے سمجھنے کے بعد اس کی ضرورت نہیں رہی کہ کتاب مذکور کے ہر ہر جز پر تبصرہ کیا جائے اور اس کی استدلالی خامیوں کی نشاندہی کی جائے تاہم بعض استدلالی خامیوں کی نشاندہی مولانا مفتی عبدالستار صاحب کے تبصرہ میں کر دی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں چند گزارشات توضیح و تائید کے طور پر احقر بھی عرض کرتا ہے۔

مسئلہ استمداد:

استمداد کی یہ صورت کہ حق تعالیٰ سے دعا کرے بحرمة فلاں میرا کام کر دے یہ تو بالاتفاق جائز ہے۔ حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کے جواز بالاتفاق کی تصریح فرمائی ہے۔ [فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب: ۱۱۲ و ۱۱۳]

”المہند“ میں بھی توسل کے اسی طریقہ کو جائز قرار دیا ہے، اس کی عبارت یہ ہے:

عندنا و عند مشائخنا يجوز التوسل في الدعوات بالانبياء والصلحين من الاولياء والشهداء والصدّيقين في حياتهم و بعد وفاتهم بان يقول في دعائه اللهم اني اتوسل اليك بفلان ان تحيى دعوتى وتقضى حاجتى الى غير ذلك كما صرح به شيخنا و مولانا الشاه محمد اسحاق الدهلوى ثم المهاجر المكي ثم بينه في فتاواه شيخنا و مولانا رشيد احمد الكنگوهى رحمة الله عليهما۔ (ص ۳۷)

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء و صلحاء و اولیاء و شہداء و صدیقین کا توسل جائز ہے۔ ان کی حیات میں یا بعد وفات، بایں طور پر کہے، یا اللہ میں بوسیلة فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت برابری چاہتا ہوں۔ اسی جیسے اور کلمات کہے چنانچہ اس کی تصریح فرمائی ہے ہمارے شیخ مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی نے، پھر مولانا رشید احمد گنگوہی نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کو بیان فرمایا ہے۔

”بان يقول في دعائه“ نص ہے اس بات پر کہ توسل کی یہ صورت جائز ہے کہ یا اللہ میں بوسیلة فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت برابری چاہتا ہوں۔ الخ۔ اور اس کے جواز پر علماء دیوبند کا اجماع منعقد ہو چکا ہے، کیونکہ ”المہند“ پر حضرت شیخ الہند سے لے کر حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی، مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی وغیرہ تمام اکابر علماء دیوبند کے تصدیقی و دستخط مثبت ہیں، اس لئے یہ تمام اکابر علماء دیوبند کا اجماعی مسلک ہے۔ مگر استمداد کی یہ صورت جس میں مخلوق سے دعا اور التجا ہو یہ بالاجماع حرام ہے۔ (بوادرنوا اور حضرت حکیم الامت تھانوی)

حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب البحار سے نقل فرماتے ہیں:

من قصد بقبور الانبياء والصلحاء ان يصلی عند قبورهم ويدعو عند ها ويسئلهم

الحوائج فہذا لا يجوز عند احد من المسلمين فان العبادة و طلب الحوائج حق الله و حده۔ (اربعین) انبیاء کرام علیہم السلام اور صلحا کی قبروں کے نزدیک نماز پڑھنا اور ان سے حوائج طلب کرنا یہ کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے کیونکہ عبادت اور حوائج کا طلب کرنا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی حضرت گنگوہی وغیرہ سب حضرات اکابر علماء دیوبند اس کو حرام اور بعض شرک و کفر کہہ رہے ہیں۔
مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی مفتی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

خود براہ راست اولیاء اللہ سے یہ چیزیں نہ مانگی جائیں کہ فلاں بزرگ آپ مجھے بیٹا دے دیجئے..... شرعاً اس کی اجازت نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۶۲)

مگر مؤلف کتاب مذکور انبیاء اور اولیاء سے اس طرح براہ راست مانگنے کو نہ صرف جائز بلکہ اس کے شرک قرار دینے کو دعویٰ باطل قرار دے رہے ہیں۔ (اصلاح مفاہیم ص ۱۷۵)

اس صورت کے جواز کی اس کتاب میں کئی جگہ تصریح کی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فعل سے اسے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ (ایضاً)

اس استدلال کی خامی کو مولانا مفتی عبدالستار صاحب نے خوب اچھی طرح واضح کر دیا ہے اور بڑی شرح و بسط کے ساتھ ثابت کر دیا ہے کہ مؤلف کتاب کا استدلال کی زیر بحث صورت کے جواز پر پیش کردہ ان احادیث سے استدلال قطعاً غلط اور باطل ہے۔

اور مؤلف کتاب مذکور نے اس کے جواز کے لئے جو مجاز عقلی کا سہارا لیا ہے اس کی تردید بھی واقعات سے کر دی ہے کہ عوام بلکہ ان کے بعض علماء بھی اس تاویل کو رد کر رہے ہیں تو یہ ”توجیہ القول بمالایرضی بہ قائلہ“ کے قبیل سے ہوئی، اور غالب حالت عوام کی یہی ہے کہ وہ فساد عقیدہ میں مبتلا ہیں۔ علاوہ اس کے اس توجیہ کو تسلیم کر لینے کے بعد بھی اس کا جواز ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ توجیہ کا نفع صرف کفر سے بچانا ہے جبکہ وہ قائل بھی اس توجیہ کو تسلیم کرے ورنہ یہ توجیہ اس کے حق میں کچھ نافع نہ ہوگی اور قائل کفر سے نہ بچ سکے گا۔

اس توجیہ کے بعد بھی اس کا اطلاق جائز نہیں ہو جاتا اس لئے کہ ایہام جاہل مانع اطلاق موجود ہے اور جیسے عقیدہ فاسدہ سے اس کا اطلاق ناجائز ہے اسی طرح اس کا ایہام بھی موجب منع ہے۔ جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ومجرد ايهام المعنى المحال كاف فى المنع عن التكلم بهذا الكلام وان احتمل معنى صحيحا۔ (شامی ص ۳۴۸، ج ۵) اور ظاہر ہے کہ مجاز عقلی کے ساتھ بھی دوسرے معنی محال کا ایہام موجود ہے۔ اس لئے اس کے اطلاق کو بوجہ ایہام منع کیا جائے گا۔ اور یہ قاعدہ نص قرآنی سے ثابت ہے۔ (چنانچہ قاعدہ سوم میں آ رہا ہے)

اب ذرا ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے کہ کیا اکابر علماء کی تصدیق شدہ کتاب ”المہند“ میں اس طریقہ استمداد کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ وہ تو اللہم انی اتوسل الیک بفلان ان تعجیب دعوتی و تقضی حاجتی (یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت براری چاہتا ہوں) کو جائز قرار دے رہے ہیں۔ اس میں اس صورت کا کہاں ذکر ہے جس میں مخلوق سے دعا اور التجا ہے۔ اس صورت کو تو یہ حضرات اپنی کتب اور فتاویٰ میں حرام اور بعض شرک و کفر قرار دے رہے ہیں پھر اس کتاب کو ”المہند“ میں بیان کردہ مسائل پر مشتمل قرار دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

اس صورت کو جن حضرات نے شرک و کفر کہا ہے انہوں نے بغیر تاویل کہنے پر کہا ہے اور جن حضرات نے حرام کہا ہے انہوں نے تاویل کے ساتھ کہنے پر یہ حکم لگایا ہے۔ فارتفع الخلاف۔ اور مؤلف کے تاویل کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ بلا تاویل اس کو ناجائز سمجھتے ہیں مگر ان کی یہ تاویل واقعہ اور عوام کی حالت کے خلاف ہے۔

چند اصولی قاعدے:

اس بحث میں اگر ذیل کے اصولی قاعدوں کو ملحوظ رکھا جائے تو نہایت آسانی کے ساتھ تمام مرجعہ بدعات کا شرعی حکم معلوم ہو سکتا ہے۔

قاعدہ اول:

قال الله تعالى ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ: اور دشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔

اس آیت کے ”ف“ (فائدہ) کے تحت حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ ارقام فرماتے ہیں:

بتوں کو برا کہنا فی نفسہ امر مباح ہے مگر جب وہ ذریعہ بن جاوے ایک امر حرام یعنی گستاخی بجناب باری تعالیٰ کا وہ بھی منہ اور قبیح ہو جائے گا۔ اس سے ایک قاعدہ شرعیہ ثابت ہوا کہ مباح جب حرام کا سبب

بن جاوے وہ حرام ہو جاتا ہے۔ (بیان القرآن، ص ۱۱۹، ج ۱)

قاعدہ دوم:

ہر چند کہ اوپر یا دوسری آیات میں جو مضامین اثبات تو حید و رسالت و ابطال شرک و کفر کے مذکور ہیں بعض اوقات ان پر بھی کفار گستاخی بجناب باری جل شانہ و تکذیب حضور پر نور ﷺ کے کلمات کہا کرتے تھے۔ چنانچہ مقامات متعددہ میں وہ منقول ہیں لیکن ان مضامین کا بیان کرنا ممنوع نہیں ہوا۔ وجہ فرق یہ کہ ان مضامین کا ظاہر کرنا واجب اور مطلوب عند الشرع تھا۔ ایسے امر پر اگر کچھ مفاسد مرتب ہو جاویں تو اس امر کو ترک نہ کیا جاوے گا۔ یہ دوسرا قاعدہ ثابت ہوا۔ اور دشنام بت امر مباح تھا واجب مطلوب عند الشرع نہ تھا۔ ایسے امر پر جب مفاسد مرتب ہوں گے اس کو ترک کرنا واجب ہوگا۔ یہی فرق ہے دونوں امر میں۔ یہ دونوں فقہی قاعدے علم عظیم ہے بے شمار فروع کا حکم اور فیصلہ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ روح المعانی میں ابوالمنصور سے یہی فرق ایک سوال کے جواب میں جو ان سے پوچھا گیا تھا، نقل کیا ہے اور ابن سیرین سے بھی اس کی تائید نقل کی ہے۔ (بیان القرآن، ج ۱، ص ۱۱۹)

قاعدہ اول و دوم کا حاصل یہ ہوا کہ عمل مباح اسی طرح مستحبات اور سنت زائدہ میں اگر مفاسد منضم ہو جائیں تو خود نفس عمل کا ترک کرنا واجب ہوگا۔ اور جس امر واجب اور مطلوب عند الشرع میں مفاسد مل جائیں اس کو ترک نہ کیا جائے گا بلکہ ان مفاسد کی اصلاح کی جائے گی۔ یہی وہ فرق ہے جس کو ملحوظ نہ رکھنے سے بعض بدعات کی ترویج کی جا رہی ہے اور شاید بعض علماء کی یہ غلط فہمی اس کا سبب ہو کہ انہوں نے امر مطلوب عند الشرع اور غیر مطلوب عند الشرع میں انضمام مفاسد کے حکم میں فرق ملحوظ نہیں رکھا۔

قاعدہ سوم:

قوله تعالى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا۔ ”اے ایمان والو! تم لفظ ”راعنا“ مت کہنا کرو۔“

اس حکم سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر اپنے کسی فعل مباح سے کسی کو گنجائش گناہ کرنے کی ملے تو وہ فعل خود اس کے حق میں مباح نہیں رہتا جیسے مثلاً عالم کے کسی فعل سے کوئی جاہل سند لے کر خلاف شرع کام کرنے لگے تو اگر وہ فعل ضروری نہ ہوگا تو خود اس عالم کے لئے بھی منع ہو جائے گا۔ [بیان القرآن: ۱/۵۷]

”درمختار“ اور اس کی شرح ”ردالمحتار“ میں سجدۃ الشکر کے تحت یہی قاعدہ لکھا ہے۔ درمختار میں ہے:

وسجدة الشکر مستحبة به يفتى لكنها تكره بعد الصلوة لان الجهلة يعتقدون انها سنة او واجبة وكل مباح يؤدى اليه فمكروه۔ وفي الشرح: وحاصله ان ماليس لها سبب لا تكره

مالم یؤد فعلها الی اعتقاد الجہلۃ سنیتھا کالتی یفعلھا بعض الناس بعد الصلوہ۔ (الشامیہ ص ۳۱ ج ۱) مفتیؒ یہ یہی ہے کہ سجدہ شکر مستحب ہے مگر نماز کے بعد مکروہ ہے کیونکہ جہلاء اس کو سنت یا واجب سمجھیں گے اور ہر وہ مباح جس کو سنت یا واجب سمجھا جانے لگے وہ مکروہ ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جس چیز کا سبب نہ پایا جائے جب تک اس کو جہلاء سنت نہ سمجھیں وہ مکروہ نہیں ہوتا۔

حضرات اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ نے ان قواعد مستنبطہ من القرآن والاحادیث اور قواعد مسلمہ فقہاء احناف کی رو سے رسومات مروجہ فی زماننا اور اعمال متنازعہ فیہا میں کلام فرمایا ہے۔ اور قواعد مسلمہ سے ان سب رسومات مثل مجلس مولود شریف اور فاتحہ مروجہ اور تیجا دسواں وغیرہ میں تعین ایام اور دوسری تخصیصات کو بدعت قرار دیا ہے کیونکہ ان تعینات و تخصیصات کی وجہ سے ان کے ضروری ہونے کا عقیدہ پیدا ہوتا جا رہا تھا اور اگر خود فاعل کا عقیدہ صحیح تھا مگر دوسرے بے علم لوگوں کا عقیدہ فاسد ہو رہا تھا۔

قاعدہ فقہیہ:

اور قاعدہ فقہیہ ہے کہ جس طرح ضرر لازم سے بچنا ضروری ہے ضرر متعدی سے بچنا بھی ضروری ہے یعنی جس طرح اپنے عقیدہ کی حفاظت ضروری ہے اسی طرح عوام کے عقائد کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ علامہ شامی نے بحث کراہت تعین سورۃ میں یہ قاعدہ لکھا ہے کہ جہاں تغیر مشروع ہو یا ایہام جاہل ہو وہاں کراہت ہوگی۔ فرماتے ہیں:

واقول حاصل معنی کلام هذا الشيخین بیان وجه الکراہہ فی المداومۃ وهو انہ ان رای ذالک حقایکرہ من حیث تغیر المشروع والا یکرہ من حیث ایہام الجاہل۔ [شامی: ۵۰۸/۱] حاصل کلام یہ ہے کہ دوام اس وقت مکروہ ہے اگر اسے ضروری سمجھا جائے کیونکہ اس میں شرعی حکم کی تبدیلی لازم آتی ہے اور اگر اسے ضروری نہ سمجھا جائے تو ایہام جاہل کی وجہ سے پھر بھی مکروہ ہے۔ اس لئے عوام کو تغیر مشروع کی وجہ سے منع کیا جاتا ہے اور خواص کو ایہام جاہل کی وجہ سے فاعل کا خوش عقیدہ ہونا ان رسومات کے جواز کے لئے کافی نہیں ہے۔ اگر ایہام جاہل اور عوام کے عقیدہ کے فساد کا اندیشہ غالب ہو تو ایسے خوش عقیدہ فاعل کو بھی اس عمل سے روکا جائے گا۔ اس مسئلہ کو ”اصلاح الرسوم“ اور ”طریقہ مولد شریف“ میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بسط و شرح کے ساتھ لکھ دیا ہے اس سے زیادہ متصور نہیں ہے۔

اب اگر کسی تعلیم یافتہ کا عقیدہ فاسد نہ ہو اور وہ عرس اور میلاد وغیرہ کی ان تعینات و تخصیصات کو لازم نہ سمجھتا ہو تو اس کے لئے علت ممانعت فساد عقیدہ نہ ہوگی مگر اس کے لئے بھی عمل ممنوع ہوگا کیونکہ

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (442)

ممانعت کی علت فساد عقیدہ عامل میں ہی منحصر نہیں ہے کہ اس کے انشاء سے حکم ممانعت منسحق ہو جائے بلکہ اس کے منع کے لئے دوسری علت فساد عقیدہ عوام موجود ہے جیسا کہ اوپر قواعد سے یہ مسئلہ ثابت ہو چکا ہے اور فقہاء احناف نے اس کو جا بجا ذکر کیا ہے جیسا کہ علامہ شامی وغیرہ فقہاء سے اوپر نقل ہوا ہے۔

عرس و مروجہ مجالس میلاد شریف وغیرہ:

انہی قواعد کے پیش نظر ہمارے اکابر علماء دیوبند نے عرس اور مروجہ مجالس میلاد شریف وغیرہ کے اجتماعات کو ممنوع اور بدعت قرار دیا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے ”البرہین القاطعہ“ مبسوط کتاب ایسی ہی بدعات کے رد میں تالیف فرمائی، اس میں حضرت مولانا موصوف ارقام فرماتے ہیں:

اصل یہ ہے کہ بحکم آیات و احادیث مجمع علیہ تمام امت کا ہے کہ کسی حد کو حدود شرعیہ سے تغیر کرنا نہیں چاہیے اور کسی وصف کو تبدل کی و زیادتی وغیرہا سے بدلنا نہیں چاہیے۔ مطلق کو مطلق اور مقید کو مقید اور ضروری کو ضروری اور مباح کو مباح اپنے حالات مشروعہ پر رکھنا واجب ہے، ورنہ تعدی حد اللہ اور احداث بدعت میں گرفتار ہو جاوے گا، پس بناء علیہ قاعدہ کلیہ مقرر ہو گیا کہ مباح اپنے اندازہ سے متجاوز نہ ہو (علماء و عملاً) اور مطلق اپنی حالت اطلاق سے متغیر نہ ہو (علماء و عملاً)، اور مقید اپنے اندازہ سے بدلے (علماء و عملاً)۔ اور اس پر آیات و احادیث دال ہیں چونکہ یہ قاعدہ مسلمہ سب کا ہے اس کے دلائل لکھنے کی حاجت نہیں مگر قدرے حاجت لکھتا ہوں کہ غافل کو تنبیہ کر دیوے۔

مسلم نے روایت کیا ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تختصوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالي ولا تختصوا يوم الجمعة بقيام من بين الايام الا ان يكون في صوم يصومه احدكم - (الحدیث) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جمعہ کی رات کو نماز کے لیے خاص نہ کرو اور نہ ہی جمعہ کے دن کو روزہ کے لیے خاص کرو، مگر یہ کہ وہ ایسا دن ہو کہ پہلے سے اس میں روزہ رکھنے کی عادت ہو۔

چونکہ شارع علیہ السلام نے فضائل جمعہ اور صلوٰۃ جمعہ کے بہت فضائل بیان فرمائے تھے تو خدشہ تھا کہ کوئی اپنی رائے سے روزہ نماز کہ عمدہ عبادت ہیں ان میں خاص نہ کر بیٹھے۔ خود آپ ﷺ نے نہی فرمادی کہ جس قدر امور جمعہ اور شب جمعہ میں ہم نے فرمادیئے ہیں وہی اس میں افضل و سنت ہیں اگر کوئی اس پر کوئی قیاس و اضافہ کرے گا مقبول نہ ہوگا۔

پس اس حدیث میں یہ ارشاد ہوا کہ تم جمعہ اور شب جمعہ کو صوم و صلوٰۃ کے واسطے خاص مت کرو

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (443)

کیونکہ صوم و صلوة نوافل مطلق اوقات میں یکساں ہیں، خصوصیت کسی وقت کی بدولت ہمارے حکم کے درست نہیں پس مطلق کو مقید کرنے سے منع فرمادیا..... اور قول علیہ السلام ”لا تختصوا“ نہی مطلق وارد ہوا ہے تخصیص خواہ اعتقاد و علم میں ہو خواہ عمل میں دونوں ناجائز ہوں گی۔ سو یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ تخصیص فعلی اگر منصوص مطلق میں واقع ہووے گی وہ بدعت ہے اور داخل نہی میں ہے.....

یہ قاعدہ اس حدیث سے بوضاحت مستنبط تھا تو امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح اس حدیث میں فرماتے ہیں:

احتج به العلماء على كراهة هذه الصلوة المبتدعة التي تسمى الرغائب قاتل الله ”واضعها و مخترعها فانها بدعة منكورة من البدع هي الضلالة و الجهالة“۔ علماء نے اس سے اس نئی نماز رغائب کے مکروہ ہونے پر دلیل قائم کی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے اختراع اور وضع کرنے والے کو قتل کریں، پس بے شک یہ ان بدعتوں میں سے ہے جو گمراہی اور جہالت ہے۔

اب دیکھو نماز جو خیر موضوع اور عمدہ عبادت ہے اور سب اوقات مشروعہ میں افضل القربات ہے بسبب تخصیص کے منکر ہو گئی۔ کیونکہ اطلاق مشروع نہ رہا۔ قید وقت وغیرہ کی لگ کر مخصوص ہو گیا تو اس قید کی وجہ سے سارا مقید بدعت بن گیا۔ (البراہین، ص ۱۱۳)

بناء على هذه القاعدة شارح منية نے صلوة الرغائب کے بدعت ہونے میں چند دلائل لکھے ہیں۔

”منها فعلها بالجماعة وهي نافلة ولم يرد به الشرع..... ومنها ان العامة يعتقدونها سنة۔ اس کے بدعت ہونے کی ایک وجہ اس کا جماعت سے ادا کرنا ہے، جبکہ یہ نفل ہیں اور نفل کی جماعت مشروع نہیں اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عام لوگ اس کو سنت ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

اس کی وجہ یہی ہوئی کہ جس امر مباح و مندوب کے سبب عوام کے اعتقاد میں فساد ہوتا ہو اس کا اسی طرح کرنا ممنوع ہے کہ اس کو تغیر حکم شرع کا لازم ہو جائے عند العوام اور دفع فتنہ عوام کا حتی الامکان واجب ہے۔

ومنها ان الصحابة رضى الله تعالى عنهم و التابعين ومن بعدهم من المجتهدين لم

ينقل عنهم۔ اور ایک وجہ یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین، تبع تابعین مجتہدین سے یہ منقول نہیں ہے۔

شارح منية کے بیان کردہ قواعد:

شارح منية نے اس قاعدہ کلیہ سے کہ عدم تجاوز حد و شرعیہ کا ہے، یہ چند قواعد استخراج کئے ہیں یہ

قواعد مثل انواع کے ہیں ماتحت جنس کلی کے اور ان سب سے صدھائز نیات کا حکم حاصل ہوتا ہے۔

ایک یہ کہ شارع نے جس کا اہتمام و تداعی کے ساتھ حکم فرما دیا وہ تو اس طرح ہوئے اور جس کو مطلق فرمایا، اس میں تداعی کا اضافہ نہ ہونا چاہئے ورنہ تبدیل حکم شرعی و بدعت ہو جائے گا۔
دوسرے یہ کہ جس کو کسی خصوصیت کے ساتھ فرمایا، وہاں تو وہ تخصیص مشروع ہو جاوے گی ورنہ تخصیص بدعت ہی ہووے گی۔

تیسرے یہ کہ جہاں کسی زمانہ کو مقرر کر دیا ہے وہاں تو قید زمانہ کی مشروع ہے ورنہ بدعت ہے۔
چوتھے یہ کہ اگر اس کی تداعی یا دوام سے فساد عقیدہ حاصل ہو تو اس کا ترک کرنا لازم ہے۔ اگر وہ امر استحباب کے درجہ میں ہو نہ سنت مؤکدہ و واجب کے۔

پانچویں یہ کہ جس شے کی اصل قرون ثلاثہ سے نہ ملے، وہ بدعت ہے اور ان سب جگہ علما و عملاً یہ حکم ہے اور شے اگر چہ نئی نفسہ جائز ہو مگر ان قیود و وجوہ سے بدعت ہو جاتی ہے۔

پس یہ پانچ قاعدہ کلیہ شریعہ ہیں کہ شارح منیہ نے استفادہ فرمایا اور سب فقہاء کے نزدیک مقرر ہیں اور انہی قواعد سے فاتحہ مرسومہ اور سیوم وغیرہ اور تعین جمعرات وغیرہ کی اور محفل میلاد و مرجہ سب کی سب بدعت ہو گئی ہیں۔ [البراہین: ۱۱۵، وطبع جدید: ۱۱۸]

عرس میں تو تعین یوم ظاہر ہے کہ ہوتی ہی ہے اور محفل میلاد میں بھی یہ تعین ہوتی ہے۔ اگر یوم ولادت پر منعقد کی جائے اور جتنی وجوہات صلوة الرغائب کی کراہت پر شارح منیہ نے بیان کی ہیں وہ سب وجوہات ان میں پائی جاتی ہیں۔ ان میں تداعی اور اجتماع کا اہتمام بھی پایا جاتا ہے اور مطلق کی تنقید اور زمانہ کے ساتھ تخصیص بھی موجود ہے۔

اور اس طرح کی محافل کے اہتمام اور تداعی اور دوام سے فساد عقیدہ عوام کا نہ صرف احتمال بلکہ وقوع ہو رہا ہے۔ وہ اس کو لازم سمجھتے ہیں۔ تارک پر ملامت و طعن بھی کرتے ہیں۔ قرون ثلاثہ میں اس صورت و ہیئت کے ساتھ ان مجالس کا انعقاد بھی یقیناً ثابت نہیں تو پھر ان کے مکروہ اور بدعت ہونے میں کیا کلام ہے؟ اگر صلوة الرغائب جیسی عبادت ان وجوہات کی بناء پر مکروہ اور بدعت ضلالہ ہو گئی تو ان مجالس کے بدعت ضلالہ ہونے میں کیا شبہ ہے؟ البتہ نفس ایصال ثواب بغیر قیود و مرجہ کے اور نفس ذکر ولادت بغیر تداعی وغیرہ قیود کے مندوب و مستحب ہے۔

اب غور درکار ہے کہ مرجہ محافل میلاد جس میں اس قدر وجوہات اور اسباب منع کے پائے جاتے ہیں کیا ان کی اجازت اکابر علماء دیوبند نے ”المہند“ میں دی ہے یا سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ ہفت مسئلہ میں ان کو جائز قرار دیا ہے؟ سو حقیقت یہ ہے کہ حضرات اکابر علماء

دیوبند اور حضرت حاجی صاحبؒ نے ایسی مجالس کی ہرگز اجازت نہیں دی جن میں منکرات شامل ہوں۔ ”المہند“ میں تصریح موجود ہے کہ ”ہم ذکر ولادت شریفہ کے منکر نہیں بلکہ ان ناجائز امور کے منکر ہیں جو اس کے ساتھ مل گئے ہیں کہ واہیات موضوع روایت بیان ہوتی ہیں۔ مردوں عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے۔ چراغوں کی روشنی کرنے اور دوسری آرائشوں میں فضول خرچی ہوتی ہے اور اس مجلس کو واجب سمجھ کر جو شامل نہ ہوں ان پر طعن و تکفیر ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اور منکرات شرعیہ ہیں جن سے شاید ہی کوئی مجلس خالی ہو۔ (ص ۶۶)

اس عبارت سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ ان مجالس میں امور منکرہ غیر شرعیہ شامل ہو گئے ہیں اور ان سے شاید ہی کوئی مجلس خالی ہو اور اس مجلس کو واجب سمجھ کر اس میں شامل نہ ہونے والوں پر طعن و تکفیر تک کی نوبت آ جاتی ہے۔ تو اب تغیر مشروع میں کیا کس باقی رہ گئی کہ امر مندوب کو واجب سمجھا جانے لگا اور اس کا ترک موجب طعن و تکفیر ہو گیا۔ ایسی مجلس کی اجازت بنا بر اصول مسلمہ فقہاء جن کا ذکر اوپر بھی کر دیا گیا ہے منع ہوگی۔ (قسط نمبر ایک مکمل شد۔ [مرتب])

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یار، جولائی ۱۹۹۵ء)

رسالہ ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ اور حضرات اکابر علماء دیوبند:

رسالہ ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کے شائع ہونے کے بعد حکم الامت حضرت تھانویؒ نے بطور توضیح اس کا ضمیمہ لکھا تھا۔ اس میں مرقوم ہے کہ:

”بعض صاحبوں کو اس (یعنی حضرت سید الطائفہ حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر کی کے رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ) کے مقصود اصلی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی اور حضرت ممدوح کو علی الاطلاق ان اعمال وغیرہ کا مجوز قرار دے دیا جو بالکل خلاف واقع ہے۔ اس لئے محض خیر خواہی کی نظر سے حضرت صاحب کی غرض اور تحقیق کا اظہار ضروری سمجھ کر اطلاع عام دیتا ہوں تاکہ مجھ کو حق پوشی کے گناہ سے اور دوسروں کو التباس و اشتباہ سے نجات ہو۔“

اس سے واضح ہو گیا کہ اس رسالہ کا مقصود سمجھنا غلطی اور خلاف واقع ہے کہ حضرت حاجی صاحب نے علی الاطلاق ان اعمال کو جائز قرار دے دیا ہے۔

جب اس رسالہ کے مؤلف نے خود وضاحت کر دی کہ اس رسالہ سے ان اعمال کا علی الاطلاق جواز سمجھنا غلطی ہے رسالہ کا یہ مقصود ہی نہیں ہے اور وہ خود ہی اس غلط فہمی اور التباس و اشتباہ کا ازالہ کرنے کے لئے اس کا ضمیمہ شائع کر رہے ہیں۔ اس رسالہ سے نہ تو ان اعمال کا علی الاطلاق جواز مفہوم ہوتا ہے اور نہ ہی

مولف رسالہ کی یہ غرض اور تحقیق ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”خلاصہ ارشاد حضرت ممدوح کا یہ ہے کہ جس شد و مد کے ساتھ یہ امور لوگوں میں شائع ہیں، وہ بدعت ہیں کیونکہ اس رسالہ میں تصریح ہے کہ ”غیر دین کو دین میں داخل کرنا بدعت ہے۔ سو جو لوگ ان قیود کو جو فی نفسہ مباح ہیں، مؤکد کرتے ہیں، وہی غیر دین کو دین میں داخل کرنے والے ہیں۔ اس مرتبہ میں مانعین حق پر ہیں اور بلا التزام قیود و رسوم و مفاسد احیاناً کر لینا اور احیاناً نہ کرنا یہ مباح ہے۔ اس کو حرام کہنا مانعین کا تشدد ہے۔ اس مرتبہ میں جواز حق ہے۔ بایں معنی دونوں کو آپ نے حق پر فرمایا۔“

[ضمیمہ فیصلہ ملخصاً، من اشرف السوانح، حصہ سوم، ۶۶۷ تا ۶۷۰]

ایک شبہ کا ازالہ:

اس توضیح کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا بھی محل نظر معلوم ہوتا ہے کہ مولف رسالہ نے اس سے علی الاطلاق رجوع کر لیا تھا۔ رجوع تو اس وقت قرار پاتا جب کہ اس رسالہ میں ان اعمال تنازعہ کو علی الاطلاق جائز قرار دیا جاتا۔ حالانکہ اس میں ایسا نہیں قرار دیا گیا، البتہ بعض لوگوں کو اس کے مقصود سمجھنے میں غلطی ہوئی اور انہوں نے اس سے علی الاطلاق ان اعمال کا جواز سمجھ لیا۔ اس کے ازالہ کے لئے اور اشتباہ کو رفع کرنے کے لئے ضمیمہ لکھا تو اس کو ازالہ غلطی اور رفع اشتباہ کہا جانا مناسب ہے نہ کہ رجوع۔ فافہم حق الفہم۔

توضیح از قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ:

اسی طرح حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رسالہ ہفت مسئلہ کی توضیح فرمائی ہے۔ ایک سوال کے

جواب میں ارشاد ہے:

”رسالہ ہفت مسئلہ میں مسئلہ امکان کذب و امکان نظیر میں تو کوئی امر ایسا نہیں لکھا کہ کسی کے خلاف ہو بلکہ اس کے امکان کا اقرار اور اس کی بحث سے احتراز لکھا ہے تو اس میں کسی اہل حق کی مخالفت نہیں اور مسئلہ تکرار جماعت میں بسبب اختلاف روایات فقہ کے فریقین کو نزاع سے منع کیا ہے کہ مسئلہ مختلفہ میں مخالفت کرنا مناسب نہیں اور مسئلہ نداء غیر میں صاف حق لکھا ہے کہ نداء غیر اگر حاضر و علم غیب جان کر کرے گا تو شرک ہوگا اور جو بے اس کے شوق میں کیا ہے، تو معذور ہے، گنہگار نہیں اور جو بدوں عقیدہ شرکیہ یوں سمجھ کر کہے کہ شاید ان کو حق تعالیٰ خبر کر دیوے تو خلاف محل نص میں خطا اور گناہ ہے مگر شرک نہیں اور جو نص سے ثبوت ہو، جیسے صلوٰۃ و سلام بخند مت فخر عالم علیہ السلام کے ملائکہ کا پہنچانا تو وہ خود ثابت ہے۔ سو یہ سب حق ہے، اس

میں کوئی اہل حق مخالف اس کے نہیں کہتا۔

اب رہے تین مسئلے۔ قیود مجلس مولود کے اور قیود ایصال ثواب کے اور عرس بزرگان دین کا کرنا۔ سو اس میں وہ خود لکھتے ہیں کہ دراصل یہ مباح ہیں۔ اگر ان کو سنت یا ضروری جانے بدعت و تعدی حدود اللہ تعالیٰ اور گناہ ہے اور بدوں اس کے کرنے میں وہ اباحت لکھتے ہیں۔ (“تالیفات رشیدیہ” ص ۱۳۹)

اب غور درکار رہے کہ حضرت قطب الارشاد گنگوہیؒ نے ہفت مسئلہ کی کس قدر مٹی بر اصول فقہیہ توضیح فرمائی ہے کہ اس سے زیادہ متصور نہیں ہے۔ پہلے چار مسئلوں کے بارہ میں تو اہل حق کو اختلاف کی گنجائش ہی نہیں۔ اس رسالہ میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ:

”وہ سب حق ہے اس میں کوئی اہل حق مخالف اس کے نہیں کہتا۔“

اور باقی تین مسئلوں میں بھی لکھا ہے کہ:

”وہ خود لکھتے ہیں کہ دراصل یہ مباح ہیں اگر ان کو سنت یا ضروری جانے بدعت و تعدی حدود اللہ اور گناہ ہے اور بدوں اس کے کرنے میں وہ اباحت لکھتے ہیں۔“

اب غور درکار رہے کہ ان میں سے کون سا مسئلہ قابل رجوع ہے۔ پہلے چار مسئلوں میں سے کسی سے رجوع کرنے کا مطلب تو یہ ہوگا کہ مسلک حق سے رجوع کر لیا اور کسی عالم سے بھی یہ بات متصور نہیں۔ اور دوسرے تین مسئلوں میں بھی لکھا ہے کہ:

”اگر ان کو سنت یا ضروری جانے بدعت و تعدی حدود اللہ اور گناہ ہے۔“

اس سے بھی کسی کو اختلاف نہیں ہے اور نہ ہی اس سے رجوع کرنے کی گنجائش ہے۔ یہ اصول فقہیہ کے موافق ہے کہ جو مباح اپنے درجہ سے بڑھ جائے، وہ واجب التکرک ہو جاتا ہے۔ اس قاعدہ کا ذکر اوپر ہو چکا ہے فیصلہ ہفت مسئلہ میں بھی اسی کے مطابق لکھا ہے۔ اس سے رجوع کا کیا مطلب ہوگا؟

حقیقت یہ ہے کہ کسی مسئلہ سے رجوع نہیں ہوا بلکہ لوگوں کی حالت میں تبدیلی ہو گئی اور انہوں نے اعتقاداً یا عملاً اعمال مذکورہ میں ان قیود کو ضروری سمجھ لیا، جس کو اصل رسالہ میں مباح لکھا تھا۔ اس لئے ان پر مکرر تنبیہ کرنی پڑی۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ضمیمہ میں اس پر تنبیہ فرمادی۔ اس کو حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے الفاظ میں تحریر فرمایا ہے۔

ہم لوگ منع کرتے ہیں تو وجہ اس کی یہ ہے کہ ان کو رسوم اہل زمانہ سے خبر نہیں کہ یہ لوگ ان قیود کو ضروری جانتے ہیں۔ لہذا باعتبار اصل کے مباح لکھتے ہیں اور ہم لوگوں کو عادت عوام سے محقق ہو گیا ہے کہ یہ لوگ ضروری اور سنت جانتے ہیں۔ لہذا ہم بدعت کہتے ہیں۔

پس فی الحقیقت مخالفت اصل مسائل میں نہیں ہوئی بلکہ بسبب عدم علم حال اہل زمانہ کے یہ امر واقع ہوا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسا امام صاحب نے صابی کو ایک حکم دیا اور صاحبین نے دوسرا حکم۔ یہ بسبب اختلاف حال صابی کے ہوا ہے کہ امام صاحب کے وقت میں ان کا حال اہل کتاب جیسا تھا اور صاحبین کے وقت مجوس جیسا۔ پس اختلاف اصل مسئلہ کا نہیں بلکہ بوجہ حال اہل زمانہ کے ہے۔ ایسا ہی دیگر مسائل میں ہے۔ پس ایسا ہی ان تین مسائل ہفت مسئلہ میں سمجھ لو۔ ورنہ حضرت سلمہ، (یعنی حضرت پیر مرشد حاجی امداد اللہ صاحب) کے عقائد ہرگز بدعت کے نہیں ہیں کہ اہل فہم و دانش خود عبارت رسالہ سے سمجھ سکتا ہے۔ مع ہذا لکھتا ہوں کہ یہ رسالہ ان کا لکھا ہوا نہیں۔ کسی نے لکھا ان کو سنا دیا۔ انہوں نے اصل مطلب کو دیکھ کر اباحت پر تصحیح کر دی اور حال اہل زمانہ سے خبر نہ ہوئی۔ [تالیفات رشیدیہ: ۱۴۰]

سبحان اللہ! حدود شریعت کے اندر رہتے ہوئے اپنے مرشد عالی قدر کے ساتھ حسن ادب قابل تقلید ہے۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کس قدر حسین توجیہ حضرت پیر و مرشد کے رسالہ کی کی ہے کہ اس سے فوق متصور نہیں۔

اس سے واضح ہو گیا کہ اختلاف مسئلہ میں واقع نہیں ہوا کہ اس سے کسی کو رجوع کرنے کی ضرورت پیش آتی۔ یہی مسئلہ رسالہ مذکورہ میں بھی بیان کر دیا گیا تھا۔

غرض کہ اہل زمانہ کے حال سے خبر نہ ہونے یا حسن ظن کی وجہ سے حضرت حاجی صاحب نے لوگوں کے عمل کو اباحت اصلہ کے حد میں داخل سمجھ کر اس پر اباحت کا حکم لگا دیا اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عوام کی حالت سے محقق ہو گیا کہ وہ ان اعمال کو اباحت سے بڑھا کر سنت بلکہ ضروری سمجھنے لگے ہیں۔ اس لئے منع کا حکم دے^(۱) دیا تو اختلاف مسئلہ کا نہیں ہوا بلکہ واقعہ کا اختلاف ہے اور اس اختلاف کی حقیقت کو حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قلم حقیقت رقم نے واضح کر دیا کہ یہ اختلاف مثل اختلاف صابی کے حکم کے ہے کہ امام صاحب نے ایک حکم دیا اور صاحبین نے دوسرا حکم دیا اور بسبب اختلاف حال صابی کے ہوا ہے۔

(۱)..... چونکہ رسالہ ہفت مسئلہ کی عبارت سے اصل مسئلہ کے سمجھنے میں بہت زیادہ غلط فہمی ہو سکتی تھی، اس لیے قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے نسخوں کو جلوا دیا تھا۔ چنانچہ حضرت گنگوہی کے پوتے حضرت مولانا عبدالرشید محمود گنگوہی نے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عریضہ ارسال کرتے ہوئے لکھا:

”حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلہ ہفت مسئلہ کے متعلق حضرت گنگوہی کا ارشاد کہ: ”ہم تصوف میں حضرت حاجی صاحب کے مقلد ہیں، نہ کہ تحقیقات فقہیہ میں۔“ اور اس کو جلوا دیا۔ (مکتوبات شیخ الاسلام جلد سوم، حاشیہ ص: ۶۵ مکتوب نمبر ۹) بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

اسی طرح یہاں بھی ان مسائل متنازعہ میں اختلاف بوجہ اختلاف حال اہل زمانہ کے ہوا ہے۔ مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ لکھتے ہیں:

”پس حضرت (حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ) کے قول و فعل کا خلاصہ یہ نکلا کہ یہ افعال بلا مفسد جازز ہیں اور فتویٰ علماء کا حاصل یہ ہوا کہ یہ افعال مع المفسد ناجازز ہیں۔ سو اس میں کچھ اختلاف نہ ہوا۔ البتہ یہ امر کہ آیا اکثر مواقع میں یہ مفسد موجود ہیں یا نہیں، حضرت اور علماء کا اختلاف رہا۔ سو یہ ایک واقعہ میں اختلاف ہے۔“ (بواد النواذر، ص ۱۹۸)

کتاب ”اصلاح مفاہیم“ اور ”المہند“:

اب وہ حضرات غور فرمائیں جو فرما رہے ہیں کہ زیر نظر کتاب ”المفاہیم“ کے اردو ترجمہ میں فیصلہ

(۲)..... انقضاء مجلد مولود وغیرہ مسائل کی تحقیق میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ: ”اگرچہ سر دست آپ کو بوجہ فراطعیت و محبت کے ناگوار گزرے، اور اس بندے کو گستاخ و بے ادب تصور کرو، مگر حق کہہ دینے سے مجھے یہ امر مانع نہیں۔ وہ یہ ہے کہ بندہ جو حضرت شیخ (یعنی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی رحمہ اللہ) سے بیعت ہوا ہے اور جتنے اہل علم ذی فہم مشائخ سے بیعت ہوتے رہتے تھے، اور ہوتے رہے ہیں کہ باوجود عالم کے غیر عالم سے جو بیعت ہوئے اور ہوتے ہیں کہ جو کچھ استاد سے کتب دینیہ میں انھوں نے پڑھا اور علم حاصل کیا، کسی شیخ عارف سے اس علم کو علم الیقین بنالیں۔ تاکہ عمل کرنا نفس کو اس علم پر سہل ہو جائے۔ اور معلوم مشہود بن جاوے۔ علی حسب استعداد۔ اس واسطے کوئی بیعت نہیں ہوا اور ہوتا کہ جو کچھ ہم نے پڑھا ہے اس کی صحت و سقم کو کسی شیخ غیر عالم سے پڑتا ل کرالیں اور احکام محققہ قرآن و حدیث کو اس کے قول سے مطابق کر لیں۔ کہ جس کو وہ غلط فرماویں اس کو آپ غلط مان لیں اور جس کو صحیح کہیں اس کو صحیح رکھیں۔ کہ یہ خیال سراسر باطل ہے۔ پس اگر کسی کا شیخ کوئی امر خلاف امر شرع کے فرماوے گا تو اس کو تسلیم کرنا جائز نہ ہوگا۔ بلکہ خود شیخ کو ہدایت کرنا مرید پر واجب ہوگا۔ کیونکہ ہر دو کا حق ہر دو پر ہے۔ اور شیخ معصوم نہیں ہوتے۔ الخ“ (تذکرۃ الرشید، حصہ اول، ص ۱۲۲۔)

(۳)..... جتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ بانی دارالعلوم دیوبند کے پوتے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بعنوان ”قیام میلاد اور عرس کی تحقیق“ میں فرمایا:

حضرت حاجی امداد اللہ قدس اللہ سرہ جو گویا پوری اس جماعت کے دیوبند کے شیخ الطائفہ ہیں، اس کے سلسلہ بیعت میں داخل ہیں۔ ان کے ہاں خود ان چیزوں میں توسع ہے۔ لیکن جماعت دیوبند کا عمل فقہاء کے اقوال اور نصوص پر اور کتاب و سنت پر ہے، اور ان حضرات میں (حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ) جو توسع ہے اور کچھ شدت کی کمی ہے، اس کو ذاتی حال پر محمول کرتے ہیں۔ اور نص فقہی کو اختیار کرتے ہیں۔ (خطبات حکیم الاسلام: ۳۸۷/۷)

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (450)

ہفت مسئلہ“ اور ”المہند“ والے مسائل کو علمی دلائل کے ساتھ خوب واضح کیا گیا ہے یا ان دونوں کے خلاف مسائل کو پیش کیا گیا ہے؟ کیا ان دونوں کتابوں میں ارواح کا فریادرسی کرنا اور اپنے پکارنے اور فریاد چاہنے والوں کی فریادرسی کرنا بھی لکھا ہے۔ درآں حالیکہ ”المفاہیم“ میں لکھا ہے:

”ولا شك ان الارواح لها من الاطلاق والحرية مايمكنها من ان تعجب من يناديها وتغيب يستغيث من بها كالا حياء سواء بسواء بل اشد واعظم“ (ص ۱۸۰) ”اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ارواح کو ایسی آزادی حاصل ہے جس سے ان کو یہ ممکن ہے کہ اپنے پکارنے والوں اور مدد طلب کرنے والوں کو زندہ کی طرح بلکہ ان سے بڑھ کر جواب دے سکیں۔“

خوارق عادت اور کرامت کے طور پر کسی واقعہ میں ارواح کی فریادرسی کا اگر ثبوت ہو، تسلیم ہو سکتا ہے۔ مگر وہ تصرف خارق عادت صاحب روح کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ صاحب کرامت کی بزرگی کے اظہار کے لیے اس کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے۔

کرامت کی یہی حقیقت ہے مگر مؤلف کتاب ارواح کے لئے ہر جگہ پھرنے کی آزادی ثابت کر رہے ہیں کہ جس جگہ سے بھی کوئی شخص ان کو مدد کے لئے پکارے، وہ اس کو سنتی ہیں اور مدد کرتی ہیں۔ کیا اہل سنت والجماعت اور اکابر علماء دیوبند کا یہی عقیدہ ہے کہ ہر شخص کی پکار ہر جگہ سے ارواح سنتی اور مدد کرتی ہیں؟

اور المہند وغیرہ میں کیا ارواح کے لئے علی الاطلاق یہ قاعدہ ثابت ہے؟ اصولی طور پر پہلے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اصلاح مفاہیم سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس لفظ کا اطلاق بھی شرعاً صحیح اور جائز ہو جائے۔ بعض مرتبہ قواعد کلیہ شرعیہ سے کسی لفظ کا اطلاق باوجود اس کے مفہوم کے صحیح ہونے کے بھی ناجائز اور ممنوع ہوتا ہے۔ مثال:

اس کی ایک مثال جناب باری تعالیٰ پر ”خالق القردة و الخنازير“ (خزیر اور بندر کا خالق) کے اطلاق کا ناجائز ہونا ہے۔ کما فی کتب العقائد۔

باوجودیکہ مفہوم اس کا صحیح ہے۔ حق تعالیٰ جل شانہ تمام اشیاء کے خالق ہیں اور ”خالق کل شیء“ نص قرآنی اس پر دال ہے اور ”قردة“ اور ”خنازير“ بھی یقیناً کل شیء میں داخل ہیں مگر مفہوم کے صحیح ہونے کے باوجود جناب باری تعالیٰ پر اس لفظ کا اطلاق بوجہ ایہام کسر شان باری تعالیٰ کے ممنوع ہے۔ دوسری مثال:

اسی طرح لفظ ”راعنا“ کا مفہوم صحیح تھا مگر جناب رسول کریم ﷺ کی نسبت اس لفظ کا اطلاق بنص

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (451)

قرآنی لا تقولوا ارعنا ممنوع قرار پایا اور اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ لفظ موصوم تھا کسر شان نبوی ﷺ کے لئے جیسا کہ یہود اس کا استعمال کرتے تھے۔ اس لئے صحیح مفہوم کے لحاظ سے بھی اس کا اطلاق صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے ممنوع کر دیا گیا۔ حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اذہان مبارکہ کسر شان نبوی ﷺ کے مفہوم سے قطعاً و یقیناً خالی تھے مگر اس لفظ کا اطلاق غلط فہمی کا موہم تھا۔ اس لئے اس کے اطلاق کو صحیح مفہوم کے ساتھ بھی منع کر دیا گیا۔ جس کی تفصیل قاعدہ نمبر ۳ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

تیسری مثال:

آنحضرت ﷺ پر لفظ ”عالم الغیب“ کا اطلاق ممنوع ہے۔ ”عالم الغیب“ کا اطلاق نصوص میں صرف حق تعالیٰ کے لئے کیا گیا ہے۔ حالانکہ بکثرت غیوب کی اطلاع آپ ﷺ کو بذریعہ وحی دی گئی ہے۔

آیات قرآنی و مآکان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولكن الله یجتبی من رسله من یشاء (اور اللہ نہیں ہے کہ تم کو خبر دے غیب کی لیکن اللہ چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولوں میں جس کو چاہے) وغیرہ اس پر دلالت کر رہی ہیں مگر بوجہ ایہام مساوات علم بالباری لفظ عالم الغیب کا اطلاق غیر اللہ پر جائز نہیں ہے۔ اسی لئے کسی نص میں آنحضرت ﷺ کے لئے ”عالم الغیب“ کا اطلاق نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اس اطلاق میں حق تعالیٰ کے ساتھ عالم الغیب ہونے میں مساوات کا ایہام تھا۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”علم غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے۔ اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں۔“ (فتاویٰ رشیدیہ)

حضرت تھانوی فرماتے ہیں:

”جو علم بواسطہ ہوا اس پر غیب کا اطلاق محتاج قرینہ ہے تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع اور ناجائز ہوگا۔“ (حفظ الایمان)

ان سب الفاظ کا اطلاق تصحیح مفاہیم کے بعد بھی شرعاً جائز نہیں ہوگا۔ جیسا کہ تفصیل سے گزرا۔

فافہم حق الفہم ولا تقع فی الوہم۔

ناظرین کرام نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت گنگوہی اور حضرت تھانوی رحمہما اللہ تعالیٰ نے لفظ ”عالم الغیب“ کے غیر اللہ پر اطلاق کو ناجائز قرار دیا ہے۔

”المہند“ جو علماء اہل سنت دیوبند کے عقائد کی متفقہ مسلکی دستاویز ہے اور اس پر تمام اکابر علماء دیوبند کے دستخط ثبت ہیں اس میں بھی رسول اللہ ﷺ پر اس لفظ کے اطلاق کو ناجائز ہی لکھا ہے۔ گویہ اطلاق

تاویل سے ہی کیا جائے۔ ”المہند“ میں ہے:

”مولانا نے جو کچھ لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اطلاق جائز نہیں۔ گو تاویل ہی سے کیوں نہ ہو۔ کیونکہ شرک کا وہم ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ”راعنا“ کہنے کی ممانعت اور مسلم کی حدیث سے غلام یا باندی کے عبدی اور امتی کہنے کی ممانعت ہے۔ بات یہ ہے کہ اطلاقات شرعیہ میں الخ مخلوق پر اطلاقات صحیح ہو جائے۔ (ص ۶۲)

دیکھئے اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ نے قرآن و سنت کی رو سے لفظ ”عالم الغیب“ کے غیر اللہ پر اطلاق کو ناجائز قرار دیا ہے اور اس میں کسی تاویل کو گوارا نہیں کیا بلکہ تاویل کے ساتھ اس کے اطلاق سے جو محذورات لازم آتے ہیں ان کی نشاندہی بڑی شد و مد سے کی ہے۔

مؤلف کی کج فہمی:

مگر اس کتاب ”اصلاحِ مفاہیم“ میں زیر عنوان ”بعض ایسے امور مشترکہ جو اللہ کی پاک ذات کے منافی نہیں“ لکھا ہے کہ:

”بہت سے لوگ دونوں مقاموں کے مابین امور مشترکہ کے سمجھنے میں خطا کر گئے ہیں اور ان کا یہ خیال ہے کہ ان امور کی مخلوق کی طرف نسبت شرک ہے..... ان ہی امور مشترکہ میں سے بعض امور نبی ﷺ کی خصوصیات ہیں کہ جن کو سمجھنے میں (معترضین) خطا کرتے ہیں اور ان خصوصیات کو بشریت کے پیمانہ پر قیاس کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے ان خصوصیات کے ساتھ متصف ہونے کے معنی یہ ہیں کہ نبی ﷺ کو بعض صفات الوہیت کے ساتھ متصف کر دیا گیا ہے۔ یہ واضح جہالت ہے..... (اس کی) دوسری مثال علم غیب کی ہے کہ علم غیب بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے۔ ارشاد باری ہے:

قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللہ (حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: کہہ دو نہیں جانتے وہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں غیب کو مگر اللہ) اور یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ جل شانہ نے اپنے نبی ﷺ کو علم غیب بہت سکھایا تھا۔ (جز بیانہ کیا) اور بہت کچھ دیا تھا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول ”جاننے والا بھید کا سو نہیں خبر دیتا اپنے بھید کی کسی کو مگر جو پسند کر لیا کسی رسول کو“ (اصلاحِ مفاہیم ص ۶۵-۶۶)

اس اقتباس سے واضح ہے کہ مصنف کے نزدیک کہ نبی ﷺ کو بطور خصوصیات (محض) علم غیب حاصل تھا اور آپ ﷺ کی طرف علم غیب کی نسبت کرنا صحیح ہے۔

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (453)

یہ صحیح ہے کہ آنحضرت ﷺ کو بطور خصوصیات بہت سے امور غیبیہ سے مطلع کیا گیا ہے اور تمام علوم لازمہ نبوت آپ ﷺ کو بتما مہا عطا کر دیے گئے ہیں اور آپ ﷺ کی شان عالی میں مختصر طریقہ پر یوں عرض کیا جا سکتا ہے کہ

مگر آپ ﷺ پر بروئے قرآن و سنت لفظ ”عالم الغیب“ کا اطلاق بوجہ ایہام شرک جائز نہیں۔ جیسا کہ علماء دیوبند کی متفقہ مسلکی دستاویز ”المہند“ اور حضرت گنگوہی اور حضرت تھانوی رحمہما اللہ تعالیٰ کی گزشتہ عبارات سے واضح ہو رہا ہے اور ”البراہین القاطعہ“ میں بھی تصریح ہے کہ:

”کتاب اللہ..... میں علم غیب مطلق خاصہ حق تعالیٰ کا لکھا ہے۔“

اور مؤلف خود بھی مقرر ہے پس اس عقیدہ کا خطاب شرک ہے باعتبار مؤلف اور معترض بھی اس کو شرک کہتا ہے اور بدوں اس عقیدہ کے بسبب ایہام شرک مکروہ کہتا ہے۔ چنانچہ درمختار سے نقل ہوا اور جو کچھ مؤلف نے زرقانی سے نقل کیا ہے نہ اس میں عقیدہ شرکیہ ہے اور نہ بسبب واجب ہونے تشہد کے ایہام کی کراہت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ فرائض و واجبات میں ایسے امور کا لحاظ درست نہیں کہ واجب من اللہ تعالیٰ ہو چکا ہے۔ (ص ۲۱۸)

اس قاعدہ کی تفصیل پہلے ”قاعدہ دوم“ میں گزر چکی ہے۔ اس کو ملاحظہ کیا جائے۔

نیز حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

”علم غیب“ خاصہ حق تعالیٰ ہے۔ اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں۔ (”فتاویٰ رشیدیہ“ ص ۹۳)

اب غور فرمایا جائے کہ حضرات اکابر علماء دیوبند حضرت گنگوہی حضرت سہارنپوری حضرت تھانوی رحمہم اللہ تعالیٰ ”علم غیب“ کو خاصہ حق تعالیٰ کا کہہ رہے ہیں اور اس کے اطلاق کو کسی تاویل سے بھی غیر اللہ پر سبب ایہام شرک قرار دے رہے ہیں اور ”المہند“ میں بھی اس کی تصدیق کر دی گئی ہے جو تمام اکابر علماء دیوبند کے متفقہ مسلک کی ترجمان ہے۔

”اصلاح مفاہیم“ میں بطور خصوصیت کے آنحضرت ﷺ کی طرف علم غیب کی نسبت کرنے کو صحیح قرار دیا گیا ہے اور اس کو امور مشرب کہ میں سے قرار دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود نہ معلوم اس کتاب کو ”المہند“ کے مسائل پر مشتمل کیسے قرار دیا جا رہا ہے؟

امور غیر عادیہ میں تصرف کی قدرت:

اسی طرح ”اصلاح مفاہیم“ میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو تصرف کرنے کی قدرت ثابت

کی گئی ہے اور امور غیر عادیہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا معمول آنحضرت ﷺ سے استعانت و استغاثہ کرنے کا بتلایا ہے۔ لکھتے ہیں:

”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ سے استعانت و استغاثہ کرتے تھے اور شفاعت طلب کرتے تھے اور فقر و مرض بلا و قرض و بے بسی کی حالت کو نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے تھے اور شفاعت طلب کرتے تھے اور یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ بذات خود ان امور کو نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ کے حکم اور اللہ جل شانہ کی عطا کردہ قوت و قدرت سے پورا فرما دیا کرتے تھے۔“ (ص ۲۰۱)..... اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ پاک نے جو ان کو دعواء و تصرف وغیرہ کی قدرت دے رکھی ہے اس کے ذریعہ سے اللہ پاک کی بارگاہ میں مطلوب کے حصول کا ذریعہ ہے۔ (ص ۱۷۸)

یہی حکم دوسری خوارق عادت چیزیں طلب کرنے کا بھی ہے۔ جیسے بدون دوا پرانے مرض کو ٹھیک کر دینا اور ضرورت کے وقت بدوں بادل کے بارش برسوا دینا۔ محض اشیاء کے حقائق کو بدل دینا اور انگلیوں سے پانی کا پھوٹ پڑنا، کھانے کا زیادہ ہو جانا وغیرہ ذالک۔ یہ اشیاء بھی عادتاً انسان کے بس کی نہیں۔ لیکن نبی کریم ﷺ عند الطلب ایسا فرما دیا کرتے تھے اور ان سے یہ نہ فرماتے تھے کہ تم نے شرک کیا۔ اسلام و ایمان کی تجدید کرو۔ کیونکہ تم نے مجھ سے ایسی چیز طلب کی جس پر صرف اللہ ہی کی قدرت ہے۔ (۱۸۹) اس مقام کی وضاحت یہ ہے کہ لوگ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ سے اپنی حاجات کے بارہ میں اللہ کی بارگاہ میں شفاعت کرتے ہیں اور استعانت و سفارش پر اللہ جل شانہ نے قدرت دی ہے۔ (ص ۱۹۰)

اب غور طلب بات یہ ہے کہ:

۱..... کیا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء عظام کو اللہ تعالیٰ نے امور غیر عادیہ میں تصرف کرنے کی قدرت دے رکھی ہے؟ جیسا کہ ”اصلاح مفاہیم“ میں ثابت کیا گیا ہے اور ”اصلاح مفاہیم“ کے مذکورہ اقتباسات سے مفہوم ہوتا ہے۔

۲..... اور کیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا معمول آنحضرت ﷺ سے ایسے امور خارق للعادة میں استعانت و استغاثہ کرنے کا تھا جیسا کہ اصلاح مفاہیم میں اس کا دعویٰ کیا گیا ہے۔

مولانا محمد اسماعیل دہلوی کا ارشاد:

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب دہلوی کا ارشاد معجزہ کے صدور کے بارہ میں ان کے رسالہ منصب امامت میں ہے:

”اما آنکہ چگونہ حادث می شود پس بیانش آنکہ حق جل و علا بقدرت کاملہ خود در عالم تکوینی تصرف

عجیب و غریب بر تصدیق مقبولاں خودی فرماید نہ آنکہ قدرت صدور خرق عادت درو ایجاد می فرماید و اور با ظہار آن ماموری نماید حاشا و کلا قدرت تصرف در عالم تکوین از خواص قدرت ربانی است نہ از آثار قوت انسانی۔“

”معجزہ کیسے ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنی فاضل قدرت سے عالم تکوینی میں عجیب و غریب تصرف اپنے مقبول بندوں کی تصدیق کے لیے فرماتے ہیں یہ مطلب نہیں کہ خرق عادت چیزوں کی قدرت ان میں پیدا کر دیتے ہیں اور ان کو اظہار پر مامور فرماتے ہیں۔ حاشا و کلا عالم تکوین میں تصرف کی قدرت باری تعالیٰ کے خواص میں سے ہے انسانی قدرت کا اس سے تعلق نہیں۔“

شرح مواقف میں ہے:

”قال الامدى هل يتصور كون المعجزة مقدورة للرسول ام لا يختلف الائمة فيه و ذهب بعضهم الى ان المعجزة فيما ذكر من المقال ليس هو الحركة بالصعود او المشى لكونها مقدورة له بخلق الله فيه القدرة عليها انما المعجزة هناك بنفس القدرة عليها وهذه القدرة ليست مقدورة له وذهب آخرون الى ان نفس هذه الحركة معجزة من جهته كونها خارقة للعادة و مخلوقة الله تعالى وان كانت مقدورة للنبي وهو الاصح (شرح مواقف)

”آمدی فرماتے ہیں کہ معجزہ نبی کریم ﷺ کی قدرت ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے۔ بعض آئمہ نے فرمایا کہ معجزہ صرف چلنے اور چڑھنے کا نام نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقدور ہو سکتا ہے۔ معجزہ وہ ہے جو قدرت عبد میں نہ ہو۔ بعض نے اس نفس حرکت کو خرق عادت کی وجہ سے معجزہ قرار دیا ہے۔ یہ اگرچہ مخلوق باری ہے اور آپ کی قدرت میں بھی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ بھی معجزہ ہے۔“

اور شرح مقاصد میں بھی یہی اختلاف آئمہ در بارہ مقدور آیت معجزہ مذکور ہے۔ رسالہ ”منصب امامت“ کی عبارت سے واضح ہو رہا ہے کہ قدرت تصرف اور ایجاد خرق عادت کی قوت نبی ﷺ یا ولی میں پیدا نہیں کی جاتی بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے یہ تصرف فرماتے ہیں اور ”شرح مواقف“ اور ”شرح مقاصد“ سے مفہوم ہوتا ہے کہ خرق عادت اگرچہ مخلوق اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے مگر مقدور نبی کی ہوتی ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تشریح:

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں:

”مولوی محمد اسماعیل صاحب کا کہنا حق ہے اور سب ان کے موافق ہیں کوئی مخالف نہیں۔ عبارت مواقف و مقاصد بھی ان کے موافق ہے۔ مولوی اسماعیل صاحب قدرت کلیہ کے منکر ہیں کہ قدرت دے کر متصرف کر دیوں۔ جیسا کہ دیگر افعال اختیار یہ کی قدرت ہے کہ عادت الہی ہے۔ جب قصد کرے ویسا ہی

ہو جاوے۔ تصرفات میں یہ نہیں جیسا کہ ملکہ نے کلکٹر کو اختیار دے کر متصرف بنا دیا۔ سو افعال اختیار یہ عادت تصرف ہوتا ہے۔ ظاہراً اور فعل حق تعالیٰ کا مخفی ہے اور معجزات و تصرفات میں ظاہر یہی عجز ہے مثل قلم کے مگر جزئیہ قدرت محدود اس فعل تک نبی و ولی میں ہوتی ہے کہ وہ عالم اس امر کا ہے کہ مجھ سے یہ امر صادر کراتے ہیں اور مجھ کو قصد اس فعل کے کرنے کا حکم ہے۔ پس قلم جیسی حرکت ہوئی۔ مگر قلم علم سے عاری ہے۔ نبی کو علم و ارادہ و توجہ بھی ہوتا ہے۔ اس علم و توجہ کو اختیار جزئی سے تعبیر کرتا ہوں۔ سو اس کا اثبات شرح مواقف و مقاصد میں ہے اور کلام مولوی اسماعیل صاحب مرحوم و دیگر علماء اس کا انکار نہیں کرتے بلکہ قدرت دے کر فارغ ہونا کہ مثل قدرت دیگر افعال کے عادت کہ وقت قصد کے جب چاہیں کر لیا کریں کہ جس کو اختیار کلی و قدرت کلیہ سمجھتا ہوں۔ اس کا انکار ہے۔ پس یہ تو اصل مراد ہے۔ اگر ضرورت ہوگی تو پھر شرح عبارت مقاصد کی کر دوں گا۔ ورنہ غالباً آپ کو حاجت زیادہ لکھنے کی نہ ہووے گی۔ والسلام (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۷۷)

حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ قدس سرہ السامی کی یہ عجیب و غریب تشریح انہی کا حصہ ہے۔ اس سے تمام اشکالات رفع ہو کر مختلف عبارات میں تطبیق حاصل ہوگی۔ فللہ درہ ما ابھی در رہے۔

یہ عبارت اس قدر صاف اور مفصل ہے کہ کسی تبصرہ کی محتاج نہیں ہے۔ اس کو بغور ملاحظہ کے بعد مسئلہ کا پہلا جزء کہ ”کیا افعال غیر اختیار یہ میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کو قدرت دے رکھی ہے؟“ بالکل متفق اور صاف ہو جاتا ہے۔ کسی قسم کا خلجان اور گجنگ اس میں باقی نہیں رہتی اور واضح ہو جاتا ہے کہ ”اصلاح مفاہیم“ کی اوپر کی نقل شدہ عبارات سے جو یہ معلوم ہو رہا ہے کہ انبیاء و اولیاء کو تصرف کرنے کی قدرت دی گئی ہے اور وہ ان امور کو اللہ تعالیٰ کے حکم اور اللہ جل شانہ کی عطا کردہ قوت و قدرت سے پورا فرما دیا کرتے تھے۔ (ص ۲۰۱) یہ صحیح نہیں محققین اکابر علماء دیوبند کی تحقیق کے خلاف ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق:

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

”بلکہ ایں مبنی است بر آں کہ معجزہ فعل نبی ﷺ نیست بلکہ فعل خدا تعالیٰ است کہ بردست وے اظہار نمودہ بخلاف افعال دیگر کہ کسب ایں از بندہ است و خلق از خدا تعالیٰ و در معجزہ کسب نیز از بندہ نیست پس معنی ایں آیت ایں است کہ مارمیت اذرمیت صورہ و لکن اللہ رمی حقیقۃً و آں نیز مراد نیست کہ رمیت خلقا اذرمیت کسب ازیرا کہ ایں نیز در اتمام افعال جاری است“ (مدارج النبوة)

”یہ اس پر مبنی ہے کہ معجزہ نبی کا فعل نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے جو آپ کے ہاتھ پر انہوں نے اظہار فرمایا۔ بخلاف دوسرے افعال کے کہ ان کے کسب میں بندہ کا اختیار ہے۔ اگرچہ خلق ان کا حق تعالیٰ کی طرف سے ہے اور معجزہ میں کسب بھی بندہ کی طرف سے نہیں ہوتا پس اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ نے صورۃ نہیں مارا بلکہ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے مارا۔ اور یہ بھی مراد نہیں ہے کہ جب آپ نے مارنے کا کسب کیا تو خلق بھی کیا کیونکہ اس کا تعلق تمام افعال سے ہے۔“

خلاصہ یہ ہے کہ افعال اختیار یہ عادیہ میں چونکہ کسب بندہ کی طرف سے ہوتا ہے اس لئے ایسے افعال کی نسبت بندہ کی طرف صحیح اور جائز ہے لیکن افعال غیر اختیار یہ خارجہ عادیہ میں کسب کا دخل بھی بندہ کی طرف سے نہیں ہوتا۔ وہ محض فعل خدا ہے۔ اس کے خلق سے نبی و ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔ نبی و ولی کی قوت و قدرت کو اس میں دخل نہیں ہوتا۔ البتہ ان کو اس کی طرف توجہ ہوتی ہے قال اللہ تعالیٰ: وما کان لرسول ان یاتئ بایة الا باذن اللہ نیز فرماتے ہیں ”یاد رکھئے کہ معجزہ خدا کا فعل ہوتا ہے اس کو نبی کا فعل سمجھنا غلطی ہے۔ (کتاب خوارق عادات، ص ۳۲)

یہی وہ فرق ہے افعال اختیار یہ عادیہ اور افعال غیر اختیار یہ للعادیہ میں جس کو نظر انداز کرنے سے معجزہ اور خوارق کے صدور کی حقیقت مخفی رہتی ہے اور اس حقیقت کے مخفی رہنے سے ہی خوارق کو صدور کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔

مذہب فلاسفہ کی تائید:

یہی صورت اس کتاب ”اصلاح مفاہیم“ میں نظر آرہی ہے کہ خوارق عادت میں بھی افعال اختیار یہ کی طرح ہی انبیاء اولیاء کے لئے تصرف کرنے کی قوت و قدرت ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے:

”یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ بذات خود ان امور کو نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اللہ جل شانہ کی عطا کردہ قوت و قدرت سے پورا فرما دیا کرتے تھے۔ (اصلاح مفاہیم، ص ۲۰۱)

خوارق کے صدور میں یہ قوت و قدرت والی بات مذہب اہل سنت اور علماء محققین کی مسلک کے مطابق نہیں ہے جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے۔ البتہ یہ فلاسفہ کا مذہب ہے۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

والنبي عندهم محبوب على التصريف في الاكوان مهما توجه اليها واستجمع لها بما جعل الله له من ذلك والخارق عندهم يقع للنبي۔

”حکماء کے نزدیک نبی اکوان میں تصرف کرتے ہیں جب کہ وہ ان کی طرف توجہ کریں اور ان کا

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (458)

ارادہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تصرف کرنے کا اختیار عطا فرمایا ہے۔ (بحوالہ ”راہ ہدایت“ ص ۴۳)
اب اس واضح حقیقت اور عقیدہ کو سمجھنے کے بعد کتاب ”اصلاح مفاہیم“ کی درج ذیل عبارات پر غور کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ لکھا ہے:

”یہی ہمارا عقیدہ ہے اس قسم کے اقوال کے بارہ میں یہ نسبت فعل بطور مجاز عقلی کے ہے اور اس میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ (ص ۱۹۱)
اور یہ کہ:

”تمام جہانوں میں تصرف کرنے والی ایک اللہ سبحانہ کی ذات ہے کوئی بھی کسی چیز کا مالک نہیں مگر یہ کہ اللہ پاک مالک بنا دیں اور تصرف کی اجازت دے دیں۔ اپنی ذات کے لئے بھی نفع و ضرر حیات و قوت اور مرنے کے بعد اٹھنے کا کوئی مالک نہیں ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ اللہ کے حکم سے نفع و ضرر اس حد میں محدود اور اس قید کی ساتھ مقید ہے اور نفع و ضرر وغیرہ کی مخلوق کی طرف نسبت سبب اور کسب کے اعتبار سے ہے نہ کہ خلق و ایجاد و تاثیر و علت و قوت وغیرہ کے اعتبار سے اور حقیقت میں یہ مجازی نسبت حقیقی نہیں ہے۔“

یہ تقریر افعال اختیار یہ عادیہ ماتحت الاسباب میں تو جاری ہو سکتی ہے جن میں بندوں کو عطا کردہ قدرت حاصل ہے اور کسب کا اختیار دیا گیا ہے اور ان میں بندہ کے کسب و قدرت کا دخل ہوتا ہے۔ اسی کسب و قدرت کے اعتبار سے بندہ کی طرف ایسے افعال کی نسبت کی جاتی ہے مگر بندہ کی طرف افعال کی یہ نسبت حقیقی ہوتی ہے۔ مجازی نہیں ہوتی۔ اگرچہ خالق ان کے بھی حق تعالیٰ ہی ہیں۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: واللہ خلقکم و ما تعملون اس آیت مبارکہ میں عمل کی نسبت بندوں کی طرف اور خلق کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔ اگر یہ نسبت بندوں کی طرف حقیقی نہ ہو تو بندوں پر تکالیف شرعیہ کے بوجھ کی بنیاد کس چیز پر رکھی جائے گی اور وہ کس وجہ سے اپنے اعمال کے مکلف قرار پائیں گے لیکن افعال غیر اختیار یہ خوارق مافوق الاسباب میں بندہ کی طرف نہ تو خلق کی نسبت ہو سکتی ہے اور نہ ہی کسب کی اس لئے بندہ کی طرف ان کی نسبت کسی طرح کی نہیں ہو سکتی اور مجاز عقلی کا سہارا لینا بھی خوارق میں درست نہیں۔ کیونکہ مجاز عقلی میں کسی علاقہ کی وجہ سے غیر ماہولہ کی طرف نسبت کی جاتی ہے جب کہ اسناد حقیقی مراد لینے سے مانع قرینہ بھی قائم ہو۔

مجاز عقلی کی تعریف:

”البلغة الواضحة“ میں مجاز عقلی کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

”المجاز العقلی هو اسناد الفعل او مافی معناه الی غیر ماہولہ لعلاقة مع قرینة مانعة“

من ارادة الا سناد الحقیقی ”مجاز عقلی نام ہے فعل یا فعل کے معنی میں جو چیز ہو اس کی نسبت کا جب وہ نسبت غیر ماضی کی طرف ہو اور کوئی قرینہ بھی معنی حقیقی لینے سے مانع ہو۔“ جیسے ”انبت الربیع البقل“ میں ربیع کا انبات کے ساتھ زمانہ کا علاقہ ہے کہ یہ موسم اس کے اُگنے کا ہے اور خود اس میں اُگانے کا تصرف کرنے کی قدرت نہیں ہے۔ برخلاف خوراق کے کہ ان کو بندہ کے ساتھ کسی طرح کا علاقہ حاصل نہیں تو ان کی اسناد بندہ کی طرف بغیر علاقہ کے ہوگی جو درست نہیں ہے۔

اور اگر بندہ کی دعا وغیرہ کو علاقہ تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی ”اصلاح مفاہیم“ کے اقتباسات مذکورہ کے پیش نظر اس کی اسناد بندہ کی طرف مجازی نہیں بلکہ حقیقی ہوگی۔ کیونکہ ان اقتباسات میں تو نبی کریم ﷺ کے لئے قدرت تصرف کی ثابت کی جا رہی ہے جیسا کہ افعال اختیار یہ میں یہ قدرت حاصل ہوتی ہے تو اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے شفا دی ہے تو قدرت تصرف کے عقیدہ کے ساتھ اس میں اسناد حقیقی مراد لینے سے کونسا امر مانع ہے؟

مؤلف کا عقائد شرکیہ کی تائید کرنا:

ہماری اس گزارش سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ مؤلف ”اصلاح مفاہیم“ کا یہ لکھنا:

”ان تکفیر کرنے والوں کا ایک باطل دعویٰ یہ بھی ہے کہ یہ لوگ انبیاء اور صلحاء مرحومین سے ایسی چیز طلب کرتے ہیں جس کا عطا کرنا صرف اللہ پاک کے ہی قبضہ قدرت میں ہے اور ایسی طلب شرک ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کی عادات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ لوگ تو ان سے یہ طلب کرتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ سے حاجت روائی میں سبب بنے ہیں دعا و توجہ کے ذریعہ سے۔“ (الخ)

خوراق عادات کی حقیقت کو نہ سمجھنے اور عام مسلمانوں کے شرکیہ عقائد مختار کل وغیرہ پر مطلع نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ اگر وہ خوراق عادات کی حقیقت کو سمجھ لیتے اور عام مسلمانوں کے شرکیہ عقائد پر مطلع ہوتے تو ہرگز ایسے لوگوں کی تکفیر کرنے والوں کے مذکورہ دعویٰ کو باطل نہ کہتے۔

اب مؤلف نے اپنی اس تحریر سے ایسے عقائد شرکیہ رکھنے والوں کے ہاتھ مزید مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کے تمام غلط افکار و نظریات باطلہ کی تائید اپنی اس کتاب میں کر دی ہے۔ انہوں نے موہم شرک الفاظ کو ایسے معنی پہنانے کی کوشش کی ہے جو نہ صرف یہ کہ ان کے خواب و خیال ہی میں نہیں ہوتے بلکہ ان کو اگر وہ معنی بتلائے جائیں تو وہ اس سے انکار اور تاشی تمام کرتے ہیں۔ اس لئے مؤلف کی یہ توجیہات قطع نظر اس سے کہ صحیح ہیں یا غلط قائلین کی مراد کے بھی بالکل خلاف ہیں۔ اس پر ان کے معتمد عمائدین کی تصریحات ان کی کتب میں موجود ہیں اور وہ خود بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

پھر یہ توجیہات جواز اطلاق کی دلیل نہیں ہیں بلکہ عدم جواز کی دلیلیں ہیں۔ کیونکہ اس کتاب میں خوارق عادات میں بھی بندہ کی قدرت تصرف کو ثابت کیا گیا ہے جو کہ شرک فی التصرف ہے جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ دعا وغیرہ کی تاویل سے ایسے الفاظ کو موجب تکفیر نہ کہا جاتا مگر مؤلف کتاب نے اس میں عقیدہ عطاء قدرت تصرف کا داخل کر کے موجب شرک ہونا ثابت کر دیا اور وہ تاویل بے کار اور غیر مفید ہو گئی جس کو عوام کی حمایت میں بیان کیا گیا تھا۔ اب اس عقیدہ شرکیہ کی وجہ سے ایسے الفاظ کا کہنا ناجائز اور حرام ہو گا۔ پھر ان سب سے قطع نظر کے باوجود کیا کوئی صاحب علم و فہم ان الفاظ کے موہم شرک ہونے سے انکار کر سکتا ہے اور کیا یہ وجہ ان الفاظ سے اجتناب کے لئے کافی نہیں ہے؟ (قطب نمبر دو مکمل شد [مرتب])

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چاریار، اگست ۱۹۹۵ء)

گذشتہ صفحات میں قرآن و سنت اور فقہ کی تصریحات سے بیان کر دیا گیا ہے کہ موہم الفاظ کا استعمال جائز نہیں ہے۔

مؤلف کی پیش کردہ روایات کا صحیح مطلب:

اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہرگز یہ معمول نہیں تھا کہ وہ ایسے امور خارقہ للعادۃ میں آنحضرت ﷺ سے استغاثہ و استعانت کرتے ہوں، مؤلف کی پیش کردہ روایات سے بھی یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ ان حضرات نے آپ ﷺ سے خوارق میں استمداد کی ہو، البتہ وسیلہ کا ثبوت ہوتا ہے۔

اب ”اصلاح مفاہیم“ میں جو یہ لکھا ہے کہ ”ضریر (اعمی) وغیرہ کے قصہ سے ثابت ہے جو نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تھے اور نبی کریم ﷺ سے مدد طلب کی تھی اور ان کا وسیلہ پکڑا تھا، اور نبی ﷺ نے بھی ان کی بات مان کر دلداری فرمائی تھی اور اللہ کے حکم سے ان کی مرادیں پوری فرمادی تھیں اور ان میں سے کسی کو بھی نہ یہ فرمایا کہ یہ کیسی بات کہی یہ تو شرک ہو گیا، یہی حکم دوسری خوارق عادت چیز طلب کرنے کا بھی ہے۔“ الخ۔

یہ عبارت مکمل طور پر پہلے گزر چکی ہے، یہ لکھنا قطعاً بے محل ہے، ان واقعات سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آنحضرت ﷺ سے خوارق کی طلب کی تھی، جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ ﷺ سے ایسی چیزیں طلب ہی نہیں کیں جس پر صرف اللہ پاک ہی کی قدرت ہے تو آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہ کیوں فرماتے کہ ”یہ کیسی بات کہی یہ تو شرک ہو گیا،“ اور یہ کیوں فرماتے کہ ”تم نے شرک کیا اسلام و ایمان کی تجدید کرو۔“

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایسے واقعات سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ سے اپنی حاجت براری کے لئے دعا کی درخواست کرتے تھے۔ اور ایسے امور میں ”جن پر صرف اللہ پاک ہی

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (461)

کی قدرت ہے، جسے آپ ﷺ سے ذکر کر کے آپ ﷺ سے دعا کے متمنی ہوتے تھے جیسا کہ قصہ ضریر وغیرہ سے ثابت ہو رہا ہے۔ ”اصلاح مفاہیم“ میں خواہ مخواہ اس کو طلب خوارق میں داخل کر کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خوارق کا طالب بنا دیا حالانکہ ان واقعات میں اس پر کچھ دلالت نہیں۔ قصہ ضریر کے حوالہ سے پہلے مؤلف خود تصریح کر رہے ہیں کہ:

”یہ لوگ اللہ سے حاجت روائی میں سبب بنے ہیں، دعا و توجہ کے ذریعہ سے۔“

جب دعا و توجہ کے ذریعہ سبب بننا تسلیم ہے اور اس حدیث ضریر میں صراحتاً ان کی درخواست دعاء ”ادع اللہ ان یعافنی“ (اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیں کہ وہ مجھے عافیت دیں) کے الفاظ میں مروی ہے، کذا فی الترمذی۔ تو پھر ان واقعات کو خوارق کی طلب کی مدد میں داخل کرنا کیسے صحیح ہوگا۔ کیا دعا و توجہ کی درخواست بھی خوارق کی طلب میں داخل ہے؟ مگر حقیقت یہ ہے کہ خوارق کا طلب کرنا اور ہے اور ان کے لئے دعا کرنے کی درخواست کرنا اور ہے، دونوں میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے شاید یہ مغالطہ طلب خوارق کا ہو رہا ہے۔

اسی طرح بارش کے لئے دعا کی درخواست کی گئی تھی۔ ”یا رسول اللہ ہلکت الاموال..... فادع اللہ ان یغشینا فدعا اللہ وجاء المطر“۔ اے اللہ کے رسول! مال ہلاک ہو گئے..... اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں آغوش رحمت میں ڈھانپ لیں۔ آپ نے دعا فرمائی تو بارش ہوئی۔ (بخاری)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ باہر نکل آئی تھی۔ لوگوں نے اسے کاٹ کر الگ کرنے کا مشورہ دیا تھا مگر حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے مشورہ پر اس کو معلق رکھا۔ چنانچہ حدیث میں حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مروی ہے:

فقال (قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لا حتی استامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاستامرہ فقال لا..... اسی قصہ میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ان شئت ردت ودعوت اللہ۔ اگر تم چاہو تو میں آنکھ کے ڈھیلے کو اس کی جگہ رکھ کر اللہ سے دعا کروں کہ وہ صحیح کر دیں۔ حضرت قتادہ نے کہا کہ حضرت یہی میری آرزو ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے آنکھ کے ڈھیلے کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ کر دعا کی: ”اللہم اکسها جمالا“ اے اللہ! اس کی آنکھ کو جمال (روشنی) عطا فرما۔ (دل کا سرور، ص ۱۵۸)

مرگ والی عورت کے قصہ میں بھی آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

”ان شئت صبرت ولك الجنة وان شئت دعوت اللہ ان یعافیک فقال اصبر“ (اگر تو

چاہے تو صبر کر لے تیرے لئے جنت ہے اگر چاہے تو میں اللہ تعالیٰ سے تیری عافیت کی دعا کر دوں۔ اس نے کہا کہ میں صبر کروں گی) (مشکوٰۃ باب عیادۃ المریض)

اب غور فرمایا جائے کہ ”اصلاح مفاہیم“ میں جس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ:

”نبی ﷺ نے یہ اختیار دیا کہ ”یا تو صبر کر لو تو میں جنت کی ضمانت دیتا ہوں یا مصیبت کو فوراً ختم کئے دیتا ہوں“۔ اور یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نبی کریم ﷺ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان کی حاجت براری فرماتے ہیں بلکہ ایک موقع پر دو معاملوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کا فرماتے ہیں کہ یا تو مصیبت پر صبر کر لو تو میں جنت کی ضمانت دیتا ہوں یا مصیبت کو فوراً ختم کئے دیتا ہوں جیسا کہ نابینا صحابی کے ساتھ پیش آیا اور اس عورت اور حضرت قتادہ جن کی بینائی زائل ہو گئی تھی ان کو بھی اختیار دیا گیا۔“ (ص ۲۰۱)

کیا ان واقعات میں اس دعویٰ کا کوئی ثبوت ملتا ہے؟ اس کے برخلاف ان واقعات میں نبی کریم ﷺ سے دعا کی درخواست کا ثبوت ملتا ہے۔

استمداد کی ایک صورت کا حکم:

استمداد بال غیر کی یہ صورت کہ:

غیر اللہ حی میامت کی نسبت یہ عقیدہ ہو کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دے دیا ہے اور قدرت کاملہ تامہ عنایت فرمائی ہے کہ وہ شخص ہر شے یا فلاں خاص شے جو طاقت بشریہ سے خارج ہے یا مطلقاً خارج نہ ہو مگر اس شخص کی طاقت سے باعتبار اسباب عادیہ خارج ہو جس کو جس طرح جس وقت چاہے دے اور جس کو چاہے نہ دے۔ سب وہ عطاء الہی مستقل ہے جیسے آنکھ سے جسے چاہے دیکھے جسے چاہے نہ دیکھے وغیرہ وغیرہ۔ اسباب سے جیسے ان کے مسببات عادیہ منفک نہیں ہوتے اسی طرح وہ بزرگ بھی جب اس خاص شے یا ہر شے کے عطاء اور دینے کا ارادہ کسی کو فرماتے تو ملنا ضرور ہے جس وقت کہیں سے کوئی شخص اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے یا کسی جنگل کو وہ بیاباں یا آبادی میں ندا کرتا ہے وہ اس کی توجہ قلبی کو جانتا ہے اس کی آواز کو سنتا ہے۔ الخ (توضیح المراد ص ۷)

ہمارے اور علمائے بریلویہ کے نزدیک مختلف فیہ چلی آرہی ہے اس مسئلہ پر ہمارے اور فریق ثانی کے مختلف رسائل طبع ہو چکے ہیں۔ ایک تفصیلی اور مدلل رسالہ ”سبیل السداد فی مسئلہ الاستمداد“ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری کا بھی ہے پھر اس کے جواب الجواب میں ”توضیح المراد لمن تحب فی الاستمداد“ حضرت مولانا موصوف نے دوسرا رسالہ بہت تفصیلی لکھا۔ اس کا یہ اقتباس پیش کیا گیا ہے۔

مولانا موصوف نے اس صورت کے شرک و کفر ہونے کو دلائل سے ثابت فرمایا ہے اور حضرات اکابر علماء کرام حضرت شاہ عبدالحق دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز، حضرت شاہ محمد اسماعیل، حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ حضرات کے کلام کوتا سید میں پیش کیا ہے اور ساتھ ہی اکابر علماء بریلویہ مولانا احمد رضا خان بریلوی، مولانا کرامت علی خان دہلوی، مولانا ریاست علی خان شاہ جہانپوری کی کتابوں کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ ان کے نزدیک یہ صورت جائز ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

۱..... خان صاحب بریلوی ”برکات الامداد“ ص ۴ میں لکھتے ہیں: استعانت حقیقیہ یہ ہے کہ اے قادر بالذات مالک مستقل غنی و بے نیاز جانے کہ بے عطا الہی وہ خود اپنی ذات سے اس کام کی قدرت رکھتا ہے۔ اس معنی کا غیر خدا کے ساتھ اعتقاد ہر مسلمان کے نزدیک شرک ہے نہ ہرگز کوئی مسلمان غیر کے ساتھ اس معنی کا قصد کرتا ہے بلکہ واسطہ وصول فیض و ذریعہ وسیلہ قضائے حاجات جانتے ہیں اور یہ قطعاً حق ہے۔
۲..... صفحہ ۱۰ جس سے صاف ظاہر کہ حضور ہر قسم کی حاجت روائی فرما سکتے ہیں۔ دنیا و آخرت کی سب مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں، جیسی تو بلا تقیید فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے۔

۳..... یعنی امام ابن سبع وغیرہ علماء نے حضور اقدس ﷺ کے خصائص سے ذکر کیا ہے کہ جنت کی زمین اللہ عزوجل نے حضور ﷺ کی جاگیر کردی ہے کہ اس میں سے جو چاہیں جسے چاہیں بخش دیں۔
۴..... اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور اقدس ﷺ کو قدرت بخشی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں جو کچھ چاہیں عطا فرمائیں (”توضیح المراد“ ص ۲۱)
۵..... اس استعانت ہی کو دیکھئے کہ جس معنی پر غیر خدا سے شرک ہے، اسے قادر بالذات و مالک مستقل جان کر مد مانگنا۔

۶..... دیکھو اس حکایت کے بعد شاہ صاحب نے کیسی تصریح فرمادی کہ استعانت بال غیر وہی ناجائز ہے کہ اس غیر کو مظہر عون الہی نہ جانے بلکہ اپنی ذات سے اعانت کا مالک جان کر اسی پر بھروسہ کرے اور یہ خلاف نہیں خود حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے ایسی استعانت بال غیر کی ہے۔ [برکات الامداد: ۱۲]
حضرت شاہ صاحب کے کلام کا یہ مطلب فرماتے ہیں کہ استعانت بال غیر کی عدم جواز کی یہی صورت کہ غیر کو مظہر عون الہی نہ جانے اور مظہر عون الہی جان کر استعانت بال غیر کی ہو تو شرک و حرمت بالائے طاق معرفت کے بھی خلاف نہیں۔

”برکات الامداد“ ص ۲۵ پر لکھتے ہیں:

”مگر حکیم امیر جنٹ، حج، اولاد نوکر، جو روان سب کو مظہر عون و سبب و وسیلہ جاننا جائز ہے اور ان

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (464)

حضرات عالیہ کو کہ وہ اعلیٰ مظہر و اعظم سبب و افضل رسائل بلکہ منتہی الاسباب و غایۃ الوسائط و نہایۃ الوسائل ہیں ایسا سمجھنا شرک ہو گیا ہزار ترف بریں بے عقلی و نا انصافی۔

مطلب یہ ہے کہ جیسے امور عادیہ میں حکیم وغیرہ کو قدرت عرضیہ کی وجہ سے مختار و قادر و مستقل سمجھ کر استعانت کرتے ہو اسی طرح بزرگان دین سے بھی امور غیر عادیہ میں استعانت و استمداد کرو مگر یہ سمجھو کہ وہ فاعل مختار اور مستقل بقدرت عرضیہ عطائیہ ہیں۔ [توضیح المراد: ۲۳۰]

اب غور فرمایا جائے کہ کیا یہی مطلب کتاب ”اصلاح مفاہیم“ کی عبارتوں کا نہیں ہے؟ اگر یہی مطلب ہے تو اس عقیدہ میں ”اصلاح مفاہیم“ اور برکات الامداد میں اتحاد ہو گیا یا کوئی وجہ فرق ہے اگر ہو تو بیان فرمائی جائے؟۔

مولوی کرامت اللہ خان صاحب کے رسالہ ”کرامات امداد“ میں ہے:

۱..... تحقیق اس مسئلہ کی یہ ہے کہ استمداد و استعانت اولیاء اللہ سے حیاً و ممیتاً جائز و درست ہے۔ اس طور پر کہ ان کو مظہر عون الہی جان کر توجہ الی اللہ رکھے اور اس امداد کو خداوند تعالیٰ کی مدد جانے بالذات وہی مدد کر سکتا ہے۔ وہی مستعان حقیقی ہے اور اولیاء اللہ ذریعہ اور وسیلہ اور مستعان بہ مجاز ہیں اور اسباب ظاہریہ ہیں مثل دیگر اسباب کے اس قسم کی استمداد شرعاً ثابت ہے۔ (ص ۳)

۲..... اور جس جگہ جو اعانت کسی بزرگ کے کلام سے... معلوم ہو وہاں یہی استعانت بالذات مراد ہوگی ورنہ عالم میں تو کوئی شرک سے خالی رہے گا نہیں سب کافر ہو جائیں گے (۱۸)

۳..... اور اگر مظہر عون الہی سمجھ کر استعانت بال غیر کرتا ہے تو شرکت اور حرمت تو بالائے طاق معرفت کے خلاف نہیں۔ (ص ۲۰)

۴..... مگر استقلال الاحرام اور إعطاء خداوندی جائز۔ (ص ۲۴)

مولوی ریاست علی خان شاہ جہانپوری اپنے رسالہ ”فصل الخطاب“ میں لکھتے ہیں:

”حالانکہ اہل سنت والجماعت کا اس میں یہ عقیدہ ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور اولیاء کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت دی ہے۔ اس بنا پر اگر کوئی ان سے یہ معاملہ کرے گا یعنی انبیاء اور اولیاء سے تصرف چاہے گا تو ہرگز کسی طرح کا شرک نہ ہوگا۔ البتہ اگر بالذات ان کو متصرف جانے گا تو قباحت کی بات ہے۔ (ص ۳)

اور سنئے ص ۴ میں ہے:

”حالانکہ اہل السنۃ والجماعت کا عقیدہ اس میں یہ ہے کہ بلائیں ثالثی اور مشکل میں دستگیری کرنی

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (465)

انبیاء اور اولیاء کو حق سبحانہ و تعالیٰ نے قدرت دی ہے۔ پس اگر کوئی ان سے مشکل کشائی اور بلائیں ٹلوانا چاہے اور یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ قدرت دی ہے تو ہرگز کسی قسم کا شرک ثابت نہ ہوگا۔ [توضیح المراد: ۱۲، ۱۳]
خلاصہ ان عبارات کا یہ ہے کہ علماء بریلویہ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے لئے امور غیر عادیہ میں بھی امور عادیہ کی طرح قدرت ہونا، تصرف ہونا اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے اور اس بناء پر اگر کوئی ان سے تصرف چاہے گا تو ہرگز کسی طرح کا شرک نہ ہوگا۔ اب جس طرح بھی ان سے کوئی استعانت و استمداد کرے کسی طرح کا شرک نہ ہوگا۔ البتہ اگر بالذات ان کو متصرف جانے گا تو قباحت کی بات ہے۔

صورت زیر بحث میں بھی خدا تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت سے ہی انبیاء علیہم السلام اور بزرگوں کو متصرف مانا گیا ہے۔ بالذات ان کو متصرف نہیں مانا گیا۔ پھر بھی اکابر علماء محققین اور عمائد اہل سنت والجماعت مع اکابر علماء دیوبند اس صورت کو شرک فرما رہے ہیں۔

اکابر اہل السنۃ والجماعت کی تحقیق:

حضرت حکیم الامت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی:

واعلم ان طلب الحوائج من الموتی عالما بانہ سبب لانجاحها کفر یجب الاحتراز عنہ تحریمہ هذه الكلمة والناس فیہا منهم کون (الخیر الکثیر ص ۱۰۵) ”جاننا چاہیے کہ مردوں سے یہ جانتے ہوئے حاجتیں طلب کرنا کہ وہ حاجات کے پورا ہونے کا سبب ہیں کفر ہے۔ اس سے پرہیز کرنا واجب ہے اور لوگ اس میں مبتلا ہیں۔“

۲..... حضرت خاتم المحدثین مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کفریہ شریک عقائد کا ذکر کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

وانبیاء و مرسلین از علم غیب و شنیدن فریاد ہر کس و ہر جا و قدرت پر جمع مقدرات ثابت کند۔

[تفسیر عزیزی پارہ اول: ۵۲]

”انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے لئے لوازم الوہیت ثابت کرنا مثلاً علم غیب اور ہر ایک کی فریاد ہر جگہ سے سننا اور تمام مقدرات پر قدرت ثابت کرنا۔“

۳..... بیہمتی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”طلب مراد عن غیر اللہ مسئلہ“ اگر کوئی کہے کہ خدا اور رسول ﷺ اس بات پر گواہ ہیں وہ کافر ہو جاتا

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (466)

ہے..... رزق پہنچانے، اولاد دینے، بلا دور کرنے، مرض سے شفاء بخشنے وغیرہ کی نسبت ان سے مدد طلب کرنا کفر ہے۔“ (”ارشاد الطالین“ ص ۲۰)

حضرات اکابر علماء محققین رحمہم اللہ کی ایسی عبارات سے واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ مُردوں سے حاجات طلب کرنا ان کو سبب (دوسیلہ) سمجھ کر بھی کفر ہے اور انبیاء علیہم السلام کے لئے علم غیب اور ہر جگہ سے ہر ایک کی فریاد سننا اور تمام مقدرات پر قدرت ثابت کرنا لوازم الوہیت کو ثابت کرنا ہے جو کہ شرک ہے۔

ان حضرات کی عبارات سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی بلکہ ان سے بھی پہلے حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے زمانہ میں بھی عوام مسلمانوں کا یہ عقیدہ تھا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ عظام کو امور غیر عادیہ میں بھی عطائی قدرت حاصل ہے۔ اسی بناء پر وہ ان سے امور غیر عادیہ اور ایسی ہی حاجات میں استعانت طلب کرتے تھے۔ فتاویٰ عزیز یہ میں بھی اس کی مؤید عباراتیں موجود ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

”در باب استعانت بارواح طیبہ دریں امت افراط بسیار بوقوع آمدہ و آنچه جہال اینہامی کنند و ایشان را در ہر عمل مستقل دانستہ اند بلاشبہ شرک جلی است (ص ۱۲ ج ۱)

”ارواح طیبہ سے استعانت کے بارہ میں اس امت میں بہت افراط واقع ہو رہا ہے جو کہ جہال کرتے ہیں اور ان کو ہر کام میں مستقل سمجھ لیا ہے بلاشبہ شرک جلی ہے۔“

و قسمے ست کہ توجہ مقصود برایشاں باشد و خیال پندارد کہ ایشان در ہانیدن مطلب یاد دادن آن مستقل اند و مرتبہ از قرب حق دارند کہ تدبیر الہی را تابع مرضی خود تو انہند ساخت و ہمیں قسم ست کہ عوام ہاں استمدادی طلبند و ایں قسم شرک محض است مشرکان زمان جاہلیت زیادہ بریں در حق اصنام خود اعتقاد نہداشتند (ص ۱۰۴ ج ۲)

”اور ایک قسم اور ہے کہ توجہ انہیں پر مقصود ہوتی ہے اور خیال کرتا ہے کہ وہ مطلب کے دینے یا دلانے میں مستقل ہیں اور قرب حق سے وہ مرتبہ رکھتے ہیں کہ تدبیر الہی کو اپنی مرضی کے تابع کر سکتے ہیں اور یہی قسم ہے کہ عوام اس سے مدد طلب کرتے ہیں اور یہ قسم شرک محض ہے۔ زمانہ جاہلیت کے مشرک اپنے بتوں کے حق میں اس سے زیادہ اعتقاد نہ رکھتے تھے۔“

ایک تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کے کلام میں جو عوام کا انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو مستقل سمجھنا مذکور ہوا ہے اس سے یہی استقلال عرضی اور قدرت عطاۃ ہی مراد ہے۔ یعنی ان کو مثل امور عادیہ کے قادر و متصرف و مستقل بقدرت عطاۃ سمجھتے تھے کیونکہ قادر بالذات تو کوئی مسلمان غیر اللہ کو کسی امر میں سمجھ ہی نہیں سکتا ہے۔

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (467)

اسی کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی برکات الامداد میں تسلیم کر لیا ہے۔ لکھتے ہیں: ”اسی معنی کا غیر خدا کے ساتھ اعتقاد ہر مسلمان کے نزدیک شرک ہے نہ ہرگز کوئی مسلمان غیر کے ساتھ اسی معنی کا قصد کرتا ہے بلکہ واسطہ وصول فیض و ذریعہ وسیلہ قضائے حاجات جانتے ہیں اور یہ قطعاً حق ہے۔ (ص ۴) ”سبیل السد“ میں اس کو خوب اچھی طرح ثابت کر دیا گیا ہے۔ اس کو ملاحظہ کیا جائے۔ دوسرے یہ معلوم ہوا کہ زمانہ جاہلیت کے مشرکوں کا شرک بھی یہی تھا کہ وہ غیر اللہ کو قادر متصرف و مستقل بقدرت عطا نہ سمجھتے تھے۔ قادر بالذات بغیر عطاء الہی نہیں سمجھتے تھے۔“

حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری ارقام فرماتے ہیں:

”کفار باوجود خدا کی عظمت و جلال کے قائل ہونے کے بھی شرکاء کی عبادت کیوں کرتے تھے۔ یہ وجہ نہ تھی کہ ان کو بغیر عطاء الہی کے کسی امر پر قادر بالذات جانتے تھے۔ بلکہ وہ جو کچھ ان میں اعتقاد کرتے تھے باعطاء الہی جانتے تھے۔ چنانچہ ان کا تلبیہ: لبیک لبیک لا شریک لك لبیک الا شریکا هو لك تملکھ وما ملک (اے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، آپ کا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں سوائے ان شریکوں کے جن کے آپ مالک ہیں) اس کا شاہد ہے، جب سب کا خالق باری تعالیٰ ہی کو تسلیم کرتے تھے تو ان کی قدرت ذاتی کیسے ہو سکتی تھی۔ یا اس کا اعتقاد کس طرح کر سکتے تھے؟“ (سبیل السد اد: ۲۳)

غرضیکہ ”یہ استعانت بال غیر کی صورت شرک ہے اور عبدہ اصنام کا اپنے معبودین باطلہ کے ساتھ یہی اعتقاد تھا کہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت سے وہ ہماری حاجت برآری کرتے ہیں اور اس میں ان کو اختیار تام ہے۔ اب خدا سے مانگنے اور دعا کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہمارا سر و کار بلا واسطہ انہیں شرکاء سے ہے۔ یہ اگر راضی رہیں گے تو ہمارا کام چلے گا ورنہ ان کی ناراضی میں تمام کام برباد ہو جائے گا۔“ [سبیل السد اد: ۲۶]

گمراہ کن عنوانات:

مصنف کتاب نے اپنی اس کتاب میں بعض ایسے عنوانات قائم کئے ہیں جو ”عقیدہ اختیار کل“ جیسے واجب الاصلاح عقائد پر مبنی ہیں اور جن سے عام قاری کو یہ تاثر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو جنت کے بارہ میں اختیار کل دے رکھا ہے اور آپ ﷺ اپنے اس تفویض کردہ اختیار سے کسی کو جنت کی ضمانت اور کسی کو جنت میں داخلہ کا پروانہ عطا فرماتے ہیں اور کسی کو جنت عطا فرماتے ہیں۔ چنانچہ درج ذیل عنوانات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختار کل ہیں۔

..... نبی ﷺ جنت کی ضمانت دیتے ہیں۔

”جنت کی زمین کو جاگیرانہ تقسیم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ نبی ﷺ نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

کے لئے جنت کی ضمانت دی۔ (الخ، ص ۲۱۹)

۲..... آپ ﷺ کے دست مبارک سے دخول جنت کا پروانہ۔ (ص ۲۲۰)

۳..... نبی کریم ﷺ جنت عطا فرمائیں گے۔ (ص ۲۲۱)

ظاہر ہے کہ یہ عنوانات ایسے ہی غلط عقائد کی آبیاری کرتے ہیں جن کا ذکر مولوی احمد رضا خان صاحب وغیرہ کی عبارات میں اوپر گزرا ہے کہ جنت نبی کریم ﷺ کی جاگیر ہے جس کو چاہیں دیں؛ جس کو چاہیں نہ دیں۔

اور مصنف کی یہ وضاحت کہ: ”ان (انبیاء) کی طرف ان کی تعظیم و احترام و کرامت کی وجہ سے تصرف کی بھی اضافت کر دی جاتی ہے“۔ کچھ مفید نہیں۔ کیونکہ اس وضاحت میں بھی انبیاء علیہم السلام کی طرف غیر مقدور البشر میں تصرف کی اضافت کی تصریح ہے جو بناء فساد عقیدہ عوام ہے۔ اس لئے ایسے عنوانوں کا اختیار کرنا قطعاً ناجائز ہے۔

تلمیس مولف اور اہل بدعت کی تائید:

مگر مصنف نے ایسے موجب ضلال اور گمراہ کن عنوانات قائم کر کے بریلوی علماء کی تائید کی ہے اور ان کے نقش قدم پر چلے ہیں جیسا کہ اوپر ص ۲۱۹ اور ۲۲۰ و ۲۲۱ کے حوالہ سے ”اصلاح مفاہیم“ کے منقولہ عنوانات اس پر گواہ ہیں۔

مثلاً ص ۲۱۹ پر عنوان قائم کیا ہے ”نبی ﷺ جنت کی ضمانت دیتے ہیں“ اور اس کے نیچے لکھا ہے کہ جنت کی زمین کو جاگیرانہ تقسیم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ نبی ﷺ نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے جنت کی ضمانت دی۔ (الخ)

حالانکہ اس عنوان کے تحت مذکورہ روایت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے یہ بتلایا کہ کن اعمال پر جنت ملتی ہے اور کن اعمال پر سزا ملتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ایک جماعت نے آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اس عہد کو پورا کرو تو تم سب کے لئے جنت واجب ہے۔ (الخ)

اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ دنیا ہی میں جنت کی ضمانت دیتے ہیں۔ اس حدیث کو عنوان سے کچھ مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ اسی طرح ص ۲۲۰ پر عنوان دیا گیا ہے ”آپ ﷺ کے دست مبارک سے دخول جنت کا پروانہ“ حالانکہ اس کے تحت متعلقہ روایت کے الفاظ سے عنوان مذکور پر دلالت نہیں ہوتی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

ما ازال اشفع حتی اعطی صکا کا برجال قدبعث بهم الی النار۔

”میں شفاعت کرتا رہوں گا حتیٰ کہ مجھے کچھ لوگوں کا پروانہ دے دیا جائے گا جن کو دوزخ میں بھیج

دیا ہوگا۔“

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس حدیث میں قیامت کے دن شفاعت اور آپ ﷺ کو بعض دوزخیوں

کے نکالنے کے لئے پروانہ ملنے کا ذکر ہے۔ دنیا میں کسی کو پروانہ جنت دینے کا ذکر نہیں ہے۔

اسی طرح یہ عنوان ”نبی کریم ﷺ جنت عطا فرمائیں گے“ (ص ۲۲۱) اہل بدعت کے عقیدہ کا

مؤید ہے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کی عبارت ص ۳۲ میں بھی یہی بتلایا گیا ہے کہ حضور ﷺ ہر قسم

کی حاجت روائی فرما سکتے ہیں۔ دنیا و آخرت کی سب مرادیں حضور ﷺ کے اختیار میں ہیں اور جنت کی زمین

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی جاگیر کر دی ہے کہ اس میں سے جو چاہیں جسے چاہیں بخش دیں۔

ص ۱۷۹ پر ایک عنوان قائم کیا ہے کہ ”حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ سے اپنی آنکھ کی درستی

کے لئے استغاثہ“ مگر مصنف جس قسم کا استغاثہ اس سے ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ اس سے ہرگز ثابت نہیں

ہوتا۔ کیونکہ اس میں کہیں یہ نہیں آیا کہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں یہ عرض

کیا ہو کہ آپ ﷺ مجھے شفاء دے دیجئے بلکہ وہ تو نبی ﷺ سے مشورہ کرنے گئے کہ آیا تجویز کردہ علاج کرائیں یا

نہیں۔ جیسا کہ تفصیل سے اوپر گزرا ہے۔

مصنف اس بات کے قائل ہیں کہ اگر کوئی شخص نبی کریم ﷺ یا کسی ولی سے خواہ وہ

زندہ ہوں یا وفات یافتہ یوں کہے کہ مجھے شفاء دے دیجئے تو یہ استغاثہ جائز ہے یا کم از کم وہ شرک نہیں ہے۔ مگر

ان کی پیش کردہ روایات سے ہرگز یہ استغاثہ ثابت نہیں ہوتا۔ کسی روایت میں بھی آنحضرت ﷺ سے شفا کی

درخواست کا ذکر نہیں ہے۔ صرف اپنے امراض اور تکلیف کا ذکر بخد مت اقدس ﷺ کیا گیا ہے۔ اس کو شفاء کی

درخواست سمجھ لینا یا تو سوء فہمی ہے یا جان بوجھ کر تلمیس ہے۔

ثویبہ کے آزاد کیے جانے سے استدلال کا جواب:

”اصلاح مفاہیم“ میں ثویبہ کے آزاد کیے جانے کا قصہ بھی مذکور ہے۔ لکھتے ہیں:

”جب ثویبہ نے ابولہب کو محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی خبر دی تو اس نے خوشی میں آزاد کر دیا۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب نے خواب میں ابولہب کو دیکھا۔ اس سے اس کی حالت کے متعلق سوال کیا کہ

تیرے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ وہ کہنے لگا مجھے تمہارے بعد کوئی چیز نہیں ملی سوائے اس کے کہ ثویبہ کی آزادی کی وجہ

سے پانی پلا دیا جاتا ہے اور ہر پیر کو مجھ پر عذاب میں تخفیف کردی جاتی ہے۔“ (ص ۳۶۷)

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”ہم نفس فرحت کے منکر نہیں ہیں بلکہ اس پر ہر وقت عامل ہیں۔ گفتگو تو اس ہیئت کذائیہ میں ہے۔ (مواعظ میلاد النبی ﷺ ص ۱۵۰)

مولوی انوار اللہ خان صاحب حیدر آبادی نے عید میلاد کے متعلق اس واقعہ سے استدلال کیا تھا۔ اس کے جواب میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”جواب ظاہر ہے اول تو وہ دُعیٰ و مفاجاتی خوشی تھی۔ اس پر قصدی و اکتسابی و اہتمامی خوش کا قیاس کیا۔ ہم کو تو اس خوشی کا موقع ہی نہیں مل سکتا۔ ہاں قطع نظر اس قیاس کے ہماری یہ خوشی بھی جائز ہوتی۔ اگر دلائل شرعیہ منکرات کو منع نہ کرتے اور ظاہر ہے کہ مباح و غیر مباح کا مجموعہ غیر مباح ہوتا ہے۔“

[امداد الفتاویٰ: ۲۵۴/۵]

حضور ﷺ کے سایہ نہ ہونے کی تحقیق:

”اصلاح مفاہیم“ میں ہے:

”حکیم ترمذی نے ذکوان سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا دھوپ اور چاندنی میں سایہ نہ تھا۔ ابن سبع نے حضور ﷺ کی خصوصیات میں ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ ہوتا تھا اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اس کی تائید حضور اکرم ﷺ کی دعا ”واجعلنی نوراً“ والی حدیث سے پیش کی ہے۔ (ص ۲۳۷)

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”سایہ نہ ہونے کی ایک روایت صریح بھی نہیں گزری، صرف بعض نے ”واجعلنی نوراً“ سے استدلال کیا ہے کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ سایہ ظلمت ہوتا ہے۔ مگر ضعف اس کا ظاہر ہے۔ شاید حضور ﷺ کا سر برابر ہنا اس کی اصل ہو کیونکہ اس صورت میں ظاہر ہے کہ سایہ نہ ہوگا لیکن خود صحاح میں روایت ہے کہ آپ کے سر مبارک پر بعض اوقات سفر میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کپڑے کا سایہ کئے ہوئے تھے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابر کا رہنا بھی دائمی نہ تھا۔“ [امداد الفتاویٰ: ۴۰۶/۵]

علامہ قسطلانی نے ”مواہب“ میں اسی صورت کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ حدیث ہجرت (جو بخاری شریف میں دربارہ ہجرت بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا مذکور ہے):

ان ابا بکر قام للناس و جلس رسول الله صلى الله عليه وسلم صامتا..... حتى اصاب الشمس رسول الله عليه وسلم فاقبل ابو بكر حتى ظلل عليه بردائه..... وبمثله

بیروی تظلیلہ علیہ السلام فی حجتہ الوداع وهو مشہور و مذکور فی عامتہ الکتب۔ کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے:

فظاهر هذا لانه عليه السلام كانت الشمس تصيبه وما تقدم من تظليل الغمام و الملائكت له كان قبل بعثته كما هو صريح في موضعه۔

”حضرت ابو بکر کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ خاموش تشریف فرما تھے۔ یہاں تک کہ سورج آپ تک پہنچ گیا۔ حضرت ابو بکر نے آپ پر چادر سے سایہ کیا حجۃ الوداع کے موقع پر بھی آپ پر سایہ کرنا مشہور ہے۔ پس ظاہر یہ ہے کہ سورج کا سایہ آپ پر پڑتا تھا اور فرشتوں کا سایہ کرنا آپ پر بعثت سے قبل کا واقعہ ہے۔ جیسا کہ اپنی جگہ ثابت ہو چکا ہے۔ (زرقاتی، ص ۳۵۱، ج ۱، امداد المفتین، ص ۳۶۰)

شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی تحقیق:

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”حافظ سیوطی نے ”خصائص کبریٰ“ میں ایک روایت ضعیف حکیم ترمذی سے اس مضمون کی نقل کی ہے جس میں عبدالرحمن بن قیس زعفرانی بہت ضعیف راوی ہے جس کی توثیق کسی نے نہیں کی بلکہ بعض نے کذب و وضع کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب، ص ۲۵۸، ج ۶) الفاظ حدیث کے یہ ہیں:

عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یری له ظل فی شمس ولا قمر۔ اھ۔ ذکوان سے روایت ہے کہ سورج اور چاند میں آپ کا سایہ مبارک نظر نہ آتا تھا۔ (خصائص، ج ۱، ص ۲۳۶، ج ۱)

قلت وهذا مرسل ضعیف فان فی سندہ عبدالرحمن بن قیس الزعفرانی کما یظهر من (ص ۷۱، ج ۱، الخصائص، ایضاً)

وقد اتهم بالضعف والكذب والوضع و ترجمتہ مستوفاه فی تہذیب التہذیب و میزان الاعتدال۔ [امداد الاحکام، ۱/۲۳۸]

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کا ارشاد:

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اگر نقل صحیح سے یہ ثابت ہو جائے کہ بطور معجزہ نبی کریم ﷺ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا تو کوئی مسلمان اس کے تسلیم کرنے میں تامل نہیں کر سکتا۔ لیکن نقل صحیح اس باب میں کوئی موجود نہیں۔ حدیث کی کتب متداولہ صحاح ستہ وغیرہ میں اس مضمون کی کوئی حدیث وارد نہیں۔ البتہ خصائص کبریٰ میں شیخ جلال الدین سیوطی نے اس مضمون کی ایک حدیث مرسل روایت کی ہے..... لیکن یہ روایت پچند وجوہ ثابت و معتبر

نہیں۔

اس حدیث کا راوی عبدالرحمن بن قیس زعفرانی بالکل ضعیف و مجروح اور کاذب ناقابل اعتبار ہے۔ بلکہ بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ جھوٹی حدیثیں وضع کرتا تھا۔۔۔

اور دوسرا راوی عبدالملک بن عبدولید بھی مجہول الحال ہے۔ کتب متداولہ میں اس کا حال مذکور نہیں۔ [امداد المفتیین: ۲۵۹]

تفصیل اس کی حضرت مفتی صاحب موصوف کے رسالہ ”مامول القبول فی ظل الرسول ﷺ“ میں مذکور ہے جو امداد المفتیین کا جزء ہے اور مستقل بھی شائع ہوا ہے۔

دوسری بعض احادیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا سایہ مبارک تھا۔ چنانچہ دو حدیثیں اس مضمون کی مستدرک حاکم میں اور ایک مسند احمد میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ مجمع الزوائد میں ان الفاظ سے روایت ہے:

ان جبرئیل علیہ السلام جاء به فصلی به الصلوٰه وقتین الا المغرب جاء نی صلی بی الظهر حین کان فیعی مثل شراک نعلی ثم جاء فصلی بی العصر حین کان فیعی مثلی۔ (رواہ بزار وصاحب مجمع الزوائد) (حضور ﷺ نے فرمایا کہ: جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے اور دو وقت کی نمازیں پڑھائیں مگر مغرب ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب میرا سایہ میرے جوتے کے تسمہ کے برابر ہو گیا اور عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب میرا سایہ میرے برابر ہو گیا۔

ہماری اس عرض سے واضح ہو گیا کہ مصنف ”اصلاح مفاہیم“ کی تحریر اس مسئلہ میں اکابر کی تحقیق مذکور کے خلاف ہے اور احادیث صحیحہ سے بھی متصادم ہے جیسا کہ اوپر کی عرض سے واضح ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مسئلہ ضروریات عقائد میں سے نہیں۔ اس پر اتنا زور دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کو ”اصلاح مفاہیم“ میں اس زوردار طریقہ سے ثابت کرنے کی کوشش کرنے کی ضرورت کیا ہے؟

بعض متقدمین نے اس مسئلہ پر مفصل کلام بھی کیا ہے مگر وہ عربی میں اہل علم کے ملاحظہ کرنے کی چیز ہے۔ عوام میں پھیلانے کی کیا ضرورت ہے۔ خاص طور پر جب کہ اس مسئلہ سے عوام بلکہ بعض خواص بھی رسول اللہ ﷺ کی بشریت کے انکار پر استدلال کر رہے ہوں پھر اس پر زور دینا بشریت کے انکار کے مترادف ہوگا۔ (قط نمبر تین مکمل شد۔ [مرتب])

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یار، ستمبر ۱۹۹۵ء)

تحقیق اعراس:

حضرت حکیم الامت تھانوی فرماتے ہیں:

تحقیق مقام یہ ہے کہ حدیث میں ہے: عن ابن عمر کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یزور قباء اویاتی قباء وفی روایۃ کل سبت راکبا وما شیا فیصلی فیہ رکعتین للستۃ الا الترمذی (جمع الفوائد) ”آپ قبا شریف جاتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ ہر ہفتہ کے روز تشریف لے جاتے سوا ہو کر بھی اور پیدل بھی۔ وہاں دو رکعت ادا فرماتے۔“

وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً تختصو الیلة الجمعة بقیام من بین الیالی ولا تختصو ایوم الجمعة بصیام بین الایام الا ان یکون فی صوم بصومہ احدکم (الشیخین وابی داود والترمذی) [جمع الفوائد]

ہر دو حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی مقصود مباح یا کسی طاعت کے لئے تعین یوم اگر باعتبار قربت نہ ہو بلکہ کسی مباح مصلحت کے لئے ہو جائز ہے۔ جیسے مدارس دینیہ میں اسباق کے لئے گھنٹے متعین ہوتے ہیں اور اگر باعتبار قربت ہونہی عنہ ہے۔ پس عرس میں جو تاریخ معین ہوتی ہے۔ اگر اس تعین کو قربت نہ سمجھیں بلکہ اور کسی مصلحت سے تعین ہو مثلاً سہولت اجتماع تاکہ تداعی کی صعوبت یا بعض اوقات اس کی کراہت کے شبہ سے مامون ہیں اور خود اس مصلحت سے ہو کہ ایک سلسلہ کے احباب باہم ملاقات کر کے حب فی اللہ کو ترقی دیں اور اپنے بزرگوں کو آسانی سے کثیر مقدار میں جو کہ اجتماع میں حاصل ہے ثواب پہنچانا بے تکلف میسر ہو جائے۔ نیز اس اجتماع میں طالبوں کو اپنے لئے شیخ کا انتخاب بھی سہل ہوتا ہے۔ یہ تو ظاہری مصالح ہیں جو مشاہد ہیں یا کوئی باطنی مصلحت داعی ہو جیسا میں نے بعض اکابر اہل ذوق سے سنا ہے کہ میت کو اپنے یوم وفات کے عود سے وصول ثواب کے انتظار کی تجدید ہوتی ہے اور یہ مصلحت محض کشفی ہے جس کا کوئی مکذب عقلی یا نقلی موجود نہیں۔ اس لئے صاحب کشف کو یا اس صاحب کشف کے معتقد کو بدرجہ ظن اس کی رعایت کرنا جائز ہے البتہ جزم جائز نہیں۔

بہر حال اگر ایسی مصالح سے یہ تعین ہو تو فی نفسہ جائز ہے لیکن اگر اور کوئی عارض موجب منع اس میں منضم ہو جاوے مثلاً سماع خلاف شرائط یا اختلاط امار و نساء یا مجمع کے جمع کرنے کا اہتمام خصوصاً فساق و فجار کے شریک کرنے کا اہتمام یا شرکت کے بعد بلا ضرورت ان کا احترام یا احتمال فساد عقیدہ عوام تو ان عوارض سے پھر وہ مباح بھی ممنوع ہو جاوے گا اور قطعاً وہ عرس واجب الترتک ہو جاوے گا۔ جیسا کہ اس زمانہ میں اکثر اعراس کی حالت ہو گئی۔ پس قدماء مشائخ سے جو اعراس منقول ہیں اگر سند نقل صحیح ہو اس میں کوئی امر منکر ثابت نہیں۔ پس ان کے فعل میں کوئی اشکال نہیں۔ البتہ اس وقت کے اعراس کو ان پر قیاس کرنے کی اصلاً گنجائش نہیں کہ اس میں علاوہ فساد اعتقادی کے التزام و اہتمام ایسا ہوتا ہے کہ وہ عید منہی عنہ ہو جاتی ہے جس کی نسبت نسائی کی حدیث میں ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تجعلوا قبري عيدا وصلوا على فان صلوتكم

تبلغني حيث كنتم -

”آپ نے فرمایا کہ میری قبر کو عید نہ بناؤ۔ مجھ پر درود شریف پڑھو۔ تم جہاں بھی ہو مجھے وہ پہنچ جائے گا۔“

یہ تقریر تھی تحقیق حکم عرس میں۔ (۱)

زیارت روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم:

(۱) عرس میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ اکابر کا مسلک اور طرز عمل بیان کرتے ہوئے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

آپ کے جد امجد حضرت شاہ عبدالقدوس کا عرس جن کے بند کرنے پر آپ قادر نہ تھے، اس قدر آپ کو اذیت پہنچاتا تھا کہ آپ کو صبر کرنا دشوار تھا۔ اور آپ کے زبردست مجاہدہ تھا۔ اول اول آپ ان دنوں میں گنگوہ چھوڑ دیتے اور رامپور تشریف لے جاتے۔ مگر آخر میں اس ایذا قلبی کے برداشت کی آپ کو تکلیف دی گئی تو یہ زمانہ بھی آپ کو اپنی خانقاہ میں رہ کر گزارنا پڑا۔ اس موسم میں آپ کو اپنے متبعین کا آنا بھی اس درجے ناگوار ہوتا تھا کہ آپ اکثر ناراض ہو جاتے اور ترکِ تکلم فرما دیتے تھے۔ ایک بار جناب مولانا محمد صالح صاحب جالندھری (جو حضرت امام ربانی کے خلفاء و مجازین میں سے ہیں) آپ کی زیارت کے ذوق میں بے تاب ہو کر گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اتفاق سے عرس کا زمانہ تھا۔ اگرچہ آنے والے خادم کو اس کا وہم بھی نہ گزرا۔ مگر حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے پیشوائے سنت دل کے ہاتھوں مجبور تھے۔ آپ سے یہ نہ ہو سکا کہ ان کی مزاح پر سی کریں۔ یا محبت و مدارات سے پیش آئیں۔ آپ نے بجز سلام کا جواب دینے کے ان سے یہ بھی نہ پوچھا کہ روٹی کھائی یا نہیں۔ اور کب آئے یا کیوں آئے؟ مولوی محمد صالح کو دودن گزر گئے، حضرت کا رخ پھر اہوا دیکھنا جس درجہ ان کو شاق گزر رہا تھا۔ اس کو اس طرح انہیں کے دل سے پوچھنا چاہیے۔ ہر چند اس کی وجہ سوچتے تھے مگر کچھ سمجھ نہیں آتا تھا۔ حاضر خدمت ہوتے اور خاموش بیٹھ کر رنجیدہ واپس آ جاتے۔ آخر اس حالت کی تاب نہ لا کر حاضر خدمت ہوئے اور رورور کر عرض کیا کہ: حضرت! مجھ سے کیا قصور ہوا جس کی یہ سزا مل رہی ہے؟ میں تو اس کا مقہل نہیں ہو سکتا۔ اللہ واسطے معاف فرمائیں۔ اس وقت حضرت نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا: میرا قصور نہیں۔ جس کو میں معاف کر دوں۔ خدا کی ذات سے معافی چاہو۔ اس وقت میں سمجھا کہ عرس کے ایام میں میرا گنگوہ آنا آپ کو ناگوار گزرا۔ چنانچہ معذرت کے طور پر عرض کیا کہ حضرت! خدا شاہد ہے کہ مجھے تو عرس وغیرہ کے ساتھ ابتدا ہی سے شوق نہیں۔ واللہ! نہ میں اس وقت اس خیال سے گنگوہ آیا اور نہ آج کل یہاں عرس ہونے کا علم تھا۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

تفسیر خود دوسری حدیث میں آگئی ہے:

فی مسند احمد عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبغی للمطی ان یشد رحالہ الی مسجد یتغی فیہ الصلوۃ غیر المسجد الحرام والاقصى و مسجدی هذا (من منتهی المقال للمفتی صدر الدین)

”آپ نے فرمایا کہ سواری کس کے کسی مسجد میں نماز کے لئے اہتمام سے جانا درست نہیں سوائے مسجد الحرام، مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے۔“

اور کسی نے اجتماع سے منع کیا ہے اور اس حدیث سے تمسک کیا ہے: لا تجعلوا قبری عیدا حالانکہ وہاں نہ کوئی تاریخ معین ہے نہ اجتماع میں تداعی یا اہتمام اور عید کے۔ یہی دو لازم ہیں اور بعض نے خیر القرون میں یہ سفر منقول نہ ہونے سے استدلال کیا ہے۔ حالانکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے جو کہ جلیل القدر تابعی ہیں ثابت ہے کہ وہ روضہ اقدس پر صرف سلام پہنچانے کے لئے قصداً قاصد کو بھیجتے تھے اور کسی سے نکیر منقول نہیں تو یہ ایک قسم کا اجماع ہو گیا اور جب دوسرے کا سلام پہنچانے کے لئے سفر جائز ہے لانسہ اقرب الی الضرورة لكونه عملا لنفسه۔ اور وہ روایت یہ ہے:

فی خلاصة الوفاء ص ۴۷، سمهودی المتوفی ۱۰۱۱ھ:

”وقد استفاض عن عمر بن عبدالعزیز انه كان یجود البرید من الشام یقول سلم لی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال الامام ابو بکر بن عمر بن ابی عاصم النهیل من المتقد مین فی منا سک له التزم فیہا الثبوت (لعل المراد انه لا یروی فیہا الا الروایات الثابته المقبوله عند اهل الفن ۱۲) وكان عمر بن عبدالعزیز یبعث لرسول قاصد من الشام الی المدینہ لیقری النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یرجع قلت ان رحیل البرید هذا لم یکن للصلوة فی المسجد وهذا ظاهر لا شبهة فیہ ۳۔“

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ وہ ملک شام سے قاصد کو اس لیے

حضرت امام ربانی نے فرمایا: اگرچہ تمہاری نیت عرس میں شرکت کی نہیں تھی، مگر جس راستے میں دو آدمی عرس میں آنے والے آرہے تھے، اسی میں تیرے تم تھے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: من کثر سواد قوم فهو منهم (جس نے کسی قوم کے مجمع کو بڑھایا، وہ انھیں سے شمار ہوتا ہے۔) (تاریخ مشائخ چشت، ۲۸۸، ۲۸۹۔ ایضاً تذکرۃ الرشید)

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے بیان فرمودہ اس واقعہ عرس سے موجودہ سلسلہ اقبالیہ کے ان متوسلین کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو جناب مولانا عزیز الرحمن ہزاروی کے رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کو دیوبندی مسلک کا ترجمان قرار دے رہے ہیں۔ جس میں رسالہ ”فیصلہ مفت مسئلہ“ کی آڑ میں عرس اور محافل میلاد کی ہمتا ترغیب دی گئی ہے۔

(ماہنامہ حق چار یار۔ اکتوبر ۱۹۹۵ء..... ۳۲-۳۳)

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (476)

بھیجا کرتے تھے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں میرا سلام عرض کرنا۔ اور کہا امام ابو بکر نے اپنی کتاب مناسک میں.... کہ عمر بن عبدالعزیز ملک شام سے ایک قاصد کو مدینہ میں بھیجا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت مبارک میں سلام عرض کر کے واپس آوے۔

اور نسائی باب ساعة الاجابة يوم الجمعة میں جو بصرہ بن ابی بصرہ قول ہے: لو لقيتك (یا ابو هريره) من قبل ان تاتيه (ای الطور) لم تاته اور اس پر حدیث: لا تحمل المطی الا الی ثلثه مساجد سے استدلال فرمایا تو اس سے مطلق سفر لزیارة الطور کی ممانعت لازم نہیں آتی بلکہ سفر باعتقاد قربت سے ممانعت ہے چونکہ اس کا قربت ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں اور اگر کسی سفر کا موجب قربت ہونا ثابت ہو یا سفر باعتقاد قربت نہ ہو تو وہ اس میں داخل نہیں۔ (بوادر ص ۲۰۴ ج ۲)

حضرات اکابر علماء دیوبند کی تحقیق متفقہ مسلکی دستاویز المہند میں لکھا ہے:

”ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک زیارت قبر سید المرسلین (ہماری جان آپ ﷺ پر قربان ہو) اعلیٰ درجہ کی قربت اور نہایت ثواب اور سبب حصول درجات ہے بلکہ واجب کے قریب ہے گو شدر حال اور بذل جان و مال سے نصیب ہو اور سفر کے وقت آپ کی زیارت کی نیت کرے اور ساتھ میں مسجد نبوی ﷺ اور دیگر مقامات و زیارت گاہ ہائے متبرکہ کی بھی نیت کرے۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ جو علامہ ابن ہام نے فرمایا ہے کہ خالص قبر شریف کی زیارت کی نیت کرے۔ پھر جب وہاں حاضر ہو گا تو مسجد نبوی ﷺ کی بھی زیارت ہو جائے گی۔ اس صورت میں جناب رسالت ماب ﷺ کی تعظیم زیادہ ہے اور اس کی موافقت خود حضرت کے ارشاد سے ہو رہی ہے کہ جو میری زیارت کو آیا کہ میری زیارت کے سوا کوئی حاجت اس کو نہ لائی ہو تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اس کا شفیع بنوں۔“

اب رہا وہابیہ کا یہ کہنا کہ مدینہ منورہ کی جانب سفر کرنے والے کو صرف مسجد نبوی ﷺ کی نیت کرنی چاہیے اور اس قول پر اس حدیث کو دلیل لانا کہ کجاوے نہ کسے جاویں مگر تین مسجدوں کی جانب، سو یہ قول مردود ہے۔ اس لئے کہ حدیث کہیں بھی ممانعت پر دلالت نہیں کرتی۔ بلکہ صاحب فہم اگر غور کرتے تو بھی حدیث بدالۃ النص جواز پر دلالت کرتی ہے کیونکہ جو علت مساجد کے دیگر مسجدوں اور مقامات سے مستثنیٰ ہونے کی قرار پاتی ہے وہ ان مساجد کی فضیلت ہی تو ہے اور یہ فضیلت زیادتی کے ساتھ بقعہ شریفہ میں موجود ہے۔ اس لئے کہ وہ حصہ زمین جو جناب رسول اللہ ﷺ کے اعضاء مبارکہ کو مس کئے ہوئے ہے علی الاطلاق افضل ہے۔ چنانچہ فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور جب فضیلت خاصہ کی وجہ سے تین مسجدیں عموم نہیں سے مستثنیٰ ہو گئیں تو بدرجہ اولیٰ ہے کہ بقعہ مبارکہ فضیلت عامہ کے سبب مستثنیٰ ہو۔

ہمارے بیان کے موافق بلکہ اس سے بھی زیادہ بسط کے ساتھ اس مسئلہ کی تصریح ہمارے شیخ شمس العلماء حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ نے اپنے رسالہ ”زبدۃ المناسک“ کی فصل زیارت مدینہ منورہ میں فرمائی ہے۔

نیز اس بحث میں ہمارے شیخ المشائخ مفتی صدر الدین دہلوی قدس سرہ کا ایک رسالہ تصنیف کیا ہوا ہے جس میں مولانا نے وہابیہ اور ان کے موافقین پر قیامت ڈھادی اور بیخ کن دلائل ذکر فرمائے ہیں۔ اس کا نام ”احسن المقال فی شرح حدیث لاتشد الرحال“ ہے۔ (المہند ص ۳۶)

اس حدیث لاتشد الرحال کی تشریح کرتے ہوئے حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں:

”اور ایک حدیث میں جو وارد ہے ”لا تشد الرحال الا الی ثلثة مساجد“ وہ سفر الی قبرہ الشریف کی نہی پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ یہاں استثناء مفرغ ہونے سے مستثنیٰ منہ مقدر ہے اور بوجہ متصل ہونے استثناء کے چونکہ اصل اس میں متصل ہے وہ مستثنیٰ کی جنس سے ہوگا اور جس قدر اقرب فی التجانس ہوگا اور احق بالتعین ہوگا اور جنس قریب مساجد ثلثہ کی ظاہر ہے کہ مفہوم مسجد ہے۔ پس تقدیر اس طرح ہوگی لا تشد الرحال الی مسجد الا الی ثلثة مساجد اس صورت میں مطلقاً مشاہد و مقابر کی طرف سفر کرنا حدیث مذکور میں مسکوت عنہ ہوگا اور نہی پر دال نہ ہوگا۔ اور تا سید اس کی ایک صریح حدیث سے ہوتی ہے جس کو مولانا مفتی صدر الدین خان دہلوی مرحوم و مغفور نے اپنے رسالہ منہی المقال میں اس طرح نقل کیا ہے:

”فی مسند احمد عن ابی سعید الخدری قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبغی للمطی ان یشدر حالہ الی مسجد ینتغی فیہ الصلوہ غیر المسجد الحرام و المسجد الاقصیٰ و مسجدی ہذا (الخ)

”اور معنی اس کے یہ ہیں کہ دوسری مساجد کی طرف جن میں تضاعف ثواب کا وعدہ نہیں ہے اس نیت سے سفر کرنا کہ وہاں نماز پڑھنے سے زیادہ ثواب ہوگا تقول علی الشارع ہے اس لئے منہی عنہ ہے اور مقابر خاصہ میں برکات خاصہ ثابت ہیں پھر ”زور و القبور“ میں بھی اطلاق اذن ہے البتہ یہ شرط ضرور ہے کہ اور مفسد لازم نہ آویں خوب سمجھ لو۔ (۲۱۲)

الحمد للہ! حدیث کے معانی اور اس کی تشریح دوسری حدیث کی روشنی میں اس قدر واضح طریق سے ہوگئی کہ تمام حدود شریعت کی رعایت بھی ملحوظ رہی اور مسئلہ کی تحقیق بھی ہوگئی۔

نقشہ نعل مبارک کی تحقیق:

”نعل شریف کے بارے میں علماء کرام کا اہتمام اور مباحثہ عظیمہ“ اس عنوان کے تحت مصنف ”اصلاح مفاہیم“ تحریر کرتے ہیں:

”جن آثار نبویہ کے بارے میں علماء کرام نے بہت اہتمام کیا ہے ان میں نعلین شریفین بھی ہیں بلکہ نعلین شریفین کے بارے میں بہت مفصل مباحث لکھی گئی ہیں۔ کس طرح کے تھے، کیا رنگ تھا، اس بارے میں بہت سی مباحث بلکہ رسالے تالیف کیے گئے ہیں۔ لیکن تمام مباحث کا مقصود صاحب النعل ہیں اور وہ نبی اعظم اور رسول اکرم فداہ ابی دمی رحمہ اللہ ہی ہیں۔“ (ص ۳۵۵)

ہمارے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی بارے میں رسالہ ”نیل الشفاء بنعل المصطفیٰ“ لکھا تھا اس میں نعل شریف کا نقشہ بھی پیش کیا گیا تھا اور لکھا تھا کہ:

”ایسے اعمال کے لئے جن کا منشاء حب شوق طبع اور ادب ہو مستقل دلیل کی حاجت نہیں، خلاف دلیل نہ ہونا کافی ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصویر روضہ منورہ و نقشہ مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ واقعہ دلائل الخیرات کے باب میں جواب دیا ہے کہ: بوسہ دادن و چشم مالیدن بریں نقشہ ہا ثابت نیست و اگر از غایت شوق سزدلامت و عتاب ہم بر جان باشد۔ اھ۔ اور نعل شریف کی تمثال اگر پوری مطابق بھی نہ ہو مگر کسی درجہ میں تو مشابہ ضرور ہے جیسا روضہ شریف کا نقشہ واقع دلائل الخیرات، پس غایت مافی الباب تطابق تام کا دعویٰ و اعتقاد ناجائز و محتاج نقل صحیح اور واجب الکف ہوگا، باقی مطلق تشابہ تو مجملأً احادیث سے ثابت ہے۔“ ا۔ ح [امداد الفتاویٰ: ۳/۳۷۵]

پھر وقتاً فوقتاً اس کے بارے میں استفسارات کے جوابات بھی حضرت تحریر فرماتے رہے۔ ایک جواب النور محرم ۱۳۴۲ھ میں بعنوان ”تنبیہ بر اصلاح معاملہ با تمثال نعل شریف“ شائع ہوا تھا۔ اس میں عوام کو غلو سے منع کیا گیا تھا۔ خلاصہ اس کا اباحت فی نفسہ اور استحباب یا کراہت، غیرہ یا تسبیب للمقاصد اور للمفسد ہے۔ (ج ۴، ص ۳۷۸)

پھر اس سلسلہ میں مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی سے بھی خط و کتابت ہو گئی۔ بالآخر حضرت نے عوام کے غلو اور اقتران و انضمام مفاسد کی وجہ سے رجوع ہی کر لیا۔ چنانچہ ارقام فرماتے ہیں:

”لیکن اب مجھ کو خواص کے اس اختلاف آراء سے نفس مسئلہ میں تردد پیدا ہو گیا ہے۔ پھر اس کے ساتھ عوام کے اختلاف اہوا سے جس سے میرا ذہن خالی تھا۔ بمصالح دینیہ اسی کو مقتضی ہیں کہ بحکم ”دع مایریک الی مالا یریک“ (الحديث) اپنے رسالہ ”نیل الشفاء“ سے رجوع کرتا ہوں۔

امداد الفتاویٰ کی یہ تحریر ۲ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ کی ہے جس میں تصریح ہے کہ حضرت تھانوی نے اس رسالہ ”نیل الشفاء“ سے رجوع کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔ اب حضرت تھانوی کے حوالہ سے اس نقشہ نعل شریف کو شائع کرنا اور حضرت تھانوی کی طرف اس کی نسبت کرنا کسی طرح جائز نہیں ہے جیسا کہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ ص ۶۶ میں کیا گیا ہے۔

حضرت تھانوی نے اپنے اس رسالہ سے رجوع کی بناء کو خود ہی تصریحاً بیان کر دیا ہے۔ ایک تو ”خواص کے اختلاف آراء سے نفس مسئلہ میں تردد پیدا ہو گیا“ پھر اس کے ساتھ عوام کا اختلاف ہوا جس سے آپ کا ذہن خالی تھا۔ اب اس کی دوسری وجوہات کی طرف نظر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مذکورہ رجوع کی تحریر ۱۳۵۶ھ کی ہے جیسا کہ امداد الفتاویٰ سے واضح ہو رہا ہے اور ”نشر الطیب“ اس رجوع سے بہت پہلے ۱۳۲۸ھ میں لکھی گئی تھی۔ اس وقت تک حضرت تھانوی نے اس سے رجوع نہیں فرمایا تھا۔ اب رجوع کے بعد اس کا ذکر کرنا اور اس کو استدلال میں پیش کرنا مرجوع عنہ سے استدلال کرنا ہے۔ اور جس کسی بزرگ نے بھی حضرت تھانوی کی طرف نسبت کی ہوگی اس کی یہی شان ہوگی اور ہمارا حسن ظن یہ ہے کہ ان کو حضرت تھانوی کے رجوع کا علم نہ ہوا ہوگا۔ بہر حال اس رجوع کے اعلان کے بعد حضرت تھانوی کی طرف اس رسالہ کے حوالے سے اس نقشہ نعل مبارک کی نسبت کرنا صحیح نہیں۔

وقت کی اہم ضرورت:

وقت کی اہم ضرورت یہ ہے کہ متقدمین حضرات اکابر علماء کرام جن کی معیاری شخصیتیں سب کو تسلیم ہیں، خصوصاً ان کی تحقیقات و تشریحات کو مشعل راہ بنایا جائے اور ان حضرات نے ان مسائل متنازعہ میں جو طریق عمل اختیار فرمایا مضبوطی کے ساتھ اس پر عمل کیا جائے کہ یہی راہ مستقیم اور مسلک حنفی کے مطابق طریقہ ہے۔ اپنی طرف سے نئی نئی من مانی تشریحات نہ کی جائیں اور اکابر کی تحقیقات کو عارضی وقتی کہہ کر نظر انداز نہ کیا جائے۔ اس سے بریلویوں کے ساتھ اتفاق کا حل تو معلوم کہ وہ تو ہوگا نہیں اپنے حلقہ دیوبندیت میں بھی انتشار و خلفشار پیدا ہو جانے کا شدید خطرہ ہے بلکہ اب دیکھنے میں بھی آرہا ہے جس کو بعض علماء حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے خلفاء عظام کے اختلاف سے تشبیہ دے رہے ہیں اور اس کو حضرت حاجی صاحب کی ”سنت غیر اختیاریہ“ پر عمل قرار دے رہے ہیں۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اس اختلاف میں ایک طرف قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور موصوف کے خلیفہ اول حضرت شیخ الحدیث مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب ”البراہین القاطعہ“ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی وغیرہ اکابر خلفاء حاجی صاحب قدس سرہ اور دوسرے متنبین مثل شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی وغیرہ ہیں اور دوسری طرف مولوی

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (480)

عبدالسیع رامپوری صاحب ”انوار ساطعہ“ اور مولانا احمد حسن کانپوری وغیرہ علماء ہیں۔ ”اصلاح مفاہیم“ کے تصدیق کرنے والے دیوبندی علماء کن حضرات علماء کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔
حقیقت حال:

حقیقت یہ ہے کہ بعض علماء کو حضرت شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی کے ”مسلک و مشرب“ کے سمجھنے میں مغالطہ ہوا اور انہوں نے اپنے مزموم کے مطابق اپنی مروجہ رسومات کا علی الاطلاق مؤید سمجھ لیا۔ ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ سے بھی غلطی ہوئی۔ اس کے ازالہ کے لئے پہلے حضرت حکیم الامت تھانوی نے اس کا ضمیمہ لکھا اور پھر حضرت گنگوہی نے اس کی تشریح فرمائی جس کی تفصیل ہماری اس تحریر میں گزر چکی ہے۔ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ ہر گز ان رسومات میں مروجہ قیودات کے قائل نہیں تھے اور جس صورت کو حضرت ت گنگوہی ناجائز قرار دیتے تھے حضرت حاجی صاحب ہر گز اس صورت کی اجازت نہیں دیتے تھے۔
حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”بہت سے اعمال مشائخ فی نفسہ ناجائز نہیں ہوتے مگر چونکہ عوام میں غلو ہو گیا ہے اس وجہ سے منع کیا جاتا ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد (گنگوہی) اور ہمارے حضرت حاجی صاحب میں بعض امور میں اختلاف ظاہری معلوم ہوتا ہے۔ وہ اختلاف مشورہ کا ہے۔ اصل مسائل میں اختلاف نہیں ہے۔ حضرت مولانا کی تحقیق تھی کہ عوام میں فساد عقیدہ اور غلو زیادہ ہے۔ اس لئے منع کرنا چاہیے اور ہمارے مرشد صاحب میں نرمی اور حسن ظن اور کرم اس قدر غالب تھا کہ تاویل فرما دیتے تھے اور عوام کے مفسدہ کی پوری اطلاع نہ تھی۔ باقی جس کو حضرت مولانا منع فرماتے تھے حضرت حاجی صاحب اس کی اجازت نہ دیتے تھے۔“

[ملفوظات مقالات حکمت: ۴۴]

حضرت حاجی صاحب کی ”براہین قاطعہ“ پر تصدیق و تائید:

چنانچہ جب مولوی نذیر احمد صاحب ساکن رامپور نے ”براہین قاطعہ“ پر اعتراضات حضرت حاجی صاحب کی خدمت اقدس میں لکھ کر بھیجے تو حضرت حاجی صاحب نے ان کا تفصیلی جواب ارقام فرمایا اور ”براہین قاطعہ“ کی تائید و تصویب میں والا نامہ ارسال فرمایا۔ ”براہین قاطعہ“ کے آخر میں وہ بعینہ شائع ہو چکا ہے۔ اس کو ملاحظہ فرمایا جائے۔

ایک اعتراض یہ تھا:

”براہین قاطعہ میں مجلس میلاد کو بدعت ضالہ کہا اور فاتحہ اور محفل میلاد کرنے والوں کو ہنود اور روافض لکھا ہے۔“

حضرت حاجی صاحب نے ارشاد فرمایا:

”اس طرح صاحب ”براہین قاطعہ“ نے نفس ذکر میلاد کو بدعت ضلالہ نہیں کہا۔“ قیود زندہ محرمہ مکروہہ کو کہا ہے اور نہ نفس ذکر کو قیام کرنے والوں کو ہنود و روافض لکھا بلکہ عقیدہ باطلہ پر حکم حرمت و مشابہت روافض و ہنود لگایا ہے۔ [البراہین: ۶: ۲۷۷]

حضرت حاجی صاحب نے قیود زندہ کو محرمہ مکروہہ کہہ کر ”براہین قاطعہ“ کی تائید فرمادی مگر دوسرے علماء ان ”قیود زندہ“ کو عادت میں داخل کر کے مباح بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہی حال ”صاحب مفاہیم“ کا ہے۔ مع یہیں تفاوت راہ از کجاست تا کجبا اس طریق کار کو حضرت حاجی صاحب کا مسلک و مشرب قرار دینا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ انصاف در کار ہے۔

حضرت گنگوہی کی ”براہین قاطعہ“ پر تصدیق:

اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”براہین قاطعہ“ پر اپنی تصدیق الفاظ ذیل سے تحریر فرمائی ہے:

”حامداً و مصلياً اما بعد: احقر الناس خادم الطلبة بنده رشيد احمد گنگوہی عفی عنہ نے اس کتاب مستطاب ”براہین قاطعہ“ کو اول سے آخر تک بغور دیکھا۔ الحق کہ بندہ کے نزدیک یہ رد اور جواب (انوار ساطعہ) کافی اور الزام و حجت دانی ہے اور فی الواقع یہ ”براہین قاطعہ“ اپنے مصنف کی وسعت نور علم دینی فسحت ذکا و فہم حسن تقریر و بھاء تحریر پر دلیل واضح اور اقوال مخالفین کے باحسن البیان فاضح ہے۔ لہذا یہ احقر الناس اس کتاب کو ”ملقب بالدلائل الواضحة علی کراهة المروج من المولود والفتاحۃ“ کرتا ہے۔ حق تعالیٰ اس کو مؤلف کے علم و فہم میں برکت اور اس کی خیرات و مبرات میں عموماً اور اس کی تالیف نفس میں خصوصاً کرامت قبولیت عطا فرمائے اور اس کو موجب ندامت و توبہ اہل بدعت کا سبب استقامت اور تثبت متبعین سنت کا بنا کر مقبول مقبولین و معمول عالمین فرماوے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز و اللہ تعالیٰ ولی التوفیق و صلی اللہ تعالیٰ علی سید الکائنات و آلہ و صحبہ اہل الدرجات عدد ما یحب و یرضی و لا حول الا قوہ الا باللہ۔ فقط رشید احمد“

یہ کتاب ”البراہین القاطعہ“ ۱۳۰۴ھ میں اول مرتبہ طبع ہوئی۔ مولانا محمد حسین صاحب فقیر دہلوی نے اس کی تارتخ طبع ”بدعات قطع کرد براہین قاطعہ“ سے نکالی۔ والحمد للہ علی ذلک۔

اگرچہ کتاب ”اصلاح مفاہیم“ کے اور کئی مقامات قابل اصلاح اور لائق توجہ ہیں مگر اس کے اصل مباحث اور ضروری مسائل پر بقدر ضرورت اصلاحات لکھ دی گئیں ہیں اور حضرت گنگوہی کی اوپر کی دعا پر ہی تبرکاً اپنی ان ”اصلاحات“ اور ”تحقیقی نظر“ کو فی الحال ختم کرتا ہوں۔

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (482)

والله الهادی الى سبيل الرشاد وهو الموفق للسداد والحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات وعلى اله واصحابه ومن تبعهم اجمعين - (آمین) برحمتك يا ارحم الراحمين -

کتبہ الاحقر السید عبدالشکور الترمذی

خادم الطلبة فی الجامعة الحقانية، بساھی وال

من مضافات سرحد ۱۵ شوال المکرم ۱۴۱۵ھ

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یار، جولائی تا اکتوبر ۱۹۹۵ء..... صفر تا جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ)

(ماہنامہ الحقانیہ، ساہیوال، شعبان تا شوال ۱۴۳۶ھ۔ جون تا اگست ۲۰۱۵)

امام اہل سنت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی تالیفات

[۱] خزائن السنن (تقریر ترمذی)..... [۲] احسن الکلام (مسئلہ فاتحہ خلف الامام)..... [۳] تسکین الصدور (مسئلہ حیات النبی پر مدلل بحث)..... [۴] الکلام المفید (مسئلہ تقلید پر مدلل بحث)..... [۵] ازالة الريب (مسئلہ علم غیب پر مدلل بحث)..... [۶] راہ سنت (رد بدعات پر لا جواب کتاب)..... [۷] آنکھوں کی خشک (مسئلہ حاضر ناظر پر مدلل بحث)..... [۸] احسان الباری (بخاری شریف کی ابتدائی بحث)..... [۹] طائفہ منصورہ (نجات پانے والے گروہ کی علامت)..... [۱۰] ارشاد الشیعہ (شیعہ نظریات کا مدلل جواب) [۱۱] درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ..... [۱۲] عبارات اکابر (اکابر علماء دیوبند کی عبارات پر اعتراضات کے جوابات)..... [۱۳] تبلیغ اسلام (ضروریات دین پر مختصر بحث)..... [۱۴] گلدستہ توحید (مسئلہ توحید کی وضاحت)..... [۱۵] دل کا سرور (مسئلہ مخفی رکھنے کی مدلل بحث)..... [۱۶] راہ ہدایت (کرامات و معجزات کے بارہ میں صحیح عقیدہ کی وضاحت)..... [۱۷] بانی دارالعلوم دیوبند (مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے حالات زندگی اور ان پر اعتراضات کے جوابات)..... [۱۸] ینابیع (غیر مقلد عالم مولانا غلام رسول کے رسالہ تراویح کا اردو ترجمہ)..... [۱۹] چراغ کی روشنی (معراج النبی کے بارہ میں قادیانی وغیرہ کے اعتراضات کے جوابات)..... [۲۰] مسئلہ قربانی (قربانی کی فضیلت اور ایام قربانی پر مدلل بحث)..... [۲۱] عیسائیت کا پس منظر (عیسائیوں کے عقائد کا رد)..... [۲۲] مقالہ ختم نبوت قرآن و سنت کی روشنی میں..... [۲۳] المسک المنصور..... [۲۴] اتمام البرہان رد توضیح البیان..... [۲۵] حلیۃ المسلمین (داڑھی کا مسئلہ)..... [۲۶] توضیح المرام فی نزول مسیح علیہ السلام..... [۲۷] آئینہ محمدی (سیرت پر مختصر رسالہ)..... [۲۸] شوق حدیث (حجیت حدیث پر مدلل بحث)..... [۲۹] ملا علی قاری اور مسئلہ علم غیب و حاضر ناظر..... [۳۰] تنقید متین بر تفسیر نعیم الدین..... [۳۱] باب جنت بجواب راہ جنت..... [۳۲] الکلام الحاوی (سادات کے لیے زکوٰۃ وغیرہ لینے کی مدلل بحث)..... [۳۳] مودودی صاحب کا غلط فتویٰ..... [۳۴] تفریح الخواطر بجواب تنویر الخواطر..... [۳۵] چہل مسئلہ حضرات بریلویہ..... [۳۶] عمدة الاثبات تین طلاقیں کا مسئلہ..... [۳۷] الشہاب المبین بجواب الشہاب الثاقب..... [۳۸] انظار العیب بجواب اثبات علم الغیب..... [۳۹] سماع موتی..... [۴۰] چالیس دعائیں..... [۴۱] مقام ابی حنیفہ [۴۲] صرف ایک اسلام..... [۴۳] حکم الذکر بالجہر..... [۴۴] شوق جہاد..... [۴۵] انکار حدیث کے نتائج (منکرین حدیث کا رد) [۴۶] مرزائی کا جنازہ اور مسلمان..... [۴۷] اخفاء الذکر (ذکر آہستہ کرنا چاہیے)

مکتبہ صفدریہ..... 0300-7463292 ---- 055-4237330

کچھ اصلاح مفاہیم کے بارے میں

سوال:..... علوی مالکی نام کے ایک مکی عالم کی کتاب کا اردو ترجمہ ”اصلاح مفاہیم“ آج کل زیر بحث ہے، بعض حضرات اس کتاب کو دیوبندی بریلوی نزاع کے خاتمہ میں مدد و معاون قرار دیتے ہیں تو بعض دوسرے اسے دیوبندی موقف کی تغلیط اور بریلوی موقف کی تائید اور تصدیق سمجھتے ہیں صحیح صورت حال سے نقاب کشائی فرما کر ہماری راہنمائی فرمائی جائے۔

جواب:..... جی ہاں مکہ مکرمہ کے ایک عالم شیخ محمد علوی مالکی کی کتاب ”مفہیم یجب ان تصحیح“ کافی دنوں سے معرکہ الا راء بنی ہوئی ہے پاکستان میں اس کا ترجمہ ”اصلاح مفاہیم“ کے نام سے شائع کیا گیا، اور اب ہمارے حلقوں میں اس پر اچھا خاصا نزاع برپا ہے، ”انوار مدینہ لاہور“ ”الخیبر ملتان“ ”حق چار یا رلاہور“ میں اس سلسلہ میں کافی مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ کتاب کے ناشر جناب پروفیسر الحاج احمد عبدالرحمان زید لطفہ نے اس سلسلہ میں اس ناکارہ کی رائے طلب فرمائی، راقم الحروف نے ان کے خط کے جواب میں اس کتاب پر مفصل تبصرہ کا ارادہ کیا اور چند اوراق لکھے بھی، لیکن پھر خیال آیا کہ اس کے لئے طویل فرصت درکار ہوگی، اس لئے ایک مختصر سا خط ان کی خدمت میں لکھ دیا، چونکہ اس بارے میں استفسارات کا سلسلہ جاری رہتا ہے چنانچہ حال ہی میں ایک صاحب کا خط آیا اور اس بارے میں اس ناکارہ سے مشورہ طلب کیا گیا، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس سلسلہ میں اپنی رائے کا اظہار کر دیا جائے۔

لہذا ذیل میں پہلے وہ مختصر سا خط دیا جا رہا ہے جو جناب پروفیسر احمد عبدالرحمان کے نام لکھا گیا تھا، اس کے بعد وہ مفصل خط پیش خدمت ہے جو انہی کے نام لکھنا شروع کیا تھا لیکن اسے ادھورا چھوڑ کر مختصر خط لکھنے پر اکتفا کیا گیا۔ اور اس کی تکمیل بعد میں کی گئی اور آخر میں چند حضرات کے خطوط اور اس ناکارہ کی جانب سے ان کے جوابات درج کیے جا رہے ہیں۔ واللہ الموفق لكل خیر وسعادة۔

مکتوب نمبر ایک بنام پروفیسر احمد عبدالرحمن صاحب^۱

بسم الله الرحمن الرحيم

مخدوم و مکرم جناب پروفیسر احمد عبدالرحمن صاحب زید لطفہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہ

نامہ کرم مع ہدیہ مسسلہ ”اصلاح مفاہیم“ کافی دنوں سے آیا رکھا تھا، کثرت مشاغل نے کتاب اٹھا کر دیکھنے کی بھی مہلت نہ دی۔ ادھر خود طبیعت بھی اس طرف مائل نہ ہوئی۔ یہ ناکارہ تو طاق نسیان میں بحفاظت رکھ چکا تھا، یکا یک خیال آیا کہ آنجناب منتظر جواب ہوں گے، چنانچہ کتاب کو پڑھا، داعیہ پیدا ہوا کہ اس پر کسی قدر مفصل تبصرہ کروں، مگر مشاغل اس کی اجازت نہیں دیتے، اس لئے مختصراً لکھتا ہوں کہ:

کتاب کے بعض مباحث تو بڑے ایمان افزا ہیں، مگر جناب مصنف نے جگہ جگہ محمل میں ٹاٹ کی پیوند کاری کی ہے، اور شکر میں اپنے منفرد افکار و مفاہیم کا زہر ملا دیا ہے۔ لہذا کتاب کے بارے میں اس ناکارہ کی رائے جناب محترم مولانا الحاج الحافظ مفتی عبدالستار دام مجدہ (صدر مفتی: جامعہ خیر المدارس ملتان) کے ساتھ متفق ہے۔ یہ کتاب ہمارے اکابر دیوبند کے مسلک و مشرب کی ہرگز ترجمان نہیں، اور اس سے امت کے درمیان اتحاد و اتفاق کی جو امیدیں وابستہ کی گئی ہیں وہ نہ صرف موهوم بلکہ معدوم ہیں، اس کے برعکس اس ناکارہ کا احساس یہ ہے کہ امت تو امت، یہ کتاب ہمارے احباب کے درمیان منافرت و مغایرت اور تششت و انتشار کی موجب ہوگی، اگر کتاب کے ترجمہ اور اس کی اشاعت سے قبل اس ناکارہ سے رائے لی جاتی تو یہ ناکارہ نہ ترجمہ کا مشورہ دیتا، نہ اشاعت کا۔

جن حضرات نے اس پر تقریظات ثبت فرمائی ہیں اس ناکارہ کا احساس ہے کہ انہوں نے بے پڑھے محض مؤلف کے ساتھ حسن ظن اور عقیدت سے مغلوب ہو کر لکھ دی ہیں، اور اگر کسی نے پڑھا ہے تو اس کو ٹھیک طرح سمجھا نہیں، نہ ہمارے اکابر کے مسلک کو صحیح طور پر ہضم کیا ہے، بلکہ اس ناکارہ کو یہاں تک ”حسن ظن“ ہے کہ بہت سے حضرات نے کتاب کے نام کا مفہوم بھی نہیں سمجھا ہوگا، اگر ان سے دریافت کر لیا جائے کہ ”مفہیم یجب أن تصحح“ کا کیا مطلب ہے؟ تو شاید تیر نشانہ پر نہ لگا سکیں۔ چنانچہ اس کا اردو نام ”اصلاح مفاہیم“ غمازی کرتا ہے کہ فاضل مترجم اس کا مطلب نہیں سمجھے۔ امید ہے کہ ان اجمالی معروضات کے بعد مفصل تبصرے کی حاجت نہ ہوگی۔ دعوات صالحہ کا محتاج اور ملتی ہوں۔ والسلام محمد یوسف عفا اللہ عنہ

(مطبوعہ ماہنامہ بینات، محرم ۱۴۱۶ھ۔ ماہنامہ حق چاریار، فروری ۱۹۹۵ء)

۱۴۱۵/۷/۲۰ھ

مکتوب نمبر دو (۲) بنام پروفیسر احمد عبدالرحمن صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب مخدوم و مکرم زیدت الطافہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب گرامی نامہ موصول ہوئے کئی دن ہوئے جس میں اس ناکارہ سے ”اصلاح مفاہیم“ کے بارے میں رائے طلب کی گئی تھی مگر یہ ناکارہ جناب کے حکم کی تعمیل سے بوجہ چند قاصد رہا:

۱:..... یہ ناکارہ اپنے مشاغل میں اس قدر الجھا ہوا تھا کہ ڈاک کا جواب نمٹانے سے بھی عاجز رہا اور بعض سوالات ایسے تھے جو ایک مقالے کا موضوع تھے یہ خیال رہا کہ ذرا ان مشاغل سے فرصت ملے تو کتاب کو دیکھوں تب ہی کوئی رائے عرض کر سکوں گا۔ ایسی عدیم الفرستی میں ایک ضخیم کتاب کا سرسری پڑھنا بھی مشکل تھا۔ چونکہ آنجناب کا تقاضا بھی سوہان روح بنا ہوا ہے اس لئے دوسرے مشاغل سے صرف نظر کر کے کتاب کو دیکھا اور جواب لکھنے کی نوبت آئی۔

۲:..... اس ناکارہ کو اکابر سلف کی کتابوں سے اکتاہٹ نہیں ہوتی نہ ان کے مطالعہ سے سیری ہوتی ہے، لیکن ہمارے جدید محققین کے اسلوب و انداز سے ایسی وحشت ہوتی ہے کہ ان کی کتابوں کے چند صفحے دیکھنا بھی اس ناکارہ کے لئے اچھا خاصا مجاہدہ ہے اس لئے اس کتاب کو اٹھا کر دیکھنے ہی کو جی نہیں چاہا۔

۳:..... یہ ناکارہ زندگی بھر ملحدین و مارقین سے نبرد آزما رہا اور اس کا ہمیشہ یہ ذوق رہا کہ:

تتبع براں بہر ہر زندیق باش
اے مسلمان! پیرو صدیق باش

لیکن اپنوں کی لڑائی میں ”دخل در معقولات“ سے یہ ناکارہ ہمیشہ کتراتا رہا ”اصلاح مفاہیم“ کے بارے میں بھی اپنی رائے ظاہر کرنے سے ”پر حذر“ رہا کیونکہ یہ کتاب خود ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہ کے حلقہ میں بھی متنازع فیہ بنی ہوئی ہے۔ میرے محترم بزرگ جناب صوفی محمد اقبال مہاجر مدنی اس کے پرزور حامی و مؤید ہیں انہی کے حکم سے یہ کتاب عربی سے اردو میں نقل کی گئی اور انہی کے حکم سے پاکستان میں شائع کی گئی۔ دوسری طرف حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے عقیدت مندوں کا ایک بڑا حلقہ اس کتاب کو ”شکر میں لپٹا ہوا زہر“ قرار دیتا ہے۔ اس ناکارہ کا یہ خیال رہا کہ تیری حیثیت ”نہ تین میں نہ تیرہ میں“ اس لئے اگر تو اس معرکہ سے گریز

ہی کرے تو بہتر ہے بقول شاعر:

فقلت لمحرز لما التقينا تجنب لا يقطرك الزحام

چنانچہ قبل ازیں صوفی صاحب زید مجدہ کے احباب کی جانب سے ایک رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ شائع ہوا اور پھر انہی مضامین کو ”اسلامی ذوق“ نامی رسالہ کی شکل میں شائع کیا گیا، اور اس ناکارہ سے ان دونوں رسالوں کے بارے میں رائے بھی طلب کی گئی، لیکن ”ایاز! بقدر خویش بہ شناس“ کے پیش نظر اس ناکارہ نے مہر سکوت نہیں توڑی اور ان دونوں رسالوں کے بارے میں کچھ لکھنے سے انماض کیا۔

۴..... دراصل سکوت کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اس زمانے میں کوئی کسی کی سننے کو تیار نہیں ہر شخص اپنی رائے ایسے جزم اور اتنی پختگی کے ساتھ پیش کرتا ہے کہ گویا ابھی جبریل علیہ السلام حکم خداوندی سے نازل ہوئے ہیں جب اپنی رائے پر جزم و وثوق کا یہ عالم ہو تو دوسرے کی رائے کو کون اہمیت دیتا ہے؟ اختلاف کرنے والا خواہ کتنا بڑا عالم ربانی ہو اور نہایت اخلاص کے ساتھ اختلاف رائے کا اظہار کرے اس کو..... الا ماشاء اللہ!..... ہوائے نفس اور کبر و حسد پر محمول کیا جاتا ہے ایسی فضائل تنقیدی و اصلاح رائے تو مفید و کارگر ہوگی نہیں البتہ قلوب میں منافرت اور فتنہ میں اضافے کا سبب ضرور بنے گی اس لئے اس ناکارہ نے ایسے زاعی امور میں آنحضرت ﷺ کی نصیحت کو حرز جان بنا رکھا ہے:

”بل ائتمروا بالمعروف و تناہوا عن المنکر“ حتی اذا رایت شحاً مطاعاً و هو ی متبعاً و دنیا مؤثرة و اعجاب کل ذی رای برایہ و رایت امر لا بد لک منه، فعلیک نفسک و دع امر العوام“۔ [مشکوٰۃ: ۴۳۷]

ترجمہ: ”نیکی کا حکم کرتے رہو اور برائی سے بچتے رہو یہاں تک کہ جب دیکھو کہ حرص و آرزو کی اطاعت اور خواہشات کی پیروی کی جارہی ہے اور دنیوی مفاد کو ترجیح دی جارہی ہے اور ہر صاحب رائے اپنی رائے پر نازاں ہے اور تم دیکھو کہ کام ایسا ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں تو اپنی فکر کرو اور عوام کے قصہ کو چھوڑ دو“۔

حضرات سلف میں یہ مقولہ معروف تھا کہ اپنی رائے کو مہتمم سمجھو یہ حضرات اپنی فہم کو ناقص اور اپنی رائے کو علیل جانتے تھے اور ہمیشہ اس کے منتظر رہتے تھے کہ کوئی ان کو غلطی سے آگاہ کرے تو وہ اس سے رجوع کر لیں۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ فرماتے تھے کہ حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ اپنی جلالت قدر اور علوم مرتبت کے باوصف فرماتے تھے کہ ابتدائی دور میں (حضرت حکیم الامتؒ سے تعلق سے قبل) مجھ سے کچھ غلطیاں ہوئی ہیں میرا جی چاہتا ہے کہ آپ (حضرت بنوریؒ) جیسے حضرات میری کتابوں کو دیکھ کر غلطیوں کی نشاندہی کر دیں تو میں اپنی زندگی میں ان سے رجوع کا اعلان کر دوں۔

عارف باللہ حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالحی عارفی فرماتے تھے کہ: ایک بار مولانا بنوریؒ نے ”بینات“ میں ایک مضمون لکھا، بعد میں مجھ سے ملنے کے لئے آئے تو میں نے ان سے کہا کہ یہ بات جو آپ نے لکھی ہے یہ آپ کی شان کے خلاف ہے۔ فوراً کہنے لگے کہ ”غلطی ہوئی، معاف کر دیجئے“ آئندہ نہیں ہوگی۔“ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ اس بات کو نقل کر کے فرماتے تھے کہ ”بھئی! مولانا بنوریؒ بڑے آدمی تھے۔“ حضرت بار بار یہ فقرہ دہراتے۔

یہ ہمارے ان اکابر کے واقعات ہیں جن کو ان گنہ گار آنکھوں نے دیکھا، ہمارے شیخ برکۃ العصر، قطب العالم مولانا زکریا مہاجر مدنی کے یہاں تو مستقل اصول تھا کہ جب تک ان کی تحریر فرمودہ کتاب کو دو محقق عالم دیکھ کر اس کی تصدیق و تصویب نہیں فرمادیتے تھے وہ کتاب نہیں چھپتی تھی۔ اسی سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے اسلاف سلف صالحینؒ کی بے نفسی، اخلاص و ولہیت اور فنایت کا کیا عالم ہوگا؟ لیکن اب ہمارے یہاں استبداد رائے کا ایسا غلبہ ہے کہ نہ کوئی کسی کی سننے کو تیار نہ مانے کو۔ الا ماشاء اللہ۔ اس لئے یہ ناکارہ اپنے احباب کے درمیان متنازعہ فیہ مسائل میں اظہار رائے سے ہچکچاتا ہے۔ کہ اول تو اس ناکارہ کی رائے کی کوئی قیمت ہی نہیں، پھر اظہار رائے سے اصلاح کی توقع بہت کم ہوتی ہے، بلکہ اگر اپنی رائے کسی صاحب کے خلاف ہوئی تو قلوب میں منافرت پیدا ہونے کا خطرہ قوی ہے۔

حیۃ الصحابہؓ (ج ۲، ص ۱۲۰) میں حضرت ابو عبیدہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما کا ایک خط حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام نقل کیا ہے جس کے آخر میں یہ بھی لکھا تھا کہ ہمیں بتایا جاتا تھا کہ آخری زمانے میں اس امت کا یہ حال ہو جائے گا کہ ظاہر میں بھائی بھائی ہوں گے، اور باطن میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ ہم نے یہ خط آپ کی ہمدردی و خیر خواہی کے لئے لکھا، خدا کی پناہ! کہ آپ اس کو کسی اور چیز پر محمول کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ: (مشکوٰۃ، ص ۴۳۷)

”آخری زمانے کے بارے آپ حضرات نے جو کچھ لکھا ہے آپ اس کے مصداق نہیں اور نہ یہ زمانہ وہ زمانہ ہے، یہ وہ زمانہ ہوگا جس میں رغبت و رہبت ظاہر ہو جائے گی، اور لوگوں کی رغبت ایک دوسرے سے دنیاوی مفادات کی غرض سے ہوگی، بلاشبہ آپ حضرات نے جو کچھ لکھا ہے وہ خیر خواہی و ہمدردی کے طور پر لکھا ہے، اور مجھے اس سے استغناء نہیں، اس لئے ازراہ کرم مجھے لکھتے رہا کیجئے۔“

الغرض مذکورہ وجوہات کی بنا پر یہ ناکارہ ”اصلاح مفاہیم“ کے بارے میں آپ کے حکم کی تعمیل کرنے میں متامل تھا، اور جی یہی چاہتا کہ میں کچھ نہ لکھوں، لیکن پھر خیال ہوا کہ آپ منتظر جواب ہوں گے، اور آپ کو جواب نہ ملنے کی شکایت ہوگی۔ اس لئے محض امتثال حکم کے لئے لکھتا ہوں ورنہ میں جانتا ہوں کہ میں کیا اور میری تحریر کیا؟ دعا کرتا ہوں کہ میری یہ تحریفہ میں اضافہ کا باعث نہ بنے۔ اللہم! انی اعوذ بک

من شر نفسی۔ وہ رحیم و کریم میری تحریر کے شر سے اپنے بندوں کو محفوظ فرمائے اور میری غلطیوں کی پردہ پوشی فرمائے۔ اِنہ رحیم و دود۔

کتاب ”اصلاح مفاہیم“ کے سرسری مطالعہ سے اس ناکارہ نے جو امور نوٹ کئے؛ اگر ان پر مفصل گفتگو کی جائے تو اچھی ضخیم کتاب بن جائے گی؛ اس لئے جزیات مسائل پر گفتگو کرنے کے بجائے چند اصولی امور کی نشاندہی پر اکتفا کروں گا؛ واللہ ولی التوفیق۔

اول:.....

جناب مصنف سعودیہ میں اقامت پذیر ہیں؛ اور اس ماحول میں ایسے حضرات کی آواز غالب ہے جو ذرا ذرا سی باتوں پر شرک کا فتویٰ صادر کرتے ہیں؛ تو سل کا شد و مد سے انکار کرتے ہیں؛ اور آنحضرت ﷺ کے روضہ مقدسہ کی زیارت کے ارادے سے سفر کرنے کو بھی روا نہیں سمجھتے؛ جناب مصنف کا مطمح نظر ان حضرات کی تشدد پسندی کی اصلاح ہے اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ دلائل کے ساتھ ان حضرات کے رویے میں لچک اور اعتدال پیدا کیا جائے۔ ہندو پاک کا خرافاتی ماحول جناب مصنف کے سامنے نہیں؛ اور وہ اس سے واقف نہیں کہ برصغیر پاک و ہند کے عوام کیسی بدعات و خرافات میں مبتلا ہیں؛ اس لئے ان عوام کی اصلاح جناب مصنف کے پیش نظر نہیں۔ اس لئے فطری بات ہے کہ جناب مصنف کی تحریر میں سلفی حضرات کی شدت بے جا کی اصلاح کی کوشش تو نظر آتی ہے؛ کہ یہی ان کی کتاب کا اصل موضوع ہے؛ لیکن عوام کی غلط روی و کج فکری کی اصلاح ان کی تحریر میں نظر نہیں آتی۔ اس کے برعکس ہمارے اکابر دیوبند و دونوں فریقوں کے افراط و تفریط سے واسطہ رہا؛ سلفی حضرات کی شدت و خشکی سے بھی؛ اور عوام کی عامیانہ روش سے بھی۔ اس لئے ہمارے اکابر افراط و تفریط کے درمیان راہ اعتدال پر قائم رہے اور انہوں نے بڑی خوبصورتی و کامیابی کے ساتھ میزان اعتدال کے دونوں پلوں کو برابر رکھا:

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق

ہر ہو سنا کے نہ داند جام و سندان باختر

الغرض ان متنازع فیہ مسائل میں جو اعتدال و توازن ہمارے اکابر کے یہاں نظر آتا ہے اسے یہ ناکارہ ”لسان المیزان“ سمجھتا ہے۔ یہیں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جناب مصنف کی یہ کتاب ہمارے اکابر کے ذوق و مسلک کی ترجمان نہیں؛ بلکہ اس کا پہلا اہل بدعت کی طرف جھکا ہوا ہے۔ لہذا جن حضرات نے یہ سمجھا ہے کہ مالکی صاحب کی یہ کتاب ہمارے اکابر کے مسلک کی ترجمانی کرتی ہے اس ناکارہ کے خیال میں ان حضرات نے نہ تو ہمارے اکابر کے مسلک و مشرب کو ٹھیک طرح سے ہضم کیا ہے اور نہ انہوں نے مالکی صاحب کی کتاب ہی کو وقت نظر سے پڑھا ہے۔

دوم:.....

کتاب پر بہت سے بزرگوں کی تقریظیں ثبت ہیں، جن کو ایک نظر دیکھنے کے بعد قاری مرعوب ہو جاتا ہے، ان بزرگوں کی تقریظ و تصدیق کے بعد مجھ جیسے کم سواد کے لئے بظاہر اختلاف کی گنجائش نہیں رہتی، لیکن اس ناکارہ کے خیال میں جن بزرگوں نے اس کتاب پر تقریظیں ثبت فرمائی ہیں انہوں نے حرفاً حرفاً اس کتاب کا مسودہ پڑھنے اور جناب مصنف کے مقاصد تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش نہیں فرمائی، یا تو ان بزرگوں نے کتاب کا مسودہ دیکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی، یا ان کو غور و تامل کا موقع نہیں ملا، محض جناب مصنف کی عقیدت و احترام میں یا بعض کسی لائق احترام بزرگ کی تقریظ دیکھ کر انہوں نے بھی کتاب پر صادر کیا۔ ایسی تقریظیں لائق اعتنا نہیں۔

آج کل محض مصنف کے ساتھ حسن ظن کی بنیاد پر تقریظیں لکھنے کا عام رواج ہے، اور اس ناکارہ کے نزدیک یہ روش لائق اصلاح اور یہ رواج لائق ترک ہے۔ خود اس ناکارہ کو ذاتی طور پر اس کے ناخوشگوار نتائج کا تجربہ ہوا ہے، اس ناکارہ کا ذوق خود اپنی کتابوں کے بارے میں یہ رہا ہے کہ اپنی کسی کتاب پر اپنے بزرگوں کو ”بطور تبرک چند کلمات“ لکھنے کی کبھی زحمت نہیں دی، نہ اس کی فرمائش کی، کیوں کہ ہمیشہ یہ خیال رہا کہ ان اکابر کے بے حد قیمتی اوقات میں اتنی گنجائش کہاں؟ کہ مجھ ایسے نابکار کی ژولیدہ تحریر پڑھیں اور اپنے قیمتی اوقات کا خون کریں۔ لامحالہ بغیر پڑھے ہی ”کلمات تبرک“ تحریر فرمائیں گے، اور نتیجہ یہ ہوگا کہ اس نادان کی غلطیاں میرے بزرگوں کے سر آن پڑیں گی، چنانچہ اس ناکارہ کا رسالہ ”اختلاف امت اور صراط مستقیم“ جو تمام اکابر نے پسند فرمایا، اور ہندو پاک کے بہت سے ناشرین نے ہزاروں کی تعداد میں اسے شائع کیا مگر اس ناکارہ نے کسی بزرگ سے تقریظ نہیں لکھوائی، سنا ہے کہ ہمارے شیخ برکتہ العصر نور اللہ مرقدہ کی مجلس میں بھی یہ پورا رسالہ حرفاً حرفاً پڑھا گیا اور حضرت نور اللہ مرقدہ کے سامعہ مبارک سے گزرا، لیکن اس ناکارہ کے دل میں کبھی اس کی ہوس پیدا نہیں ہوئی کہ کسی بزرگ سے اس پر تقریظ لکھوائی جائے اور اپنے کھوٹے سکوں کو بزرگوں کی تقریظات کی مہر سے چالو کیا جائے (اس ناکارہ کی دو کتابوں پر میرے حضرت بنوریؒ نے مقدمہ تحریر فرمایا تھا، مگر میری خواہش اور فرمائش کے علی الرغم۔) (اس کی تفصیل کا موقع نہیں)۔

الغرض کتاب پڑھے بغیر اس پر تقریظیں لکھوانے اور لکھنے کا رواج اس ناکارہ کے خیال میں صحیح نہیں، یہ روش لائق اصلاح ہے، اس ناکارہ کا خیال ہے کہ جناب علوی مالکی صاحب کی کتاب ”مفاہیم یحب أن تصحح“ (عربی) پر تقریظات کا جو انبار نظر آ رہا ہے، یہ جناب مصنف کے احترام میں بغیر کتاب پڑھے لکھی گئی ہیں، یا کسی لائق احترام شخصیت کو دیکھ کر ان کی تقلید میں صادر کر دیا گیا ہے، اس لئے اگر یہ ناکارہ اس کتاب کے بارے میں ایسی رائے کا اظہار کر رہا ہے جو تقریظ لکھنے والے بزرگوں کی توثیق و تصدیق کے

خلاف ہو تو اس کو ان بزرگوں کے حق میں سوء ادب کا ارتکاب نہ سمجھا جائے اور نہ ان اکابر کے علم و فضل کے منافی قرار دیا جائے کیونکہ بزرگوں ہی کا ارشاد ہے کہ:

گاہ باشد کہ کود کم ناداں
بہ غلط بر ہدف زند تیرے

سوم:.....

اوپر عرض کر چکا ہوں کہ جناب مصنف کا اصل مدعا سلفی حضرات کے تشدد کی اصلاح ہے جو زیر بحث مسائل میں ان کے یہاں پایا جاتا ہے اور جس میں وہ کسی نرمی اور پلک کے روادار نہیں۔ جناب مصنف ان کو اپنی اس شدت میں فی الجملہ معذور بھی سمجھتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

”ان کو ہم اپنے حسن ظن کی بنا پر معذور سمجھیں گے اور کہیں گے کہ نیت تو ان کی صحیح ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری سمجھتے ہوئے اس طرح ان لوگوں نے کیا ہے لیکن ہم کہیں گے کہ ان حضرات سے ایک بات رہ گئی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں حکمت و مصلحت اور عمدہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔

(اصلاح مفاہیم ص ۴۹)

یہ دو اصول جو جناب مصنف نے کتاب کے آغاز ہی میں قلمبند کئے ہیں بڑے ہی قیمتی اور زریں اصول ہیں بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ داعیانہ اسلوب کی روح رواں ہیں۔

[۱]..... ایک یہ کہ اپنے مخالفین، ناقدین بلکہ مکھرین تک کے بارے میں بھی یہ حسن ظن رکھا جائے کہ ان کی تنقید کا منشا اگر اخلاص ہے اور وہ واقعاً رضائے الہی کے لئے ایسا کر رہے ہیں تو نہ صرف یہ کہ وہ معذور ہیں بلکہ ان شاء اللہ ماجور بھی۔

[۲]..... دوم یہ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے بلند پایہ کام میں بھی حکمت و مصلحت کے مطابق احسن سے احسن طریق اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

مجھے یہ توقع تھی کہ جناب مصنف نے جس داعیانہ اسلوب کی نشاندہی فرمائی ہے وہ خود بھی اس کی پابندی فرمائیں گے اور ان کی یہ کتاب اسلوب دعوت کا شاندار مرقع ہوگی اور وہ متنازع فیہ مسائل کو قلمبند کرتے ہوئے ایسا عمدہ طریق اپنائیں گے کہ ان کی بات بڑی خوشگواری سے ان کے قاری کے گلے سے اتر جائے۔ بلاشبہ فطری طور پر ہماری یہ خواہش ہوگی کہ جس بات کو ہم حق اور صحیح سمجھتے ہیں دوسرے لوگ بھی اس کی حقانیت کے قائل ہو جائیں، لیکن ہم اپنی بات احسن طریق سے مخاطب کو سمجھانے کے مکلف ہیں اس کو منوانے کے ہم مکلف نہیں، ہم نے بڑی خوش اسلوبی سے اپنی بات مخاطب کے سامنے پیش کر دی، ہم اپنے فریضہ سے سبکدوش ہو گئے، آگے اسے مخاطب مانتا ہے یا نہیں؟ یہ اس کی ذمہ داری ہے اور اس کی صوابدید

ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ جناب مصنف، جن حضرات کو حسن ظن کی بنا پر معذور سمجھتے ہیں، انہی سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے داعیانہ اور مصلحانہ انداز مخاطب اختیار نہیں فرمایا، بلکہ مناظرانہ و مجادلانہ انداز اختیار کیا ہے۔ اور اگر یہ بات یہیں تک محدود رہتی تب بھی فی الجملہ اسے گوارا کیا جاسکتا تھا، مگر افسوس ہے کہ جناب مصنف نے اپنی تحریر میں ترشی بلکہ تلخی کا عنصر اس قدر تیز کر دیا ہے کہ یہ توقع از بس مشکل ہے کہ ان کی بات ان کے مخاطب کے گلے سے بہ آسانی اتر جائے گی، مصنف نے شاید ہی کوئی نکتہ ایسا اٹھایا ہو جس میں انہوں نے اپنے مخالفوں کو جاہل، غبی، کم عقل، کم فہم، تنگ نظر، بد فہم جیسے خطابات سے نہ نوازا ہو۔

مثلاً ”خالق و مخلوق کا مقام“ کے زیر عنوان یہ ذکر کرتے ہوئے کہ حق تعالیٰ شانہ نے آنحضرت ﷺ کو بہت سی خصوصیات عطا فرمائی ہیں جن کی بنا پر آنحضرت ﷺ دوسرے افراد بشر سے ممتاز ہیں، مصنف لکھتے ہیں:

”یہ امور بہت لوگوں پر ان کی کم عقلی، کم فہمی، تنگ نظری اور بد فہمی کی وجہ سے مشتبہ ہو گئے، تو انہوں نے جلدی سے ان امور کے قائلین پر کفر اور ملت اسلامیہ سے خروج کا حکم لگا دیا۔“

(اصلاح مفاہیم، ص ۵۷)

ایک جگہ مخالفین کے موقف کا ذکر کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں:

”یہ واضح جہالت ہے۔“ (اصلاح مفاہیم، ص ۶۵)

مترجم کا یہ ترجمہ اصل عربی متن کے مطابق نہیں، اصل متن کے الفاظ یہ ہیں: ”وہذا جہل محض۔“ اور یہ ”محض جہالت ہے“ یا ”خالص جہالت ہے۔“ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

”حالانکہ حقیقت میں یہ جہالت و تعنت ہے۔“ (مفاہیم عربی، ۹۲)

الغرض کتاب میں مسلسل یہی انداز چلا گیا ہے اور جناب مصنف نے اپنے موقف سے اختلاف رکھنے والوں کے بارے میں اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے میں کسی تکلف سے کام نہیں لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر جناب مصنف کے پیش نظر واقعی اس طبقہ کی اصلاح ہے تو ان کی اصلاح اس انداز گفتگو سے مشکل ہے بقول غالب:

نکالا چاہتا ہے کام طعنوں سے تو اے غالب!

ترے بے مہر کہنے پر بھلا وہ مہرباں کیوں ہو؟

اس ناکارہ کا خیال ہے کہ سعودیہ کے جن تشدد حضرات کی اصلاح کے لئے جناب مصنف نے

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (492)

خامہ فرسائی کی ہے وہ اس کتاب کے مطالعہ سے اصلاح پذیر نہیں ہوں گے بلکہ ان متوحش الفاظ و خطابات کو پڑھ کر ان کے موقف میں مزید شدت پیدا ہو جائے گی۔ اس کتاب کے خلاف جوابی کتب و رسائل کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ ادھر کچھ عرب حضرات مصنف کی تائید و حمایت میں کھڑے ہو جائیں گے، اور قلمی جہاد کریں گے، یوں یہ کتاب متعلقہ حلقہ کی اصلاح کے بجائے ایک نئے معرکہ کارزار کی راہ ہموار کرے گی۔ یہ تو سعودی ماحول میں اس کتاب کے آثار و نتائج ظاہر ہوں گے، جہاں تک ہمارے ہندو پاک کے ماحول کا تعلق ہے میں اوپر ذکر کر چکا ہوں کہ ان متنازع فیہ مسائل میں یہاں تین فریق پہلے سے موجود ہیں۔

[۱]..... ایک گروہ انہی سلفی حضرات کا ہے جن کا تذکرہ اوپر آچکا ہے، ان پر تو وہی اثرات ہوں گے جو ابھی ذکر کر چکا ہوں۔

[۲]..... دوسرا گروہ ہمارے اکابر دیوبند کا ہے۔ میں بتا چکا ہوں کہ یہ کتاب ہمارے اکابر کے ذوق و مشرب کے ساتھ کوئی میل نہیں کھاتی، دیوبندی حلقہ میں یہ کتاب افتراق و انتشار کو جنم دے گی، کچھ حضرات اس کتاب کی تائید و حمایت میں اکابر دیوبند کے مسلک کو اس کتاب کے مطابق ڈھالنے کی سعی فرمائیں گے۔ اور کچھ حضرات اس سے برأت کا اعلان و اظہار فرمائیں گے۔ یوں اہل حق کے طبقہ میں ایک نئے انتشار و خلفشار کا دروازہ کھلے گا۔

[۳]..... البتہ تیسرا گروہ بریلوی حضرات کا ہے، وہ اپنے موقف کی تائید و حمایت اور ہمارے اکابر کی تجہیل و تحمیق کے لئے اس کتاب کے خوب حوالے دیں گے، اور کتاب پر مثبت شدہ بھاری بھر کم تقریظات کے ذریعہ ان کو دیوبندی حلقہ پر الزام قائم کرنے میں اچھی خاصی آسانی ہو جائے گی۔

کاش! کہ طباعت سے پہلے اس سلسلہ میں مشورہ کر لیا جاتا تو اس ناکارہ کی رائے میں اس کی اشاعت آپ کی جانب سے نہ ہوتی۔

چہارم:.....

جس طرح ہر شیخ کی نسبت اپنا ایک خاص رنگ رکھتی ہے، جو اس شیخ کے حلقہ کے اکثر متسبین پر نمایاں ہوتی ہے، مثلاً رائے پوری حضرات کی نسبت کا رنگ ان کے حلقہ پر اس قدر نمایاں ہے کہ آدمی دور ہی سے دیکھ کر پہچان جاتا ہے کہ یہ حضرات رائے پوری سلسلہ سے منسلک ہیں۔ اسی طرح حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے حلقہ پر حضرت کی نسبت کا رنگ اتنا نمایاں ہے کہ ایک صاحب بصیرت آسانی سے پہچان لیتا ہے کہ ان حضرات پر حضرت حکیم الامت کا رنگ غالب ہے۔ وعلیٰ هذا۔ الغرض جس طرح ہر شیخ کی نسبت کا ایک رنگ ہوتا ہے، اسی طرح ہر مصنف کا بھی ایک خاص رنگ ہوتا ہے، جو اس کے حلقہ عقیدت پر

غالب اور نمایاں ہوتا ہے۔ مودودی صاحب کی تحریر کا ایک خاص رنگ ہے ڈاکٹر اسرار صاحب کی تحریر کا ایک خاص رنگ ہے وغیرہ وغیرہ۔

جناب علوی مالکی صاحب نے بھی زیر گفتگو کتاب ”مفاہیم“ میں اپنا ایک خاص رنگ بھرا ہے جس کی طرف اوپر اشارہ کر چکا ہوں، یعنی اپنے موقف سے اختلاف رکھنے والوں کو کم عقل کم فہم تنگ نظر جاہل بد فہم اور متعنت سمجھنا، اب جو حضرات جناب مالکی صاحب سے عقیدت و ارادت رکھتے ہوں گے وہ اسی رنگ کو اپنائیں گے اور یہی رنگ ان پر غالب ہو جائے گا، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جناب مصنف سے فرط عقیدت کی بنا پر ان سے ذرا سا اختلاف کرنے کو بھی تنگ نظری، جہالت و بد فہمی پر محمول کریں گے یا اس اختلاف کا منشا ضد و عناد اور تعنت و ہٹ دھرمی کو قرار دیں گے۔ ظاہر ہے کہ جن حضرات پر یہ رنگ غالب ہو وہ دوسرے کی بات کو نہ تو صبر و تحمل سے سنیں گے نہ مسئلہ کے دلائل پر غور کریں گے نہ ان کے لئے ہمارے اکابر کا حوالہ مفید ہوگا۔ کیونکہ جب ان حضرات کے دل میں بطور عقیدت یہ بات جم گئی ہے کہ جناب محمد مالکی علوی صاحب ہی عاقل و فہیم ہیں، وہی عالم و خوش فہم ہیں، اور وہی منصف و سبب النظر ہیں تو ان کے مقابلہ میں دوسروں کی بات کیا وقعت رکھے گی؟

یہ ایک ایسی صورت حال ہے جس کے تصور ہی سے یہ ناکارہ پریشان ہے کہ جناب علوی صاحب کے عقیدت مندوں سے افہام و تفہیم کی کیا صورت کی جائے؟ اور ان کے دل پر کس طرح دستک دی جائے؟ واللہ المستعان، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور اس پریشانی میں اس وقت چند در چند اضافہ ہو جاتا ہے جب دیکھتا ہوں کہ ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہ کے حلقہ ہی کے حضرات جناب مالکی صاحب کے دام عقیدت و محبت کے اسیر ہیں، اور اپنے اکابر کے مسلک و مشرب کو علوی صاحب کے نظریات پر ڈھال رہے ہیں۔ فیالی اللہ المشتکیٰ۔

کاش! اللہ تعالیٰ ہمیں تواضع اور فنائیت جو ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہ کا خصوصی رنگ تھا، اس کا کوئی شمع بھی نصیب فرمادے۔ تو آپس کے تشدد و انتشار کے منخوس سائے سے ہم محفوظ رہیں۔

پہنجم:.....

اس ناکارہ نے یہاں تک جو کچھ لکھا وہ یہ سمجھ کر لکھا کہ جناب شیخ محمد علوی مالکی صاحب خوش عقیدہ عالم ہیں، اور ان کے پیش نظر صرف تشدد حضرات کی اصلاح ہے۔ لیکن ”حق چار یار“ میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ العالی نے بریلوی مکتب کے رسالہ ماہنامہ ”جہان رضا لاہور“ کے حوالہ سے یہ عجیب و غریب انکشاف کیا ہے کہ جناب مصنف محمد علوی مالکی دراصل بریلوی عقیدہ کے حامل اور فاضل بریلوی جناب مولانا احمد رضا خان مرحوم کے بیک واسطہ خلیفہ ہیں، اور جناب علوی صاحب کی فاضل بریلوی سے

عقیدت کا یہ عالم ہے کہ علوی صاحب ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

”نحن نعرفه بتصنيفاته و تاليفاته فحبه علامة السنة و بغضه علامة البدعة“.

ترجمہ: ”ہم امام احمد رضا کو ان کی تصانیف اور تالیفات کے ذریعہ جانتے ہیں، پس ان سے محبت رکھنا سنت کی علامت اور ان سے عناد و بدعت کی نشانی ہے۔“

(اس تحریر کے بعد حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ العالی کے پورے مضمون کا فوٹو ماہنامہ ”حق چار یا“ سے نقل کیا جا رہا ہے۔^۱)

حضرت قاضی صاحب مدظلہ العالی کے اس انکشاف کے بعد غور و فکر کا زاویہ یکسر بدل جاتا ہے اور صاف نظر آنے لگتا ہے کہ:

(۱)..... ”اصلاح مفاہیم“ دراصل بریلوی مکتب فکر کے ایک فاضل اور جناب مولانا احمد رضا خان

بریلوی مرحوم کے ایک غالی عقیدت مند کی تالیف ہے جو بریلوی عقائد و نظریات کی نشر و اشاعت کے لئے مرتب کی گئی ہے۔

(۲)..... اس کتاب کا مدعا صرف سلفیوں کے تشدد کی اصلاح نہیں (جیسا کہ میں نے بطور حسن ظن

اس کا اوپر اظہار کیا تھا) بلکہ اس کا اصل ہدف دیوبندی حضرات کے مقابلہ میں بریلوی حضرات کے نقطہ نظر کی بھرپور حمایت و تائید ہے۔

(۳)..... جاہل، غبی، کم فہم، بد فہم اور متعنت وغیرہ الفاظ کی تکرار سے مقصود دراصل اکابر دیوبند

(حضرت قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے ہمارے شیخ برکتہ العصر مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ تک تمام اکابر) کی تجہیل و تحمیق ہے۔

(۴)..... جناب مصنف نے دیوبندی حضرات کی تقریظوں کا جو انبار لگایا ہے اس کی اصل غرض

بھی ظاہر ہوتی ہے کہ تقریظات کا یہ اہتمام دراصل اکابر دیوبند کے خلاف خود دیوبندی حضرات سے ”اجتماعی فتویٰ“ لینا ہے تاکہ یہ تمام تقریظ کنندگان بھی اپنے اسلاف کو جاہل و نادان قرار دینے میں متفق ہو جائیں۔

(۵)..... بریلوی حضرات کے خیالات سعودی مشائخ کے بارے میں سب کو معلوم ہیں لیکن جناب

مصنف علوی مالکی نے ازراہ احتیاط شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ اور شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کا نام بڑے احترام سے لیا ہے اور جگہ جگہ ان کے حوالوں سے اپنی کتاب کو مرصع و مزین کیا ہے۔

۱۔ یہاں حضرت لدھیانوی شہید رحمہ اللہ نے ماہنامہ حق چار یا سے جناب علوی مالکی کی بریلویت کے ثبوت کی وہ تحریر نقل

فرمائی ہے جو حضرت قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کے مضمون میں شامل اشاعت ہو چکی ہے۔ ملاحظہ ہو باب

ایک ایسا شخص جو مولانا احمد رضا خان بریلوی کی محبت کی سنی ہونے کی اور ان کی مخالفت کو بدعتی ہونے کی علامت قرار دیتا ہو، اس سے ان سعودی اکابر کی مدح و تحسین کچھ عجیب سی بات معلوم ہوگی، لیکن یہ شاید ان کی مجبوری ہے کہ اس کے بغیر سعودی ماحول میں اس کتاب کا شائع ہونا مشکل تھا۔

(۶)..... میرے محترم بزرگ جناب صوفی اقبال صاحب زید مجدہ اور ان کے رفقا جو جناب مصنف علوی مالکی صاحب کی کتاب کے بے حد مداح ہیں، اور اس کی نشر و اشاعت میں سعی بلیغ فرما رہے ہیں، ان کو بھی اس ناکارہ کی طرح جناب مصنف سے حسن ظن رہا ہوگا، اور یہ خیال ہوا ہوگا کہ یہ بزرگ (جو بہت سی نسبتوں کے جامع ہیں) سلفی تشدد کے مقابلہ میں ”جہاد کبیر“ فرما رہے ہیں، اس لئے حتی الامکان ان کی اعانت واجب ہے۔ ان حضرات کو جناب مصنف کی حقیقت معلوم نہیں ہوگی، کیونکہ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ:

نخب باطن نہ گرد وسا لہا معلوم

اگر یہ روایت صحیح ہے کہ جناب صوفی صاحب زید مجدہ جناب علوی مالکی صاحب کے باقاعدہ حلقہ بگوش بن گئے ہیں تو یہ بھی اسی ناواقفی اور حقیقت تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ مجھے توقع ہے کہ جلد یا بدیر جیسا ان پر اصل حقائق منکشف ہوں گے تو یہ حضرات اپنے موقف پر نظر ثانی میں کسی پس و پیش کا اظہار نہیں فرمائیں گے۔

(۷)..... جب شیخ علوی مالکی صاحب کا بریلوی طبقہ سے منسلک ہونا عالم آشکارا ہو چکا ہے تو ان کی کتاب کے نکات پر دیوبندی بریلوی اتحاد و مفاہمت کی دعوت دینا دراصل دیوبندیوں کو بریلوی حضرات کے موقف کی حقانیت کے تسلیم کرنے کی دعوت دینا ہے۔ اور یہ بات بھی کچھ کم عجوبہ نہیں کہ یہ ایک طرف دعوت دیوبندی اکابر کے مستبین کی طرف سے دی جا رہی ہے۔ مولانا احمد رضا خان مرحوم کی جماعت کا ایک فرد بھی اس دعوت میں نمایاں نہیں۔ اس لئے دوسرے لفظوں میں بلا تکلف یہ کہا جاسکتا ہے کہ: یہ دیوبندیوں کو بریلوی بن جانے کی دعوت ہے، اور یہ کہ ہمارے اکابر جو بدعات کے طوفان کے مقابلہ میں اب تک سد سکندری بنے رہے ہیں، اب اس دیوار کو توڑ دیا جائے اور عوام کو بدعات کی وادیوں میں بھٹکنے کے لئے کھلا چھوڑ دیا جائے۔ ولا فعل اللہ ذلک۔

یہ اس ناکارہ نے ارتجالاً چند نکات عرض کر دیئے ہیں، دل کو لگیں تو قبول فرمائیے ورنہ ”کلانے بد بریش خاوند“۔ امید ہے مزاج سامی بعافیت ہوں گے۔

والسلام

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

(مطبوعہ: آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد ۱۰)

ایک مکتوب اور اس کا جواب

جناب حضرت اقدس مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہ
اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی مبارک میں برکتیں عطا فرمائے۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد عرض ہے کہ

میں یہ عریضہ نہایت دکھ کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ ایک عرصہ سے حضرت مولانا عزیز الرحمان صاحب دامت برکاتہم کا مرید ہوں اور حضرت سے محبت بھی ہے۔ ان کے بارے میں دل بالکل صاف ہے۔ لیکن کتاب ”اصلاح مفاہیم“ کی تائید کی وجہ سے ایک عالم دین کہتے ہیں کہ اب ان کا عقیدہ ٹھیک نہیں رہا، لہذا تمہاری بیعت درست نہیں، حضرت نے مجھے جو معمولات بتائے ان پر عمل کر رہا ہوں۔ آپ بھی اسی سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں، اس لئے عرض ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟ میرے لئے جو راستہ اختیار کرنا چاہئے ارشاد فرمائیں؟ کیونکہ آپ کو بھی حضرت اقدس شیخ الحدیث سے دولت خلافت نصیب ہوئی ہے اس لئے بہتر رائے دیں گے۔ شکریہ!

آپ بزرگوں کا عقیدت مند ایک بندہ خدا
نوٹ: یہ حضرات تبلیغی جماعت کے خلاف بھی ذہن بناتے ہیں اس سے مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے۔

جواب

محترم و مکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مولانا عزیز الرحمان مدظلہ کے ساتھ اس ناکارہ روسیاء کو بھی نیاز مندی کا تعلق ہے وہ میرے خواجہ تاش ہیں اور اس ناکارہ سے کہیں بہتر و افضل ہیں، تاہم ”اصلاح مفاہیم“ کے مضامین سے اس ناکارہ کو اتفاق نہیں، اور یہ ہمارے اکابر حضرت قطب العالم گنگوہی نور اللہ مرقدہ سے لے کر ہمارے شیخ برکت العصر قطب العالم قدس سرہ تک کے مذاق و مشرب کے قطعاً خلاف ہے۔ اس ناکارہ نے کتاب کے ناشر مولانا احمد عبدالرحمان صدیقی زید لطفہ کے اصرار پر اس کتاب کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار ان کے نام ایک خط میں کر دیا ہے۔

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (497)

کتاب کے مصنف جناب علوی مالکی صاحب دراصل بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ سنا ہے کہ ہمارے صوفی محمد اقبال صاحب زید مجدہ ان سے باقاعدہ بیعت ہو گئے، اس لئے ان کی کتاب کی اشاعت کرنے لگے۔ واللہ اعلم یہ روایت کہاں تک صحیح ہے؟ جناب مولانا عزیز الرحمن صاحب زید مجدہ صوفی صاحب سے بہت ہی اخلاص رکھتے ہیں، اس لئے وہ بھی اپنے رفقا کے ساتھ اس کے پرزور مؤید ہو گئے، اور اس تحریک کا نام ”دیوبندی بریلوی اتحاد کی مخلصانہ کوشش“ رکھ لیا، حالانکہ ہمارے اکابر کی طرف سے تو کبھی افتراق ہوا ہی نہیں تھا کہ ان کو اتحاد کی دعوت دی جائے، جن حضرات (بریلویوں) کی طرف سے افتراق ہوا تھا ان کو اتحاد کی دعوت و تلقین ہونی چاہئے۔

بہر حال اس ناکارہ کے خیال میں یہ بزرگ جو ”اصلاح مفاہیم“ کی بنیاد پر دیوبندی بریلوی اتحاد کی دعوت لے کر اٹھے ہیں، یہ بزرگ اپنی اس تحریک میں مخلص ہیں، تاہم ان کا موقف چند وجوہ سے درست نہیں۔ (والعلم عند اللہ)

اول:.....

یہ کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں سالہا سال رہنے اور خلافت و اجازت کی خلعت سے سرفراز ہونے کے بعد ان کا کسی علوی مالکی سے رشتہ عقیدت و بیعت استوار کرنا چہ معنی؟ کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھنا چاہئے تھا، یہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے تعلق و وابستگی سے بے وفائی ہے۔

دوم:.....

ان حضرات نے جناب علوی مالکی صاحب کی حقیقت اور ان کے نظریات کی گہرائی کو نہیں سمجھا، اور یہ کہ ان صاحب کی شخصیت کی تکوین کن کے ہاتھ سے ہوئی ہے؟ اگر ان حضرات کو علم ہوتا کہ یہ حضرت دراصل جناب مولانا احمد رضا خان کے خاندان کے ساختہ پر داختہ ہیں تو مجھے یقین ہے کہ یہ حضرات ان صاحب کے حلقہ عقیدت میں شامل نہ ہوتے اور ان کے نظریات کی ترویج و تشہیر میں اپنی صلاحیتیں صرف نہ فرماتے۔

سوم:.....

”اصلاح مفاہیم“ کے ذریعہ ان حضرات نے دیوبندی حلقہ کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ دونوں فریقوں کے درمیان اختلاف و نزاع کا جو میدان کارزار پون صدی سے گرم رہا ہے، اس میں غلطی اکابر دیوبندی کی تھی، اب یہ حضرات چاہتے ہیں کہ دیوبندیوں کو ان کی غلطی کا احساس دلا کر اس غلطی کی اصلاح پر آمادہ کیا جائے۔ دوسری طرف بریلوی حضرات کی اصلاح کی کوشش نام کو بھی نہیں، گویا سارا قصور اکابر دیوبند کا تھا، اہل بدعت اپنے طرز عمل میں سراسر معصوم اور حق بجانب ہیں، چنانچہ بریلوی

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم (498)

حضرات اس کو اپنی فتح قرار دے رہے ہیں، اور رسائل میں اس کا برملا اظہار کرنے لگے ہیں غور کیا جاسکتا ہے کہ اصلاح کی یہ ایک طرفہ ٹریفک..... خواہ وہ کتنے ہی جذبہ اخلاص پر مبنی ہو..... کہاں تک مبنی برحق اور مشرب خیر ہو سکتی ہے؟

چہارم:.....

اصاغر کا کام اکابر کی اتباع و تقلید اور ان کے نقش قدم پر چلنا ہے نہ کہ ان کی اصلاح یہ ناکارہ اپنے اکابر کا کمترین نام لیوا ہے اور اپنے اکابر کو اباب قوت قدسیہ سمجھتا ہے، دوسرے لوگ برسوں کی جھک مارنے کے بعد جس نتیجہ پر پہنچیں گے میرے یہ اکابر اپنی فراست اور قوت قدسیہ کی برکت سے پہلے دن اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے۔ لیکن ”اصلاح مفاہیم“ کی تحریک کی روح یہ ہے کہ ہمارے اکابر نے غلطی کی تھی۔ اب ان کے اصاغر کو چاہیے کہ اپنے بڑوں کی غلطی کی اصلاح کریں۔ إنا لله وإنا إليه راجعون۔

پنجم:.....

ان حضرات نے یہ تو دیکھا کہ اگر دیوبندی رد بدعات میں ذرا ڈھیلے ہو جائیں تو دونوں وگروہوں کے درمیان اتفاق و اتحاد کا خوشنماشیش محل تیار ہو سکتا ہے، مگر ان حضرات کی نظر اس طرف نہیں گئی کہ پھر تجدید دین اور رد بدعات کا فرض کون انجام دے گا؟“ اور سنت کے اسلحہ سے لیس ہو کر حریم دین کی پاسبانی کون کرے گا؟ پھر تو عرس، قوالی اور اس قسم کی چیزیں ہی دین کے بازار میں رہ جائیں گی۔ ولا فعل الله ذلك۔

ششم:.....

علوی مالکی نسبت ہی کا اثر ہے کہ یہ حضرات جلی یا خفی انداز سے تبلیغ کی مخالفت کرتے ہیں اور لوگوں کو ”اس بیماری“ سے بچانے کے لئے فکر مند رہتے ہیں۔ حالانکہ ان کو معلوم ہے کہ ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہ تبلیغ کے ستون اعظم تھے، اور اہل تبلیغ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی کتابوں اور آپ کی تعلیمات کو حرز جان بنائے ہوئے نقل و حرکت کر رہے ہیں، اگر علوی مالکی صاحب کی نسبت کے بجائے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی نسبت کا رنگ غالب رہتا تو ان حضرات سے بڑھ کر تبلیغ کا کوئی مؤید نہ ہوتا۔

بہر حال یہ ناکارہ سمجھتا ہے کہ یہ حضرات اپنی جگہ مخلص ہیں، لیکن اس تحریک میں ان کی نظر سے کئی چیزیں اوجھل ہو گئی ہیں، اور میں اب بھی توقع رکھتا ہوں کہ جلد یا بدیر ان کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا۔

آپ کے لیے اس روسیہ کا مشورہ یہ ہے کہ آپ، حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب کی بیعت میں بدستور شامل رہیں، اور ان کے بتائے ہوئے معمولات کو پوری پابندی سے بجالائیں، لیکن علوی مالکی نسبت کا رنگ قبول نہ کریں، بلکہ اپنے اکابر کے ذوق مشرب پر رہیں، اگر مولانا موصوف آپ کو خود ہی اپنی بیعت سے خارج کر دیں تو کسی دوسرے بزرگ سے تعلق وابستہ کر لیں، اس کے بعد بھی مولانا موصوف کے

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (499)

حق میں ادنیٰ سے بے ادبی کا ارتکاب نہ کریں۔

بلا قصد جواب طویل ہو گیا، سمع خراشی پر معذرت چاہتا ہوں، اور کوئی لفظ آپ کے لئے یا آپ کے شیخ کے لئے ناگوار ہو تو اس پر بلا تکلف معافی کا خواستگار ہوں۔

والسلام

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

ھ ۱۴۱۵/۱۲/۲۵

۱۔ اس کے بعد ”ضمیمہ جات“ کے عنوان سے ماہنامہ حق چار یار (فروری ۱۹۹۵ء) کے وہ حوالے جو جناب علوی مالکی صاحب کے ”کٹر بریلوی“ ہونے کے ہیں، نقل کیے گئے۔ وہ حوالہ جات ملاحظہ ہو باب نمبر 3، صفحہ 427 تا 431 پر دیکھ لیے جائیں۔ یہاں سے بوجہ تکرار حذف کیے جا رہے ہیں۔ [مرتب]

مقصد بعثت..... اور رسومات میلاد

افادات: محقق اہل سنت حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر مدظلہ

مرتب: عبد الرحمن خان انس

صفحات: 84..... قیمت 35

مقصد تخلیق کائنات، مقام بشریت، خلافت الہیہ، حقیقت نبوت،

بشریت و عصمت انبیاء، ولادت نبوی، بشریت و عصمت مصطفیٰ اور

مقصد بعثت و رسومات میلاد پر مفصل و سیر حاصل بحث، متعدد سوالات کے جوابات

ناشر: حق چار یار اکیڈمی، محلہ حیات النبی، گجرات 0301-6223211

اسٹاکسٹ

..... مکتبہ صفدریہ، نزد گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ 0300-7463292

..... مکتبہ صفدریہ، ماڈل ٹاؤن بی، بہاول پور 0301-7790908

..... مولانا عبدالرؤف نعمانی، اچھرہ، لاہور 0321-4145543

فضیلہ الشیخ ملک عبدالحفیظ مکی کا خط

مخدوم مکرم و محترم حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رزقکم اللہ وایانا محبتہ ورضوانہ آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وبعد:

کچھ دنوں قبل لندن پہنچا تھا، وہاں کچھ دوستوں نے رسالہ ”بینات“ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ کا دکھایا جس میں آں مخدوم کا مضمون بعنوان ”کچھ اصلاح مفاہیم کے بارے میں“ دیکھا پڑھا۔ اس کتاب اور اس کے مصنف سے متعلق کافی کچھ معلومات چونکہ اس سیاہ کار کے ذہن میں ہیں۔ آنجناب کا مضمون چونکہ کئی جگہ ایسا رخ اختیار کر گیا ہے جو نہیں ہونا چاہئے تھا (اس سیاہ کار کے خیال میں) اور وجہ اس کی بظاہر صحیح معلومات کی عدم دستیابی ہے۔ اس لئے خیر خواہی کے طور پر یہ سوچا کہ آں مخدوم کی وسیع النظری اور وسعت صدری و کریمانہ اخلاق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ضرور یہ چیزیں خدمت عالی میں عرض کر دوں۔ ویسے یہ سیاہ کار بھی ہمیشہ یہی کوشش کرتا رہا ہے کہ جھگڑوں میں نہ پڑے، اور جو آپ نے اس بارے میں فرمایا ہے، آج کل کے حالات کے بارے میں پورا پورا اُس کا مؤید ہے۔ مگر یہاں چونکہ مشکل یہ پڑ گئی کہ بظاہر یہ معلومات شاید کسی اور ذریعے سے آں مخدوم تک نہ پہنچ سکتیں اس لئے جلدی میں بے ترتیبی سے ہی سہی چند ملاحظات نمبر وار عرض کر دوں گا۔ آنجناب اپنی عالی حوصلگی و قوی استعداد سے ان شاء اللہ خود ہی اس کا نشا و مقصد حاصل کر لیں گے۔

(۱)..... آں مخدوم نے کئی جگہ پہلے دوسرے اور تیسرے خط میں یہ اظہار فرمایا ہے کہ (جن حضرات نے اس پر تقریظات ثبت فرمائی ہیں اس ناکارہ کا احساس ہے کہ انہوں نے بے پڑھے مؤلف کے ساتھ حسن ظن کی وجہ سے لکھ دی ہیں... الخ) حالانکہ یہ بات واقعہ کے بالکل خلاف ہے۔ چونکہ حضرت مولانا عاشق الہی صاحب مدظلہ العالی کے بارے میں بھی اس سیاہ کار کو یہ اندازہ ہوا تھا کہ ان کو بھی بعض لوگوں نے اس کے خلاف مختلف انداز سے ابھارا، اور یہی تاثر دیا تو انہوں نے حضرت مولانا عزیز الرحمان صاحب مدظلہ کے خلاف باقاعدہ بعض حضرات کو خط لکھا، جس کا اس سیاہ کار کو بہت افسوس ہوا۔ مگر حضرت مولانا عاشق الہی صاحب کو اس سیاہ کار نے معذور جانا کہ انہیں صحیح معلومات نہیں تھیں اور لوگوں نے غلط انداز سے بھڑکایا۔ لہذا حضرت کی خدمت میں اس سیاہ کار نے اس بارے میں مفصل عریضہ تحریر کیا جس کی ایک فوٹو اسٹیٹ اس

عریضے کے ساتھ ارسال ہے آں مخدوم سے گزارش ہے کہ اس عریضے کو ضرور اہتمام سے پڑھ لیں تاکہ تقریظات کے بارے میں حقیقت حال واضح ہو جائے۔

(۲)..... پہلے خط میں جو آنجناب نے اخیر میں لکھا ہے کہ (اگر کسی نے پڑھا ہے تو اس کو ٹھیک طرح سمجھا نہیں نہ ہمارے اکابر کے مسلک کو صحیح طور پر ہضم کیا ہے بلکہ اس ناکارہ کو یہاں تک ”حسن ظن“ ہے کہ بہت سے دوسرے حضرات نے کتاب کے نام کا مفہوم بھی نہیں سمجھا ہوگا..... الخ) یہ سب کچھ آں مخدوم نے لکھا..... یا اللعجب..... حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ مقررین میں حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی، حضرت مولانا سید حامد میاں، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب، اور حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہم العالی جیسے حضرات ہیں۔ یہ سیاہ کار اس پر کیا تبصرے کرے؟..... بہر حال آنجناب جو کہ مجسمہ تواضع ہیں طبیعت مبارکہ کے لحاظ سے ایسے جملے ایسے حضرات کے بارے میں باعث حیرت و تعجب ہیں۔ اس لئے یہ شبہ پڑتا ہے کہ کسی نے آنجناب کو بھی اس بارے میں گرامہ دیا ہو ورنہ ایسے کیوں لکھا جاتا؟ واللہ اعلم۔

لندن میں ایک صاحب علم و تحقیق نے آں مخدوم کا مضمون پڑھ کر از خود اس سیاہ کار سے فرمایا (مسکراتے ہوئے) ایسا لگتا ہے کہ کسی نے حضرت مولانا لدھیانوی کو بھڑکایا اور ان سے یہ مضمون لکھوایا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۳)..... آں مخدوم نے دوسرے خط کے دوسرے صفحہ پر ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ اس رسالے کا تازہ ایڈیشن بھی یہ سیاہ کار بھجوا رہا ہے جس میں اس نابکار کا مفصل مقدمہ بھی ہے، اور وہ اسی غرض سے ارسال ہے کہ جیسے حضرت مولانا عاشق الہی صاحب کی خدمت میں بھی عرض کیا ہے۔ اسی طرح آں مخدوم کی خدمت میں بھی عرض ہے کہ اسے بغور و اہتمام ملاحظہ فرمایا جائے اور مقدمہ یا اصل رسالہ میں جو اصلاحات آپ تجویز فرمادیں گے، ان شاء اللہ ان پر عمل کیا جائے گا۔ بشرطیکہ مقصود رسالہ کے خلاف نہ ہو۔ یہ بات حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب سے بھی طے ہو چکی ہے وہ بھی بالکل تیار ہیں کہ جو اصلاح و رد و بدل فرمادیں گے۔ ان شاء اللہ کر دیا جائے گا بشرطیکہ رسالہ کا مقصد فوت نہ ہو۔ اس سے متعلق اصلاحات کے بارے میں چاہے اس سیاہ کار کو مطلع فرما دیا جائے اور چاہے حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب کو راولپنڈی۔

(۴)..... آں مخدوم نے دوسرے اور تیسرے خط میں حضرت صوفی محمد اقبال صاحب کے بارے میں تحریر فرمایا کہ وہ سید علوی مالکی سے بیعت ہو گئے ہیں، تو اس بارے میں عرض ہے کہ اس سیاہ کار کے علم کے مطابق تو سید محمد علوی مالکی کسی کو بیعت ہی نہیں کرتے۔ اس سیاہ کار نے ایک دفعہ صراحتاً ان سے پوچھا تھا تو

انہوں نے فرمایا تھا کہ میں کسی کو بیعت نہیں کرتا، البتہ یہ صحیح ہے کہ انہوں نے حضرت صوفی صاحب کو سلسلہ شاذلیہ میں اجازت و خلافت دی ہے اور یہ آجنگناپ کے علم میں ہوگا کہ حضرت صوفی صاحب کو کئی مشائخ نے حضرت کے بعد اجازت مرحمت فرمائی۔ اس سیاہ کار کے علم کے مطابق ان میں حضرت مولانا محمد میاں، حضرت مولانا فقیر محمد، اور ایک نقشبندی بزرگ جو کہ غالباً ڈیرہ غازی خان میں تھے۔ اسی طرح ایک اور جگہ سے بھی غالباً ہوئی ہے۔ اور تصوف کے لحاظ سے اس میں بظاہر کوئی حرج بھی نہیں۔ جیسا کہ خود آں مخدوم کو حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالحی صاحب قدس سرہ نے اجازت مرحمت فرمائی، اسی طرح اور حضرات کو کئی اور حضرات نے۔

(۵)..... حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب کے ایک مرید نے آں مخدوم کو جو خط لکھا اس میں انہوں نے نوٹ دیا کہ ”یہ حضرات تبلیغی جماعت کے خلاف بھی ذہن بناتے ہیں اس سے مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے“ اور اس کو من و عن آں مخدوم نے مان کر یہ بھی بے چارے سید محمد علوی مالکی کے کھاتے میں ڈال دیا۔ حالانکہ اس سیاہ کار کے یقینی علم کے مطابق سید محمد علوی مالکی تبلیغی کام اور تبلیغی اکابرین سے قلبی تعلق رکھتے ہیں اور خود وہ سعودی حضرات مکہ مکرمہ، جدہ و مدینہ منورہ والے جو پیشگی سے تبلیغی کام میں لگے ہوئے ہیں وہ ہمیشہ ان کی مجلس میں پابندی و اہتمام سے آتے ہیں بلکہ سید محمد علوی صاحب کے ہاں سبقاً سبقاً اور درسا درسا ”حیاء الصحابہ“ پڑھائی جاتی ہے جسے سید صاحب طلبہ کو خود پڑھاتے ہیں۔

بہر حال حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب مدظلہم العالی کے متعلق یہ الزام کہ وہ تبلیغ کے خلاف ذہن بناتے ہیں اس سیاہ کار کے خیال میں غلط فہمی پڑنی ہے۔ چونکہ رائے و نڈ والوں نے حضرت شیخ قدس سرہ کے انتقال کے فوراً بعد تبلیغی نصاب سے ”فضائل درود و شریف“ کو نکال دیا تھا اور جب ان سے محاسبہ کیا گیا تو ان میں سے ایک صاحب نے غلط بیانیوں سے پرایک خط لکھا، جس کے جواب میں ان کی غلط بیانیاں واضح کی گئیں اور یہ کہ یہ کام تبلیغی اصول کے بھی خلاف ہے..... الخ،

چونکہ ایسے عناصر کی مخالفت ہوگئی ہوگی اس لئے اس مرید نے یہ سمجھ لیا کہ نعوذ باللہ حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب مدظلہ نے نفس تبلیغی کام کی مخالفت کی ہے۔ حالانکہ یہ سیاہ کار جانتا ہے کہ حضرت مولانا کے کتنے ہی مریدین اگر کہا جائے کہ ان کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں مریدین تبلیغی جماعت میں اہتمام سے لگے ہوئے ہیں اور حضرت مولانا خود انکا تعارف کئی بار اس سیاہ کار سے کروا چکے ہیں، کئی ان میں سے اپنے اپنے محلوں اور علاقوں کے امیر و ذمہ دار ہیں۔ یہ سیاہ کار یہ سب چیزیں خود دیکھ چکا ہے تو کیسے یقین کر لیا جائے اس الزام کا؟ ہاں البتہ وہ بات برحق ہے کہ بعض ایسے افراد و عناصر کی ضرور مخالفت کرتے ہوں گے اور کی ہوگی جنہوں نے فضائل درود و شریف نکال دیا اور کوئی بے اصولی کی ہو اور اس طرح کی تنقید و افراد کی مخالفت

جماعت کی مخالفت تو نہیں ہوتی و حاشا اُن یكون ذلك اور حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب تو حضرت شیخ قدس سرہ کے عاشق صادق ہیں ان سے کیسے ایسی توقع کی جاسکتی ہے؟ نعوذ باللہ۔

(۶)..... آخری اور اہم بات یہ کہ آنجناب نے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ کے ”حق چار یار“ میں مضمون کی وجہ سے یہ طے کر لیا کہ ”سید محمد علوی مالکی دراصل بریلوی عقیدہ کے حامل اور فاضل بریلوی جناب مولانا احمد رضا خان مرحوم کے بیک واسطہ خلیفہ ہیں“ اھ۔

اس بارے میں یہ سیاہ کار اپنی معلومات آں مخدوم کی خدمت میں بھی اور آپ کے توسط سے حضرت قاضی صاحب کی خدمت میں بھی پیش کرنا چاہتا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں: (پھر اس کے بعد ان شاء اللہ حضرت قاضی صاحب کے پیش کردہ حوالہ جات و دلائل پر بھی کچھ عرض کروں گا۔)

عرض ہے کہ سید محمد علوی مالکی جن کی پیدائش غالباً ۱۳۶۲ھ یا ۱۳۶۵ھ کی ہے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے، سادات حسنی خاندان ہے، دسیوں پشتوں سے ان کے ہاں علم کا سلسلہ چلا آ رہا ہے۔ علمی لحاظ سے نہایت وجیہ خاندان ہے۔ ان کے والد سید علوی بن عباس مالکی مرحوم کے ہمارے تمام اکابر سے تعلقات تھے اور ہمارے اکابر کے بہت زیادہ مداح تھے۔ بچپن سے یہ سیاہ کار خود دیکھ رہا ہے کہ مدرسہ صولتیہ میں ان کا ہمیشہ آنا جانا رہتا تھا، ہمارے آقا حضرت شیخ قدس سرہ کی خدمت میں جب تک حیات رہے ہمیشہ بہت ہی محبت و تعلق سے آتے رہے، طرفین سے عجیب مودت و محبت کا معاملہ ہوتا، مرحوم سید علوی صاحب کی طرف سے بہت ہی زیادہ حضرت کا اکرام ہوتا۔ بالکل حضرت کے شایان شان۔ اسی طرح حضرت مولانا خیر محمد صاحب بہاولپوری مکی کے ہاں بھی ان (سید علوی مالکی صاحب) کی ہمیشہ آمد و رفت رہتی تھی۔ حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب کا ان کے ہاں ہمیشہ جانا اور ان کا بہت اہتمام سے ان کے ہاں آنا۔ ایک دفعہ یہ سیاہ کار بھی حضرت مولانا کے ساتھ سید صاحب مرحوم کے ہاں تھا تو سید صاحب نے حضرت مولانا سعید صاحب کے بہت محبت سے ہاتھ پکڑے اور سب لوگوں کو (حاضرین کو) مخاطب کر کے فرمایا ”اشهدوا انی أحب هذا الرجل“ کئی بار جوش و جذبہ میں یہ جملہ دہرائے۔ اسی طرح جو بھی اپنے اکابر ہندو پاک سے مکہ مکرمہ جاتے سب ہی سے تعلق و محبت کا معاملہ فرماتے، اسی وجہ سے جب ان کے بیٹے یہ سید محمد علوی مالکی ”مصنف مفاہیم“، تعلیم سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے ان کو دارالعلوم دیوبند تکمیل تعلیم کے لئے بھیجا اور جیسا کہ (سید محمد علوی صاحب نے اس سیاہ کار کو خود سنایا کہ وہ چھ ماہ تک دارالعلوم دیوبند میں مقیم حضرت مولانا معراج الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مہمانی و نگرانی میں رہے اور سب اساتذہ خصوصاً حضرت مولانا سید فخر الدین صاحب اور حضرت مولانا فخر الحسن وغیرہ سے استفادہ کیا، مگر وہاں طبیعت سخت خراب ہو گئی جس کی وجہ سے رہنا مشکل ہو گیا اور مجبوراً حسرت سے رخصت لے کر پاکستان سے ہوتے ہوئے واپس مکہ مکرمہ چلے گئے اور پھر جامعہ

الازہر سے پی ایچ ڈی کیا۔

خود ان سید محمد علوی مالکی کا حال یہ ہے کہ بہت محبت سے اپنے دارالعلوم دیوبند کے قیام کے قصے سناتے ہیں بلکہ جب رابطہ کی طرف سے ندوۃ العلماء کے پچاس سالہ جشن میں گئے تو اس کے بعد خاص طور سے حضرت مولانا سید اسعد مدنی کے ہمراہ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم وہاں کے اکابر سے ملنے و استفادہ کرنے کے لئے گئے۔

حضرت مفتی شفیع صاحب اور حضرت بنوری قدس سرہ سے بہت زیادہ تعلق تھا اور ہے، ہمیشہ ان کے تذکرے کرتے ہیں۔ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب نے اپنی تقریظ میں اس تعلق کا حوالہ بھی دیا ہے۔ جب حضرت بنوری ختم نبوت کی تحریک سے قبل حرمین شریفین آئے تو اس وقت اس سیاہ کار نے خود دیکھا کہ مدینہ منورہ میں کئی روز تک لگا تا سید محمد علوی مالکی بڑے اہتمام سے حضرت بنوری قدس سرہ کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔

اسی طرح جتنے بھی اکابر علماء دیوبند و ہند و پاک سے حرمین میں آتے سید محمد علوی کا معمول ہے کہ ان کی خدمت میں حاضری دیتے ہیں۔ رہا ہمارے حضرت شیخ کے ساتھ ان کا تعلق تو وہ تو بیان سے باہر ہے ہمیشہ اپنے والد صاحب کے انتقال کے بعد سے حضرت شیخ کو اپنے والد کی جگہ جانا بلکہ ”ابسی“ کہہ کے ہی مخاطب کرتے۔ جب بھی حضرت کی خدمت میں آتے (اور اکثر آتے ہی رہتے تھے) ہمیشہ پہلے حضرت شیخ کے دست مبارک کو بوسہ دیتے پھر کبھی کندھے کو بوسہ دیتے پھر ماتھے پہ بوسہ دیتے پھر کبھی گھٹنوں کو اور کبھی پاؤں کو بھی بوسہ دے دیتے۔ اور حضرت اس پر محبت و شفقت سے ان کو لپٹا لیتے۔ حضرت شیخ ان سے بہت بے تکلف رہتے اور مزاح بھی فرماتے بالکل جیسے اپنے خواص کے ساتھ معاملہ فرماتے ہیں۔ حضرت شیخ قدس سرہ کے تقریباً تمامی خدام اس بات کو جانتے ہیں کہ حضرت نے ہمیشہ سید محمد علوی مالکی کے ساتھ باپ کی طرح معاملہ فرمایا اور انہوں نے بیٹے کی طرح۔ حضرت ہی کی نسبت سے انہیں اس سیاہ کار اور دیگر حضرات کے خدام و متعلقین سے نہایت زیادہ انس و محبت ہے۔ ان کے اسباق میں ہمیشہ موقع بموقع اکابر علماء حرمین و سلف صالحین کے ساتھ ساتھ ہمارے اکابر کا بھی تذکرہ آتا رہتا ہے، اسی ذیل میں ایک واقعہ سنا تا جاؤں کہ کئی سال قبل مولانا سید عبدالقادر آزاد صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ سید محمد مالکی علوی صاحب سے وقت لے لیں ہم نے ملاقات کرنی ہے اور چونکہ وقت تھوڑا ہے، اس لئے مختصر ملاقات ہوگی۔ میں نے وقت لے لیا مغرب سے عشا تک۔ یہ حضرات یعنی مولانا آزاد صاحب اور ان کے ساتھی مولانا حنیف جالندھری، مولانا عبدالقوی ملتان اور مولانا ضیاء القاسمی عین مغرب کے قریب آئے۔ چائے کے بعد مولانا ضیاء القاسمی صاحب نے فرمایا کہ: آزاد صاحب فرما رہے ہیں کہ سید محمد علوی سے ملنے جانا ہے، اور میرا دل تو نہیں چاہ رہا

چونکہ سنا ہے کہ وہ بریلوی ہے، اس کے ہاں مولود ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ: بریلوی دیوبندی جھگڑا ہندوپاک کا ہے۔ ایک بات یاد رکھیں کہ عرب نہ کوئی پکا دیوبندی ہوتا ہے نہ بریلوی۔ البتہ اگر آپ مولود شریف کی مجلس ان کے ہاں ہونے کی وجہ سے انہیں بریلوی کہتے ہیں یا جس نے آپ کو بتایا ہے تو یہ بڑی مشکل پڑ جائے گی، کیوں کہ مولود تو عربوں میں عام ہے۔ شیخ عبدالفتاح ابو غندہ بھی ان میں شریک ہوتے ہیں، شیخ محمد علی صابونی جن کی کتابیں مختصر تفسیر وغیرہ دارالعلوم دیوبند میں پڑھائی جاتی ہیں ان کے ہاں بھی مولود ہوتا ہے، اور شیخ زینی دحلان و شیخ سید برزنجی جن کی اسانید حدیث ہمارے اکابر جہم اللہ نے لی ہیں، ان کے ہاں بھی ہوتا تھا اور خود سید الطائفہ مکہ مکرمہ میں شرکت فرماتے تھے اور خود حضرت امام ربانی گنگوہی قدس سرہ کو مکہ مکرمہ کے مولود پر اشکال نہیں تھا۔ ہندوستان میں وہاں کے حالات کی وجہ سے منع فرمایا تھا۔ الخ، اس طرح کی بات کی اور یہ صاف کہہ دیا کہ دیکھئے بہر حال سید محمد علوی مالکی میری معلومات یقینیہ کے مطابق بریلوی تو قطعاً نہیں ہیں، البتہ کٹر دیوبندی بھی نہیں ہیں۔ البتہ انہیں ہمارے حضرات اکابر و اصغر سے خوب تعلق ہے۔ اگر شرح صدر سے جانا چاہیں تو بسم اللہ، ورنہ میں فون کر کے معذرت کر لیتا ہوں کہ یہ حضرات نہیں آ رہے۔ انہوں نے آخر طے کیا کہ نہیں، چلتے ہیں، چلنے میں کیا حرج ہے۔

لہذا گئے۔ وہاں پہنچے مغرب کو تقریباً آدھا گھنٹہ ہو چکا تھا سید محمد علوی صاحب ہمارے دیر سے پہنچنے کی وجہ سے طلبہ کو درس دے رہے تھے۔ غالباً حدیث شریف ہی کا درس تھا، ہمیں دیکھتے ہی انہوں نے اعلان کر دیا کہ سبق ختم، چونکہ مہمان حضرات آ گئے ہیں، طلبہ نے جو کہ تیس چالیس غالباً ہوں گے تپائیاں اٹھانی شروع کر دیں۔ اور ہم لوگوں نے آگے بڑھ کر باری باری مصافحہ شروع کیا سب سے پہلے سید عبدالقادر آزاد صاحب کا تعارف ہوا پھر مولانا محمد حنیف جالندھری کا جس پر خیر المدارس کا بھی تذکرہ آیا اور ساتھ حضرت مولانا خیر محمد صاحب اور حضرت اقدس تھانوی کا بھی۔ پھر آخر میں مولانا ضیاء القاسمی صاحب نے مصافحہ کیا، جب اس سیاہ کار نے ان کا نام بتایا تو سید صاحب نے فرمایا ”القاسمی نسبة إلى من؟“ تو عرض کیا کہ ”الیٰ قاسم العلوم مدرسة فی ملتان“ تو سید صاحب نے فرمایا ”والمدرسة نسبة إلى الشيخ محمد قاسم النانوتوی، أليس هكذا؟“ تو ہم نے کہا کہ ”نعم“ تو جھٹ سید صاحب نے اپنے ایک شاگرد کو جو تپائی اٹھا رہا تھا پوچھا ”تذکر الشيخ محمد قاسم النانوتوی أين ذکرناه اليوم فی الدرس؟“ تو طالب علم نے تپائی دوسرے کو پکڑا کر کہا کہ ”نعم“ اور پھر تفصیل بتائی کہ فلاں مسئلہ چھڑا تھا تو آپ نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی رائے بتائی تھی اور اس پر اعتراض اور پھر اس اعتراض کا جواب یہ ساری بات ہو رہی تھی اور سید صاحب نے مولانا قاسمی کا ہاتھ محبت سے پکڑا ہوا تھا چھوڑا نہیں۔ سید صاحب نے پوچھا طالب علم سے کہ اور کن کن علما و مشائخ ہند کا ہم نے اس بحث میں تذکرہ کیا تو انہوں نے حضرت انور شاہ صاحب اور

حضرت بنوری کا بھی نام لیا تو اس پر پھڑک کر مولانا ضیاء القاسمی نے اپنے انداز میں ہاتھ لہرا کر فرمایا ”واہ قاسم نانوتوی تیرے ڈنکے مکے تے مدینے“۔

سید صاحب نے قاسمی صاحب کا جوش دیکھا تو مجھ سے پوچھا کہ کیا کہا انہوں نے؟ تو میں نے ٹالا کہ ”انہوں نے خوشی کا اظہار کیا ہے“ تو سید صاحب اڑ گئے کہ انہیں ان کے جوش والے جملے کا لفظی ترجمہ کر کے بتائیں۔ تو اس سیاہ کار نے اس کا حرفاً حرفاً ترجمہ کر دیا۔ تو اس پر سید صاحب سنجیدہ ہو گئے اور جوش میں فرمایا کہ ”نعم، کیف لا! وهو الإمام الكبير المحاهد العظيم الذي جمع بين العلم والعمل والجهاد والرد على النصارى والهندوس..... الخ“ بہت کچھ تقریباً دو چار منٹ حضرت نانوتوی قدس سرہ کی ہی سیرت مبارکہ، ان کے کارنامے، ان کے علوم و معارف کو ہی بیان کرتے رہے جس کا رد عمل یہ ہوا کہ جب مجلس برخاست ہوئی تو مولانا ضیاء القاسمی صاحب مصر ہوئے کہ سید صاحب انہیں کوئی ہدیہ دیں اور انہوں نے اپنے سبز رداء جو کندھوں پر تھا (غالباً) وہی ان کو پیش فرمادیا۔

بہر حال یہ ایک واقعہ ہے جس کے گواہ سب کے سب زندہ سلامت ہیں ان سے تحقیق کی جاسکتی

ہے۔

البتہ یہ بات ضرور ہے کہ چونکہ اس وقت سعودی عرب و خلیجی ممالک میں جو ایک فکری و عقائدی معرکہ برپا ہے، اس میں اگر سلفی حضرات کے بڑے شیخ بن باز ہیں تو اہل حق و جمہور اہل سنت کے بڑے سید محمد علوی مالکی ہی لوگوں کی نظروں میں شمار ہوتے ہیں، اس وجہ سے بریلوی حضرات کی یہ پوری کوشش ہے کہ وہ سید محمد علوی مالکی کو بریلوی ثابت کر دیں، اس لئے بعض جگہ غلط بیانیوں بھی ہو رہی ہیں اور کہیں مبالغہ بھی (جیسے کہ آخر میں یہ سیاہ کار ثابت کرے گا)۔ لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ خود سید محمد علوی مالکی صاحب اپنے آپ کو کس پلڑے میں ڈالتے ہیں۔ اس سیاہ کار کی یقینی و حتمی معلومات کے مطابق وہ اکابر دیوبند کی طرف مائل ہیں اور اسی پلڑے میں اپنا وزن ڈالتے ہیں، موقع بموقع اور جگہ جگہ اس کا اظہار کرتے ہیں، خود اسی تقاریض کے مسئلے میں دیکھئے کہ انہوں نے صرف علماء دیوبند ہی کی تقاریض لی ہیں۔ یہ نہ کہا جائے کہ بریلوی علماء کی تقاریض شاید اس لئے نہ لی ہوں کہ ”یہ نجدی سلفی علماء کے مخالف مشہور ہیں تو اس سے فائدہ نہ اٹھا سکتے“ چونکہ انہوں نے عرب کے کئی ملکوں کے ایسے علماء کی تقاریض لی ہیں جو کہ بریلویوں ہی کی طرح ان حضرات نجدی سلفی علماء کے کٹر مخالف سمجھے جاتے ہیں۔

بلکہ اس سیاہ کار کی قطعی رائے ہے کہ انہوں نے قصداً و عمدہ ایسا کیا ہے تاکہ عملاً وہ اکابر علماء اہل سنت و جماعت (دیوبند) ہی کے پلڑے میں پڑیں۔ اس کی تائید میں عرض کروں کہ حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب کی تقریض میں جو یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں:

”فقد رأينا دائما شيخنا الإمام القطب محمد زكريا الكاندهلوى المدنى قدس الله سره يحبه حباً شديداً ويعتبره كأحد أبنائه، وهو أيضاً من أعظم المحبين لشيخنا فى حياته وبعد مماته كما أنه عظيم المحبة. والتقدير لمشايخه ومشايخنا الذين استفاد من علومهم وفاضت عليه بركاتهم كإمام العصر المحدث الحليل السيد محمد يوسف البنورى الحسينى، والإمام المحدث الكبير السيد فخر الدين المراد آبادى شيخ الحديث بدار العلوم ديوبند، والإمام المفتى محمد شفيع الديوبندى المفتى الأعظم لباكستان، والإمام الداعية المحدث الشيخ محمد يوسف الكاندهلوى وأمثالهم قدس الله سرهم. والأرواح جنود مجندة ما تعارف منها ائتلف وما تناكر منها اختلف.“ اه

تو جب یہ جملے سید صاحب نے تقریظ میں پڑھے تو ہمارے سامنے تقریظ والے ورق کو محبت و عقیدت سے اپنے سر پر رکھا اور یہ الفاظ فرمائے ”نعم على الرأس والعين“ تو بتائیے ایسے کوئی بریلوی کر سکتا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ چونکہ یہ دیوبندی بریلوی جھگڑا ہندوپاک کا ہے، انہیں اُن زیادتیوں کی خبر نہیں جو بریلوی حضرات نے اکابر دیوبند کے ساتھ کی ہیں۔ اس لئے علماء عرب کے دل میں بریلویوں کے بارے میں حساسیت (الرجک) بھی نہیں جو عام طور پر دیوبندیوں میں ہوتی ہے، اور یہ طبعی امر ہے اس لئے جب کوئی بریلوی عالم ان کے ہاں جاتا ہے تو وہ حضرات نفاق قلب سے اس سے ملتے ہیں اور اگر وہ عقیدت و محبت کا اظہار بھی کرے اور ان کے فکری و عقائدی مخالفین کے ساتھ اپنی بدعقیدگی اور دشمنی کا کھل کر اظہار بھی کرے تو وہ ان سے کھل جاتے ہیں۔ ہر علاقے کے کچھ معروضی حالات ہوتے ہیں جن کے اثرات لازمی ہوتے ہیں، عرب علاقوں خصوصاً سعودیہ اور خلیجی علاقوں میں مصر و شام میں تین مسائل میں اختلافات چوٹی پر ہیں:

۱..... سلفیت اور اس کے مقابل اشعریت و ماتریدیت

۲..... تقلید و عدم تقلید

۳..... تصوف کی حقانیت اور انکار تصوف

خود ہمارا حال یہ ہے کہ جب کوئی شخص اس سیاہ کار کے پاس مصر و شام و عرب کا آتا ہے تو حکمت عملی سے ان تینوں چیزوں کے بارے میں تحقیق کرتا ہوں کہ وہ ہمارا موافق ہے یا مخالف؟ تو جب کوئی ان تینوں امور میں ہمارے اکابر کے موافق ہوتا ہے تو اگر ایسا شخص اجازت حدیث وغیرہ مانگتا ہے تو دے دیتا ہوں اور ایسوں سے بے تکلفی ہو جاتی ہے۔ اب اگر کوئی مصر و شام وغیرہ ان ملکوں میں ان کا کوئی مقامی جھگڑا یا اختلافات ہوں اور ان میں سے کسی میں کوئی گمراہی ہوئی بھی ممکن ہے تو یہ سیاہ کار معذور ہوگا کہ اس سے لاعلم تھا، اسی طرح وہاں کے علماء حرمین شریفین کا عموماً حال ہے، گواہ بہت سی باتیں کھل کر سامنے آ رہی ہیں۔

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (508)

سید محمد علوی مالکی کے بارے میں یہ سیاہ کار اپنی یقینی معلومات کے مطابق عرض کرتا ہے کہ وہ اپنے اکابر کے بہت ہی قریب اور انتہائی محبت و چاہنے والے اور ان کے علم و بزرگی کے نہایت اعلیٰ درجے کے مداح، اور ان کے دین و معرفت میں قرب خداوندی میں اعلیٰ المراتب پر فائز ہونے کے مقرر و معترف ہیں۔ دیوبندی بریلوی اختلافات کا کچھ ان کو علم ہے اور دل سے چاہتے ہیں کہ یہ اختلافات ختم ہونے چاہئیں اور ان حضرات (بریلویوں) کی طرف سے اکابر دیوبند کی تکفیر کا انہیں علم ہے جس کی وجہ سے اس امر کی شدید اور پر زور مذمت کرتے ہیں اور اس پر شدید ترین نکیر کرتے ہیں، البتہ یہ چاہتے ہیں دل سے کہ اس وقت جب کہ عالمی کفر اسلام و مسلمانوں کے خلاف متحد ہو چکا ہے تو دیوبندی بریلوی اختلافات کو بھی ختم ہونا چاہیے (یہ ان کی خواہش ہے جس کا وہ ہمیشہ اس سیاہ کار سے اظہار کرتے رہتے ہیں، گو اس کتاب مفاہیم میں یہ جذبہ کارفرما نہیں تھا) بلکہ یہ کتاب تو سلفی حضرات کی طرف سے جب تکفیر بازی کی گئی تو اس کے رد میں یہ لکھی گئی کہ تکفیر کرنی غلط ہے۔

اب یہ سیاہ کار حضرت قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ کے دلائل کی طرف آتا ہے جس سے انہوں نے سید محمد علوی مالکی کا بریلوی بلکہ ”کٹر بریلوی“ ہونا مستنبط فرمایا ہے۔ یہاں سفر میں یہ سیاہ کار اصل رسالہ ”حق چار یار“ کی طرف توجہ نہ کر سکا، البتہ آنجناب نے جو ”بینات“ میں ان کا پورا مضمون اس امر سے متعلق نقل فرمایا ہے اسی پر اکتفا کیا گیا ہے اور اسی لئے ”بینات“ ہی کے صفحات و سطور کے حوالے ہوں گے۔ دعویٰ نمبر ۱:

بینات ص ۳۸ سطر ۱۹ پر ہے کہ:

آپ خلیفہ اعلیٰ حضرت خطیب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں..... الخ“

یہ تو دعویٰ ہے جناب مفتی محمد خان صاحب قادری کا۔ ماہنامہ ”جہان رضا“ میں مگر اس دعویٰ کی دلیل جو چند سطروں کے بعد دی گئی ہے اسے بھی ملاحظہ فرمائیے ”بینات“ ص ۳۸ سطر ۲۴، جو بلفظ یہ ہے:

”خود مولانا مالکی ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ جن لوگوں سے میں نے سند

حدیث حاصل کی ہے ان میں سے ایک معمر ترین بزرگ جن کی عمر سو سال

سے زائد ہے مولانا ضیاء الدین قادری ہیں..... الخ“ اھ

تو قصہ اجازت طریق و خلافت کا نہیں ہے بلکہ اجازت حدیث کا ہے، اور اس سے کوئی کسی کا خلیفہ نہیں بنتا بلکہ اجازت حدیث کے لئے معتقد ہونا اور ہم مذہب اور ہم عقیدہ ہونا کچھ بھی ضروری نہیں ہے جیسا کہ اہل فن سے مخفی نہیں۔ لہذا یہ دعویٰ تو باطل ہو گیا کہ سید محمد علوی مالکی صاحب مولانا ضیاء الدین قادری مدنی

کے خلیفہ ہیں۔

دوسرا دعویٰ:.....

ملاحظہ ہو بینات ص ۵۰ سطر ۲۴:

”بیعت غالباً اپنے والد بزرگوار سے ہیں حضور مفتی اعظم علامہ مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ تیسری بار جب حج زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں بہت سے علما و مشائخ کو خلافت و اجازت سے نوازا وہیں علامہ سید محمد علوی مالکی کو بھی تمام سلاسل کی اجازت عطا فرمائی“

اس سیاہ کاری کے لئے یہاں بھی یہی ہے کہ یا تو یہ بھی اجازت حدیث ہے جس کو خلافت و طریقت پر محمول کیا گیا ہے، پھر یہ واقعہ کس زمانہ کا ہے اس کی بھی کچھ خبر نہیں اور کیا نوعیت ہوئی؟ بہر حال دعوے کی کوئی دلیل نہیں ذکر کی گئی۔

بہر حال تیسرے دعوے و دلیل کو ملاحظہ فرمائیے اور بریلویوں کی غفلت اور ہمارے حضرت قاضی صاحب مدظلہ کی سادگی بھی ملاحظہ ہو:

تیسرا دعویٰ:

بینات ص ۵۱ سطر ۸ اور اسی طرح ص ۵۳ سطر ۸ پر اور ص ۴۹ سطر ۱۵ پر یہ ہے کہ:

”مولانا غلام مصطفیٰ مدرس شرف العلوم ڈھاکہ حج زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں حضرت مولانا مفتی سعد اللہ کی سے ملاقات کی۔ مفتی سعد اللہ کی کے ایما پران کا وفد علامہ سید محمد علوی مالکی سے ملاقات کے لئے گیا۔ دوران ملاقات مولانا غلام مصطفیٰ نے کہا کہ ہم اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ اتنا سنتے ہی علامہ مالکی سر و قد اٹھ کھڑے ہوئے اور فرداً فرداً سبھی لوگوں سے مصافحہ اور معافہ فرمایا اور بے حد تعظیم کی، شربت پلایا گیا، قہوہ پیش کیا گیا انہوں نے پوری توجہ مولانا غلام مصطفیٰ اور ان کے ہمراہیوں کی جانب فرمادی اور ایک ٹھنڈی آہ بھر کر فرمایا:

”سیدی علامہ احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی کو ہم ان کی تصنیفات اور تالیفات کے ذریعے جانتے ہیں وہ اہل سنت کے علامہ تھے ان سے محبت سنی ہونے کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا اہل بدعت کی نشانی ہے“۔ اھ

اسی طرح ص ۵۱ اور ص ۴۹ پر ہے گرد کیھئے ص ۵۲ پر بعینہ یہی قصہ جب ڈاکٹر محمد سعود احمد صاحب ”الدولۃ المکیہ“ کے افتتاحیہ میں نقل فرماتے ہیں تو ذرا تحقیقی انداز سے اس کا سن بھی درج فرماتے ہیں تو لکھتے ہیں بلفظہ بینات ص ۵۲ سطر ۶ ملاحظہ ہو:

”آئیے مولانا غلام مصطفیٰ مدرس عربیہ اشرف العلوم راجشاہی بنگلہ دیش کی زبانی سنئے ۱۳۷۲ھ میں حج بیت اللہ شریف کے موقع پر چند رفیقوں کے ساتھ مولانا سید محمد علوی مالکی (مکہ معظمہ) کے در دولت پر حاضر

تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ حاضری ۱۳۷۲ھ میں ہوئی یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ ممکن ہے کہ سہو ہو گیا ہو اور یہ حاضری ۱۹۷۲ عیسوی سن میں ہوئی ہو، اس لئے کہ جس سفر نامہ سے یہ حکایت نقل کی جا رہی ہے وہ ۱۹۰۶ء میں چھپا ہے جیسا کہ اسی بینات ص ۵۲ سطر ۱۱ پر مذکور ہے۔

اب آئیے دیکھئے ۱۳۷۲ھ میں سید محمد علوی مالکی کی عمر شریف مشکل سے آٹھ سال کی ہوگی۔ اور ظاہر ہے کہ اس عمر میں مذکورہ وفدان سے ملنے نہیں آیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ وفدان کے والد بزرگوار سید علوی بن عباس مالکی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے آیا ہوگا اور انہوں نے حرمین شریفین کے عام علماء و اشرف کے طریقہ پر جیسے ہر مہمان خصوصاً اگر علماء ہوں تو ان کا بھی اکرام شربت و قہوہ سے کیا، البتہ جو عبارت نقل کی گئی وہ ”اگر ثابت ہو جائے“ اور اس میں بھی مبالغہ نہ ہو تو اسی پر محمول کی جائے گی کہ اس سے مراد انہی مذکورہ تین مسائل: ”سلفیت، تقلید، تصوف“ کی بنا پر، بر بنائے خاصیت سلفیوں غالیوں کے یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہوں نہ کہ بمقابل اکابر دیوبند۔ چونکہ ۱۳۷۲ھ یعنی آج سے تقریباً چوالیس سال پہلے علماء نجد و حجاز میں سلفیت اور علماء حجاز اہل سنت و جماعت کا آپس میں اختلاف بہت زوروں پر نہایت گرم تھا۔ دیکھئے ”الشہاب الثاقب“ میں حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کے قلم مبارک سے اس کا کچھ نمونہ مل جائے گا۔

بہر حال یہ ملاقات جو کہ سید محمد علوی کی طرف منسوب کی گئی اور حضرت قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ بھی اس کے دھوکے میں آ گئے اور اس کی بنا پر سید محمد علوی پر کٹر بریلویت کا الزام لگاتے ہیں اور اپنی معلومات کے مطابق ”حق واضح“ قرار دیتے ہیں یہ صاف صاف ثابت ہو گیا کہ نہ ملاقات ہمارے ان سید محمد علوی سے ہوئی اور نہ ہی وہ عبارت انہوں نے کہی۔

اس لئے اس سیاہ کار کا یہ پختہ خیال ہے کہ جیسے پہلے دعویٰ میں خلافت مولانا ضیاء الدین سے قطعاً غلط ہے وہ صرف اجازت حدیث ہے اور یہ تیسرا دعویٰ بھی قطعاً غلط ہے۔ اسی طرح دوسرا دعویٰ بھی یا تو اجازت حدیث پر ہی محمول ہے اور یا وہ ان کے والد صاحب کا قصہ ہے ان کا نہیں۔ اور ہے بھی اس زمانے کا جب سارے امور مخفی تھے اور وہ تین امور جو اوپر اس سیاہ کار نے ذکر کئے ہیں کہ انہی کو اصل سبب سمجھتے ہیں چونکہ سید علوی کو پتہ چلا ہوگا کہ یہ لوگ (بریلوی) ۱۔ غالی سلفی نہیں اشعری ماتریدی ہیں، ۲۔ خفی کٹر ہیں، ۳۔ تصوف کو مانتے ہیں بلکہ قادری ہیں تو انہوں نے ان کو بتایا کہ ہم ان کو اہل سنت سمجھتے ہیں یقین کرتے ہیں اور یہ سب کچھ بمقابل سلفی مکرین تصوف تقلید کے نہ کہ بمقابلہ اکابر دیوبند کے چونکہ سید علوی مالکی مرحوم کی زندگی بھی ساری ہمارے سامنے ہے کہ ہمارے اکابر کے ہمیشہ مداح و معترف و اکرام و تعظیم میں ہمیشہ مبالغہ کرنے والے رہے خود اپنے بیٹے کو دارالعلوم دیوبند بھیجا تو کیسے یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ یہ عبارت انہوں نے

مقابلہ علماء دیوبند کبھی ہوگی۔

یہ کچھ معلومات ہیں جو عرض کر دی گئیں۔ آں مخدوم سے گزارش ہے کہ اسے خالی الذہن ہو کر ماحول سے متاثر ہوئے بغیر پڑھیں اور ارشاد ربانی:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تَصِيبُوا قَوْمًا

بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ“

کو ملحوظ رکھا جائے مزید کسی استیصاح کی ضرورت سمجھیں تو یہ سیاہ کار حاضر ہے، البتہ جو کچھ غلط بنا پر لکھا گیا گزارش ہے کہ احسن انداز سے اس کا تذکر ضرور فرمایا جائے۔ یہی آں مخدوم سے امید ہے۔

”وَزَادَكُمْ اللَّهُ تَوْفِيقًا لِّمَحَابَةِ وَاقِرٍ بِلَدِيهِ فَضْلُهُ وَكَرَمِهِ آمِينَ

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔“

عبدالحفیظ۔ لندن..... ۱۹ جولائی ۱۹۹۵ء

راقم الحروف کا جواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى:

بخدمت عالی قدر مخدوم و معظم جناب الشیخ المحترم مولانا عبدالحفیظ کی حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کرامت نامہ بسلسلہ ”اصلاح مفاہیم“ جناب محترم حافظ صغیر احمد زید لطفہ کے ذریعہ موصول ہوا تھا، اور لندن سے واپسی پر اس کی نقل مولوی محمد رفیق میمن کے ہاتھ بھی موصول ہوئی، جواب لکھنے بیٹھا تو ہجوم مشاغل نے آدب چا، بقول صائب:

دین یک روئے آتشنا راصد دل کم است

من بیک دل عاشق صد آتشیں رخسارہ ام

بہر حال مختصر عرض کرتا ہوں:

(۲/۱)..... آنجناب نے پہلے اور دوسرے نمبر میں حصول تقریظات کی تفصیل (بحوالہ خط بنام مولانا

عاشق الہی مدظلہ) درج فرمائی ہے، اسے پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ان تقریظات کا مہیا ہونا دراصل آنجناب کی جدوجہد اور وجاہت و شہامت کی کرامت ہے:

کار زلف تست مشک افشانی اما عشقان

مصلحت را چہ بر آ ہوئے چیں بستہ اند

قارئین کی سہولت کے لئے مناسب ہوگا کہ آنجناب کے مکتوب بنام مولانا عاشق الہی مدظلہ کا وہ حصہ جس میں آپ نے حصول تقریظات کی تفصیل تحریر فرمائی ہے، یہاں نقل کر دیا جائے:

”..... جس زمانے میں یہ سیاہ کار مدینہ منورہ میں مقیم تھا تو غالباً ربیع الاول یا ربیع الاخر ۱۴۰۸ھ کے کسی دن سید محمد علوی مالکی کا لندن سے فون آیا کہ میں کچھ دن کے لئے لندن آیا ہوا ہوں۔ حضرت مولانا یوسف متالا صاحب کے ہاں دوروز دارالعلوم بری گزرا کر آیا ہوں، انہوں نے جزاء اللہ خیر امیری بہت خاطر مدارات کی بڑا جلسہ بھی کرایا جس میں ہزاروں کا مجمع ہوا وغیرہ وغیرہ..... پھر یہ بھی بتایا کہ میں نے اپنی کتاب ”مفہیم یحب ان تصحیح“ کا ایک نسخہ بھی انہیں ہدیہ دیا جسے پڑھ کر وہ بہت خوش ہوئے اور خصوصاً جو عالم اسلام کے مختلف علماء کرام نے تقاریظ لکھی ہیں ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے تو میں نے کہا کہ گویا یہ اجماع ہے علماء اسلام کا نجد یوں کے غلط عقائد و نظریات کے خلاف جس پر حضرت مولانا یوسف متالا نے ہنس کر کہا مگر اس میں ایک کمی ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیا؟ تو انہوں نے کہا کہ اس میں علما اہل السنّت و الجماعت دیوبندی حضرات کی تقاریظ نہیں اور ان کے بغیر اجماع نہیں ہو سکتا چونکہ ایک عالم ان کے علم کا لوہا مانتا ہے۔ جس پر میں نے کہا کہ یہ آپ نے سچ کہا اور میں اب فوراً اس کی کوشش کروں گا۔ کچھ اور تفصیل بھی اس ذیل کی بتائی اور پھر یہ کہا کہ میں ابھی تو فوراً انڈونیشیا سنگاپور وغیرہ جا رہا ہوں غالباً ایک ڈیڑھ ماہ بعد فلاں فلاں تاریخوں میں چار پانچ دن میرے پاس ہیں اگر تم بھی ان تاریخوں میں فارغ ہو تو میں سنگاپور سے کراچی آ جاؤں گا اور کراچی سے لاہور اکٹھے چلیں گے چونکہ مجھے تقاریظ میں زیادہ اہمیت ایک تو حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی کی ان کے علم کی وجہ سے اور دوسرے مولانا سید عبدالقادر آزاد کی ان کی سیاسی و جاہلیت کی بنا پر۔ میں (عبدالحفیظ) نے ان سے وعدہ کر لیا کہ آپ احتیاطاً ایک ہفتہ اس تاریخ سے قبل مجھے فون کر لیں تاکہ بات چکی ہونے پر ان شاء اللہ پاکستان پہنچ جاؤں گا۔

لہذا ایک ہفتہ قبل ان کا فون آ گیا اور متعین تاریخ سے ایک روز قبل یہ سیاہ کار کراچی پہنچ گیا۔ معہہ تحلیل میں حضرت مولانا یحییٰ مدنی مدظلہ کے ہاں مہمان رہے۔ وہاں سے میں نے سید محمد علوی مالکی سے کہا کہ یہاں کراچی میں ہمارے تین بڑے علمی مراکز ہیں (دارالعلوم، فاروقیہ، بنوری ٹاؤن) ان سے بھی اگر تقاریظ لے لیں تو بہتر ہوگا، تو انہوں نے اس کو مناسب جانا لہذا رابطہ کیا تو پتہ چلا کہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب تو وہاں نہیں ہیں البتہ دونوں جگہ وقت طے کر کے ہم دونوں مع حضرت مولانا یحییٰ صاحب کے گئے۔ دونوں جگہ کے حضرات نے نہایت محبت و اکرام کا معاملہ فرمایا اور دونوں نے یہ مناسب سمجھا کہ کتاب ہمیں دے دی جائے جب آپ پنجاب سے واپس آویں گے تو ہم اچھی طرح مطالعہ کر کے تقریظ لکھ دیں

گے۔ سید صاحب اس پر راضی ہو گئے اور ہم لاہور روانہ ہو گئے وہاں ہم رات کو پہنچے حضرت حافظ صغیر احمد صاحب وغیرہ حضرات لینے آئے ہوئے تھے۔ مطار لاہور پر حضرت حافظ صاحب سے پتہ چلا کہ حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی تو اگلے دن کسی سفر پر جا رہے ہیں لہذا مطار لاہور سے سیدھا حضرت مولانا کاندھلوی کے گھر ہی گئے۔ وہ منتظر تھے کہ انہیں خبر کر دی گئی تھی۔ مل کر بہت خوش ہوئے اور جب سید صاحب نے مقصود بتایا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ ابھی تو مجھے کتاب دیدیں رات کو انشاء اللہ مطالعہ کر لوں گا اور صبح آپ میرے ہاں ناشتہ کریں اسی وقت تقریظ بھی دے دوں گا۔ صبح ہم لوگ ناشتہ کے لئے پہنچے تو حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی نے بہت ہی زیادہ اس کتاب پر خوشی کا اظہار فرمایا وہاں کے بعض نجدیوں کے غلو کے کچھ لطیفے بھی سنائے اور کتاب کو بہت سراہا۔ پھر اپنے دست مبارک سے لکھی ہوئی تقریظ مرحمت فرمائی جس کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

”وفی الحقیقة ان هذا الكتاب يحتوى على موضوع مبتکر ومضامین عالیة تحتاج الیه العلماء والطلاب وفيه من حسن ذوق المثولف وعلو فکرته ما تحل به المغلفات فی موضوعات کثيرة فی اصول الدین ولا شک ان هذا الكتاب کشف الحجاب عن نکات مستورة وبعيدة عن انظار العلماء فجزاه الله احسن الجزاء واسبغ علیه من نعمه الظاهرة وباطنه نسال الله تعالى ان یجمع المسلمین وخاصة اهل العلم به ویعلوه دائما فی مشارق الارض ومغاربها“۔

یہ الفاظ اپنے قلم مبارک سے شیخ الحدیث علامہ جلیل حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی قدس سرہ نے لکھے ہیں اور خوشی و مسرت کے اس بارے میں جو آثار ان کے چہرے مبارک پر تھے وہ بیان سے باہر ہیں اور بہت سی محبت و شفقت اور اکرام و اعزاز کا معاملہ سید محمد علوی صاحب سے کیا جس سے سید صاحب بہت محظوظ بھی ہوئے پھر حضرت مولانا عبید اللہ اور حضرت مولانا عبدالرحمن اشرفی کے ہاں دارالافتاء میں گئے انہوں نے بھی بہت زیادہ اعزاز و اکرام فرمایا۔ جامعہ اشرفیہ دکھایا اور دونوں حضرات نے حضرت کاندھلوی کی تقریظ کی تائید و تصدیق کی۔ پھر یہاں سے مولانا سید عبدالقادر آزاد صاحب سے وعدہ تھا وہاں گئے انہوں نے جب حضرت کاندھلوی کی تقریظ دیکھی تو بہت خوش ہوئے اس وقت مولانا آزاد صاحب نے اپنے کچھ رفقا و علما کو بھی مدعو کر رکھا تھا جن میں حضرت شاہ نقیس صاحب، مولانا عبدالغنی صاحب، مولانا علی اصغر صاحب، اور مولانا عبدالواحد صاحب بھی تھے۔ مولانا آزاد صاحب نے سید صاحب کو پیشکش کی کہ جن الفاظ میں آپ چاہیں ہم تقریظ لکھنے کے لئے تیار ہیں۔ جب ہمارے علمی پیشوا حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی نے پوری رات مطالعہ کے بعد اس کتاب پر یہ تقریظ لکھ دی ہے تو پھر جو چاہیں اس کے بارے میں ہم سے لکھوالیں مگر سید صاحب نے کہا کہ نہیں جس طرح آپ لوگ مناسب سمجھیں لکھ دیں پھر سب نے مشورہ سے ایک مختصر جامع مضمون تیار کیا جسے اسی وقت ہاتھوں ہاتھ حضرت نقیس شاہ صاحب مدظلہ العالی

نے تحریر فرمادیا جس کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں:

”باننی اصالة عن نفسي ونياية عن مجلس علماء باكستان واعظائه المنتشرين بفضل الله في كل مدينة من مدن باكستان وخارجها والذي يضم نحو عشرين الف عالم لقد اطلعنا على كتاب مفاهيم يجب ان تصحح الذي صنفه فضيلة العلامة السيد الشريف محمد بن السيد علوی مالکی المکی فوجدناه يحتوى على ما عليه اهل السنة والجماعة سلفا وخلفا وقد اجاد فيه وافاد بالا دلة القرآنية والحديثية ونرجو من الله سبحانه وتعالى ان يجمع كلمة المسلمين على الحق المبين ونحن معه في جهاده في الدعوة الى الله ونصرة اهل الحق اهل السنة والجماعة..... الخ“

مولانا سيد عبدالقادر آزاد صاحب نے تقریظ پر دستخط کئے اور اوپر مذکورہ بالا چاروں حضرات نے اس پر تائید و تصدیق فرمائی.....“

نیز یہ بھی اندازہ ہوا کہ اس ناکارہ نے تقریظات کے بارے میں جو بات محض ظن و تخمین سے کہی تھی وہ بڑی حد تک صحیح نکلی، چنانچہ جناب نے مولانا محمد تقی عثمانی زید مجدہ کی تقریظ کا حوالہ دیا ہے، یہ اس ناکارہ کی نظر سے نہیں گزری، مگر اب البلاغ (ربیع الاول ۱۱۶ اگست ۱۹۵ء) میں شائع ہو چکی ہے، اس کی تمہید سے واضح ہے کہ یکسوئی کے ساتھ کتاب کو دیکھنے کا موقع ان کو نہیں ملا، یہ ان کی ذہانت و دقت رسی تھی کہ انہوں نے ایک شب کے طائرانہ مطالعہ میں بھی کتاب کے اصلاح طلب چند پہلوؤں کی نشاندہی کر دی، ورنہ ان کے لمحات فرصت میں اس کی گنجائش نہیں تھی۔ اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ البلاغ ۱۴۱۶ھ میں شائع شدہ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ کی تقریظ مع ترجمہ اور اس کے ملاحظات بھی یہاں نقل کر دیئے جائیں۔^۱

یہی قصہ مولانا محمد مالک کاندھلویؒ کے ساتھ ہوا، کہ ان کو بھی ایک رات کی مہلت ملی، چونکہ ان کو کتاب کے اصل ہدف سے پہلے ہی سے آگاہ کر دیا گیا تھا کہ یہ کتاب تکفیر کرنے والے سلفی متشددین کی اصلاح کے لئے لکھی گئی ہے اس لئے انہوں نے اسی نقطہ نظر سے سرسری دیکھا اور راتوں رات تقریظ لکھ کر صبح ناشتہ پر آپ کے حوالہ کر دی، مرحوم زندہ ہوتے اور متنازع فیہ نکات کے بارے میں ان سے رجوع کیا جاتا تو ان کی رائے مولانا محمد تقی صاحب سے مختلف نہ ہوتی، باقی بزرگوں نے مولانا مرحوم کی بھرپور تقریظ دیکھ کر ان کے احترام میں کتاب کو پڑھنے کی ضرورت ہی نہ سمجھی، حدیہ کہ ایک بزرگ نے اپنی طرف سے اصالتہ اور بیس ہزار علماء کی جانب سے نیا تصاد کر دیا۔ یہ شاید اپنی نوعیت کی منفرد اور بے نظیر مثال ہوگی۔

۱۔ یہاں حضرت لدھیانوی شہید رحمہ اللہ نے مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کی وضاحتی تحریر اور ان کی مکمل تقریظ کا عربی متن مع اردو ترجمہ نقل فرمایا ہے۔ قارئین اسی باب کے صفحہ 536 تا 551 پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ تکرار کے باعث یہ حصہ یہاں سے حذف کیا جا رہا ہے۔ [مرتب]

(۳)..... آنجناب نے ”اکابر کا مسلک و مشرب“ نامی رسالہ کے بارے میں (جس کا ذکر میری تحریر میں اسطر او آ گیا تھا) رائے طلب فرمائی ہے، اور یہ کہ ”جو اصطلاحات تجویز کی جائیں ان پر عمل کیا جائے گا بشرطیکہ مقصود رسالہ کے خلاف نہ ہو“ یہ ایک مستقل اور تفصیل طلب موضوع ہے، تاہم یہ ناکارہ اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتا ہے کہ اس ناکارہ کے خیال میں ”مقصود رسالہ“ ہی محل نظر ہے، جن حضرات نے ہمارے اکابر قدس اللہ اسرار ہم کے خلاف فتوے لگائے (اور جن کا سلسلہ تادم تحریر پوری حدت و شدت کے ساتھ جاری ہے) ان کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کی جاتی، نہ کہ ہمارے اکابر کے حاشیہ برداروں کو ”ودالوتدھن فیدھنوں“ کی راہ پر ڈالنے کی کوشش کی جاتی، اور اہل بدعت کو اہل سنت منوانے کی راہ اختیار کی جاتی، کیا ہمارے ”اکابر کا مسلک و مشرب“ یہی تھا؟

(۴)..... جناب صوفی محمد اقبال دام اقبالہ، کے بارے میں اس ناکارہ نے سماعی روایت نقل کر دی تھی کہ وہ جناب سید علوی سے بیعت ہو گئے ہیں، میں آنجناب کا ممنون ہوں کہ آپ نے اس کی اصلاح فرما دی کہ سید علوی تو کسی کو بیعت ہی نہیں کرتے ”البتہ یہ صحیح ہے کہ انہوں نے حضرت صوفی صاحب کو سلسلہ شاذلیہ میں اجازت و خلافت دی ہے“ انتھی بلفظ حکم الشریف جن صاحب نے مجھ سے نقل کیا تھا غالباً انہوں نے خلافت و اجازت ہی کو بیعت کرنے سے تعبیر کر دیا ہوگا، بہر حال اس اصلاح پر جناب کا تہ دل سے ممنون ہوں، گو اس ناکارہ کی تزلیع اب بھی صحیح ہے، یعنی شیخ علوی سے حضرت صوفی صاحب کی ہم مشربی وہم رگی، اور ان کے مسلک و مشرب کی اشاعت کا جذبہ۔

(۵)..... حضرت مولانا عزیز الرحمان کے مسترشد کا نوٹ کہ ”یہ حضرات تبلیغی جماعت کے خلاف ذہن بناتے ہیں“ آنجناب نے غلط فہمی قرار دیا ہے کیونکہ ”حضرت موصوف کے ہزاروں مرید اس کام میں لگے ہوئے ہیں، ہاں البتہ یہ بات برحق ہے کہ بعض افراد و عناصر کی ضرورت مخالفت کرتے ہوں گے، جنہوں نے فضائل درود شریف کو تبلیغی نصاب سے نکالا“ چلئے یہ غلط فہمی ہی سہی، اللہ تعالیٰ کرے کہ ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہ کے لوگوں میں کوئی اس مبارک کام کی مخالفت کرنے والا نہ ہو، حضرت موصوف کو بھی اس غلط فہمی سے جو ان کے مرید کو ہوئی رنجیدہ نہ ہونا چاہیے کہ بقول عارف:

دریائے فراواں نشود تیرہ بہ سنگ
عارف کہ برنجہ تنک آب است ہنوز

(۶)..... آنجناب نے شیخ علوی کا ہمارے اکابر خصوصاً ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہ کے ساتھ والہانہ تعلق بہت ہی تفصیل کے ساتھ زیب رقم فرمایا ہے، اور بریلویت کے ساتھ ان کے تعلق کی تردید فرمائی ہے، اور بریلوی ماہنامہ سے ”حق چاریا“ میں جو کچھ نقل کیا ہے اس کی بھرپور تغلیط فرمائی ہے، اس سے اس ناکارہ

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (516)

کو بہت ہی انشراح ہوا، فجزا کم اللہ احسن الجزاء چونکہ قاضی مظہر حسین صاحب اس ناکارہ کی طرح سید علوی کے حالات سے واقف نہیں ہوں گے اس لئے ان کا بریلوی پرچہ ”جہان رضا“ پر اعتماد کر کے ان کو بریلوی قرار دینا ایک فطری امر تھا۔ اس لئے ان کو (اور ان کی تقلید میں اس ناکارہ کو) تو معذرت سمجھنا چاہیے۔

”جہان رضا“ کا یہ پرچہ فروری ۱۹۹۲ء میں شائع ہوا، جس میں بڑے دھڑلے سے سید علوی کو بریلوی ثابت کیا گیا، پورے تین سال کے عرصہ میں شیخ علوی کی جانب سے یا ان کے مداحوں کی جانب سے کوئی تردید نہیں آئی، نہ کسی وضاحت کی زحمت کی گئی، پھر سید علوی کے رسالہ ”حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف“ کا ترجمہ بریلوی حلقہ کی جانب سے ”میلا مصطفیٰ“ کے نام سے شائع کیا جاتا ہے، ادرہ ان کی کتاب کا ترجمہ ”اصلاح مفاہیم“ کے نام سے ہمارے سامنے آتا ہے جس میں متنازع فیہ مسائل میں مصنف کا جھکاؤ بریلویت کی طرف نظر آتا ہے، جبکہ ”جہان رضا“ میں ان کا فقرہ بلا خوف تردید نقل کیا جا چکا ہے کہ ”سیدی علامہ احمد رضا خان فاضل بریلوی کو ہم ان کی تصنیفات و تعلیقات کے ذریعہ جانتے ہیں، وہ اہل سنت کے علامہ تھے، ان سے محبت کرنا سنی ہونے کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا اہل بدعت کی نشانی ہے۔“ اور یہ کہ ”سید علوی کو فاضل بریلوی کے خلیفہ ضیاء الدین قادری سے، جو عمر ترین بزرگ تھے، اور جن کی عمر سو سال سے زائد ہے، تمام سلاسل میں اجازت و خلافت حاصل ہے۔“

ان تمام امور کو پیش نظر رکھ کر انصاف کیجئے کہ ایک خالی الذہن آدمی کو جناب مصنف کے بارے میں کیا رائے قائم کرنی چاہیے؟ جناب قاضی مظہر حسین صاحب پر خفا ہونے کے بجائے ہونا یہ چاہیے تھا کہ خود شیخ علوی مالکی کی جانب سے ”جہان رضا“ کے مندرجات کی تردید کرا دی جاتی، اور انتساب الی البریلویت سے اظہار برات کرا دیا جاتا، جب تک یہ نہ ہو میں یا آپ اس کی ہزار تردید کریں اس کی کیا قیمت ہے؟ تین سال سے علی رؤس الاشہاد اعلان کیا جا رہا ہے کہ وہ بریلوی ہیں، اور جناب شیخ اپنے سکوت سے اس پر مہر تصدیق ثبت فرما رہے ہیں، آپ کی تردید کو کون مانے گا؟ اس لئے اگر بریلویت کے انتساب سے ان کی برات کرانی ہے تو خود انہی کی جانب سے برات کا اعلان کرایئے اگر شیخ علوی کی حیات میں یہ کام نہ ہوا تو نہ صرف یہ کہ ہماری توجیہات رائیگاں اور بے سود قرار پائیں گی، بلکہ اندیشہ ہے کہ آپ تینوں بزرگوں (قبلہ صوفی صاحب، آپ اور جناب مولانا عزیز الرحمن صاحب زید مجدہ) کو بھی یار لوگ اسی لپیٹ میں نہ ڈالیں کہ ”یہ تینوں حضرت شیخ محمد مالکی بریلوی کے حلقہ نشین دراصل دیوبندی نما بریلوی تھے، اسی بنا پر دیوبندیوں کو بریلویوں کے ساتھ متحد ہو جانے کے داعی تھے، لہذا دیوبندیوں کے مقابلہ میں بریلوی مذہب برحق ہے۔“

یہ صرف خدشات نہیں بلکہ آپ حضرات کی دعوت اتحاد پر بریلوی صاحبان نے ایسے شوشے چھوڑنے شروع کر دیئے، مروءایام کے بعد نہ جانے اس کو کیا کیا رنگ دیا جائے گا؟ الغرض جناب کی یہ

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (517)

وضاحتیں، ہم خدام کے تو سر آنکھوں پر آمناء و صدقنا۔ لیکن جب تک خود جناب شیخ علوی مالکی کی جانب سے بریلویت سے اظہار برات نہیں کراتے اور خصوصاً اس فقرے سے جو فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان کے بارے میں ”جہان رضا“ نے ان سے منسوب کیا ہے تب تک مخالفوں پر حجت نہیں قائم ہوگی، اور وہ برابر یہ کہتے رہیں گے کہ فروری ۱۹۹۲ء میں شیخ موصوف کے بریلوی ہونے کا مدلل اعلان کیا گیا، لیکن شیخ نے خود خاموشی اختیار کر کے اس کی تائید کر دی، اس کے بعد دوسروں کی وضاحت اور عذر معذرت کا کیا اعتبار؟

آخر میں گزارش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر میرے کسی لفظ سے قبلہ صوفی صاحب کی، مولانا عزیز الرحمان صاحب کی، آپ کی یا کسی اور کی دل آزاری ہوئی ہو اس سے بعد ندامت غیر مشروط معافی کا خواہستگار ہوں، جن ایسے الفاظ کی نشاندہی کر دی جائے نشان دہی کے بعد ان کو قلم زد کر دوں گا، حلفاً کہتا ہوں مجھے نہ ان بزرگوں سے پر خاش ہے، نہ کدورت، بلکہ جیسا کہ پہلے بھی لکھ چکا ہوں ان کو اپنے سے بدرجہا افضل جانتا ہوں۔

جہاں تک شیخ علوی کی کتاب ”اصلاح مفاہیم“ کا تعلق ہے وہ آپ کے عرب ماحول میں مفید ہوا نہ ہو، مگر ہمارے یہاں کے ماحول میں مفید ہونے کے بجائے مضر ہے، کاش کہ اسے یہاں شائع نہ کیا جاتا۔

آنجناب نے ایک بزرگ کا مقولہ نقل فرمایا ہے کہ لدھیانوی کو بھی کسی نے بھڑکا دیا ہے، یوں تو اس فقرہ کی کوئی اہمیت نہیں، بے چاری مٹی پر ہزار جوتے رسید کر دو، اس کو شکایت نہیں ہوگی، تاہم یہ عرض کر دینا بے جا نہیں ہوگا کہ مجھے میرے اکابر کے تقدس نے بھڑکایا تھا، بقول عارف رومی

گفتگوئے عاشقان در امر رب
جو شش عشق است نے ترک ادب

جن ”اکابر“ کے انتساب سے ہماری دنیا و آخرت وابستہ ہے ایک طبقہ ان کی عزت و حرمت سے کھیل رہا ہو اور ہم بالواسطہ یا بلاواسطہ ان کے پلڑے میں اپنا وزن ڈال رہے ہوں تو مجھے ایسی مٹی کے لئے بھڑکنا لازم ہے، آپ یا آپ کے محترم بزرگ اس بارے میں جو رائے بھی قائم فرمائیں آپ کا حق ہے،

ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين

آمنوا ربنا انك رؤوف رحيم۔

والسلام..... محمد یوسف عفا اللہ عنہ..... کراچی

[مطبوعہ: آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد ۱۰]

مولانا زرولی خان کا خط..... اور حضرت لدھیانویؒ کا جواب

محترم و مکرم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی زیدتِ معالیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اللہ کرے مزاجِ سامی بخیر ہوں!

آنجناب کا بلا دعر ب کے مشہور اور محقق عالم شیخ محمد علوی مالکی پر تبصرہ اور ان کی کتاب مفاہیم اور اس کے ترجمہ ”اصلاحِ مفاہیم“ پر مبسوط تبصرہ نظر سے گزرا۔ تبصرہ مخلصانہ مگر حد درجہ غیر ناقدانہ اور غیر محتاط ہے، کیونکہ موصوف کی صرف ایک کتاب بلکہ اس کے ترجمہ کو دیکھ کر انہیں بریلوی اور رضا خانی سمجھنا کم از کم ہمارے بزرگوں کا اور آپ جیسے دانش مند شاہکار لکھنے والے کی شان کے لائق نہیں۔ یہ دیکھ کر حد درجہ حیرت ہوئی کہ تبصرہ نگار کو شیخ علوی اور ان کی مطبوعہ اور متداول کتب کے بارے میں معلومات نہیں ہیں یا ان کے تبصرہ میں کوئی کام نہیں لیا گیا۔

حضرت اقدس قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم بوجہ ہم سب کے مخدوم اور کریم بزرگ ہیں، مگر ان کی تحریر اور مزاج اقدس کی پر تشدد جولانیوں میں کبھی کبھی اپنے ہی زیورِ بر ہو جاتے ہیں۔ حضرت والا ہی کے فاضلانہ قلم سے قافلہ حق کے سالار محمود الملتہ والدین حضرت اقدس مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ”احتجاجی مکتوب بنام مولانا مفتی محمود“ جیسا سوہاں روح رسالہ شائع ہوا ہے۔ جس کے بارے میں مولانا مفتی احمد الرحمان صاحبؒ سے گفتگو کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ ہم اہل باطل سے مقابلہ کرتے ہیں تو بفضلہ تعالیٰ کامیاب ہوتے ہیں، لیکن اپنے جو پیچھے سے چھرا گھونپتے ہیں تو اس سے چلا نہیں جاتا۔

حضرت قاضی صاحب کا اخلاص، تدین، منصبِ احقاقِ حق و ابطالِ باطل، ہم جیسے خوردہ نالائق تو کیا اکابرِ صلحاء کے ہاں مسلمہ ہیں، مگر مسلسل رد و قدح کے میدان نے شاید ان کی تحریر میں کچھ اس طرح کی شدت بھی پیدا فرمائی ہے۔

آپ نے اپنی پوری تحریر کی اساس و بنیاد حضرت قاضی صاحب کے انکشافات جو مبتدعین کی جاہلانہ اور مقلوب حکایات پر مشتمل ہے رکھی ہے، میرے خیال میں شیخ علوی کی کتاب آپ نے دیکھی ہی نہیں جس میں انہوں نے محدث کبیر حضرت اقدس الشیخ السید محمد یوسف بنوریؒ کے ساتھ اپنا شرف تلمذ بخاری و ترمذی میں اور حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ سے مؤطا امام مالک اور سنن ابی داؤد میں بلکہ صحیح مسلم

میں بھی اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور دیگر اجلہ علماء دیوبند سے اپنے شرف تلمذ کا ذکر فرمایا ہے۔ شیخ کی کتاب کا نام ”الطالع السعيد المنتخب من المسلسلات والاسانيد“ ہے۔ نیز شیخ علوی جامعہ ازہر جانے سے پہلے جامعہ اسلامیہ (مدرسہ عربیہ) میں سال دو پڑھ چکے ہیں اور اس کا دالہانہ عقیدت و محبت بھرا تذکرہ وہ اپنے حضرات میں اور مجالس میں کرتے رہتے ہیں، حضرت شیخ الحدیث صاحب نے ”آپ بیتی“ وغیرہ میں ان کا محبت بھرا برتاؤ اور ان پر اعتماد کا اظہار فرمایا ہے۔

بلاشبہ شیخ علوی ہمارے علماء دیوبند کی طرح محدثات مرسومہ میں تشدد نہیں ہیں، لیکن وہ رضا خانی یا بریلوی یا بدعتی ہر گز نہیں ہیں، انعقاد میلاد کا مسئلہ خود اجلہ محدثین اور سید الطائفہ حضرت حاجی صاحب بلکہ اوائل عمر میں خود حکیم الامت کے ہاں بھی رہا ہے، علماء کو وسیع علم اور بسیط معلومات کے ساتھ کچھ علاقائی مسائل کا بھی کبھی ساتھ دینا ہوتا ہے، جس میں خطا و صواب کا ایک پہلو غائب رہتا ہے، خدا نخواستہ اگر اس قسم کے تبصرے ہمارے جانے پہنچانے اور معروف معتمدین پر بغیر تحقیق اور چھان بین کے ہونے لگیں تو کہیں مولوی یونس سہارنپوری کی طرح شیخ ابوالوفاء افغانی اور اپنے زمانے کے امام شیخ زاہد الکوثری جیسے اکابر امت پر بدعتی کے احکام صادر نہ ہونے لگیں۔ آنجناب کے بارے میں تو کبھی ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ آپ صوفی اقبال صاحب یا مولوی عزیز الرحمان صاحب کی جماعت تبلیغ یا حضرت شیخ الحدیث صاحب کی نسبت کریمہ کے دوسری طرف ملتفت ہونے سے متاثر ہو کر اس قدر غیر محتاط تبصرہ فرمائیں گے اور یہ کوئی مشکل بات نہیں تھی۔

حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب اسکندر دامت برکاتہم اور خود حضرت مولانا حبیب اللہ مختار صاحب مدظلہ شیخ علوی اور ان کے نظریات مجھ سے زیادہ بہت قریب سے جانتے ہیں، کم از کم ان سے مشورہ ضروری تھا۔ ”بینات“ جو ملک و ملت کا نمائندہ شمارہ ہے اسے کسی ایک فرد تشدد کے صرف اخلاص اور تقدس کا سہارا لے کر ایسے رجال کے خلاف استعمال نہیں کرنا چاہیے جن پر ہمارے بڑے اعتماد کر چکے ہیں، میں نے یہ چند سطور حضرت والا سے قریبی عقیدت اور حضرت کی تحریر اور شوکت تنقید کا غیر مصیب پہلو دیکھ کر لکھی ہیں، اگر تیر نشانے پر بیٹھا تو مناسب اعتدال بینات میں کرنا ہمارے اسلاف کا و طیرہ دیانت رہا ہے ورنہ سقۃ المتاع کی جگہ ردی کی ٹوکری ہے:

بشنود یا تشنود من ہائے ہوئی می کنم

قاضی صاحب دامت برکاتہم کا انکشاف کہ شیخ علوی بریلوی عقیدے کے حامل اور مولوی احمد رضا خان کے بیک واسطہ خلیفہ ہیں اور جناب علوی کی فاضل بریلوی کی عقیدت کا یہ عالم ہے کہ وہ احمد رضا خان کے بارے میں لکھتے ہیں:

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (520)

واقعی یہ انکشاف و تحقیق عجیب تو کچھ نہیں غریب و مسکین ضرور ہے، کیونکہ اس کا حوالہ مولوی غلام مصطفیٰ مبدع ہے اگر واقعی شیخ علوی کو مولوی احمد رضا سے یہ عقیدت ہے تو اجلہ علماء دیوبند کو انہوں نے مشارح حدیث کیسے تسلیم کیا ہے جن کے بارے میں مولوی احمد رضا خان لکھتے ہیں:

”دیوبندی عقیدہ رکھنے والے کافر اور اسلام سے خارج ہیں“ [فتاویٰ رضویہ: ۲۲۲/۴]

اور ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ:

”مولوی غلیل احمد، رشید احمد اور غلام احمد اور اشرف علی، من شک فی کفر ہم و عذا بہم فقد کفر“

صرف ضیاء الدین مقدسی سے اور اد میں اجازت لینے سے علوی صاحب علماء دیوبند کے مخالف اور رضا خانی بدعتی بننے میں تو حضرت بنوریؒ، حضرت مفتی محمد شفیعؒ اور حضرت شیخ الحدیثؒ اور حضرت مولانا عبدالغفور مدنی رحمہم اللہ سے اسانید حدیث اور اجازت اور اد سے اہل حق کے قریب کیوں نہیں مانے جاتے امید ہے کہ ان مختصرات پر آپ غور فرمائیں گے:

اندک پیش تو گفتم غم دل ترسیدن

کہ دل آزرده شوی ورنہ سخن بسیار است

یہ خوش فہمیاں تو اہل حق کو بھی لاحق ہو جاتی ہیں جیسے آپ کی تحریر میں اور قاضی صاحب کی تحریر میں احمد رضا کے لئے مولانا اور مرحوم کے الفاظ لکھنا بھی مبدع کے ساتھ لائق برتاؤ و روش کے خلاف ہے جس کے رد میں بہت کچھ مواد موجود ہے تاہم شیخ علوی کی ضیاء مقدسی بدعتی اور مولوی احمد رضا جیسے مبدع کے بارے میں خوش فہمی اس درجہ کی ہے ورنہ وہ علماء دیوبند کے شاگرد اور ان کی مستفید اور ان کے حد درجہ معتقد اور معترف ہیں۔ جو ان شاء اللہ العزیز آپ کے سامنے بتدرج آئے گی۔ والسلام مع التحیہ والا کرام خاد مکم الفقیر

محمد زرولی خان عفی عنہ..... ۲۴ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت مخدوم و محترم جناب مولانا زرولی خان صاحب، زیدت مکارم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱..... ”اصلاح مفاہیم“ کے بارے میں اس ناکارہ و نابکارہ کی جو تحریر شائع ہوئی ہے اس کے

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (521)

بارے میں آنجناب کا کرامت نامہ موصول ہو کر موجب امتنان ہوا، آنجناب کو اس ناکارہ کی ”غیر ناقدانہ وغیر محتاط“ تحریر سے اذیت پہنچی اس پر نادم ہوں، میرے قلم سے جو لفظ ایسا نکلا جو رضائے الہی کے خلاف ہو، اس پر بارگاہ الہی سے صدق دل سے توبہ کرتا ہوں، اور آنجناب سے اور آپ کی طرح دیگر احباب سے، جن کو اس تحریر سے صدمہ پہنچا ہو، غیر مشروط معافی کا خواستگار ہوں۔

۲..... جو جو الفاظ آنجناب کو غیر ناقدانہ اور غیر محتاط محسوس ہوئے ہوں، ان کو نشان زدہ کر کے بھیج دیجیے، میں ان سے رجوع کا اعلان کر دوں گا، اور انکی جگہ جو محتاط الفاظ استعمال ہونے چاہئیں وہ بھی لکھ دیئے جائیں۔

۳..... شائع شدہ تحریر کے صفحہ ۲۹ سے صفحہ ۴۱ تک جو کچھ لکھا ہے وہ جناب شیخ محمد علوی مالکی کو ”ایک خوش عقیدہ عالم“ سمجھ کر لکھا ہے، جس کی تصریح صفحہ ۴۱ کے نکتہ ۵ کی پہلی دوسطروں میں موجود ہے، البتہ نمبر ۵ سے جو عبارت شروع ہوتی ہے۔ وہ جناب قاضی صاحب کے انکشافات پر مبنی ہے، یعنی صرف دو صفحے کی تحریر، لیکن آنجناب نے میری پوری تحریر ہی کو جناب قاضی صاحب کی تقلید کا نتیجہ قرار دے دیا۔

۴..... قاضی صاحب نے ”جہان رضا“ کا حوالہ دیا ہے، جو فروری ۱۹۹۲ء میں شائع ہوا، ساڑھے تین سال بعد اس ناکارہ نے قاضی صاحب کے حوالہ سے اس کا فوٹو شائع کر دیا تو سارا نزلہ اس ”غریب مسکین“ پر آگرا، تین ساڑھے تین سال تک کسی عقیدت کیش کو خیال تک نہیں آیا کہ شیخ علوی کو خانوادہ بریلویت سے منسلک کیا جا رہا ہے۔

۵..... ”جہان رضا“ میں ”خانوادہ بریلی کا ایک عرب مفکر“ کے عنوان سے ”فضیلۃ الشیخ پروفیسر ڈاکٹر محمد علوی الحسنی المالکی مدظلہ“ پر پورا ایک مضمون شائع ہوتا ہے، جس میں اعلان کیا جاتا ہے کہ ”آپ کے دادا اور والد گرامی دونوں شہزادہ اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا تھے، اور آپ خلیفہ اعلیٰ حضرت، خطیب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔“ پاکستان کے کسی دیوبندی حلقہ سے اس کے بارے میں ”صدائے برخواست“ تین سال کے بعد اگر قاضی صاحب ”جہان رضا“ کے اس مضمون کا فوٹو شائع کر رہے ہیں، اور یہ روسیہ اس کا حوالہ دے ڈالتا ہے تو یہ روسیہ بھی مجرم اور قاضی صاحب بھی متشدد۔ إنا لله وإنا إليه راجعون۔

۶..... شیخ علوی کی تالیف لطیف ”الطالع السعيد“ کا مطالعہ واقعی اس مجہول مطلق نے نہیں کیا، اس میں ملاحظہ فرمایا جائے، اسمیں کسی بدعتی کا تذکرہ تو نہیں ہے؟ اگر واقعی ایسا ہو تو کیا تعجب کہ ”جہان رضا“ کی روایت (جس کی تردید آج تک اس روسیہ کے علم میں نہیں آئی) بھی کچھ غلط نہ ہو، کیونکہ خواجہ حافظ بہت پہلے فرما گئے ہیں:

”اے کیک خوش خرام کجا مے روی بنا
غرہ مہو کہ گربہ زاہد نماز کرد۔۔“

اور یہ بھی ممکن ہے کہ:

معشوق ما بہ مشرب باہر کس برابر است
باما شراب خورد و بازاہد نماز کرد

۷:..... جناب علوی صاحب کی دوسری کتابوں میں ان کی کتاب ”حول الاحتفال النبوی“ بھی تو ہے، جس کو بریلوی حضرات نے اردو میں شائع کیا ہے، آنجناب نے انعقاد میلاد کے لئے ”سید الطائفہ“ کا حوالہ تو دیدیا، لیکن یہ نہیں دیکھا کہ اعظم خلفا (اور ہمارے اکابر دیوبند) کا طرز عمل اس بارے میں کیا رہا؟ اور آج شیخ علوی مالکی کی کتاب پر جو ”دیوبندی بریلوی اتحاد“ کی تحریک چل رہی ہے اس کا انجام کیا ہوگا؟

۸:..... اس ناکارہ نے تو ”اصلاح مفاہیم“ کے ایک دو حوالے، بطور نمونہ دیئے تھے، جس میں موصوف نے اپنے نقطہ نظر سے اختلاف کرنے والوں پر کم عقلی، کم فہمی، تنگ نظری، بد فہمی اور جہالت و تعنت کے فتوے صادر فرمائے ہیں، کتاب کا خود مطالعہ فرمالیجئے اور پھر بتائیے کہ ہمارے اکابر تو ان فتوؤں کی زد میں نہیں آئے؟

آخر میں سمع خراشی کی معافی چاہتے ہوئے اصلاح کا طالب ہوں، یہ ناکارہ تو واقعی ”نہ تین میں ہے نہ تیرہ میں“ میرے اکابر جو فرمائیں ان کا مقلد محض ہوں، اور آپ حضرات جو اصلاح فرمائیں وہ سر آنکھوں پر۔

”اللهم إني أعوذ بك من شر نفسي، ومن شر الشيطان وشر كه

ومن الفتن ما ظهر منها وما بطن“.

والسلام..... محمد يوسف عفا الله عنه

۱۹۹۶/۱/۲۹ء

[مطبوعہ: آپ کے مسائل اور ان کا حکم، جلد ۱۰]

جناب محمد ابو زبیر سکھر کا خط..... اور حضرت لدھیانویؒ کا جواب

بخدمت اقدس حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دامت برکاتہم

سلام مسنون

ماہنامہ بینات کا بندہ مستقل خریدار ہے محرم الحرام کا رسالہ پڑھ کر بندہ حیران ہوا کہ ”اصلاح مفاہیم“ کے سلسلے میں اختلاف کچھ کم ہوا تھا کہ جناب کے مضمون نے تیل چھڑکنے کا کام کیا۔ آپ تو جانتے ہیں کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی تڑپ خانقاہوں کو آباد کرنے کی تھی، اس کے لئے آپ نے آخری عمر میں مختلف سفر بھی کئے حضرت کے وصال کے بعد حضرت شیخ کی تڑپ کو لے کر چلنے والے اگر کوئی ہیں تو وہ یہ ہیں حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا عزیز الرحمان صاحب دامت برکاتہم، یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے خانقاہوں کو آباد کرنے کے لئے رات دن ایک کر دیا اور اس اہم کام کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا اور پوری دنیا میں جگہ جگہ اس کام کے لیے یہ حضرات سفر فرما رہے ہیں، اس وقت ان حضرات کے اخلاص کی برکت ہے کہ جگہ جگہ ذکر و درود شریف کی مجالس قائم ہو گئیں اور روزانہ لاکھوں مرتبہ درود شریف پڑھا جا رہا ہے، غالی ممتیوں نے پوری کوشش کی کہ کسی طرح ان کا راستہ بند کیا جائے آخر کار ان کو یہ موقع ملا اور اصلاح مفاہیم کے اختلاف کو اتنا بڑھایا گیا گویا کہ کفر و اسلام کی جنگ ہو رہی ہے اور ہمارے مخلص حضرات نے اپنے رسالے میں اختلاف کو بڑھانے کے لیے وقف کر دیئے اس کتاب کو مشہور کرنے والے درحقیقت یہی لوگ ہیں ورنہ اس کتاب کو کوئی جانتا بھی نہیں تھا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اصلاح مفاہیم پر تقریظیں لکھنے والے کئی ایک بزرگ ہیں لیکن جب تبصرہ کیا جاتا ہے تو سب کو چھوڑ کر حضرت مولانا عزیز الرحمان صاحب دامت برکاتہم پر نزلہ اتارا جاتا ہے اس کو نا انصافی نہ کہیں تو اور کیا کہیں آئینہ جناب نے بھی اپنے تبصرہ میں اس نا انصافی کا مظاہرہ کیا ہے آپ جیسے مخلصوں سے ایسی توقع نہ تھی یہیں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت شیخ کے مشن کو لے کر چلنے والوں کے خلاف ایک بہت بڑی سازش کی جا رہی ہے اور ان کو بدنام کیا جا رہا ہے اور اب تو ذلتیات تک نوبت پہنچ گئی ہے جس کی لپیٹ میں آئینہ جناب بھی ہیں کہ ایک نجی خط کو شائع کر کے عوام کو ان حضرات سے دور کرنے کی کوشش کی ہے ایک نجی خط تھا اس کو ویسے ہی جواب دے دیا جاتا آئینہ جناب کا قلم غیروں کے مقابلے میں اپنوں کے لئے بہت سخت تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ مکی مالکی صاحب نے وہ کتاب سلفیوں کے خلاف لکھی ہے تبصرہ کے شروع میں آنجناب نے بھی یہی فرمایا لیکن آگے چل کر حضرت قاضی صاحب نے انکشاف فرمادیا کہ وہ ہمارے علماء کے بارے میں لکھا ہے عجیب بات ہے کہ ہم خود اپنے اکابرین کو گالیاں دلوا رہے ہیں مکی مالکی صاحب نے اپنی کتاب شفاء الفواد میں ہمارے اکابرین کا تذکرہ بڑے عمدہ طریقے سے کیا ہے اور ”المہند“ سے تقریباً چھ صفحات اپنی کتاب میں ذکر کئے اور ہمارے اکابرین کا کبار محمد شین فی الہند کے نام سے تذکرہ کیا۔ حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب نے بتایا کہ مکی مالکی صاحب حضرت شیخ کی خدمت میں حاضری دیتے اور حضرت شیخ ان کو سید ہونے کی وجہ سے اپنے ساتھ بٹھاتے تھے اور آج بھی مالکی صاحب کے ہاں ”حیات صحابہ“ کی تعلیم کرائی جاتی ہے۔ حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی نے بتایا کہ مکی مالکی صاحب جب پاکستان تشریف لائے تو میں خود ان کے ساتھ تھا مختلف علماء کرام سے انہوں نے اصلاح مفاہیم پر تقریریں لکھوائیں تو حضرت مکی صاحب نے عرض کیا کہ: ”کچھ تقریریں بریلوی علماء سے بھی لکھوائیں۔“ اس پر مکی مالکی صاحب نے فرمایا کہ ان میں کوئی بڑا عالم نہیں ہے اب آپ بتائیں ایسے شخص کو جو ہمارے اکابر کی خدمت میں بھی حاضری دے، ہمارے بزرگوں کا تذکرہ بھی کرے اور ہمارے حضرات کی کتاب کی تعلیم بھی کرائے اس کو ہم زبردستی بریلوی بنانے کی کوشش کریں اور سلفیوں کے متعلق اس نے جو کچھ لکھا اس کو اپنے اکابر پر چسپاں کر دیں یہ کہاں کا انصاف ہے آنجناب کو اگر مالکی صاحب کے بارے میں کچھ معلوم ہی کرنا تھا تو وہ آپ حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی سے معلوم کرتے، حضرت قاضی صاحب کو ان کے بارے میں کیا علم ہے ان کے حالات تو وہی بتا سکتا ہے جو مکہ شریف میں ان کے قریب ہو، حضرت قاضی صاحب کا حال تو یہ ہے کہ بندہ کی پچھلے مہینے ملاقات ہوئی۔ نعل شریف پر کچھ بحث چل پڑی، بندہ نے عرض کیا کہ میرا تعلق حضرت شیخ نور اللہ رحمہ اللہ سے ہے اور انہوں نے اپنی کتابوں میں اس کے فوائد ذکر کئے ہیں اس پر حضرت قاضی صاحب نے فرمایا کہ حضرت شیخ کو چھوڑ دو ان کی بات کیوں مانتے ہو حضرت تھانویؒ کی بات مانو، اب ان کو تو حضرت شیخ سے اتنا بغض ہے اور آنجناب ان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

پھر مکی مالکی صاحب مکہ شریف میں ہیں وہاں پر دنیا بھر کے لوگ آتے ہیں ہر مسلک والے آتے ہیں اور ان سے بھی مل لیتے ہیں اور ملاقات کے دوران مالکی صاحب ان کی تعریف فرمادیتے ہیں تو کیا اس کی وجہ سے وہ کٹر بریلوی ہو گئے؟

آنجناب نے یہ بھی الزام لگایا کہ حضرت صوفی صاحب وامت برکاتہم نے حضرت شیخ رحمہ اللہ سے بے وفائی کی ہے کہ مالکی صاحب کے حلقہ میں داخل ہو گئے ہیں۔

کاش کہ آنجناب اس کی تحقیق فرمالیتے مالکی صاحب کی کیا حیثیت ہے حضرت صوفی صاحب زید

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (525)

مجدد کے مقابلے میں یہ سراسر حضرت پر بہتان ہے قیامت کے دن ان جھوٹے الزامات کا جواب دینا ہوگا حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم پر ہزار کی مالکی جیسے قربان ہو جائیں۔

ماہنامہ بینات کے مدیر حضرت ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب بھی مالکی صاحب کے اور ان کی کتاب کے مداح ہیں آنجناب ان سے تحقیق فرمائیے۔

چند دن قبل بندہ کا صوبہ سرحد جانا ہوا کئی علما سے اس سلسلے میں بات ہوئی اکثر علماء کی رائے یہ تھی کہ آنجناب ایک بڑی شخصیت ہیں آپ کا ایک علمی مقام ہے آپ کو ایسی باتیں نہیں لکھنی چاہئیں تھیں۔ تحریر کی طوالت کی معافی چاہتا ہوں اگر کوئی سخت بات محسوس ہو تو اس کی معافی چاہتا ہوں اللہ پاک تمام قلوب کو حق پر جمع فرما دے امید ہے کہ دعوات صالحہ میں فراموش نہیں فرمائیں گے۔

والسلام..... محمد ابو زبیر سکھر



حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخدوم و کرم! زیدت مکارمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نامہ کرم لائق صدا احترام و اکرام ہوا، یہ ناکارہ واقعہ ”نہ آناں میں سے نہ ایناں میں“ ”نہ تین میں نہ تیرہ میں“

آنجناب کا گرامی نامہ تین مضامین پر مشتمل ہے،

۱:..... اکابر ثلاثہ (صوفی صاحب، مولانا مکی اور مولانا عزیز الرحمان دامت برکاتہم وزیدت فیوہم) کا شیخ نور اللہ مرقدہ کے فیض کو عام کرنا، اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اخلاص کے ساتھ مزید ترقیات سے نوازیں، یہ ناکارہ ان پر اسی طرح پر رشک کرتا ہے جس طرح ایک فقیر بے نوا کسی رئیس پر رشک کرے، اس لئے اس ناکارہ نے بلا تکلف اپنے خط میں لکھا ہے:

”حضرت مولانا عزیز الرحمان مدظلہ کے ساتھ اس ناکارہ و روسیہ کا بھی تعلق ہے، وہ میرے خواجہ تاش ہیں، اور اس ناکارہ سے کہیں بہتر افضل ہیں۔“

لہذا اس ضمن میں تو آنجناب نے میری معلومات، اور میرے حسن ظن میں کوئی اضافہ نہیں فرمایا۔

۲:..... شیخ علوی مالکی کے بارے میں جو کچھ لکھا وہ بریلویوں کے پرچہ جہان رضا کے حوالے سے لکھا، اگر یہ غلط ہے تو بہت آسان بات ہے شیخ علوی مالکی صاحب سے ”جہان رضا“ کے مندرجات کی تردید

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاحِ مفاہیم..... (526)

کرا دی جائے میں اس تردید کو شائع کر کے اپنی تفریحات واپس لے لوں گا۔

۳:..... حضرت صوفی صاحب مدظلہ کے بارے میں ایک ثقہ راوی کی سماعی روایت درج کی ہے، اگر یہ غلط ہے تو اس سے توبہ کرتا ہوں، اور موصوف سے بھی معافی چاہتا ہوں، مناسب ہوگا کہ اس روایت کی تردید حضرت صوفی صاحب زید مجدہ ہی سے کرا دی جائے تاکہ اس کو شائع کر کے اس کے ساتھ اپنا توبہ نامہ بھی شائع کر دوں۔

ان امور کے علاوہ جو بات بھی اس ناکارہ نے غلط لکھی ہو اس کی نشاندہی فرمادی جائے اس سے بلا تکلف رجوع کر لوں گا، امید ہے مزاج بعافیت ہوں گے، دعاؤں کا محتاج اور ملتی ہوں۔

والسلام..... محمد یوسف عفا اللہ عنہ..... ۱۴۱۶/۲/۲۱ھ

[مطبوعہ: آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد ۱۰]

تذکرہ علامہ تونسویؒ

تالیف: حضرت مولانا علامہ عبدالغفار تونسوی مدظلہ

جس میں ترجمان اہل سنت، استاذ المناظرین وکیل صحابہ و اہل بیت حضرت مولانا علامہ محمد عبدالستار تونسوی رحمہ اللہ کی حیات سے وفات تک کے روح پرور اور وجد آفریں حالات و واقعات آسان انداز میں تحریر کیے گئے ہیں۔ نیز معاصر علمائے کرام اور آپؒ کے تلامیذ و متعلقین کے مضامین اور منظوم کلام بھی کتاب کی زینت ہیں۔

صفحات: 1000..... قیمت: 500 علاوہ ڈاک خرچ

رابطہ: دفتر تنظیم اہل السنۃ والجماعۃ، چوک نواں شہر، ملتان

جامعہ عثمانیہ، جامع مسجد قبا، تونسہ شریف

مکتبہ صفدریہ بہاول پور 7790908-0301

جامعہ حقانیہ، ساہیوال سرگودھا 4843429-0301

جناب اختر علی عزیزی کا خط..... اور حضرت لدھیانویؒ کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تا تو بیدار شوی نالہ کشیدم ورنہ
عشق کا ریت کہ بے آہ و فغان نیز کنند
محترمی جناب مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج بخیر!

اگرچہ بندہ ماہنامہ ”بینات“ کا خریدار نہیں تاہم مستقل قاری ضرور ہے اور آپ کے ادارے اور بیانات محبت سے دیکھتا ہے لیکن اس شمارہ محرم الحرام میں آپ کا مضمون ”کچھ اصلاح مفاہیم کے بارے میں“ نظر سے گزرا، اپنے پیرومرشد، ولی کامل، عالم باعمل حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ کے باغ تصوف اور چمنستان سلوک کے حقیقی وارث و نگران مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عزیز الرحمان صاحب دامت برکاتہم کے متعلق آپ کے تحریر کردہ مضمون کا مطالعہ کیا، فطری بات ہے کہ حزن و ملال سے رنجیدہ اور غم و فکر سے ٹنڈا ہوا، جناب محترم! آپ نے ایک ایسے عظیم مجاہد کے خلاف (بدون تحقیق کے) اوراق کثیرہ سیاہ کئے ہیں جو کہ ہر باطل کے خلاف سیف بے نیام ہو کر میدان عمل میں کودتے ہیں۔ رد و رافض کا فریضہ ہو، یا مودودی صاحب کے غلط نظریات پر ضرب کاری کا۔ مرزاہیت کا جنازہ نکالنا ہو یا توہین رسالت کیس، ڈاکٹر اسرار احمد کا تعاقب ہو یا پروفسر طاہر القادری کا مقابلہ ہر موقع پر یہ مجاہد فی سبیل اللہ اغیار اور اسلام دشمن قوتوں کا قلع قمع کرتے ہیں اور مع ہذا مثبت رویہ اور تعمیری سوچ رکھتے ہوئے اکابر علماء دیوبند کے نقش قدم پر خصوصاً اپنے شیخ قدس سرہ کی نیابت کرتے ہوئے ہزاروں مخلوق خدا کو اللہ کا پیارا نام سکھایا اور ان کی وساطت سے ان بندگان خدا کا تعلق اپنے مولیٰ کریم سے بن گیا۔ (اگر اغماض نہ فرمائیں تو آپ بھی اس کے قائل ہوں گے) آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کی توجہ و برکات سے اور اسلوب اکابر اپنانے کی وجہ سے راولپنڈی میں (اور جہاں جہاں ان کے مسترشدین ہیں ان کے علاقوں میں بھی) کتنی مساجد بریلوی مکتب فکر والوں سے آزاد ہو کر دیوبندیوں کے ہاتھ آ گئی ہیں، خود راقم سطور کا جو علاقہ ہے کانگ ضلع مردان، پہلے بریلوی کے قبضہ میں تھا ہمارے پانچ چھ علماء کرام (جو کہ جدید مدرس عالم ہیں اکوڑہ خٹک اور امداد العلوم پشاور سے فارغ التحصیل ہیں اور حضرت مولانا عزیز الرحمان صاحب زید مجدہ سے بیعت ہیں) نے

یہاں اپنے شیخ کے اصول پر کام شروع کیا۔ الحمد للہ کہ کافی علاقہ بریلویت کے زہر سے بچ گیا لیکن نہ جھگڑا ہوا، نہ خون خرابہ، اپنے اکابر کے طرز پر ذکر و درود شریف اور تصوف کا راستہ اختیار کر کے بریلویت کا جنازہ نکل گیا، جس کی تصدیق آپ مولانا عطاء الرحمان صاحب اور مولانا امداد اللہ صاحب مدرسین جامعہ بنوری ٹاؤن سے کر سکتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے علاقے کے رہنے والے ہیں۔

میرے محترم! آپ نے کتاب ”اصلاح مفاہیم“ اور اصل عربی کتاب پر جو تبصرہ کیا ہے عجیب ہے آپ نے لکھا ہے ”جن حضرات نے اس پر تقریظات ثبت کی ہیں اس ناکارہ کا احساس ہے کہ کہ انہوں نے بے پڑھے محض مولف کے ساتھ حسن ظن اور عقیدت سے مغلوب ہو کر لکھ دی ہیں“ (ص: ۳۰) بات یہ ہے کہ آپ نے صرف کتاب کو دیکھا ہے لیکن کتاب کے پس منظر اور پیش منظر سے اطلاع حاصل نہیں کی ہے۔ واقعہ اس کا شاہد ہے کہ جن حضرات نے تقریظات ثبت کی ہیں وہ بعد مطالعہ کتاب کی ہیں مثلاً شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلوی مرحوم نے بغیر مطالعہ کے تقریظ کرنے سے معذرت ظاہر کی تھی پھر جب مطالعہ فرمایا تو تقریظ ثبت فرمائی (اس کی آپ معلومات کر سکتے ہیں) اس طرح باقی حضرات کے تقریظ بھی، لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کا احساس مبارک مبنی بر غلط ہے اور ان حضرات نے تقریظات کتاب پڑھ کر عقیدہ رکھتے ہوئے اظہار حق کی بنیاد پر ثبت فرمائی ہیں۔ پھر آپ نے لکھا ہے ”اگر کسی نے پڑھا ہے تو اس کو ٹھیک طرح سمجھا نہیں، نہ ہمارے اکابر کے مسلک کو صحیح طور پر ہضم کیا ہے الخ“ (بینات ص: ۳۱) تو یہ بھی علم کے سمندر پر اجارہ داری اور ٹھیکیداری کا دعویٰ ہے کہ صرف آپ کا مطالعہ اور فہم ٹھیک ہے باقی تمام حضرات (شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلوی، شیخ الحدیث مولانا سید حامد میاں صاحب، خلیفہ شیخ الاسلام حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ امیر جمعیت علماء اسلام، جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے ناظم تعلیمات مولانا عبدالرزاق اسکند صاحب، شیخ الحدیث مولانا عبدالکریم صاحب کلاچی، مولانا عبدالقادر آزاد، شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید صاحب، دامت برکاتہم العالیہ اور ان جیسے بیسیوں حضرات علما کرام کا ہاضمہ خراب ہے۔ نہ کتاب کے نام کا مفہوم سمجھتے ہیں اور نہ اکابر علما یوبند (کثر اللہ جماعتہم) کے مذاق سے واقفیت۔ شاباش! بایں عقل و دانش بیاہر گریخت۔

پھر تو وہی بات ثابت ہوئی جس سے آپ انتہائی حد تک اظہار بیزار ی کر چکے ہیں کہ ”اب ہمارے استبداد رائے کا ایسا غلبہ ہے کہ نہ کوئی کسی کی سننے کو تیار نہ ماننے کو الخ“ (بینات ص: ۳۴) لیکن اس تحریر کے باوجود آپ اپنی رائے کو حرف آخر اور وحدہ لا شریک لہ مانتے ہیں باقی تمام اکابر علماء کا ہاضمہ خراب ہو گیا بلکہ کتاب کے نام تک نہیں پہنچ سکے پس مثل سائر صادق ہوا:

فر من المطر ووقع تحت المیزاب

آپ نے صاحب کتاب پر تنقید کی ہے کہ اس نے داعیانہ اسلوب اور مصلحانہ انداز مخاطب اختیار

نہیں فرمایا الخ“ (بینات ص: ۳۸) تو راقم کہتا ہے:

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر
دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

آپ نے خود حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے محبوب خلیفہ سر حلقہ عشاق جناب حضرت صوفی اقبال صاحب زید مجید ہوشیار پوری ثم المدنی اور مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عزیز الرحمان صاحب اور داعی کبیر مولانا عبد الحفیظ صاحب مکی اور دیگر خلفاء کرام کو (جو ابھی تک حقیقی طور پر حضرت شیخ قدس سرہ کے مشن کے نگہبان ہیں) اپنے شیخ کے ساتھ بے وفائی کا طعنہ دیا ہے اور اپنے شیخ سے بے وفائی نعوذ باللہ من ذلک وہ شخص ہی کر سکتا ہے جو کم عقل، کم فہم، تنگ نظر، جاہل، بد فہم اور معصت ہو تو جو الفاظ علوی مالکی نے اپنے مخالفین (متشدد سلفی حضرات) کے حق میں استعمال کئے ہیں وہ آپ نے حضرت شیخ کے محبوب خلفاء کرام کے حق میں لکھ دئے تو پھر کیوں آپ کا انداز متخاطب داعیانہ اور مصلحانہ ہے اور شیخ علوی کا مناظرانہ و مجاہدانہ؟

ایں گناہیست کہ در شہر شامیز کنند

باقی ہمارے شیخ مولانا عزیز الرحمان صاحب مدظلہ کے کسی مرید کا خط جو آپ نے نقل کیا ہے کہ حضرت مولانا تبلیغی جماعت کے خلاف ذہن بناتے ہیں۔ (بینات ص: ۴۵) تو یہ محض جھوٹ، بہتان اور ان پرانتر ہے لعنة الله على الكاذبين۔ راقم کا تعلق حضرت مولانا کے ساتھ اس وقت سے قائم ہے جب کہ بندہ مختصر المعانی پڑھ رہا تھا، اور الحمد للہ سال رواں بندہ کی تدریس کا چھٹا سال ہے لیکن تاہنوز ہم نے حضرت مولانا صاحب سے اہل تبلیغ اور جماعت والوں کے متعلق سوائے خیر خواہی کے کچھ نہیں سنا۔ رہا بعض مبلغین کی کچھ خامیوں کی نشاندہی کرنا، تو اسے تبلیغ کی مخالفت کہنا اور حضرت شیخ کے مشن سے بے وفائی ٹھہرانا سوء ظن ہے۔ اگر بعض مفاد پرست علما پر اعتراض برداشت کیا جاتا ہے اور اسے علم اور علماء کی مخالفت سے تعبیر نہیں کیا جاتا یا بعض جاہل متصوفین پر بغرض اصلاح طعن کی جاتی ہے اور اسے تصوف کی مخالفت نہیں سمجھا جاتا (بلکہ حق پرست لوگ خیر خواہی سمجھتے ہیں) تو پھر ناواقف مبلغین کی اصلاح کے لئے اگر ایک عالم باعمل (جو کہ حضرت شیخ کے مشن کا باغبان بھی ہو) کسی غلطی کی نشاندہی فرمائے تو وہ کیسے تبلیغی جماعت کی مخالفت اور حضرت شیخ رحمہ اللہ سے بے وفائی ہوگی؟ آپ نے بغیر تحقیق کئے ایک شخص کے خط پر (خدا جانے وہ کون ہے؟ اصدق واکذب) ہمارے شیخ پر بے جا تنقیدات و اعتراضات کا دروازہ کھولا ہے اور اپنے دل کی بھاپ نکالی ہے، کاش کہ آپ اوراق لکھتے وقت فتیینو ان تصیبوا قوما بجهالة فتصبحو اعلیٰ ما فعلتم نادمین ذہن میں لاتے اور ایک مجہول شخص کی وجہ سے ایک معروف خدا رسیدہ عالم پر نہ برستے، پھر ظلم یہ کہ اس شخص نے آپ سے استفسار کیا ہے آپ اسے جواب دیتے لیکن ماہنامہ ”بینات“ میں اس کے چھاپنے کی کیا ضرورت

تھی؟ صرف حضرت مولانا صاحب کے متوسلین کے قلوب کو آزار؟

معہذا ستم بالائے ستم یہ کہ کتاب ”مفاہیم“ پر تقریظات تو مختلف علما کرام نے کی ہیں لیکن ہدف اعتراض صرف مولانا عزیز الرحمان صاحب ہیں، کیا انہوں نے کسی کا باپ مارا ہے؟ آپ کم از کم جامعہ کے ناظم تعلیمات سے نمٹ جائیں:

تمہاری زلفوں میں آئی تو حسن کھلائی
وہ تیرگی جو میرے نامہ سیاہ میں تھی

باقی آپ نے جن اکابر کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے اکابر کا مسلک صحیح طور پر ہضم نہیں کیا ہے ان میں سے شیخ الحدیث حضرت مولانا حامد میاں صاحب اور شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلوی اب اس دار فنا سے تشریف لے جا چکے ہیں اور آپ مکرر سہ کرران کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ انہوں نے حسن ظن سے کام لیا ہے مطالعہ نہیں کیا ہے ایسا نہیں کرنا چاہیے وغیرہ وغیرہ تو کیا اموات کے متعلق ایسے اقوال کہنا (جب کہ وہ مبنی بر حقیقت بھی نہیں جیسا کہ سابق میں گزرا) بے ادبی نہیں ہوگی؟ اگرچہ آپ کہتے ہیں ”اس کو ان بزرگوں کے حق میں سوء ادب کا ارتکاب نہیں سمجھنا چاہیے“ (بینات ص: ۳۷) لیکن یہ ضرور سوء ادب ہوگا جب کہ اکابر کے سروں پر ایسے امور تھوپ دیئے جائیں جن سے وہ بری ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہے، ہم نے کتاب کو دیکھا مطالعہ کیا اور اسے معتدل اور جامع پایا وغیرہ اور آپ احتمالات کا سہارا لیکر فرماتے ہیں محض حسن ظن ہے، تو آپ کی توجیہ برائے کلام اکابر توجیہ الکلام بما لا یرضی بہ قائلہ کے قبیل سے ہے۔

یہ تمام امور اس پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ قاضی مظہر حسین صاحب سے متاثر ہیں۔ اور ان کا پریشتر آپ پر پڑا ہے لیکن یاد رہے کہ قاضی مظہر حسین صاحب نے کسی کو معاف نہیں کیا ہے۔ پرانے تو پرانے ہیں اپنوں پر ایسی یلغار کرتے ہیں جیسے کہ کفر و اسلام کی جنگ ہو۔ حضرت مولانا مفتی محمود اور حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی کے ساتھ ان کی لڑائی ہوتی رہی، اس کے بعد مولانا حق نواز شہید کے ساتھ، مولانا سمیع الحق صاحب، مولانا فضل الرحمن صاحب، مولانا ضیاء الرحمان فاروقی، مولانا عبد اللہ صاحب خطیب اسلام آباد، مولانا اعظم طارق، مولانا اسحاق سندیلوی اور ان کے علاوہ مختلف علما کرام کے ساتھ جہاد کبیر کرتے رہے یہی وجہ ہے کہ تحریک خدام اہل سنت سن صفر سے شروع ہو چکی ہے اور ابھی تک صرف چکوال اور جہلم کے مضافات سے باہر نہ نکل سکی کیونکہ کل قاضی صاحب جن کے دوست تھے آج ان کے دشمن، اور آج جن کے دوست ہیں کل ان کے ساتھ میدان کارزار میں ہوں گے۔

آپ لکھتے ہیں کہ اگر حضرت شیخ کی نسبت کا رنگ غالب رہتا الخ۔ (بینات ص: ۴۷) تو جناب مکرم! حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی نسبت کا رنگ جتنا حضرت مولانا عزیز الرحمان زید مجدہ پر چڑھ گیا ہے اس

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (531)

کی نظیر نہیں ملتی، بلکہ کئی چیدہ چیدہ علماء کرام سے سنا ہے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے حقیقی وارث اور نعم البدل حضرت مولانا عزیز الرحمان صاحب ہیں اور جتنا کام ردِ فرق ضالہ و باطلہ کا ان سے اللہ تعالیٰ نے لیا وہ بھی قابلِ رشک ہے، لہذا ایسی شخصیت کے متعلق بدون تحقیق ایسی باتیں منسوب کرنا کسی طرح زیب نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے، ممکن ہے خط میں بعض جملے ناخوشگوار ہوں لیکن مجروحِ قلب سے نکلے ہیں لہذا برداشت کیا جائے، مع ہذا معافی کا خواستگار ہوں۔

راقم سطور..... بندہ اختر علی عزیزی

خادم دارالعلوم فاروقیہ کائنات ضلع مردان ۳ صفر ۱۴۱۶ھ

حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخدوم و معظم زیدت الطافہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محبت نامہ موصول ہو کر موجب عزت افزائی ہوا، یہ ناکارہ اپنے اسی مضمون میں لکھ چکا ہے کہ یہ ”نہ تین میں ہے نہ تیرہ میں“ میں کیا، اور میری رائے کیا؟ کوئی لفظ صحیح لکھا گیا تو مالک کی عنایت، ورنہ اس روسیاء کی تحریر حرفِ غلط کی طرح مٹا دینے کے لائق ہے، اس ناکارہ کو علم کجا؟ انسانوں کی صف میں شمار کرنے کی گنجائش نہیں، کہ یہ خود اپنے کو بہائم سے بدتر سمجھتا ہے۔ اِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِي اللَّهُ بِرَحْمَتِهِ

میرے اکابر میری تحریر کے جس لفظ کے بارے میں فرمادیں کہ یہ غلط ہے، اس سے بغیر کسی بحث کے توبہ کرتا ہوں، اس ناکارہ نے کتاب کے بارے میں لکھا تھا کہ یہ ہمارے اکابر کے ذوق و مسلک کی ترجمان نہیں، دیوبندی بریلوی متنازع فیہ مسائل میں ہمارے اکابر کو مخالفین کی جانب سے جو کہا گیا، اور کہا جا رہا ہے، ان مسائل میں ہمارے اکابر سخت پر تھے، یہ ناکارہ، کم فہم ان مسائل میں کسی چلک کو گوارا نہیں کرتا، نہ مصالحت کو صحیح سمجھتا ہے، جن بزرگوں نے اس کتاب کو ہمارے اکابر کے مسلک کی ترجمان قرار دیا ہے ان کے بارے میں اپنا احساس لکھا کہ یا تو انہوں نے اس کتاب کو ٹھیک طرح سے پڑھا نہیں یا اس کے مالہ و ماعلیہ کا احاطہ نہیں کیا، آج جناب کے تیز و تند عنایت نامہ کے بعد بھی مجھے افسوس ہے کہ یہ ناکارہ اپنے اس احساس میں کوئی تبدیلی نہیں پاتا، ان تقریظ کنندگان کی بے ادبی مقصود نہیں تھی، بلکہ بقول عارفِ رومیؒ:

گفتگوئے عاشقان در امر رب

جوش عشق است نہ ترک ادب

بہر حال اگر روسیاء کا کتاب کے بارے میں یہ خیال غلط ہے تو اس سے سو بار توبہ کرتا ہوں، و ما

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (532)

ابری نفسی ان النفس لا مارة بالسوء الا مارحم ربی اور جن بزرگوں کے بارے میں ”ترک ادب“ سمجھا گیا ہے، اس سے بھی توبہ کرتا ہوں۔

جن بزرگوں کے آجناب نے فضائل و مناقب رقم فرمائے ہیں اس ناکارہ کے علم میں کوئی اضافہ نہیں فرمایا، کیونکہ یہ ناکارہ خود ان کو ”اپنے سے بدرجہا افضل“ لکھ چکا ہے، (اور اس ننگ بہائم کا ان بزرگوں سے تقابل ہی کیا؟) سید علوی کے بارے میں ”جہان رضا“ کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے، مصنف ماشاء اللہ بقید حیات ہیں، ان سے ”جہان رضا“ کے مضمون کی تردید کرا دی جائے تو یہ ناکارہ اپنی تفریعات و نتائج کو بھی علی الاعلان واپس لے لے گا۔

آجناب نے اس ناکارہ کے بارے میں جو تیز و تند الفاظ استعمال فرمائے ہیں ان کے لئے حافظ بہت پہلے فرما گئے ہیں:

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی

یہ میرے مالک کی ستاری ہے کہ اس روسیہ کے سارے عیوب پر آجناب کو مطلع نہیں فرمایا، ورنہ ”بترزئم کہ گفتی“ اللہ تعالیٰ اس روسیہ کے عیوب کی پردہ پوشی فرمائیں، اور میرے اکابر کے درجات عالیہ کو بلند سے بلند تر فرمائیں۔

دعوات صالحہ کی درخواست ہے، اور کوئی لفظ جناب کی شان کے خلاف صادر ہوا ہو تو ندامت کے ساتھ معذرت اور معافی کی التجا کرتا ہوں۔ والسلام

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۱۴۱۶/۲/۲۶ھ

[مطبوعہ: آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد ۱۰]

جناب محمد علوی مالکی کے بارے میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کی رائے

اور ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ کے ناشرین کی

علمی خیانت

خادم اہل سنت حمزہ احسانی غفرلہ [مدیر: مجلہ صفدر]

ناشر: جامعہ حنفیہ، امداد ناؤن، شیخوپورہ روڈ، فیصل آباد

مولانا عزیز الرحمن کے ایک مرید کا خط اور حضرت کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم حضرت اقدس جناب مولانا محمد یوسف صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیریت کے بعد عرض ہے کہ بندہ آپ کی راہنمائی چاہتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ بندہ کا اصلاحی تعلق مولانا عزیز الرحمن صاحب دامت برکاتہم سے ہے۔ ان کا اور حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم کا اختلاف پیدا ہوا ہے، چنانچہ ان کی طرف سے میں نے خود سنا ہے کہ اب وہ فرماتے ہیں کہ یہ بدعتی ہے، ”فتنہ اقبالیہ“ یا ”فتنہ عزیزینہ“ کہہ کر پکارتے ہیں۔

یہ خط میں اس لئے لکھ رہا ہوں کہ ایک بات کی تصدیق چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب دامت برکاتہم کے خلیفہ کی مجلس میں میں خود بیٹھا ہوا تھا تو انہوں نے یہ بات آپ کی طرف نسبت کر کے فرمائی کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دامت برکاتہم نے حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب دامت برکاتہم سے مسجد حرام میں معافی مانگی ہے۔ کیا آپ کے نزدیک ایسی کوئی بات ہوئی ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی اس کی حقیقت سے بندہ کو مطلع فرمادیں کہ ایسا ہوا یا نہیں؟ اور قاضی صاحب کا ہر رسالہ میں ان کا تذکرہ کرنا کیسا ہے؟ اور اب ان میں سے حق پر کون ہے؟ یعنی کون اعتدال پر ہے؟ اور کون اپنے اکابرین کی اتباع کر رہا ہے؟ اور ان کو بدعتی کہنا اور سابق دیوبندی کہنا کیسا ہے؟ مہربانی فرما کر بندہ کی راہنمائی فرمائیں۔ بندہ بہت زیادہ پریشان ہے کیونکہ اصلاحی تعلق کا معاملہ ہے اور اس میں آج کل کے دور میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ نیز بندہ کے لئے خصوصی دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کے ساتھ رکھے اور ان کے ساتھ اٹھائے۔ ایمان پر خاتمہ فرمائے اور ہر بدعت سے بچائے۔ تحریر میں غلطی کی معافی چاہتا ہوں۔ والسلام..... دعاؤں کا محتاج..... اجمل حسین

الجواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

برادر محترم

حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب سے اس بندہ کو اختلاف تھا، اور ہے۔ مگر اس نا کارہ کی عادت

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (534)

کسی کے پیچھے پڑنے کی نہیں ہے، اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ:
”حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب دامت برکاتہم کے خلیفہ کی مجلس میں میں خود بیٹھا تھا، انہوں نے آپ کی طرف نسبت کر کے فرمایا کہ محمد یوسف نے حضرت مولانا عزیز الرحمن دامت برکاتہم سے مسجد حرام میں معافی مانگی ہے“

یہ واقعہ الٹ گیا ہے۔ اصل قصہ یہ ہے کہ ہمارے دوستوں نے حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب دامت برکاتہم سے گفتگو شروع کر دی، اور یہ گفتگو بیت اللہ شریف کے دروازے تک جاری رہی۔ مولانا عزیز الرحمن بیٹھان آدمی ہیں، انہوں نے غصہ سے کہہ دیا کہ میں اس پر مبالغہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں اس گفتگو سے لا تعلق تھا، لیکن جب انہوں نے مبالغہ کا تذکرہ کیا تو میں نے مولانا محترم کا دامن پکڑا اور کہا کہ بیت اللہ شریف سامنے ہے، چلئے میں اسی وقت آپ سے مبالغہ کرتا ہوں، اس پر وہ ڈھیلے پڑ گئے اور بات گئی گزری ہو گئی۔ بعد میں انہوں نے اس پر معذرت کی۔ یہ خلاصہ ہے ساری کہانی کا۔

مولانا عزیز الرحمن میرے پیر بھائی ہیں، میں ان کا احترام کرتا ہوں اور ان کو اپنے سے ہزار ہا درجہ بہتر جانتا ہوں، لیکن مسلک علماء دیوبند کے نام سے جو کچھ انہوں نے لکھا ہے میں اس سے بیزار ہوں اور اس کو اپنے شیخ کے مسلک کے خلاف سمجھتا ہوں۔

آپ ان سے اصلاحی تعلق رکھیں اور ان سے اکتساب فیض کریں لیکن ان فضولیات اور لغویات میں اپنے اوقات کو ضائع مت کریں۔ میرا دین و عقیدہ یہ ہے کہ:

”حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ اللہ کی طرف سے لے کر آئے، اور جو کچھ سلف صالحین، صحابہؓ و تابعینؓ، اور ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہ تک ہمارے اکابر دیوبند نے سمجھا وہ برحق ہے، اگر میری رائے یا کسی اور کی رائے کسی مسئلہ میں ان کے خلاف ہو تو وہ قابل رد ہے“

والسلام..... محمد یوسف عفا اللہ عنہ..... ۲۰/۴/۱۴۱۸ھ

[مطبوعہ آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد ۱۰]

ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن

(دروس قرآن مجید..... ۲۰ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔)

افادات: امام اہل سنت، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ

برائے رابطہ: مکتبہ صفدریہ، بہاول پور 0301-7790908

سبحانک هذا بہتان عظیم

برادر م السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج کل کی حکایات و روایات و شکایات کا کچھ اعتبار نہیں۔ مولانا عزیز الرحمن راواپنڈی والے، میں نے پہلے بھی اُن کو برا نہیں کہا، اب بھی نہیں کہتا۔ لیکن ”اکابر کا مسلک و مشرب“ نامی رسالہ اور ”اصلاح مفاہیم“ کے بارے میں میری جو رائے پہلے تھی وہ اب بھی ہے، اس میں بال برابر بھی تبدیلی نہیں ہوئی۔ باقی ان تمام بزرگوں کا اکرام کرنا، اس کو اگر سمجھ لیا جائے کہ میں نے اپنا مسلک بدل لیا ہے تو اس کے سوا کیا کہہ سکتا ہوں کہ: لوگ ضرورت سے زیادہ ہوشیار اور عقلمند ہیں۔

والسلام..... محمد یوسف عفا اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرے بعض مخلص احباب نے مجھے اطلاع دی ہے کہ علوی مالکی صاحب کی کتاب ”اصلاح مفاہیم“ پر میرے تاثرات اور ”بینات“ میں اس کی اشاعت کے بعد کچھ نا عاقبت اندیش حضرات سیدھے سادے مسلمانوں اور میرے احباب یہ غلط فہمی پیدا کر رہے ہیں کہ میں نے اپنی تحریر سے براءت کا اعلان کر دیا ہے اور جناب علوی مالکی صاحب نے چشم بد و درجہ شاذیہ سلسلہ میں خلافت دی ہے۔ سبحانک هذا بہتان عظیم۔ میں ایسے حضرات کو اللہ سے ڈرنے اور عند اللہ مسئولیت کی یاد دہانی کراتے ہوئے عرض کروں گا کہ کل قیامت کے دن اگر اللہ تعالیٰ آپ سے اس بہتان و افترا کے بارہ میں پوچھ لیں تو آپ کے پاس کیا جواب ہوگا؟

میں آج بھی علوی مالکی کو بریلوی عقیدہ کا حامل اور مبتدع سمجھتا ہوں۔ میں نے آج تک اس کی شکل نہیں دیکھی اور نہ ہی دیکھنا چاہتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے بدعت و ہوئی کے فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں اور خاتمہ بالخیر کی دعا کرتا ہوں۔

والسلام..... محمد یوسف لدھیانوی

(مطبوعہ: آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد ۱۰..... ماہنامہ حق چار یار، اکتوبر ۲۰۰۰ء)

☆.....☆.....☆.....☆

”اصلاحِ مفاہیم“ پر تقریظ کی وضاحت

”بسم اللہ الرحمن الرحیم“

شیخ محمد علوی مالکی کی عربی کتاب ”مفاہیم یجب أن تصحح“ آج کل بعض علمی حلقوں میں موضوع بحث بنی ہوئی ہے، بالخصوص اس کے اردو ترجمے کی اشاعت کے بعد یہ بحث شدت اختیار کر گئی ہے، اس بحث کے دوران یہ حوالہ بھی دیا جا رہا ہے کہ احقر نے اس کتاب پر کوئی تقریظ لکھی تھی، اس بنا پر صورت حال کی وضاحت کے لئے درج ذیل تحریر شائع کی جا رہی ہے۔

”اس کتاب کے مصنف شیخ محمد علوی مالکی مکہ مکرمہ کے ایک ممتاز و مشہور عالم شیخ سید علوی مالکی کے صاحبزادے ہیں۔ ان کے والد سے اکابر علما دیوبند مثلاً احقر کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی شفیق صاحب، حضرت مولانا بدر عالم صاحب، اور حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری صاحب رحمہم اللہ کے تعلقات رہے ہیں، اور انہی تعلقات کی بنا پر ان کے صاحبزادے محمد علوی مالکی علوم دین کی تحصیل کے لئے کچھ مدت پاکستان میں رہے، اور احقر کے والد ماجد اور حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری صاحب سے تلمذ اور استفادے کا شرف حاصل کیا۔ اس زمانے میں ان سے احقر کی بھی ملاقاتیں رہیں، لیکن ان کے واپس سعودی عرب جانے کے بعد مدتوں ان سے کوئی رابطہ نہ ہوا۔

اب سے چند سال پہلے کی بات ہے کہ اچانک ان کا فون آیا کہ میں کراچی میں ہوں، اور انڈونیشیا سے سعودی عرب جاتے ہوئے صرف آپ سے ایک ضروری بات کرنے کے لئے کراچی میں ٹھہرا ہوں، اور ملاقات کرنا چاہتا ہوں، چنانچہ وہ دارالعلوم تشریف لائے، ان کے ساتھ محترم مولانا ملک عبدالحفیظ صاحب بھی تھے۔ اس وقت انہوں نے ذکر کیا کہ نجد کے علماء جن مسائل میں غیر ضروری تشدد کرتے ہیں، ان کی وضاحت کے لئے انہوں نے ”مفاہیم یجب أن تصحح“ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، اور وہ چاہتے ہیں کہ اس کتاب پر برادر معظم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب مدظلہم اور احقر تقریظ لکھے۔ اتفاق سے اس وقت میں انتہائی مصروف تھا اور ایک دن بعد ایک سفر پر جانے والا تھا۔ احقر نے عذر کیا کہ اس مختصر وقت میں کتاب کو پڑھنا اور تقریظ لکھنا میرے لئے مشکل ہوگا، اس پر انہوں نے عالم عرب اور پاکستان کے بعض علماء کی تقریظات دکھائیں جن میں کتاب کی بڑی تعریف کی گئی تھی، ان کا کہنا تھا کہ آپ ان تحریروں میں سے کسی پر دستخط کر سکتے ہیں، یا ان کی بنیاد پر چند تائیدی سطریں لکھ سکتے ہیں جس کے لئے زیادہ وقت

درکار نہ ہوگا۔

اس کے جواب میں احقر نے عرض کیا کہ اگرچہ یہ حضرات علماء احقر کے لئے قابل احترام ہیں لیکن تقریظ ایک امانت ہے، اور کتاب کو دیکھے بغیر اس کے بارے میں کوئی مثبت رائے ظاہر کرنا میرے لئے جائز نہیں۔ انہوں نے اس بات سے اتفاق کیا، لیکن ساتھ ہی یہ اصرار بھی فرمایا کہ میں کسی نہ کسی طرح کتاب پر نظر ڈال کر اس پر ضرور کچھ لکھوں۔

وقت کی تنگی کے باوجود میں نے ان کے اصرار کی تعمیل میں کتاب کے اہم مباحث کا مطالعہ کیا، اس مطالعے کے دوران جہاں مجھے ان کی بہت سی باتیں درست اور قابل تعریف معلوم ہوئیں، وہیں بعض امور قابل اعتراض بھی نظر آئے، اس لئے میں نے انہیں فون کیا کہ میں کتاب کی کلی تائید و تقریظ سے قاصر ہوں۔ کیونکہ اس میں بعض امور ایسے موجود ہیں جو قابل اعتراض ہیں۔ فاضل مولف نے مجھ سے کہا کہ میں وہ قابل اعتراض امور بھی اپنی تقریظ میں شامل کر دوں۔ احقر نے پھر یہ درخواست کی کہ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ میری تحریر پوری شائع کی جائے اور اس میں کوئی حصہ چھوڑا نہ جائے۔ انہوں نے اس بات کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد میں نے ایک تحریر لکھی جس میں کتاب کے قابل تعریف اور قابل اعتراض دونوں پہلوؤں کی ممکنہ حد تک وضاحت کی کوشش کی۔ میرے برادر بزرگ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم نے بھی کتاب کے متعلقہ حصوں کو دیکھنے کے بعد اس تحریر سے اتفاق کرتے ہوئے اس پر دستخط فرمائے، اور یہ تحریر مؤلف کے حوالے کی دی گئی۔

اس کے بعد مجھے اس بات کا انتظار رہا کہ کتاب کے نئے ایڈیشن میں یہ تحریر شائع ہو، لیکن باوجود یکہ کتاب کے کئی ایڈیشن اب تک نکل چکے ہیں، غالباً اب تک کے کسی ایڈیشن میں میری یہ تحریر شامل نہیں کی گئی۔

اب جب کہ بعض حضرات نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کر کے اسے پاکستان میں شائع کیا تو میرے بارے میں بعض جگہ یہ حوالہ بھی دیا گیا کہ ہم نے بھی اس کتاب پر تقریظ لکھی تھی۔ اس لئے عزیز گرامی قدر مولانا محمود اشرف عثمانی صاحب سلمہ نے ضرورت محسوس کی کہ ہماری اس تحریر کا اردو ترجمہ شائع کر دیا جائے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ ہماری تحریر میں کیا بات لکھی گئی تھی۔

چنانچہ انہوں نے ہماری اس عربی تحریر کا سلیس اور واضح ترجمہ کیا ہے جو ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے، اس کے ساتھ ہی شروع میں اہل علم کے لئے اصل عربی تحریر کا متن بھی شائع کیا جا رہا ہے۔

یہاں یہ بھی واضح رہنا ضروری ہے کہ جب میں نے یہ تحریر لکھی تھی تو کتاب عربی میں شائع ہو رہی تھی، اور اس کے مخاطب اہل علم تھے، اس لئے کتاب کے اچھے یا برے پہلوؤں کی طرف مختصر اشارہ کر کے

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (538)

کتاب میں اس تحریر کی اشاعت میں ہم نے کوئی حرج نہیں سمجھا۔ لیکن چونکہ کتاب کے قابل اعتراض پہلو عوام کے لئے مضر اور مغالطہ انگیز ہو سکتے تھے اس لئے ہماری رائے میں اس کے اردو ترجمے کی اشاعت مناسب نہیں تھی۔ لہذا اس تحریر کے اردو ترجمے کو کتاب کے اردو ترجمے پر تقریظ ہرگز نہ سمجھا جائے۔ اور نہ تقریظ کی حیثیت میں اسے شائع کرنے کی ہماری طرف سے اجازت ہے۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اصل عربی تحریر مصروفیت اور عجلت کی حالت میں لکھی گئی تھی جس میں اشارے کافی سمجھے گئے۔ کتاب کے ہر ہر جز پر تبصرہ اس وقت پیش نظر نہیں تھا، لہذا یہ بات خارج از امکان نہیں کہ جن باتوں پر اس تحریر میں تنقید کی گئی ہے، کتاب میں اس کے علاوہ بھی قابل تنقید حصے موجود ہوں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ الموفق۔

محمد تقی عثمانی..... ۵ صفر المظہر ۱۴۱۶ھ

(مطبوعہ: ماہنامہ البلاغ، ۱۴۱۶ھ..... آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد: ۱۰)

”مفہایم“ پر تقریظ اور اس کا اردو ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”تقریظ علی کتاب ”مفہایم“ يجب أن تصحح“

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيدنا ومولانا محمد النبي الامين، وعلى آله واصحابه اجمعين، وعلى كل من تبعهم باحسان الى يوم الدين۔ وبعد! فقد طلب منا الاخ الكريم فضيلة العلامة المحقق الشيخ السيد محمد علوى المالكي، حفظه الله ورعاه، ان اتقدم اليه براهيه في كتابه ”مفہایم“ يجب أن تصحح“ وما ذلك الا من تواضعه في الله، ومحبه للعلم وطلابه، وطلبه للحق والصواب، فانه من اسرة علمية نبيلة هي اجل من ان تحتاج الى تقریظ مثلنا لمولفا تها، وان والده رحمه الله تعالى معروف في عالم الاسلام بعلمه وفضله، وورعه وتقواه، وانه بفضل الله تعالى خير خلف لخير سلف، ولكننا نشرف بكتابة هذه السطور امتثالا بامرہ، ورجاء لدعواته، وابداء لما اخذنا من السرور والا عجاب باكثر مباحثه، وما سنح لنا من الملاحظات في بعضها۔

ان الموضوعات التي تناولها المؤلف بالبحث في هذا الكتاب موضوعات خطيرة ظهر فيها من الافراط والتفريط ما فرق كلمة المسلمين، وآثار الخلاف والشقاق بينهم بما يتآلم له كل قلب مئوم، وقلما يوجد في هذه المسائل من ينقحها باعتدال واتزان، ويضع كل شئ في محله، سالكا مسلك الانصاف، محترزا عن الافراط والتفريط۔

وان كثيرا من مثل هذه المسائل مسائل فرعية نظرية ليست مدارا للايمان، ولا فاصلة بين الاسلام والكفر، بل وان بعضها لا يستل عنها في القبر، ولا في الحشر، ولا عند الحساب، ولو لم يعلمها الرجل طول حياته لم ينقص ذلك في دينه ولا ايمانه حبة خردل، مثل حقيقة الحياة البرزخية وكيفيتها، وما الى ذلك من المسائل النظرية والفلسفية البحتة ولكن من المئو سف جدا انه لما كثر حولها النقاش وطال الجدل، اصبحت هذه المسائل كأنها من المقاصد الدينية الاصلية او من عقائد الاسلام الاساسية فجعل بعض الناس يتشدد في امثال هذه المسائل، فيرمي من يخالف رايه بالكفر والشرك والضلال، وان هذه العقلية الضيقة ربما تتسامح وتتغاضى عن التيارات الهدامة التي تهجم اليوم على اصول الاسلام واساسه، ولكنها تحمس لهذه الابحاث النظرية الفرعية اكثر من حماسها ضد الالحاد الصريح، والا باحية المطلقة والخلاعة المكشوفة والمنكرات المستوردة من الكفار والاجانب۔

لقد تحدث اخونا العلامة السيد محمد علوى المالكى حفظه الله عن هذه العقلية بكلا موفق، واثبت ان من يؤمن بكل ما علم من الدين بالضرورة، فانه لا يجوز تكفيره لا اختياره بعض الآراء التى وقع فيها الخلاف بين علماء المسلمين قديما-

ثم تحدث عن بعض هذه المسائل الفرعية لانى وقع فيها الخلاف بين المسلمين، وطعن من اجلها بعضهم بعضا بالتكفير والتضليل، مثل مسألة التوسل فى الدعاء، والسفر لزيارة قبر النبي صلى الله عليه وسلم، والتبرك بآثار الانبياء والصحابة والصالحين، وحقيقة النبوة والبشرية والحياة البرزخية وان الموقف الذى اختاره فى هذه المسائل موقف سليم مويد بالدلائل الباهرة من الكتاب والسنة وتعامل الصحابة والتابعين والسلف الصالحين، وقد اثبت بادلة واضحة واسلوب رصين، ان من يجيز التوسل فى الدعاء، او التبرك بآثار الانبياء والصالحين، او يسافر لزيارة روضة الرسول صلى الله عليه وسلم ويعتقده من اعظم القربات، او يؤمن بحياة الانبياء فى قبورهم حياة برزخية تفوق الحياة البرزخية الحاصلة لمن سواهم، فانه لا يقترف اثما فضلا عن ان يرتكب شركا او كفرا، فان كل ذلك ثابت بادلة من القرآن والسنة وتعامل السلف الصالح واقوال جمهور العلماء الراسخين فى كل زمان-

وكذلك تحدث المثلوف عن الا شاعرة ومسلكتهم فى تاويل الصفات، لا شك ان الموقف الا سلم فى هذا هو ما عبر عنه المحدثون بقولهم ”امروها بلا كيف“ وليكن التاويل اتجاه ادى اليه اجتهاد الا شاعرة حفاظا على التنزيه، ومعارضة للتشبيه، وما اداهم الى ذلك الا شلة تمسكتهم بعقيدة التوحيد، وصيانتها عن شوائب التجسيم، وقد نحا هذا المنحى كثير من فطا حل العلماء المتقدمين الذين لا ينكر فضلهم الا جاهل او مكابر، فكيف يجوز رمى هؤلاء الا شاعرة بالكفر والضلال، واخراجهم من دائرة اهل السنة واقامتهم فى صف المعتزلة والجهمية اعادنا الله من ذلك-

وما احسن مقاله اخونا المثلوف فى هذا الصدد:

”افما كان يكفى ان يقول المعارض: انهم رحمهم الله اجتهدوا فاخطوا فى تاويل الصفات، وكان الا ولى ان لا يسلكوا هذا المسلك، يدل ان ترميهم بالزيغ والضلال، ونغضب على من عداهم من اهل السنة والجماعة“-(ص ٣٩)

وان هذا المنهج للتفكير الذى سلكه المثلوف سلمه الله فى امثال هذه المسائل، لمنهج عادل لو اختاره المسلمون فى خلافاتهم الفرعية بكل سعة فى القلب ورحابة فى الصدر، لا نحلث كثير من العقد، وفشلت كثير من الجهود التى يبذلها الا عداء فى التفريق بين المسلمين-

ثم لا بد من ذكر الملا حظات التى سنحت لنا خلال مطالعة هذا الكتاب، ولا منشالها الا اداء، واجب الود، والنصح لله، وامثال امر المثلوف نفسه، وهى كالتالى:
١:.....ان المباحث التى تكلم عنها المولف حفظه الله، مباحث خطيرة

قد اصبحت حساسة للغاية ووقع فيها من الافراط والتفريط ما وقع، وان ترميم ناحية ربما يفسد الناحية الاخرى والتركيز على جهة واحدة قد يفوت حق الجهة الثانية فالمطلوب من المتكلم فى هذه المسائل ان ياخذ باحتياط بالغ، ورعاية للجانبين، ويكون على حذر ممن يستغل عبارته لغير حق-

وبما ان هذا الكتاب متجه الى رد الغلو فى تكفير المسلمين ورميهم بالشرك من اجل تعظيمهم ومحبتهم للرسول الكريم صلى الله عليه وسلم، او الا ولياء والصلحاء، فمن الطبيعى ان لا يكون فيه رد مبسوط على من يغلو فى هذا التعظيم غلوا نهى عنه الكتاب والسنة وعلماء الشريعة فى كل زمان ومكان، ومع ذلك، كان من الواجب فيما ارى، نظرا الى خطورة الموضوع، ان يكون فيه المام بهذه الناحية ايضا، فيرد فيه، ولوبا يجاز، على من يجاوز الحد فى هذا التعظيم بما يحمله موهما للشرك على الاقل-

٢:..... ووجدنا فى بعض مواضع الكتاب اجمالا فى بعض المسائل المهمة ربما يخطئ، بعض الناس فهمه، فيستدلون بذلك على خلاف المقصود، ويستغلوننا لتأييد بعض النظريات الفاسدة، ومنها مسئلة "علم الغيب" فان المؤلف حفظه الله تعالى مر عليها مرارا سريريا، فذكر ان علم الغيب لله سبحانه وتعالى ثم اعقبه بقوله: "وقد ثبت ان الله تعالى علم نبيه من الغيب ما علمه، واعطاه ما اعطاه" وهذا كلام حق اريد به انباء الغيب الكثيرة التى اوحاها الله سبحانه وتعالى الى نبيه الكريم صلى الله عليه وسلم، ولكن من الناس من لا يكتفى بنسبة هذه الانباء الى الله صلى الله عليه وسلم، بل يصرح بكونه عليه السلام عالم الغيب، علما محيطا بجميع ما كان وما يكون الى قيام الساعة فنخشى ان يكون هذا الاجمال موهما الى هذه النظرية التى طال رد جمهور علماء اهل السنة عليها-

٣:..... وكذا قال المؤلف فى نبينا الكريم صلى الله عليه وسلم "فانه حى الدارين دائم العناية بامته، متصرف باذن الله فى شئونها خبير باحوالها تعرض عليه صلوات المصلين عليه من امته ويبلغه سلامهم على كثرتهم"-(ص ٩١) والظاهر انه لم يرد من التصرف التصرف الكلى المطلق، ولا من كونه "خبيرا باحوالها" العلم المحيط التام بجميع الجزئيات، فان ذلك باطل ليس من عقائد اهل السنة وانما اراد بعض التصرفات الجزئية الثابتة بالخصوص، كما يظهر من تمثيله بعرض الصلوات والسلام عليه، واجابته عليها، ولكن نخشى ان يكون التعبير موهما لخلاف المقصود، و متمسكا لبعض المغالين فى الجانب الآخر-

٤:..... لقد احسن المؤلف، كما سبقت الاشارة منالى ذلك، فى تاكيده على الاحتياط اللازم فى امر تكفير مسلم، فلا يكفر مسلم مادام يوجد لكلامه محمل صحيح، او محمل لا يوجب التكفير على الاقل، ولكن التكفير شئى، ومنع الرجل من استعمال الكلمات الباطلة او الموهمة شئى آخر، والا احتياط فى التكفير الكف عنه ما وجد منه مندوحة ولكن

الا حيايط فى الا مر الثانى هو المنع من مثل هذه الكلمات بتاتا-
ومن ذلك قول المؤلف:

”فالقائل: يا نبي الله اشفنى واقض دينى، لو فرض ان احدا قال هذا، فانما يريد اشفع لى فى الشفاء، وادع لى بقضاء دينى، وتوجه الى الله فى شانى، فهم ما طلبوا منه الا ما اقدرهم الله عليه وملكهم اياه من الدعاء والتشفع، فالأ سندافى كلام الناس من المجاز العقلى“ - (ص ٩٥) وهذا تاويل حسن للتخلص من التكفير، وهو من قبيل احسان الظن بالمومنين، ولكن حسن الظن هذا انما يتأتى فيمن لا يرفض تاويل كلامه بذلك، اما من لا يرضى بهذا التاويل بنفسه، كما هو واقع من بعض الناس، فيما اعلم، فكيف يثوول كلامه بما لا يرضى به هو؟

وبالتالى، فان هذا التاويل وان كان كافيا للكف عن تكفير القائل، ولكنه هل يشجع على استعمال هذه الكلمات؟ كلا! بل يمنع من ذلك تحرزا من الا بهام والتشبه على الاقل، كما نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن استعمال لفظ ”عبدى“ للرقيق لكونه موهما، فالوا جب عندى على من يلتمس التاويل لهؤلاء القائلين ان يصرح بمنحهم عن ذلك، لئلا يشجعهم تاويله على استعمال الكلمات الموهمة فان من يرمى حول الحمى اوشك ان يقع فيه، ومثل ذلك يقال فى كل توسل بصورة نداء، وبا طلاق ”مفرج الكربات“ و ”قاضى الحاجات“ على غير الله سبحانه وتعالى-

٥:.....قد ذكر المؤلف حفظه الله ان البدعة على قسمين: حسنة وسيئة فينكر على الثانى دون الاول، وان هذا التقسيم صحيح بالنسبة للمعنى اللغوى لكلمة البدعة وبهذا المعنى استعمالها الفاروق الا عظم رضى الله تعالى عنه حين قال: ”نعمت البدعة هذه“ واما البدعة بمعناها الاصطلاحى، فليست الا سيئة وبهذا المعنى قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”كل بدعة ضلالة“

٦:.....لقد كان المؤلف موقفا فى بيان الخصائص النبوية حيث قال: ”والانبياء صلوات الله عليهم وان كانوا من البشر ياكلون ويشربون وتعريضهم العوارض التى تمر على البشر من ضعف وشيخوخة وموت، الا انهم يمتازون بخصائص ويتصفون باوصاف عظيمة جليلة هى بالنسبة لهم من الزم اللوازم الخ“ -

(ص ١٢٧)

ثم ذكر عدة خصائص الانبياء، ولا سيما خصائص النبى الكريم صلى الله عليه وسلم لئلا يزعم زاعم انه عليه السلام يساوى غيره فى الصفات والا حوال، والعياذ بالله، والحق ان خصائصه صلى الله عليه وسلم فوق ما نستطيع ان نتصوره ولكننا نعتقد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اجل من ان نحتاج فى اثبات خصائصه الى الروايات الضعيفة فان خصائصه الثابتة بالقرآن والسنة الصحيحة اكثر عددا، واعلى منزلة واقوى تأثيرا فى القلوب

من الخصائص المذكورة في بعض الروايات الضعيفة مثل ما روى انه لم يكن له ظل في شمس ولا قمر، فانه رواية ضعيفة عند جمهور العلماء والمحدثين۔

۷:..... يقول المؤلف سلمه الله تعالى: "ان الاجتماع لا جل المولد النبوی الشریف ما هو الا امر عادی، وليس من العبادة في شيء، وهذا ما نعتقد وندين الله تعالى به" ثم يقول: "ونحن ننادی بان تخصيص الاجتماع بليلة واحدة دون غيرها هو الجفوة الكبرى للرسول صلى الله عليه وسلم"۔

ولا شك ان ذكر النبي الكريم صلى الله عليه وسلم وبيان سيرته من اعظم البركات وافضل السعادات اذا لم يتقيد بيوم او تاريخ، ولا صحبه اعتقاد العبادة في اجتماع يوم مخصوص بهيئة مخصوصة فالاجتماع لذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم بهذه الشروط جائز في الاصل، لا يستحق الانكار ولا الملامة۔

ولكن هنالك اتجاه آخر ذهب اليه كثير من العلماء المحققين المتورعين، وهو ان هذا الاجتماع، وان كان جائزا في نفس الامر، غير ان كثيرا من الناس يزعمون انه من العبادات المقصودة، او من الواجبات الدينية ويخصون له اياما معينة على ما يشوبه بعضهم باعتقادات واهية واعمال غير مشروعة ثم من الصعب على عامة الناس ان يراعوا الفروق الدقيقة بين العادة والعبادة۔

فلو ذهب هؤلاء العلماء، نظرا اليه هذه الامور التي لا ينكر اهميتها، الى ان يمتنعوا من مثل هذه الاجتماعات رعاية لا صل سد الذرائع، وعلمنا بان درء المفسدات اولى من جلب المصالح فانهم متمسكون بدليل شرعي، فلا يستحقون انكارا ولا ملامة۔
والسبيل في مثل هذه المسائل كما السبيل في المسائل المجتهد فيها، يحمل كل رجل ويفتي بما يراه صوابا ويدين الله عليه، ولا يفوق سهام الملامة الى المجتهد الآخر الذي يخالفه في رايه۔

وبا لجملة فان فضيلة العلامة المحقق السيد محمد علوی المالکی حفظه الله تعالى ونفع به الاسلام والمسلمين، على الرغم من بعض هذه الملاحظات، نقح في هذا الكتاب كثيرا من المسائل التي ساء عند بعض الناس فهمها، فاتي بمفاهيمها الحقيقة وادلتها من الكتاب والسنة فارجو ان يدرس كتابه بعين الانصاف، وروح التفاهم، لا بعماس الجدل والمراء، واسأل الله تعالى ان يوفقنا نحن وجميع المسلمين ان نكون قائمين بالسقط شهداء لله ولو على انفسنا، انه تعالى سميع قريب مجيب الداعين، وصلى الله تعالى على سيدنا ومولا نا محمد وآله واصحابه اجمعين۔

مفتی محمد تقی عثمانی..... خادم طلبہ بدار العلوم کراتشی

مفتی محمد رفیع عثمانی..... رئیس دارالعلوم کراتشی ۱۴

ترجمہ:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيدنا ومولانا

محمد النبي الامين، وعلى آله واصحابه اجمعين،

وعلى كل من تبعهم باحسان الى يوم الدين.

برادر مکرم، علامہ محقق جناب شیخ السید محمد علوی مالکی، حفظہ اللہ و رعاه، نے خواہش ظاہر فرمائی ہے کہ

ان کی کتاب ”مفاہیم يجب أن تصحح“ پر ہم اپنی رائے تقریظ کی صورت میں پیش کریں، وہ جس شریف علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، اس کی بنا پر وہ اپنی تصانیف میں ہم جیسوں کی تقریظ سے بے نیاز ہیں، ان کے والد اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی بدولت عالم اسلام میں معروف شخصیت کے حامل تھے اور خود مصنف محمد اللہ اپنے والد گرامی کے جانشین ہیں۔ اس لئے ان کی یہ خواہش درحقیقت ان کی تواضع فی اللہ، علم اور طالبان علم سے ان کی محبت، اور ان کی طرف سے تلاش حق کی آئینہ دار ہے۔

بہر حال آئندہ سطور کی تحریر کا مقصد ان کی خواہش کی تکمیل بھی ہے اور ان کی دعاؤں کا حصول بھی، نیز جہاں اس تحریر کا مقصد اپنی مسرت کو ظاہر کرنا ہے، کیونکہ کتاب کے اکثر مباحث کو دیکھ کر ہمیں بہت مسرت ہوئی وہاں اس تحریر کے ذریعہ کتاب کے بعض مباحث کے بارے میں اپنا تبصرہ ظاہر کرنا بھی پیش نظر ہے۔

مؤلف نے اپنی کتاب میں جن مسائل کو موضوع بحث بنایا ہے، بلاشبہ وہ نازک موضوعات ہیں، ان مباحث میں افراط و تفریط نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے ان میں اختلاف و افتراق کی فضا کو جنم دیا ہے، جس سے آج ہر مومن کا دل دکھا ہوا ہے، ان مباحث میں ایسے افراد کی تعداد بہت کم ہے، جو اعتدال اور توازن کے ساتھ ان مسائل کو پرکھیں، ہر بات کو اپنی صحیح جگہ پر رکھیں، اور افراط و تفریط سے بچتے ہوئے انصاف کا راستہ اختیار کریں۔

ان مسائل میں اکثر مسائل وہ ہیں جو فروعی بھی ہیں اور نظریاتی بھی، نہ ان پر ایمان کا دار و مدار ہے، نہ یہ مسائل اسلام اور کفر کے درمیان حد فاصل کی حیثیت رکھتے ہیں، بلکہ ان میں سے بعض مسائل تو وہ ہیں کہ ان کے بارے میں نہ قبر میں سوال ہوگا نہ حشر میں، نہ حساب و کتاب کے وقت ان کے بارے میں باز پرس کی جائے گی۔ اگر کسی شخص کو عمر بھر ان مسائل کا علم نہ ہو تو نہ اس کے دین میں کوئی کمی آتی ہے اور نہ اس کے ایمان میں رائی برابر فرق آتا ہے، مثلاً یہ مسئلہ کہ حیات برزخی کی کیا حقیقت اور اس کی کیا کیفیت ہے؟ اس جیسے مسائل محض نظریاتی اور فلسفیانہ حیثیت رکھتے ہیں۔

لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ انہی جیسے مسائل میں جب بحثیں کھڑی ہو جاتی ہیں اور طویل مناظرے کئے گئے تو یہی مسائل ”دین کے اصلی مقاصد“ یا ”اسلام کے بنیادی عقائد“ سمجھے جانے لگے اور

کتنے ہی لوگ ان جیسے مسائل میں تشدد کی راہ اختیار کر کے اپنے مخالفین پر کفر، شرک اور گمراہی کے الزامات عائد کرنے لگے۔ بسا اوقات اس انتہا پسندانہ تنگ نظری کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ وہ ان جیسے فروعی نظریاتی مسائل میں تو بہت پر جوش ہوتی ہے، مگر اسلام کے اساسی اصولوں پر حملہ آور ان قوتوں کے مقابلہ میں چشم پوشی سے کام لے کر ان سے صرف نظر کر لیتی ہے جو کھلی دہریت، مادر پدر آزادی اور کھلی عریانی کو پھیلانا، اور کفار و اغیار سے درآ مد شدہ منکرات کو فروغ دینا چاہتی ہوں۔

برادر م جناب علامہ سید محمد علوی مالکی (حفظہ اللہ) نے اس ذہنیت کے بارے میں خاص توفیق کے ساتھ گفتگو کی ہے۔ اور یہ بات ثابت کی ہے کہ جو آدمی دین کی تمام ضروریات پر ایمان رکھتا ہو تو محض اس بنا پر اس کی تکفیر جائز نہیں کہ اس نے ان اختلافی مسائل میں کسی ایک جانب کی رائے کو اختیار کر لیا ہے، جن میں علمائے اسلام کے مابین شروع سے اختلاف رہا ہے۔

پھر مؤلف نے ان فروعی مسائل میں سے بعض کا ذکر کیا ہے، جن میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف واقع ہوا، اور کچھ لوگوں نے محض ان مسائل کی وجہ سے دوسروں کو کافر یا گمراہ قرار دیا۔ ان مسائل میں دعا میں وسیلہ کا جواز، نبی کریم ﷺ کی قبر اطہر کی زیارت کی نیت سے سفر کی اجازت، انبیاء کرامؑ، صحابہؓ اور صلحاء کی نشانیوں سے برکت حاصل کرنا، نبوت، بشریت اور حیات برزخی کی حقیقت میں اختلاف جیسے مسائل شامل ہیں۔

مؤلف نے ان جیسے مسائل میں جو درست موقف اختیار کر لیا وہ بلاشبہ قرآن و سنت کے روشن دلائل، اور صحابہؓ اور سلف صالحینؒ کے تعامل سے ثابت ہے، مؤلف نے واضح دلائل اور قوی اسلوب کے ساتھ یہ بات ثابت کی ہے کہ جو شخص دعا میں توسل کو جائز سمجھتا ہو، یا انبیاء اور صلحا کی باقی ماندہ نشانیوں کو باعث برکت جانتا ہو، یا روضہ اطہر کی زیارت کو باعث ثواب عظیم سمجھ کر اس کے لئے سفر کرتا ہو، یا انبیاء علیہم السلام کے لئے قبروں میں ایسی حیات برزخی پر ایمان جو دوسروں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ہے تو ایسا شخص کسی گناہ کا بھی مرتکب نہیں چہ جائیکہ وہ شرک یا کفر میں مبتلا گردانا جائے، چونکہ یہ سب باتیں قرآن و سنت کے دلائل سے ثابت ہیں، سلف صالحین کا ان پر عمل رہا ہے، اور جمہور علمائے راسخین ہر زمانہ میں اس کے قائل رہے ہیں۔

اسی طرح مؤلف نے اشاعرہ اور ان کی جانب سے صفات باری تعالیٰ میں تاویل کے مسلک پر بھی گفتگو کی ہے، اس میں تو کوئی شک نہیں کہ سب سے بہتر سلامتی کا موقف تو وہی ہے جسے محدثین نے اپنے اس قول سے تعبیر کیا ہے: ”امروہا بلا کیف“ یعنی بلا کیفیت بیان کئے ان کے قائل رہو، لیکن بہر حال تاویل کا وہ مسلک جسے اشاعرہ نے تشبیہ کے بالمقابل تنزیہ باری تعالیٰ کے پیش نظر اجتہادی طور پر اختیار کیا

ہے وہ بھی ایک جائز توجیہ ہے، جسے اشاعرہ نے محض عقیدہ توحید پر مکمل تمسک اور تجہیم کے شبہات سے بچنے کے لئے اختیار کیا، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ متقدمین میں سے بہت سے ایسے اکابر علماء نے اس مسلک کو اختیار فرمایا ہے، جن کے علم و فضل سے وہی شخص انکار کر سکتا ہے جو یا جاہل ہو، یا حقائق کا منکر، اس لئے ان اشاعرہ پر کفر و گمراہی کی تہمت لگانا یا انہیں اہل سنت کے دائرہ سے نکال کر معتزلہ اور جہمیہ کی صف میں لاکھڑا کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ اعادنا اللہ من ذلک

برادر مؤلف نے اس سلسلہ میں کتنی اچھی بات کہی ہے:

”کیا معترض کے لئے اتنا کافی نہیں کہ وہ یہ کہہ دے کہ ان (علماء اشاعرہ) نے اجتہاد کیا تھا، جس میں ان سے تاویل صفات کے مسئلہ میں چوک ہو گئی، اور بہتر یہ تھا کہ وہ یہ راستہ اختیار نہ کرتے، بجائے اس کے کہ ہم ان پر کجی اور گمراہی کی تہمتیں لگائیں اور جو شخص انہیں اہل سنت والجماعت میں سے سمجھتا ہو اس پر غضبناک ہوں۔“ (ص: ۳۹)

ان جیسے مسائل میں مؤلف سلمہ اللہ نے جو فکری راستہ اختیار کیا ہے بلاشبہ وہ اعتدال کا راستہ ہے، جسے اگر مسلمان کشادہ قلبی اور وسعت صدری کے ساتھ اختیار کریں تو بہت سی الجھنیں دور ہو سکتی ہیں، اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے والی دشمن کی کوششوں پر پانی پھیرا جاسکتا ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ کے دوران بعض ایسے امور بھی سامنے آئے جن کے بارے میں اپنا تبصرہ پیش کرنا ضروری ہے اور اس کا مقصد بھی ادائیگی محبت، جذبہ خیر خواہی نیز مؤلف کے حکم کی اطاعت کے سوا کچھ اور نہیں ہے، وہ امور درج ذیل ہیں:

۱:..... جن مباحث کے بارے میں مؤلف (حفظہ اللہ) نے گفتگو چھیڑی ہے، وہ مباحث نازک بھی ہیں اور انتہائی درجہ کے حساس بھی، ان مسائل میں افراط و تفریط کی بہت گرم بازاری ہو چکی ہے، ان مسائل میں کسی ایک جانب کی اصلاح بعض اوقات دوسری جانب میں فساد پیدا کر دیتی ہے، اور کسی ایک جہت میں پوری توجہ مرکوز کر لینے سے بھی کبھی دوسری جہت کا حق بالکل ضائع ہو جاتا ہے، لہذا ان مسائل میں گفتگو کرنے کے لئے لازم ہے کہ وہ دونوں جانب کا پورا خیال رکھتے ہوئے انتہائی احتیاط کو اپنائے تاکہ اس کی عبارات خلاف حق میں استعمال نہ ہو سکیں۔

چونکہ اس کتاب کا موضوع یہ ہے کہ ان لوگوں کے غلو پر رد کیا جائے جو عام مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں، یا ان لوگوں کو مشرک قرار دیتے ہیں، جو رسول اللہ ﷺ اور اولیاء و صلحاء کے ساتھ محبت و تعظیم کا معاملہ کرتے ہیں، اس لئے یہ فطری امر ہے کہ کتاب میں ان دوسرے لوگوں پر تفصیلی رد موجود نہ ہو جو اس تعظیم کے اندر ایسے غلو میں مبتلا ہیں، جس سے کتاب و سنت نے بھی منع کیا ہے اور علماء شریعت بھی ہر زمانے میں

علوی مالکی نظریات اور اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 3..... اصلاح مفاہیم..... (547)

اور ہر جگہ اس پر رد کرتے آئے ہیں، مگر اس کے باوجود ہمارے خیال میں موضوع کی اہمیت کے پیش نظر یہ بات ضروری تھی کہ اس جانب بھی توجہ دی جاتی اور چاہے مختصر اُسی سہی، مگر ان لوگوں پر ضرور رد کیا جاتا جو اس تعظیم میں ایسا غلو کرتے ہیں جو کم از کم موہم شرک ضرور ہو جاتا ہے۔

۲..... ہم نے محسوس کیا کہ بعض اہم مسائل میں اتنے اجمال سے کام لیا گیا ہے کہ جس سے لوگوں کو غلط فہمی ہو سکتی ہے اور وہ اس سے خلاف مقصود پر استدلال کرتے ہوئے (ان مجمل عبارات کو) اپنے فاسد نظریات کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔ ان مسائل میں سے ایک ”علم غیب“ کا مسئلہ ہے جس پر مؤلف حفظہ اللہ بہت تیزی سے گزر گئے ہیں۔ انہوں نے اتنا تو ذکر کیا کہ علم غیب اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لئے (خاص) ہے مگر اس کے فوراً بعد لکھا:

”یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو غیب کا جو حصہ سکھایا تھا وہ سکھادیا اور جو دینا تھا وہ دیدیا۔“ (ص: ۱۵)

یہ بات تو حق ہے جس سے مؤلف کی مراد یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی نبی کریم ﷺ کو بذریعہ وحی انباء الغیب کی ایک بڑی تعداد عطا فرمائی۔ لیکن بعض لوگ ان انباء الغیب کی حضور ﷺ کی جانب اس نسبت پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ وہ صراحتاً یہ بات کہتے ہیں کہ حضور ﷺ عالم الغیب تھے اور انہیں قیامت تک کا جمیع ماسکان و مایکون (جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے) کا علم محیط حاصل تھا۔ ہمیں ڈر ہے کہ مؤلف کا یہ اجمال کہیں اس نظریہ کا وہم نہ پیدا کر دے جس کی جمہور علماء اہل سنت تردید کرتے چلے آئے ہیں۔

۳..... اسی طرح مؤلف نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں تحریر فرمایا ہے:

”بے شک وہ دارین میں زندہ ہیں، اپنی امت کی طرف مسلسل متوجہ ہیں، امت کے معاملات میں اللہ کے حکم سے تصرف فرماتے ہیں، امت کے احوال کی خبر رکھتے ہیں۔ آپ کی امت کے درود پڑھنے والوں کا درود آپ ﷺ پر پیش کیا جاتا ہے اور ان کی کثیر تعداد کے باوجود ان کا سلام آپ تک پہنچتا رہتا ہے۔“ (ص: ۹۱)

ظاہر تو یہی ہے کہ تصرف سے مؤلف کی مراد تصرف کلی مطلق نہیں اور نہ امت کے احوال سے باخبر رہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو تمام جزئیات کا علم محیط حاصل ہے۔ کیونکہ ایسا سمجھنا بالکل باطل بھی ہے اور اہل السنّت والجماعت کے عقائد کے خلاف بھی۔ بظاہر مؤلف کی مراد یہ ہے کہ آپ کے لئے بعض جزئی تصرفات، نصوص سے ثابت ہیں جیسا کہ خود مؤلف نے مثال میں صلاۃ و سلام کا پیش ہونا اور آپ کا جواب دینا ذکر کیا ہے۔ لیکن ہمیں ڈر ہے کہ یہ تعبیر بھی خلاف مقصود کا وہم پیدا کرنے والی ہے اور دوسری جانب کے بعض غلو پسند افراد اس کو اپنا مستدل بنا سکتے ہیں۔

۴..... ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ مؤلف نے یہ موقف بہتر اختیار کیا ہے کہ کسی بھی مسلمان کی

تکفیر میں پوری احتیاط لازم رکھی جائے اور جب تک کسی مسلمان کے کلام کا صحیح محمل ممکن ہو یا کم از کم اس کے کلام کا ایسا مطلب مراد لینا ممکن ہو جو اسے کفر سے بچاتا ہو حتی الامکان اس کی تکفیر نہ کی جائے۔ لیکن (یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے) کہ کسی مسلمان کی تکفیر کرنا اور بات ہے اور مسلمان کو باطل کلمات یا موہم کلمات سے روکنا دوسرا معاملہ ہے، تکفیر میں تو احتیاط یہ ہے کہ جب تک ممکن ہو سکے تکفیر سے بچا جائے، لیکن دوسرے معاملہ میں احتیاط ہی یہ ہے کہ ان کلمات کے استعمال سے بالکل روکا جائے۔

مؤلف نے اس سلسلے میں لکھا ہے:

”کہنے والے کا یہ کہنا کہ اے اللہ کہ نبی مجھے شفا دیدے اور میرے قرض ادا کر دے، اگر فرض کر لیا جائے کہ کسی نے یہی کہا تو بھی اس کی یہی مراد ہوگی کہ اے نبی آپ شفاء کے لئے سفارش فرمادیں اور میرے قرض کی ادائیگی کے لئے دعا فرمادیں اور میرے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی جانب توجہ فرمائیں، تو انہوں نے حضور ﷺ سے صرف وہی چیز طلب کی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قدرت دی اور مالک بنایا ہے یعنی دعاء اور سفارش تو عوام کے کلام میں یہ اسناد مجاز عقلی کے قبیل سے ہے۔“ (ص: ۹۵)

تکفیر سے بچنے کے لئے یہ اچھی تاویل ہے اور یہ مومنین کے ساتھ حسن ظن رکھنے پر مبنی ہے مگر یہ حسن ظن وہیں کام دے سکتا ہے جہاں قائل خود اپنے کلام کی اس تاویل کو رد نہ کرتا ہو لیکن اگر کوئی قائل اس تاویل کو بذات خود قبول نہ کرتا ہو۔ جیسا کہ ہمارے علم کے مطابق بعض حضرات کا یہی حال ہے تو پھر اس کے کلام کی وہ تاویل کیسے ممکن ہے جس پر وہ خود راضی نہیں۔

مزید برآں یہ تاویل اگر اس قائل کو تکفیر سے بچا بھی لے تو کیا ان جیسے کلمات کے استعمال کی حوصلہ افزائی کی جاسکتی ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ ان جیسے کلمات سے اس قائل کو روکا جائے تاکہ ایہام شرک اور مشرکین کے ساتھ تشبیہ کم از کم پیدا نہ ہو۔ اس کی مثال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیث شریف میں اپنے غلام کو ”عبدی“ کہنے سے صرف اس لئے منع فرمایا کہ یہ لفظ موہم تھا۔ (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ المصابیح ص: ۴۰۷)

اس لئے ہمارے خیال کے مطابق جو شخص ان قائلین کے کلام میں تاویل کا خواہش مند ہو اس پر واجب ہے کہ وہ صراحتاً انہیں اس جیسے کلام سے روکے تاکہ موہم شرک کلمات کے استعمال کی حوصلہ افزائی نہ ہو اس لئے کہ جو شخص حمی (سرکاری چراگاہ) کے گرد چراتا ہے اس کے حمی میں چلے جانے کا امکان بہت غالب ہے۔ (إشارة إلى الحديث الذي أخرجه الشيخان وفيه ”ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام اكراعى يرعى حول الحمى يوشك أن يرتع فيه، إلا وأن لكل ملك حمى إلا وأن حمى الله محارم“ مشکوٰۃ المصابيح ص: ۲۳۱)

اسی طرح ہر وہ توسل جس میں الفاظ نہ اختیار کئے جائیں یا غیر اللہ کے لئے ”مفرج مکروب“ یا

”قاضی الحاجات“ جیسے الفاظ استعمال کئے جائیں اسی حکم میں داخل ہیں۔

۵..... مؤلف (حفظہ اللہ) نے ذکر کیا ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں حسنہ اور سیدہ دوسری قسم منکر ہے مگر پہلی نہیں۔ بدعت کے لغوی معنی کے اعتبار سے یہ تقسیم صحیح ہے اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے معروف قول ”نعمت البدعة هذه“ (رواہ البخاری۔ مشکوٰۃ المصابیح ص: ۱۱۵) میں بدعت کو اسی لغوی معنی میں استعمال کیا ہے۔ لیکن بدعت اگر اپنے معنی اصطلاحی میں لی جائے تو وہ سیدہ ہی سیدہ ہے اور اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کل بدعة ضلالة“ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ المصابیح ص: ۲۷) یعنی ہر بدعت گمراہی ہے۔

۶..... مؤلف نے متوفیق خداوندی اپنی کتاب میں خصائص نبویہ کا بھی ذکر کیا اور فرمایا:

”انبیائے کرام علیہم السلام اگر چہ انسانوں میں سے ہوتے ہیں، کھاتے اور پیتے ہیں..... اور ان پر بھی وہ تمام عوارض پیش آتے ہیں جو باقی انسانوں کو پیش آتے ہیں۔ کمزوری، بڑھاپا، موت وغیرہ، مگر وہ اپنی بعض خصوصیات کے ذریعہ عام انسانوں سے ممتاز ہوتے ہیں اور ان جلیل القدر عظیم الشان صفات کے حامل ہوتے ہیں جو ان کے حوالہ سے لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتی ہیں“۔ (ص: ۱۲۷)

پھر مؤلف نے انبیائے کرام علیہم السلام اور خصوصاً نبی کریم ﷺ کی خصوصیات ذکر فرمائیں تاکہ کسی کے ذہن میں یہ بات نہ آجائے کہ العیاذ باللہ حضور ﷺ صفات اور احوال میں دوسرے عام انسانوں کے برابر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ کی خصوصیات ہمارے تصورات سے بھی کہیں بالاتر ہیں، لیکن ساتھ ساتھ ہم یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی خصوصیات ثابت کریں۔ اس لئے کہ قرآن کریم اور احادیث صحیح سے آپ کی ذات مبارک اس سے بالاتر ہے کہ ہم ضعیف روایات سے آپ کی..... جو خصوصیات ثابت شدہ ہیں وہ تعداد میں بھی زیادہ ہیں اور فضیلت میں بھی، نیز قلوب انسانی میں ان کی تاثیر، روایات ضعیفہ سے ثابت ہونے والی خصوصیات کے مقابلہ میں کہیں زیادہ قوی ہے۔ مثلاً کتاب میں ذکر کردہ یہ روایت کہ آپ کا سایہ مبارک نہ تھا، جمہور علماء اور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

۷..... مؤلف سلمہ اللہ لکھتے ہیں:

”مولد نبوی شریف کے لئے اجتماعات عادت پر مبنی ایک معاملہ ہے اس کا عبادت سے کوئی تعلق

نہیں، ہم اسی کا اعتقاد رکھتے ہیں اور فیما بیننا و بین اللہ اسی کے قائل ہیں“۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

”ہم اعلان کرتے ہیں کہ صرف ایک رات کے ساتھ اجتماع کو مخصوص کر لینا نبی کریم ﷺ کے

ساتھ بڑی بے وفائی ہے۔ (ص: ۲۲۵)“

اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک اور آپ کی سیرت مبارکہ کا بیان انتہائی بابرکت اور باعث سعادت عمل ہے جب کہ اسے کسی خاص دن یا خاص تاریخ کے ساتھ مقید نہ کیا جائے، اور یہ بھی اعتقاد نہ ہو کہ کسی خاص دن میں کسی خاص ہیئت کے ساتھ اجتماع کرنا عبادت ہے۔ ان شروط کا لحاظ رکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے ذکر مبارک کے لئے اجتماع فی نفسہ جائز ہے جو انکار یا ملامت کا مستحق نہیں۔

لیکن یہاں ایک اور نقطہ نظر ہے جیسے محقق اور اہل تقویٰ علماء کی ایک بڑی جماعت نے اختیار فرمایا اور وہ یہ کہ یہ اجتماع خواہ فی نفسہ جائز ہو لیکن بہت سے لوگ اسے عبادات مقصودہ یا واجبات دینیہ میں سے سمجھتے ہیں اور اس کے لئے مخصوص دنوں کو متعین کیا جاتا ہے اور پھر اس میں غلط اعتقادات اور ناجائز افعال کا ارتکاب کیا جاتا ہے، مزید برآں عام لوگوں سے یہ توقع رکھنا کہ وہ عادت اور عبادت کے درمیان دقیق فرق کا خیال رکھیں گے بڑا مشکل ہے، لہذا ان مذکورہ بالا امور کے پیش نظر کہ جن کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، اگر ان متقی علما کرام نے یہ موقف اختیار فرمایا کہ سد زائغ اور جلب مصالح پر دفع مفسد کو مقدم رکھنے جیسے اصولوں کی بنا پر ان جیسے اجتماعات سے روکنا ہی ضروری سمجھا ہے تو یقیناً ان کا موقف دلیل شرعی پر مبنی ہے اور ان پر انکار و ملامت بھی ہرگز جائز نہیں۔

ان جیسے مسائل میں وہی راستہ درست ہے جو مجتہد فیہ مسائل میں اختیار کیا جاتا ہے کہ ہر آدمی اپنے عمل اور فتویٰ میں وہ راستہ اختیار کرے جو اس کی نگاہ میں درست ہے اور جس کا وہ فیما بینہ و بین اللہ جو اب وہ ہوگا، اور اسے چاہیے کہ دوسرے اجتہادی موقف کے قائل حضرات پر ملامت کے تیر برسانے سے گریز کرے۔

خلاصہ یہ کہ ہم نے مذکورہ تبصرہ میں جو گزارشات پیش کی ہیں ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے محترم جناب علامہ محقق السید محمد علوی المالکی (حفظہ اللہ و نفع بہ الاسلام و المسلمین) نے اپنی کتاب میں ان بہت سے دلائل کو مستخرج کیا ہے جن کے سمجھنے میں لوگوں کو غلطی ہوتی ہے۔ مؤلف نے ان کا حقیقی مفہوم کتاب و سنت کے دلائل کی روشنی میں ذکر کیا ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ ان کی کتاب خاصیت اور مخالفت کے جوش کے بجائے انصاف کی آنکھ سے مفاہمت کی فضا میں پڑھی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا کرے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لئے حق کی گواہی دیتے ہوئے انصاف قائم کرنے والے بنیں اگرچہ ہمارے اپنے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ [مطبوعہ: ماہنامہ البلاغ ۱۴۱۶ھ..... آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد ۱۰]

حضرت مولانا مفتی محمد فریدؒ [مفتی: دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک] کا رجوع نامہ:

جناب مولانا رحمہ اللہ صاحب سلمہ الرحمن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ اما بعد بس اللہ کریم کرے کہ آپ خیریت سے ہوں ”اصلاحِ مفاہیم“ کے متعلق واضح رہے کہ اس کتاب کے چند مقامات دیکھے گئے وہ مجھے پسند آئے تو میں نے اس کے متعلق لکھا۔ اس کے مصنف سے میں بالکل ناواقف تھا۔ رسالہ ”حق چار یاڑ“ سے معلوم ہوا کہ یہ مصنف علماء اہل حق کے دشمنوں کا مداح ہے اور ان اعداء اللہ سے متاثر ہے اگر مجھے قبل یہ معلومات ہوتے تو بعد میں اس پشیمانی کی نوبت نہ آتی۔ محمد فرید غنی عنہ [مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یار، جولائی ۱۹۹۵ء]

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حسن جان شہید رحمہ اللہ کی تحریر

فضیلۃ الشیخ مولانا القاضی مظہر حسین حفظہ اللہ ورعہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱..... جناب کا والا نامہ باعش معلومات ہوا۔

میں نے خود علوی مالکی صاحب کی کتاب ”حول الاحتفال بالمولد النبوی“ نہیں دیکھی۔ آپ کے حوالہ جات سے معلوم ہوگئی۔ البتہ اُن کی دوسری تصنیفات اصولِ حدیث میں اور ”مناقب امام مالکؒ“ پڑھی ہیں۔

۲..... اب ”اصلاحِ مفاہیم“ کے بارے میں آپ کی طرف سے کافی تردیدات شائع ہوگئی ہیں۔ میرے ناقص خیال میں مزید تردیدات شائع کرانے کی ضرورت نہیں رہی۔ اس لیے میرے خط کو بھی شائع نہ کرائیں۔ اور مولانا عزیز الرحمن کو بھی لکھو گا کہ میری تقریظ شائع نہ کرائیں۔

..... از: فقیر طالب دعا..... محمد حسن جان..... ۱۶/۱۱/۱۴۱۵ھ..... ۱۷/۴/۱۹۹۵ء

نوٹ: حضرت مولانا حسن جان صاحب نے شائع نہ کرنے کا فرمایا ہے۔ لیکن اس مکتوب گرامی کی افادیت کے پیش نظر ان کا گرامی نامہ شائع کیا جا رہا ہے۔ [ادارہ]

[مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یار، جولائی ۱۹۹۵ء]

”مفاہیم“ کی ایک تقریظ پر تائیدی دستخط سے رجوع

بندہ ناچیز خانقاہ عالیہ رائپور (ضلع سہارنپور) کا دریوزہ گر ہے۔ میرے شیخ و مربی قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ (م 1382ھ / 1962ء) بانی خانقاہ قطب عالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہ (م 1337ھ) کے جانشین و خلیفہ اعظم تھے۔ بانی خانقاہ رائے پور کو مجدد العصر قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی قدس سرہ (م 1327ھ) کے دامن فیض و تربیت سے وابستگی کا شرف و اعزاز حاصل ہے۔ مشائخ رائے پور علم و عمل میں حضرت اقدس گنگوہی قدس سرہ کے قدم بہ قدم تھے۔ اتباع سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہی ان کا دستور حیات تھا۔ بدعات و خرافات سے وہ عمر بھر غایت درجہ نفور رہے اور اپنے متعلقین و متسبین کو بھی اسی جادہ مستقیم پر چلنے کی تلقین فرماتے رہے۔

ہندوستان کے اہل بدعت نے جس زمانہ میں حضرات علماء اہل سنت دیوبند کے مقابلے میں مخالفتوں کا طوفان کھڑا کیا اور غلط عقائد ان سے منسوب کر کے پروپیگنڈے کا جال پھیلایا تو شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ (م 1377ھ / 1957ء) نے ”الشہاب الثاقب“ اور شیخ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ (م 1342ء) نے ”براہین قاطعہ“ اور ”المہند علی المہند“ لکھ کر فتنوں کا سد باب کیا۔ ”المہند علی المہند“ اب ”عقائد علماء اہل سنت دیوبند“ کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ علماء دیوبند کی پوری جماعت کے اکابر نیز عالم اسلام کے مقتدر علماء کرام اور مفتیانِ عظام کی تقریظات و تائیدات اس پر موجود ہیں۔ بانی خانقاہ رائے پور حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ کے بھی اس پر دستخط ثبت ہیں۔ المہند کا (92) ملاحظہ ہو:

”تقدیق لطیف شیخ الاتقیاء و سند الابراہر حضرت مولانا الحاج الحافظ الشاہ عبدالرحیم صاحب عمت مکارمہم جو کچھ اس رسالہ (المہند علی المہند) میں لکھا ہے حق صحیح اور موجود ہے کتابوں میں نص صریح کے ساتھ، اور یہی میرا اور میرے مشائخ کا عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ان سب پر رضا ہو، اسی پر اللہ ہم کو جلا (زندگی) دے اور اسی پر موت دے۔

بندہ ضعیف عبدالرحیم عفی عنہ رائے پوری خادم مولانا الشیخ رشید احمد گنگوہی قدس سرہ العزیز۔“

چھ سات سال پیشتر ایک کتاب ”مفہیم یحب أن تصحح“ عربی زبان میں شائع ہوئی جس کے مولف جناب محمد علوی مالکی ہیں۔ ہماری ایک محترم عزیز شخصیت نے مختلف مقامات پر کتاب اور مؤلف پر کتاب کا اچھے الفاظ میں تعارف کرایا اور تقریظات چاہیں، چنانچہ بعض علماء کرام نے محض حسن ظن کی بنیاد پر تقریظات لکھ دیں۔ اصل کتاب کا مکمل مطالعہ اس وقت شاید کسی نے بھی نہیں کیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس میں بعض مسائل ایسے بھی ہیں کہ صحابہ کرام، تابعین، تابع تابعین اور ائمہ مجتہدین کے ہاں تو ان کی کوئی اصل ہی نہیں پائی جاتی، ان کی ایجاد بہت بعد کے زمانے میں ہوئی ہے۔ ان میں ایک تداعی کے ساتھ محفل میلاد منعقد کرنا بھی ہے۔ برصغیر کے مقتدر مشائخ میں دور دور اس رسم کا نشان نہیں۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، حضرت سید احمد شہید قدس اللہ اسرارہم کے ملفوظات و مکتوبات اور تالیفات و تصنیفات موجود ہیں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

نیز اس کتاب میں بعض عقائد بھی ایسے ہیں جو اہل سنت و جماعت سے متصادم ہیں۔ اب حال ہی میں یہ کتاب ”مفہیم“ اردو ترجمہ ہو کر منظر عام پر آچکی ہے تو بعض مخلصین نے ان اختلافی مسائل کے بارے میں دریافت کیا ہے۔ بندہ پوری صفائی سے یہ عرض کر دینا چاہتا ہے کہ کسی بھی کتاب کو بغیر مطالعہ کیے اس پر تقریظ و تبصرہ تحریر نہیں کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ کا طرز بہت پسند آیا کہ میرے سامنے ایک عزیز دوست نے انہیں اپنی کتاب پر تقریظ لکھنے کو عرض کیا تو انہوں نے صاف انکار کر دیا کہ بغیر مطالعہ کیے میں تقریظ نہیں لکھا کرتا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت مولانا عثمانی سے اس کتاب ”مفہیم یحب أن تصحح“ پر تقریظ لکھنے کی درخواست کی گئی تو انہوں نے مطالعہ کے بعد تقریظ لکھی اور کئی ایک مقامات سے اختلاف کیا، لیکن صاحب کتاب نے اس تقریظ کو اپنے مقصد کے لیے مفید نہ پا کر شامل کتاب نہیں کیا۔

بندہ ناچیز ”مفہیم“ کے عربی ایڈیشن کی ایک تقریظ پر تائیدی دستخط کرنے کا خطا وار ہے اور اس سے رجوع کرتا ہے۔ میرا مسلک ”المہند علی المہند“ کے مطابق ہے جو ہمارے بزرگوں کی تائیدی و تصدیق کتاب ہے۔

حضرات علماء اہل سنت دیوبند کی تحقیقات سے متعارض و متصادم نظریات سے میرا کوئی تعلق نہیں۔

احقر نفیس الحسینی

۲۱ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ

[مطبوعہ: ماہنامہ انوارِ مدینہ.....]

”مفاہیم“ کی ایک تقریظ پر تائیدی دستخط سے رجوع

بسم الله حامداً و مصلیاً

عربی کتاب ”مفاہیم یجب أن تصحح“ جس کا حال ہی میں اردو ترجمہ شائع کیا گیا ہے اس پر لکھی گئی ایک تقریظ پر میرے تائیدی دستخط موجود ہیں۔ یہ دستخط محض حسن ظن کی بناء پر کر دیے گئے تھے۔ میرا قدیم سے تعلق حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ سے رہا ہے جو کہ اکابرین دیوبند کے سلسلہ کی ایک کڑی تھے۔ اب معلوم ہوا کہ اس کتاب کے بعض مندرجات ہمارے حضرات اکابرین دیوبند کی تصریحات جو کہ ”تذکرۃ الرشید (114 تا 136)“ اور ”المہند علی المفند“ میں مذکور ہیں کے خلاف ہیں لہذا میں اپنے تائیدی دستخطوں سے رجوع کرتا ہوں اور اس کتاب کی ناحق باتوں سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔

عبد الغنی..... سابق مدرس جامعہ مدنیہ، لاہور

۵ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ

تَجَلِّیَاتِ آفتاب (جلد اول)

رئیس المحققین، بحر العلوم، ترجمان اہل سنت، حضرت مولانا

علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ العالی (پی، ایچ ڈی، لندن)

رئیس المناظرین، ابوالفضل مولانا قاضی کرم الدین دبیر رحمہ اللہ (والد گرامی قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ) نے فتنہ رافضیت کی تردید اور اہل السنۃ والجماعۃ کے دفاع میں ایک لا جواب کتاب ”آفتاب ہدایت“ لکھی تھی، جو سو سال سے خطہ ہند میں بدر منیر بن کر چمک رہی ہے۔ ایک شیعہ مجتہد نے حضرت دبیر کی وفات کے کئی سال بعد ”تجلیات صداقت“ کے نام سے (بزعم خود) اس کا جواب لکھا، جواب الجواب میں حضرت علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ العالی نے ”تجلیات آفتاب“ تصنیف فرمائی۔ جس کی 600 صفحات پر مشتمل پہلی جلد طبع ہو چکی ہے۔

رابطہ: مولانا عبد الرؤف نعمانی، اچھرہ، لاہور۔ رابطہ نمبر: 0321-4145543

..... باب نمبر چار (۴).....

”اکابر کا مسلک و مشرب“

(مرتبہ: مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب)

پراکابر اہل سنت کے تبصرے

- ☆..... ہمارے اکابر کا اصل مسلک، از: مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم
- ☆..... تیسرے ایڈیشن پر ایک نظر، از: مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم
- ☆..... رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب پر ایک تحقیقی نظر، از: فقیہ العصر مولانا مفتی عبدالککور ترمذی رحمہ اللہ
- ☆..... رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب پر مختصر تبصرہ، از: قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ
- ☆..... طبع سوم پر حقیقت نما چشم کشا تبصرہ، از: مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ
- ☆..... رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب سے علماء مدینہ کا اظہارِ بیزاری
- ☆..... مکتوب گرامی بنام مولانا عبدالحفیظ کی صاحب، از: فقیہ العصر حضرت مولانا عاشق الہی رحمہ اللہ
- ☆..... مکتوب گرامی بنام مولانا عبدالحفیظ کی صاحب، از: حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات مدظلہم
- ☆..... مکتوب گرامی بنام مولانا سمیع الحق مدظلہم، از: فقیہ العصر حضرت مولانا عاشق الہی رحمہ اللہ
- ☆..... مکتوب گرامی بنام جناب خضر حیات صاحب، از: حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات مدظلہم
- ☆..... شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق مدظلہم کی وضاحت

ہمارے اکابر کا اصل مسلک

ایک رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے نام سے مکتبہ خانقاہ اقبالیہ کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔ نائٹل پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز مولانا عزیز الرحمن صاحب (ہزاروی) کا نام رسالہ کے مرتب کے طور پر درج ہے۔ چونکہ اس رسالہ کی ترویج و اشاعت سے بہت فساد کا اندیشہ تھا۔ (اگرچہ مصنف و مرتب کی نظر میں یہ اندیشہ مغلوب ہے۔) اس لیے ہمارے حضرت سید نفیس شاہ صاحب مدظلہ العالی (رحمہ اللہ تعالیٰ) کی رائے عالی یہ ہوئی کہ اکابر کا مسلک صحیح صحیح پیش کر دیا جائے۔ اور مرتب رسالہ کو جو غلط فہمی ہوئی اس کا ازالہ بھی کر دیا جائے۔ امتثالاً للأمر (تعمیل حکم میں) یہ چند صفحات لکھے گئے۔ اللہ تعالیٰ صحیح بات کو سمجھنے اور سمجھانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

فصل..... 1

محفل میلاد اور عرس وغیرہ کے بارے میں اکابرین دیوبند کا مسلک

اس رسالہ میں مصنف نے مجلس میلاد، عرس اور فاتحہ خوانی کے جواز و اختیار کے حق میں کچھ باتیں ذکر کی ہیں لیکن تعجب کی بات ہے کہ ان مجالس کے انعقاد کے حق میں مصنف نے ایک بھی دلیل ذکر نہیں کی، پس کچھ مکاشفات اور کچھ واقعات پر اکتفا کیا ہے۔ یہ عجیب طرز استدلال ہے اور مانعین کے دلائل کو سمجھے بغیر ان کی طرف سد اللباب کو بطور ممانعت کے سبب کے منسوب کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

”..... لہذا ظاہر ہے کہ یہ مختلف فیہ معمولات اور فروعی مسائل کے متعلق حاجی صاحب رحمہ اللہ

کی رائے اور عمل دیوبند علماء کے نزدیک اصلاً ہرگز شرک یا بدعت و ضلالت نہیں ہو سکتی۔

کچھ حضرات صحیح اعتقاد کے ساتھ حاجی صاحب رحمہ اللہ کے طریقہ پر ان معمولات کے عامل

رہے اور ہیں۔“

”اور جو امر ہیئت کذائیہ اور قیودات مروجہ کے ساتھ شرعاً واجب نہ تھا اور اس میں منکرات عملی و

اعتقادی شامل ہو گئیں تو اس امر سے سد اللباب کے لیے عارضی طور پر بالکل ہی پرہیز کرایا گیا۔“

ہم ان مجالس کے بارے میں اصل مسئلہ کو اکابرین دیوبند کی عبارات کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔

ان مجالس کو اہتمام و تداعی کے ساتھ کرنا بدعت اور ناجائز ہے

1۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”میب کے برادران ذکر مولود کو مندوب کہتے ہیں بشرطیکہ تداعی و اہتمام سے خالی ہو ورنہ کراہت کے مقرر ہیں۔“ (انوار ساطعہ: 64)

2۔ واعظ جامع مسجد سہارنپور مولانا امیر باز خان صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ:

”الترام مجلس میلاد بلا قیام و روشنی و تقسیم شیرینی و قیودات لایعنی کی ضلالت سے خالی نہیں و علی ہذا القیاس سوم و فاتحہ بر طعام کہ قرون ثلاثہ میں نہیں پائی گئی۔“ (انوار ساطعہ: 64)

3۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”بعد خیر القرون کے جو چیزیں ایجاد کی گئی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں:

ایک تو وہ کہ ان کا سبب داعی بھی جدید ہے اور وہ موقوف علیہ ایک مامور بہ کی ہیں کہ بغیر ان کے اس مامور بہ پر عمل نہیں ہو سکتا جیسے کتب دینیہ کی تصنیف اور تدوین، مدرسوں اور خانقاہوں کی بناء کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں ان میں سے کوئی شے نہ تھی اور سبب داعی ان کا جدید ہے اور نیز یہ چیزیں موقوف علیہ ایک مامور بہ کی ہیں۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ یہ سب کو معلوم ہے کہ دین کی حفاظت سب کے ذمہ ضروری ہے۔ اس کے بعد سمجھئے کہ زمانہ خیریت نشانہ میں دین کی حفاظت کے لیے وسائل محدثہ میں سے کسی شے کی ضرورت نہ تھی تعلق مع اللہ یا لفظ آخر نسبت سلسلہ سے بہ برکت حضرت نبوت سب مشرف تھے، قوت حافظہ اس قدر قوی تھی کہ جو کچھ سنتے تھے وہ سب نقش کا لجر ہو جاتا تھا، فہم ایسی عالی پائی تھی کہ اس کی ضرورت ہی نہ تھی کہ سبق کی طرح ان کے سامنے تقریر کریں، ورع و تدین بھی غالب تھا، بعد اس زمانہ کے دوسرا زمانہ آیا، غفلتیں بڑھ گئیں، قوی کمزور ہو گئے اور اہل ہوا اور عقل پرستوں کا غلبہ ہوا، تدین مغلوب ہونے لگا۔

پس علماء امت کو قوی اندیشہ دین کے ضائع ہونے کا ہوا۔ پس ضرورت اسی کی واقع ہوئی کہ دین کی بحجہ اجزائے تدوین کی جائے، چنانچہ کتب دینیہ، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقائد میں تصنیف ہوئیں اور ان کی تدریس کے لیے مدارس تعمیر کیے گئے۔ اسی طرح نسبت سلسلہ کے اسباب تقویت و ابقاء کے لیے بوجہ عام رغبت نہ رہنے کے مشائخ نے خانقاہیں بنائیں اس لیے کہ بغیر ان چیزوں کے دین کی حفاظت کی کوئی صورت نہ تھی۔ پس یہ چیزیں وہ ہوئیں کہ سب ان کا جدید ہے کہ وہ سب خیر القرون میں نہ تھا اور موقوف علیہ حفاظت دین مامور بہ کی ہیں پس یہ اعمال گویا بدعت ہیں لیکن واقع میں بدعت نہیں،

بلکہ حسب قاعدہ ”مقدمة الواجب واجب“ واجب ہیں۔

دوسری قسم وہ چیزیں ہیں جن کا سبب قدیم ہے جیسے مجالس میلاد مروجہ اور تیجہ، دسواں، چہلم وغیرہ من البدعات کہ ان کا سبب قدیم ہے۔ مثلاً مجلس میلاد کے منعقد کرنے کا سبب فرح علی الولادة النبویہ ہے اور یہ سبب حضور ﷺ کے زمانے میں بھی موجود تھا لیکن حضور ﷺ نے یا صحابہ نے یہ مجالس منعقد نہیں کیں۔ نعوذ باللہ صحابہ کا فہم یہاں تک نہیں پہنچا۔ اگر سبب اس کا اس وقت نہ ہوتا تو البتہ یہ کہہ سکتے کہ منشا اس کا موجود نہ تھا لیکن جبکہ باعث اور بناء اور مدار موجود تھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ نہ حضور ﷺ نے کبھی مجلس میلاد منعقد کی اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے۔ ایسی چیزوں کا حکم یہ ہے کہ وہ بدعت ہیں صورتاً بھی اور معنماً بھی۔ اور حدیث ”من احدث فی امرنا هذا ما لیس منہ“ میں داخل ہو کر واجب الرد ہیں اور پہلی قسم ”ما منہ“ میں داخل ہو کر مقبول ہے۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے بدعت اور سنت کے پہچانے کا۔ اس سے تمام جزئیات کا حکم مستنبط ہو سکتا ہے۔“

(میلاد النبی: 136 تا 140)

اصلاح الرسول میں مولا نا تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”مولود شریف کی محفل کی تین صورتیں ہیں اور ہر ایک کا جدا حکم ہے۔

پہلی صورت: وہ محفل جس میں قیود مروجہ متعارفہ میں سے کوئی قید نہ ہونے قید مباح نہ قید مکروہ سب قیود سے مطلق ہو، مثلاً کچھ لوگ اتفاقاً جمع ہو گئے کسی نے ان کو اہتمام کر کے نہیں بلایا یا کسی اور مباح ضرورت سے بلائے گئے تھے۔ اس مجمع میں خواہ کتاب سے یا زبانی حضور پر نور سرور عالم فخر بنی آدم ﷺ کے حالات ولادت شریفہ و دیگر اخلاق و شمائل و معجزات و فضائل مبارک صحیح صحیح روایات سے بیان کر دیا گیا اور اثنائے بیان میں اگر ضرورت امر بالمعروف و بیان احکام کی دیکھی جائے تو اس میں بھی دریغ نہیں کیا گیا یا اصل میں اجتماعی استماع و عظ و احکام کے لیے ہو اس کے ضمن میں ان وقائع شریفہ و فضائل کا بیان بھی آگیا۔ یہ وہ صورت ہے کہ بلائیکر جائز بلکہ مستحب و سنت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے حالات و کمالات اسی طریق سے بیان فرمائے ہیں اور آگے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کو روایت کیا جس کا سلسلہ محدثین میں آج تک بفضلہ تعالیٰ جاری ہے اور تابقائے دین رہے گا۔

دوسری صورت: وہ محفل جس میں قیود غیر مشروعہ موجود ہوں جو کہ اپنی ذات میں بھی قبیح و معصیت ہیں مثلاً روایات موضوعہ خلاف واقعہ بیان کی جائیں.... یا لوگوں کو جمع کرنے کا اہتمام بہت مباغہ سے کیا جائے کہ اس قدر اہتمام نماز و جماعت و عظ کے لیے بھی نہ ہوتا ہو.... الخ۔ یہ وہ صورت ہے جو اکثر عوام و جہلا میں شائع ہے اور شرعاً بالکل ناجائز و گناہ ہے۔

حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کسی ختنہ میں بلائے گئے تو آپ نے انکار فرما دیا۔ کسی نے دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ پیغمبر خدا ﷺ کے زمانہ مبارک میں ہم

لوگ خفتہ میں نہیں جاتے تھے اور نہ اس کے لیے بلائے جاتے تھے۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس کام کے لیے لوگوں کو بلانا سنت سے ثابت نہیں اس کے لیے بلانے کو صحابی نے ناپسند فرمایا اور جانے سے انکار کیا۔ اور راز اس میں یہ ہے کہ بلانا دلیل ہے اہتمام کی، تو شریعت نے جس امر کا اہتمام نہیں کیا اس کا اہتمام کرنا دین میں ایجاد کرنا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جب مسجد میں چاشت کی نماز کے لیے مجمع دیکھا تو براہ انکار اس کو بدعت فرمایا اور اسی بناء پر فقہاء نے جماعت نافلہ کو مکروہ کہا ہے۔

تیسری صورت: وہ محفل جس میں نہ تو پہلی صورت کا سا اطلاق و بے تکلفی ہو اور نہ دوسری صورت کی طرح اس میں قیود حرام ہوں بلکہ قیود تو ہوں مگر ایسے قیود ہوں جو خود اپنی ذات میں مباح و حلال ہیں یعنی روایات بھی صحیح و معتبر ہوں.... لوگوں کو بلانے اور اطلاع کرنے میں مبالغہ نہ ہو.... پس ایسی محفل نہ تو پہلی محفل کی طرح علی الاطلاق جائز ہے اور نہ دوسری محفل کی طرح علی الاطلاق ناجائز اور جائز ہونے میں تفصیل ہے جو عنقریب معرض ہوتی ہے۔“ (اصلاح الرسوم.....)

4۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”عقد مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے لہذا اس زمانہ میں درست نہیں۔ علی ہذا عرس کا جواب ہے۔“ [فتاویٰ رشیدیہ: ۱۰۵، سعید ایڈسنز]

5۔ علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”فان خلا (فعل المولد) منه (ای عمل السماع) و عمل طعام فقط و نوى المولد و دعى اليه الاخوان و سلم من كل ما تقدم ذكره فهو بدعة بنفس نية فقط لان ذلك زيادة فى الدين و ليس من عمل السلف الماضين و اتباع السلف الاولى و لم ينقل من احد منهم انه نوى المولد و نحن نتبع السلف فيسعنا ما وسعهم۔ انتهي“ (بحوالہ فتاویٰ رشیدیہ: 124)

(ترجمہ: اگر میلاد کا فعل سماع کی خرابیوں سے خالی ہو اور صرف میلاد کی نیت سے کھانا تیار کیا جائے اور اس کی لوگوں کو دعوت دی جائے اور دیگر تمام سابق میں مذکور خرافات سے اجتناب ہو تو فقط نفس نیت سے یہ بدعت ہے، کیونکہ یہ دین میں اضافہ ہے اور گزرے ہوئے سلف صالحین کا عمل نہیں ہے جبکہ سلف صالحین کا اتباع اولیٰ ہے اور ان میں سے کسی سے بھی منقول نہیں ہے کہ انہوں نے میلاد کی نیت کی ہو اور ہم تو اسلاف کے پیروکار ہیں جس کی اجازت ان کو تھی اسی کی ہم کو بھی ہے۔)

6۔ شیخ شرف الدین جنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ان ما يعمل بعض الامراء فى كل سنة احتفالاً لمولده ﷺ فمع اشتماله على التفكك لفات الشنيعة بنفسه بدعة احدثه من يتبع هواه و لا يعلم ما امره ﷺ صاحب

(الشريعة و نهاده۔) (بحوالہ فتاویٰ رشیدیہ: 124)

(ترجمہ: بعض امراء جو ہر سال مجلس میلاد منعقد کراتے ہیں تو قیودات فاسدہ پر مشتمل ہونے کے علاوہ یہ مجلس خود بدعت ہے جس کی ایجاد ایسے لوگوں نے کی ہے جو اپنی خواہش کے پیروکار ہیں اور نبی ﷺ کے دیے ہوئے اوامر و نواہی سے بے خبر ہیں۔)

7۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ ”براہین قاطعہ“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”پس غور کرنا چاہیے کہ نفس ذکر مولود مندوب و مستحسن ہے، مگر صلاۃ نفل اس سے اعلیٰ اور افضل ہے کہ عمدہ عبادات اور افضل القربات اور خیر موضوع ہے، مگر بایں ہمہ بوجہ تداعی و اہتمام کے کہ یہ اس میں مشروع نہیں بدعت لکھتے ہیں یہاں ذکر مولود بھی گومندوب ہے مگر تداعی و اہتمام اس کا کہیں سلف سے ثابت نہیں بدعت ہوگا البتہ وعظ و درس میں تداعی ثابت ہے، کیونکہ وہ فرض ہے۔ جیسا فرائض صلوٰۃ میں تداعی ضروری ہے اور تعین سور کا اس صلاۃ میں بدون درود و نفل کے بدعت لکھا ہے سو مولود میں بھی تعین ہیئات مباح کا جو معلوم ہے بدعت ہوگا، گوئی حد ذاتہ وہ امور مباح و مستحب ہوں۔“

(براہین قاطعہ: 153)

ان حوالجات سے بخوبی واضح ہو گیا کہ اہتمام و تداعی کے ساتھ مجلس میلاد منعقد کرانی خود بدعت ہے۔ یہ ساری تفصیل جو مجلس میلاد کے بارے میں ذکر ہوئی اصولی طور سے عرس اور ایصال ثواب کی مجلسوں میں بھی جاری ہوتی ہے، پھر بھی عرس کے بارے میں مزید تصریحات درج کی جاتی ہیں:

فتاویٰ رشیدیہ میں ایک سوال کے جواب میں یہ درج ہے کہ جناب مولانا فضل الرحمن صاحب رحمہ اللہ کا عرس گنج مراد آباد میں ہر سال تاریخ معین پر ہوتا ہے بذریعہ اشتہار تاریخ عرس تشہیر بھی کی جاتی ہے۔

۱۔ یہ عرس بھی مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ کی وصیت کے خلاف ہوتا تھا۔ تذکرہ مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ میں ہے:

”ہم نے یعنی فقیر تاجل حسین نے حضرت قبلہ سے عرض کیا کہ بدعت کی جزئیات کو فرما دیجیے۔ مثلاً بعد انتقال حضور کے چہلم و چہارم ہوگا یا نہیں؟ آپ نے فرمایا: صحابہ رضی اللہ عنہم کا فعل یہ نہ تھا۔ الغرض آپ کے عہد میں یہ سب نہ تھا۔ پھر ہم نے عرض کیا کہ بعد انتقال حضور کے عرس مزار پر آپ کے ہونا نہیں؟ آپ نے فرمایا: ہرگز عرس نہ ہو۔ جب کوئی سنے کہ فضل الرحمن کا انتقال ہوا تو چار قل پڑھ کر بخش دے۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہ کرے۔ اس پر جناب میاں احمد صاحب نے فرمایا: کہ قل و عرس تمام بزرگان کا ہوتا ہے۔ یہاں بھی ہونا چاہیے۔ آپ نے بہت خفا ہو کر فرمایا کہ: ہرگز نہ ہو۔ ہماری قبر پر کوئی میلہ نہ کرے۔

راقم کہتا ہے کہ حضرت قبلہ کو خیال سنت کا بہت تھا۔ آپ نے اپنے پیر کا عرس نہیں کیا۔ اور نہ ان کے پیر نے اپنے پیر کا عرس کیا۔“ [۵۲]

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (561)

خاص مریدان سلسلہ کو بذریعہ خطوط اطلاع بھی دی جاتی ہے۔ تاریخ معینہ پر لوگوں کا اجتماع ہو کر قرآن خوانی ہوتی ہے ایصال ثواب کیا جاتا ہے، قوی راگ، سماع مزامیر و دیگر خرافات وغیرہ روشنی بھی نہیں ہوتی۔

اس کے جواب میں حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

عرس کا التزام کرے یا نہ کرے بدعت اور نادرست ہے۔ تعین تاریخ سے قبروں پر اجتماع کرنا گناہ ہے خواہ لغویات ہوں یا نہ ہوں۔ (131، محمد سعید اینڈ سنز، کراچی)

ایک اور سوال کہ ”جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جائے اور تقسیم شیرینی ہو شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟“

مولانا رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی ساعر عرس اور مولود درست نہیں ہے۔“ (147، ایضاً)

اور اس سوال پر کہ ”مرید لوگ زید کی سالانہ برسی کرتے ہیں یعنی ایک تاریخ مقرر کر کے کسی دوسرے بزرگ کی خانقاہ میں سب مرید جمع ہوتے ہیں۔“

مولانا رحمہ اللہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

اور عرس کے باب میں بھی جواب یہ ہے کہ منع ہے۔ اربعین میں مولانا مدوح لکھتے ہیں:

”مقرر ساختن روز عرس جائز نیست۔ در تفسیر مظهری می نویسند لا يجوز ما يفعله الجهال بقبور الاولياء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السرج والمساجد اليها ومن الاجتماع بعد الحول كالاعیاد و يسمونه عرسا انتهي۔“ (109، ایضاً)

☆.....☆.....☆.....☆

فصل 2.....

ایک ممکنہ اعتراض اور اس کا جواب

اعتراض: کسی کو اگر یہ خیال ہو کہ خود مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے اصلاح الرسوم میں محفل میلاد کی تیسری صورت کو ذکر کر کے فرمایا:

”خلاصہ یہ ہے کہ جہاں یہ مفاسد نہ کور نہ ہوں گواں کی توقع عوام کی حالت پر نظر کرنے سے بہت ہی بعید ہے لیکن اگر فرضاً کسی وقت یا کسی موقع پر ایسا ہو تو وہاں اجازت دی جائے گی، مگر اس وقت اجازت کے فعل میں بھی ضرور ہوگا کہ ان قیود کو جس طرح عقیدتا غیر مؤکد سمجھیں اسی طرح اپنے

عمل سے بھی ان کا مؤکد نہ ہونا بار بار ظاہر کرتے رہیں۔“

اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ تمام احتیاطوں کے ساتھ اور مفاسد مذکورہ سے بچتے ہوئے محفل میلاد کی یہ تیسری صورت جائز ہے اور رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ میں جس محفل میلاد کو منعقد کرنے کا ذکر ہے اس سے یہی صورت مراد ہے تو اس کے انعقاد سے تو کچھ مانع نہ رہا۔

جواب: اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اس تیسری صورت کے لیے مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ”لوگوں کو بلانے اور اطلاع کرنے میں مبالغہ نہ ہو“۔ اور عدم مبالغہ کی کوئی تحدید نہیں کی جبکہ عدم مبالغہ ہر شخص کے اپنے حالات اور وسائل کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے جو شخص پانچ سو افراد کو بلانے پر قادر ہے وہ سو افراد کو بلانے میں ترک مبالغہ کرے گا جبکہ دوسرے کے نزدیک یہ مبالغہ میں شامل ہوگا۔ اسی طرح کوئی اگر مسجد میں ایک تحریری اطلاع چسپاں کرنے یا ایک مرتبہ زبانی اطلاع کرنے میں مبالغہ خیال نہ کرے تو کوئی دوسرا کثیر تعداد میں آنے والوں پر نظر کر کے اس کو یقیناً مبالغہ و اہتمام اور تداویٰ پر محمول کرے گا۔ جب نفل نماز کی جماعت کے لیے چار آدمیوں کی موجودگی تداویٰ پر محمول کی جاتی ہے تو کیا چار آدمیوں کو دعوت دے کر محفل میلاد کے لیے بلانا تداویٰ نہ ہوگا۔ اور متقدمین میں سے جن لوگوں نے اس قسم کی مجالس کو بھی جو مکروہ کہا ہے تو غالباً یہ بھی وجہ ہوگی۔

علاوہ ازیں مولانا تھانوی رحمہ اللہ اسی اصلاح الرسوم میں فرماتے ہیں:

”علیٰ ہذا القیاس سب قیود مباحہ کے ساتھ یہی عمل رکھیں تو اس طرح کی محفل گو سلف صالحین سے منقول نہیں مگر بوجہ مخالف نہ ہونے قواعد شرعیہ کے ممنوع بھی نہ کہی جائے گی۔ یہ حکم ہے صورت سوم کا اعتبار فتویٰ کے، لیکن مصلحت انتظام دین کا مقتضایہ ہے کہ اس سے بھی احتیاط رکھیں کیونکہ یہ خود نہ تو ضرورت دین سے ہے نہ کسی ضرورت دین کا موقوف علیہ ہے اور ایک باریکی ہیئت اجتماعیہ مباحہ مفضی الی المفسد ہو بھی چکی ہے جیسا کہ پیش نظر ہے اور جہل روز بروز غالب ہوتا جاتا ہے اس لیے مرتبہ تقویٰ احتیاط ہی میں ہے۔“ (119)

مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے زمانے میں جو حالات تھے، ان میں مزید ابتری پیدا ہوئی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ احتیاط کو شدت سے جاری رکھا جائے۔

پھر ایک اور بات جو انتہائی قابل لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ خود مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے بدعت و سنت کے درمیان جو فرق کیا ہے اس کے مطابق بھی باوجود سبب کے موجود ہونے کے سلف صالحین سے اس طرح کی محفل منقول نہیں، لہذا صرف تقویٰ نہیں بلکہ فتویٰ کی رو سے بھی اس طرح کی مجلس منعقد کرنے سے اجتناب ضروری ہے، جیسا کہ خود مولانا تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”اس وقت بھی بعض علماء نے ان کے (یعنی مشتبہین

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (563)

کے) ساتھ اختلاف کیا تھا۔“ اور ان بعض علماء میں ابن الحاج مالکی اور شرف الدین حنبلی رحمہما اللہ بھی ہیں جو اس کو بدعت کہتے ہیں جیسا کہ ان کی دی ہوئی عبارتوں میں پہلے گزر چکا ہے۔

اسی طرح عرس اور ایصال ثواب کے بارے میں مولانا تھانوی رحمہ اللہ اپنی ”اصلاح الرسوم“ میں فرماتے ہیں:

”اور قیود مباحہ کے ساتھ جس کو نہ خود ضرر ہو اور نہ اس کے فعل سے کسی دوسرے کو ضرر ہو خفیہ طور پر اس کو گنجائش دی گئی ہے۔ اس کو چاہیے کہ ان قیود میں گاہ گاہ تغیر و تبدل کر دیا کرے تاکہ کہیں اسی کے نفس میں یا شاید دوسرے کے نفس میں کوئی خرابی نہ پیدا ہو جائے، مگر پھر بھی احتیاط کا طریقہ افضل و مسنون ہے کیونکہ اس طریق مباح ہی سے آخر خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں تو آئندہ بھی اندیشہ ہی ہے اس لیے مقتضائے انتظام الہی یہی ہے کہ ان قیود سے بالکل ہی احتیاط رکھے اور تجربہ سے بھی ثابت ہوا ہے کہ قیود کی پابندی میں اگر ابتداء میں بالفرض خلوص بھی ہو مگر بعد میں چند دن کے پھر اس کو نباہنے کے لیے کرنا پڑتا ہے اور نیت درست نہیں رہتی۔“ (131)

حاصل کلام یہ ہوا کہ سوائے اس مجلس کے جو بلا تخصیص و بلا تنقید کے ہوا اور ہر قسم کی مجلس خواہ میلاد کی ہو یا ایصال ثواب کی ہو بدعت اور واجب الاجتناب ہے۔

کیا ان مجالس کو منعقد کرانے میں کوئی اصلاحی منفعت ہے؟

رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے مصنف نے ان مجالس کے حق میں ایک دلیل یہ دی ہے:

”لیکن آج کل صورت حال کچھ ایسی ہے کہ رسومات اور بدعات کے اندیشہ وقوع کے مقابلہ میں ارتداد خفی میں لوگ مبتلا ہو رہے ہیں اور محبت اور عظمت رسول اللہ ﷺ کی کمی کی وجہ سے اہانت رسول اللہ ﷺ تک نوبت پہنچ رہی ہے جو کہ صریح کفر ہے۔ اپنے محسنین کو ایصال ثواب کے اہتمام سے تغافل ہے۔ اولیاء اللہ کا تذکرہ تو کجا پورے خائفانہ نظام جس کا مقصد روح دین کا حصول تھا کی بھی مخالفت کی جا رہی ہے۔ گڑھے کے خوف سے گہرے کنوئیں میں گر رہے ہیں، اس لیے اب بعض مصلحت اندیش علماء کے نزدیک دینی مصلحت ان مجالس کے قیام میں ہے کہ بدعت کے خوف کے مقابلہ میں وقوع کفر زیادہ سخت ہے تاہم ان مجالس خیر و برکات میں مشائخ کو اس بات کی کڑی نگرانی کرنی چاہیے تاکہ کوئی منکر اور بدعت اصطلاحی ان میں رواج نہ پا جائے۔“ (36)

ہم کہتے ہیں کہ اس دلیل کے جواب میں ”اصلاح الرسوم“ کی صفحہ 119 اور 131 کی مذکورہ بالا عبارتوں کا دوبارہ مطالعہ کیا جائے۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے پورے یقین کے ساتھ یہ تحریر فرمایا ہے: ”یہ ہیئت اجتماعیہ مباحہ ایک بار مشفی الی المفاسد ہو چکی ہے اور جہل روز بروز غالب ہوتا جاتا ہے۔ اس لیے

مقتضائے انتظام الٰہی یہی ہے کہ ان قیود مباحہ سے بالکل ہی احتیاط رکھے۔“

غرض اس ہیئت اجتماعیہ مباحہ سے مذکورہ مفاہد کا پیدا ہونا اغلب ہے جبکہ رسالہ میں مذکور ارتداد خفی سے بچاؤ کچھ اس ہیئت پر موقوف بھی نہیں بلکہ اس کے لیے دیگر متبادل طریقے موجود ہیں۔ ایسی حالت میں مقتضائے انتظام الٰہی کے خلاف کرنا اور اس میں مصلحت خیال کرنا شرعی اور عقلی قواعد سے بعید ہے۔

تنبیہ:

مذکورہ رسالہ میں میلاد اور عرس سے متعلق بعض واقعات کی نسبت حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ کی طرف کی گئی ہے۔ یہ نسبت قابل تسلیم نہیں کیونکہ حضرت رحمہ اللہ کے معمولات سے سب خاص و عام واقف ہیں اور مولانا ابوالحسن ندوی سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ میں ”دینی حمیت اور مسلک صحیح کی حفاظت کا اہتمام“ کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں:

”اسی طرح وہ مسلک توحید و اتباع سنت و رد بدعات کے شدت سے حامی و محافظ تھے جو ان کو درامتنا و تعلیم و تربیت اپنے اسلاف و اساتذہ و مشائخ سے ملا تھا۔ ہندوستان کی آزادی و تقسیم ملک کے بعد کچھ سیاسی و انتظامی مصالحوں کی بنا پر بعض ایسے علماء کی طرف جو ہندوستان کے حالات کے پیش نظر مسلمانوں کے ایک جگہ مجتمع ہونے اور اس ملک میں رہنے کے فیصلہ کو ہر مسئلہ پر مقدم رکھتے تھے۔ مصلحتاً بعض ایسے اجتماعات کی نہ صرف اجازت دی گئی بلکہ ان میں وہ خود شریک بھی ہوئے۔ اس سلسلہ میں بعض حضرات نے بزرگان دین کے ان عرسوں کو دوبارہ قائم کرنے کو مفید سمجھا جن میں مسلمان بڑی تعداد میں شریک ہوتے تھے اور ایک دوسرے سے ملتے تھے۔ تقسیم کے بعد وہ بند ہو گئے تھے یا بہت پھیکے پڑ گئے تھے۔ شیخ کو جب اس طرح کی اطلاعات ملیں تو ان کے دل کو بڑی چوٹ لگی۔ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

”اللہ کی شان انقلابات زمانہ اور اپنے اعمال بد کے ثمرات دیوبندی جماعت جو عرس کے بند کرنے کی ہمیشہ ساعی رہی اب وہ عرسوں کو فروغ دینے والے بن گئے۔ جس شخص کے بڑے نظام الدین کے عرس کے زمانے میں بستی بھی چھوڑ دیا کرتے تھے ان کا ناخلف یہ سوچتا ہے کہ اس موقع پر جایا جائے تاکہ پاکستان سے آنے والے احباب سے جن کو عرس کے عنوان سے اجازت مل جاتی ہے ملاقات ہو جائے۔“

اسی طرح ایک مرتبہ شیخ نے ایک قابل احترام دیوبندی عالم اور بزرگ کے متعلق سنا کہ وہ 12 ربیع الاول کے ایک میلاد جلسہ میں شرکت فرمانے والے ہیں شیخ نے اس پر ناچیز کو لکھا:

”ابھی چند روز ہوئے اخبار میں 12 ربیع الاول کے میلاد جلسہ میں..... شرکت کا وعدہ پڑھا جب سے سوچ میں ہوں کہ جس چیز پر اکابر نے ایسے ایسے ٹم ٹھونکے وہ ایسی بن گئی کہ اخبار جمعہ تو گویا اس کے پر پیگنڈہ کے لیے وقف ہو گیا۔“ (211)

فصل..... 3

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ کی ان محافل میں شرکت کے بارے میں مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کا تبصرہ

اس رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے مصنف نے مقام غور کے عنوان سے ایک عبارت لکھی ہے:

”اب فریقین ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ جب حاجی صاحب رحمہ اللہ کے معمولات میں میلاد شریف، فاتحہ خوانی، عرس وغیرہ تھے اور بعض دیگر اعتقادی مختلف فیہ مسائل کو حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ شرک و بدعت نہیں فرماتے تھے جس کی تفصیل ان کے رسالہ ”فیصلہ مفت مسئلہ“ میں موجود ہے۔ غور فرمائیں کہ اگر کوئی شخص حاجی صاحب کے مذکورہ بالا معمولات اور رائے کو بدعت یا شرک مانتا ہو تو وہ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کو اپنا پیرومرشد کیسے مان سکتا ہے؟ جبکہ یہ تعلق محض رسی پیری مریدی کا نہیں تھا بلکہ ان حضرات کا حاجی صاحب سے اور حاجی صاحب کا اکابر دیوبند سے تعلق عقیدت و محبت اور عشق کے درجے میں تھا جو کہ حاجی صاحب کے مطبوعہ مکاتیب سے واضح ہے اور یہ حضرات کسی بدعتی سے ادنیٰ تعلق بھی گوارا نہیں کرتے اور شرک کا واہمہ تو بڑی دور کی چیز ہے لہذا ظاہر ہے کہ یہ مختلف فیہ معمولات اور فروعی مسائل کے متعلق حاجی صاحب رحمہ اللہ کی رائے اور عمل دیوبندی علماء کے نزدیک اصلاً شرک یا بدعت و ضلالت نہیں ہو سکتی۔

اس تمہید کے بعد ہم ظاہر شریعت اور علمی لائن کی رو سے بھی مذکورہ مسائل میں اکابر علماء دیوبند کے متفقہ عقائد درج کریں گے جو مشہور مسائل میں سوال و جواب کے طور پر عربی میں چھپے ہوئے ہیں۔ یہ رسالہ حضرت مولانا غلیل احمد صاحب سہارن پوری قدس سرہ کا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی واقعہ ہے کہ ان ہی امور خیر میں دشمنوں اور سازشیوں نے اعتقادی اور عملی شریکیات اور منکرات کو شامل کر کے عوام میں رواج دیا جس کی اصلاح اور ان کا انسداد علماء حقہ پر ضروری تھا اور کچھ حضرات صحیح اعتقاد کے ساتھ حاجی صاحب کے طریقہ پر ان معمولات کے عامل رہے اور ہیں لیکن اکثریت نہیں رہی۔“ (5-6)

اس مذکورہ بالا حوالہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس رسالہ کے مصنف کے نزدیک حاجی صاحب رحمہ اللہ اس قسم کی جن مجالس میں شریک ہوئے ہیں ان سے اکابرین دیوبند مثلاً مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کو کچھ اختلاف نہ تھا اور وہ ان کو فروعی اور مختلف فیہ مسائل میں سے شمار کرتے تھے۔ مصنف پر یہ لازم تھا کہ اس

رسالہ کی تصنیف سے پہلے وہ اس مسئلہ سے متعلق مولانا گنگوہی اور مولانا تھانوی رحمہما اللہ کی جملہ تحریرات کا بغور مطالعہ فرما لیتے اگر وہ ایسا کر لیتے تو یقیناً اس قسم کی بات تحریر نہ فرماتے۔

مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے کچھ شبہات کا جواب دیتے ہوئے مولانا گنگوہی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”امر عانی میں سنئے کہ حضرت اعلیٰ کا ارشاد پانچ چھ سال پہلے یہی تھا کہ ”نفس ذکر جائز اور قیود بدعت“ چنانچہ اس قسم کی تحریرات اب بھی موجود ہیں، مگر بعد حضور مجوزین کے جو تحقیق ہوئی ہے خلاصہ اس کا ہفتہ مسئلہ میں آپ نے خود لکھا ہے کہ جناب حضرت مدظلہ مجوزین و مانعین ہر دو کی تصویب فرما رہے ہیں، حالانکہ ایک مسئلہ جزئیہ عملیہ جو مجتہدین میں مختلف فیہ ہے عند اللہ حق اس میں ایک ہی ہے اور دوسرا غلط تو کشف سے اگر صاحب کشف حق ایک جانب کو حق جان لے تو دوسری جانب کو حق نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ کشفاً ایک ہی حق ہوتا ہے، پس دونوں کی تصویب اور ایک کی ترجیح کے کیا معنی؟ سوائے اس کے کہ دونوں جانب علماء تصور فرما کر اس مسئلہ کو مختلف فیہ خیال فرمایا اور اس مسئلہ کو مسئلہ فرعیہ تصور فرمایا، حالانکہ یہ مسئلہ اعتقادیہ ہے۔ اگرچہ بادی النظر میں مسئلہ فرعیہ خیال کیا جاتا ہے اور مسئلہ اعتقادیہ میں حق ایک ہی ہوتا ہے۔ ظاہر میں بھی مثل باطن کے۔ اسی واسطے اہل اہوا اگرچہ صد ہا علماء میں ان کی کثرت پر نظر نہیں ہوتی اور مسئلہ مختلف فیہا نہیں کہا جاتا۔ اور حضرت اعلیٰ وجہ ترجیح کو خود ہی تحریر فرماتے ہیں۔ آپ نے اپنے قلم سے لکھا ہے کہ ان قیود کو بدعت ہی نہیں سمجھا، کیونکہ فرماتے ہیں کہ ”بدعت وہ ہے کہ غیر دین کو دین میں داخل کیا جائے اور اس پر حدیث: من أحدث فی أمرنا هذا.... الخ کو دلیل لائے ہیں۔ اس سے صاف واضح ہے کہ یہ ترجیح کشفی نہیں ہے، باقی یہ بات کہ ترجیح اعلیٰ حضرت کی صحیح نہیں، اس کو میں نہیں لکھتا اگرچہ یہ اصل ان کی صحیح ہے، مگر اندراج اس جزئیہ کا اس اصل میں صحیح نہیں ہے۔ آپ تامل کریں گے واضح ہو جائے گا اور اس مسئلہ کو مختلف فیہا سمجھنا تم سے تعجب ہے، کیونکہ وہ مسئلہ مختلف فیہا بظاہر دونوں طرف صواب ہوتا ہے کہ مجتہد مطلق یا مقید یا علماء راہنہین ملحق بہم میں مختلف فیہ نہ ہو اور عوام علماء کا اختلاف مسئلہ کو مجتہد فیہ نہیں بتایا بلکہ اس میں ایک ہی جانب حق ہوتی ہے کہ جو موافق قانون شریعت کے ہو اور دوسری رائے باطل ہوتی ہے۔“

[میلا دالنبی: 285]

ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کسی صراحت سے اس مسئلہ کا اعتقادی ہونا بتا رہے ہیں اور اس کے فردی اور مختلف فیہ ہونے کی نفی فرما رہے ہیں، جبکہ ہمارے پیش نظر رسالہ کے مصنف اس سے بے خبر ہو کر مسئلہ کو فردی اور مختلف فیہ ذکر کر رہے ہیں۔

مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کے نام اپنے مراسلہ میں یوں تحریر کیا:

”شرکت بعض مجالس کی الحمد للہ مجھ کو نہ غلو و افراط ہے نہ اس کو موجب قربت سمجھتا ہوں، مگر توسع کسی قدر ضرور ہے۔ اور منشا اس توسع کا حضرت قبلہ و کعبہ کا قول و فعل ہے، مگر اس کو حجت شرعیہ نہیں سمجھتا، بلکہ بعد

ارشاد اعلیٰ حضرت کے خود بھی میں نے جہاں تک غور کیا اپنے ناقص فہم کے موافق یوں سمجھ میں آیا کہ اصل عمل تو محل کلام نہیں ہے، البتہ تقییدات و تخصیصات بلاشبہ بدعت ہیں۔ سواس کی نسبت یوں خیال میں آیا کہ ان تخصیصات کو اگر قربت و عبادت مقصودہ سمجھ لیا جائے تو بلا شک بدعت ہیں اور اگر محض امور عادی یعنی بر مصالح سمجھا جائے تو بدعت نہیں بلکہ مباح ہیں، تو مباح کبھی بوجہ واسطہ عبادت بن جانے کے لہٰذا غیرہ عبادت سمجھ لیا جائے، چنانچہ بہت سے مباحات کی یہی شان ہے..... (الیٰ ان قال) ان خیالات کے ذہن نشین ہونے سے ان خصوصیات کے انکار میں کمی پیدا ہوئی ہے۔ اس کا مرتبہ فروغ و مسائل اختلافیہ کا سا آنے لگا، مگر اس کے ساتھ ہی نہ کسی دن ان اعمال کی وقعت ذہن میں آئی نہ خود رغبت ہوئی نہ اوروں کو ترغیب دی، بلکہ اگر کبھی اس قسم کا تذکرہ آیا تو یہی کہا گیا کہ اولیٰ یہی ہے کہ خلافیات سے بالکل اجتناب کیا جائے، مگر جس جگہ میرا قیام ہے وہاں ان مجالس کی کثرت تھی اور بے شک ان لوگوں کو غلو بھی تھا، چنانچہ ابتدائی حالت میں اس انکار پر میرے ساتھ بھی لوگوں نے مخالفت کی، مگر میں نے اس کی کچھ پروا نہ کی۔ تین چار ماہ گزرے تھے کہ حجاز کا اول سفر ہوا تو حضرت قبلہ نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ اس قدر تشدد و انکار مناسب نہیں ہے۔ جہاں ہوتا ہوا انکار نہ کرو، جہاں نہ ہوتا ہوا ایجاد نہ کرو۔ اور اس کے بعد جب میں ہند کو واپس آیا تو طلب کرنے پر شریک ہونے لگا اور یہ عزم رکھا کہ لوگوں کے عقائد کی اصلاح کی جائے۔“

مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کے نام اپنے مراسلہ میں ذکر کیا:

”..... بہر حال میرے خیال میں یہ امور خلاف اولیٰ ضرور ہیں، مگر بمصالح دینیہ ان کے فعل میں گنجائش نظر آتی ہے اور عوام کی اصلاح بھی ساتھ ساتھ واجب سمجھتا ہوں اور اپنی وسعت کے موافق کرتا بھی رہتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ ایک خیال اور بھی پیدا ہوا اور وہ بہت نازک بات ہے وہ یہ کہ اگر یہ شرکت (در مجالس) بالکل اللہ اور رسول کی رضا کے خلاف ہے تو حضرت قبلہ کے صریح ارشاد کی تاویل کی جائے بلکہ اہل علم کے اعتقاد و تعظیم و تعلق ارادت سے عوام کا ایہام ہے۔ اس سے ہر پھر کر یہی اطمینان ہوتا ہے کہ شرعاً گنجائش ضرور ہے.....“ [میلا دالنبی: 271]

اس کے جواب میں مولانا گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اور امر ثانی کے باب میں اگرچہ سر دست آپ کو بوجہ فرط عقیدت و محبت کے ناگوار گزرے اور اس بندہ کو گستاخ و بے ادب تصور کرو، مگر حق کہہ دینے سے مجھے یہ امر مانع نہیں۔ وہ یہ کہ بندہ جو حضرت شیخ سے بیعت ہوا ہے اور جتنے اہل علم ذی فہم قدیم سے بیعت ہوتے رہتے ہیں اور ہوتے رہے ہیں تو باوجود علم غیر عالم سے جو بیعت ہوئے تو اس خیال سے بیعت ہوئے اور ہوتے ہیں کہ جو کچھ استادوں سے کتب دینیہ میں انہوں نے پڑھا اور علم حاصل کیا کسی شیخ عارف سے اس علم کو علم الیقین بنالیں تاکہ عمل کرنا نفس کو اس پر سہل ہو جائے اور معلوم مشہود ہو جائے، علی حسب استعداد۔ اس واسطے کوئی بیعت نہیں ہوا اور ہوتا کہ جو کچھ

ہم نے پڑھا ہے اس کے صحت و سقم کو کسی شیخ غیر عارف سے پڑھ لیں اور احکام محققہ قرآن و حدیث کو اس کے قول سے مطابق کر لیں کہ جس کو وہ غلط فرمادیں وہ غلط مان لیں اور جس کو وہ صحیح کہیں اس کو صحیح رکھیں کہ یہ خیال سراسر باطل ہے۔ پس اگر کسی کا شیخ کوئی امر خلاف امر شرع کے فرمادیں تو اس کو تسلیم کرنا جائز نہ ہوگا، بلکہ خود شیخ کو ہدایت کرنا مرید پر واجب ہوگا کیونکہ ہر دو کا حق ہر دو پر ہے اور شیوخ معصوم نہیں ہوتے اور جب تک شیخ کسی مسئلے کو جو بظاہر خلاف شرعیہ ہو، بدلائل قطعہ ذہن نشین نہ کر دے مرید کو اس کا قبول کرنا ہر گز روا نہیں، اس کی نظیر احادیث سے بکثرت ملتی ہیں۔ ایک نظیر بیان کرتا ہوں اس پر غور کریں:

جب واقعہ مسیلہ میں قراء بہت شہید ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ہوا ذہاب کثیر من القرآن کا، انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جمع قرآن کا مشورہ دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بعد مباحثہ بسیار قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ قبول فرمایا اور اس کا استحسان ان کے ذہن نشین ہو گیا اور دونوں کی رائے متفق ہو گئی اور سنیت بلکہ وجوب مقرر ہو گیا۔ اور پھر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس امر کے واسطے فرمایا تو باوجود اس بات کے کہ شیخین رضی اللہ عنہما زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے علم و فضل میں بہت زیادہ تھے اور صحبت ان کی بنسبت زید کے طویل تھی اور ان کے باب میں حکم عام شارع علیہ السلام سے ہو چکا تھا کہ اقتدوا بالذین من بعدی ابو بکر و عمر، رواہ البخاری، مع هذا زید رضی اللہ عنہ نے چونکہ اس امر کو محدث سمجھا تو یہی فرمایا: کیف تفعلون شئیا لم یفعله رسول اللہ ﷺ اور ان کے کہنے کو ہرگز تسلیم نہیں کیا، کیونکہ ایجاد بدعت ان کے نزدیک سخت معیوب تھا اور شیخین کو معصوم نہ جانتے تھے۔ لہذا مناظرہ شروع کر دیا، مگر جس وقت شیخین نے ان کو سمجھایا اور سنیت اس فعل کی زید کو ثابت ہو گئی تو اس وقت بدل و جان قبول کر کے اس کی تعمیل میں مصروف ہو گئے۔ بخاری کو تم نے خود پڑھا پڑھایا اور دیکھا ہے زیادہ کیا لکھوں۔

پس ایسا بدست شیخ ہو جانا کہ مامور منی کی کچھ تمیز نہ رہے یہ اہل علم کا کام نہیں، لا طاعة لمخلوق فی معصیۃ الخالق یہ امر بھی عام ہے اس سے کوئی مخصوص نہیں۔ اور اگر کسی عالم نے اس کے خلاف کیا تو بسبب فرط محبت کے اور جنون عشقیہ کے کیا ہے۔ سو وہ قابل اعتبار کے نہیں اور ہم لوگ اپنے آپ کو اس درجہ کا نہیں سمجھتے۔

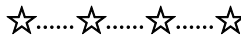
بے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید

انہیں لوگوں کی شان میں ہے اور شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمہ اللہ کا واقعہ کہ مجلس (سماع) سلطان المشائخ رحمہ اللہ سے مجتنب رہتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ فعل مشائخ سنت نباشد۔ آپ نے سنا ہوگا اور حضرت سلطان المشائخ کا اس پر فرمانا کہ نصیر الدین درست کہتا ہے۔ تقدیق تحریر بندہ کی کرتا ہے۔ وہ امر بہت باریک ہے جو آپ نے لکھا ہے اس کے جواب میں اسی قدر کافی ہے۔ اسی واسطے مشائخ اپنے

مریدین علماء سے مسائل دین کی تحقیق کرتے رہتے تھے اور کرتے رہتے ہیں اور اپنی معلومات مخالف سے تابع ہو جاتے تھے، چنانچہ حضرت نے غذائے روح میں قصہ اس عارف کا جو غار میں رہتا تھا اور نکیہ موم کی آنکھ اور بنی نجاست کی ناک میں رکھتا تھا۔ لکھا ہے کہ انہوں نے مرید کے اس کہنے پر کہ اس صورت میں نماز نہیں ہوتی اپنی نمازوں کا اعادہ کیا اور مسئلہ کو قبول کیا اور خود بندہ کو واقعات پیش آئے ہیں کہ جناب حاجی صاحب و جناب حافظ صاحب جو پہلے سے مولوی شیخ محمد صاحب سے مسائل دریافت کر کے ان پر عامل تھے، بندہ کے کہنے سے کتنے مسائل کے تارک ہو گئے اور واللہ کہ حافظ صاحب نے یہ کلمہ میرے سامنے فرمایا کہ ہم کو بہت سے مسائل میں ہمیشہ دھوکا رہا۔

پس چونکہ ابتدائے صحبت سے خود وہ ایسی عادات کا ہے اور فرط محبت و عقیدت سے عاری حضرت کے ارشاد کو جو بسبب تصدیق کرنے قول بعض مریدین بد فہم یا کم فہم کے اور مریدین خود غرض بدنام کنندہ پیران کے بحسن ظن خود صحیح سمجھ گئے ہیں سر دست قبول نہیں کرتا بلکہ حضرت کو معذور جان کر خطاب سے بری سمجھتا ہوں۔ قال علیہ الصلاة والسلام من افتی بغیر علم فائمه علی من افتاه۔ لہذا حضرت کو معذور و بری جان کر ان خود غرضوں کو آثم اور ضال و مضل و مکتسب اصحۃ دنیویۃ در پردہ دین یقین کرتا ہوں اور واللہ باللہ کہ تم پر خاصۃ ہرگز مجھے یہ گمان نہیں ہے جبکہ تم کو جو کچھ پیش آیا ہے بفرط عقیدت واقع ہوا ہے میں تم کو بھی اس امر میں معذور سمجھتا ہوں اور تمہارے واسطے دعائے خیر کرتا ہوں اگرچہ میں تمہارا شاک بھی ہوں، مگر یہ شکوہ میرا بوجہ محبت کے ہے، کیونکہ شکوہ اپنوں ہی کا ہوتا ہے۔“ [میلاد النبی: 276 تا 279]

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تفصیلی عبارت کے ملاحظہ کے بعد ان شاء اللہ حضرت حاجی رحمۃ اللہ علیہ کے فعل سے استدلال کرنا ممکن نہ رہے گا۔



فصل..... 4

نقشہ نعل مبارک سے استبراک و توسل کے بارے میں

ضروری وضاحت

اسی رسالہ میں ایک اور عمل جس کی عوام کو ترغیب دی گئی ہے، نقشہ نعل مبارک سے توسل اور برکت

حاصل کرنے کا ہے۔ تحریر ہے کہ

”مولانا تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بہ تجربہ بزرگان دین نقشہ نعل مقدس حضور سرورِ عالم فخر آدم ﷺ نہایت قوی البرکت سرلیج الاثر پایا گیا ہے، اس لیے اسلامی خیر خواہی باعث اس کی ہوئی کہ تمثال خیر النعال صلی اللہ علیہ صاحبِ فوق عدد الرمال حسب روایت امام زین الدین عراقی محدث مسلمانوں کی نذر کیجئے کہ اپنے پاس رکھ کر برکت حاصل کریں اور اس کے توسل سے اپنی حاجات و معروضات جناب باری تعالیٰ قبول کرائیں۔“ (اکابر کا مسلک و مشرب: 33)

اول تو دیگر حضرات مثلاً مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ نے اس بارے میں مولانا تھانوی رحمہ اللہ سے اختلاف کیا ہے۔ مفتی صاحب ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”اگر آنحضرت ﷺ کی استعمال کی ہوئی نعل شریف کسی کو مل جائے تو زہے سعادت اور فرط محبت سے اس کو بوسہ دینا، سر پر اٹھا لینا بھی موجب سعادت ہے مگر یہ اصل نعل نہیں اس کی تصویر ہے اور یہ بھی متیقن نہیں کہ یہ تصویر اصل کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور تصویر کے ساتھ اصل شے کا معاملہ کرنا شریعت میں معہود نہیں ورنہ آنحضرت ﷺ کے دست مبارک، پائے مبارک، موئے مبارک اور قمیص مبارک، جبہ مبارک کی تصویریں بھی بنائی جاسکتی ہیں اور اگر ان میں بھی اصل کے مطابقت کے ثبوت سے قطع نظر کر لی جائے تو پھر آج ہی بے شمار تصویریں بن جائیں گی اور ایک فتنہ عظیمہ کا دروازہ کھل جائے گا۔ جن بزرگوں نے اس تصویر کے ساتھ محبت کا معاملہ کیا وہ ان کے والہانہ جذباتِ محبت کا نتیجہ تھا مگر دستور العمل قرار دینے کے لیے حجت نہیں ہو سکتا۔“ (کفایات المفتی: 61/2)

دوسرے حضرت مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ کی مکاتبت کے جواب میں مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ نیل الشفاء سے واضح طور پر رجوع فرمالیا۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اس لیے مناظرانہ کلام کو بند کر کے ناظرانہ عرض کرتا ہوں کہ گواحتیاطی تحریرات میں ہمیشہ شائع کرتا رہا، چنانچہ مکتوباتِ خبر کے حصہ سوم بابت 33 کے صفحہ 15 میں بھی ایک صاف مضمون ہے۔ مگر مسئلہ میں تردد نہ ہوا تھا لیکن اب مجھ کو خواص کے اس اختلافِ آراء سے نفس مسئلہ میں تردد پیدا ہو گیا۔ پھر اس کے ساتھ عوام کے اختلافِ اہواء سے جس سے میرا ذہن خالی تھا مصالحِ دینیہ اس کو مقتضی ہیں کہ بحکمِ دعوایِ یریبک الی ما لا یریبک (الحديث) اپنے رسالہ ”نیل الشفاء“ سے رجوع کرتا ہوں اور کوئی درجہ تسبب للضرر کا اگر واقع ہو گیا ہو اس سے استغفار اور کسی عاشقِ صادق کے اس فیصلے کا استحضار اور تکرار کرتا ہوں۔

و اخلص منه لا علیّ ولا لایا علی اننی راض بان احمل الهوی

(کفایات المفتی: 58/2)

اس پر مولانا مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ نے مزید وضاحت فرمائی کہ یہ رجوع استبراک و توسل کی ترغیب

اور تشہیر و اشاعت کی تلقین سے رجوع تھا۔ فرمایا:

”حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی مدظلہ کے رسالہ ”نیل الشفا“ سے اس اعلان رجوع کا مطلب یہ ہے کہ رسالہ ”نیل الشفا“ سے یہ سمجھا جاتا تھا کہ نقشہ نعل شریف سے استبراک و توسل کی مسلمانوں کو تلقین و ترغیب اور نقشہ کی تشہیر و اشاعت کی تحریض مقصود ہے۔ اب حضرت مولانا دام فیضہم نے عوام کے تجاوز عن الحد اور غلو کو مد نظر رکھ کر استبراک و توسل کی ترغیب اور تشہیر و اشاعت کی تلقین سے رجوع فرمایا ہے۔ رہا کسی عاشق صادق اور مجذوب محبت کا والہانہ طرز عمل تو وہ بجائے خود مذموم نہیں بلکہ مسکوت عنہ ہے۔ اسی طرح نفس مسئلہ میں تردد پیدا ہو جانے کا جو ذکر ہے اس کا حاصل بھی بجائے جزم جواز سابق کے عدم جزم جواز ہے نہ جزم عدم جواز۔ پس عشاق پر طعن نہ کیا جائے۔“ (کفایت المفتی:

(69/2)

مقام حیرت و تعجب ہے کہ رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے مرتب نے اکابر کا مسلک و مشرب پورے طور پر معلوم کیے بغیر وہ باتیں ان کی طرف منسوب کر دی ہیں جن سے وہ رجوع کر چکے ہیں۔

☆.....☆.....☆.....☆

فصل.....5

احمد رضا خان بریلوی اور ان کے ہم عقیدہ اہل سنت سے خارج ہیں

رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے مرتب لکھتے ہیں:

”اہل سنت والجماعت کے دو بڑے گروہ جو مختلف طبقہ فکر کے لحاظ سے دیوبندی اور بریلوی کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔“ (5)

”اس زمانے میں المیہ یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کے دو گروہ جن میں فی الحقیقت اصلاً کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے۔“ (38)

”اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت متحد ہو کر یہود و نصاریٰ کا..... مل کر یک جان ہو کر مقابلہ کریں۔“ (38)

اس قسم کی عبارتوں سے مرتب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ بریلوی بھی اہل السنّت و الجماعت میں شامل ہیں۔ یہ عجیب تجاہل عارفانہ ہے۔ پھر ایک جانب یہ کہتے ہیں کہ ان میں فی الحقیقت اصلاً کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے اور دوسری جانب طبقہ فکر بھی کہتے ہیں، حالانکہ فکر و عقیدہ ہم معنی ہیں، اسی لیے شیعہ و سنی کو مختلف طبقہ فکر کہا جاتا ہے، حنفی شافعی کو مختلف طبقہ فکر نہیں کہا جاتا، اور عقیدہ کے اختلاف ہی سے تو

آدمی اہل سنت والجماعت سے خارج ہوتا ہے۔

پھر بریلوی میں احمد رضا خان بریلوی کی طرف نسبت ہے یعنی جو کوئی احمد رضا خان اور اس کے ہم عقیدہ کے ساتھ عقائد و اعمال میں شریک ہے وہ بریلوی ہے اور احمد رضا خان یقیناً اہل السنّت والجماعت سے خارج ہے۔

اب ذرا ان کے عقائد تو ملاحظہ فرمائیں:

1۔ بہار شریعت حصہ اول میں یہ عقیدہ درج ہے:

”حضور اقدس ﷺ اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں تمام جہاں حضور ﷺ کے تحت تصرف کر دیا گیا جو چاہیں کریں جسے جو چاہیں دیں جس سے جو چاہیں واپس لیں۔ تمام جہاں میں ان کے حکم کا پھرنے والا کوئی نہیں۔ تمام جہاں ان کا محکوم ہے اور وہ اپنے رب کے سوا کسی کے محکوم نہیں۔ تمام آدمیوں کے مالک ہیں جو انہیں اپنا مالک نہ جانے حلاوت سنت سے محروم رہے تمام زمین ان کی ملک ہے تمام جنت ان کی جاگیر ہے، ملکوت السموت و الارض حضور ﷺ کے زیر فرمان، جنت و نار کی کنجیاں دستِ اقدس میں دے دی گئیں، رزق و خیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں، دینا و آخرت حضور ﷺ کی عطا کا ایک حصہ ہے، احکام تشریعیہ حضور ﷺ کے قبضہ میں کر دیے گئے کہ جس پر جو چاہیں حرام فرما دیں اور جس کے لیے جو چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں معاف فرما دیں۔“

اس عقیدے کے بارے میں مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ کا تبصرہ ملاحظہ ہو:

”یہ عقیدہ سراسر قرآن وحدیث اور شریعت کی تعلیم کے خلاف ہے اور ضلالت و گمراہی کی تعلیم ہے۔ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں، سید المرسلین، خاتم النبیین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے افضل اور اعلم ہیں، لیکن فرائض کو معاف کر دینا، حلال کو حرام کر دینا، جنت و دوزخ کی کنجیاں آپ کے ہاتھ میں ہونا یہ کوئی بات قرآن وسنت سے ثابت نہیں۔“ (کفایت المفتی: 85/1)

2۔ علم غیب اور علم جمیع ما کان و ما یکون کے بارے میں احمد رضا خان کے حوالجات ملاحظہ ہوں:

”روز اول سے روز آخر تک سب ما کان و ما یکون انہیں یعنی رسول اللہ ﷺ کو دیا بتایا۔“ (انباء المصطفیٰ)

”ہمارے حضور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ تعالیٰ و علی آلہ وصحبہ و بارک وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات جملہ ما کان و ما یکون الی یوم القیامہ جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا۔“ (انباء المصطفیٰ)

”ایک حافظ صاحب جو حضور پر نور امام اہل سنت قدس سرہ کے مخلصین میں سے تھے، کچھ کلام بغرض اصلاح سنانے کے لیے حاضر ہوئے۔ اجازت عطا ہوئی۔ سنانا شروع کیا درمیان میں اس مضمون کے اشعار تھے کہ یا رسول اللہ! میں حضور کی محبت میں دن رات تڑپتا ہوں، کھانا پینا، سونا سب موقوف ہو گیا ہے۔ کسی وقت مدینہ طیبہ کی یاد دل سے علیحدہ نہیں ہوتی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حافظ صاحب اگر جو کچھ آپ

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (573)

نے لکھا ہے، یہ سب واقعہ ہے تو اس میں شک نہیں کہ آپ کا بہت بڑا مرتبہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی محبت میں آپ فنا ہو چکے ہیں اور اگر محض شاعرانہ مبالغہ تو خیال فرمائیے کہ جھوٹ اور کوئی سرکار میں جنہیں دلوں کے ارادوں، خطروں، قلوب کی خواہشوں اور نیتوں پر اطلاع ہے جن سے اللہ عزوجل نے ماسکان و ماسکون کا کوئی ذرہ نہیں چھپایا۔“ [حدائق بخشش حصہ سوم]

خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے
دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی سے

[حدائق بخشش حصہ اول، بحوالہ اظہار العیب: 24]

”عقیدہ: اللہ عزوجل نے انبیاء علیہم السلام کو اپنے عیوب پر اطلاع دی، زمین و آسمان کا ہر ذرہ ہر نبی کے پیش نظر ہے مگر یہ علم غیب کی ان کو ہے اللہ کے دیے سے ہے لہذا ان کا علم عطائی ہوا اور علم عطائی اللہ عزوجل کے لیے محال ہے کہ اس کی کوئی صفت کوئی کمال کسی کا دیا ہوا نہیں ہو سکتا، بلکہ ذاتی ہے۔ جو لوگ انبیاء بلکہ سید الانبیاء ﷺ سے مطلق علم غیب کی نفی کرتے ہیں۔ وہ قرآن کریم کی اس آیت کے مصداق ہیں:

افتمنون ببعض الكتب و تكفرون ببعض

یعنی قرآن کی بعض باتیں مانتے ہیں اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہیں کہ آیت نفی دیکھتے ہیں اور ان آیتوں سے جن میں انبیاء علیہم السلام کو علوم غیب عطا کیا جانا بیان کیا گیا ہے۔ انکار کرتے ہیں حالانکہ نفی و اثبات دونوں حق ہیں نفی علم ذاتی کی ہے کہ یہ خاصہ الوہیت ہے اثبات عطائی کا ہے کہ یہ انبیاء ہی کی شایان شان ہے اور منافی الوہیت ہے اور یہ کہنا کہ ہر ذرہ کا علم نبی کے لیے جانا جائے تو خالق و مخلوق کی مساوات لازم آئے گی باطل محض ہے کہ مساوات تو جب لازم آئے کہ اللہ جل شانہ کے لیے بھی اتنا ہی علم ثابت کیا جائے اور یہ نہ کہہ گا مگر کافر، ذرات عالم متناہی ہیں اور اس کا علم غیر متناہی ورنہ جہل لازم آئے گا اور یہ محال کہ خدا جہل سے پاک۔ نیز ذاتی و عطائی کا فرق بیان کرنے پر بھی مساوات کا الزام دینا صراحتاً ایمان و اسلام کے خلاف ہے۔“ (بہار شریعت حصہ اول: 12)

اس کے برعکس علم غیب کے بارے میں مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کا فتویٰ ملاحظہ ہو:

”..... پس جب صاف ظاہر ہو گیا کہ رسول علیہ السلام کو ہرگز علم غیب نہیں مگر جس قدر اطلاع دی جائے اور اس پر بہت آیات و احادیث شاہد ہیں تو خلاف اس کے عقیدہ کرنا کہ انبیاء علیہم السلام سب غیب کو جانتے ہیں شرک قبیح جلی ہوگا، معاذ اللہ حق تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسے عقیدہ فاسدہ سے نجات دیں، آمین۔ پس ایسے عقیدے والا مشرک ہوا۔“ (فتاویٰ رشیدیہ: 66)

حضرت مولانا غلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”جملہ کتب میں فقط مجلس نکاح کے حضور کو ہی شرک لکھ دیا ہے اور مؤلف کو اس قدر بھی خبر نہیں کہ مشبہ اور مشبہ

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (574)

بہ میں وجہ شبہ کا مساوی ہونا ضروری نہیں، نفس شبہ کافی ہوتی ہے لہذا یہاں نفس علم غیب میں برابری شرک ہے۔“ (براہین قاطعہ: 54)

اب ہم کہتے ہیں کہ ہم نے بریلویوں کے یہ دو مسلمہ عقائد پیش کیے جو اہل سنت کی نظر میں کفر و شرک ہیں کیا ان کو تسلیم کرتے ہوئے بھی بریلویوں کو اہل سنت ہی کا ایک گروہ سمجھا جائے گا اور اس کا ادراک خود احمد رضا خان کو رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے مرتب سے زیادہ تھا اسی لیے وفات سے کچھ ہی پیشتر جو وصیتیں کیں ان میں ایک یہ بھی ہے:

”اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا فرض سے اہم فرض ہے۔“ (وصایا شریف: 10)

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ مرتب رسالہ کے قول: ”اس زمانے میں المیہ یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کے دو گروہ جن میں فی الحقیقت اصلاً کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے۔“ (38) کے برعکس ان دونوں جماعتوں کے درمیان بنیادی اختلافات بھی ہیں جو بہت گہرے ہیں اور انہی اختلافات کی بنیاد پر تو تفریق عمل میں آئی جیسا کہ احمد رضا خان کے عقائد سے واضح ہے لہذا مرتب رسالہ کا یہ کہنا ”دھیرے دھیرے اعتقاد اختلاف اور سخت دشمنی میں تبدیل ہو گیا۔“ محض غلط ہے۔

☆.....☆.....☆.....☆

فصل: 6..... بدعتی کی توقیر پر وعید

آخر میں ہم مرتب رسالہ کی توجہ ایک حدیث کی طرف کراتے ہیں حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ”من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی ہدم الاسلام“ مرتب رسالہ نے بدعتی کی توقیر اس طرح کی ہے کہ ان لوگوں کو اس طرح ذکر کیا ہے۔ ”حضرت مولانا عبد السمیع صاحب، حضرت مولانا احمد حسن صاحب وغیرہم“ (5)، حالانکہ خود مرتب کے شیخ اشیح حضرت مولانا غلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ براہین قاطعہ میں عبد السمیع کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

”اس سن تیرہ سوتین ہجری کے ماہ شعبان میں ایک کتاب مسمی بانوار ساطعہ کہ فی الواقعہ وہ ظلمات باطلہ ہے اس احقر کی نظر سے گذری کہ اس کے مولف نے صراحتاً علمائے راسخین اور اولیائے مقبولین پر طعن و شتم کر کے مورد و من عادئ لى و لیا فقد اذنتہ بالحرب کا ہوا ہے اور یہ طرفہ کہ وہ خود علم و فہم سے بالکل عاری، جہل مرکب میں مبتلا ہے، نہ مسائل کی مراد سے واقف، نہ مجیب کے جواب کو سمجھا اور نہ اپنے دعویٰ و دلیل کو جانا کہ کیا لکھتا ہوں اور کیا مقصود تھا اور اس پر دعویٰ علم و تبحر و تفقہ کا وہ کچھ کہ گویا دنیا میں لاثانی

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (575)

ہے اور باوصف اس زعم و تخت و ناز اپنے علم کے کہ جہل مرکب ہے اپنے نام کو ستر اٹھائیں مکنون کیا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود اپنی اس تحقیق باطل میں متردد ہو رہا ہے تاکہ گنجائش باقی رہے، مگر بقول۔

نہاں کہ ماند آں رازے کز و سازند محفل ہا

چونکہ مولف مجمع جہلاء میں فخر اپنی اس تالیف کو بزع خود بے مثل تصور کر کے تہج کر کے داد چاہتا ہے اور بریں فہم و دانش و علم چند جہلاء کی تحسین پر اپنے جامہ میں نہیں سماتا، چنانچہ خود تحریر رسالہ گواہ اس دعویٰ کی ہے لہذا خوب روشن ہو گیا اور مثل آفتاب نیروز کے واضح ہوا کہ مولف اس کا مولوی عبدالمسیح رام پوری ہے جو میرٹھ میں برمکان شیخ الہی بخش مرحوم رہتا ہے کہ اس نے ابتدائے طفلی سے رسائل مبتدعین کی جمع کر کے یہ ملکہ و اہیہ بہم پہنچایا اور باوجود یکہ خدمت جناب مولانا احمد علی صاحب سہارن پوری اور مولوی سعادت علی صاحب سہارن پوری اور مولوی شیخ محمد صاحب تھانوی اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ علیہم میں یہ بضاع مزحاجہ علم بے فہم کی حاصل کی تھی، ان کو بھی مع علماء متقدم و متاخر کے نشان سہام طعن و شتم بنایا۔“

(براہین قاطعہ: 5-6)

مرتب رسالہ پر تعجب در تعجب ہے کہ یہ تمام امور جو ذکر کیے گئے کوئی مخفی نہ تھے، پھر کیونکر ان میں اشتباہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان تحریر کیے ہوئے صفحات کو ہمارے لیے بھی اور مرتب رسالہ کے بھی تذکیر کا اور احقاق حق و ابطال باطل کا ذریعہ بنادیں۔ و للہ الحمد اولاً و آخراً

(مطبوعہ: ماہنامہ انوار مدینہ، اگست، ستمبر ۱۹۹۳ء..... بمطابق: صفر الحیر، ربیع الاول ۱۴۱۴ھ)

ولی کامل، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالمجید دین پوری شہید رحمہ اللہ

شیخ الحدیث: جامعہ درویشیہ..... صدر مفتی: جامعہ معہد التحلیل الاسلامی، کراچی

استاذ الحدیث و نائب رئیس دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی

کے تذکرہ و سوانح پر مشتمل مجلہ صفدر کی خصوصی اشاعت

دین پوری نمبر

صفحات: 672..... رعائتی قیمت: 200 روپے (علاوہ ڈاک خرچ)

رابطہ: 0307-5687800_0334-0312-4612774

ایک خط اور اس کا جواب

مکتوب قاری صاحب بنام ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب
بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم جناب مولانا ڈاکٹر عبدالواحد صاحب
سلام مسنون

آپ کا مضمون ہمارے اکابر کا مسلک رسالہ ”انوار مدینہ“ میں پڑھنے کا موقع ملا۔ اللہ پاک آپ کو حق بات بیان کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آپ کے اس مضمون پڑھنے کے بعد چند باتیں میرے ناقص ذہن میں آئی ہیں:

1۔ بریلوی، دیوبندی اختلاف فروغی نہیں بلکہ عقیدہ کا اختلاف ہے۔

2۔ آپ نے اس مضمون میں یہ بات باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ غلطی پر تھے لیکن الحمد للہ آپ نے یہ بات تسلیم کر لی کہ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے یہ اعمال کیے ہیں جو رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ میں درج ہیں۔

حضرت مولانا یوسف لدھیانوی دامت برکاتہم نے کتاب ”اختلاف امت اور صراط مستقیم“ میں ذکر کیا ہے کہ دیوبندی بریلوی اختلاف فروغی اختلاف ہے نہ کہ عقیدے کا اختلاف ہے۔ اب آپ بتائیں کہ ان کی بات مانیں یا آپ کی جبکہ انہوں نے اکابرین امت حضرت بنوری، حضرت مولانا زکریا، حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہم اللہ جیسے لوگوں کی نہ صرف یہ کہ صحبت اٹھائی ہے بلکہ ان حضرات سے ان کو خلافت بھی حاصل ہے۔ چلو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ عقیدہ کا اختلاف ہے تو کیا شرعاً جن لوگوں سے عقائد کا اختلاف ہو ان سے اتحاد ہو سکتا ہے؟ آج پوری دیوبندیت مولانا نورانی کے گود میں ہے ان کے ساتھ جلسے ہو رہے ہیں اور ان کو دینی جماعتوں میں شمار کیا جا رہا ہے، جمعیت علماء اسلام کا اتحاد نورانی سے آپ کے سامنے ہے۔ سید نفیس حسین شاہ دامت برکاتہم کے حکم سے آپ نے حق بات کہنے کے لیے قلم اٹھایا ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ تبلیغی جماعت کا مرکز ہنگو شہر میں ولی اللہ نامی ایک شخص آج خارجیت کے پھیلائے میں مصروف ہے ان کے خلاف آپ کا قلم نہ اٹھا؟ سعید احمد رائے پوری فکرولی اللہ کے نام سے امت میں گمراہی پھیلا رہا ہے روسی انقلاب اور خمینی

انقلاب کی حمایت کر رہا ہے ان کے خلاف قلم کیوں نہ اٹھا؟ حضرت نفیس شاہ صاحب دامت برکاتہم کراچی میں ان کے ساتھ بیٹھ کر بخاری کے ختم میں شریک ہوئے۔ حضرت کو فوراً اٹھ جانا چاہیے تھا کہ میں اس گمراہ کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا۔

حضرت مولانا حامد میاں رحمہ اللہ کے نام سے ایک سیمینار لاہور میں منعقد ہوا۔ اب تم عرس کا نام تبدیل کر کے سیمینار کے نام سے عرس کرو تو وہ جائز ہے؟ مقصد میرا یہ ہے کہ آپ کی تحریر آپ کے عمل کے مخالف کیوں ہے؟ بہت اچھا کیا آپ نے حق لکھا لیکن آپ خود کیوں اس پر عمل نہیں کرتے اور پھر اس سیمینار میں قاضی حسین احمد کو دعوت دی اور اس نے کہا میں حضرت مدنی اور مولانا مودودی دونوں سے محبت رکھتا ہوں۔ اس وقت آپ کے قلم کہاں تھے؟ کیا شیطان اور رحمان کی محبت اکٹھی ہو سکتی ہے؟ مودودیوں کے بارے میں اکابرین کی جو عبارات ہیں کیا آج تک ان کو آپ نے پیش کیا رسالہ ”انوار مدینہ“ میں؟ پھر آج کیا کچھ نہیں ہو رہا تقسیم سے پہلے صوبہ سرحد میں بارہ ربیع الاول کو جلوس نکلتا ہے جس کا لائسنس دیوبندیوں کے نام ہے، ملتان میں حضرت عطاء المحسن صاحب نے کئی سال بارہ ربیع الاول کے جلوس کی قیادت کی، ہر سال ربیع الاول کے مہینے میں سیرت پاک کے جلسے ہوتے ہیں کیا یہ جلسے صحابہ کرام نے کیے تھے؟ اسی کو مولود شریف کہا جاتا ہے اگر یہ بدعت ہے تو پھر آپ کا قلم ان کے خلاف کیوں نہیں چلا؟ اصل بات یہ ہے کہ آپ کا واسطہ بریلویوں سے پڑا ہے۔ اس لیے ان کی ہر بات کو غلط کہنے کے عادی ہو گئے ہو اور خود جو چاہے کرو۔ رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب کے مصنف کا واسطہ مامتوں سے پڑا ہے وہ حد درجہ بے ادبی اور گستاخی تک پہنچ گئے تھے تو یہ رسالہ ان کے خلاف تھا نہ کہ بریلویوں کے خلاف۔ لیکن آپ نے اس کو الٹ سمجھ لیا پھر آپ مجھے بتائیں۔ جو باتیں اس رسالے میں درج ہیں ان کی وجہ سے کوئی دیوبندی بریلوی بن گیا ہو تو ہمیں بتائیں۔ لیکن ہم آپ کو سینکڑوں ایسے بریلوی دکھا دیں گے جو ان باتوں کی وجہ سے دیوبندی بن گئے۔

آپ حضرات نے پرویز یوں اور بریلویوں کے جھگڑے کے دوران پرویز یوں کا ساتھ دیا۔ آپ کے زعم میں بریلوی زیادہ خطرناک ہیں۔ کئی باتیں ایسی ہیں جن سے آپ کا عمل اور قول میں سخت تضاد ہے۔ آخر حق بات صرف کہنے کے لیے ہوتی ہے یا عمل کرنے کے لیے، خود جو چاہیں کریں۔ آج دنیا میں کیا کچھ نہیں ہو رہا۔ آج تک آپ کا قلم حق بیان کرنے کے لیے اٹھا؟

تفصیلی خط انشاء اللہ آپ کو لکھا جائے گا۔ اس کا جواب جلدی دیں میں منتظر ہوں۔

۱۰ اگست، بروز منگل

سکھر

جواب از مفتی عبدالواحد صاحب

بسم اللہ حامداً و مصلیاً

بخدمت گرامی جناب محترم قاری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ..... مزاج گرامی!

جناب کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ جواب میں چند باتیں جناب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں:

1۔ بہتر تھا کہ دوسری قسط بھی پہلے ملاحظہ فرمالیتے تاکہ واضح ہو جاتا کہ احمد رضا خان اور اس کے

ممنواؤں کے کیا عقیدے ہیں اور ان کے ہوتے ہوئے کیا وہ اہل سنت میں شامل ہیں؟

2۔ میں نے فقط اکابر کی عبارتیں نقل کی ہیں اپنی طرف سے تو کچھ نہیں لکھا۔ لہذا عبارتوں اور ان سے

ثابت شدہ مسائل و احکام کے نقل کرنے میں تو مجھ سے کوئی گلہ و شکوہ نہیں ہو سکتا۔

3۔ خیر القرون کے بعد کسی شخص کا کوئی عمل حجت نہیں بلکہ اس کو دلائل پر پرکھا جائے گا۔ اگر شرعی دلائل

کے مطابق ہے تو ٹھیک ورنہ مؤول یا مردود ہوگا۔

4۔ شریعت میں کوئی ایسی ترتیب نظر نہیں آئی کہ کسی خاص منکر و غلطی پر نکیر کرنے سے پیشتر دیگر منکرات

و اغلاط پر نکیر ضروری ہو۔

اور اگر مجھ سے اس مضمون کے لکھنے کی غلطی ہو، ہی گئی ہے تو جناب کی عالی ظرفی سے امید ہے کہ مجھ

گناہگار کی طرف دیکھنے کے بجائے اکابرین کی عبارات اور اہل سنت کے طریقے کو پیش نظر رکھیں گے۔

جناب کی نیک دعاؤں کا طالب ہوں۔ والسلام علیکم

6 ربیع الاول 1414ھ

جامعہ مدنیہ، لاہور

☆.....☆.....☆.....☆

نماز جنازہ میں مسنون دعا

تالیف: ترجمان دیوبند، حضرت مولانا ابوالواحد نور محمد قادری تونسوی رحمہ اللہ

برائے رابطہ: مکتبہ عثمانیہ، ترنڈہ محمد پناہ، رحیم یار خان 0308-7187001

مکتبہ صفدریہ، بہاول پور 0301-7790908

رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے تیسرے ایڈیشن پر ایک نظر

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى هدانا لهذا وما كنا لنهتدى لولا ان هدانا الله و نشهد ان لا اله الا الله و

نشهد ان محمداً عبده و رسوله و صلى الله تعالى عليه و اصحابه و اهل بيته اجمعين۔

مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی نے ایک رسالہ بنام ”اکابر کا مسلک و مشرب“ ترتیب دیا تھا جس میں چند باتیں غلط طور پر اکابر دیوبند کی طرف منسوب کر دی گئی تھیں۔ ہم نے اپنے تبصرہ بنام ”ہمارے اکابر کا اصل مسلک و مشرب“ میں ان چند باتوں کو کھول کر بیان کیا تھا اور دلائل سے ثابت کیا تھا کہ ہمارے اکابر کا وہ مسلک نہیں تھا جس کا اس رسالہ میں دعویٰ کیا گیا۔

اب اسی رسالہ کا تیسرا ایڈیشن مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی کے مقدمہ اور مفتی حبیب اللہ صاحب کے حواشی کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ ہمارے تبصرہ میں دیے گئے دلائل سے تو ان دونوں حضرات میں سے کسی نے بھی تعرض نہیں کیا البتہ مولانا عزیز الرحمن صاحب کی تائید میں چند واقعات و حوالجات نقل کیے ہیں جو دلائل کے درجے میں قطعاً نہیں ہیں۔

مناسب سمجھا گیا کہ اس ایڈیشن پر بھی اختصار کے ساتھ کچھ تبصرہ کر دیا جائے تاکہ کسی کے سامنے حق مخفی و ملتبس نہ رہے اور جس کو اللہ تعالیٰ توفیق عنایت فرمائیں وہ حق بات کو لے کر ناحق سے محفوظ رہے۔

حیات النبی ﷺ کے اجماعی مسئلہ سے اختلاف کرنے والوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے لیکن چونکہ ہمیں دین کا علم اکابر کے ذریعے سے حاصل ہوا ہے لہذا ان کی طرف غلط مسلک کے انتساب پر خاموش رہنا عقلاً و شرعاً کوتاہی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ حق پر چلائیں اور ناحق سے محفوظ رکھیں۔

پہلی فصل..... مسئلہ محفل میلاد

مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب اور حبیب اللہ صاحب مصنف رسالہ مولانا عزیز الرحمن صاحب کی طرح اس بات کو ثابت کرنے اور منوانے کے درپے ہیں کہ اکابر دیوبند بتداعی ایسی محفل میلاد کے انعقاد کے قائل تھے جو منکرات و قیودات سے خالی ہو حالانکہ اکابرین دیوبند ایسی محفل میلاد جو تداعی کے ساتھ ہو اس کے بھی

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (580)

قائل نہیں البتہ ایسی محفل جو دیگر قیودات و منکرات کے ساتھ ساتھ تداعی سے بھی خالی ہو صرف اس کو اصلاً جائز سمجھتے ہیں۔ اصل رسالہ پر ہمارا تبصرہ جو ”ہمارے اکابر کا اصل مسلک و مشرب“ کے نام سے ”انوار مدینہ“ کے شماروں میں شائع ہوا تھا اس میں ہم نے تفصیل سے اس بات کو بیان کیا تھا لیکن حیرت ہے کہ مولانا عبد الحفیظ مکی اور مفتی حبیب اللہ صاحبان نے اس سے کیوں صرف نظر کر لیا اور اکابر کے واضح فتاویٰ و ارشادات کو چھوڑ کر بعض محتمل عبارات کو تائید کے طور پر لائے۔

ہم ایک مرتبہ پھر اپنے اکابرین کے چند حوالجات پیش کرتے ہیں جن سے مسئلہ کی اصل حقیقت دوبارہ سامنے آجائے۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”مولود شریف کی محفل کی تین صورتیں ہیں اور ہر ایک کا حکم جدا ہے:

پہلی صورت:

وہ محفل جس میں قیود و مروجہ متعارفہ میں سے کوئی قید نہ ہو نہ قید مباح، نہ قید مکروہ سب قیود سے مطلق ہو مثلاً کچھ لوگ اتفاقاً جمع ہو گئے ہوں کسی نے ان کو اہتمام کر کے نہیں بلایا یا کسی اور مباح ضرورت سے بلائے گئے تھے اس مجمع میں خواہ کتاب سے یا زبانی حضور پر نور سرور عالم فخر بنی آدم ﷺ کے حالات ولادت شریفہ و دیگر اخلاق و معجزات و فضائل مبارک صحیح صحیح روایات سے بیان کر دیا گیا اور اثنائے بیان میں اگر ضرورت امر بالمعروف و بیان احکام کی دیکھی جائے تو اس میں بھی دریغ نہیں کیا گیا۔ یا اصل میں اجتماع استماع و عطف و احکام کے لیے ہو اس کے ضمن میں ان وقائع شریفہ و فضائل کا بیان بھی آ گیا۔ یہ صورت ہے کہ بلا تکبیر جائز بلکہ مستحب و سنت ہے۔

دوسری صورت:

وہ محفل جس میں قیود غیر مشروعہ موجود ہوں جو کہ اپنی ذات میں بھی قبیح و معصیت ہیں مثلاً روایات موضوعہ خلاف واقعہ بیان کی جائیں.... یا لوگوں کو جمع کرنے کا اہتمام بہت مبالغہ سے کیا جائے کہ اس قدر اہتمام نماز و جماعت و وعظ کے لیے بھی نہ ہوتا ہو.... یہ وہ صورت ہے جو..... شرعاً بالکل ناجائز ہے۔

تیسری صورت:

وہ محفل جس میں نہ تو پہلی صورت کا سا اطلاق و بے تکلفی ہو اور نہ دوسری صورت کی طرح اس میں قیود حرام ہوں بلکہ قیود تو ہوں مگر ایسے قیود ہوں جو خود اپنی ذات میں مباح و حلال ہیں یعنی روایات بھی صحیح و معتبر ہوں.... لوگوں کو بلانے اور اطلاع کرنے میں مبالغہ نہ ہو.... ایسی محفل نہ تو پہلی محفل کی طرح علی الاطلاق جائز ہے اور نہ دوسری محفل کی طرح علی الاطلاق ناجائز ہے۔“ (اصلاح رسوم: 108)

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”عقد مجلس مولود اگر چہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے لہذا

اس زمانہ میں درست نہیں۔“ (فتاویٰ رشیدیہ: 105)

”.... ہاں ذکر مولود میں بھی گو مندوب ہے مگر تداعی و اہتمام اس کا کہیں سلف سے ثابت نہیں بدعت

ہوے گا۔“ (براہین قاطعہ: 153)

ان حوالجات سے یہ بات بخوبی واضح ہوئی کہ ہمارے اکابر کے نزدیک تداعی و اہتمام کے ساتھ جو محفل میلاد منعقد کی جائے وہ اگرچہ دیگر منکرات و قیودات سے خالی ہو تب بھی ناجائز ہے۔ جائز وہ محفل ہے جو دیگر منکرات کے ساتھ ساتھ تداعی و اہتمام سے بھی خالی ہو لہذا اکابر کی عبارات میں جہاں کہیں یہ لکھا ہے کہ محفل میلاد اصلاً مباح ہے تو اس سے مراد یہی دوسری قسم کی محفل ہے۔

اب صرف اتنی بات رہ جاتی ہے کہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے اصلاح رسوم میں محفل میلاد کی جو تیسری صورت ذکر کی ہے یعنی جس میں لوگوں کو بلانے اور اطلاع کرنے میں مبالغہ نہ ہو اس کا مصداق کون سی محفل ہے؟ اسی تیسری صورت کے بارے میں ہم اپنے سابقہ تبصرے میں کچھ لکھ چکے ہیں یہاں ہم دوبارہ اس صورت کے بارے میں تفصیل سے لکھتے ہیں تاکہ کسی کو مغالطہ و غلط فہمی نہ رہے کیونکہ اس وقت بعض لوگوں کا یہ خیال بنا ہوا ہے کہ اگر اس قسم کی (یعنی میلاد، ذکر اور درود شریف کی) محفلیں تداعی کے ساتھ منعقد کی جائیں البتہ تداعی میں اصرار نہ ہو اور دیگر منکرات سے خالی ہوں اور ان کو سنت بھی خیال نہ کیا جائے تو یہ محفلیں جائز ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان حضرات کا متدل مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ تیسری صورت ہو۔

اولاً: ہم کہتے ہیں کہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے اس صورت کے جواز کے لیے جو تفصیلی قواعد و ضوابط تحریر فرمائے ہیں ان کی روشنی میں ایسی محفل شاید پہلے کسی دور میں ممکن ہو اب یا آئندہ تو اس کا وجود ممکن ہی نہیں اسی لیے خود فرماتے ہیں:

”یہ وہ محفل ہے جو نہایت احتیاط والوں میں شاید کہیں شاذ و نادر پائی جاتی ہو۔“ (اصلاح رسوم: 113)

نیز خود ہی اس سے اجتناب کرنے کا واضح حکم بھی دیتے ہیں:

”.... تو اس طرح کی محفل گو سلف صالحین سے منقول نہیں مگر بوجہ مخالف نہ ہونے قواعد شرعیہ کے ممنوع بھی نہ کہی جائے گی۔ یہ حکم ہے صورت سوم کا باعتبار فتویٰ کے لیکن مصلحت انتظام دین کا مقتضایہ ہے کہ اس سے بھی احتیاط رکھیں کیونکہ یہ خود نہ تو ضروریات دین سے ہے نہ کسی ضرورت دین کا موقوف علیہ ہے اور ایک بار یہی ہیئت اجتماعیہ مباحہ مفہمی الی المفاسد ہو بھی چکی ہے جیسا کہ پیش نظر ہے اور جہل روز بروز

غالب ہوتا جاتا ہے اس لیے مرتبہ تقویٰ احتیاط ہی میں ہے۔“ (اصلاح الرسوم: 119)

ثانیاً: علامہ سیوطی، ابن حجر اور ملا علی قاری رحمہم اللہ جس محفل میلاد کے قائل تھے ظاہر ہے کہ وہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ تیسری صورت ہوگی، لیکن خود مولانا تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اس وقت بھی بعض علماء نے ان کے ساتھ اختلاف کیا تھا۔“ (اصلاح الرسوم: 119)

مثلاً: مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے تداعی میں وہ حد فاصل نہیں ذکر کی کہ جس سے تجاوز کیا جائے تو وہ تداعی ناجائز ہوگی اور اس کی تحدید ممکن بھی نہیں اور ابہام کے ہوتے ہوئے عمل ممکن نہیں لہذا دیگر دلائل و نکات کو دیکھتے ہوئے یہاں نفس تداعی کو ناجائز کہا جائے گا۔ چوتھے نکتہ سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

رباعاً: خود مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے بدعت و سنت کو پہچاننے کا ایک قاعدہ کلیہ ضبط فرمایا ہے جس سے خود حضرت کے بقول تمام جزئیات کا حکم مستنبط ہو سکتا ہے اسی کے تحت مولانا رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”دوسری قسم وہ چیزیں ہیں جن کا سبب قدیم ہے جیسے مجالس میلادِ مروجہ اور تیجہ، دسوال، جہلم وغیرہ من البدعات کہ ان کا سبب قدیم ہے۔ مثلاً مجلسِ میلاد کے منعقد کرنے کا سبب فرح علی الولادة النبویہ ہے اور یہ سبب حضور کے زمانے میں بھی موجود تھا لیکن حضور ﷺ نے یا صحابہ نے یہ مجالس منعقد نہیں کیں۔ نعوذ باللہ صحابہ کا فہم یہاں تک نہیں پہنچا۔ اگر سبب اس کا اس وقت نہ ہوتا تو البتہ یہ کہہ سکتے کہ منشا اس کا موجود نہ تھا لیکن باعث اور بناء اور مدار موجود تھا تو پھر کیا وہ ہے کہ نہ حضور نے کبھی مجلسِ میلاد منعقد کی اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے۔ ایسی چیزوں کا حکم یہ ہے کہ وہ بدعت ہیں۔ صورتاً بھی اور معنیاً بھی اور حدیث من احدث فی امرنا هذا ما لیس منہ میں داخل ہو کر واجب الرد ہیں۔“ (میلاد النبی از افادات مولانا تھانوی رحمہ اللہ: 139, 140)

ان آخری تین نکات کی بنا پر مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ تیسری صورت یا تو مرجوح ہے یا مرجوح عنہ ہے اور خود مولانا تھانوی رحمہ اللہ کا اپنا عمل یہ ہے کہ اپنے وصایا میں فرماتے ہیں:

”میرے ایصالِ ثواب کے لیے کبھی جمع نہ ہوں نہ اہتمام سے نہ بلا اہتمام۔ اگر کسی دوسرے اتفاق سے بھی جمع ہو جاویں تو تلاوت وغیرہ کے وقت قصد امتفرق ہو جاویں اور ہر شخص منفرداً بطور خود جس کا دل چاہے دعا و صدقہ و عبادتِ نافلہ سے نفع پہنچادے۔“ (اشرف السوانح: 129/3)

البتہ ایک شکل ایسی ہے جو مولانا رحمہ اللہ کی ذکر کردہ تیسری صورت کا شاید مصداق بن سکے اس کو سمجھنے کے لیے پہلے یہ سمجھئے کہ اذان تداعی کی شکل ہے کہ لوگوں کو مسجد میں آنے کے لیے بلایا جاتا ہے جبکہ اقامت میں تداعی نہیں ہے بلکہ مسجد میں موجود لوگوں کو فقط اطلاع دینا ہے کہ جماعت کھڑی ہو رہی ہے۔ تو ایسے ہی اگر کوئی ایسی جگہ جو ایک اکائی سمجھی جاتی ہو مثلاً مسجد وغیرہ کہ جس میں افراد مختلف کونوں میں موجود ہوں ان کو اسی مکان کے کسی ایک حصہ میں اکٹھا ہونے کا کہا حقیقتاً تداعی نہ ہوگا اگرچہ ظاہر تداعی خیال کیا جائے لیکن اس اجتماع کا بھی حکم یہ ہے کہ اگر اندیشہ ہو کہ لوگ اس کو اپنی ناجائز محافل کے لیے حجت و دلیل بنا لیں گے تو پھر اس سے بھی اجتناب ضروری ہے۔ اس اصل اصول کو سمجھنے کے بعد اکابر کی ان عبارات پر نظر ڈال لیجئے جو

مولانا عبدالحفیظ کی صاحب اور مفتی حبیب اللہ صاحب نے اپنی تائید میں پیش کی ہیں:

1۔ مفتی حبیب اللہ صاحب مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کا فتویٰ نقل کرتے ہیں:

”اب رہے تین مسئلے: مسئلہ قیود مجلس مولود اور قیود ایصالِ ثواب اور عرس بزرگان کا کرنا تو اس میں وہ خود لکھتے ہیں کہ دراصل مباح ہیں۔ اگر ان کو سنت و ضرورت جانے تو بدعت اور تعدی حدود اللہ اور گناہ ہے اور اس کے بدوں کرنے میں اباحت لکھتے ہیں اور ہم لوگ جو منع کرتے ہیں تو وجہ یہ ہے کہ ان کو رسومِ اہل زمانہ سے خبر نہیں کہ یہ لوگ ان قیود کو ضروری جانتے ہیں لہذا باعتبار اصل کے مباح لکھتے ہیں اور ہم لوگوں کو عادت عوام سے محقق ہو گیا کہ یہ لوگ ضروری اور سنت جانتے ہیں لہذا ہم بدعت کہتے ہیں۔ پس فی الحقیقت مخالفت اصل مسائل میں نہیں ہوئی۔“ (رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب: 33)

اس حوالہ میں محفلِ میلاد کا ذکر نہیں بلکہ مجلسِ مولود کی قیود کا ذکر ہے جن کو دراصل مباح کہا ہے وہ قیود مجلس ہیں اسی لیے آگے عبارت میں یہ ہے: ”ان رسومِ اہل زمانہ سے خبر نہیں کہ یہ لوگ ان قیود کو ضروری جانتے ہیں لہذا باعتبار اصل کے مباح لکھتے ہیں۔“

2۔ مفتی حبیب اللہ صاحب نے رسالہ کے صفحہ: 34 کے حاشیہ میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ کا مکتوب نقل کیا:

”صاحبِ براہین قاطعہ نے نفسِ میلاد کو بدعتِ ضلالتہ نہیں کہا قیودات زائدہ محرمہ مکروہ کہا ہے۔“ اس مکتوبِ گرامی میں محفلِ میلاد کا ذکر ہی نہیں اور نفسِ میلاد سے اگر نفسِ مجلس مراد لیں تو ہم اس بارے میں صاحبِ براہین قاطعہ کی اپنی عبارت اوپر پیش کر چکے ہیں جس میں... ذکر مولود کے لیے تداعی و اہتمام کو بدعت کہا ہے۔

3۔ مولانا عبدالحفیظ کی صاحب رسالہ پر اپنے مقدمہ میں مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی بات نقل کرتے ہیں:

”ان احادیث و آثار کی بنا پر فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ کا مسلک ایسے معاملات میں یہی ہے کہ جو امر اپنی ذات میں مستحب ہو مگر مقصود شرعی نہ ہو اگر اس میں منکرات و بدعات شامل ہو جائیں یا شامل ہونے کا خطرہ قوی ہو تو ایسے مستحبات کو سرے سے ترک کر دیا جائے لیکن جو امر مستحب مقاصدِ شرعیہ میں سے ہو یا اس پر کوئی مقصد شرعی موقوف ہو تو اس کو شمولِ منکرات کی وجہ سے ترک نہ کیا جائے بلکہ ازالہ منکرات کی کوشش کرنا چاہیے۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ اسی مسلک حنفی کے پابند تھے اس لیے مروجہ محفلِ میلاد جو بہت سے منکرات و بدعات پر مشتمل ہو گئی ہے اس میں شرکت کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ کچھ زمانہ تک اس مسئلہ میں حضرت گنگوہی سے بھی میرا اختلاف رہا مگر بالآخر دلائل کی قوت اور دین کی حفاظت کے پیشِ نظر یہی مسلک احوط و اسلم نظر آیا۔ اسی کو اختیار کر لیا لیکن جو مسلک صوفیائے کرام نے اختیار فرمایا ہے میں اس کو بھی بے اصل نہیں جانتا۔ فقہائے مجتہدین سے حضراتِ شافعیہ کا بھی یہی مسلک ہے۔“

[اکابر کا مسلک و مشرب: 17، تیسرا ایڈیشن]

ہم کہتے ہیں کہ ہمارے دور میں مروجہ محافل میلاد جبکہ منکرات و قیوداتِ محرّمہ و مکروہہ پر مشتمل ہیں تو مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کے مسلک کے مطابق اور فقہ حنفی کے مطابق بھی محافل میلاد کو سرے سے ترک کرنا ضروری ہے خواہ وہ کسی بھی قسم کی ہوں اس لیے ان حضرات کے لیے بھی محافل میلاد کے عقد سے اجتناب ضروری ہے۔ اگر یہ حضرات اکابر دیوبند کے اصل مسلک اور حنفی مسلک سے روگردانی کرتے ہوئے اپنے لیے کسی اور مسلک میں مصلحت دیکھتے ہیں تو وہ اس کے ذمہ دار ہیں لیکن اکابر کی طرف غلط مسلک کے انتساب کو تو کسی طور سے جائز نہیں کہا جاسکتا۔

4۔ مولانا عبدالحفیظ کلّی صاحب رسالہ کے صفحہ: 17 پر ایک حاشیہ میں فرماتے ہیں:

”اکابر حضرت گنگوہی اور حضرت تھانوی قدس سرہما کے نزدیک اصلاً محفل میلاد کا انعقاد مستحب اور موجب خیر و سعادت ہے۔ یہی بات ”المہند“ اور دیگر مقامات پر اکابر سے صراحۃً منقول ہے۔ المہند میں ہے:

پس اگر مجلس مولود منکرات سے خالی ہو تو حاشا ہم کیوں کہیں کہ ذکر ولادت شریفہ ناجائز اور بدعت

ہے۔“ (اکابر کا مسلک و مشرب: 62، تیسرا ایڈیشن)

ہم کہتے ہیں کہ جو محفل اور مجلس میلاد مستحب ہے وہ وہ محفل ہے جو منکرات کے ساتھ ساتھ تداعی سے بھی خالی ہو کما مر غیر مرہ۔

5۔ مولانا عزیز الرحمن صاحب اور مفتی حبیب اللہ صاحب نے شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ سے متعلق محفل میلاد کے بارے میں جو واقعات و ارشادات نقل کیے ہیں ان کے بارے میں ہم کہتے ہیں کہ: یہ روایات خبر واحد کے درجے میں ہیں اور مذکورہ قواعد کے مخالف ہونے کے باعث مؤول ہیں یا ناقابل التفات ہیں۔

☆.....☆.....☆.....☆

دوسری فصل:

رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے مرتب مولانا عزیز الرحمن صاحب نے اس رسالہ میں اس قسم کے کلمات: ”اہل السنّت والجماعت کے دو گروہ جن میں فی الحقیقت اصلاً کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے۔“ (73 تیسرا ایڈیشن) لکھ کر یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ احمد رضا خان بریلوی کے متنبین بھی اہل سنت میں شامل ہیں ہم نے اپنے تبصرے میں واضح کیا تھا کہ احمد رضا خان صاحب کے بعض عقائد مثلاً نبی ﷺ کے لیے علم غیب اور علم ماکان و مایکون کو ماننا اور نبی ﷺ کو محتار کل ماننا یہ اہل سنت کے مخالف عقائد ہیں اور اس

بارے میں ہم نے اکابر دیوبند کے فتاویٰ بھی درج کیے تھے۔ ان کو ملاحظہ فرمالیا جائے۔

مولانا عزیز الرحمن صاحب نے اس رسالہ کے پہلے ایڈیشن میں صرف مولانا یوسف لدھیانوی مدظلہ کی ایک عبارت نقل کی تھی لیکن جدید ایڈیشن میں انہوں نے حضرت مولانا قاری طیب صاحب رحمہ اللہ کا ایک مکتوب بھی اپنی تائید کے لیے شامل اشاعت کیا ہے اور مولانا عبدالحفیظ کی صاحب نے اپنے مقدمہ میں مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی مدظلہ کے ایک جواب کو بطور تائید کے ذکر کیا ہے کہ جب ایک صاحب نے پوچھا کہ حضرت یہ دیوبندی بریلوی اختلاف کی کیا حقیقت ہے؟ تو حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا کہ جیسے حنفی شافعی۔

ہم کہتے ہیں

ہم کہتے ہیں کہ ان حضرات کے یہ دعاوی ہیں جو محتاج دلیل ہیں۔ ہمارے لیے اتنا کافی ہے کہ ہم ان دعاوی کو تسلیم نہ کریں اور دلیل کا مطالبہ کریں۔ علاوہ ازیں ان حضرات کے یہ اقوال محتمل بھی ہیں کہ طبقہ بریلویہ کے عوام الناس مراد ہوں جو احمد رضا خاں اور ان کے عقائد سے باخبر نہیں ہیں۔ لیکن رسالہ والے حضرات احمد رضا خاں اور ان کو ہم عقیدوں کو بھی اہل سنت میں شمار کرنے پر مصر ہیں۔ تو جب تک وہ دلائل سے ان کا اہل سنت ہونا ثابت نہیں کرتے ان کے دعوے بے بنیاد ہیں اور عبارات یہ اپنی تائید لارہے ہیں وہ بھی ان کو کچھ مفید نہیں۔

☆.....☆.....☆.....☆

تیسری فصل

نقشہ نعل مبارک رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ میں مولانا عزیز الرحمن صاحب نے نقشہ نعل مبارک کا عنوان باندھ کر اس سے توسل و استبراک کی مسلمانوں کو تلقین و ترغیب دی اور اس کے لیے مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارات بھی پیش کیں۔

ہم نے اپنے سابقہ تبصرہ میں ذکر کیا تھا کہ بعض حضرات مثلاً مولانا مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اختلاف کیا ہے۔ علاوہ ازیں مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ ”نیل الشفاء“ سے واضح طور پر رجوع فرمالیا تھا اور مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس رجوع کا مطلب جو مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا تھا اس کو بھی نقل کر دیا تھا۔ جس کے بعد اب اس کی گنجائش نہیں رہتی تھی کہ کوئی نقشہ نعل مبارک سے استبراک و توسل کی عام ترغیب دے اور تشہیر و اشاعت کی تلقین کرے۔

مولانا عزیز الرحمن صاحب کے اس رسالہ پر مفتی حبیب اللہ صاحب اپنے حاشیہ میں لکھتے ہیں: ”بعض حضرات اشکال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت تھانوی قدس سرہ نے اس رسالہ (یعنی نیل الشفاء) سے رجوع فرمایا ہے۔ دراصل حقیقت یہ ہے کہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے ان قیودات پر جو حضرات تھانوی رحمہ اللہ نے اس رسالہ میں نقل فرمائی تھیں، اندیشہ ظاہر فرمایا تھا کہ ان کی وجہ سے عوام کا عقیدہ خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔ لہذا حضرت تھانوی قدس سرہ نے ان قیودات کے بارے میں کچھ اصلاحات اور تنبیہات فرمادی تھیں۔ یہ خط و کتابت ”زاد السعید“ کے آخر میں مطبوع ہے اس کو ہر شخص پڑھ سکتا ہے۔

چنانچہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ”زاد السعید“ کے متعلق خط و کتابت اور تنبیہات فرمادینے کے بعد جب رسالہ مبارکہ ”نشر الطیب“ تصنیف فرمایا تو اس میں بھی نعل شریف کی برکات تحریر فرمائیں۔ تحریر فرماتے ہیں کہ ”رسالہ نیل الشفاء مؤلفہ احقر میں حضور ﷺ کے نقشہ نعل شریف کی برکات اور خواص مذکور ہیں۔“ (اکابر کا مسلک و مشرب، تیسری اشاعت: 66)

چونکہ مولانا عزیز الرحمن صاحب رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ میں نعل شریف سے استبراک و توسل کی ترغیب عوام کو دے رہے تھے اس لیے ہم نے پوری بات لکھ کر ان کو اس طرف توجہ دلائی تھی لیکن اب مفتی حبیب اللہ صاحب اس سب کو نظر انداز کر کے یہ فرماتے ہیں کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بس رسالہ ”نیل الشفاء“ میں کچھ اصلاحات اور تنبیہات فرمادی تھی اس طرح سے وہ بھی نقشہ نعل شریف سے استبراک و توسل کی عوام کو ترغیب دینے میں مولانا عزیز الرحمن صاحب کے شریک کار بننے ہیں تو ان کی مرضی لیکن ان کا یہ عمل مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی تعلیم و عمل کے بالکل برعکس ہے۔

حیرت ہے کہ مفتی حبیب اللہ صاحب نے مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے رجوع سے کیوں صرف نظر فرما لیا۔ ہم اپنی تحریر کا متعلقہ حصہ دوبارہ پیش کرتے ہیں۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اس لیے مناظرانہ کلام کو بند کر کے ناظرانہ عرض کرتا ہوں کہ گواحتیاطی تحریرات میں ہمیشہ شائع کرتا رہا، چنانچہ مکتوبات خبر کے حصہ سوم بابت 33 کے صفحہ 15 میں بھی ایک صاف مضمون ہے:

”مگر مسئلہ میں تردد نہ ہوا تھا۔ لیکن اب مجھ کو خواص کے اس اختلاف آراء سے نفس مسئلہ میں تردد ہو گیا۔ پھر اس کے ساتھ عوام کے اختلاقی اھواء سے جس سے میرا ذہن خالی تھا۔ مصالحہ دینیہ اسی کو مقتضی ہیں کہ بحکم دع مایر بیك الی مالا یریک (الحديث) اپنے رسالہ ”نیل الشفاء“ سے رجوع کرتا ہوں اور کوئی درجہ تسبب للضرر کا اگر واقع ہو گیا ہو اس سے استغفار۔۔۔ کرتا ہوں۔“

اور مولانا مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس رجوع کا مطلب اور حقیقت یہ بتائی ہے کہ یہ رجوع

استبراک و توسل اور تشہیر و اشاعت کی تلقین سے تھا۔ فرماتے ہیں:

”حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی مدظلہ کے رسالہ ”نیل الشفاء“ سے اس اعلان رجوع کا مطلب یہ ہے کہ رسالہ ”نیل الشفاء“ سے یہ سمجھا جاتا تھا کہ نقشہ نعل شریف سے استبراک و توسل کی مسلمانوں کو تلقین و ترغیب اور نقشہ کی تشہیر و اشاعت کی تحریر مقصود ہے۔ اب حضرت مولانا دام فیضہم نے عوام کے تجاوز عن الحد اور غلو کو مد نظر رکھ کر استبراک و توسل کی ترغیب اور تشہیر و اشاعت کی تلقین سے رجوع فرمایا ہے۔۔۔“ (کفایت المفتی: 69/2)

دیکھئے مولانا مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی وضاحت کی روشنی میں مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اپنے رسالہ ”نیل الشفاء“ سے استبراک و توسل کی ترغیب اور تشہیر و اشاعت کی تلقین سے رجوع کتنا کھلا اور واضح ہے۔ چونکہ مولانا عزیز الرحمن صاحب رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ میں نقشہ نعل شریف سے استبراک و توسل کی ترغیب عوام کو دے رہے تھے اس لیے ہم نے پوری بات لکھ کر ان کو اس طرف توجہ دلائی تھی لیکن اب مفتی حبیب اللہ صاحب اس سب کو نظر انداز کر کے یہ فرماتے ہیں کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بس رسالہ ”نیل الشفاء“ میں کچھ اصلاحات اور تنبیہات فرمادی تھیں۔ اس طرح سے وہ بھی نقشہ نعل شریف سے استبراک و توسل کی عوام کو ترغیب دینے میں مولانا عزیز الرحمن صاحب کے شریک کار بنتے ہیں تو ان کی مرضی لیکن ان کا یہ عمل مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی تعلیم و عمل کے بالکل برعکس ہے۔

چونکہ یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ کا رجوع نقشہ نعل شریف سے استبراک و توسل کی ترغیب اور تشہیر و اشاعت کی تلقین سے تھا لہذا مولانا تھانوی رحمہ اللہ کا بعد میں اپنے رسالہ ”نشر الطیب“ میں فقط یہ ذکر کرنا کہ ”اور رسالہ نیل الشفاء مؤلفہ احقر میں حضور ﷺ کے نقشہ نعل شریف کے برکات و خواص مذکور ہیں“۔ ہماری بات کے منافی نہیں کیونکہ ہم نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے اس کے برکات و خواص کے قول سے بھی رجوع کر لیا تھا۔ فقط

(مطبوعہ: ماہنامہ انوار مدینہ، جون ۱۹۹۵ء)

مسنون تراویح

عرب و عجم کے تمام مسلمانوں کا اتفاقی و اجماعی مسئلہ ”بیس رکعات تراویح“ پر منصفانہ اور محققانہ تبصرہ

از قلم: وکیل احتاف، مناظر اسلام حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ تعالیٰ

مکتبہ صفد ریہ، بہاول پور 0301-7790908

مولانا عبدالحفیظ مکی کا مکتوب اور حضرت مفتی صاحب کا جواب

مکتوب عبدالحفیظ مکی صاحب بنام مفتی عبدالواحد صاحب

مکرم و محترم حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد صاحب نور اللہ قلوبنا و قلوبکم بمعرفتنہ و جمعہا علی

الحق۔ آمین

وبعد: کہ جناب کا علمی مضمون رسالہ ”انوار مدینہ“ لاہور، شمارہ: 9، محرم الحرام 1416ھ میں بعنوان (رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب کے تیسرے ایڈیشن پر ایک نظر) کچھ روز قبل مطالعہ کیا یہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ ابتداء میں آنجناب نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ:

”حیات النبی ﷺ کے اجماعی مسئلہ سے اختلاف کرنے والوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ لیکن چونکہ ہمیں دین کا علم اکابر کے ذریعے ہی سے حاصل ہوا ہے۔ لہذا ان کی طرف غلط مسلک کے انتساب پر خاموش رہنا عقلاً و شرعاً کوتاہی ہوگی.... الخ“

تو گزارش ہے کہ اس رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کا مقصد بھی یہی ہے کہ باقاعدہ منظم صورت سے ایک گروہ جو غلو و تشدد کا راستہ اختیار کیے ہوئے ہے وہ اکابر کا طرز نہیں تھا نہ ہی ان کا مسلک، لہذا اس کا دفعیہ نہایت ضروری ہے۔ یہ سیاہ کار اپنے مقدمہ میں یہی بات عرض کر چکا ہے:

”آجکل ایک گروہ جو نہ صرف یہ کہ انہی اکابر کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتا ہے بلکہ یہ انداز اختیار کرتا ہے کہ گویا وہی ان اکابر کا اصل منبع ہے۔ نعوذ باللہ۔ حالانکہ اس گروہ کا مسلک و مشرب اور مخالفین کے ساتھ ان کا معاملہ ان اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کے بالکل برعکس ہے۔ ان کا یہ طرز عمل ہی اہل السنۃ والجماعۃ کے آپس میں اتحاد و اتفاق میں بہت بڑی رکاوٹ بنا ہوا ہے۔ ضروری تھا کہ اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کا صحیح مسلک و مشرب (خصوصاً مخالفین کے ساتھ معاملہ) میں واضح کیا جائے تاکہ یہ ناخلف اور اکابر کی طرف نام نہاد منتسبین کا یہ گروہ جو غلط فہمی اپنے قول و عمل باطل سے پیدا کر رہا ہے اس کا ازالہ ہو سکے۔ ان میں سے بعض غالی توحید و سنت کے مبارک نام سے ایسے ایسے غلط اور باطل عقائد عوام میں پھیلا رہے ہیں جو اہل السنۃ والجماعۃ کے عموماً اور اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کے عقائد کے بالکل مخالف بلکہ بعض تو ان میں سے نہایت گستاخانہ اور کفریہ عقائد ہیں.....“

اس کے بعد اس غالی گروہ کے بعض عقائد نقل کیے ہیں اور پھر تحریر ہے:

بھلا نعوذ باللہ ایسے خبیث نظریات و باطل عقائد سے حضرات اکابر کا کیا تعلق؟ ”المہند علی المہند“ میں اکابر

کے اس بارے میں اور دیگر اسی طرح کے امور میں متفقہ عقائد مذکور ہیں۔ جو انشاء اللہ رسالہ ہذا میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ یہی ہمارے اکابر علماء دیوبند کے سلفاً و خلفاً متفقہ و مسلمہ عقائد ہیں اور ان مسائل میں یہی ان اکابر کا مسلک و مشرب ہے۔ اس کے علاوہ یہ ناخلف اور ان کے حواری و مؤیدین موقع بموقع ”حیات النبی ﷺ“ کا انکار کرتے ہیں اور حضور اقدس ﷺ کی شان میں نیز سلف صالحین اور اولیاء کرام کی مختلف انداز سے گستاخی کرتے ہیں اور خانقاہی لائن کی عدم اہمیت بلکہ ایک طرح سے مخالفت تحقیر بزرگوں کے معمولات مجاہدات و اشغال وغیرہ کو اس طرز سے طعن و تشنیع بلکہ تمسخر و استہزاء کا نشانہ بناتے ہیں اور دین و اسلام کا حلیہ کچھ اس طرح بگاڑ کر پیش کرتے ہیں کہ اکابر کا مسلک و مشرب گویا ضلالت و گمراہی معلوم ہوتا ہے۔ اور مخالفین کے ساتھ تعال کا انداز ایسا بدخلقی و بدتمیزی کا ہوتا ہے کہ شریف انسان شرما جائے..... کہ ان غالی مہماتوں نے ہر جگہ اکابر کے مسلک و مشرب کے برخلاف تقویٰ، عبادت، ذکر، درود، ودیاء، انانیت و تواضع و رحم دلی، اخلاق، ہمدردی کی بجائے اولیاء و بزرگوں کے معمولات پر تمسخر و طعن اور مخلوق خدا کے بدخلقی و درستی، مشائخ کے معمولات سے لالچ بلکہ ان کی تحقیر و تضحیک کی ایسی لائن اختیار کی جائے جس سے عموماً لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات جم گئی کہ نعوذ باللہ علماء دیوبند اور ان کے اکابر قدس اللہ اسرار ہم اس ”سلسلہ خانقاہیت و تصوف“ کے سرے سے قائل نہیں ہیں۔ اور نعوذ باللہ یہ حضرات اولیاء اللہ اور مشائخ تصوف کے گستاخ و منکر ہیں اور بیعت و سلوک طریقت کے منکر ہیں“ (4,6,7)

البتہ اس پر افسوس ضرور ہے کہ حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب کی جن باتوں کو آنجناب نے اکابر کے مسلک و مشرب کے خلاف سمجھا اس پر تو پہلے بھی مضمون تحریر فرمایا اور اب بھی خوب زور شور دکھایا۔ مگر یہ غالی مہماتی گروہ ہمارے مختلف حلقوں میں پھیلنے کی کوشش کر رہا ہے اور اپنے غلط نظریات و عقائد اکثر عظموں میں تقریروں میں تحریروں میں پھیلاتا رہتا ہے مگر آنجناب نے اس کا اکابر کے اجماعی مسئلے کے خلاف زہرا گلنے والوں بلکہ اکابر کی سرعام تغلیط کرنے پر کچھ نہیں لکھا۔ بہت ہی تعجب ہے کہ جس رسالہ پر آنجناب ”ایک نظر“ فرما رہے ہیں۔ وہ تو ہے ہی اصلاً سارا انہی غالی متشدد مہماتوں کے رد میں جنہوں نے اپنی مسلسل روش سے اکابر کے مسلک و مشرب کو بھی بدل ڈالا ہے۔ مگر اس ”اجماعی مسئلے“ کو آنجناب نے بالکل ہی نظر انداز فرمادیا۔

کئی حضرات سے یہ بات زبانی بھی عرض کی۔ آنجناب سے بھی بالکل بے تکلف عرض ہے۔ درخواست ہے کہ اس پر بھی غور فرمادیں کہ آخر کیا بات ہے؟ کہ ایک طرف تو آنجناب بھی تحریر فرما رہے ہیں کہ یہ ”اجماعی مسئلہ“ ہے۔ ادھر ہر طرح سے یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ یہ رسالہ انہی مخالفین اجماع اکابر کے مسلک و مشرب کے خلاف لکھا گیا ہے۔ مگر صد افسوس کہ اس قضیہ کو تو اس قابل بھی نہ سمجھا گیا کہ اس کو چھیڑا جائے اور جو ثانوی ذیلی امور مذکور ہیں ان کو خواہ مخواہ اچھالا جا رہا ہے۔ کیا کہیں خدا نخواستہ ان غالی متشددین مہماتوں کی وجاہت تو

مانع نہیں بن رہی یا ان سے کوئی خوف و ڈر ہے؟ یا ان کے فتر و کر سے متاثر ہیں؟ یا کہیں خدا نخواستہ حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب کے رسالہ کا رد کر کے کچھ اور مخفی مقصود حاصل کرنا مطلوب ہے؟ بہر حال تعجب بہت ہے کہ یہ کیوں ہے؟

پھر ایک بات اور بھی عرض کرتا چلوں کہ رسالے سے حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب مدظلہ العالی کا مقصد قطعاً یہ نہیں ہے کہ دیوبندی حضرات بریلوی حضرات کے معمولات اختیار کر لیں یا یہ کہ کوئی فریق اپنے اکابر کا مسلک چھوڑ دے اور دوسرے مسلک کو اختیار کر لے۔ ہرگز یہ مقصود و غرض نہیں۔ بلکہ مقصود تو صرف یہ ہے کہ جیسے ہمارے دیوبندی حضرات ایک دوسرے اہل السنۃ والجماعۃ کے فریق یعنی (حضرات غیر مقلدین) کے ساتھ مختلف امور میں اختلاف بلکہ شدید ترین اختلافات کے باوجود متفقہ امور دینیہ میں ایک دوسرے کے ساتھ بلا حجاب اور بے تکلف معاونت و بھرپور مدد کرتے ہیں۔ تو اسی طرح ”بریلوی حضرات“ کے ساتھ بھی مختلف امور میں اختلافات کے باوجود متفقہ امور دینیہ میں ایک دوسرے کے ساتھ بلا حجاب و بے تکلف معاونت و بھرپور مدد کرنی چاہیے۔ اور دین برحق کی سر بلندی کے لیے ہر کفر و باطل کے مقابلہ میں مشترکہ جدوجہد ہونی چاہیے۔

دیکھئے اس ذیل میں رسالہ کے صفحہ: 9 یہ عرض ہے:

”ایسے عظیم الشان اکابر رحمہم اللہ کو بعض ناخلف متنبین کی طرف سے بدنام کرنا اور عوام میں ان کے بارے میں غلط تاثرات پیدا کرنا بہت بڑا ظلم اور انتہائی ذلیل حرکت ہے۔ حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی مدظلہ جو کہ ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ کے خلیفہ مجاز و عاشق صادق ہیں کو چونکہ ان جلیل القدر اکابر کی طرف نام نہاد متنبین غالی ممانی گروہ سے اکثر واسطہ پڑتا رہتا ہے اور ان کے غلط نظریات و بد عقیدگی کی تبلیغ کے نمونے ان کے سامنے ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ اور اہل السنۃ والجماعۃ کے اتحاد و اتفاق میں ان کا رکاوٹ ہونا اور ان حضرات رحمہم اللہ کی بدنامی کا سبب تھا اور جس سے ان کے بارے میں عوام کا بدظن ہونا اور غلط فہمی کیا شکار ہونا لازمی تھا۔ اور ادھر بچپن سے ہی اپنے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ سے حضرت مولانا موصوف کا عشق کے درجہ تک قلبی تعلق تھا اور ان کے حالات و سوانح و تذکرہ سے اپنے قلب و دماغ کو معطر کرتے رہتے تھے جو کہ اس ممانی گروہ کے نظریات باطلہ کے بالکل برعکس تھے اس لیے انہوں نے اس رسالہ کی تالیف کو ضروری جانا اور اپنے انداز سے درد دل بیان کر کے اہل السنۃ والجماعۃ کے دونوں عظیم گروہوں کے اہل علم و اہل دانش و اہل دین سے گویا یہ گزارش کی ہے کہ اگر باطل و کفریہ طاقتیں باوجود اپنے وسیع اختلافات کے اسلام و مسلمانوں کے خلاف اکٹھی ہو سکتی ہیں تو ہم دونوں اہل السنۃ والجماعۃ کے عظیم گروہ اپنے چند اختلافات کو نظر انداز کر کے دین کی سر بلندی اور اس کے تحفظ و تقویت کے لیے اکٹھے کیوں نہیں ہو

سکتے۔ کیا اب نہیں ہو سکتا کہ جن چند امور میں ہمارے درمیان اختلافات ہیں ہم میں سے ہر ایک ان میں اپنے اپنے علماء کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کرتا رہے۔ مگر بقیہ دین کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں متفقہ امور میں ہم دین حنیف کی سر بلندی اور اسلام و مسلمانوں کی عظمت و شوکت کے لیے مشترکہ جدوجہد و کوشش و سعی کر کے کفر کی پالیسیوں اور فرق باطلہ کے عزائم کو خاک میں ملا دیں؟ حضرت مولانا عزیز الرحمن مدظلہ العالی نے یہ ایک مخلصانہ ندا لگائی ہے اور دردمندانہ اپیل کی ہے۔ اور حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب نے حواشی قیمہ تحریر فرما کر اسے نور علی نور بنادیا ہے۔ فریقین دیوبند و بریلوی حضرات سے امید ہے کہ وہ اس ندا پر لبیک فرما دیں گے اور اس درد کو محسوس کریں گے اور اس نور کی طرف بڑھیں گے کہ فی الحقیقت امت مسلمہ کا یہی سواد اعظم ہیں اور فی الجملہ مسلمانوں کی 95% پچانوے فیصد سے زیادہ آبادی انہی پر مشتمل ہے اور اہلسنت کے اتحاد سے متعلق وقت کے اس اہم تقاضا کو جان کر اس کے لیے مؤثر تدابیر اختیار فرمائیں گے و ما ذلک علی اللہ بعزیز“ (10-9)

آنجناب نے اپنے مضمون میں جو رسالہ ”انوار مدینہ“ کے صفحہ 39 پر یہ تحریر فرمایا ہے کہ:

”مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب اور مفتی حبیب الرحمن صاحب مصنف رسالہ، مولانا عزیز الرحمن صاحب کی طرح اس بات کو ثابت کرنے اور منوانے کے درپے ہیں کہ اکابر دیوبند بتداعی ایسی محفل میلاد کے انعقاد کے قائل تھے جو منکرات و قیودات سے خالی ہو“

تو اس بارے میں عرض ہے کہ اس سیاہ کار کے جو حوالے آنجناب نے تحریر فرمائے ہیں یعنی نمبر 3، اور نمبر 4، صفحہ 44 پر۔ ان کو آنجناب ہی دوبارہ مقدمہ رسالہ میں ملاحظہ فرمائیں کہ بات تو یہ چل رہی تھی کہ حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ مہتمم دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ العالی تو دیوبندی بریلوی اختلاف ماننے کو ہی تیار نہیں ہیں تو عرض کیا گیا کہ (ان دونوں حضرات کا مقصد بظاہر یہی ہے کہ کہ دیوبندی بریلوی اختلاف کو جس انداز سے پیش کیا جاتا ہے اور جو اس کی ہیئت بنا دی گئی ہے اور غلو و تشدد و وطن و تشنیع کے جو مظاہرے کئے جاتے ہیں اس کے لحاظ سے حقیقت میں اس اختلاف کی حیثیت بہت ہی کم درجہ کی ہے اور گویا کہ بنیادی نزاع اتنا اور ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کے مقابلہ میں کالعدم ہے۔ البتہ نفس اختلاف کی نوعیت اور اس کی مابینیت اور حقیقت کے بارے میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”مجالس حکیم الامت“ کے صفحہ 160 میں اپنے شیخ و مرشد حضرت اقدس تھانوی قدس سرہ العزیز کا مفصل ارشاد نقل فرمایا ہے جو بلفظہ مندرجہ ذیل ہے..... الخ (16) اس حضرت تھانوی قدس سرہ کے ارشاد مبارک میں حضرت نے اصل اختلاف کی نوعیت بسط سے بیان فرمائی ہے۔ اب آپ ہی بتائیے کہ یہ سیاہ کار کیسے اس کے درپے ہو گیا جس کا ذکر آپ نے فرمایا۔

اسی طرح مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب مدظلہ نے بھی چونکہ دیکھا کہ بعض لوگ نعوذ باللہ حضرت سید الطائفہ و مرشد الاکابر حاجی امداد اللہ مہاجر کی قدس سرہ کو ان اعمال: مجلس میلاد و فاتحہ خواں وغیرہ پہ عمل کی وجہ سے نیز ان کے مصاحفی رسالہ ”فیصلہ مفت مسئلہ“ کی وجہ سے مبتدع یا مؤید بدعت نعوذ باللہ گردانتے ہیں یا ان کی باتوں سے ایسا تاثر ملتا ہے تو اس خیال خام اور باطل سوچ کی تردید کے لیے یہ کیا کہ حضرت امام ربانی قطب صمدانی گنگوہی قدس سرہ کا فتویٰ رسالہ ”فیصلہ مفت مسئلہ“ کی تائید و تصدیق میں اور اپنے شیخ برحق و مرشد کامل اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی قدس سرہ کے دفاع و حمایت میں۔ نیز اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کا خط ”برایہ ن قاطعہ“ کی تائید و تصدیق میں نقل فرما دیا۔ تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ اصل میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ فی الجملہ سب ہی حضرات کے عقائد و نظریات بالکل ایک ہی ہیں صرف عبارات و انداز کا فرق و اختلاف ہے۔ اور وہ بھی اس لیے کہ ”برایہ ن قاطعہ“ لکھی گئی ”انوار ساطعہ“ کے رد میں تو اس کا انداز ظاہر ہے مناظرانہ اور تردیدی ہے اور ”المہند علی المہند“ لکھی گئی بیان عقائد اکابر میں۔ اس لیے اردو میں یہ رسالہ ”عقائد علماء دیوبند“ کے نام سے چھپا اور ”فیصلہ ہفتہ مسئلہ“ لکھی مرشد الکل نے اپنے متعلقین میں مصالحت و مودت قائم رکھنے کے لیے۔ اس لیے ظاہر ہے کہ انداز و اسلوب میں فرق ہونا ہی تھا ورنہ اصلاً سب ایک ہیں اور ”عبارات ناشستی و حسنک واحد۔۔۔“ کا مصداق ہیں۔ تو دیکھئے مولانا حبیب اللہ صاحب بھی قطعاً اس کے درپے نہیں ہیں۔

اور حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب نے بھی جو ان امور کا تذکرہ کیا ہے وہ بھی صرف حضرت سید الطائفہ اور مرشد کل حضرت حاجی صاحب اور امام ربانی حضرت گنگوہی قدس سرہ کا مجانبہ و مخلصانہ تعلقات ہی کا ثبوت پیش کرنا مقصود تھا اور ذیل ان امور کا تذکرہ آگیا میرے خیال میں تو وہ بھی اس کے درپے نہیں ہوئے۔

بہر حال مقدمہ یا رسالہ میں کہیں بھی اس قضیہ کو فی نفسہ بحث نہیں بنایا گیا۔ جو اصل بحث رسالہ ہے وہ اوپر تفصیل سے عرض کیا جا چکا ہے۔

آجناب سے گزارش ہے کہ رسالہ کا دوبارہ بغور مطالعہ فرمائیں اور غالی ممانی گروہ کے فتنے کو بھانپیں، احساس فرمائیں اور اس کے امامت کے لیے سعی فرمائیں کہ یہ لوگ اکابر کے اجماعی مسئلے کی تغلیط بلکہ اس کی وجہ سے خود اکابر کی تغلیط و تھلیل کے درپے ہیں۔ بلکہ اس میں مبتلا ہیں اور بہت جوش و خروش سے۔ میرے خیال میں یہ حضرات جو اکابر کے اجماعی مسلک کے خلاف دن رات ہر جگہ پوری قوت سے لگے ہوئے آپ کی توجہ کے زیادہ مستحق ہیں کہ اکابر کے مسلک و مشرب کے تحفظ سے متعلق غیرت و حمیت کا حقیقی تقاضا یہی ہے کہ یہ عنصر اکابر کے نام پر ہی اکابر کی تغلیط بلکہ تھلیل کر رہا ہے ان کا بھرپور اور زوردار طریقہ سے تعاقب

کیا جائے اور اچھی طرح اس فتنے کی سرکوبی کی جائے۔ اور اکابر کے نام پر گمراہی پھیلانے کی اجازت نہ دی جائے۔

پھر ”انوار مدینہ“ صفحہ 47 پر آنجناب نے اس سیاہ کار کے حوالے کے بعد جس کے آخر میں یہ ہے: ”..... یہ بات المہند اور دیگر مقامات پر اکابر سے صراحۃً منقول ہے“ آنجناب اس کے بعد یہ جملے بڑھائے ہیں: ”المہند میں ہے: پس اگر مجلس مولود منکرات سے خالی ہو تو حاشا ہم یوں کہیں کہ ذکر ولادت شریفہ نا جائز اور بدعت ہے۔ (اکابر کا مسلک و مشرب تیسرا ایڈیشن: 62)“ المہند کے اس حوالہ پر آنجناب نے بطور تبصرہ اور گویا رد کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا ہے: ”ہم کہتے ہیں کہ جو محفل اور مجلس میلاد مستحب ہے وہ وہ محفل ہے جو منکرات کے ساتھ ساتھ تداعی سے بھی خالی ہو کما مر غیر مرہ“۔ آنجناب کے اس انداز نے تو سوچنے پر مجبور کر دیا کہ آنجناب (المہند) سے کلی طور پر متفق بھی ہیں یا نہیں؟ چونکہ حضرت اقدس سہارنپوری قدس سرہ کی (المہند) سے عبارت نقل کرنے کے بعد اعتراضاً یہ الفاظ اختیار کرنے (ہم کہتے ہیں کہ جو.....) یہ انداز نشاندہی کرتا ہے کہ آنجناب کو حضرت اقدس سہارنپوری کا فیصلہ نا منظور ہے۔ حالانکہ یہ وہ فیصلہ ہے جس کو ہمارے اس وقت کے تمام جلیل القدر و مبارک اکابر نے من و عن بالفاظہ و عبارتہ قبول فرمایا۔ دیکھئے اسی رسالہ (المہند) کے آخر میں حضرت اقدس شیخ الہند قدس سرہ اپنی تصدیق میں فرماتے ہیں: ”..... ہذا معتقدنا و معتقد مشائخنا جمیعاً لا ریب فیہ ...“ اور حضرت مولانا احمد حسن امروہی قدس سرہ اپنی تحریر میں فرماتے ہیں: ”..... و هو معتقدنا و معتقد مشائخنا و سادتنا امانت اللہ علیہ“ اور حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن دیوبندی قدس سرہ فرماتے ہیں: ”.... هو الحق عندی و معتقدی و معتقد مشائخی“ اور حضرت تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں: ”نقر بہ و نعتقدہ و نکل امر المفترین الی اللہ تعالیٰ“ اور حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہ فرماتے ہیں: ”الذی کتب فی هذه الرسالة حق صحیح و ثابت فی الكتب بنص صریح۔ و هو معتقدی و معتقد مشائخی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین احیاناً اللہ بہا و امانتاً علیہا“۔ اس کے علاوہ تمام اکابر علماء ہند و غیر ہم کی تصدیقات و تائیدات ہیں اور باتفاق علماء و اکابر دیوبند سلفاً و خلفاً (المہند) میں علماء دیوبند کے عقائد کا بیان ہے اور اس کی عبارتیں وافی و شافی ہیں۔

تو کیا آنجناب واضح فرمادیں گے کہ ”المہند علی المفند“ کی اسی عبارت پر آپ کو اعتراض ہے یا اور مقامات پر بھی اعتراضات ہیں۔ براہ کرم! براہ کرم! اس سے ضرور مطلع فرمادیں۔

لیکن بہر حال یہ آنجناب کا الزام کہ یہ سیاہ کار اور مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب: ”اس بات کو ثابت کرنے اور منوانے کے درپے ہیں کہ اکابر دیوبند بتداعی ایسی محفل میلاد کے انعقاد کے قائل تھے“

سراسر زیادتی اور خلاف واقعہ ہے۔ چونکہ جس مسئلہ کے درپے ہیں اور واقعی ہیں اسے تو آپ نے چھیڑا ہی نہیں بلکہ اسے ”اجماعی مسئلہ“ بتا کر جان چھڑا کر آگے نکل گئے ہیں جیسے تفصیلاً اوپر عرض کر چکا ہوں حالانکہ ”اجماعی“ ہونے کا تو تقاضا تھا کہ اس کو خاص اہمیت دی جاتی۔ یہ عجیب اکابر کے مسلک کے بارے میں غیرت و حمیت ہے کہ جو عناصر ان کے اجماعی مسئلے میں ان کی تغلیط و تھلیل کریں ان کو کچھ نہ کہا جائے۔ سبحان اللہ ”انوار مدینہ: 45“ میں اپنے مضمون میں آنجناب نے جو حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب مدظلہ کے ان الفاظ: ”اہل السنۃ والجماعۃ کے دو گروہ“ پہ اشکال فرمایا ہے۔ یعنی کہ آنجناب کے نزدیک بریلوی گروہ اہل السنۃ والجماعۃ میں سے نہیں ہے گوان دونوں گروہوں کی نشاندہی اور صراحتہ ”دیوبندی، بریلوی“ کے الفاظ کے ساتھ یہ سیاہ کار بھی اپنے مقدمے میں کر چکا ہے۔ مگر آنجناب نے حضرت عزیز الرحمن صاحب مدظلہ کو بھی نشانہ بنایا..... خیر بہر حال اس بارے میں عرض ہے کہ:

اس سیاہ کار کے علم میں نہیں کہ اکابر میں سے کسی نے اس پورے گروہ ”طائفہ بریلوی“ کا اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہونا فرمایا ہو۔ البتہ حضرات اکابر رحمہم اللہ کے عمل سے تو صاف نظر آتا ہے کہ وہ ان کو اہل السنۃ والجماعۃ میں سے ہی سمجھتے تھے۔ رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے مقدمہ میں اس سیاہ کار نے اپنے اکابر کے کئی قصے نقل کیے ہیں صفحہ 16 سے لے کر صفحہ 42 تک وہاں ملاحظہ فرمایا جائے ان کے طرز عمل سے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ ان (بریلوی جماعت) کو اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج نہیں سمجھتے تھے۔ البتہ نمونہ اکابر حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ ”سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند“ نے تو اپنے مکتوب گرامی بنام حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب قدس سرہ میں یہ صراحت فرمائی ہے کہ:

”دیوبندی بریلوی نزاع عرصہ دراز سے چل رہا ہے اور اس سے قوم کو جس قدر نقصان پہنچا ہے وہ کسی دلیل کا محتاج نہیں۔ اس سلسلہ میں یہ واقعہ ہے کہ میری سمجھ میں اب تک بھی نہیں آیا کہ ماہہ النزاع کیا چیز ہے؟ یہ دونوں جماعتیں نہ صرف اسلامی عقائد مبداء، معاد، نبوات میں متحد ہیں بلکہ فقہ حنفی کی پیروی اور راہ سلوک میں حضرات صوفیائے کرام قدس اللہ اسرارہم کے طرف تصوف میں بھی متحد اور ہم خیال ہیں۔ بنیادوں کے متحد ہونے کے بعد زیادہ سے زیادہ کچھ فروری اختلافات ہو سکتے ہیں جو ہر زمانے میں علماء میں رہے ہیں سو وہ نزاع وجدال کی حدود کی باتیں نہیں۔ اس لیے میرا جذبہ ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ اگر باہمی رواداری سے لوجہ الدین والا سلام اس میں کوئی اتفاق و ووداد کی راہ نکل آئے تو امت اس دور ہد فتن میں ایک بہت بڑے مہلک سے نکل آئے گی“

پورا مکتوب گرامی۔۔۔ جو کہ رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے تیسرے ایڈیشن کے صفحہ 44 پر درج ہے۔۔۔۔ محمد رفیع عثمانی مدظلہ العالی کے مکتوب گرامی بنام جناب مولانا محمد رضوان صاحب جو کہ اسی رسالہ

کے صفحہ 45 پر درج ہے اس کی مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ فرمادیں:

”اس اجلاس کے فوراً بعد بعد کمیٹی روم سے باہر آ کر مولانا محمد شفیع اودکاڑوی صاحب نے مجھ سے ملاقات فرمائی اور بڑی دلسوزی سے کہا کہ دیوبندی اور بریلوی مکتبہ فکر میں دونوں طرف بہت سے تشدد پسند اور جذباتی حضرات ہیں ان سے تو توقع نہیں کہ اتحاد بین المسلمین کے سلسلے میں کوئی مثبت پیشقدمی کر سکیں گے۔ لیکن میں اور آپ مل کر بہت کچھ کر سکتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ میں نے علماء دیوبند اور خصوصاً مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی کتابیں، مواعظ اور ملفوظات سب پڑھے ہیں جن کا میرے پاس اتنا بڑا ذخیرہ ہے کہ شاید بہت سے علماء دیوبند کے پاس بھی نہ ہو ان سب کتابوں کو پڑھ کر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اعتقادات مثلاً علم غیب اور نور و بشر وغیرہ کے مسائل میں علماء دیوبند اور علماء بریلی کے درمیان جو اختلافات مشہور ہیں درحقیقت صرف الفاظ و تعبیر کا فرق ہے حقیقی نزاع نہیں..... ان حالات میں میری خواہش ہے کہ میں اور آپ مل کر بیٹھیں اور دونوں مکاتب فکر کے درمیان جو غلط فہمیاں ہیں، دور کر کے اتفاق پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔ ورنہ پاکستان میں کبھی بھی اسلامی معاشرہ اور اسلامی حکومت قائم نہ ہو سکے گی اور عوام دونوں طرف کے علماء سے بیزار ہو کر لادینیت کے راستے پر چل پڑیں گے جس کا آغاز ہو چکا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ نے میرے دل کی بات فرمائی ہے۔ اور اس سلسلے میں میری بریلوی حضرات علماء کرام میں سے مولانا مفتی محمد حسین نعیمی صاحب اور..... اور..... سے بھی طویل بات چیت ہوئی ہے وہ بھی نظری طور پر اس سے متفق تھے..... الخ“

یہ پورا مکتوب بھی قابل دید ہے۔

اسی طرح حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ العالی ”اختلاف امت اور صراط مستقیم“ میں فرماتے ہیں:

”میرے لیے دیوبندی بریلوی اختلاف کا لفظ بھی موجب حیرت ہے.... دیوبندی بریلوی اختلاف کی کوئی بنیاد میرے علم میں نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ دونوں فریق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ٹھیکہ مقلد ہیں عقائد میں دونوں فریق امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ اور امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ کو امام و مقتدا مانتے ہیں، تصوف و سلوک میں دونوں فریق اولیاء اللہ کے چاروں سلسلوں قادری، چشتی، سہروردی اور نقشبندی میں بیعت کرتے کراتے ہیں۔ الغرض یہ دونوں فریق اہل سنت والجماعت کے تمام اصول و فروع میں متفق ہیں۔ صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کی عظمت کے قائل ہیں.... اس لیے ان دونوں کے درمیان مجھے اختلاف کی کوئی صحیح بنیاد نظر نہیں آتی۔“

پتہ نہیں آئے کہ کون سب حوالجات میں کوئی دلیل ملی یا نہیں؟ اگر واقعی نہیں ملی تو پھر واضح فرمادیں کہ دلیل کسے کہا جاتا ہے؟

مکرم ڈاکٹر صاحب! خدا کے لیے امت کے حال پر رحم فرماویں۔ دیکھئے کفر و باطل کس کس طرح گلی گلی بلکہ گھر گھر دندنا رہا ہے۔ دین کا نام لینے والے ہیں ہی کتنے؟ اگر یہ بھی آپس میں ہی لڑ لڑ کے مرجائیں گے تو پھر کفر و باطل نہیں آئے گا تو کیا آئے گا؟

پاکستان کی تاریخ ہمارے لیے سب سے بڑی عبرت ہے کہ دیکھئے تحریک پاکستان کے وقت جب سب اپنے اپنے اختلافات پس پشت ڈال کر اس مقصد کے لیے اکٹھے ہو گئے تو یہ تحریک کامیاب ہو گئی۔ پھر تحریک ختم نبوت 1953ء میں اور اس کے بعد 1973ء میں جب سوادِ اعظم کے علماء اپنے اپنے اختلافات کو نظر انداز کر کے ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے اس تحریک میں آئے تو یہ کس طرح کامیاب ہو گئی۔ خصوصاً آخری تحریک میں بھٹو جیسے آدمی کو بھی جھکنا پڑا۔

پھر تحریک نظامِ مصطفیٰ میں بھی یہی ہوا اور اب ملی بیچتی کونسل کی کامیاب ترین پورے ملک کی ہڑتال نے حکمرانوں کی مدارس، علماء اور ناموس رسالت کے خلاف سازش کو بالکل بریک لگا دی۔

غیر مقلدین اور مودودی حضرات کے ساتھ تو چونکہ دیوبندی حضرات ویسے ہی عموماً نرم رویہ رکھتے ہیں حالانکہ حکمتِ عملی کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اس سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا چونکہ ان دونوں گروہوں کی افرادی تعداد بہت ہی کم ہے۔ البتہ بریلوی حضرات سے جب بھی قربت ہوئی اور اتحاد ہوا تو چونکہ ان دونوں (دیوبندی بریلوی) جماعتوں کی افرادی تعداد بہت زیادہ ہے گویا کہ یہی سوادِ اعظم ہے تو اس لیے جہاں یہ دونوں گروہ اکٹھے ہوئے وہیں دین غالب، حق ظاہر اور باطل و کفریہ طاقتیں سرخم کر دیتی ہیں اور محمد اللہ مغلوب ہو جاتی ہیں۔

یہی اس رسالے ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کا مقصد ہے۔ نہ یہ کہ دیوبندی حضرات بریلوی مسلک اختیار کر لیں یا بریلوی حضرات دیوبندی مسلک اختیار کر لیں بلکہ کئی جگہ صاف صاف رسالہ و مقدمہ میں بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ ہر فریق اپنے اپنے علماء کی رائے پر اختلافی امور میں عمل کرے۔ مگر ان کے علاوہ سینکڑوں ہزاروں متفقہ دینی امور کے لیے متحد ہو کر مشترکہ قوی اور ٹھوس جدوجہد کی جائے۔ اس کے لیے وسعتِ ظرفی اور جذبات کو قابو کرنے کی ضرورت ہے۔ غلو اور تشدد سے بچنا نہایت اہم ہے۔ اللہ کے لیے اس کے دین کے غلبہ اور سر بلندی کے لیے یہ عظیم مقاصد ہیں۔ ہمارے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ و قدس اسرارہم نے ہمیشہ انہی مقاصد کو مد نظر رکھا اور ہر طرف سے تکلیف و طعن و تشنیع برداشت کی۔ خدا کے لیے رسالہ کو بغور پڑھیں اور جو اس کا مقصد اور ہدف اصلی ہے اس کو سمجھیں اور یہ بات دل سے عرض کرتا ہوں کہ جو مقصد عرض کیا ہے اس کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ اس رسالہ میں جو اصلاح تحریر فرمائیں گے ان شاء اللہ کی جائے گی۔ بس شرط یہ ہے کہ اس مقصد کے خلاف نہ ہو۔ آپ کے جواب کا انتظار رہے گا اور اصلاحات کا بھی۔ بس

شرط مد نظر رہے۔

وفقنا الله و اياكم لما يحبه و يرضاه۔ آمین۔ و بجاه النبی ﷺ و علی آلہ و اصحابہ
اجمعین و سلم تسليماً كثيراً۔ فقط..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

طالب دعوات و منتظر جواب

1995ء

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

جواب از حضرت مفتی عبدالواحد صاحب

بسم الله الرحمن الرحيم حامداً و مصلياً

بخدمت جناب مولانا عبدالحفیظ کی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب کا مکتوب ملا۔ اگر مجھ سے اس کے بارے میں پہلے پوچھا جاتا تو شاید وہی جواب دیتا جو حضرت
مولانا مدنی رحمہ اللہ نے جماعت اسلامی والوں کو دیا تھا یعنی ۔

در مجلس خود راہ مدہ ہجومنے را

افردہ دل افردہ کند انجمنے را

لیکن چونکہ آپ نے مکتوب لکھ ہی دیا ہے اور جواب بھی طلب کیا ہے لہذا چند گزارشات پیش خدمت

ہیں:

(1)..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے تیسرے ایڈیشن پر میرا تبصرہ جو شائع ہوا اور اس سے
پہلے سابقہ ایڈیشن پر جو مفصل تبصرہ شائع ہوا تھا مجھے یقین ہے کہ جناب نے ان کا تفصیلی مطالعہ کیا ہوگا۔ جیسے
جناب کا مقدمہ اور مفتی حبیب اللہ صاحب کے حواشی اصل رسالہ کے ساتھ مربوط ہیں اسی طرح میرے
دونوں تبصروں کا بھی ایک دوسرے کے ساتھ ربط ہے۔ ان دونوں تبصروں میں سے کوئی ایک عبارت لے کر
اگر مجھ پر اعتراض کیا جائے اور بقیہ پورے مضمون سے صرف نظر کر لیا جائے تو یہ انصاف سے بعید ہوگا۔ لیکن
افسوس ہے کہ جناب نے اپنے مکتوب میں ایسا کیا ہے۔ مکتوب کے صفحہ 6 پر یوں لکھتے ہیں:

”المہند کے اس حوالہ پر آنجناب نے بطور تبصرہ اور گویا رد کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا ہے (ہم کہتے ہیں کہ جو
محفل اور مجلس میلاد مستحب ہے وہ وہ مجلس ہے جو منکرات کے ساتھ ساتھ تداوی سے بھی خالی ہو کما مر
غیر مرہ) آنجناب کے اس انداز نے تو سوچنے پر مجبور کر دیا کہ آنجناب (المہند) سے کلی طور پر متفق بھی ہیں
یا نہیں؟..... الخ“

صرف یہی نہیں کہ جناب نے اس موضوع پر میرے پورے کلام سے صرف نظر کیا بلکہ خود اس عبارت

میں بھی کسما مر غیر مرۃ کی تنبیہ سے آنکھیں بند فرمائیں۔ تفصیل کے ساتھ چونکہ مضمون موجود ہے لہذا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

البتہ میری آپ حضرات ثلاثہ سے درخواست ہے کہ محفل میلاد کی دونوں صورتوں یعنی بتداعی اور بلا تداعی کی شرعی حیثیت کو دلائل کے ساتھ واضح طور پر بیان فرما دیجئے حتیٰ کہ اکابر کی تمام عبارتیں اور فتاویٰ ان کے موافق ہو جائیں اور کسی قسم کا تعارض باقی نہ رہے۔ یہی درخواست عرس کے بارے میں بھی ہے۔

(2)..... یہ بھی مان لیا کہ مولانا عزیز الرحمن نے یہ رسالہ مائتوں کے مقابلے کے لیے لکھا ہے لیکن کیا محض ان کی مخالفت اور ان کا مقابلہ رسالہ کے مندرجات کے حق ہونے کی دلیل مان لی جائے۔

محترم! ممانی فتنہ سنگین سہی اور اس کا مقابلہ کرنا وقت کی بڑی ضرورت سہی لیکن یہ دونوں باتیں اس بات کی اجازت نہیں بن سکتیں کہ ہم اپنے اکابر کی طرف وہ باتیں منسوب کر دیں جن سے وہ یقیناً بری تھے۔ چند ایسے قصے جو محتاج تاویل ہیں اصول و ضوابط اور قواعد دینیہ کے مقابلے میں آپ ان کو دلیل و حجت بناتے ہیں فیما للعجب۔

(3)..... بریلویوں کے اہل سنت ہونے پر جناب نے چند حضرات کے حوالجات ذکر کیے ہیں۔ احمد رضا خان اور اس کے قہقین کو بریلوی کہا جاتا ہے۔ احمد رضا خان کے عقائد اور ان پر اکابر کے تبصرے اور فتاویٰ میں ذکر کر چکا ہوں۔ اس کے باوجود بھی اگر جناب ان کو اہلسنت میں شمار کرنے پر مصر ہیں اور چاہتے ہیں کہ میں بھی اس کو تسلیم کر لوں تو اس کے لیے آپ حضرات ثلاثہ سے یہ بھی درخواست ہے کہ دلائل کے ساتھ احمد رضا خان والے عقائد کے ہوتے ہوئے اہلسنت ہونے کو ثابت فرمادیں اور واضح فرمادیں کہ ابو الحسن اشعری یا ابو منصور ماتریدی رحمہما اللہ کی کن عبارتوں سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اگر میں غلطی پر ہوں اور آپ مدلل طور سے میری غلطی کو رفع فرمائیں گے تو یہ آپ حضرت ثلاثہ کا بڑا احسان ہوگا۔ بلکہ جبکہ آپ حضرات کا یہ دعویٰ ہے اور آپ یہ دیکھ رہے ہیں کہ آپ کے دعویٰ کی رو سے میں غلطی پر ہوں اور میں اپنے ”اشکالات“ آپ کے سامنے رکھ چکا ہوں اور اب آپ سے ملتی ہوں کہ لہ میرے اشکالات کا حل بتائیے تو اس کا انتظام کرنا آپ حضرات کی ذمہ داری ہے۔ بات دلائل سے کیجئے، بعض حضرات کی محتمل عبارات خود دلیل نہیں ہیں۔

(4)..... نقشہ نعل مبارک سے استبراک و توسل پر آپ حضرات کی روش حسب سابق ہے۔ نہ اپنی بات پر کوئی دلیل لائے اور نہ میری بات کا کوئی صحیح جواب دیا بلکہ اصل حقیقت ہی کو مسخ کرنے کی کوشش کی۔

(5)..... آخر میں جناب نے یہ فرمایا ہے:

”مکرم ڈاکٹر صاحب! خدا کے لیے امت کے حال پر رحم فرمائیں..... اگر یہ بھی آپس میں لڑ لڑ کر مر جائیں

گے..... الخ“

اس کے بارے میں عرض ہے کہ جناب اس پر غور فرمائیں کہ:

رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ لکھ کر پہل آپ لوگوں نے کی۔ کیا یہ بھی کوئی عقلی یا شرعی قاعدہ ہے کہ کوئی بھی شخص کوئی بات لکھ دے اور دعویٰ کر دے کہ میں نے یہ بات مسلمانوں کے فائدے اور اتحاد کے لیے لکھی ہے تو لاحالہ تمام لوگ اس کی تائید کریں۔ بات کو نہ دیکھیں کہ صحیح ہے یا غلط ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ کوئی قاعدہ نہیں ہے۔ لہذا جب رسالہ کا مطالعہ کیا گیا اور اس میں غلط باتیں نظر آئیں۔ اور صرف میں کیا اب تو کتنے ہی حضرات نے اس رسالہ کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کر دیا ہے۔ تو ان اغلاط کی نشاندہی کی گئی اور غلط اور صحیح بات کو دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا تو آپ اس کو لڑائی فرما رہے ہیں۔ کیا کسی کو سیدھی راہ اور حق بات بتانا لڑائی کی بات ہے۔ اور اگر آپ حضرات کی اصطلاح میں اسی کو لڑائی کرنا کہتے ہیں تو یہ تو ہم کرتے ہی رہے ہیں اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی مزید توفیق عطا فرمائیں۔

محترم! رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ لکھ کر ظلم آپ لوگوں نے کیا۔

احمد رضا خان اور اس کی پارٹی کے غیر سنی عقیدوں کے باوجود اس کو اہل سنت میں سے شمار کرنے کا ظلم آپ لوگوں نے کیا۔

مما تیوں کی دہائی دے کر اپنے ”اکابر کے مسلک و مشرب“ کو موؤف کر کے ظلم آپ لوگوں نے کیا۔

”اصلاح مفاہیم“ کا ترجمہ اور اس کی اشاعت کر کے ظلم آپ ہی لوگوں نے کیا۔

پھر بھی یہ محض اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق ہے کہ دلائل کے ساتھ صحیح بات کی نشاندہی کر کے آپ لوگوں کے ساتھ بھی اور امت کے ساتھ ہمدردی، رحم اور خیر خواہی کا معاملہ کیا۔

خدا را! آپ اپنے حال پر رحم فرمائیں۔ آپ حضرات ہی میں سے بعض سے اہلسنت اور دیوبندیت سے متعلق وہ باتیں سنی ہوئی ہیں جن کی تردید اب آپ لوگ خود فرما رہے ہیں۔ آگے بڑھنے سے پہلے اپنے ماضی پر بھی نظر ڈال لیجئے۔ ممکن ہے کہ آپ اس کی پکار کوسن سکیں کہ تم راہ سے کہاں ہٹے جا رہے ہو۔ اور ممکن ہے کہ اس کے اشارے آپ کو واپس آپ کی پرانی راہ پر لائیں۔

یہ عذر میں پہلے ہی کر چکا تھا کہ۔

افردہ دل افسردہ کند انجمنے را

و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ و اصحابہ و اہل بیتہ اجمعین۔ آمین

والسلام علیکم

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ پر تحقیقی نظر

عرض مولف:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على صفوة خلقه و سيد رسله
محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين۔ وعلى من تبعهم إلى يوم الدين۔ أما بعد
قال الله تعالى: قد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة [الآية]
وقال تعالى: ما كان لمومن ولا مومنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة
من امرهم۔ [الآية]

وقال تعالى: ام لهم شركاء شرعوا لهم من الدين ما لم ياذن به الله۔
قال رسول الله ﷺ: أما بعد! فإن خير الحديث كتاب الله وخير الهدي هدي
محمد، وشر الأمور محدثاتها وكل بدعة ضلالة۔ [رواه مسلم]
قال: اتبعوا السواد الأعظم فإنه من شدَّ شدَّ في النار۔ [رواه ابن ماجه]
وقال: وإن بنى اسرائيل تفرقت على ثنتين و سبعين ملة، وتفترق أمتي على ثلث
و سبعين ملة، كلهم في النار، إلا ملة واحدة، قالوا: من هي يا رسول الله؟ قال: ما أنا عليه
وأصحابي۔ [رواه الترمذی]

وقال: يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين و انتحال
المبطلين و تاويل الجاهلين۔ [رواه البيهقي]

عن معاويةؓ، قال: سمعت النبي ﷺ يقول: لا يزال من أمتي أمة قائمة بإمر الله
لا يضرهم من خذلهم ولا من خالفهم حتى يأتي أمر الله وهي على ذلك۔ [متفق عليه]

صدق الله مولانا العظيم، وصدق رسوله النبي الكريم۔ بعد الحمد والصلوة
یہ ناچیز احقر سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ [مہتمم: جامعہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا] تمام برادران
اہل السنۃ والجماعۃ کی خدمت میں دردمندانہ گزارش کرتا ہے کہ حق تعالیٰ جلہ شانہ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی
رسالت پر صدق دل سے اعتقاد اور زبان سے اقرار کے بعد مذہب اہل السنۃ والجماعت کو خوب مضبوطی
کے ساتھ پکڑنا چاہیے اور اسی کے موافق تمام عمر عقیدہ اور عمل رکھنا لازم ہے، کیونکہ اہل السنۃ والجماعت ہی

تہتر (۷۳) فرقوں میں سے ایک سوادِ اعظم اور فرقہ ناجیہ ہے۔ اس کی اتباع کا حکم قرآن و سنت میں دیا گیا ہے۔ جیسا کہ اوپر کی ذکر کردہ احادیث و آیات کریمات سے واضح اور ثابت ہے۔ ان نصوص سے جمہور صحابہ و تابعین و من تبعہم کی اتباع کی تاکید معلوم ہو رہی ہے۔ اور اس کی مخالفت اور اس کے خلاف علیحدہ طریقہ اختیار کرنے کی ممانعت واضح ہو رہی ہے۔ کیونکہ یہی ایک جماعت ہے جو مآناً علیہ و أصحابی (جس طریقہ پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں) کی صحیح مصداق ہے۔ اور جو اس سے علیحدہ ہوا وہ ”مَنْ شَذَّ شَذْفَى النَّارِ“ (جو اس سے علیحدہ ہوا وہ دوزخی ہے) کا مورد ہے۔ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کا طریقہ ہی بہترین طریقہ ہے۔ اور آپ ﷺ کا طریقہ ”خیر الہدی“ (بہترین طریقہ) اور آپ ﷺ ہی تمام امت کے لئے بہترین اسوہ اور نمونہ ہیں۔ آپ ﷺ کے خلاف دین میں ہر نئی بات محدث اور بدعتِ ضلالہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت تک ایک ایسی جماعت قائم رکھیں گے جو سنت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے طریقہ پر خود بھی قائم رہے گی اور دوسروں کو بھی اس پر عمل کی ترغیب دیتی رہے گی۔ اور دین میں تحریف کر کے جو نئی نئی بدعات پیدا ہوتی رہیں گی یہ جماعت ان کی تحریفات کو غلط اور باطل پرست جاہلوں کے خیالات اور تاویلات کو باطل قرار دیتی رہے گی۔ یہ سنت اللہ ہے کہ جس زمانہ میں دین کے نام پر تحریفات ہوتی ہیں اور کوئی جماعت دین کی اصلی صورت کو تبدیل کرنے کی کوشش کرتی ہے اسی زمانہ میں اللہ تعالیٰ طائفہ منصورہ اور قائم بامر اللہ جماعت کو علم سنت مصطفوی دے کر اپنے نبی ﷺ کی سنت کے احیاء کا کام اس کے سپرد فرما دیتے ہیں۔ اسی سنت الہیہ کے موافق تیرہویں صدی ہجری کے آخر میں احیاء سنت اور امامتِ بدعت کا علم علمائے دیوبند کثیر اللہ سوادہم و نور مضاجعہم کے ہاتھ میں دے دیا گیا اور ان حضرات رحمہم اللہ نے تحریراً اور تقریراً اور تدریساً ہر طریقہ سے سنت مصطفوی ﷺ کے احیاء اور اس کی اشاعت اور بدعت کی امامت اور مٹانے میں خوب خوب کوششیں فرمائیں اور جس چیز میں ادنیٰ درجے کا بھی بدعت ہونے کا شبہ ہو اس کو سد الباب بالکل ہی بند کر دیا اور جس چیز میں بدعت کی ملاوٹ نظر آئی اس کو بھی اصلاً ہی سے ترک کر دیا۔ اور دوسروں کو بھی سختی سے ترک کر دیا۔ یہی طریقہ حضرات فقہائے احناف کا ہے اور اس پر ہمارے اکابر دیوبند کا رہنما ہیں۔ یہی ہمارے اکابر کا مسلک و مشرب ہے۔

اب کچھ عرصہ سے ایک رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے نام سے شائع ہو رہا ہے جس کے سرورق پر لکھا ہوا ہے: مرتبہ پیر طریقت حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی دامت برکاتہم سنی، حنفی، چشتی، قادری، نقشبندی، [خلیفہ مجاز: قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ] مع حواشی مفیدہ از: حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب مدنی مدظلہ [کاتب و معتمد خاص: قطب

الاقطاب حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ [اضافوں کے ساتھ شائع ہوا] دیکھ کر تعجب ہوا کہ ہمارے اکابر کی طرف وہ مسلک و مشرب اس رسالہ میں منسوب کیا جا رہا ہے جس کی ہمارے اکابر ہمیشہ پر زور تردید کرتے رہے ہیں اور کتب فتویٰ نیز دوسری کتابیں اس مسلک و مشرب کی تردید سے بھری پڑی ہیں، اور تمام عمر ہمارے حضرات اکابر کی ان بدعات و مختصرات کی تردید میں ہی گزری ہے۔ اُن کو ان کا عامل یا قائل قرار دینا نہایت درجہ جائے تعجب ہے۔ آج کل آزادی کا زمانہ ہے ”اعجاب کل ذی رأی برأیہ“ کا عام طور پر ظہور ہو رہا ہے۔ ہر شخص اپنی رائے میں آزاد ہے۔ مگر یہ تو بہت ہی قابل شکایت بات ہے کہ اپنی رائے کو اکابر کی طرف منسوب کیا جائے۔ جبکہ ان کی کتابیں اس کی تردید میں بھری پڑی ہیں۔ یہ ایسے حضرات نہیں کہ انہوں نے گمنامی کی زندگی گزاری ہو اور کوئی ان کو جانتا پہچانتا نہ ہو اور جس کے جودل میں آئے وہ بات ان کی طرف منسوب کر دے۔ یہ حضرات چودھویں صدی کے مایہ ناز مدرس و مبلغ اور محقق ہیں، اور ہزاروں کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کی طرف کوئی ایسی بات منسوب نہیں کی جاسکتی جو انہوں نے نہ کی ہو، کیونکہ ان کے اقوال و افعال پر ان کے بلا واسطہ اور بواسطہ ہزاروں شاگردان کرام شہادت کے لیے موجود ہیں اور ہزاروں کتابیں اس نسبت کرنے والے کی تردید کے لیے طبع شدہ موجود ہیں۔ فإلی اللہ المشتکی و ہم بری ء و ن مما یقولون۔

مناسب معلوم ہوا کہ آج کل کی مروجہ رسومات و بدعات میں سے بعض کے بارے میں حضرات اکابر کا ملک و مشرب کی وضاحت خود اکابر کی عبارات کی روشنی میں کردی جائے تاکہ جو غلط فہمی اس رسالہ سے پیدا ہو رہی ہے اُس کا ازالہ ہو جائے۔ اور خود صاحب رسالہ کو بھی غور کرنے کا موقع مل جائے، اور ان کو جو اکابر کے مسلک و مشرب کے (جو کہ عین اہل السنۃ و الجماعت کا مسلک ہے) سمجھنے میں غلط فہمی ہو رہی ہے شاید اس کی اصلاح ہو جائے اور نیا اختلاف و افتراق جو اس رسالہ کی وجہ سے پیدا ہو رہا ہے اُس کا انسداد ہو جائے۔ إن أريد إلا الإصلاح وما توفيقي إلا بالله عليه توكلت وإليه أنيب۔

اب آگے پہلے ”اکابر کا مسلک و مشرب“ اور پھر اس رسالہ مذکورہ کے بعض مقامات پر بغور کلام ملاحظہ فرمائیے۔ امید ہے کہ اس کو بنظر انصاف ملاحظہ فرمایا جائے گا۔ اب یہ دعا کرتا ہوں اور یہی دعا چاہتا ہوں۔ اللهم أرنا الحق حقًا وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلًا وارزقنا اجتنابه۔ آمین یارب العالمین

سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا..... ۲۳ صفر المظہر ۱۴۱۷ھ

اکابر دیوبند کا مسلک و مشرب:

ہمارے حضرات اکابر علمائے دیوبند رحمہم اللہ کا ”مسلک و مشرب“ کوئی ڈھکا چھپا نہیں ہے، سب کو معلوم اور مشہور ہے۔ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہیؒ وغیرہ حضرات اکابر علمائے دیوبند حضرت شاہ ولی اللہ، محدث دہلوی قدس سرہ کے علمی خانوادہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، یہ دونوں حضرات متحدہ ہندوستان میں اس خاندان کے جائز طور پر علمی وارث اور ان کے مسلک و مشرب کے محافظ قرار پائے، بدعات کو مٹانے اور سنت مصطفیٰ ﷺ کا جھنڈا بلند کرنے کی خدمت اس دیار میں انہی حضرات اور ان کے ارشد تلامذہ حضرت مولانا شیخ الہند محمود حسن دیوبندیؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مقدس ہاتھوں میں دی گئی، اس خدمت کو دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور اور خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون وغیرہ نے بحیثیت ادارہ و جماعت بجز اللہ پوری طرح انجام دیا اور بمصدق ”مثل کلمۃ طیبۃ کسجۃ طیبۃ اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء، توتی اکلہا کل حین باذن ربہا“ ہندوستان ہی نہیں بلکہ روم و شام، عرب و عراق، قابل و قندھار، بخارا و خراسان، چین و تبت وغیرہ دنیا کے گوشہ گوشہ اور کونہ کونہ میں اس کا فیض جاری و عام ہے۔

المہند علی المفسد:

اس قبول عام اور نفع عظیم نیز احیاء سنت و امانت بدعت کو دیکھ کر بعض بدعت پسند لوگوں سے نہ رہا گیا اور وہ علمائے دیوبند کے ملک و مشرب کی مخالفت اور بدعت کی حمایت پر کمر بستہ اور آمادہ ہو گئے۔ اور طرح طرح کے غلط عقائد و نظریات کا الزام ان پر لگانا شروع کر دیا۔ اور ان کے مسلک و مشرب کو مسخ کر کے لوگوں میں پیش کرنے کی زوردار مہم شروع کر دی، جس کے جواب میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ نے ”المہند علی المفسد“ رسالہ مرتب فرمایا اور اس میں اکابر علماء دیوبند کے تحقیقی مسلک و مشرب کو واضح فرمایا۔ اس پر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، حضرت مولانا احمد حسن امروہیؒ حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم رائے پوریؒ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ وغیرہ کی تصدیقات ثبت ہیں، اس کے علاوہ علماء حرمین شریفین اور مصر و شام اور حلب و دمشق کے علماء کرام نے بھی اس کی تصحیح و تصدیق فرمائی اور یہ لکھادیا کہ یہ عقائد اور مسلک و مشرب صحیح ہیں۔

اس لیے یہ مجموعہ علماء دیوبند کے مسلک و مشرب اور ان کے عقائد معلوم کرنے کے لئے ایک تحریری دستاویز اور متفقہ مسلکی وثیقہ ہے اور مسلک دیوبند کے دیکھنے اور جانچنے کے لیے بمنزلہ ابنہ اور کسوٹی کے ہے۔

اور ساتھ ہی یہ ہر اس شخص کا جواب بھی ہے جو علماء دیوبند کی طرف کسی بھی عقیدہ اور مسلک و مشرب کو غلط طور پر منسوب کرے۔ المہند وغیرہ اکابر علماء دیوبند کی کتب کے ملاحظہ سے واضح ہے کہ علماء دیوبند کے عقائد اور ان کا مسلک و مشرب قرآن و حدیث کے بالکل موافق اور ان کا سلوک و تصوف عین سنت کے مطابق ہے اور یہ حضرات نہایت درجہ کے پکے حنفی اور اہل السنّت والجماعت ہیں۔ ان کا کوئی عقیدہ اور مسئلہ مسلک اہل السنّت والجماعت کے خلاف نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرات اکابر علماء دیوبند کا ملک و مشرب عین مسلک اہل السنّت والجماعت ہے اور اہل السنّت والجماعت وہ مسلمان ہیں جو قرآن و سنت کو حجت مانتے اور ان پر عمل کرتے ہیں اور حضرات صحابہ کرامؓ کے مسلک پر چلتے ہیں۔

اکابر کا مسلک و مشرب معلوم کرنے کا صحیح طریقہ:

تو اب حضرات اکابر علماء دیوبند کے مسلک و مشرب کے معلوم کرنے کے لیے ان حضرات کی کتب اور فتاویٰ کی طرف مراجعت کرنی چاہیے، یہ حضرات بھلا اللہ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں اور صاحب فتاویٰ ہیں، ہر مسئلہ پر ان کی تحقیقات مفید اور فتاویٰ موجود ہیں کسی مسئلہ میں کسی طرح کا انہما نہیں ہے۔ ان حضرات کا مسلک و مشرب جو ان کی کتب: براہین قاطعہ، فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، بہشتی زیور، اصلاح الرسوم، فتاویٰ امدادیہ وغیرہ سے معلوم ہو رہا ہے وہ بالکل واضح ہے کہ یہ حضرات مسلک اہل السنّت والجماعت کے پابند اور قرآن و سنت پر عامل ہیں۔ ان حضرات کو بدعات سے حد درجہ نفرت ہے، جس بات میں ادنیٰ درجہ کی بدعت کا شائبہ ہو وہ اس سے خود اجتناب کرتے ہیں اور اپنے متبعین کو بھی بہت پرہیز کرنے کی ہدایت سختی سے کرتے ہیں۔ اور اس زمانہ میں یہی امتیازی وصف اکابر علماء دیوبند کا ہے جو دوسرے مسالک کے علماء سے ان حضرات کو ممتاز کرتا ہے۔ ان حضرات کے سنت پر سختی سے عمل کرنے اور بدعت سے نفرت نے ہی بعض لوگوں کو اس مغالطہ میں ڈال دیا ہے کہ ان حضرات کا مسلک و مشرب کوئی مخصوص مسلک و مشرب ہے۔ حالانکہ بقول مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی شفیع دیوبندیؒ علماء دیوبند کے عقائد تمام اہل السنّت والجماعت کے مسلمہ عقائد ہیں، اس لیے بے کم و کاست ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کتب عقائد اہل السنّت والجماعت کو دیکھ لیں جو عقائد ان عام کتابوں میں صراحت کے ساتھ مذکور ہیں علماء دیوبند انہیں عقائد کے زبردست حامل اور ان کے خلاف کرنے والوں کی تردید میں پیش پیش ہیں۔

[تصدیق عقائد علماء دیوبند: ۱۷۵]

حضرات اکابر دیوبند عقائد اہل السنّت والجماعت کے زبردست حامل ہی نہیں بلکہ ان کے خلاف

کی تردید میں بھی پیش پیش ہیں۔ یہ بات بدعت پسند اور بدعت نواز جماعت کو سخت گراں گزرتی رہی اور شروع سے ہی اس جماعت کے سربراہ نے اکابر علماء دیوبند کے خلاف غلط الزامات کی سخت مہم چلائی اور تکفیر تک نوبت پہنچائی۔ اب بھی کہیں کہیں ایسی چنگاریاں ملک میں موجود ہیں جن کو ہوادے کر بھڑکا دیا جاتا ہے اور نزاع بین المسلمین کا فتنہ کھڑا کر دیا جاتا ہے۔

ایک اہم ضرورت:

وقت کی سب سے زیادہ اہم ضرورت یہ ہے کہ ایسی چنگاریوں کو بالکل بجھا دیا جائے اور ایسے مکھڑین مسلمین کی زبان و قلم پر قدغن لگا دیا جائے جو ان کو بھڑکا کے خرمن اسلام کو جلا کر خاکستر کرنے کی ناپاک کوشش کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور اس تکفیری فتنہ کو بند کر لیا جائے اور اہل السنّت والجماعت کے خلاف مسلک کے خلاف مروجہ رسومات پر پابندی لگائی جائے اور تمام اہل السنّت والجماعت کے مسلک کے خلاف مروجہ رسومات پر پابندی لگائی جائے اور تمام اہل السنّت والجماعت متفقہ طور پر صحابہ کرامؓ کے مسلک پر اکٹھے ہو کر پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں۔ مگر آج کل بعض لوگوں نے اتفاق سے اتفاق کی ایک صورت تجویز کر لی ہے کہ جن امور پر ہمارے اکابر علماء دیوبند صدیوں سے نکیر کرتے آرہے تھے اور ان کی کتابیں اور ان کے فتاویٰ میں ان کی ممانعت مدلل طور پر مذکور ہے، اس ممانعت کو وقتی عارضی قرار دے کر ان کو منسوخ قرار دے دیا جائے اور ان کا ایک ہیئت پر پھر سے رواج دیا جائے جس پر وہ ابتداء میں شروع ہوئے تھے۔ یعنی منکرات سے خالی ان امور کو رواج دیا جائے۔ حالانکہ ابتداء میں منکرات سے خالی ہونے کے باوجود ان میں کس قدر خرابی پیدا ہوئی وہ مشاہدہ اور صاحب رسالہ ”مسلک و مشرب“ کو بھی ان کا اقرار ہے اور وہ خرابیاں اور منکرات آج بھی بعینہ موجود ہیں اور اکابر علماء دیوبند کا ان پر انکار جن اصول فقہ پر مبنی ہے وہ عارضی نہیں ہیں مستقل ہیں کہ جس مباح کام میں خرابی پیدا ہو جائے اس کا صحیح صورت سے کرنا بھی منع ہے۔ کیا یہ اصول عارضی ہے؟ اور غضب بالائے غضب یہ ہے کہ اپنے اس طرز عمل کو وہ اکابر کا مسلک و مشرب قرار دینے کی جسارت بھی کر رہے ہیں۔ چنانچہ اسی نام کا ایک رسالہ بھی طبع ہو کر شائع کر دیا گیا ہے۔ اس رسالہ پر کسی قدر تبصرہ ماہنامہ الخیر [محرم الحرام ۱۴۱۶ھ] میں شائع ہوا ہے، مختصر انداز میں احقر بھی اس بارے میں کچھ معروضات پیش کرنا ضروری سمجھتا ہے۔

رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب:

اس حقیقت کا بڑے افسوس سے اظہار کرنا پڑتا ہے کہ حضرات اکابر علماء دیوبند کے مسلک و مشرب اور ان کا طریقہ اعتدال کو اکثر لوگوں نے نہیں سمجھا اور ان کے بارے میں افراط و تفریط کا شکار ہو گئے۔ بعض

حضرات تو ان حضرات کے اجماعی مسلک و مشرب سے جو الہند وغیرہ میں لکھا گیا تھا اختلاف ہی نہیں بلکہ اس کی بر ملا تحریر و تقریر سے تردید کرنے میں مصروف ہیں اور پھر بھی خود کو دیوبند کی طرف منسوب کرتے اور دیوبندی کہلاتے ہیں اور بعض حضرات ایسی مروجہ رسومات کو اکابر دیوبند کی طرف منسوب کر رہے ہیں اور دیوبندیت کی ایسی تصویر پیش کر رہے ہیں کہ اس میں اور بریلویت کی بدعات میں کوئی حد فاصل ہی قائم نہیں رہتی۔ حالانکہ یہ تصویر حقیقت حال اور اکابر دیوبند کے مسلک اعتدال کے بالکل برعکس اور واقعہ کے قطعاً برخلاف ہے۔ اس طرح یہ دونوں فریق مسلک حقہ اہل السنّت والجماعت اور مسلک و مشرب اکابر علماء دیوبند کو مشتبہ کرنے کی ناروا کوشش میں مصروف ہیں۔

دونوں فریق دیوبندی، بریلوی اگرچہ اہل السنّت والجماعت کے اصول و فروع کو تسلیم کرتے اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، غور طلب بات یہ ہے کہ پھر ان میں اس قدر اختلاف کیوں ہے؟

نظریات: نور و بشر، علم غیب، حاضر و ناظر، محتارِ کل، نداء غیر اللہ و استمداد وغیرہ میں بھی اختلاف ہے۔ اور فروعی مسائل: عید میلاد، اور قبور پر اعراس اور دوسری رسومات متعلقہ قبور میں بھی خاصہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ تیج، دسواں، چہلم وغیرہ مروجہ بدعات تو بریلویوں کے شعار میں شمار ہیں۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے ان اختلافات کی بناء اہل السنّت والجماعت کے مسلک اور فقہاء حنفیہ کی تقلید چھوڑنے اور صحابہ کرامؓ کے طریقہ سے انحراف ہے، ان نظریات اور مسائل میں ان لوگوں نے مسلک اہل السنّت والجماعت اور تقلید امام ابوحنیفہؒ کو ترک کر دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں نور و بشر، علم غیب وغیرہ نظریات اور میلاد و اعراس وغیرہ قبوری اور مرنے کی مروجہ بدعات کا کہیں نام و نشان بھی نہیں تھا۔ اگر صحابہ کرامؓ کے طریقہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی کی جائے ”ما أناعلیہ و أصحابی“ پر عمل پیرا ہو جائیں تو ان اختلافات کا نہ کوئی وجود رہتا ہے نہ کوئی احتمال۔ یہ سب اختلافات طریقہ ”ما أناعلیہ و أصحابی۔“ اور ”فقہ حنفی“ کی تقلید چھوڑ کر ہی نمودار ہو رہے ہیں۔ ان اختلافات کا قرآن و سنت اور فقہ حنفی میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

عرس و میلاد کی شرعی حیثیت:

اب مسئلہ عرس اور میلاد وغیرہ پر قرآن و سنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں غور کیا جائے تو ان کی شرعی حیثیت واضح ہے اور ان کی بدعت ہونے میں کسی طرح کا خفا نہیں ہے۔ اکابر علماء دیوبند کی کتابیں اور فتاویٰ ان کی بدعت ہونے پر متفق ہیں مگر اس طریق مستقیم کو چھوڑ کر اپنے ناروا اجتہادات سے کام لے کر ان مسائل

کو الجھایا جا رہا ہے اور کئی کتابیں اپنے ان مزعومات کے اثبات میں لکھ دی گئی ہیں۔

(۱)..... قرآن مجید میں ارشاد ہے: ”ام لہم شرکاء شرکاء شرعوا لہم من الدین مالم یاذن بہ اللہ۔

[پ ۲۵] یعنی کیا ان کے لئے شرکاء ہیں کہ انہوں نے دین کی وہ بات مقرر کر دی جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔

یہ آیت صاف بتلا رہی ہے کہ دین کی بات بدونِ اذنِ الہی یعنی بغیر دلیل شرعی کسی کو مقرر کرنا مذموم و مستنکر ہے۔ یہ تو دلیل کا کبریٰ ہے۔ اور صغریٰ یہ ہے کہ عید میلاد کو دین کی بات سمجھ کر بغیر دلیل کے مقرر کیا گیا ہے۔ لہذا یہ نتیجہ واضح ہے کہ عید میلاد بدعت اور واجب الترتک ہے۔

[از: مواظع میلاد النبی، بحضرت حکیم الامتہ تھانویؒ: ۱۰۷]

(۲)..... حدیث میں ہے کہ: ”میری قبر کو عید مت بناؤ!“ اس حدیث میں غیر عید کو عید منانے کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ قبر شریف پر عید کی طرح تاریخ معین کر کے اہتمام کے ساتھ جمع ہونا منع ہے۔ اس لیے روضہ اقدس پر حاضری کے لئے کوئی خاص تاریخ معین نہیں ہے، آگے پیچھے قافلے جاتے ہیں اور زیارت کر کے چلے آتے ہیں۔

اس حدیث سے صراحتہ ثابت ہوتا ہے کہ قبر شریف پر بطور عید کے جمع ہونا ناجائز ہے۔ پس اس طرح عید مکانی (یعنی بطور کسی زمانہ میں جمع ہونا) بھی منہی عنہ ہوگئی۔ [ص: ۱۱۵]

جب نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر بطور عید کے جمع ہونا منع ہے تو غیر انبیاء علیہم السلام کی قبور پر بطور عید کے جمع ہونا جس کو عرس کہا جاتا ہے وہ بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا۔

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پٹی صاحب تفسیر مظہری عرس کو منع لکھتے ہیں:

لا یجوز ما یفعلہ الجہال بقبور الأنبیاء والشہداء من السجود والطواف واتخاذ السرج والمساجد إلہا و من الاجتماع بعد الحول کالأعیاد و یسمونہ عرسًا. [فتاویٰ رشیدیہ]

انبیاء علیہم السلام اور شہداء کی قبور کے ساتھ جو معاملہ جہلاء کرتے ہیں سجدہ، طواف وغیرہ سب ناجائز ہے، اس طرح سال کے بعد قبور پر عید کی طرح اجتماع کرنا جس کو عرس کہا جاتا ہے یہ بھی ناجائز ہے۔

یہ تو مختصر اُ عید میلاد کے بدعت ہونے کا ثبوت تھا۔

(۳)..... اب رہا اجماع امت: اس سے بھی اس کی ممانعت ثابت ہے۔ اصول کا قاعدہ ہے کہ تمام امت کا کسی کام کے ترک پر متفق ہونا یہ اجماع ہوتا ہے عدم جواز پر، چنانچہ فقہاء نے بجا اس قاعدہ سے استدلال کیا ہے، اسی بناء پر نمازِ عیدین میں نہ اذان کبھی جاتی ہے نہ اقامت (تکبیر)۔ اگر یہ قاعدہ مسلم نہ ہو تو

پھر تو عیدین کی نماز میں اذان اور تکبیر کا اضافہ کر دینا بھی جائز ہوگا۔ حالانکہ بریلوی بھی اس کے قائل نہیں ہیں۔

(۴)..... ان امورِ مروجہ میں کوئی لازمی یا متعدی ضرر ہے یا نہیں؟ مشاہدہ و تجربہ اور تتبعِ حالتِ عالمین سے بسہولت معلوم ہو سکتا ہے، سو جہاں تک ان مجالس میں شرکت کا اتفاق ہوا اکثر عالمین کے عقائد یا اعمال میں غلو و افراط پایا گیا۔ سو بنا بر قاعدہ مذکور ان عالمین کے حق میں تو ان اعمال کے ممنوع کہنے میں کسی قسم کا شبہ ہی نہیں۔ البتہ محتاط اور خوش عقیدہ کو اس لیے منع کیا جاتا ہے کہ جس طرح لازمی سے بچنا واجب ہے، اسی طرح ضرر متعدی سے بھی بچنا لازم ہے۔ اگر کسی شخص نے احتیاط کے ساتھ عمل کیا مگر دوسرے دیکھنے والے اس سے سند پکڑ کر بے احتیاطی کرتے رہے تو خود متعدی ہو جاتا ہے۔ اس لیے خوش عقیدہ محتاط کو بھی اس سے منع کیا جائے گا۔ یہ قاعدہ فقہ حنفی کا ہے۔ اس کے نظائر فقہ حنفی میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ مثلاً: کسی نعمتِ جدیدہ پر سجدہ شکر کرنا حدیث صحیح سے ثابت ہے، پھر بھی امام ابو حنیفہؒ اس کو مکروہ فرماتے ہیں۔ اس کی وجہ بقول علامہ شامیؒ صرف یہی ہے کہ اس میں احتمال ہے کہ عوام اس کو سنت نہ سمجھ جائیں۔ جب عقیدہ میں اتنے فرق سے حکمِ کراہت کر دیا جاتا ہے تو جو چیز سنت بھی نہ ہو، صرف مباح یا مستحسن ہو اور اباحت و استحسان بھی صرف قیاسی ہو منصوص نہ ہو اور افراط بھی عقیدہ میں اس درجہ عوام نے کر لیا ہو کہ فرض و واجب سے زیادہ مؤکد قرار دے دیا ہو تو اس حالت میں خواص کے لیے بھی حکمِ کراہت کیوں نہ کیا جائے گا؟

اسی لیے اکابر علماء کرام نے اس کو خوش عقیدہ کے لئے بھی بغیر منکرات کے بھی منع کر دیا کہ دوسرے اس کو دلیل نہ بنالیں۔ اب بھی یہی حال ہے بلکہ روز بروز منکرات بڑھتے جاتے ہیں تو ایسی حالت میں خوش عقیدہ کو بھی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی، اگرچہ وہ منکرات سے خالی بھی ہو۔ اس کی کئی فقہی نظیریں ”طریقہ مولد“ از حکیم الامت تھانویؒ میں ملاحظہ فرمائیں۔ اور ہم نے بھی کئی فقہی اصول قرآن کریم سے مستنبط کر کے ”اصلاح مفاہیم“ سے متعلق تحریر میں لکھ دیئے ہیں جو قابلِ ملاحظہ ہیں۔

ان فقہی اصول اور نظائر سے واضح ہو رہا ہے کہ جس طرح اپنے عقیدہ و دین کی حفاظت ضروری ہے، عوام کے عقیدے و دین کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ اب ممکن ہے کہ بعض کرنے والے احتیاط کر لیں مگر عوام جو ان کے معتقد و مقلد ہیں، ان کی نہ ان خرابیوں پر نظر ہے نہ ان سے بچنے کی احتیاط، نہ ان کو یہ خبر کہ ہمارے بزرگوں کے اور ہمارے عمل میں کیا فرق ہے؟ صرف انہوں نے یہ دیکھ لیا کہ ہمارے فلاں بزرگ یہ عمل کرتے تھے خود بھی جس طرح چاہا کرنے لگے۔ اس کی احتیاط اہل طریقت نے یہاں تک فرمائی ہے کہ جس شخص کو سماع بشرائط جائز اور مباح ہو وہ بھی ایسے شخص کے روبرو نہ سنے کہ جس کو مباح نہیں، تاکہ وہ تقلید

بے بصیرت کر کے خراب نہ ہو۔ اسی طرح یہ امور ان خصوصی ہستیوں کے ساتھ سبب مفاسد اور خرابی عقائد کا موجب ہو چکے ہیں جن کا ازالہ کے لئے علماء کرام کے رسائل ”براہین قاطعہ“، ”اصلاح الرسوم“ وغیرہ لکھے گئے۔ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے فتاویٰ شائع کئے گئے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ علوم دینیہ سے جہل روز بروز ترقی پر ہے۔ اس لیے ان امور کو ترک کرنا ہی ضروری ہے۔ اب پہلے سے بھی زیادہ ان میں مفاسد کے پیدا ہونے کا احتمال ہی نہیں بلکہ پیدا ہو رہے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

ان گزارشات کے بعد ضرورت تو نہیں رہتی کہ مزید کچھ عرض کیا جائے، مگر مزید وضاحت کے طور پر بعض امور کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیبؒ کے چند ارشادات:

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی کتاب ”علماء دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج“ کے چند اقتباسات پیش ہیں۔ حضرت مرحوم فرماتے ہیں۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

إن بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین و سبعین ملة و تفرقت أمتی علی ثلث و سبعین ملة، کلهم فی النار، إلا ملة واحدة، قالوا: ومن هی یا رسول الله! قال: ما أنا علیه و أصحابی. [مشکوٰۃ شریف: ۳۰]

یقیناً بنی اسرائیل تہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت بہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، جو سب کے سب جہنم رسید ہوں گے، صرف ایک محفوظ رہے گا۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا: وہ ایک فرقہ کونسا ہے یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ (وہ فرقہ جو اس طریقہ پر ہوگا) جس پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں۔

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے امت کو تہتر (۲۳) فرقوں میں سے حق و باطل کو پہچاننے کے لیے معیارِ حق دو ہی چیزوں کے مجموعہ کو قرار دیا ہے، جو کلمہ ”ما أنا“ اور کلمہ ”و أصحابی“ سے ظاہر فرمادیا ہے۔ ”ما أنا“ سے اشارہ..... روش نبوی ﷺ،..... دستور نبی ﷺ..... اور اسوۂ نبوی ﷺ کی طرف ہے جس پر آپ ﷺ قائم تھے۔ اور ظاہر ہے کہ اس روش نبوی ﷺ اور اسوۂ حسنہ کا نام ”السنۃ“ ہے جس پر آپ ﷺ خود چلے اور اپنے صحابہؓ کو چلایا۔ اس لئے کلمہ ”ما أنا“ سے تو ”السنۃ“ کا عنوان نکلا جو فرقہ حق کا پہلا جز ہے۔

اور کلمہ ”و أصحابی“ کا مصداق ظاہر ہے کہ برگزیدہ شخصیتیں ہی ہو سکتی ہیں جو ذاتِ اقدس نبوی ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحابؓ کی ذواتِ قدسیہ ہیں اور قرآنِ مابعد میں تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، فقہائے مقدسین، علماءِ راستین اور مشائخِ حقانین ہیں اس لئے ”ما أنا و أصحابی“ کا مفہوم ”الجماعۃ“ کے

سواد و سرائیں ہوسکتا جو اس جماعت کے لقب کا دوسرا جز ہے۔ جس کا مجموعہ وہی ”اہل السنّت والجماعت“ بن جاتا ہے۔

اس سے صاف واضح ہے کہ اس جماعت حقہ کا یہ لقب تجزیہ کے انداز سے نبی کریم ﷺ کا ارشاد فرمودہ ہے جس کی وضاحت حضرت ابن عباسؓ نے فرمائی ہے۔ اس سے زیادہ اس جماعت کے اصل اور قدیم ہونے اور ساتھ ہی اس کے اس مرکب لقب کے قدیم ہونے میں شک و شبہ کی کیا گنجائش باقی رہ سکتی ہے؟ [علماء دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج: ۸۴]

علماء دیوبند کا مسلک:

ان بنیادی اصول کا مجموعہ ہی ”اہل السنّت والجماعت“ کا مسلک ہے جس پر علماء دیوبند من وعن منطبق ہیں۔ بلکہ یہ کہنا حقیقت کا اظہار ہوگا کہ وہ خود ہی اہل السنّت والجماعت ہیں۔ بہر حال وہ اسما و رسماً، صورتاً و حقیقتاً، علماً و عملاً اور ذوقاً و وجداناً صرف اہل السنّت والجماعت ہیں، اس لئے ان کا دینی رخ اور مسلکی مزاج مستقل بیان کرنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی، بلکہ جو رخ اور مزاج سابقہ اوراق میں اہل السنّت والجماعت کا بیان کیا گیا ہے اور کتاب وسنت نے اس کی بنیادی کھول دی ہیں وہی علماء دیوبند کے دینی مزاج کی تفصیل ہے۔ اس لیے نہ انہیں کسی جدید تفصیل کی ضرورت ہے نہ کسی نئے لقب کی حاجت ہے اور نہ ہی واقعہ ان کا کوئی نیا لقب ہی ہے۔ [ص: ۱۰۰]

اعتماد ال مسلک کی مختصر مزید چند مثالیں:

۱..... انبیاء علیہم السلام کے بارے میں نہ تو ان کا مسلک غلو زدہ اور بے بصیرت طبقوں کی طرح یہ ہے کہ: ”انبیاء اور خدا میں کوئی فرق نہیں صرف ذات اور عرضی کا فرق ہے۔“ [معاذ اللہ]

۲..... اور نہ ہی ان کا مسلک بے ادب مادہ پرستوں کی طرح یہ ہے کہ: ”انبیاء علیہم السلام معاذ اللہ محض ایک چٹھی رساں اور ڈاکیہ کی حیثیت رکھتے ہیں جن کا کام خدا کا پیغام پہنچا دینا ہے اور بس۔“

ظاہر ہے کہ یہ گمراہی اور افراط و تفریط ہے جو محض جہالت کے شعبے ہیں۔

۳..... وہ آپ ﷺ کی اطاعت مطلقہ کو فرض عین جانتے ہیں، لیکن آپ میں خصوصیات الوہیت، رزاقی، فتاحی، احیاء و امانت یا علم محیط یا قدرت محیط تسلیم نہیں کرتے اور ان میں ذاتی اور عرضی کا فرق بھی معتبر نہیں سمجھتے۔ وہ آپ ﷺ کے ذکر مبارک اور مدح و ثناء کو عین عبادت سمجھتے ہیں، لیکن عیسائیوں کے سے مبالغہ جاز نہیں سمجھتے کہ حدود بشریت کو حدود الوہیت سے جا ملائیں۔

وہ آپ ﷺ کی جسمانی برزخی حیات کے قائل ہیں، مگر وہاں دنیا والی زندگی کے قائل نہیں۔ وہ آپ ﷺ کو حاضر و ناظر نہیں جانتے جو خصوصیات الوہیت میں سے ہے۔ وہ آپ ﷺ کے علم عظیم کو ساری کائنات کے علم سے خواہ ملائکہ ہوں یا انبیاء و اولیاء بمراتب بے شمار زیادہ اور بڑھ کر جانتے ہیں، لیکن پھر بھی وہ اس کے ذاتی اور محیط ہونے کے قائل نہیں ہیں۔

غرض تمام ظاہری و باطنی کمالات میں آپ ﷺ کو ساری مخلوقات میں بلحاظ کمال و جمال یکتا، بے نظیر اور بے مثال یقین کرتے ہیں، لیکن خالق کے کمالات سے آپ کے کمالات کی وہی نسبت مانتے ہیں جو مخلوق کو خالق سے ہو سکتی ہے۔ خالق کی ذات و صفات اور کمالات سب لامحدود ہیں اور مخلوق کی ذات و صفات اور کمالات سب محدود، وہ ذاتی ہیں یہ عرضی اور عرضی ہو کر بھی محدود و خانہ دار ہیں اور یہ عطا کا ثمرہ۔ پس یہ حدود کی رعایت ہی وہ نقطہ اعتدال ہے جو اس مسلک اعتدال کی اساس ہے۔ [ص: ۱۱۸]

اولیا کرام کا طبقہ مسلک علماء دیوبند کی رو سے امت کے لیے روح رواں کی حیثیت رکھتا ہے جو اصل حیات ہے۔ اس لئے علماء دیوبند اُن کی محبت و عظمت کو ضروری سمجھتے ہیں، مگر غلو کے ساتھ اس محبت و عقیدت میں انہیں ربوبیت کا مقام نہیں دیتے۔ اُن کی قبروں کو سجدہ یا طواف و نذر یا منت و قربانی کا محل بنالیں ایسا نہیں ہے۔ وہ انہیں مشکل کشا اور دافع البلاء و الوباء نہیں سمجھتے کہ وہ صرف شان کبریائی ہے۔ وہ اہل قبور سے استمداد کے قائل نہیں۔ وہ حاضری قبور کے قائل ہیں مگر اُن کو عید گاہ اور سجدہ گاہ بنانے کے قائل نہیں ہیں۔ [۱۲۹]

بہر حال اتباع سنت علماء دیوبند کے مسلک میں اصل ہے جسے وہ ہر حالت میں قائم رکھنا ضروری

سمجھتے ہیں۔ [۳۴]

موجودہ بے اصل رسوم خواہ شادی کی ہوں یا غمی کی، قربات کی ہوں یا صلوات کی، تمدنی ہوں یا معاشرتی، علماء دیوبند اہل السنّت والجماعت کے مسلک پر قابل رد اور لائق ترک ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ علماء دیوبند آج کی رائج شدہ غمی کی رسوم مثلاً: تیجہ، دسواں، چالیسواں، برسی قبروں کے چڑھاوے، عرسوں کی خرافات وغیرہ کو بدعت کہہ کر سختی سے روکتے ہیں اور شادی کی رسموں، کنگا، چوتھیم، بہوڑا آرسی مصحف وغیرہ کو اگرچہ دینی حیثیت سے نہیں صرف محض تمدنی اور معاشرتی جذبات سے انجام دی جاتی ہے خلاف سنت کہہ کر اخلاقی انداز سے بملا طفت روکتے ہیں۔

بہر حال رسم بدعت ہو یا رسم خلاف سنت دونوں کو روکنے کی سعی کرتے ہیں، فرق اتنا ہے کہ رسوم غمی کو قوت سے روکتے ہیں کیونکہ وہ باعث ثواب سمجھ کر کی جاتی ہے اس لیے وہ بدعات ہیں جن کی زد براہ

راست سنت پر ہے اور عقیدہ کا خلل ہے اور شادی کی غیر شرکیہ رسوم تمدن و معاشرت کے جذبہ سے انجام دی جاتی ہے اس لئے وہ محض رسوم اور خلاف سنت ہیں۔ [ص: ۱۳۷]

ظاہر ہے کہ عید میلاد یا اعراس کو ثواب کا کام سمجھ کر ہی کیا جاتا ہے۔ تو پھر اس کے بدعت ہونے میں کیا کلام ہے؟ اگر ان میں اور بھی منکرات نہ شامل ہوں تو یہ تعین ایام ہی اس کے بدعت ہونے کے لیے کافی ہے۔ حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ بھی برسی، قبروں کے چڑھاوے، عرسوں کی غیر شرعی خرافات وغیرہ کو بدعت کہہ کر سختی سے روکنے کو اکابر کا مسلک و مشرب قرار دے رہے ہیں۔

ذکرِ میلاد و فخرِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مندوب و مستحب ہونا اور بات ہے، حضرت مولانا گنگوہیؒ کے مکتوب گرامی مندرجہ صفحہ نمبر ۷۴ مسلک و مشرب میں ذکرِ میلاد کا مندوب ہونا مرقوم ہے۔ اور ”براہین قاطعہ“ میں بھی اس کی تصریح ہے۔

نفس ذکرِ مولود کے انکار کی جو تہمت حضرت گنگوہیؒ اور آپ کے احباب پر لگائی گئی تھی اس کا جواب اس مکتوب گرامی میں ہے۔ اور اسی کی صفائی المہند میں دی گئی ہے۔ نیز ”براہین قاطعہ“ کے آخر میں حضرت قطب عالم حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کیؒ کے مکتوب گرامی مندرجہ صفحہ نمبر ۲۷۶ [البراہین] میں بھی لکھا ہے کہ صاحب براہین قاطعہ نے نفس ذکرِ میلاد کو بدعت ضلالہ نہیں کہا، قیود زائد محرمہ مکروہہ کو کہا ہے، حضرت گنگوہیؒ اور شیخ الطائفہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ ”البراہین القاطعہ“ کی تائید فرما رہے ہیں۔ اور ان کے مصنف پر الزام کی تردید کر رہے ہیں۔ مگر آج کل اس کتاب سے قطع نظر کی جا رہی ہے۔

مگر یہ نفس ذکرِ میلاد کے بارے میں ارشادات ہیں۔ ان سے مجلس اور محفل میلاد کے انعقاد کا جواز نکال لینا صحیح نہیں ہے، کیونکہ انعقاد مجلس کا حکم دوسرا ہے۔

منکرات سے خالی میلاد:

محفل میلاد کے بارے میں حضرت گنگوہیؒ ارقام فرماتے ہیں:

”اور اگر تسلیم کیا جاوے کہ آپ ﷺ کی محفل میلاد خالی ہے جملہ منکرات سے، اور کوئی امر نامشروع اس میں نہیں ہے تو دیگر مجالس تمام عالم کی تو سراسر منکر ہیں اور یہ فعل آپ کا ان کے لئے مؤید ہے۔ پس یہ فعل مندوب آپ کا جب مغوی خلق ہوا تو اس کے جواز کا کیسے حکم کیا جاوے گا۔“

[مواعظ میلاد النبی ﷺ: ۲۸۴، تذکرۃ الرشید: ۱۲۸/۱]

۱..... مؤلف رسالہ مسلک و مشرب لکھتے ہیں:

حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب ارقام فرماتے ہیں: اب عرسوں کے معنی میلے

کے ہو گئے ہیں، عورتیں اس میں ناچ گانا اس میں دکانیں اس میں الخ، میں کہتا ہوں اگر عرس ان چیزوں سے پاک ہو جائے اور وہاں سے تبلیغ کے لئے فود بھیجے جائیں، مواعظ ہوں، تقریریں ہوں اور تلاوت ہو، کوئی نہیں روکتا۔ [مسلک و مشرب: ۷۱]

اپنی اصل کے اعتبار سے یہ درست ہے۔ فی نفسہ عرس کا یہی حکم ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ حکم جمعی لگایا جاسکتا ہے کہ کسی جگہ بھی عرس میلے کی صورت میں نہ ہوتا ہو اور تمام عرس منکرات سے خالی ہو جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ ضرر لازمی کے ساتھ متعدی بھی نہ ہوتا ہو، کچھ حضرات اگر احتیاط سے کام لیں اور دوسری اکثر جگہ اس کے خلاف ہوتا ہو تو یہ فعل اپنی ذات میں اچھا ہونے کے باوجود بموجب قاعدہ فقہیہ اور حسب بیان سابق فرمودہ حضرت گنگوہیؒ ناجائز ہی ہوگا۔

۲..... اسی طرح حضرت حکیم الاسلام کا یہ ارشاد کہ:

ہمارے دارالعلوم دیوبند کے سب سے بڑے مفتی حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب ہر سال سرہند شریف عرس میں جاتے تھے اور دیوبند والا کوئی نہیں روکتا تھا۔ اس لیے کہ وہاں یہ خرافات ہی نہیں ہوتی تھیں۔ [مسلک و مشرب: ۷۱]

یہ بھی اپنی اصل ذات کے اعتبار سے فی نفسہ عرس کا حکم ہے اس سے ضرر لازمی مرتفع ہے۔ مگر ضرر متعدی کا انشاء نہیں ہوا۔ اور اس کی وجہ سے اس کے جواز کا حکم مشکل ہے۔ زیادہ سے زیادہ حضرت مفتی صاحبؒ کے عمل کی وہی تاویل کی جائے گی جو حضرت اقدس حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کئی کے عمل کی ہمارے اکابر نے کی ہے۔ اس کے علاوہ خود حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ باوجود یہ کہ سرہند شریف میں جاتے تھے مگر اپنے دارالعلوم دیوبند کے فتاویٰ میں اس کو منع لکھتے ہیں۔ چنانچہ سوال و جواب پیش ہے:

۳..... عرس کے متعلق مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ کا فتویٰ ملاحظہ کیا جائے:

سوال: دن مقرر کر کے فاتحہ خوانی، سہ ماہی، ششماہی وغیرہ عرس کرنا بزرگوں کی قبروں سے استمداد

کرنا اور منت مراد مانگنا درست ہے اور کیا موتی عالم میں کچھ تصرف کر سکتے ہیں؟

الجواب: اموات کو ثواب صدقات و قرآن شریف کا پہنچنا اور اموات کو احیاء کے دعاء و استغفار

سے نفع پہنچنا نصوص قرآنی اور احادیث سے ثابت ہے۔ کما فصلہ فی کتب الفقہ۔ انکار اس کا جہل اور

معصیت اور خرق اجماع ہے۔ البتہ ایصال ثواب کے لیے شریعت میں کوئی دن مقرر نہیں ہے، لہذا دہم، چہلم،

برسی، عرس و فاتحہ خوانی مروجہ یہ سب رسوم خلاف شریعت ہیں اور قبروں سے استمداد اور منت اور طلب مراد

نا جائز ہے، اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی کا کوئی تصرف اور اختیار نہیں۔ [فتاویٰ دارالعلوم: ۷۵/۴۴۷]

حضرت مفتی صاحبؒ کے اس فتویٰ میں دہم، چہلم کے ساتھ برسی، عرس کو صراحۃً رسوم خلاف شریعت میں شمار فرمایا ہے اور تصریح فرمائی ہے کہ ایصالِ ثواب کے لئے شریعت میں کوئی دن مقرر نہیں ہے۔ اب عرس میں ایصالِ ثواب کے لئے دن کا مقرر ہونا خلاف شریعت ہوا۔

۴..... اسی طرح حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے ملفوظات سے ماخوذ جو یہ لکھا گیا ہے: کہ ایک مدت تک انعقاد عرس سے وہ فوائد حاصل ہوتے رہے جو اس کا اصل سبب تھے، مردِ وقت کے ساتھ ساتھ بدعات و خرافات اس میں شامل ہوتی رہیں، یہاں تک کہ عرس کی معنویت ہی ختم ہو گئی۔ اور رسوم و رواج اور لہو و لعب کے شامل ہو جانے سے عرس نے اکثر و بیشتر مقامات پر ایک میلہ کی شکل اختیار کر لی جو بجائے مفید ہونے کے اسی قدر ضرر رساں ہو گیا۔ حتیٰ کہ بعض عرسوں میں شراب نوشی، رنڈی بازی اور ناچ گانے کے عناصر میں داخل ہو گئے۔ [مسلک و مشرب: ۷۰]

یہ ایک صحیح تصویر ہے عرسوں کی۔ اور اکثر و بیشتر کسی قدر کی بیشی کے ساتھ آج کل عرس اسی طرز پر ہوتے ہیں۔ بہت ہی انحصارِ الخواص جگہ میں ایسی خرافات سے بچاؤ ہوتا ہوگا۔ بلکہ اس زمانہ شیوعِ جہل اور غلبہ ہوائے نفس میں ایسی خرافات میں اضافہ ہی ہو رہا ہے تو پھر عرسوں کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے؟ جبکہ ایک مرتبہ تجربہ بھی ہو چکا کہ خواص کے اچھے عمل کو دلیل بنا کر اس میں خرافات شامل کر دی گئیں تو پھر اب دوبارہ کسی تجربہ کی ضرورت ہے؟ اب اگر کسی جگہ ایسا عمل ہوتا بھی ہو جو ان تمام خرافات سے خالی ہو تو دوسری اکثر جگہ تو وہی خرافات جاری ہیں اور حضرت گنگوہیؒ کا مذکورہ ارشاد ان پر صادق ہے کہ دیگر مجالس تمام عالم کی تو سراسر منکر ہیں اور یہ فعل آپ کا ان کے لئے مؤید ہے پس یہ فعل مندوب آپ کا جب مغوی غلطی ہو تو اس کے جواب کا کیسے حکم کیا جائے گا؟

۵..... اور بقول حضرت شیخ الحدیث ہمارے اکابر کے لیے ضروری ہو گیا کہ عقائد کی خرابی اور اعمال میں فسق و فجور کو روکنے کے لیے انعقادِ عرس بالکل روک دیا جائے۔ اس لیے کہ اس کو ان عناصر سے پاک کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان اکابر کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے شدت سے اس بے راہ روی کے سیلاب کو روکنے کی کوشش کی اور الحمد للہ اس میں کامیاب ہوئے۔ [مسلک و مشرب: ۷۰]

جن عقائد کی خرابی اور اعمال میں فسق و فجور کو روکنے کے لئے انعقادِ عرس کو روک دیا جانا ہمارے اکابر کے لئے ضروری ہو گیا تھا کیا اب ان عقائد کی خرابی اور اعمال میں فسق و فجور کو روکنے کی ضرورت نہیں رہی؟ سب کی اصلاح ہو گئی؟ اور تمام اعراس عقائد و اعمال کی ہر طرح کی خرابیوں سے پاک ہو گئے؟ پھر آئندہ کیا ضمانت ہے کہ ان تمام خرابیوں کا دوبارہ ان میں شمول نہ ہوگا؟ ظاہر ہے کہ جب یہ اعراس اور میلاد

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (615)

کی محافل شروع ہوئی تھیں تو ان خرابیوں سے پاک ہی تھیں، بعد میں ہی ان میں خرابیاں داخل ہوئیں، اب بھی اس کا امکان قوی ہے کہ آئندہ چل کر پھر وہی خرابیاں شامل ہو جائیں گی۔ یہ جب ہے کہ ان محافل کو جملہ خرابیوں سے پاک تسلیم کر لیا جاوے۔ ورنہ تعین تاریخ اور اعتقاد محفل کا رسم خلاف شریعت ہونا تو ان میں ہوتا ہی ہے۔ اس لئے حضرت گنگوہیؒ نے لکھا ہے کہ:

عقد مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے، لہذا اس زمانہ میں درست نہیں۔ علی ہذا عرس کا جواب ہے۔ بہت اشیاء ہیں کہ اول مباح تھیں پھر کسی وقت میں منع ہو گئیں۔ مجلس مولود عرس بھی ایسا ہی ہے۔ [تالیفات رشیدیہ: ۱۳]

یہ جواب تھا اس سوال کا کہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ مولود شریف اور عرس کہ جس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو کیا کرتے تھے؟ جب ان میں تداعی ہے اور تداعی نوافل نماز کے لیے بھی مکروہ ہے تو ان محافل و اعراس کے لئے بدرجہ اولیٰ مکروہ ہوگی۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ میلا دو غیرہ میں مفسد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اکثر عوام کا تو یہی حال ہے اگر کسی تعلیم یافتہ فہیم کا یہ عقیدہ نہ بھی ہو تو غایت مافی الباب اس کے لئے علت ممانعت یہ نہ ہوگی مگر یہ لازم نہیں آتا کہ کسی دوسری علت سے بھی منع نہ کیا جاوے، اگر کوئی دوسری علت منع کی پائی جائے گی تو اس کو بھی روکیں گے۔ وہ علت ایہام جاہل ہے یعنی خواص کے کسی فعل سے اکثر عوام کے عقائد میں فساد آنے کا اندیشہ غالب ہو تو خواص بھی مامور بترک مباح ہوں گے۔

شامی محشی در مختار نے بحث کراہت تعین سورۃ میں یہ قاعدہ لکھا ہے کہ جہاں تغیر مشروع ہو یا ایہام جاہل ہو وہاں کراہت ہوگی، پس عوام الناس تغیر مشروع کی وجہ سے روکے جاتے ہیں اور خواص ایہام جاہل کی وجہ سے یہی وہ مفسدہ ہے جس کا مخفی رہ جانا اور ملتفت الیہ نہ ہونا بعید نہیں ہے۔ اکثر مفسد نیات و عقائد عوام کے بزرگان و اکابر سے مخفی رہتے ہوئے روز و شب مشاہدہ میں آتے ہیں۔ [بوادر النواذر: ۲۱۳]

۶..... اور یہ تو بہت ہی سطحی بات ہے کہ:

”ان منکرات کو روکنے کے لیے بعض اکابر کو تشدد بھی کرنا پڑا اور جو امر ہیئت کذائیہ اور قیودات مردجہ کے ساتھ شرعاً واجب نہ تھا اور اس میں منکرات عملی اور اعتقادی شامل ہو گئے تو اس امر سے سد الباب عارضی طور پر بالکل ہی پرہیز کرایا گیا اور ظاہر ہے کہ احتیاط کا تقاضا یہی تھا۔“ [مسلک و مشرب: ۳۰]

یہ صرف احتیاط کا ہی تقاضہ نہیں تھا، فقہی اصول کا بھی تقاضہ ہے کہ جس امر مباح میں منکرات شامل ہو جائیں اس کو بالکل منع کر دیا جائے، جہاں منکرات ہوں وہاں منکرات کی وجہ سے اور جہاں منکرات نہ

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (616)

ہوں، وہاں ایہام جاہل کی وجہ سے منع کر دیا جائے، کیا ان مروجہ اعمال کو اکابرؒ نے عارضی طور پر تشدد کر کے منع کیا تھا، کیا یہ اصولی فقہی قاعدہ عارضی ہے؟ جب اکابرؒ کا منع کرنا اس قاعدہ پر مبنی ہے تو پھر یہ منع کرنا عارضی کیوں ہوگا اور اس کا نام تشدد کیوں ہوگا؟ اصل میں یہ بات اس قاعدہ اصولیہ کی طرف سے عدم توجہی کی وجہ سے کی جا رہی ہے۔

۷..... اسی طرح انگریز کا چلا جانا مسئلہ کی نوعیت پر اثر انداز نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ ایک واقعہ ہے، اکثر عوام کے اعتقادات ان امور متنازعہ میں غلط ہیں۔ اس لیے ان پر تکبیر کرنا ضروری ہے۔ اور خواص کے حق میں بھی یہ امور ممنوع ہیں۔ بنا بر قاعدہ اصولیہ مذکورہ اس میں انگریز کا کیا دخل؟ کیا خدا نخواستہ یہ قاعدہ انگریز نے ہمارے اکابرؒ اور فقہائے کرام کو سمجھایا؟ البتہ یہ بات ممکن ہے کہ ان مفاسد کے پیدا کرنے میں انگریز کا بھی دخل ہو۔ مگر وہ مفاسد اب تک بھی موجود ہیں، اس لیے منع کا حکم ان پر بوجہ مفاسد کے اور خواص پر بوجہ ایہام جاہل لگایا جائے گا۔ خواہ وہ مفاسد کسی کے بھی پیدا کردہ ہیں۔

انگریز یا کسی کے بھی بہکانے میں مسلمان کیوں آتے ہیں؟ اور اہل السنّت والجماعت صراط مستقیم کو کیوں چھوڑتے ہیں؟ اگر مسلمان صراط مستقیم پر استقامت دکھلائیں تو کسی کے بہکانے کا کچھ اثر نہیں ہو سکتا اور سب سے بڑا دشمن اسلام شیطان بھی ان پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ وہ خود اقراری ہے۔

لا غوینہم اجمعین، الا عبادک منهم المخلصین [پ] خاص بندوں پر اس کے اغوا کا اثر نہیں ہوتا
مقام غور:

اب مقام غور ہے کہ ان حضرات نے اس وقت ہندوستان کے مخصوص حالات کی بناء پر سداً لذریعہ ان امور سے چاہے وہ منکرات کے بغیر ہی ہوں بالکل سختی سے منع فرمایا۔ [مسلک و مشرب: ۳۰] اور بقول حضرت شیخ الحدیث اللہ تعالیٰ ہمارے ان اکابر کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے شدت سے اس بے راہ روی کے سیلاب کو روکنے کی کوشش کی اور الحمد للہ اس میں کامیاب ہوئے۔ [۷۰] تو اب ان امور سے منع کرنا تشدد میں کیوں داخل ہو گیا؟ کیا اب ان امور میں وہ منکرات شامل نہیں رہے؟ خود ہی لکھ رہے ہیں کہ:

”ہر مصنف مزاج پر واضح ہے کہ کیا مروجہ مولود شریف اور اولیاء کرام کے مبارک عرس بالعموم میلوں اور دنیاوی جشنوں کی شکل میں تبدیل نہیں ہو گئے؟ بلکہ منکرات شرعیہ سے یہ اجتماعات بالعموم بھرپور ہوتے ہیں جس کی وجہ سے خود ان میں شرکت کے قائلین بھی بعض دفعہ سخت احتجاج تحریراً و تقریراً کرتے ہیں۔“ [۳۰]

ان حالات کے ہوتے ہوئے ان مجالس کی ممانعت نہ کرنا اور بالکل یہ ان کے منع ہونے کا حکم نہ لگانا کیا اکابر کا مسلک و مشرب کہلانے کا مستحق ہوگا؟ جبکہ ان اکابر نے ایسے ہی منکرات کے شامل ہونے کی وجہ سے ان مباح الاصل امور کو بالکل منع کیا تھا۔ تو اب ان کو کیسے برداشت کیا جاسکتا ہے؟ پھر ان پر بھی غور کرنا چاہئے کہ اکابر کا ان امور سے بالکل منع کرنا ہندوستان کے مخصوص حالات کی بنا پر تھا یا قواعد فقہیہ کی بناء پر تھا؟ سدِ ریعہ فقہی قاعدہ ہے جس کی بناء پر منکرات سے خالی ان امور سے بھی بالکل منع کر دیا گیا تھا۔

۱..... باقی رہا یہ کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے معمولات میں میلاد شریف فاتحہ خوانی وغیرہ تھے اور بعض دیگر اعتقادی مختلف فیہ مسائل کو حضرت حاجی صاحبؒ شرک و بدعت نہیں فرماتے تھے۔ جن کی تفصیل ان کے رسالہ ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ میں موجود ہے۔ [مسلک و مشرب: ۳۰]

اوپر حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے ارشاد سے معلوم ہو چکا کہ عوام الناس تغیر مشروع کی وجہ سے روکے جاتے ہیں اور خواص ایہام جاہل کی وجہ سے، یہی وہ مفسدہ ہے جس کا مخفی رہ جانا اور ملتفت الیہ نہ ہونا بعید نہیں ہے۔ اس لیے حاجی صاحبؒ کے معمولات کو اس بحث میں پیش کرنا بے موقع ہے۔ کیونکہ بعض امور فی نفسہ مباح و جائز ہوتے ہیں مگر مفسد عارضہ سے قبیح ہو جاتے ہیں۔ جیسے اعمال تنازعہ فیہانی زمانہ مثل مجلس مولود شریف اور فاتحہ و گیارہویں و نحوہا۔ [بودار النوادر: ۱۹۷]

اور حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں:

”مجلس مولود کا مفصل ذکر ”براہین قاطعہ“ میں دیکھو۔ اور حجت، قول و فعل مشائخ سے نہیں ہوتی بلکہ قول و فعل شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور اقوال مجتہدین رحمہم اللہ سے ہوتی ہے۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلی قدس سرہ فرماتے ہیں: ”جب ان کے پیر سلطان نظام الدین قدس سرہ کے فعل کی حجت کوئی لاتا کہ وہ ایسا کرتے ہیں تم کیوں نہیں کرتے؟ تو فرماتے! فعل مشائخ حجت نہ باشد (مشائخ کا فعل حجت نہیں ہے) اور اس جواب کو سلطان اولیاء بھی پسند فرماتے تھے، لہذا جناب حاجی صاحب سلمہ اللہ کا ذکر کرنا سوالات شرعیہ میں بے جا ہے۔“ [تالیفات رشیدیہ: ۱۱۵]

الحمد للہ اکابر کی تصنیفات اور فتاویٰ اس کثرت سے موجود ہیں کہ ان کے مسلک و مشرب کے بارے میں کسی قسم کا ایہام باقی نہیں رہ سکتا۔ اور رد بدعات میں ان کا مسلک و مشرب اس قدر واضح ہے کہ وہ کسی کی تلبیسات سے ملتبس نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے اس ”رسالہ المہند“ کا عربی نام التصدیقات لدفع التلبیسات بھی ہے، کیونکہ فرقہ مبتدع نے ان حضرات اکابر رحمہم اللہ کے مسلک و مشرب میں التباس کی کوشش کی تھی اس لیے تمام اکابر نے اپنے مسلک و مشرب کی وضاحت کر کے تلبیسات کو دفع کر دیا۔ ان

حضرات اکابر کا مسلک و مشرب ایسی چیز نہیں ہے کہ ہر شخص جو چاہے ان کی طرف منسوب کر دے اور ان کو ان کا مسلک و مشرب قرار دے لے۔

یہ بھی واضح رہے کہ حضرات اکابر کا مسلک و مشرب مجموعی اور متفقہ طور پر ہر بدعت ضلالہ سے کلی طور پر اجتناب کرنا ہے۔ ادنیٰ شائبہ بھی کسی چیز کے بدعت ہونے کا ہو تو اس کو ترک کر دینا ہے اور مسئلہ بھی یہی ہے کہ سنت و بدعت میں اگر شک ہو تو اس کو ترک کر دینا چاہیے۔ حضرات اکابر کا مسلک و مشرب ہر گز یہ نہیں ہے کہ بدعات کو رواج دیا جائے اور تاویلوں کے ذریعے سے ان کی دعوت دی جائے بلکہ وہ ایہام سے بھی بچتے ہیں اور اصول حنفیہ کی رو سے یہ بچنا ضروری ہے۔ ہمارے سب اکابر مسلک حنفی ہیں۔ ان کی طرف سے اصول حنفیہ کے خلاف کوئی بات منسوب کرنی کسی طرح صحیح نہیں ہوگی۔ اگر کسی مسلمہ شخصیت کا کوئی عمل بظاہر نظر اصول حنفیہ کے خلاف معلوم ہو تو اس کو صحیح محمل پر محمول کر کے اصول اور جمہور کے مطابق بنانا چاہیے نہ کہ اصول و جمہور کو ترک کر کے اس کو مسلک و مشرب قرار دے لیا جائے۔ اب اگر بالفرض حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب یا مولانا قاری محمد طیب صاحب نے محفل میلاد اور اعراس کے بارے میں ایسی بات فرما دی ہو جس سے کسی قدراں عموم میں نرمی پائی جاتی ہو تو وہ اکابر کا مسلک و مشرب نہیں بن سکتا۔ جبکہ ان کے اکابر اور شیخ حضرت مولانا غلیل احمد صاحب سہارنپوری اور ان کے بھی شیخ اجل قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور دوسرے تمام اکابر ان امور کو بدعت فرما رہے ہیں اور ان کے فتویٰ اور کتابیں اس پر شاہد ہیں اور اکابر علمائے دیوبند کا یہ مسلک و مشرب مشہور و معروف ہے۔ اس کے خلاف تفردات پر ہرگز عمل نہیں کیا جاسکتا۔ نہ اس کو اکابر کا مسلک و مشرب قرار دیا جاسکتا ہے۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب اور شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب ہمارے دیوبندی علماء میں سے مسلمہ بزرگوں میں سے ہیں ان حضرات کو ہمارے تمام علماء کی تحقیقات کی نمائندگی کا درجہ حاصل ہے اور انہوں نے ساری زندگی انہی اکابر کے نقش قدم پر گزاری ہے۔ نہ انہوں نے اپنے بزرگوں کا کبھی عرس کیا اور نہ ہی مروجہ محفل میلاد کا انعقاد کیا۔

رسالہ المہند کی وجہ تصنیف:

اور رسالہ المہند کی وجہ تصنیف بھی سب کو معلوم ہے کہ احمد رضا خان صاحب بانی فرقہ بریلویہ رضا خانیہ نے اپنی کتاب ”حسام الحرمین“ میں اکابر علمائے دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا غلیل احمد سہارنپوری، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی اردو کتابوں سے خود ساختہ عربی عبارتیں بنا کر علماء حرمین شریفین کو دھوکا دیا اور ان حضرات پر حکم کفر کا لگایا۔ اور حدیث شریف میں

ہے جو کسی کی تکفیر کرے اور وہ اس کا مستحق نہ ہو تو وہ کفر اس پر لوٹ جاتا ہے۔ اب فرمایا جائے کہ ان اکابر کی تکفیر کرنے والوں کا کیا حکم ہے؟ جن سے اتحاد کے لیے ہمارے بعض حضرات بے قرار نظر آتے ہیں، اور اپنے مسلک کے خلاف کرنے پر بھی آمادہ ہیں؟ اسی تکفیری فتنہ کے جواب میں یہ رسالہ المہند ۱۳۲۵ھ میں آج سے نوے سال پہلے لکھا گیا تھا، اس میں احمد رضا خان کی اکابر کی عبارات میں کٹر و بیونت اور افتراء پر دازی کا پردہ چاک کیا گیا اور حقیقت حال سے علماء عرب وغیرہ کو مطلع کیا گیا تھا۔ رسالہ المہند ۹۰ رسال سے شائع ہو رہا ہے۔ احقر نے بھی اس کا خلاصہ عقائد اہل السنّت والجماعت کے نام سے ۲۷ رسال ہوئے شائع کرایا تھا، اور اس وقت کے موجودہ سب اکابر کی اس پر تصدیقات بھی کرائی تھیں۔ یہ بھی کئی بار ہزاروں کی تعداد میں علیحدہ مستقل رسالہ کی صورت میں بھی اور المہند ہی کے ساتھ بھی شائع ہو چکا ہے۔ مگر ۹۰ رسال سے صفائی دینے کے باوجود کسی بریلوی کی بدظنی دور نہیں ہوئی اور وہ برابر انہی الزامات اور افتراءات کو ہمارے اکابر کی طرف تحریراً اور تقریراً منسوب کرتے چلے آ رہے ہیں۔ یہ کوشش تو احمد رضا خان صاحب کے ”حسام الحرمین“ کے تکفیری فتنے کے بعد سے ہی شروع ہو گئی تھی کہ بریلویوں کی غلط فہمی دور ہو۔ اس کے لیے (الصحاب المدار فی توضیح اقوال الخیار) وغیرہ رسائل میں حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوریؒ نے حضرت مولانا غلیل احمد سہارنپوریؒ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تحریری بیانات حاصل کر کے شائع کیے مگر احمد رضا خان صاحب اپنی ضد پہ جیسے رہے اور کسی طرح کی نرمی ان میں نہیں آئی اس تکفیری مہم کے بعد ۱۳۴۰ھ تک پورے ۱۵ رسال وہ زندہ رہے۔

جب اپنی عبارات کی مراد یہ حضرات خود بیان فرما رہے ہیں پھر ان کی طرف کفریہ مضمون کی نسبت کرنے کا کیا جواز ہے؟ مفتی پر خود لازم ہے کہ اگر کسی کلام میں کوئی ایک وجہ بھی اسلام کی نکلتی ہو تو وہ کلام کو اس وجہ پر محمول کرے۔ مگر بریلویوں کے ہاں الٹی گنگا بہہ رہی ہے کہ متکلم اپنی مراد متعین کر رہا ہے مگر بریلویوں کا دین و مذہب یہ ہے جو ان کے پیرومرشد نے بنایا ہے کہ اس کلام کے معنی یہ ہیں جو ہم بتلائیں، ”کلام کسی کا“ مگر معنی اس میں یہ پیدا کرنے کے مجاز ہیں۔ اور کفریہ معنی پیدا کرنا گویا ان کے ذمہ فرض ہے۔ بریلویت اسی کا نام ہے کہ کھینچا تانی کر کے دوسروں کی تکفیر کی جائے۔ یہ ان کا خاص مشغلہ اور مشن ہے۔ باقی بعض فروعی مسائل میں کچھ اختلاف ہو اور تحقیقی انداز سے ہو تو اس کا کچھ مذافقہ نہیں۔ یہ احمد رضا خان صاحب سے پہلے بھی ہوتا رہا ہے مگر اس مکھڑ المسلمین نے مسلمانوں کی ہی نہیں بلکہ اکابر علماء اسلام کی تکفیر کا طریقہ اختیار کیا اور اکابر علماء کرام پر ”حسام الحرمین“ چلا دی۔ کیا وہ اس حسام سے پہلے ان اکابر علماء سے ان کے کلام کے معنی نہیں معلوم کر سکتے تھے؟ ان کو مخفی طریقہ پر رازداری کے ساتھ عرب کے علماء کرام کے پاس اپنے مزعومات اور

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (620)

من گھڑت کفر یہ معنی پیش کرنے کی اور ان کو دھوکا دینے کی کیا ضرورت تھی؟ سوائے بغض اور حسد کے جو اس شخص کو اکابر اہل السنّت والجماعت کے ساتھ تھا۔ اس کی اور کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ اس کی تفسیر حضرت السّاذ مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کے رسالہ ”الشہاب الشاقب علی المستشرق الکاذب“ اور حضرت والا کی خود نوشت سوانح ”نقش حیات“ سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

باقی رہا یہ کہ بعض حضرات کا تشدد نیک نیتی سے ہی ہوتا ہے ان کی خدمت میں عرض ہے کہ اپنے اکابرین کو گالیاں نہ دلوائیں الخ [اکابر کا مسلک و مشرب: ۲۸] صحیح ہے تشدد نہیں ہونا چاہیے ہمارے اکابر کا مسلک و مشرب معروف و مشہور اور اجماعی متوارث طور پر ان کے فتویٰ میں مدون چلا آ رہا ہے۔ اس میں نہ کسی قسم کا خفاء ہے نہ تشدد ہے۔ اس کے خلاف نہیں کرنا چاہیے۔ مجموعی طور پر ان کا مسلک و مشرب ان کی مجموعی تحقیقات سے ثابت ہے۔ اس پر سختی سے عمل کرنا تشدد نہیں کہلاتا، یہ تصلّت اور چٹنگی ہے جو دین کے معاملہ میں مرغوب و محبوب ہے۔ اس کا نام استقامت ہے جس کا حکم ”قل آمّنت باللہ ثم استقم“ میں دیا گیا ہے اس کا نام تشدد رکھنا تشدد کی حقیقت سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ مجموعی طور پر اکابر کا مسلک و مشرب یہی ہے کہ وہ ہر قسم کی محفل میلاد کے انعقاد اور اعراس کے تارک ہیں۔ اس پر سختی سے عمل کرنا ہی ان کے مسلک و مشرب کا تقاضہ ہے۔ کسی ایک دو شخصیت کے طرزِ عمل کو خواہ کسی ہی مرتبہ کی ہو اکابر کا مسلک و مشرب قرار نہیں دیا جاسکتا اور ان کا عمل و قول ان کے اکابر کے خلاف کسی طرح قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً جب کہ ممانعت کے اسباب اور وجوہات روز بروز ترقی پر ہیں، اور جہالت عوام اور فساد عقائد و اعمال اپنی انتہاء کو پہنچ چکا ہے۔ ایسے حالات میں ان اعمال کی اجازت دینا مصلحتِ شریعت اور اصولِ تفقہ کے قطعاً خلاف ہے۔ اور اس پر سختی سے عمل کرنا ہرگز تشدد میں شمار نہیں۔ بلکہ یہی اکابر کا مسلک و مشرب ہے۔ حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی گنگوہی میں، حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ نے دیوبند میں اپنے پیرومرشد کی اتباع میں نہ کبھی محفل میلاد کا انعقاد کیا اور نہ کبھی کسی بزرگ کا عرس کیا، تو پھر آج کس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ان امور میں حضرت حاجی صاحبؒ کے طرزِ عمل کو اکابر کا مسلک و مشرب قرار دے۔

خود ہمارے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے حضرت اقدس حاجی صاحب کی خانقاہ تھانہ بھون کو ان کے حکم سے آباد کیا اور باطنی تربیت و اصلاح اور تصوف کی وہ خدمت انجام دی کہ محتاج تعارف نہیں۔ غیروں کو بھی تسلیم ہے۔ مگر انہوں نے ان امور پر کبھی عمل نہیں کیا۔ احقر کی بیس سالہ ابتدائی عمر کا زمانہ بحمد اللہ حضرت والد گرامی مولانا مفتی سید عبدالکریم گمٹھلوٹی [سابق: مفتی خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون] کی معیت میں تقریباً تھانہ بھون میں ہی گزرا ہے۔ پھر سہارنپور مظاہر العلوم اور دو سال دارالعلوم دیوبند میں

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (621)

باوجود نااہلی کے قیام و استفادہ علمی کی سعادت حاصل رہی۔ ان تینوں مراکز علم و عرفان میں ان امور کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ نہ دیکھا اور نہ سنا۔ اب آزادی اور حب جاہ و مال کا غلبہ اور إعجاب کل ذی رأی برأیہ کا زمانہ ہے اور ہر شخص کو اپنے طرزِ عمل اختیار کرنے کا حق حاصل سمجھا جاتا ہے۔ اور پھر اس کو اکابر کا مسلک و مشرب بھی قرار دینے کا حق حاصل ہے۔ احقر اگرچہ ”نسبت خود سگ کوئے تو کردم و بس متعلم“ کا مصداق ہے۔ مگر تحدث بالعلمۃ کے طور پر اگر یہ عرض کرے تو شاید بے جا نہ ہو کہ احقر نے اوپر مذکورہ تینوں مراکز علم و عرفان اور چشمہ ہائے صافیہ سے براہِ راست دین حاصل کیا ہے۔ اور ان حضرات کے مسلک و مشرب کو چشم خود دیکھا ہے۔ اور زمانہ طویل تک مجالست و مصاحبت کی دولت سے مشرف ہوا ہے۔

اب بہت کم علماء ایسے ہوں گے جن کو ان تینوں مراکز سے علمی اور روحانی استفادہ کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ورنہ عام طور پر ایک دو جگہ ہی سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ لیکن اب جن لوگوں کو اکابر کے مسلک و مشرب کا شارح سمجھا جاتا ہے، بلکہ ان کو ان کے مسلک و مشرب میں تبدیلی اور ترمیم کا بھی حق حاصل ہونا سمجھا جاتا ہے ان میں اکثر ایسے ہیں کہ ان کو حضرات اکابر کی زیارت بھی کم ہی نصیب ہوئی ہوگی۔ مگر احقر کا کیا منہ ہے کہ اتنا بڑا دعویٰ کرے۔ احقر کو تو ایسے اکابر کی طرف اس نسبت کے اظہار سے بھی شرمندگی ہے کہ اس نسبت کے بارے میں اپنی معلومات کی حد تک اظہار ضروری سمجھتا ہوں اور اس سے کبھی دریغ نہیں کیا۔

چند اصول:

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض ایسے اصول اور ان دلائل کی طرف توجہ دلائی جائے جن کا ذکر ہماری اس تحریر میں جا بجا آتا رہا ہے اور ان اصول پر بنا کر کے ہی محفل میلاد اور اعراس وغیرہ کا ممنوع ہونا بیان کیا جاتا رہا ہے۔

۱..... حضرت حکیم الامت تھانویؒ یا ایہا الذین آمنوا لاتقولوا راعنا (اے ایمان والو تم

لفظ ”راعنا“ مت کہا کرو) کے تحت ارقام فرماتے ہیں:

”اس حکم سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر اپنے کسی فعل مباح سے کسی کو گنجائش گناہ کرنے کی ملے تو وہ فعل خود اس کے حق میں مباح نہیں رہتا، جیسے مثلاً عالم کے کسی فعل سے کوئی جاہل سند لے کر خلاف شرع کام کرنے لگے۔ تو اگر وہ فعل ضروری نہ ہوگا تو خود اس عالم کے لیے بھی منع ہو جائے گا۔“

[بیان القرآن: ۱/۵۷]

۲..... نیز آیت کریمہ: ”لاتسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدو بغیر علم“

کے تحت حضرت تھانویؒ ارقام فرماتے ہیں:

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (622)

”بتوں کو برا کہنا فی نفسہ امر مباح ہے، مگر جب وہ ذریعہ بن جائے ایک امر حرام یعنی گستاخی جناب باری تعالیٰ کا، وہ بھی منہی عنہ اور فتنج ہو جائے گا۔ اس سے ایک قاعدہ شریعہ ثابت ہوا کہ مباح جب حرام کا سبب بن جاوے وہ حرام ہو جاتا ہے۔ [بیان القرآن: ۱۱۹/۱]

دشنام بت امر مباح تھا، واجب مطلوب عند الشرع نہ تھا، ایسے امر پر جب مفاسد مرتب ہوں گے اس کو ترک کرنا واجب ہوگا۔ [بیان القرآن: ۱۱۹/۱]

حاصل یہ ہوا کہ عمل مباح اسی طرح مستحبات اور سنت زائدہ میں اگر مفاسد منضم ہو جائیں تو خود نفس عمل کو ترک کرنا واجب ہوگا۔ اور جس امر واجب مطلوب عند الشرع میں مفاسد مل جائیں اس کو ترک نہ کیا جائے گا۔ بلکہ مفاسد کی اصلاح کی جائے گی۔ شاید بعض حضرات نے مطلوب عند الشرع اور غیر مطلوب عند الشرع میں انضمام مفاسد کے حکم میں فرق ملحوظ نہیں رکھا۔ اور دونوں کا حکم ایک سمجھ لیا۔ اس لیے مفاسد کی اصلاح کے ساتھ غیر مطلوب عند الشرع پر بھی عمل کی اجازت دیتے رہے۔ اس طرح بعض بدعات کی ترویج کا موقع پیدا ہو گیا۔

۳..... جس طرح یہ قاعدہ قرآن و سنت سے معلوم اور مستنبط ہوا جس کی تقریر ابھی گذری، اسی طرح اس کو ہمارے فقہائے کرام نے بھی بیان فرمایا ہے، تعین سورۃ کی بحث کے حوالے سے حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے اس کا ذکر کیا ہے جو اوپر گذر چکا۔

(الف)..... در مختار اور اس کی شرح رد المحتار میں سجدۃ الشکر کے تحت یہی قاعدہ لکھا ہے:

”وسجدۃ الشکر مستحبہ بہ یفتی لکنہا تکرہ بعد الصلوۃ لأن الجہلۃ یعتقدو نہا سنۃ أو واجبۃ، وکل مباح یودی إلیہ فمکروہ، و فی الشرح و حاصلہ إن مالیس لها سبب لا تکرہ، مالم یؤد فعلہا إلی اعتقاد الجہلۃ سنیتہا کالتی یفعلہا بعض الناس بعد الصلوۃ.“ [الثامیۃ: ۱۳۱/۱]

سجدۃ شکر مستحب ہے۔ فتویٰ اس پر ہے۔ لیکن نماز کے بعد یہ مکروہ ہے۔ کیونکہ جاہل لوگ اسے سنت یا واجب اعتقاد کرتے ہیں۔ اور ہر مباح جو اس طرف مفضی ہو مکروہ ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جس چیز کا سبب نہ ہو وہ مکروہ نہیں ہوتا مگر یہ کہ جاہل لوگ اس کو سنت ہونے کا اعتقاد نہ کرنے لگیں، جیسا کہ بعض لوگ نماز کے بعد ایسا کرتے ہیں۔

(ب)..... علامہ ثامیؒ نے بحث کراہت تعین سورۃ میں یہ قاعدہ لکھا ہے کہ جہاں تغیر مشروع ہو یا

ایہام جاہل ہو وہاں کراہت ہوگی، فرماتے ہیں:

”وأقول حاصل معنی کلام هذا الشیخین بیان وجه الکراہت فی المداوۃ وهو أنه إن

رأى ذلك حتماً يكره من حيث ايهام الجاهل. [الثاميه: ۸۰۵]

ان دونوں بزرگوں کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ کراہت دوام میں ہے اور اگر اس کو ضروری سمجھے تو تغیر مشروع کی وجہ سے مکروہ ہے۔ اور اگر ضروری نہ سمجھے تب بھی ایہام جاہل کی وجہ سے مکروہ ہے۔ قرآن و حدیث اور قواعد مسلمہ فقہائے احناف کی وجہ سے ان سب رسومات مثل مجلس مولود اور فاتحہ مروجہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں، عرس وغیرہ میں تعین ایام اور دوسری تخصیصات کو بدعت قرار دیا گیا ہے، کیونکہ ان کے ضروری ہونے کا عقیدہ پیدا ہوتا جا رہا تھا۔ اور اگر خود فاعل کا عقیدہ صحیح تھا مگر دوسرے بے علم لوگوں کا عقیدہ فاسد ہو رہا تھا۔ اور قاعدہ مذکورہ سے ثابت ہو چکا کہ جس طرح اپنے عقیدہ کی حفاظت ضروری ہے اسی طرح عوام کے عقائد کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ اور خوش عقیدہ کو بھی بے علم لوگوں کے فساد عقیدہ کی وجہ سے ان رسومات مروجہ سے منع کیا جائے گا۔ اور اس کا یہ عذر مقبول نہ ہوگا کہ میں صحیح عقیدہ کے ساتھ ان رسومات کو کرتا ہوں۔ اس مسئلہ کو ”اصلاح الرسوم“ اور ”طریقہ مولد شریف“ میں حکیم الامت تھانویؒ نے بسط و شرح کے ساتھ لکھا دیا ہے کہ اس سے زیادہ متصور نہیں ہے۔

عرس اور مروجہ میلاد شریف وغیرہ ایسے ہی قواعد کے پیش نظر ہمارے اکابر علماء دیوبند نے عرس اور مروجہ میلاد شریف وغیرہ کے اجتماعات کو ممنوع اور بدعت قرار دیا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث الشیخ الجلیل مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ نے ”البراہین القاطعہ“ مبسوط کتاب ایسی ہی بدعات کے رد میں تالیف فرمائی۔

(ج)..... اس میں حضرت مولانا موصوف ارتقام فرماتے ہیں:

”اصل یہ ہے کہ کسی حد کو حد و شرعیہ سے تغیر کرنا نہیں چاہیے اور کسی وصف حکم کو تبدیل کی زیادتی وغیرہما سے بدلنا نہیں چاہیے۔ مطلق کو مطلق اور مقید کو مقید اور ضروری کو ضروری اور مباح کو مباح اپنے حالات مشروعہ پر رکھنا واجب ہے۔ ورنہ تعدی حدود اللہ اور احداث بدعت میں گرفتار ہو جاوے گا۔ پس بناء علیہ قاعدہ کلیہ مقرر ہو گیا کہ مباح اپنے انداز سے متجاوز نہ ہو۔ علماً و عملاً۔ اور اس پر آیات و احادیث دال ہیں۔“ چونکہ یہ قاعدہ مسلمہ سب کا ہے، اس کے دلائل کی حاجت نہیں۔ مگر قدر حاجت لکھتا ہوں کہ غافل کو تنبیہ کر دیوے۔

مسلم نے روایت کیا ہے:

”قال رسول الله ﷺ: لا تختصوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالي، ولا تختصوا يوم

الجمعة بصيام من بين الأيام، إلا أن يكون في صوم يصومه أحدكم. [الحديث]

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جمعہ کی رات کو نماز کے لیے خاص نہ کرو اور نہ ہی جمعہ کے دن کو روزہ کے لئے خاص کرو۔ مگر یہ کہ ایسا ہو کہ پہلے سے اس میں روزہ رکھنے کی عادت ہو۔

پس اس حدیث میں یہ ارشاد ہوا کہ تم جمعہ اور شنب جمعہ کو صوم و صلوٰۃ کے واسطے خاص مت کرو! کیونکہ صوم و صلوٰۃ نوافل مطلق اوقات میں یکساں ہیں۔ خصوصیت کسی وقت کی بدوں ہمارے حکم کے درست نہیں۔ پس مطلق کو مقید کرنے سے منع فرمایا۔

اور قول علیہ السلام ”لا تختصوا“ بھی مطلق وارد ہوا ہے، تخصیص خواہ اعتقاد و عمل میں ہو خواہ عمل میں دونوں ناجائز ہوں گی۔ سو یہ ظاہر ہو گیا کہ تخصیص فعلی اگر منصوص مطلق میں واقع ہووے گی وہ بدعت ہے، اور داخل نہیں میں ہے۔ یہ قاعدہ اس حدیث سے بوضاحت مستنبط تھا تو امام نوویؒ شرح اس حدیث میں فرماتے ہیں:

”احتج به العلماء على كراهة هذه الصلوة المبتدعة التي تسمى الرغائب قاتل الله واضعها ومخترعها فإنها بدعة منكورة من البدع التي هي الضلالة والجهالة.“

ترجمہ: علماء نے اس سے اس نئی ”نمازِ رغائب“ کے مکروہ ہونے پر دلیل قائم کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے اختراع اور وضع کرنے والے کو قتل کریں۔ پس بے شک یہ ان بدعتوں میں سے ہے جو کہ گمراہی اور جہالت ہے۔

اب دیکھو! نماز جو خیر موضوع اور عمدہ عبادات ہے۔ اور سب اوقات مشروع میں افضل القربات ہے؛ بسبب تخصیص کے بدعت منکرہ ہو گئی۔ کیونکہ اطلاق مشروع نہ رہا۔ قید وقت وغیرہ کی لگ کر مخصوص ہو گیا۔ تو اس قید کی وجہ سے سارا مقید بدعت بن گیا۔ [البراہین: ۱۱۳]

بناءً على هذه القاعدة شارح منية نے صلوٰۃ الرغائب کے بدعت ہونے میں چند دلائل لکھے ہیں:

”ومنها أن الأمة يعتقدونها سنة.“ اور اس کے بدعت ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عام لوگ اس کو سنت ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

اس کی وجہ یہی ہوئی کہ جس امر مباح و مندوب کے سبب عوام کے اعتقاد میں فساد ہوتا ہو اس کا ایسی طرح کرنا ممنوع ہے کہ اس کو تغیر حکم شرع لازم ہو جائے عند العوام۔ اور دفع فتنہ عوام کا حتی الامکان واجب ہے۔

شارح ”منیہ“ نے اس قاعدہ کلیہ سے کہ عدم تجاوز حدود شرعیہ کا ہے۔ یہ چند قواعد استخراج کیے ہیں۔ یہ قواعد مثل انواع کے ہیں ماتحت جنس کلی کے۔ اور ان سب سے صد ہا جزئیات کا حکم حاصل ہوتا ہے۔

۱۔ ایک یہ کہ شارع نے جس کا اہتمام و تداعی کے ساتھ حکم فرما دیا وہ تو اس طرح ہووے اور جس کو مطلق فرمایا اس میں تداعی کا اضافہ نہ ہونا چاہئے ورنہ تبدیل حکم شرع و بدعت کہلائے گا۔
۲۔ دوسرے یہ کہ جس شخص کو کسی خصوصیت کے ساتھ فرمایا وہاں تو وہ تخصیص مشروع ہووے گی۔ ورنہ تخصیص بدعت ہی ہوگی۔

۳۔ تیسرے یہ کہ جہاں کسی زمانہ کو مقرر کر دیا ہے وہاں تو قید زمانہ کی مشروع ہے ورنہ بدعت ہے۔
۴۔ چوتھے یہ کہ اگر اس کی تداعی یا دوام سے فساد عقیدہ حاصل ہو تو اس کا ترک کرنا لازم ہے اگر وہ امر استحباب کے درجہ میں ہو نہ سنت موکدہ و واجب کے۔

۵۔ پانچویں یہ کہ جس شئی کی اصل قرون ثلاثہ میں نہ ہو وہ بدعت ہے۔ اور ان سب جگہ علماء و عملاً یہ حکم ہے۔ اور شئی اگرچہ فی نفسہ جائز ہو۔ مگر ان قیود و وجوہ سے بدعت ہو جاتی ہے۔ پس یہ پانچ قاعدہ کلیہ شرعیہ ہیں کہ شارح منیہ نے استفادہ فرمائیں اور سب فقہاء کے نزدیک مقرر ہیں اور انہی قواعد سے فاتحہ مرسومہ اور سیوم وغیرہ اور تعین جمعرات وغیرہ کی اور محفل میلاد مرد وچہ سب کی سب بدعت ہو گئی ہیں۔

[البراہین: ۱۱۵]

عرس میں تو تعین یوم ظاہر ہے کہ ہوتی ہی ہے اور محفل میلاد میں بھی یہ تعین ہوتی ہے۔ اگر یوم ولادت یا کسی دوسری تاریخ کی تعین کر دی گئی ہو۔ اور تداعی و دوام عمل موجب فساد عقیدہ تو ہوتا ہی ہے۔ غرض یہ کہ جتنی وجوہات صلوٰۃ الرغائب کی کراہت پر شارح منیہ نے بیان کی ہیں، وہ سب وجوہات اور اعراس اور محافل میلاد میں پائی جاتی ہیں۔ ان میں تداعی اور اجتماع کا اہتمام بھی پایا جاتا ہے اور مطلق کی تنقید اور زمانہ کے ساتھ تخصیص بھی موجود ہے۔ اور اگر زمانہ کی تخصیص نہ بھی ہو تو تداعی اور اجتماع کا اہتمام تو بہر صورت پایا جاتا ہے۔ اور اس تداعی اور اہتمام اجتماع اور دوام عمل سے فساد عقیدہ عوام کا نہ صرف احتمال بلکہ وقوع ہو رہا ہے وہ اس کو لازم سمجھتے ہیں۔ تارک پر ملامت و طعن بھی کرتے ہیں۔ قرون ثلاثہ میں اس صورت و ہیئت کے ساتھ ان مجالس کا اہتمام تو کیا انعقاد بھی یقیناً ثابت نہیں تو پھر ان قواعد مقررہ مذکورہ کی روشنی میں جو کتاب و سنت سے مستنبط ہیں ان کے مکروہ اور بدعت ہونے میں کیا کلام ہے؟

اگر صلوٰۃ الرغائب جیسی عبادت ان قواعد مقررہ کی بناء پر مکروہ و بدعت ضلالہ ہو گئی اور اس کے بدعت ہونے پر شارح منیہ محقق ابن ہمام حنفی کے تلمیذ کے علاوہ علامہ نووی شافعی بھی متفق ہیں۔ علامہ نوویؒ کی اوپر کی عبارت میں اس کے واضح اور مختصر کے بارے میں کس قدر سخت حکم لگایا ہے۔ فرماتے ہیں:
قاتل الله واضعها و مخترعها۔ اللہ تعالیٰ اس کے اختراع اور وضع کرنے والے کو قتل کرے۔

وہ بھی قابل لحاظ ہے اور ساتھ ہی وہ اس نماز کو بدعت منکرہ اور ضلالہ و جہالہ کہہ رہے ہیں۔ تو ان مجالس اور محافل کے بدعت ضلالہ ہونے میں کیا شبہ ہے؟

مجلس میلاد کے بارے میں علامہ ابن امیر الحاج مالکی کا ارشاد گرامی ہے:

اس محفل میلاد کی ہر زمانہ میں ہر طبقہ کے اہل حق علمائے کرام نے پر زور تردید کی ہے علامہ ابن تیمیہ حنبلیؒ اپنے فتاویٰ: ۳۰۲/۱ میں بھی اس کی تردید کرتے ہیں اور مالکی مذہب کے معتبر عالم ابن امیر الحاج نے اپنی مشہور کتاب مدخل میں وضاحت کے ساتھ اس کی تردید کی ہے۔ علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ:

ومن جملة ما احدثوا من البدع مع اعتقادهم ان ذالك من اكبر العبادات و اظهار الشعائر ما يفعلونه في الشهر الربيع الاول من المولد وقد احتوى ذالك على بدع و محرمات الى ان قال و هذاه المفاسد متربه على فعل المولد اذا عمل بالسماع فان خلاصه و عمل طعاما فقط و نوى به المولد و دعا اليه الاخوان و سلم من ماتقدم ذكره فهو بدعة بنفسي بنيتة فقط لان ذالك زيادة في الدين و ليس من عمل السلف الماضيين و اتباع السلف اولي .

[مدخل: ۸۵/۱]

ترجمہ: ایک اور بدعت جس کو بڑی عبادت اور شعائر میں سے اعتقاد کیا جاتا ہے ربیع الاول کے مہینہ میں میلاد منانا بھی ہے اور یہ عمل کئی بدعات اور محرمات پر مشتمل ہے اور یہ مفاسد اس عمل میلاد پر اس وقت مرتب ہوئے ہیں جب سماع پر عمل کیا جائے اور اگر صرف کھانے کا اہتمام کر کے میلاد کیا جائے اور لوگوں کو اس کی دعوت دی جائے اور دیگر مذکورہ محذورات سے یہ خالی ہو تب بھی نیت کی وجہ سے یہ بدعت ہے کیونکہ یہ دین میں زیادتی ہے اور سلف کے عمل کے خلاف ہے جبکہ سلف کی اتباع زیادہ بہتر ہے۔ اور علامہ احمد بن محمد مصری مالکیؒ لکھتے ہیں:

قد اتفق علماء المذاهب الأربعة بدم هذا العمل. [القول المعتمد]

ترجمہ: چاروں مذاہب کے علماء اس عمل (میلاد) کی مذمت پر متفق ہیں۔

اب غور درکار ہے کہ جس عمل کے بدعت ہونے پر حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی چاروں مذاہب کے علماء کا اتفاق اور جن قواعد پر اس عمل کا بدعت اور مکروہ ہونا ثابت ہو رہا ہے وہ قواعد بھی تمام فقہاء کرام کے مقرر کردہ ہوں اور قرآن و سنت سے مستنبط ہوں کیا اس کی اجازت دینا اکابر علماء دیوبند کا مسلک و مشرب ہو سکتا ہے؟

”مدخل“ کی عبارت سے صاف طور پر واضح ہو رہا ہے کہ عمل مولد میں اگر سماع وغیرہ کے مفاسد بھی مرتب نہ ہوں اور صرف اس میں بنیت مولود کھانا تیار کر لیا ہو اور بھائیوں اور دوستوں کو اس کے لئے بلایا

جائے، تب بھی وہ صرف نیت کی وجہ سے بدعت ہے۔ اور دین کے اندر ایک جدید امر کا اضافہ ہے جو سلف و صالحین کے عمل میں نہیں تھا۔ آپ نے سن لیا کہ تمام مفاسد سے خالی عمل مولد کو بھی علامہ دین کے اندر ایک جدید امر کا اضافہ اور سلف صالحین کی خلاف ورزی قرار دے رہے ہیں، جو حضرات ایسی ہی مجالس کو قائم کرنا چاہتے ہیں ان کو ان عبارات اور قواعد پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔
خاتمہ:

اصل کتاب ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے بارے میں بقدر ضرورت معروضات پیش کر دی گئی ہیں، اور اکابر کا مسلک و مشرب اچھی طرح واضح کر دیا گیا ہے۔ ان معروضات پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اس وقت ہمارا خطاب ایسے حضرات سے ہے جن کو اکابر کے مسلک و مشرب سے تعلق و محبت ہے اور وہ اس کو سمجھنا اور اس کو اپنانا چاہتے ہیں۔ جو پہلے سے ہی حضرات اکابر کے مسلک و مشرب سے کٹے ہوئے ہیں ان کی طرف اس وقت ہمارا روئے سخن نہیں ہے۔ اُن سے کسی طرح کی نیک توقع رکھنی خام خیالی ہی ہوگی۔ اپنوں سے قبولیت کی توقع پر یہ معروضات پیش کی جا رہی ہیں۔ اس خاتمہ میں بعض اور امور کی طرف بھی توجہ دلائی جانی مناسب معلوم ہوئی جن کا ذکر ضمناً اس کتاب ”اکابر کا مسلک و مشرب“ میں آیا ہے۔
جالی شریف کو مس کر کے اور بوسہ لیکر تبرک لینا:

اس طرح حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ: کاش آپ جالی چوم لیتے، پھر آکر مجھ سے پوچھتے تو میں جواب دیتا۔ ”ایں خطا از صد صواب اولیٰ تراست۔“ [اکابر کا مسلک و مشرب: ۴۱]

اگر روایت صحیح ہو تو یوں کہا جائے اس میں اس کا درجہ ظاہر فرما دیا کہ یہ فعل اگر جذبہ محبت میں سرزد ہوتا تو چونکہ اس کا غلبہ محبت ہوتا اس لیے صورتاً خطا ہونے کے باوجود ثواب ہوتا۔ لیکن اب پوچھنے کے بعد اختیار سے کرنا خطا ہی ہوگا۔ اب غلبہ محبت اور جوش عشق کا پہلو اس میں نہ ہوگا بعض امور غلبہ محبت و عشق میں نظر انداز کر دیے جانے کے قابل ہوتے ہیں۔ ایسے امور اکابر اولیاء اللہ سے صادر ہوئے ہیں ان کو معذور قرار دے کر ان پر ملامت نہیں کی جاتی۔ مگر ان کو اسوہ اور نمونہ عمل بھی قرار نہیں دیا جاتا۔
نقشہ نعل مبارک:

نقش نعل مبارک کے متعلق حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے درمیان مراسلت کے بعد اس رسالہ ”نیل الشفاء“ سے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا رجوع فرمایا لینا ایک

حقیقت ہے، چنانچہ حضرت حکیم الامتؒ کے الفاظ یہ ہیں:

”لیکن اب مجھ کو خواص کے اس اختلاف آراء سے نفس مسئلہ میں تردد پیدا ہو گیا۔ پھر اس کے ساتھ عوام کے اختلاف اہوا سے جس سے میرا ذہن خالی تھا، مصالح دینیہ اس کو مقتضی ہیں کہ بحکم دہ ما یریبک الی مالایریبک (الحديث) اپنے رسالہ ”نیل الشفاء“ سے رجوع کرتا ہوں۔ [امداد الفتاویٰ: ۴/۳۷۸]

اب اس رسالہ کے حوالے سے نقش نعل مبارک کو شائع کرنا اور حضرت تھانویؒ کی طرف سے اس کی نسبت کرنا کسی طرح جائز نہیں۔ بلکہ ایسا کرنا فریب اور دھوکا ہے۔ جیسا کہ اکابر کا مسلک و مشرب [ص: ۶۶] میں کیا گیا ہے۔ ”امداد الفتاویٰ“ کی یہ تحریر ۴ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ کی ہے۔ جس میں رجوع کی تصریح کی گئی ہے۔ اور ”نشر الطیب“ اس رجوع سے بہت پہلے ۱۳۲۸ھ میں لکھی گئی تھی، اُس وقت تک حضرت تھانویؒ نے اس سے رجوع نہیں فرمایا تھا۔ اس رجوع کے بعد اس کا ذکر کرنا اس کو استدلال میں پیش کرنا مرجوع عنہ سے استدلال کرنا ہے۔ حضرت تھانویؒ کے رجوع کے بعد اس کی نسبت حضرت تھانویؒ کی طرف ہرگز درست نہیں ہے۔

جن امور میں اباحت اصلیہ ہوتی ہے مگر ان میں بوجہ انضمام مفاسد کراہت طاری و عارض ہوتی ہے ایسے امور میں اختلافات ہونے مستبعد نہیں۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کا اختلاف ایسے ہی امور میں ہوا تھا۔ انہوں نے بنا براباحت اصلیہ ان پر عمل فرمایا۔ اور عوام کے غلو اور انضمام مفاسد سے بوجہ حسن ظن ان کا ذہن مبارک خالی رہا۔ یہی حال حضرت شیخ الحدیثؒ کے اس عمل متعلقہ نقش نعل مبارک کا ہوگا۔ مگر عمل قواعد و اصول کے مطابق کیا جائے گا۔ اگرچہ تاویل سے ملامت دوسری طرف بھی نہ کی جائے گی جیسا کہ ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ پر عمل نہیں کیا گیا بلکہ اکابرؒ نے اس کے خلاف پر عمل کیا اور اس میں تاویل فرما کر حضرت حاجی صاحب قدس سرہ سے اعتراض کو بھی رفع فرما دیا گیا جیسا کہ مفصل گذرا ہے۔ یہی حال ان حضرات کا ہے جن کے بارے میں مؤلف رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ لکھتے ہیں:

”حضرت حاجی صاحبؒ سے پہلے بہت سے محدثین جن کا شمار صوفیائے عظام میں ہی ہوتا ہے اور وہ بریلوی دیوبندی حضرات کے متفقہ قدوہ ہیں ان کی تصانیف اس لائن کی باتوں سے بھری ہوئی ہیں۔ انہی سے ہم لوگوں کو دین پہنچا ہے۔ قریب زمانہ کے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی کتاب ”القول الجلیل“ اور ”انفاس العارفين“ وغیرہ اور ان کے صاحب زادے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی تحریرات اور ”تفسیر عزیزی“ اور ان سے پہلے حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ کی کتب میں ہے کہ مذکورہ بالا معمولات بغیر منکرات ہمیشہ سے ہوتے آئے ہیں اگرچہ بعض بزرگوں کا مسلک دوسرا بھی رہا۔ [مسلک و مشرب: ۴۳]

ہمارے فہم و تفقہ سے اکابر کا فہم و تفقہ رائج ہے:

ان حضرات اکابرینؒ کی کتب میں جو مذکور بالا معمولات کا تذکرہ ہے بلکہ ان سے بھی متقدم اکابرینؒ کی کتابوں میں ان امور کا ذکر ہے وہ سب ہمارے قریب کے اکابر مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ وغیرہ کے علم میں ہے وہ حضرات ان سب سے باخبر ہیں اور ان کے حامل اور مفاہیم کو ہم سے بہتر سمجھتے تھے، ہم کو دین براہ راست انہی قریب کے اکابر سے حاصل ہوا ہے اور ہم آیات اور مختلف احادیث کے معنی اور مفاہیم کے بارے میں انہی حضرات کے فہم و تفقہ پر اعتماد کرتے ہیں۔ ہمیں اپنے فہم و اجتہاد کو اپنے قریب کے اکابر کے فہم و تفقہ پر ترجیح نہیں دینا ہے۔ حضرت گنگوہیؒ وغیرہ حضرات کے سامنے یہ سب معمولات آئے اور ان سب پر غور کے بعد ان حضرات نے جب فیصلہ فرمایا وہ ہم سب کے لیے واجب التسلیم ہونا چاہیے اور اپنی علیحدہ انفرادی سمجھ قابل قبول نہیں ہونی چاہیے۔

شاید بعض لوگوں کو معلوم ہوگا کہ مولوی عبدالسمیع رامپوری نے اپنی کتاب ”الانوار الساطعہ“ میں متقدمین کے معمولات کو جمع کر دیا ہے۔ اور تیرہ سال کی محنت شاقہ سے اپنی مرجعہ رسومات پر بزم خود کتاب و سنت سے بھی دلائل قائم کیے تھے۔ اس کے حرف حرف کا جواب ہمارے شیخ المحدثین مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ نے ۱۳۰۳ھ آج سے ایک سو بارہ سال پہلے کتاب ”البراہین القاطعہ“ کے ذریعے دے دیا تھا اور دیانتداری کی انتہا کر دی کہ مولوی عبدالسمیع صاحب کی کتاب مذکور بھی بعینہ پوری کی پوری اوپر شائع کرائی اور نیچے کالم میں اس کا رد لکھا۔ تاکہ دیکھنے والے دونوں کتابوں کو بیک وقت ملاحظہ کر سکیں۔

اب غور کرنا چاہیے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ وغیرہ اکابر کی ان عبارات کا مطلب و مفہوم اور ان کے تعامل کا کیا محمل ہمارے اکابر نے سمجھا اور بیان کیا ہے؟

جب مذکورہ معمولات (بغیر منکرات) ہمیشہ سے ہوتے آئے ہیں۔ [ص: ۴۳۳] اور مانعین کا قول ”حسب ارشاد شارع کے یہ ہے کہ کسی جائز مطلق کے ساتھ اگر ایسے امور ضم ہو جاویں کہ وہ ممنوع ہوں تو مجموعہ ممنوع ہو جاتا ہے۔ اور جو ایسے امور مضموم ہوں کہ مباح ہیں یا مستحب ہیں تو اگر اپنے درجہ اباحت و استحباب پر ہیں تو درست ہیں۔ اور جو اپنے درجہ سے بڑھ جاوے تو بدعت ہو جاتے ہیں۔ اور یہ امر تمام کتب میں مصرح ہے۔“ [براہین قاطعہ: ۱۸۲]

حسب قول مؤلف مذکورہ معمولات (بغیر منکرات) ہمیشہ سے ہوتے آئے ہیں۔ اب ان میں منکرات شامل ہو گئے۔ اس کا اقرار مؤلف کو خود بھی ہے، جس کی تصریح انہوں نے خود ان لفظوں میں کی ہے: ”لیکن اس کے ساتھ یہ بھی واقعہ ہے کہ ان ہی امور خیر میں دشمنوں اور سازشیوں نے اعتقادی اور

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (630)

عملی شریکیات اور منکرات کو شامل کر کے عوام میں رواج دیا، جس کی اصلاح اور ان کا انسداد علماء حقہ پر ضروری تھا۔ اور کچھ حضرات صحیح اعتقاد کے ساتھ حاجی صاحب کے طریقے پر ان معمولات کے حامل رہے اور ہیں لیکن اکثریت ایسی نہیں رہی۔ [مسلک و مشرب: ۳۰]

جب اعتقادی اور عملی شریکیات اور منکرات شامل کر کے عوام میں رواج دے دیا گیا اور اکثریت منکرات میں مبتلا ہو گئی تو پھر حسب قاعدہ مصرحہ تمام کتب ان معمولات کے عدم جواب میں کیا شبہ رہا؟ جب مباح یا مستحب امور مضموم ہو کر اپنے درجہ سے بڑھ جانے کے بعد بدعت ہو جاتے ہیں تو اعتقادی اور عملی شریکیات اور منکرات کے شامل ہونے کے بعد ان معمولات کا عدم جواز کیوں ثابت نہ ہوگا؟ اور بزرگان پیشین حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت شاہ ولی اللہ وغیرہ محدثین کے معمولات کو پیش کرنا بدعت کے لئے کیا فائدہ دے گا؟

یہ برسبیل تقدیر ثبوت ان معمولات کے ہیں۔ ورنہ ”براہین قاطعہ“ میں ہر ایک پر مبسوط کلام کیا ہے۔ تطویل کے خوف سے یہاں نقل نہیں کیا جاتا۔ جواب کلی نقل کیا جاتا ہے۔ ”براہین قاطعہ“ میں ہے:

”بعد اس کے سنو کہ اس وقت کے مجالس مولود میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہوتا تھا اور نفس ذکر ولادت کو مجیب اور کوئی عالم منع نہیں کرتا۔ اس وقت کی محافل میں اگر کوئی عمل مباح اتفاقی تھا اس پر تاکد کا گمان نہ تھا۔ اب جو قلوب عوام میں تاکد و وجوب راسخ ہوا تو مکروہ ہو گیا۔ گاہ کوئی امر ہوتا ہے اور علماء کو اس وقت اباحت موجودہ کا خیال ہوتا ہے اور مال کاری مفسدہ پر دھیان نہیں ہوتا تو اس وقت جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ اور پھر آخر میں کراہت پیدا ہو جاتی ہے تو اس وقت ممنوع ہو جاتا ہے۔

پس تعامل ان لوگوں کا موجب جواز نہیں ہوتا۔ البتہ قرون ثلاثہ کا تعامل حجت ہوتا ہے۔ معہذا خود امر منصوص مباح بھی بعض اوقات بسبب اس تاکد کے مکروہ ہو جاتا ہے، جیسا کہ صلوٰۃ ضحیٰ کہ تداعی و اہتمام سے مساجد میں ادا کرنے سے صلوٰۃ ضحیٰ مستحب کو حضرت عمرؓ نے بدعت فرمایا۔ تو پس شیخ عبدالحقؒ اور ابن حجرؒ کی تحریر سے اس حالت موجودہ میں یہ محفل مروجہ ہرگز جائز نہیں ہو سکتی گو اس وقت مباح تھی اور شاہ صاحب کا بھی یہی منشاء اور مراد ہے۔ [ص: ۵۶]

اور اس جگہ ایک اصولی قاعدہ کی طرف بھی توجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ جب کوئی حکم کسی امر مقید پر ہوتا ہے تو حکم مقید کی طرف راجع ہوتا ہے۔ [انوار ساطعہ: ۴۰]

مگر اس وقت مجموعہ مقید کا سبب قید کے غیر مشروع اور بدعت ہو جاتا ہے۔ اصل وجہ سے مشروع نہیں ہوتا۔ بلکہ قید کے سبب بدعت ہو جاتا ہے۔ [براہین قاطعہ: ۴۰]

مزید وضاحت سنیے! فرماتے ہیں:

”یہ بات متفق علیہ امت کی ہے کہ امر مشروع اگرچہ فرض ہو کسی غیر مشروع کے خلط و عروض سے خواہ یہ غیر مشروع اصلی ہو یا عرضی غیر مشروع و ممنوع ہو جاتا ہے۔ جیسے نماز فرض اور منصوص بہ میں مکروہ تحریمہ ہے۔ اور تصویر کے سامنے اور آتش کے سامنے نماز مکروہ تحریمہ ہے۔ اگرچہ نماز فرض عمدہ عبادت مفروضہ تھی مگر عروض ان امور غیر مشروعہ سے محرم ہو گئی۔“

نیز فرماتے ہیں:

”اور پہلے یہ بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ قیود محفل مروجہ کی دو قسمیں ہیں: بعض وہ امور ہیں کہ باصلہ وہ حرام ہے۔ تو ان کی اس محفل میں موجود ہونے سے یہ محفل محکوم بحرمت و کراہت ہو جاوے گی۔ بحر حال اس کا عقد اور شرکت دونوں ممنوع رہیں گے۔ اور کوئی عذر و تاویل اس کے جواز کی ممکن نہیں۔ جیسا روشنی زائد از قدر حاجت کی بنص حرام و اسراف ہے اور لباس ذری حاضرین کا جو محرم شرعی ہے اور مد اہنت فی الدین کی نص سے حرمت اس کی محقق ہے۔ اور قسم دوم وہ امور ہیں کہ باصلہ مباح ہے یا مندوب مگر بسبب عروض تا کد یا وجوب کے علماً یا عملاً ذہن خواص میں یا عوام میں ان کو کراہت عارض ہو گئی ہے حسب حکم شرع کے۔ پس ان امور قسم ثانی کا وجود مجلس مولود میں اس وقت تک مباح و جائز ہے کہ اپنی حالت اصلی ہی پر رہیں۔ اور جس وقت اپنی حالت سے لنگی اور خواص یا عوام کے ذہن میں ان کی کیفیت انداز اباحت و ندب سے بڑھی اس وقت وہ بھی مکروہ ہو جاتے ہیں اور ان کے ہونے سے محفل مولود عقد اور شرکت میں مکروہ ہو جاتی ہے۔ پس یہ قاعدہ شرعیہ سب اہل ایمان کو خوب محفوظ رکھیں کہ بہت کار آمد ہے۔“ [براہین قاطعہ: ۲۵۹]

واقعہً ہی یہ قاعدہ اگر سب اہل ایمان کو خوب محفوظ ہو جائے تو تمام بدعات کا قلعہ قمع ہو جائے اور کوئی بدعت ڈھونڈنے سے بھی دستیاب نہ ہو۔ اس قاعدہ کو پیش نظر رکھ کر دیکھنا چاہیے کہ اکابر دیوبند کا مسلک و مشرب یہی تھا جو زیر تبصرہ رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ میں پیش کیا گیا ہے؟۔ اس قاعدہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ وغیرہ اکابر کے معمولات کا مطلب تو صاف طور پر واضح ہو رہا ہے اور اس کی تصریح حضرت سہارنپوریؒ فرما رہے ہیں کہ:

ان حضرات کے معمولات میں قسم اول جو باصلہ حرام ہے قطعاً یقیناً موجود نہیں ہوتے تھے البتہ قسم ثانی جو باصلہ مباح یا مندوب ہیں ان میں سے کوئی امر ان معمولات میں پایا جاتا ہوگا اب اس قاعدہ شرعیہ کی رو سے جب تک وہ امر مباح یا مندوب اپنی حالت اصلیہ پر رہا وہ جائز رہا اور جب ان کی کیفیت و انداز خواص یا عوام کے ذہن میں اباحت و ندب سے بڑھی اس وقت وہ بھی مکروہ ہو گیا اور اس کے ہونے سے محفل

مولود عقد و شرکت میں مکروہ ہوگئی۔ دوسرے معمولات کو اسی پر قیاس کر لیا جائے۔

”انوارِ ساطعہ“ کے مؤلف مولوی عبدالسمیع صاحب نے اس عملِ محفل پر جب علماء شماری شروع کی اور ستر علماء کرام کے اسماء گرامی لکھے اور ان حضرات کے آخر میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا اسم مبارک بھی لکھا۔ اور ”فیوض الحرمین“ کی عبارت نقل کی۔ تو حضرت سہارنپوریؒ نے اس کے جواب میں اور باتوں کے علاوہ یہ بھی فرمایا کہ وہ عمل مولد جو سن چھ سو چار (۶۰۴ھ) میں ایجاد ہوا اور آخر تک جاری رہا وہ ہے کہ جلال الدین سیوطیؒ کے رسالہ ”حسن المقصد“ سے بندہ نقل کر چکا ہے کہ: جمع ہو کر کچھ قرآن پڑھے اور ذکر آپ ﷺ کا کر کے کھانا کھا کے چلے جائیں۔ اور اس سے زیادہ کچھ نہ ہو تو اس عمل میں ذکر مندوب پر اجتماع یوم معین اور اطعام طعام زائد ہوا ہے۔ اور یہ دونوں باصلہ مباح ہیں۔ چونکہ اس زمانہ میں نہ یہ امور مؤکد ہوئی تھی اور نہ عوام کو کوئی اس سے مضرت تھی بزعم ان علماء کے۔ لہذا اس مجلس میں کراہت نہ تھی بلکہ مباح تھے۔ اگرچہ جن علماء کو اس میں اس امر کا خدشہ تھا انہوں نے اس کو مکروہ کہا تھا.....

پس چونکہ اس میں کوئی امر منکر نہیں تھا محض یہ دو امر مباح تھے کہ خواص و عوام میں علماء و عملاً اپنے درجے سے نہیں خارج ہوئے تھے وہ تو محافلِ مباح رہی اور موردانِ کاسر کے کی نہ ہوئی اور اس طرح عمل درآمد رہا۔ اب شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ کی محفل کی کیفیت سنو!..... ”فیوض الحرمین“ میں فرماتے ہیں:

و كنت قبل ذالك بمكة المعظمة في مولد النبي ﷺ في يوم ولادته والناس يصلون

على النبي ﷺ ويذكرون ارها صاته التي ظهرت في ولادة و مشاهدته قبل بعثته. الخ

اب ناظرین غور فرمائیں کہ شاہ ولی اللہ جو مولد النبی میں اپنا ہونا فرماتے ہیں، تو مولد النبی وہ مکان مکہ معظمہ میں ہے جس میں آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تھی، وہاں ایک قبہ بنا رکھا ہے، اس کی زیارت کرتے ہیں۔ اور وہاں جو لوگ جمع ہوئے یوم ولادت میں تو زیارت مکان کے واسطے جمع ہوئے۔ اور وہاں جو الصلوۃ السلام اور ذکر آپ کے حالات کا تھا وہ نفس ذکر آپ کا تھا۔ پس اس میں نہ اجتماع بتداعی ہوا تھا نہ وہاں طعام و شیرینی کا ذکر ہے، نہ وہاں فرش و نجور کا نشان ہے نہ فسقہ فجرہ بلباس ذری مکروہ کا پتہ ہے، فقط وہاں مجمع الناس کا ہونا اور آپ کے ذکر اور صلوۃ کا ہونا مذکور ہے، جس کو مؤلف (انوار ساطعہ) مجلس مولود قرار دیتا ہے اور اپنی ہیئت کذاً یہ پر دلیل لاتا ہے۔ ذرہ انصاف درکار ہے کہ اس میں تو امر مباح کہ سیوطی کے عمل مولد میں منقول تھے وہ بھی نہیں، نفس ذکر فجر عالم کا بیان ہے۔ اب دیکھو! کہ یہ عمل مولود ابتداء سے شاہ ولی اللہ تک جو ثابت ہوا مؤلف کی محفل اور دعویٰ کو اس سے کیا مناسبت ہے؟ کیونکہ اس وقت کی محافل میں بارہا مذکور ہو چکا ہے کہ منکرات شرعی جو باصلہ مکروہ و حرام ہے موجود ہوتے ہیں۔ اور وہ امور کے باصلہ مباح تھے اور اب وہ واجب

علماء یا علماء ہو گئے ہیں اور مکروہ بدعت بن گئے ہیں ضرور موجود ہوتے ہیں۔ پس ان علماء سبعین (۷۰) سے جو کچھ مؤلف نے ثابت کیا یا نفس ذکر ہے یا مغلوط یا امر کہ درجہ اباحت میں ہی ہے۔ اور مؤلف کے مولود میں خود مناکیر بھی موجود ہیں۔ اور مباحات بھی مناکیر ہو گئے ہیں۔ پس ان علماء کے قول و تعامل سے کس طرح اثبات ہیئت کذا سیہ مروجہ کا ممکن ہے؟ کوئی عاقل بالغ ایسی بات کہہ سکتا ہے کہ جس امر کا مانعین انکار کرتے ہیں اس کا اس تعامل میں نام و نشان نہیں اور جس کا دعویٰ مؤلف کرتا ہے اس کا یہاں پتہ بھی نہیں اور پھر حجت جواز کی بن جائے۔ [براہین قاطعہ: ۲۶۲]

اب مؤلف اکابر کا مسلک و مشرب کا یہ لکھنا:

مذکورہ بالا معمولات (بغیر منکرات) ہمیشہ سے ہوتے آئے ہیں۔ ان معمولات کا حال سب پر واضح ہو گیا ہے کہ اس وقت ان میں نہ منکرات داخل ہوتے تھے اور نہ مباحات عوام و خواص کے ذہن میں اپنی حد سے بڑھے تھے۔

اب ان کا تعامل ہرگز مانعین کے خلاف نہیں ہے مگر ان معمولات پر قیاس کر کے اب (بغیر منکرات کے بھی) ان کی اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ بغیر منکرات کے بھی اب یہ معمولات ممنوع ہو چکے ہیں، کیونکہ خواص خوش عقیدہ کو بھی ایسا امر مباح بلکہ مستحب بھی ناجائز ہو جاتا ہے جس سے عوام کے عقیدہ میں فساد کا خطرہ ہو۔ اور ان معمولات میں فساد عقیدہ کا خطرہ ہی نہیں بلکہ فساد عقیدہ اور عمل موجود ہے، تو ان معمولات کے ہمیشہ سے ہوتے آنے سے مؤلف کو کیا فائدہ؟ یہ تو بریلوی حضرات ہمیشہ سے ہی کہتے چلے آتے ہیں اور ہمارے اکابر اس کا جواب دیتے چلے آئے ہیں اب نئے سرے سے انہی بحثوں کا تذکرہ اور سوال و جواب سے نیا کیا فائدہ حاصل ہونے کی امید ہے کہ یہ سب معمولات اپنے مواقع میں ہوتے تھے مگر اب عوام کے فساد عقیدہ کی وجہ سے ممنوع و بدعت ہو گئے۔

اب حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ وغیرہ حضرات کے معمولات سے مؤلف کو کیا فائدہ حاصل ہوا؟ بلا وجہ کی تکرار اور بحث کا دروازہ کھول دیا۔ اور جن معمولات کے جوابات اکابر کی طرف سے ہو چکے تھے دوبارہ ان کا ہی اعادہ کرنا پڑ رہا ہے۔

حضرت قاری محمد طیب صاحب کے مکتوب گرامی کی وضاحت:

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی خواہش اور کوشش کے ذیل میں حضرت والا کا جو مکتوب گرامی جناب مولانا حامد میاں صاحب مرحوم کے نام درج کیا گیا ہے، اُس کے بارے میں کیا عرض کیا جائے۔ کچھ عرض کرنا سورج کو چراغ دکھلانے کے مترادف ہوگا۔ حضرت حکیم الاسلام ہمارے سب

کے اکابر میں سے ہیں، دیوبندیت کے اساطین میں ان کی جامع شخصیت تسلیم شدہ ہے۔ اور حضرت کی جامعیت علم و عمل اور حضرت نانوتویؒ کے ساتھ نسبی و روحانی نسبتوں میں ان کا کوئی ہم عصر بھی ان کا ہمسر نہیں ہے۔ دیوبندی، بریلوی نزع سے بھی وہ جتنا واقف تھے اتنا دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا۔ حضرت والا کا ارشاد ذیل ازراہ تعجب ہی ہو سکتا ہے۔ فرماتے ہیں: ”میری سمجھ میں اب تک بھی نہیں آیا کہ مابہ النزاع کیا چیز ہے؟ یہ دونوں جماعتیں نہ صرف اسلامی عقائد مبداء، معاد، نبوت میں متحد اور ہم خیال ہیں بلکہ فقہ حنفی کی پیروی اور راہ سلوک میں حضرات صوفیائے کرام قدس اللہ اسرارہم کے طریق تصوف میں بھی متحد اور ہم خیال ہیں۔ بنیادوں کے متحد ہونے کے بعد زیادہ سے زیادہ کچھ فروعی اختلافات ہو سکتے ہیں، جو ہر زمانہ میں علماء میں رہے ہیں، سو وہ نزاع و جدال کی حدود کی باتیں نہیں، اس لیے میرا جذبہ ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ اگر باہمی رواداری سے لوجہ الدین والا اسلام اس میں کوئی اتفاق و داد کی راہ نکل آئے تو امت اس دور فتن میں ایک بہت بڑے مہلکہ سے نکل آئے گی۔“ الخ

کاش یہ جذبہ باہمی رواداری کا لوجہ الدین والا اسلام دوسری جانب بھی ہوتا تو امت واقعہً اس دور فتن میں ایک بہت بڑے مہلکہ سے نکل آتی۔ واقعی یہ بات نہایت قابل تعجب بلکہ ناقابل فہم ہے کہ یہ دونوں جماعتیں جب اسلامی عقائد مبداء و معاد نبوت میں متحد اور ہم خیال ہیں بلکہ فقہ حنفی کی پیروی اور راہ سلوک میں حضرات صوفیائے کرام قدس اسرارہم کے طریق تصوف میں بھی متحد ہیں پھر بھی ان میں اس درجہ نزاع و جدال ہے۔ آخر مابہ النزاع کیا چیز ہے؟ غور کرنا پڑتا ہے اور سمجھ میں نہیں آتا کہ اس نزاع کا سبب کیا ہے؟ یہ حقیر بے تمیز جو کچھ سمجھا ہے مابہ النزاع ان ہی بنیادوں کو چھوڑنا اور ان پر عمل ترک کرنا ہے۔ فقہ حنفی کے خلاف بدعی افعال کو رواج دیا گیا اور ان پر اس درجہ زور دیا گیا کہ گویا وہ اعمال غیر منפק جز و لازم ہیں۔ اگر فقہ حنفی کی پیروی کی جاتی تو ان بدعات کی گنجائش ہی نہ ملتی اور یہ اختلافات رونما ہی نہ ہوتے۔ غور کر لیا جائے کہ طواف اور سجدہ قبور اور نذر و نیاز، غیر اللہ استمداد و نداء غائب، علم غیب، حاضر و ناظر وغیرہ عقائد و مسائل میں مسلمہ کتب عقائد اور فقہ حنفی کی تصریحات کے خلاف بریلوی علماء کی تقریریں ہوئیں اور تحریریں بھی لکھی گئیں اور لکھی جا رہی ہیں اور سارا زور انہی بدعات کی ترویج میں لگایا جا رہا ہے۔ بریلوی علماء کی کتابیں دیکھنے سے یہ صاف عیاں ہے کہ اگر لوجہ الدین والا اسلام فقہ حنفی کے مفتی بہ مسلک کو معیار بنا کر اصول حنفیہ کے ماتحت ان بدعات پر غور کر لیا جائے تو اختلاف کی گنجائش ہی باقی نہیں رہے گی اور اگر کسی جگہ کچھ اختلاف ہوا بھی تو وہ بقول حضرت حکیم الاسلام قدس سرہ زیادہ سے زیادہ کچھ فروعی اختلافات ہو سکتے ہیں اور جو ہر زمانہ میں علماء میں رہے ہیں سو وہ نزاع و جدال کی باتیں نہیں، کیونکہ وہ بنیاد کے متحد ہونے کے بعد ہوگا۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ بریلوی لوگ ”حنفی“ کہلاتے ہیں مگر درحقیقت ان بدعی امور میں حنفیت سے ان حضرات کو کچھ واسطہ نہیں ہے۔ نہ یہ اصول حنفیت کے پابند ہیں۔ اپنی ان مروجہ بدعات پر فقہ حنفی کو چھوڑ کر اپنے مزعومہ دلائل پیش کرتے ہیں۔ درحقیقت مابہ النزاع احمد رضا خان صاحب بریلوی کی ”حسام الحرمین“ ہے جس میں اکابر علماء کرام کے نام لے کر تکفیر کی گئی اور ان حضرات کی عبارتوں کو قطع برید اور آگے پیچھے کر کے مسخ کیا گیا اور مخ شدہ عبارتوں پر علماء حرمین سے فتویٰ تکفیر حاصل کیا گیا۔

المہند اور ”الشباب الشاقب“، ”السحاب المدارفی توضیح اقوال الاحبار“ میں ہمارے حضرات اکابر نے ہر چند اپنی عبارتوں کی صحیح مراد بتلائی اور ان کی وضاحت کی، مگر نہ تو احمد رضا خان صاحب نے اس وضاحت کو قبول کیا اور نہ ہی ان کے متبعین اس کو قبول کرتے ہیں۔ بلکہ ان کے بعض مراکز علم سے ہمارے اکابر کی جن پر جعل سازی سے ”حسام الحرمین“ میں تکفیر کی گئی تھی تکفیر کے بغیر سند فراغ حاصل نہیں کی جاسکتی۔

خلاصہ یہ ہے کہ مابہ النزاع

۱..... نمبر اول: اکابر علماء دیوبند کی تکفیر ہے۔

۲..... دوسرے: کتب عقائد اور اصول حنفیہ کے خلاف بریلوی کا بعض عقائد علم غیب، حاضر و ناظر

وغیرہ اختیار کرنا ہے۔

۳..... تیسرے: بعض عملی بدعات کی ترویج و اشاعت۔

اوکاڑوی صاحب کی مغالطہ وہی:

باقی رہا عزیزم مفتی محمد رفیع عثمانی سلمہ کی ایک عظیم خواہش جو تشنہ تکمیل ہے اس میں ہے کہ:

”مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحب نے مجھ سے ملاقات فرمائی اور بڑی دلسوزی سے کہا کہ دیوبندی اور بریلوی مکتبہ فکر میں دونوں طرف تشدد پسند اور جذباتی حضرات ہیں، ان سے توقع نہیں کہ اتحاد بین المسلمین میں کوئی مثبت پیش قدمی کر سکیں گے، لیکن میں اور آپ مل کر بہت کچھ کر سکتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ میں نے علماء دیوبند اور خصوصاً مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتابیں، مواظظ اور ملفوظات سب پڑھے ہیں، ان سب کتابوں کو پڑھ کر میں اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اعتقادات مثلاً علم غیب اور نور و بشر وغیرہ کے مسائل میں علماء دیوبند اور علماء بریلوی کے درمیان جو اختلافات مشہور ہیں درحقیقت یہ صرف الفاظ اور تعبیر کا فرق ہے، حقیقی نزاع نہیں۔ مولانا اشرف علی صاحب کی کتاب ”حفظ الایمان“ کی جس عبارت پر اعتراض تھا اب تو اس میں ترمیم شدہ عبارت شائع ہو گئی ہے جو مصنف ہی کی تحریر کردہ ہے۔ اس

کے بعد تو اُس عبارت پر بھی کوئی نزاع کی وجہ باقی نہیں رہی۔ الخ [اکابر کا مسلک و مشرب: ۴۶]

اوکاڑوی صاحب کا یہ بیان سخت مغالطہ دہی پر مبنی تھا۔ اگر علم غیب میں علماء دیوبند اور علماء بریلوی کے درمیان اختلاف صرف الفاظ اور تعبیر کا فرق ہے اور حقیقی نزاع نہیں تھا تو احمد رضا خان صاحب بریلوی نے ”حسام الحرمین“ میں اسی مسئلہ کی بنیاد پر حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تکفیر کیوں کی تھی؟ کیا تعبیری اور لفظی اختلاف بھی موجب تکفیر ہوتے ہیں؟ اور کیا حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے ان کی مراد معلوم نہیں کر سکتے تھے؟ اور السحاب المدار میں ”حفظ الایمان“ کی عبارت میں ترمیم سے بھی پہلے حضرت تھانویؒ کا اپنا بیان بنام ”بسط البنان لکف اللسان عن کاتب حفظ الایمان“ ان کی زندگی ہی میں ۱۳۲۹ھ میں شائع نہیں ہو چکا تھا؟ تو کیا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے اپنا فتویٰ تکفیر واپس لے لیا تھا؟ اور یہ ”حفظ الایمان“ کی عبارت کی ترمیم کا علم اوکاڑوی صاحب کو صدر رضیاء الحق مرحوم کے طلب شدہ اجلاس اتحاد بین المسلمین کی برکت سے ہوا تھا یا پہلے بھی اس کا انکشاف ہو گیا تھا؟ یہ ترمیم شدہ عبارت بنام ”تغییر العنوان“ ۱۳۴۲ھ سے شائع ہو رہی ہے۔

اس کو بھی رہنے دیجیے! جب اوکاڑوی صاحب کو یہ انکشاف ہو گیا تھا تو انہوں نے اپنی کسی تحریر میں یا اپنے کسی مجمع میں اپنے اس نظریہ کا اظہار کیا تھا؟ اب وہ تو اس دنیا سے رخصت ہو گئے، ان کے اخلاف کرام کے ذمہ ان سوالات کا جواب ہے۔ اگر وہ دے سکیں تو وہ جواب یہی ہو کہ انہوں نے اپنے نظریہ کا اظہار کیا۔ تو حقیقت حال معلوم ہو کر خوشی ہوگی۔ ورنہ حال یہ ساری گفتگو محض دفع الوقتی یا تاثر اور سخن سازی کی مد میں شمار ہوگی۔

اوکاڑوی صاحب کا یہ کہنا درست ہے کہ دیوبندی اور بریلوی مکتب فکر میں دونوں طرف تشدد پسند اور جذباتی حضرات ہیں، ہمیں بھی بعض اپنے حضرات کے تشدد سے اختلاف ہے، اور بعض مواقع پر اس کا تحریراً و تقریراً اظہار بھی کیا ہے، مگر یہ نا انصافی ہوگی کہ دونوں کو ایک ہی پلڑے میں رکھا جائے۔ دیکھنا چاہئے کہ اکابر علماء کی تکفیر کر کے تشدد کس نے کیا؟ اور اس کے جواب میں اگر دوسری طرف سے بھی کچھ ایسی ہی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا تو الابدی اظلم کو سامنے رکھ کر حساب چکانا چاہئے۔ اور فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم کو پیش نظر رکھنا ہر حال میں ضروری ہے کیونکہ اس کے ساتھ ہی واتقوا اللہ فرما کر بدلہ میں تجاوز سے ڈرایا گیا ہے۔

جن علماء کو دیوبند بریلوی اختلاف کی کوئی بنیاد واقعہ معلوم نہیں ہے ان کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ حنفی وہابی اختلاف آئمہ ہدیٰ کی پیروی کرنے نہ کرنے پر پیدا ہوا، اسی طرح دیوبندی بریلوی اختلاف بھی اصول

حنفیہ کی پیروی کرنے نہ کرنے پر ہی پیدا ہوا ہے۔ یہی اُصول حنفیہ کی عدم پیروی ہی اس اختلاف کی بنیاد ہے۔ اگر یہ دونوں فریق امام ابوحنیفہؒ کے ٹھیکہ مقلد ہوتے تو پھر ان مروجہ رسومات و بدعات کی گنجائش نہیں نکل سکتی تھی اور تکفیر المسلمین کا کوئی موقعہ نہیں مل سکتا تھا۔ یہ حضرات، حضرت امام ابوحنیفہؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ وغیرہ کا نام لیتے ضرور ہیں مگر ان کے مقررہ اُصول و فروع میں ان کی اتباع نہیں کرتے، بلکہ بعض اکابر کی بعض مجمل عبارتوں کی آڑ میں اپنے مزعومات کو ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور ان کی مفصل عبارات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ وغیرہ حضرات اکابر کا نام اپنے مختصرات کے اثبات کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

ہماری اوپر کی گزارشات سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ ان مختلف فیہ عقائد و مسائل میں بریلوی لوگوں نے اُصول حنفیہ کو بالکل نظر انداز کیا ہوا ہے۔ یہ بات یقینی ہے کہ ان امور متنازعہ فیہا میں یہ لوگ حنفی نہیں ہیں جیسا کہ بعض حضرات متشددین، وہ بھی اصولاً دیوبندی کہلانے کے باوجود دیوبندیت کے خلاف پر گامزن ہیں۔

”مسلک و مشرب“ میں ہے کہ: حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اور ان سے پہلے حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ کی کتب میں ہے کہ مذکورہ بالا معمولات (بغیر منکرات) ہمیشہ سے ہوتے آئے ہیں۔ [ص: ۴۳]

ان معمولات کے نقل کرنے میں ”انوارِ ساطعہ“ میں مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری نے خوب زور لگایا۔ اس سے زیادہ اب کوئی اُن کے جمع کرنے کی کوشش نہیں کر سکتا۔ اور اُن کا جواب حضرت شیخ الحدیث مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی طرف سے ”البراہین القاطعہ“ میں تفصیل سے ہو چکا ہے۔

اب غور طلب بات یہ ہے کہ ہمیں مولوی عبدالسمیع صاحب کا ساتھ دینا چاہئے اور ان معمولات پر عمل کرنا چاہئے یا اکابر کی تحقیق پر؟ جبکہ یہ بھی معلوم ہے کہ اب ان معمولات میں منکرات شامل ہو چکے ہیں بلکہ اب سے بہت پہلے شامل ہو چکے تھے۔ اور یہی وجہ ان کے منع کرنے کی ہوئی تھی جس کو ”البراہین القاطعہ“ میں خوب اچھی طرح ثابت کیا گیا ہے۔

ایک غلطی کا ازالہ:

اس غلطی کا ازالہ گذشتہ معروضات سے بھی ہو رہا ہے، اب پھر مکرر صراحت کیا جاتا ہے: غلطی یہ ہو رہی ہے کہ جو امر باصلہ مباح مستحب ہو اُس میں اگر منکرات شامل ہو جائیں تو وہ بغیر منکرات کے اپنی اصل پر مباح و مستحب ہی رہے گا۔ اس لیے بغیر منکرات کے اس کے کرنے میں کچھ حرج نہیں۔ حالانکہ اوپر

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (638)

ثابت ہو چکا ہے کہ ایسے امور منکرات کی وجہ سے ممنوع ہو جاتے ہیں اور بغیر منکرات کے بھی ان کو منع کیا جاتا ہے حتیٰ کہ خواص کو بھی اس کا کرنا مکروہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس سے عوام اپنے غلط عمل پر استدلال کریں گے۔ اس کو اوپر تفصیل سے لکھ دیا گیا ہے۔ یہاں بھی مکرر حضرت الشیخ مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کا ارشاد سنئے۔ فرماتے ہیں:

”پس سنو! کہ مستحب کو واجب جاننا بدعت اور جس دوام فعل خواص سے عوام کو یہ امر پیدا ہو وہ امر خواص کو اعلان دوام سے کرنا مکروہ ہوتا ہے۔ کیونکہ سبب مذموم کا مذموم ہے۔“ قال الحلبي في وجوه كراهة صلوة الرغائب: و منها: إن العامة يعتقدونها سنة، فيكون فلها سبباً للكذبهم عليه صلى الله عليه وسلم“۔ یعنی حلبی نے من جملہ وجوہ مکروہ ہونے صلوة رغائب کے یہ وجہ بھی بیان کی عوام اس کو سنت اعتقاد کرتے ہیں، پس اس کا کرنا رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کا سبب ہوگا۔“

پس ظاہر ہو گیا کہ فعل خواص کا جو عوام کی خرابی کا باعث ہو وہ مکروہ ہوتا ہے، مولف اس امر کو بعض علماء کی طرف نسبت کرتا ہے حالانکہ جملہ امت کا اتفاق اس پر ہے..... اور یہ قول مؤلف کا کہ عام علماء نے استنباب کو طبع کر دیا ہے، اس وجہ سے علت کراہت رفع ہو گئی۔ یہ قول کس قدر دُور از فہم ہے۔ کیونکہ صلوة رغائب کی کراہت اور بدعت ہونا علماء نے تحریر و تقریر سے تمام عالم میں اشتہار کیا، مگر اس پر بھی عوام جہلاء نے نہ چھوڑا۔ اور کس عالم نے کہا کہ اب اشتہار عدم سنیت اس کا ہو چکا اب خواص کو مکروہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ جب خواص زبان سے تو کہیں کہ مؤکد نہیں مگر عمل درآمد اس التزام سے کریں کہ ترک اس کا مثل سنت مؤکدہ کے زبوں جانیں تو عوام کو زبانی کہنا کیا نافع ہوگا؟ اور تحریر فتاویٰ اور طبع اس کا عوام کو کیا مفید ہے کہ نہ پڑھ سکیں اور نہ سمجھیں اور نہ ان کو ان امور کا خیال اور نہ تحقیق کا فکر کہ رسائل خرید کر پڑھیں۔ سو یہ اشتہار طبع کس قدر عذر غیر معقول المعنی ہے۔ تعیین سورۃ کا مسئلہ ہی دیکھو کہ باوصف شہرت کے اور تحریر کتب کے اب بھی علماء اس کو مکروہ ہی کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ پہلے اس کی تحقیق ہو چکی۔ [ص: ۲۳۶]

یہی اُصول پہلے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی تفسیر ”بیان القرآن“ سے لکھا جا چکا ہے کہ:

”اس حکم سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر اپنے کسی فعل مباح سے کسی کو گنجائش گناہ کرنے کی ملے تو یہ فعل خود اس کے حق میں مباح نہیں رہتا۔ مثلاً عالم کے کسی فعل سے کوئی جاہل سند لے کر خلاف شرع کام کرنے لگے تو اگر وہ فعل ضروری نہ ہوگا تو خود اس عالم کے لئے بھی منع ہو جائے گا۔“ [۱/۵۷]

حضرت قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد پہلے گزر چکا ہے کہ!

”اور اگر تسلیم کیا جاوے کہ آپ ﷺ کی محفل میلاد خالی ہے جملہ منکرات سے اور کوئی امر نامشروع

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (639)

اس میں نہیں تو دیگر مجالس تمام عالم کی تو سراسر منکر ہیں اور یہ فعل آپ کا ان کے لئے مؤید ہے، پس یہ فعل مندوب آپ کا جب مغوی خلق ہوا تو اس کے جواز کا کیسے حکم کیا جائے گا؟“ [مواعظ میلاد: ۳۴۳]

اس ارشاد گرامی کی تائید آیات و احادیث اور اصول فقہ سے ہو رہی ہے جیسا کہ اوپر کی معروضات سے واضح ہے۔ انہی اصول حنفیہ سے متنازعہ فیہا کو ممنوع قرار دیا جا رہا ہے۔ یہ اصول و قواعد لازمی اور ابدی ہیں۔ آیات و احادیث میں مؤید ہیں عارضی نہیں ہیں جیسا کہ لکھا گیا ہے کہ: ”تو اس امر سے سدّ اللباب عارضی طور پر بالکل ہی پرہیز کرایا گیا۔“ [مسلک و مشرب: ۳۰]

اب ان معمولات کو بغیر منکرات کے بھی مروج کرنا نہ صرف خواص کے لئے بلکہ ان کا عام رواج دینا جیسا کہ رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کا منشاء معلوم ہوتا ہے کیسے جائز ہوگا؟ اور یہ اکابر کا مسلک و مشرب کیسے کہلائے گا؟ غور فرمالیا جائے۔

کیا دیوبندی، بریلوی کے مابین حنفی شافعی جیسا اختلاف ہے؟

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی کا ایک سوال: ”یہ دیوبندی بریلوی اختلاف کی کیا حقیقت ہے؟“ کے جواب میں فرمانا کہ ”جیسے حنفی شافعی اھ (کا اختلاف) اور اس کی توضیح حضرت اقدس تھانوی قدس سرہ کے مضمون میں مفصل آچکی اے“ [ص: ۱۸]

آئندہ صفحات پر فتاویٰ محمودیہ کے بعض جوابات نقل کیے جاتے ہیں:

”محفل میلاد کے بارے میں حضرت اقدس تھانوی سرہ کی جو توضیح ص ۷۱ پر نقل کی گئی ہے کہ جو مسلک صوفیائے کرام نے اختیار فرمایا ہے میں اس کو بھی بے اصل نہیں جانتا، فقہائے مجتہدین سے حضرات شافعیہ کا بھی یہی مسلک نقل کیا ہے۔ علامہ شامیؒ نے مصافحہ بعد الصلوٰۃ کے مسئلہ میں شیخ محی الدین نوویؒ شافعی کا بھی مسلک نقل کیا ہے، اس لئے جو صوفیائے کرام محفل میلاد خالی از منکرات پر عامل ہیں ان پر بھی اعتراض اور بدگمانی نہیں کرنی چاہیے۔ [مسلک و مشرب: ۱۷]

مگر اس کے ساتھ ہی حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے یہ تصریح بھی فرمادی ہے:

”حضرت گنگوہیؒ اسی مسلک حنفی کے پابند تھے، اس لیے مروجہ محفل میلاد جو بہت سے منکرات و بدعات پر مشتمل ہو گئی ہے اس میں شرکت کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ کچھ زمانہ تک اس مسئلہ میں حضرت گنگوہیؒ سے بھی میرا اختلاف رہا، مگر بالآخر دلائل کی قوت اور دین کی حفاظت کے پیش نظر یہی مسلک احوط اسلم نظر آیا، اسی کو اختیار کر لیا۔“ [ایضاً]

حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے تو فقہاء شافعیہ کے مسلک کو دلائل کی قوت اور دین کی حفاظت کے خلاف قرار دیتے ہوئے مسلک حنفی کے اختیار فرمانے کا ذکر فرمایا ہے اور حنفی مسلک کو ترجیح دی ہے۔ مگر ”مسلک و مشرب“ میں اس کے خلاف تاثر دیا جا رہا ہے۔ تعجب کی بات ہے۔ اور مسلک حنفیہ کے اس قاعدہ کو ”بیان القرآن“ اور احادیث سے ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں۔ مدرسین حضرات کو معلوم ہے کہ تمام کتابیں حنفی شافعی اختلاف اور ان کے دلائل سے بھری پڑی ہیں، اس لیے دوسروں کے اختلاف کو بے اصل نہیں کہا جائے گا۔ مگر ترجیح اپنے ہی مسلک کو دی جائے گی اور عمل بھی اسی پر کیا جائے گا۔ شب و روز یہ مشغلہ مدارس عربیہ میں جاری ہے۔ پھر یہ کہ وہ لوگ اس اختلافی قاعدہ پر بناء رکھ کر ان امور کے عامل نہیں ہیں۔ وہ حنفی کہلا کر شافعیہ کے اس قاعدہ پر عمل کیوں کر رہے ہیں؟ جو لوگ ان کو ٹھیکہ حنفی قرار دے رہے ہیں وہ بھی اس پر غور کریں کہ کیا ٹھیکہ حنفی ایسے ہی ہوتے ہیں؟ دوسرے یہ کہ یہ ساری بحث محفل میلاد خالی از منکرات کی ہے، وہ لوگ تو منکرات کے باوجود اس پر عامل ہیں پھر حنفی شافعی کا اختلاف کیسے ہوا؟

اس طرح کے بعض مسائل میں جو اس طرح مجتہدین میں مختلف فیہ اصل پر مبنی ہوں، حنفی، شافعی جیسا اختلاف ہو سکتا ہے، مگر کلی طور پر دیوبندی بریلوی اختلاف کو حنفی شافعی جیسا اختلاف قرار دینا محل نظر ہے۔ مثلاً: علم غیب، استمداد، حاضر و ناظر وغیرہ عقائد میں اختلاف ہرگز ہرگز حنفی شافعی جیسا نہیں ہے۔ ایسے عقائد میں حنفی شافعی کا اجتہادی اختلاف ہے ہی نہیں۔ کسی کا یہ فرمانا کہ: ”دیوبندی بریلوی، حنفیہ شافعیہ جیسا اختلاف ہے۔“ غلط ہے۔ حنفیہ شافعیہ ایک دوسرے کی تکفیر کب کرتے ہیں؟

بدعت و سنت کا مسئلہ بھی اعتقادی ہے، اس میں بھی کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ اور بدعت اصطلاحی اور بدعت لغوی کا فرق بھی سب اکابر دیوبند کو ملحوظ ہے۔ اس فرق کو ملحوظ رکھ کر ہی یہ حضرات ان بدعات کو بدعت شرعی و اصطلاحی میں شمار کر کے حسب ارشاد نبوی ﷺ ”من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فہو رد۔“ جس نے ہمارے اس دین میں نئی بات پیدا کی جو دین نہ تھی پس وہ مردود ہے۔ مردود قرار دے چکے ہیں۔ اب کسی کے زور لگانے اور بدعت لغوی بنانے سے نہ وہ بدعت لغوی بنتی ہے نہ بدعت شرعی ہونے سے خارج ہوتی ہے۔ اور یہ بھی سب پر عیاں ہو چکا ہے کہ:

بدعت اصطلاحی اور بدعت لغوی کا فرق ملحوظ نہ رکھنا کس کی جہالت اور کس کا تجاہل ہے۔ [۷۲]
ان تمام امور کو شیخ الحدیث مولانا خلیل احمد سہانپوریؒ نے ”البراہین القاطعہ“ میں طے کر دیا ہے۔ اور ”اصلاح الرسوم“ وغیرہ میں بھی واضح کر دیا گیا ہے۔ اور وہ حضرات جو کچھ طے کر گئے اسی پر تمام جماعت دیوبند کا عمل رہا ہے۔ اب اس کے خلاف کسی کا عمل اکابر کا مسلک و مشرب نہیں بن سکتا۔

حضرت اقدس تھانویؒ نے تو صاف طور پر فرمایا ہے کہ دلائل کی قوت دین کی حفاظت کے پیش نظر یہی مسلک (یعنی حضرت گنگوہیؒ کا مسلک) احوط و اسلم نظر آیا، اسی کو اختیار کر لیا۔ مگر ”مسلک و مشرب“ میں لکھا جا رہا ہے کہ: شاید حضرت حاجی صاحبؒ کے ارشادات پر عمل کا اب یہی خصوصی وقت ہے۔ [۳۵]

کیا اب دلائل کی قوت اور دین کی حفاظت کے پیش نظر رکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہی؟ اب تو پہلے سے بھی زیادہ عوام کے دین کی حفاظت ضروری ہے کہ جہالت اور فساد عقائد زیادہ ہو گیا ہے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کے ارشادات پر عمل کرنے کے ہم سے زیادہ ان کے خلفائے کرام اور جانشینانِ حقدار تھے، مگر جب ان حضرات اکابرؒ نے دلائل کی قوت اور دین کی حفاظت کے پیش نظر ان ارشادات پر عمل نہیں کیا بلکہ اس کے ضمیمہ جات اور تشریحات لکھیں، یہ سب کچھ کیا، مگر خالی از مکررات کو بھی دستور العمل نہیں بنایا۔ تو آج بھی اس کو دستور العمل بنانے کی سعی لا حاصل ہی رہے گی اور اس کا کچھ نتیجہ سوائے اپنی جماعت میں افتراق و اختلاف کے کچھ ظاہر نہیں ہوگا۔

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحبؒ کی تحقیق:

اب ہم حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے ”فتاویٰ محمودیہ“ سے بعض دیوبندی بریلوی مختلف فیہ مسائل کے بارے میں حضرت مولانا کی تحقیق مختصر اُپیش کرتے ہیں۔ جن کے پیش کرنے کا وعدہ ہم نے پہلے کیا ہے۔

(۱)..... عقیدہ علم الغیب:

”زید کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کل غیب آنحضرت ﷺ کو عطا فرما دیا تھا۔ اور اب بھی آپ مخلوق کے ہر حال ظاہر و باطن خیر و شر سے بخوبی واقف ہیں۔ الخ۔ اور ہر ایک کی آواز خواہ وہ مشرق میں ہو یا مغرب میں خود سن لیتے ہیں پس زید کا یہ عقیدہ کیسا ہے؟ الخ

الجواب: یہ عقیدہ مشرکانہ ہے۔ جمیع جزئیات کا اللہ تعالیٰ کے سواء کسی کو علم نہیں..... لہذا ایسا عقیدہ رکھنے والے کو تجرید ایمان اور تجرید نکاح لازم ہے اور اس سے قبل اس کی امامت درست نہیں۔ [۶۷۵/۲۷]

(۲)..... ندائے اموات:

”بعض لوگ مصیبت و حاجت کے وقت انبیاء یا اولیاء کرام کو دور سے بطور استمداد پکارتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ سنتے ہیں۔ اس صورت سے کہنا جائز ہے یا نہیں.....؟ الخ

الجواب: حامداً و مصلیاً: یہ عقیدہ بھی ایمان کے خلاف ہے، جب ایسا عقیدہ حضور ﷺ کے

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (642)

متعلق رکھنا کفر ہے تو کسی اور نبی یا ولی کے متعلق کیسے درست ہوگا۔ یا رسول اللہ اس عقیدے سے کہنا کہ ہر جگہ سے حضور ﷺ اس آواز کو سنتے ہیں ناجائز ہے۔ اور اس عقیدے سے کہنا کہ ملائکہ آپ ﷺ کو اس کی اطلاع کرتے ہیں درست ہے۔ لیکن عوام کے عقائد میں ضرور اس سے فساد آتا ہے۔ لہذا اس سے بچنا چاہیے۔ اُبیہا النبی نماز میں پڑھنا شرع سے ثابت ہے، لہذا اس کو پڑھنا جائز ہے اور عقیدہ یہ رکھنا چاہیے کہ ملائکہ کے ذریعے درود و سلام آپ ﷺ تک پہنچتا ہے۔ فقط [فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۶/۵]

(۳)..... سوال: حضرت پیران پیر شاہ عبدالقادر جیلانی کی طرف منہ کر کے ہاتھ باندھنا اور چند قدم پیر صاحبؒ کی طرف چلنا اور اعتقاد رکھنا کہ پیر صاحب دیکھ رہے ہیں ایسے اعتقاد والے کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً: یہ عقیدہ کفر و شرک ہے: ”و یکفر بقولہ ارواح المشائخ حاضرة تعلم.“ مجمع، فقط [فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۷/۵]

کیا ان عقائد میں حنفی شافعی جیسا اختلاف ہے؟ پھر حضرت مفتی صاحب دیوبندی، بریلوی اختلاف کو مطلقاً حنفی شافعی جیسا اختلاف کیسے فرما سکتے ہیں؟ حضرت گنگوہیؒ نے ایسے ہی موقع کے لیے ارشاد فرمایا ہے۔ عوام علماء کو جو جرات ارتکاب بدعت کی ہوئی تو کلام اہل حق کے عدم فہم سے ہوئی۔

[تذکرۃ الرشید: ۱۳۵]

(۴)..... بدعت کی تعریف:

بدعت کے کیا معنی ہیں؟ بدعت حسنہ اور بدعت ضلالہ کی تعریف بحوالہ حدیث و دلائل چند مثالیں دے کر جوابات مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً: جس چیز پر شریعت نے ثواب نہ بتایا ہو اس کو ثواب سمجھ کر کرنا بدعت ہے، چاہے وہ چیز کوئی فعل ہو یا کسی فعل کی ہیئت ہو یا زمان، مکان یا عادت وغیرہ کی ایک قید کو مثلاً میت کو قبر میں رکھ کر اس پر عرق گلاب وغیرہ چھڑکنا، نماز جنازہ کے بعد مستقلاً اجتماعی حیثیت سے سب کو روک کر دعا کرنا، نماز کے بعد مصافحہ یا معافقہ کرنا، کھانا سامنے رکھ کر ثواب پہنچانے کے لیے مخصوص صورت یا آیتوں کی تعیین کرنا مثلاً میلاد شریف کے نام پر مخصوص تاریخ میں مجلس منعقد کرنا اس میں صلاۃ و سلام کے لیے قیام کرنا وغیرہ وغیرہ۔ حدیث میں ہے: ”من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فہو رد.“ الخ

[فتاویٰ محمودیہ: ۱۷۸/۱۲]

اب مؤلفین مسلک و مشرب چھانٹتے رہیں کہ حضرت مفتی صاحب نے جن بدعات کا فتویٰ میں

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (643)

ذکر فرمایا ہے ان میں کون سی بدعت لغوی ہے اور کون سی اصطلاحی ہے؟ اور حضرت موصوف نے کیا اس فرق سے جہالت یا تجاہل فرما کر سب کو حدیث: ”من أحدث الخ“ کے نیچے داخل کر کے کہیں فہو رد کا حکم تو نہیں لگا دیا ہے؟

کسی ایک آدھ عبارت یا واقعہ سے ہی مسلک و مشرب نہیں سمجھ لینا چاہئے، بلکہ اکابر کی تمام تحقیقات کو سامنے رکھ کر مجموعہ عبارات سے مسلک و مشرب کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس کے لئے بڑی وسعتِ علم و فہم و تفقہ کی ضرورت ہے۔

(۵)..... ایک سوال یہ تھا کہ:

شبِ برات کے روز ایک مباح چیز کو (یعنی حلوہ کو) علماء نے خواہ مخواہ ناجائز کر رکھا ہے تو اب امر در یافت طلب یہ ہے کہ شبِ برات کے روز حلوہ بنانا جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو پھر ایک امر جائز کی اشاعت کیوں نہ عام کر دی جائے، جس سے لوگوں کی غلط فہمی بھی دور ہو جائے اور ہم سب لوگ بھی جو اس کو گناہ سمجھتے ہیں اور ایک جائز امر کو آج تک ناجائز سمجھنے کی غلطی میں مبتلا ہیں اس کے گناہ پر مطلع ہو کر تائب ہو جائیں الخ؟

الجواب: حامداً و مصلیاً: جو چیز شرعاً ضروری نہ ہو اس کو ضروری سمجھنا اور امر مباح کے ساتھ

واجب یا سنت جیسا معاملہ کرنا درست نہیں، اس سے وہ مکروہ ہو جاتی ہے۔ کل مباح یؤدی الی زعم الجہال سنیتہ امر او وجوبہ فہو مکروہ کتعیین السورۃ الصلوۃ موقت۔ کذا فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ۔ بلکہ امر مستحب پر بھی اصرار کی اجازت نہیں۔ الاصرار علی المندوب یبلغہ الی حد الکراہۃ۔ [سباحیۃ الفکر]

ان تصریحات کی وجہ سے شبِ برات کے حلوہ کو منع کیا جاتا ہے جو صاحب اس کے منع کو خواہ مخواہ کہتے ہیں غالباً اُن کے ذہن میں مذکورہ تصریحات نہیں۔ ورنہ وہ خواہ مخواہ ایسی بات نہ کہتے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ..... العبد محمد وغفرلہ..... دارالعلوم دیوبند..... ۹۰-۸-۲۹ھ

الجواب صحیح..... بندہ نظام الدین عفی عنہ..... دارالعلوم دیوبند..... ۹۰-۱-۹ھ

[فتاویٰ محمودیہ: ۱۲/۱۸۰]

حضرت مفتی صاحب کے ان فتاویٰ کو غور سے دیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔ غور کے بعد معلوم ہوگا کہ حضرت مفتی صاحب بھی اپنے فتاویٰ میں انہی اصولوں کی پابندی کر رہے ہیں کہ جس امر مباح کے ساتھ سنت و واجب جیسا معاملہ کیا جائے گا وہ مکروہ ہو جاتا ہے اور عامل ہی کے نہیں جاہلوں کے زعم میں بھی

اگر امر مباح سنت یا وجوب کا سبب ہو جائے اگرچہ عامل خوش عقیدہ ہو تو اس کے حق میں بھی وہ امر مکروہ ہو جائے گا، اب ان خالی از منکرات امور سے زعم جہال میں ان کی سنیت یا وجوب کا عقیدہ پیدا ہو گا یا نہیں؟ بلکہ یہ عقیدہ پہلے ہی پیدا ہو چکا ہے، پھر ان کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے بلکہ مستحب پر بھی وہ اصرار کی اجازت نہیں دیتے۔

ہم یہی اصول فقہاء کرام اور اکابر علماء دیوبند سے نقل کرتے آرہے ہیں اور مسئلہ استمداد، نداء غائب اور ارواح کے حاضر ہونے کے عقیدہ کو کفر و شرک قرار دے رہے ہیں۔ ایسے فتاویٰ کی موجودگی میں وہ دیوبندی بریلوی اختلاف کلیۃ حنفی شافعی جیسا اختلاف کیسے قرار دے سکتے ہیں؟ ان کے ذہن میں بعض خاص اختلافات ہوں گے جو حنفی شافعی اصول پر مبنی ہوں، مگر ان میں بھی حضرت مفتی صاحب کا فتویٰ اصول حنفیہ کے موافق ہی ہے، جیسا کہ اوپر نقل کردہ فتاویٰ سے ظاہر ہے۔ وہ اصول حنفیہ کے خلاف عمل کرنے کی اجازت کیسے دے سکتے ہیں؟ وہ کہے دیوبندی اور حنفی مفتی ہیں۔ جب یہ اصول مسلم ہو گیا کہ ایسے امور مباح تا کد اور فساد عقیدہ عوام کی وجہ سے مکروہ ہو جاتے ہیں اور ایسے امر مکروہ کا خواص کو بھی ترک کرنا ضروری ہے اگرچہ بغیر منکرات کے ہی کیوں نہ ہو اور وہ خوش عقیدہ ہی کیوں نہ ہوں۔ اس کی وجہ اوپر کی ہماری گذارشات سے عیاں ہے اور کتاب و سنت اور فقہ سے مؤید اور مؤکد ہے۔ کیونکہ ایہام جاہل کی وجہ سے بھی ممانعت کی جایا کرتی ہے۔ کما مراراً۔ حضرت مفتی صاحب کے فتویٰ میں بھی اس کا ذکر ہے تو ان امور کی خالی از منکرات بھی اصول فقہیہ کی رو سے کیسے اجازت دی جاسکتی ہے۔

ایک واقعہ کی حقیقت:

رسالہ ”مسلک و مشرب“ ص: ۴۱ پر مولانا خیر محمد صاحب کا حضرت بہاء الدین زکریا کی خانقاہ میں تین سال عرس میں شرکت کا ذکر بھی کیا گیا ہے، اس کی اصل حقیقت تو ماہنامہ ”الخیبر“ [محرم الحرام ۱۴۱۶ھ] کے دیکھنے سے واضح ہے۔ مگر اتنی بات یقینی ہے کہ حضرت مولانا خیر محمدؒ نے اس پر عمل ترک کر دیا تھا۔ اب غور کر لیا جائے کہ مرجوع عنہ پر عمل کرنا چاہئے یا مرجوع الیہ پر، منسوخ پر عمل کیا جانا اور اس کو دلیل میں پیش کرنا کس طرح کا عمل ہے؟ اور یہ لکھنا ”پھر دورہ حدیث اور مدرسہ کی مشغولیت کی وجہ سے یہ شرکت اُن سے چھوٹ گئی۔“ [مسلک و مشرب: ۴۱] کتنی خلاف واقعہ بلکہ غیر معقول بات ہے۔ مدارس کے جلسوں اور اجتماعات میں یہ مشغولیت اگر مانع نہیں تھی اور حضرت اکثر مدارس کے اجتماعات میں سفر فرما کر شرکت فرمایا کرتے تھے تو ملتان کے عرس کی شرکت سے یہ مشغولیت کیسے مانع ہو سکتی تھی؟

قرین قیاس یہ ہے کہ حضرت نے التزام مالا یلتزم سے بچنے کے لئے اس شرکت کو کلیۃ ترک

فرمادیا ہوگا اور حضرت نے خود ایسے امور کا مشاہدہ بھی فرمالیا ہوگا کہ جن کی وجہ سے اکابر علمائے دیوبند نے شرکت اعراس سے منع فرمایا ہے۔ ورنہ حضرت کو اپنے مرشد اول حضرت حافظ صالح محمد صاحب، خلیفہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا واقعہ ضرور معلوم ہوگا کہ وہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے عرس کے موقع پر اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں نکودر ضلع جالندھر سے حاضر ہوئے تو حضرت گنگوہی نے اتنی بات پر بھی اظہار ناراضگی کیا کہ وہ اس عرس کے موقع پر گنگوہ اپنے مرشد کے پاس بھی کیوں آئے؟ عرس میں آنے والوں کے ساتھ اتنی شرکت بھی حضرت گنگوہی نے پسند نہیں فرمائی۔ عرس میں شرکت کی اجازت کا تو احتمال ہی کیا تھا؟ ”تذکرۃ الرشید“ میں اس کی تفصیل قابل ملاحظہ ہے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کا عرس حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتائی کے عرس سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھا، حضرت گنگوہی کے اس طرز عمل کو شاید ہمارے عزیز تو تشدد پر ہی محمول کریں کہ ان کے مصالحانہ طرز عمل سے یہ مختلف ہے اس کے قریب انہی ٹھسکہ کے بزرگ بہادر علی شاہ صاحب کا واقعہ ہے جن کا تذکرہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ ص ۳۰ پر درج ہے کہ حضرت گنگوہی کو جب یہ خبر ملی کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے ان کا اکرام فرمایا تو اس پر اظہار ناپسندیدگی فرمایا، اور حدیث میں جو وعید تو قیہ اہل بدعت پر آئی ہے ”من وقر صاحب بدعة فقد أعان علی هدم الإسلام“ اس کو ذکر فرمایا۔ حضرت نانوتوی نے اکرام غیر مسلم کے جواز سے استدلال فرمایا، مگر حضرت گنگوہی نے فرق بیان فرمادیا کہ غیر مسلم کے اکرام میں فتنہ کا احتمال نہیں، مگر اہل بدعت کے اکرام میں عام مسلمانوں کے فتنے کا قوی اندیشہ ہے۔

پھر اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ جن عوامی مفاسد اور غلو فساد عقائد کی وجہ سے ان رسومات کو ہمارے اکابر نے منع فرمایا تھا کیا اب ان میں کچھ اصلاح ہوئی ہے یا دن بدن ان میں مزید ترقی اور زیادتی ہوتی جا رہی ہے؟ جس پر خود ان کے بعض علماء بھی بعض موقع پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ مگر عوام پر ان کے کہنے کا بھی کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اس سے اکابر علماء حنفیہ کے اس قاعدہ کی ضرورت بھی واضح ہوتی ہے کہ جن نیک اعمال میں منکرات و بدعات شامل ہو جائیں سرے سے اُن اعمال ہی کو ترک کر دیا جائے۔ کیونکہ بغیر اصل عمل کے ترک کیے ہوئے اس کی اصلاح نہیں کی جاسکتی اور اس سے منکرات و بدعات کو خارج نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے اکابر کا اصل مسلک و مشرب اسی حنفیہ کے قاعدہ فقہیہ کے مطابق ہے۔

حضرت تھانوی کا یہ ارشاد: ”جو مسلک صوفیائے کرام نے اختیار فرمایا میں اس کو بھی بے اصل نہیں جانتا۔ فقہائے مجتہدین میں سے حضرات شافعیہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ حضرات شافعیہ کا مسلک یہ ہے کہ اس عمل مستحب کو ترک نہ کیا جائے۔ البتہ منکرات و بدعات کو اس سے خارج کیا جائے۔“

اپنی جگہ درست ہے کہ صوفیائے کرام کا مسلک بھی بے اصل نہیں، وہ شافعیہ کے مسلک پر مبنی ہے۔ اور جن مسائل میں اس اصولی اختلاف کی وجہ سے عمل میں اختلاف ہوگا اُس کو حنفی شافعی کے اختلاف سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ مسلک و مشرب کے ص ۱۸ پر کیا گیا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ تمام اختلافی مسائل میں یہ اصولی اختلاف کارآمد نہیں ہے، صرف بعض عملی فروغ میں یہ اصول کارآمد ہو سکتا ہے۔ بعض مسائل میں کسی مجتہد کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ متفق علیہ بدعات ہیں۔ خصوصاً اعتقادی مسائل: مسئلہ حاضر ناظر، علم غیب، مختار کُل، نداء غیر اللہ، استمداد، بشریت انبیاء وغیرہ میں کسی مجتہد کا اختلاف نہیں ہے۔ نہ ہی ان مسائل میں اختلاف کسی مجتہد کے اصول پر مبنی ہے۔ بلکہ ان اختلافی نظریات کو قرآن و سنت سے ثابت شدہ اجماعی مسائل کے برخلاف ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جیسا کہ ان کے علماء کی تحریرات سے واضح ہے کہ وہ اپنے ایسے اختلافی عقائد کے ثبوت کے بارے میں کسی مجتہد کا قول پیش نہیں کرتے، بلکہ براہ راست قرآن و سنت سے استدلال کرتے ہیں۔

پھر بھی یہ سوچنے کی بات ہے کہ حنفیہ شافعیہ کے اختلاف کا یہ فائدہ تو ہو سکتا ہے کہ جن مسائل میں یہ اختلاف کارآمد ہے اُس اختلاف کو بے اصل نہ کہا جائے جیسا کہ حضرت تھانویؒ نے فرمایا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ حنفیہ کے مسلک کے خلاف دعوت اور اس پر عمل کرنے کی بھی چھٹی دے دی جائے، اور اس کی تردید بھی ممنوع قرار دے دی جائے۔ سینکڑوں فروغی مسائل میں حنفیہ شافعیہ کا اختلاف ہے، علماء کرام ان کے پڑھتے پڑھاتے وقت اپنے مسلک کی ترجیح میں دلائل دیتے اور دوسرے مسلک کے دلائل کی تضعیف و تردید کرتے رہتے ہیں۔ تمام دینی مدارس میں علماء کرام کا یہ معمول بلائیں جاری ہے، اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہوتا اور نہ کوئی اپنے مسلک کے خلاف رات دن دلائل سن کر اور یہ سمجھ کر کہ شافعیہ کا مسلک بھی بے اصل نہیں ہے مسلک حنفیہ کو چھوڑتا اور شافعیہ کے مسلک کو اختیار کرتا ہے۔ بلکہ دلائل کی قوت کے پیش نظر مسلک حنفیہ کو ہی ترجیح دی جاتی ہے اور اسی کی کوشش رہتی ہے کہ اس مسلک کو قوت و ترجیح ثابت ہو۔ ان مسائل میں بھی حضرت تھانویؒ نے دلائل کی قوت اور دین کی حفاظت کے پیش نظر اسی مسلک کو اختیار فرمایا تھا۔

[مسلک و مشرب: ۱۷۱]

دینی مدارس کے اس طرز عمل کے علاوہ ”المہند“ جو اکابر علمائے دیوبند کی متفقہ دستاویز ہے، اس میں تصریح کر دی گئی ہے کہ ہم اور ہمارے مشائخ اور ہماری ساری جماعت بحمد اللہ فروعات میں مقلد ہیں۔

مقتدائے خلق حضرت امام ہمام ابو حنیفہ نعمان بن ثابتؒ کے۔ [ص: ۲۹]

جب ہمارے اکابر نے فروعات میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی تقلید کا التزام کر لیا ہے اور اس کا

اعلان متفقہ طور پر ”المہند“ رسالہ میں کر دیا ہے تو مسلک شافعیہ کے اتباع کا کیا جواز رہ گیا ہے؟ اور اس اختلاف کو حنفی شافعی جیسا اختلاف کی آڑ میں اس کی اہمیت کو گرانے کا کیا موقع ہے؟

حنفی شافعی جیسا اختلاف جس طرح دوسرے مسائل میں اپنے درجے کے مطابق اہمیت کا حامل ہے۔ اسی طرح ان مسائل میں اختلاف کی اہمیت اپنی جگہ قائم ہے۔ حنفی شافعی جیسا اختلاف کہنے سے نہ اس اختلاف کی اہمیت کم ہوتی ہے، نہ مٹ سکتا ہے، جیسا کہ حنفی شافعی دوسرے اختلافی مسائل کی یہی شان ہے کہ وہ آج تک بدستور قائم ہے۔

دیوبندی بریلوی کے مابین رفع نزاع کا فارمولا:

دیوبندی بریلوی اس اختلاف کو ختم کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ:

(۱)..... مسلک حنفیہ کے اصول مذکورہ کو (جس کو پہلے قرآن و سنت اور فقہ حنفی سے مدلل بیان کر دیا

گیا ہے) پیش نظر رکھ کر اس کے مطابق فریقین اپنے اختلاف کو طے کریں اور صدق دل سے اس پر عمل کریں۔ اپنے مزعومات کے لیے خروج عن المذہب کو بہانہ نہ بنایا جائے۔

(۲)..... قرآن و حدیث میں تاویلات باطلہ کر کے اپنے مختصرہ کے لیے سند جواز نہ گھڑی جائے

بلکہ جمہور اہل السنۃ والجماعت کی بیان کردہ تفسیر و تشریحات کو من و عن تسلیم و قبول کیا جائے

(۳)..... مسلمہ اکابر دین کے اقوال و افعال میں اگر کوئی چیز ظاہری طور پر جمہور اہل سنت کے

مسلمات کے خلاف نظر آئے تو حسن ظن سے کام لیں۔ اُن میں تاویل حسن کی جائے اور اس کو مسلمات کے موافق بنایا جائے۔ نہ یہ کہ ان کو معیار بنا کر ان کے موافق عقیدہ یا عمل رکھا جائے۔

حضرت نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت کے وقت ہمارے اکابر نے اسی طریقہ کو اختیار

کیا ہے کہ جس کو امام ابوحنیفہؒ نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے: ”سنت یہ ہے کہ جب تم قبر شریف پر حاضر ہو تو

قبر مطہر کی طرف منہ کر کے اس طرح کہو: آپ پر سلام نازل ہوا ہے نبی کریم ﷺ اور اللہ کی رحمت و برکت

نازل ہو“ جیسا کہ علامہ قارئ، علامہ ابن ہام سے اس کو نقل کیا ہے۔ یہی ہمارے نزدیک معتبر ہے اور اس پر

ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عمل ہے۔ اور یہی حکم دعا مانگنے کا ہے جیسا کہ امام مالکؒ سے مروی ہے۔ جبکہ ان

کے کسی خلیفہ نے ان سے دریافت کیا تھا اور اس کی تصریح مولانا گنگوہیؒ نے اپنے رسالہ ”زبدۃ المناسک“

میں کر چکے ہیں۔ [المہند: ۴۱]

رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ میں جو واقعات اعراس وغیرہ میں شرکت کے جمع کر دیئے گئے

ہیں اور ان کے جو فوائد بتلائے گئے ہیں ان سب پر ہمارے اکابر پہلے گفتگو کر چکے ہیں، یہ نئی باتیں نہیں

ہیں۔ اباحتِ اصلیہ کی صورت میں بھی ان میں شرکت نقصان دہ ہی ثابت ہوئی ہے۔ ان کے فوائد کو فقہ حنفیہ کے اصول پر بالکل نظر انداز کر دیا جانا ضروری ہے۔ ہمارے اکابر نے ہمیشہ ان کو نظر انداز ہی کیا ہے۔ اگر گاہ بگاہ کوئی واقعہ شرکت کا پیش بھی آیا ہو وہ انفرادی عمل قابل تاویل ہوگا۔ مسلک و مشرب قرار دینا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ یہ مسلک و مشرب کو نہ سمجھنے کی وجہ سے کہا جا رہا ہے۔ کسی کے وقتی عارضی عمل سے کیا جماعتی مسلک و مشرب تشکیل پاتا ہے؟ جبکہ اس کے خلاف ان کے اکابر کی تحقیقات شائع شدہ موجود ہیں۔ ایسے ہی موقع پر فرمایا گیا ہے کہ: ”عمل مشائخ حجت نہ باشد“

اور ان کے جو فوائد آج گنوائے جا رہے ہیں مولانا عبدالسمیع صاحب رامپوری ”انوارِ ساطعہ“ میں بہت پہلے ان کو نہ صرف گنوا چکے ہیں بلکہ بزمِ خود ان کو قرآن و سنت اور علماء کرام کے عمل سے مدلل طریقہ پر پیش کر چکے ہیں۔ جس کے جواب میں شیخ الحدیث حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے ”البراہین القاطعہ“ تحریر فرمائی اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے اس کو حرفاً حرفاً مطالعہ کے بعد اس کی پرزور الفاظ میں تصدیق فرمائی۔ اس کے خلاف ہم کسی کے عمل کو نہ تو معیار کا درجہ دیتے ہیں اور نہ ہی اس کو مسلک و مشرب قرار دے سکتے ہیں۔ اگر وہ شخصیت مسلمہ ہو تو اس کے عمل میں تاویل کر کے ان اکابر کے مسلک کے موافق قرار دیں گے۔ بشرطیکہ ان کی طرف اس عمل کی نسبت صحیح ہو ورنہ رد کر دیا جائے۔ کیا ”انوارِ ساطعہ“ میں پہلے بزرگوں کے عمل کو اپنی بدعات کے ثبوت میں پیش نہیں کیا گیا تھا اور حضرت گنگوہیؒ کے سامنے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی کا عمل نہیں تھا؟ جب اس وقت حضرت موصوف کے عمل کو ان اکابر نے قبول نہیں کیا تو اب کس کا عمل قابل قبول و حجت ہو سکتا ہے۔

ہمارے حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے ایسے ہی فوائد اس عمل میلاد میں حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں تحریر کیے تھے جواب ”مسلک و مشرب“ میں لکھے گئے ہیں: ”کہ پاکستان اور بیرون پاکستان سینکڑوں اس طرح کی مجالس سے فوائد و برکات محسوس ہو رہے ہیں لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح ہو رہی ہے، عشقِ الہی اور عشقِ نبوی ﷺ کی شمع قلوب میں روشن ہو رہی ہے۔“ الخ

تو حضرت گنگوہیؒ نے صاف طور پر ارشاد فرما دیا تھا: ”داعی عوام کو سماع ذکر کی طرف ہونا اس وقت تک جائز ہے کہ کوئی منع شرعی اس کے ساتھ لاحق نہ ہو..... یہ جواب آپ کی تقریر کا ہے کہ سماع ذکر و ولادت بہیبت کذاً نہ کو آپ موجب از دیاد محبت تصور کر رہے ہیں اور بذریعہ غیر مشروع کے تحصیل محبت کی اجازت دیتے ہیں ورنہ فی الحقیقت جو امر خیر کہ بذریعہ نامشروع حاصل ہو، وہ خود ناجائز ہے..... اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ آپ کی محفل میلاد خالی ہے جبکہ منکرات سے اور کوئی امر نامشروع اس میں نہیں ہے تو دیگر مجالس تمام

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (649)

عالم کی سراسر منکرات ہیں اور یہ فعل آپ کا ان کے مؤید ہے۔ پس یہ فعل مندوب آپ کا جب مغوی خلق ہو تو اس کے جواز کا کیسے حکم کیا جاوے گا۔“ [تذکرۃ الرشید]

اگر کسی کو ان بدعات پر عمل کرنے کا شوق ہے اور ان پر عمل کرنے سے ان کی شہرت اور مقبولیت میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ ہر دل عزیز بننے کے خواہش مند ہیں۔ اور اس کو وہ حب جاہ کے بھی خلاف نہیں سمجھتے تو وہ اپنے خیال پر عمل کریں۔ لیکن اکابر علماء دیوبند کی طرف ان اعمال کی نسبت نہ کریں۔

مروجہ عرفی میلاد اور عرس کا انعقاد حضرت شیخ الحدیثؒ کے یہاں سہارنپور یا مدینہ منورہ میں کبھی نہیں ہوا۔ بلکہ حضرت شیخ کے ملفوظات میں صاف طور پر واضح کر دیا ہے: ”کہ ہمارے اکابر کے لیے ضروری ہو گیا کہ عقائد کی خرابی اور اعمال میں فسق و فجور کو روکنے کے لیے انعقاد عرس بالکل روک دیا جائے۔ اس لیے کہ اس کو ان عناصر سے پاک کرنا تھا۔“ [مسلک و مشرب: ۷۰] اب عقائد کی خرابی اور اعمال میں فسق و فجور بلکہ ان کا تا کد علماء عملاً اور بھی زیادہ ہو گیا ہے اس لیے پہلے سے بھی زیادہ انعقاد عرس کو بالکل روکنے کی ضرورت ہے صرف اسی عرس کو نہیں جس میں یہ خرابی ہو بلکہ ہر طرح کے عرس کے انعقاد کو بالکل روکنے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ کی اوپر کی عبارت سے معلوم ہو رہا ہے اسی طرح حضرت شیخ کی ”مبارک مجالس“ کو بدعی مجالس کے جواز کے لیے پیش کرنے کے لیے کیا جواز باقی رہ جاتا ہے؟

حرف آخر:

خلاصہ معروضات و احقر یہ ہے کہ اس رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ میں جن امور متنازعہ فیہا کے کرنے کی ترغیب دی گئی ہے وہ اصول حنفیہ اور اکابر علمائے دیوبند کے مسلک و مشرب کے خلاف ہے۔ اس لیے ان امور سے بغیر منکرات کے بھی کلیۃً اجتناب کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اب تو یہ امور مبتدعین کا شعار بھی بن چکے ہیں۔ تشبہ بالمبتدعین کی وجہ سے بھی ان سے پرہیز ضروری ہے۔

اب رہا یہ کہ: ”ان امور سے فوائد و برکات محسوس ہو رہے ہیں۔ الخ..... ان سے محبت رسول ﷺ قلوب میں روشن ہو رہی ہے۔“ احقر کے ناقص خیال میں یہ مغالطہ ہے۔ کیونکہ سنت کے خلاف عمل سے بھی کبھی قلوب میں محبت رسول ﷺ کی شمع روشن نہیں ہو سکتی۔ محبت رسول ﷺ کے لیے وعظ کی مجالس اور بزرگان دین کے یہاں جو معمولات کی مجالس ہوتی ہیں ان میں آنحضرت ﷺ کے حالات طیبات اور سیرت مطہرہ کا ذکر حسب معمول کافی ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے: مواضع الظہور، النور، السرور، الحضور وغیرہ پڑھے اور سنے جائیں جن میں آنحضرت ﷺ کے محاسن اور کمالات کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ دعویٰ عشق کرنے والوں کے بڑوں کے خواب میں بھی نہیں آئے ہوں گے۔ جن محافل میلاد اور اعراس وغیرہ کو ہمارے

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (650)

اکابر نے مجموعی طور پر ترک کر دیا تھا اور ان سے عوام کو کلی طور پر پرہیز کروایا ہوا ہے، ان کو اکابر کا مسلک و مشرب قرار دے کر نیا فتنہ قائم کرنا کسی طرح بھی اہل السنّت والجماعت اور دیوبندیت کی خدمت قرار نہیں دیا جاسکتا۔ بلکہ یہ بریلویت کی تائید اور دیوبندیت میں افتراق و انتشار کی ایک نادانستہ کوشش قرار دی جائے گی۔

فقط، واللہ أعلم بالصواب، وإلیہ المرجع والمآب فی کل باب، وهو حسی ونعم الوکیل۔
کتبہ الأحقر السید المدعو بعبد الشکور الترمذی عفی عنہ ذنبہ الجلی والخبی المبتلی
بافتوی فی الجامعة الحقانیہ بساہیوال من مضافات سر جودھا

۱۶ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۶ھ

(مطبوعہ بصورت رسالہ۔ ناشر: جامعہ خالد بن ولید، ٹھنکی کالونی، وہاڑی)

امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کی تلامذہ اور مریدین کو نصیحت

عزیزان گرامی قدر!

میں کسی بھی مسئلہ میں اپنی کوئی رائے نہیں رکھتا۔ بلکہ قرآن و سنت اور فقہ و تاریخ کے تمام افکار و مسائل میں اکابرین علماء دیوبند کی اجماعی تحقیق پر اعتماد کرتا ہوں اور ان کی تمام اجماعی تعلیمات کو حق جانتے ہوئے ان پر عمل پیرا ہونے کو اپنے لیے ہدایت اور نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ لہذا میں اپنے تمام تلامذہ، مریدین اور متعلقین کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اکابر علماء دیوبند کے مسلک پر سختی کے ساتھ عمل پیرا رہیں۔ اور ان کے دامن کو کسی صورت چھوڑنے نہ پائیں۔ جو اکابر علماء دیوبند کے اجماعی مسلک کو قرآن و سنت کے مطابق سمجھتے ہوئے اس پر پوری طرح قائم رہے وہ میرے متعلقین میں شامل ہے۔ اور جس کا اکابر کی اجماعی تحقیق پر اعتماد نہ ہو میرا اُس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

نوٹ: عقیدہ حیات النبی کے بارہ میں اکابر علماء دیوبند کے مسلک جو ”المہند علی المفند“ کے اندر مذکور ہے، اس کی روشنی میں میرا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں ارواح مبارکہ کے تعلق کے ساتھ زندہ ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں۔ اور عند القبر پڑھا جانے والا صلوة و سلام سنتے ہیں۔ ہمارے حضرت رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ جس کا یہ عقیدہ ہے وہی دیوبندی ہے۔ اور میرے متعلقین میں شامل ہے۔ اور جس کا یہ عقیدہ نہ ہو اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

تحفظ ناموس رسالت اور عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی کے لیے میرے تمام شاگرد، مریدین و متعلقین ”عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت“ کے ساتھ ہر قسم کا بھرپور تعاون فرمائیں کہ یہ جماعت ہمارے بزرگوں کی قائم کردہ ہے۔ میری سب کو یہ نصیحت اور حکم ہے۔..... ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر.....

کتاب ”رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب پر تحقیقی نظر“..... پر مختصر تبصرہ

زیر نظر مضمون حضرت اقدس رحمہ اللہ نے حضرت مولانا مفتی عبدالککڑ صاحب ترمذی رحمہ اللہ کے کتابچہ ”رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب پر تحقیقی نظر“ میں بطور ”پیش لفظ“ تحریر فرمایا تھا۔ جو عمومی افادہ کے لیے ماہنامہ حق چار یار [مارچ ۱۹۹۷ء / شوال، ذیقعدہ ۱۴۱۷ھ] میں شائع کیا گیا۔ بعد ازاں یہ کتابچہ مولانا ظفر احمد قاسم صاحب مدظلہ [مدیر: جامعہ خالد بن ولید کالج کالونی وھاڑی] نے شائع کی۔

زیر تبصرہ کتاب ”رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب پر تحقیقی نظر“ حضرت مولانا مفتی عبدالککڑ صاحب ترمذی زید مجدہم (مہتمم: جامعہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا) کی تالیف لطیف ہے جو مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی خطیب جامع مسجد صدیق اکبر چوہڑ (راولپنڈی) کے رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ مولانا عزیز الرحمن صاحب موصوف شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی کے متوسلین میں سے ہیں۔ حضرت شیخ قدس سرہ کے بعد انہوں نے جناب صوفی محمد اقبال صاحب مقیم مدینہ منورہ کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی ہے۔

(۱)..... مولانا عزیز الرحمن صاحب کے رسالہ کا اصل موضوع دیوبندی بریلیوی اتحاد ہے چنانچہ لکھتے ہیں: ”انگریز کے خلاف جنگ آزادی کے بعد اہل السنّت والجماعت میں دو گروہ بن گئے، جو حقیقت میں اصول و فروع کے اعتبار سے ایک ہی تھے۔ اگرچہ آپس میں مزاج اور مشرب میں معمولی فرق تھا“۔ الخ

[مسلک و مشرب ایڈیشن سوم: ۲۸]

(۲)..... مولانا عبدالحفیظ صاحب کی ”رسالہ مسلک و مشرب“ کے مقدمہ میں مولانا عزیز الرحمن

صاحب کے مؤلفہ رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کی تالیف کی ضرورت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ”اہل السنّت والجماعت کے دونوں عظیم گروہوں کے اہل علم و اہل دانش و اہل دین سے گویا یہ گزارش کی ہے کہ اگر باطل و کفریہ طاقتیں باوجود اپنے وسیع اختلافات کے، اسلام و مسلمانوں کے خلاف اکٹھی ہو سکتی ہیں تو ہم دونوں اہل السنّت والجماعت کے عظیم گروہ اپنے چند اختلافات کو نظر انداز کر کے دین کی سربلندی اور اس کے تحفظ و تقویت کے لئے اکٹھے کیوں نہیں ہو سکتے؟ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ جن چند امور میں ہمارے درمیان اختلافات ہیں ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے علماء کے بتائے ہوئے طریقہ پر

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (652)

عمل کرتا رہے۔ مگر بقیہ دین کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں متفقہ امور میں ہم دین حنیف کی سر بلندی اور اسلام و مسلمانوں کی عظمت و شوکت کے لئے مشرب کہ جدوجہد و کوشش وسیع کر کے کفر کی پالیسیوں اور فرق باطلہ کے عزائم کو خاک میں ملا دیں۔ حضرت مولانا عزیز الرحمان صاحب نے یہ ایک مخلصانہ نداء لگائی ہے اور درد مند اپیل کی ہے“ [ص: ۱۰]

۳..... ان حضرات نے امام الاولیاء حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی قدس سرہ کے رسالہ ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کو دیوبندی بریلوی اتحاد کی بنیاد بنایا ہے۔

چنانچہ مولانا عزیز الرحمان صاحب لکھتے ہی:

”خانقاہوں میں سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کے سلسلہ چشتیہ امدادیہ کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر عروج بخشا۔ اہل سنت والجماعت کے دو بڑے گروہ جو مختلف طبقہ فکر کے لحاظ سے دیوبندی اور بریلوی کے نام سے مشہور ہو گئے تھے دونوں ہی کے بڑے بڑے علماء حضرت حاجی صاحب سے بیعت تھے۔“ الخ (ص ۲۹)

اسی سلسلہ میں وہ ”مقام غور“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

”اب فریقین ٹھنڈے دل سے غور فرماویں کہ جب حاجی صاحب کے معمولات میں میلاد شریف فاتحہ خوانی وغیرہ تھے اور بعض دیگر اعتقادی مختلف فیہ مسائل کو حضرت حاجی صاحب شرک و بدعت نہیں فرماتے تھے جس کی تفصیل ان کے رسالہ ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ میں موجود ہے۔ غور فرمائیں کہ اگر کوئی شخص حضرت حاجی صاحب کے مذکورہ بالا معمولات اور رائے کو اصلاً شرک اور بدعت مانتا ہو تو وہ حضرت حاجی صاحب کو اپنا پیرو مرشد کیسے مان سکتا ہے؟“ (ص ۳۰)

اس سے معلوم ہوا کہ مولانا عزیز الرحمان صاحب حضرت حاجی صاحب کے معمولات کے پیش نظر محفل میلاد وغیرہ کو نہ صرف جائز بلکہ اس کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ کیونکہ جب حضرت حاجی صاحب ایسا کرتے تھے تو ان کے مریدین و متوسلین ایسا کیوں نہ کریں؟ اور یہی ہے رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کی اشاعت کا مقصد اور اسی مقصد سے دیوبندی حلقہ کو روشناس کرانے کے لئے حضرت شیخ الحدیث کے خلیفہ مجاز مولانا عبدالحفیظ صاحب کی نے اس رسالہ کا مقصد لکھا ہے۔ لیکن مولانا عزیز الرحمان صاحب وغیرہ کا بیان کردہ ”مسلک و مشرب“ چونکہ حضرات اکابر دیوبند کے اصلی مسلک و مشرب کے خلاف ہے اس لئے حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی زید فاضلہم نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور محکم دلائل و براہین سے تحقیقی انداز میں اس کا رد فرمایا ہے اور آپ نے متعدد عنوانات قائم کر کے ہر مسئلہ کا سالہ و ماعلیہ بیان فرما دیا ہے۔ جزاھم اللہ خیر العزاء۔

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (653)

ماشاء اللہ حضرت مفتی صاحب موصوف ایک راسخ العقیدہ سنی حنفی دیوبندی عالم ہیں۔ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے سلسلہ طریقت میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان کے خلیفہ مجاز بھی ہیں۔ دیوبندی مسلک پر مضبوطی سے قائم ہیں اور پوری ہمت و استقامت سے مسلک حق کا دفاع کر رہے ہیں۔ مفتی صاحب متعدد علمی و اصلاحی کتابوں کے مصنف ہیں۔ مثلاً:

- (۱) ہدایت النحیر ان فی جواہر القرآن۔
- (۲) حیات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام۔
- (۳) خلاصۃ المہند۔
- (۴) مودودی صاحب کے نظریات پر تحقیقی نظر۔
- (۵) اصلاح مفاہیم پر ایک تحقیقی نظر۔
- (۶) اتحاد ملت کا چارٹ کاتی فارمولا۔
- (۷) تذکرہ حضرت مدنی۔
- (۸) احکام القرآن عربی مشتمل بر ۲۰۰۰ صفحات وغیرہ وغیرہ۔

مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی کا یہ رسالہ اصل موضوع میں ماشاء اللہ کافی و شافی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول و نافع فرمائیں آمین۔ فقط۔

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

یکم ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ..... ۱۷ اگست ۱۹۹۶ء

☆.....☆.....☆.....☆

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یار، مارچ ۱۹۹۷ء)

(رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب پر تحقیقی نظر، ناشر: جامعہ خالد بن ولید، ٹھٹکی۔ دہاڑی)

رسالہ..... ”اکابر کا مسلک و مشرب“ (طبع سوم)..... پر چشم کشا تبصرہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ أما بعد!

جناب مولانا عزیز الرحمان صاحب ہزاروی نے چند سال قبل ایک رسالہ بنام ”اکابر کا مسلک و مشرب“ تحریر فرمایا تھا۔ اب اس کا تیسرا ایڈیشن مولانا عبدالحفیظ صاحب کی کے مقدمہ اور مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب کے حاشیہ کے ساتھ چھپا ہے۔ اس رسالہ کا مقصد مؤلف کے الفاظ میں یہ ہے:

”اس زمانے میں المیہ یہ ہے کہ اہل السنّت والجماعت کے دو گروہ جن میں فی الحقیقت اصلاً کوئی بنیادی اختلاف نہیں مگر انگریز کی پرانی سازش اور طرفین میں سے بعض کے غلو کی بنا پر آپس میں اتنا بُعد ہو گیا کہ ایک ہی جماعت اہل السنّت والجماعت کا اختلاف رائے و فرقوں میں تبدیل ہو گیا۔ اس وقت ضرورت اس چیز کی ہے کہ فرقہ ناجیہ اہلسنّت والجماعت (دیوبندی اور بریلوی) متحد ہو کر یہود و نصاریٰ اور قادیانیت و رافضیت خارجیت و مودودیت اور الحاد و بے دینی کا ملکر یکجان ہو کر مقابلہ کریں۔“ [ص: ۷۳]

دیوبندی بریلویوں کی نظر میں:

معلوم ہوا کہ آپ دیوبندی بریلوی اتحاد کے داعی ہیں۔ مولانا صاحب بریلوی حضرات کو بار بار اہلسنّت والجماعت لکھتے ہیں مگر ان سے بھی پوچھ لیتے کہ وہ بھی آپ کو اہل السنّت والجماعت ماننے کو تیار ہیں، خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

”ایسے ہی وہابی، قادیانی، دیوبندی، نیچری، پکڑالوی جملہ مرتدین ہیں کہ ان کے مرد یا عورت کا تمام جہان میں جس سے نکاح ہوگا مسلم ہو یا کافر اصلی یا مرتد، انسان ہو یا حیوان محض باطل اور زنا و خالص ہوگا اور اولاد ولد الزنا۔“ [ملفوظات]

اہل السنّت والجماعت و بریلوی اختلاف کی حدود:

مولانا جب اتحاد کا پیغام لے کر اٹھے ہیں تو ان کو پہلے اختلاف کا اندازہ لگانا چاہیے تھا۔ اس عاجز کے خیال میں مولانا کو پہلی غلطی اسی اندازہ میں لگی ہے۔ مولانا نے صرف اس اختلاف کا ذکر کیا ہے جو مولانا عبدالمسیح رامپوری اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ میں تھا کہ مولانا عبدالمسیح صاحب رامپوری نے ”انوار ساطعہ“ نامی ایک رسالہ لکھا، جس میں مروجہ محفل مولود اور فاتحہ مرسومہ کا جواز ثابت کیا۔ حضرت مولانا خلیل احمد

صاحبؒ نے اس کتاب کو متن بنا کر اس کا جواب تحریر فرمایا۔ اس کا نام رکھا ”براہین قاطعہ الملقب بالدلائل الواضحة على كراهة المروج من المولود والفاخرة على ظلام الأنوار الساطعة“ اس پر قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے تصدیقی تائید لکھی۔ اس کتاب نے علمی طور پر بدعات کو ایسا دفن کیا کہ راپوری صاحبان آج تک اس کا جواب نہ لکھ سکے۔ اہل بدعت جب اس طرف سے لا جواب ہو گئے تو خان صاحب بریلوی میدان میں اترے اور انہوں نے تکفیر کی مہم کا آغاز فرمایا اور اس کو انتہا تک پہنچا دیا۔

تکفیری مہم:

متحدہ ہندوستان میں انگریز نے مرزا قادیانی کو نبوت عطا فرمائی۔ اہل اسلام نے اس کے خلاف فتویٰ کفر دیا اور علمائے حرین شریفین سے بھی اس کے عقائد پر فتویٰ کفر حاصل کیا۔ چنانچہ قادیانی کے کفر کا حرین شریفین میں بھی خوب چرچا ہو گیا۔ خان صاحب بریلوی نے جھٹ ایک استفتاء تیار کیا جس سے پہلے قادیانی اور اس کے کفریات کا ذکر کیا اور پھر علمائے دیوبند کو بھی قادیانی ظاہر کر کے ان کی طرف ایسے ایسے کفریہ عقائد منسوب کئے جن کی ان کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی۔ علمائے حرین شریفین اردو نہ جانتے تھے۔ خان صاحب نے ان کے سامنے ظاہر کیا کہ یہ لوگ ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو معاذ اللہ جھوٹا کہتے ہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

لطیفہ:

کہتے ہیں ایک مرتبہ لکھنؤ میں ایک بہت بڑے مشاعرے کا اہتمام ہوا۔ موضوع سخن سیدنا حسینؑ تھے۔ ملک بھر سے بڑے بڑے شعراء کا نام چھپا۔ مقامی نعت خوانوں نے میٹنگ کی کہ اگر ایسے بڑے شعراء جلسوں میں آنے لگے تو ہماری روزی بند ہو جائے گی، ہمیں کوئی بھی نہ پوچھے گا، اس لئے اپنی روزی برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان شاعروں کو چلنے ہی نہ دو ”خوب بدنام کرو“ ایک نے کہا کہ میں جس جگہ شور مچا دوں تم سب شور مچا دینا، بات سمجھ آئے یا نہ آئے، چنانچہ یہ سب مشاعرہ میں پہنچے اور اپنے اپنے مورچے سنبھال کر بیٹھ گئے۔ ایک بہت بڑے شاعر نے مشاعرہ کا آغاز کیا اور سب سے پہلے یہ مصرع پڑھا:

کان نبی کا گوہر یکتا حسین ہے

اس نے بڑی لے سے دو تین مرتبہ یہی مصرع دہرایا تو شور مچ گیا یہ کافر کافر ہے، پکڑو مارو، ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ”کانا“ کہتا ہے۔ وہ شاعر گھبرایا اس نے مصرع بدل دیا:

بحر نبی کا گوہر یکتا حسین ہے

بس پھر کیا تھا وہ لوگ شور مچاتے ہوئے سیڑج پر چڑھ گئے کہ اس کافر نے پہلے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ”کانا“ اور اب ”بہرا“ بھی کہہ دیا۔ اب دیکھئے جو مطلب ان دو مصرعوں کا ان مخالفین نے بیان کیا اس بیچارے شاعر کے فرشتوں کو بھی اس غلط مطلب کا علم نہ تھا۔ بالکل یہی کچھ خان صاحب نے علمائے اہل السنّت والجماعت علمائے دیوبند کے ساتھ کیا اور جھوٹ بول کر یہ فتویٰ لے آیا کہ یہ کافر ہیں جو ان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔

علمائے حق کی کرامت:

مشہور ہے کہ ”کردنی خویش آمدنی پیش۔ چاہ کن راجہ در پیش“ خان صاحب علمائے حق کے خلاف جو فتویٰ لائے تھے وہ خود ہی اس فتویٰ کے نیچے ایسے دبے کہ آج تک کوئی ان کو نکال نہیں سکا۔ خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱)..... خان صاحب نے علمائے حریمین شریفین کو بتایا کہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے۔ انہوں نے جواب لکھا کہ ختم نبوت کا منکر کافر ہے۔ جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اب یہ فتویٰ خان صاحب پر کیسے لوٹا۔ خان صاحب ”الکوکبة الشہابیہ“ میں لکھتے ہیں کہ ”اسماعیل دہلوی اپنے پیر کو صاحب شریعت نبی مانتا ہے۔“ یعنی ختم نبوت کا منکر ہے اور پھر ”تمہید ایمان“ میں لکھا کہ: ”میں اسماعیل دہلوی کو کافر نہیں کہتا۔“ تو ختم نبوت کے منکر کو کافر نہ کہنے کی وجہ سے ”حسام الحرمین“ کے فتویٰ کی رو سے کافر قرار پائے۔ یہ فتویٰ اُن کے اپنے ہی کام آ گیا اور سب لوگوں نے تائید کر دی کہ: ”حق بحق دار رسید۔“

(۲)..... خان صاحب نے علمائے حریمین کو بتایا کہ علمائے دیوبند حضرت گنگوہیؒ خدا کی توہین کرتے ہیں اور اس کو جھوٹا کہتے ہیں۔ علمائے حریمین نے جواب دیا کہ خدا کی توہین کرنے والا کافر ہے جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اب یہ فتویٰ خان صاحب پر کیسے پلٹا۔ خان صاحب نے شاہ شہیدؒ پر الزام لگایا کہ: ”اس کا عقیدہ ہے کہ خدا قائل بھی ہے اور مفعول بھی۔ اس کے ساتھ مردوں والی علامت بھی ہے عورتوں والی بھی۔“ [فتاویٰ رضویہ] پھر ”تمہید ایمان“ میں لکھا کہ: ”میں اسماعیل دہلوی کو کافر نہیں کہتا۔“ تو اسی فتویٰ کے مطابق خدا تعالیٰ کی توہین کرنے والے کو کافر نہ کہنے کی وجہ سے وہ فتویٰ خان صاحب پر لاگو ہو گیا اور سب نے کہا: ”عطائے توبلقتائے تو۔“

(۳)..... خان صاحب نے علمائے حریمین شریفین کے پاس حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ پر الزام لگایا کہ یہ معاذ اللہ توہین رسالت کے مرتکب ہیں۔ علمائے حریمین شریفین نے فتویٰ دیا کہ توہین رسالت کا مرتکب کافر ہے جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ یہ فتویٰ

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (657)

بھی لوٹ کر خان صاحب پر چلا گیا۔ کیونکہ خان صاحب نے ”الکو کبة النہابیة“ میں شاہ شہیدؒ پر الزام لگایا کہ: ”معاذ اللہ اس نے ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو چوہڑا چما رکھا اور ایسی صریح گالیاں دیں کہ کسی پادری اور پنڈت نے بھی ایسی گندی گالیاں ہمارے نبی پاک ﷺ کو نہیں دیں۔“ لیکن اس کے بعد ”تمہید ایمان“ میں لکھتا ہے کہ: ”میں اسماعیل دہلوی کو کا فر نہیں کہتا کیونکہ ہمیں اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع کیا گیا ہے۔“ تو توہین رسالت کے مرتکب کو کا فر نہ کہنے کی وجہ سے خان صاحب اسی فتویٰ کفر میں دب گئے۔

یہ ہے اہل حق علماء کی زندہ کرامت۔ مولانا عزیز الرحمن صاحب نے اس اختلاف کا ذکر ہی نہیں فرمایا۔ مولانا! ہے یہی وہ اختلاف جس کے بارہ میں بعض اکابر فرماتے ہیں کہ ہمیں آج تک پتہ نہیں چلا کہ اس اختلاف یعنی علمائے دیوبند کی تکفیر کی ان کے پاس کیا بنیاد ہے؟ کیونکہ یہ لوگ علمائے دیوبند پر الزام ہی الزام لگاتے ہیں اور تقریباً ایک صدی ہونے کو ہے وہ الزام الزام ہی ہے۔ کسی دیوبندی نے آج تک ان کا التزام نہیں کیا۔

مزید اختلافات:

مولانا فرماتے ہیں:

”انگریز کے خلاف جہاد آزادی کے بعد اہل السنّت والجماعت میں دو گروہ بن گئے جو حقیقت میں اصول و فروع کے اعتبار سے ایک ہی تھے۔ اگرچہ آپس میں مزاج اور مشرب میں معمولی اختلافات تھے۔ (ص ۲۸) ان دو گروہوں میں سے ایک کی کارکردگی تو آپ نے یہ بیان فرمائی:

”کچھ علمائے ربانی اس (انگریز) کی چال میں نہیں آئے۔ انہوں نے جنگ کی بجائے نفس دین و علوم و ثانیہ کی حفاظت اور نئے سرے سے منظم ہونے کے لیے کچھ مدارس (خصوصاً دارالعلوم دیوبند) اور خانقاہیں قائم کیں اور ان مراکز سے انگریز کے خلاف کاروائیاں اور تحریکات جاری رکھیں اور رجال کا رتیار کرنے کا کام کیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں مدرسہ دیوبند کی شاخیں قائم ہو گئیں۔“ (ص: ۲۹)

یہ تو علمائے دیوبند کی کارکردگی تھی۔ دوسرے گروہ کی کارکردگی مولانا نے یہ ذکر فرمائی:

”لیکن اس کے ساتھ یہ بھی واقعہ ہے کہ ان ہی امور خیر (بقول مولانا: میلاد و عرس) میں دشمنوں اور سازشیوں نے اعتقادی اور عملی شرکیات اور منکرات کو شامل کر کے عوام کو رواج دیا جس کی اصلاح اور انسداد علمائے حقہ پر ضروری تھا۔“ (ص: ۳۰)

اس میں مولانا نے یہ تسلیم فرمایا کہ عرس اور میلاد ہی ان کے شرکیات اور منکرات کے رواج کا ذریعہ بنے۔ میلاد میں آپ کے نور ہونے کا اس طرح بیان کرنا کہ آپ مکی بشریت کی نفی ہو۔ آپ کو عالم الغیب، حاضر ناظر، مختارِ کل ثابت کرنا یہی شرکیات و منکرات اس کی ماہیت میں ان حضرات نے شامل کر

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (658)

لیے۔ دونوں گروہوں کی کارکردگی بیان کرنے کے بعد مولانا کا یہ فرمان یقیناً نظر ثانی کا محتاج ہے کہ:

”اس میں طرفین کے بعض اکابر سے منتسب علماء نے اخلاص و جوش یا محض اپنی انانیت و ہٹ دھرمی کی بنا پر سازشیوں کی چالوں میں آ کر ایک دوسرے پر بدزبانی اور سخت طعن و تشنیع کا رویہ اختیار کیا جس سے فی الحقیقت دین کو نہیں بلکہ انگریز کی پالیسی کو ہی تقویت پہنچی“ [ص: ۳۱]

مولانا کا یہ تبصرہ اکابر علمائے دیوبند کے متوسلین کے بارہ میں یقیناً صحیح نہیں بلکہ مولانا کے مقابلہ میں اعلیٰ حضرت حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کا ارشاد گرامی ہی درست ہے کہ:

”ان کی تحقیقات محض للہیت کی راہ سے ہیں۔ ہرگز ان میں شائبہ نفسانیت نہیں۔“ [ص: ۳۱]

حنفی شافعی اختلاف:

رسالہ میں [۱]..... ایک طرف تو یہ فرماتے ہیں کہ بریلوی ہمیں کافر کہتے ہیں۔

[۲]..... دوسری طرف یہ بھی فرماتے ہیں کہ بریلوی حضرات نے بقول مولانا میلاد اور عرس جیسے امور خیر کو بھی شرکیات اور منکرات کے رواج کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔

[۳]..... اور تیسری طرف یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اختلاف حنفی شافعی جیسا اختلاف ہے۔ اور اس تیسری بات کی نسبت مفتی اعظم ہند فقہ الامت عارف باللہ حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی مدظلہ العالی خلیفہ اجل قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ العزیز کی طرف فرمائی ہے۔

حالانکہ یہ نسبت صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ حضرت اقدس اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

(بریلوی دیوبندی) اختلاف ایسا نہیں جیسا شافعیہ حنفیہ کا اختلاف ہوتا ہے بلکہ بریلوی لوگ حضرات علمائے دیوبند کو بلکہ اپنے سوا تمام مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جو ان کو کافر نہ سمجھے وہ خود کافر ہے۔“ [فتاویٰ محمودیہ: ۱۱۰/۶]

جناب! کیا واقعی آپ کا دل مانتا ہے کہ حنفی شافعی اختلاف شرک و کفر کا اختلاف ہے؟ جب آپ خود تسلیم فرماتے ہیں کہ وہ لوگ شرکیات کو رواج دیتے ہیں پھر حنفی شافعی اختلاف کا نام دینا ہم جیسے ناکاروں کی سمجھ سے باہر ہے۔

رد عمل:

حضرت اقدس مولانا عبدالحفیظ صاحب مدظلہ نے مماتی گروہ کی گستاخیوں کا تذکرہ بڑے درودل سے فرمایا۔ اور حق یہی ہے کہ وہ لوگ گستاخی میں بہت بڑھ گئے ہیں۔ مگر یہ رد عمل تو بریلویت کا ہی ہے۔
..... یہ کہتے تھے کہ: ”دم بدم پڑھو درود..... حضرت بھی ہیں یہاں موجود“

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (659)

..... وہ کہنے لگے کہ: ”حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم روضہ پاک میں بھی معاذ اللہ حیات نہیں۔
..... یہ کہتے تھے کہ: ”جو یہ عقیدہ نہ رکھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ سے ہر کسی کی آواز سنتے
ہیں وہ کافر۔“

..... انہوں نے کہا: ”جو روضہ پاک پر سماع کا عقیدہ رکھے وہ کافر۔“

..... یہ ہر بدعت شرعیہ کو بدعت حسنہ کا نام دینے لگے۔

..... انہوں نے ہر بدعت لغویہ کو بھی بدعت سیدہ کہنا شروع کر دیا۔

..... یہ لوگ نذر انیر اللہ کو بھی جائز کرنے پر تل گئے۔

..... انہوں نے ایصالِ ثواب کو بھی بدعت قرار دے دیا۔

ہم اہل السنّت والجماعت بریلویوں کے اس عمل اور ممتاؤں کے اس رد عمل دونوں کو نقطہ اعتدال سے کوسوں دور مانتے ہیں اور الحمد للہ ہم اپنے اکابر کی تابعداری میں نقطہ اعتدال پر قائم ہیں۔ لیکن مؤلف موصوف اس کوشش میں ہیں کہ ممتاؤں کی ضد میں ہمیں کٹر بریلوی بن جانا چاہیے۔ ہماری گزارش یہی ہے کہ وہ اس موقف پر نظر ثانی کریں اور یقین رکھیں کہ حق نہ افراط میں ہوتا ہے نہ تفریط میں بلکہ اعتدال اور اکابر کی اقتداء میں ہوتا ہے۔

شمرات:

یہ ایک حقیقت ہے کہ درخت اپنے پھل سے اور دوائی اپنے اثر سے پہچانی جاتی ہے۔ اس رسالہ ”مسلک و مشرب“ کا اثر ملک میں کیا ہوا؟ بریلویوں نے تو رسالہ پڑھ کر یہ تاثر لیا کہ ایک صدی تک علمائے دیوبند ہمارے عقائد و اعمال کی تردید کرتے رہے۔ آج دیوبندیوں نے مان لیا کہ میلاد و عرس کو بدعت کہنا تشدد و غلو تھا۔ جس طرح ان کو سو سال تک بدعت کہنے کے بعد اب مستحب بلکہ سنت کہنے لگے ہیں۔ اسی طرح یہ باقی مسائل میں بھی عنقریب حق کو تسلیم کر لیں گے۔ ہاں یہ سوال آپ کے ذہن میں ابھر رہا ہوگا کہ جب ان حضرات نے ان کی بدعات کو جواز و استحباب کا درجہ دیا تو کتنے بریلوی علماء ان کے ساتھ ملے تو جواب نفی میں ہے کہ کوئی بھی نہیں، بلکہ بعض بریلوی علماء نے تو بڑا روکھا جواب دیا کہ صرف میلاد یا عرس کرنے سے ہمارا تمہارے ساتھ اتحاد نہیں ہو سکتا جب تک اپنے اکابر کو کافر نہ کہو۔ سچ ہے:

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

ممتاؤں کے ہاتھ ہتھیار:

ممتائی لوگوں کے ہاتھ ایک ہتھیار آ گیا۔ وہ لوگوں کو دکھاتے پھرتے ہیں کہ: دیکھو! یہ لوگ کہتے

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (660)

تھے کہ مماتی دیوبندی نہیں۔ اب دیوبندیوں سے کٹ کر بریلویوں سے کون ملے ہیں؟ کتنے نوجوان اس رسالے کو پڑھ کر مماتی اور غیر مقلد بن رہے ہیں۔ اور دیوبندیوں میں اس کا اثر کیا ہوا؟ خود حضرت شیخ الحدیث قدس اللہ سرہ کے خلفاء اور متوسلین پریشان ہیں۔ وہ خود بھی اس رسالہ سے اظہار بیزاری فرما رہے ہیں اور دوسرے علماء کو بھی دعوت دے رہے ہیں کہ اس سے بیزاری کا اعلان کرو۔ ایک نئی گروہ بندی پیدا ہو گئی ہے۔ بریلویوں کا اتحاد تو نصیب دشمنان ہے، اپنوں میں سخت پھوٹ پڑ گئی ہے۔

کیا کھویا اور کیا پایا:

مولانا ہر آدمی اس کا حساب ضرور لگاتا ہے کہ میں نے فلاں کام کر کے کیا کھویا اور کیا پایا۔ اس میں شک نہیں کہ

..... امام اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم،

..... حضرت مولانا عاشق الہی صاحب زید مجدہم المدینہ المنورۃ،

..... حضرت مولانا سید نفیس شاہ صاحب دام فیوضہم،

..... فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب (مدظلہ)،

..... حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق صاحب دام ظلہم،

..... حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی زید مجدہم،

..... حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی دامت برکاتہم،

..... حضرت اقدس مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی دامت فیوضہم،

اور ان جیسے سینکڑوں جو آپ پر بیٹوں کی طرح شفقت فرماتے تھے۔ اب ان کی شفقتوں سے آپ

محروم ہو گئے ہیں۔

مولانا! میں کس درد سے گزارش کروں کہ آپ نے ان جیسے سینکڑوں بزرگوں کا دل دکھایا ہے۔ کیا

واقعی آپ کا دل یہی کہتا ہے کہ یہ حضرات دین اور دینی مصالح سے ناواقف ہیں اور صرف آپ ہی دین کے

مزاج شناس ہیں؟..... آپ نے ان کو تو کھویا مگر ان جیسا نہیں ان کے خاک پا کے برابر بھی کوئی بریلوی عالم

آپ سے آکر ملا؟ ہمیں تو یہی نظر آ رہا ہے آپ نے بہت کچھ کھو دیا اور پایا کچھ بھی نہیں۔ کاش آپ پھر ان

بزرگوں کے سایہ شفقت میں واپس آ جائیں۔

مسلک و مشرب:

آپ نے اپنے رسالہ کا نام ”اکابر کا مسلک و مشرب“ رکھا ہے۔ مولانا! مسلک و مشرب وہ عقائد

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (661)

اور اعمال ہوتے ہیں جو اکابر و اصاغر میں متواتر چلے آ رہے ہوں۔ جس طرح قرآن پاک وہی کتاب جو سب میں تلاوۃ متواتر ہے، کوئی چند شاذ قراءتیں اکٹھی کر کے اس کا نام ”اکابر کا قرآن رکھ لے“ تو متواتر قرآن کے خلاف آپ بھی یقیناً اس کو قرآن ماننے کے لیے تیار نہ ہوں گے۔ مذہب حنفی ان مسائل کا نام ہے جو مفتی بہا اور معمول بہا ہیں۔ اس مذہب کے خلاف شاذ واقعات و روایات کو یقیناً آپ بھی مذہب حنفی ماننے کو تیار نہ ہوں گے۔ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ میلاد، عرس اور نعلین شریفین کا عمل حضرات دیوبند میں متواتر چلا آ رہا ہے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو چند قابل تاویل واقعات کو ”مسلک و مشرب“ کا نام دینا میرے خیال میں مسلک و مشرب کے معنی سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

مولانا! آپ نے کتنی اچھی بات لکھی ہے:

”عوام کے لیے موٹی بات ہے کہ اکابر کے مسلک کے خلاف اب کسی بھی ان اکابر سے منسوب مفکر اسلام یا علم کے وعید ارکی بات پر جب ہی غور کیا جاسکتا ہے جب کہ وہ متفقہ عالی مقام اکابر امت فی العلم والفضل کے پاسنگ بھی ہو۔“ [۲۷]

مولانا! اکابر کا ایک صدی کا عمل آپ کے لئے قابل غور ہے یا نہیں؟ شاید گزشتہ صدی میں آپ جیسا راسخ فی العلم والفضل کوئی گزرا ہوگا؟..... اور اوپر جن اکابر کے اسماء گرامی گزرے ہیں ان میں کوئی راسخ فی العلم نہیں ہے؟..... مولانا! اگر آپ تھوڑا سا غور فرمائیں تو شاید آپ بھی اس نتیجے پر پہنچ جائیں گے کہ جس شخص کو مسلک و مشرب کا معنی بھی نہ آتا ہو اس کو کسی مسلک و مشرب کی ترجمانی کا کیا حق ہے؟

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس اللہ سرہ:

آپ نے اپنے اس رسالہ میں یہ بھی تاثر دینے کی کوشش فرمائی ہے کہ معاذ اللہ حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس اللہ سرہ بھی آپ کی طرح بدعات کی سرپرستی فرماتے تھے۔ یہ بات بالکل خلاف واقعہ ہے۔ آپ کی سوانح عمری میں ہے:

”ایک مرتبہ شیخ نے ایک قابل احترام دیوبندی عالم اور بزرگ کے متعلق سنا کہ وہ ۱۲ ربیع الاول کے ایک میلادی جلسہ میں شرکت فرمانے والے ہیں۔ شیخ نے اس پر اس ناچیز کو لکھا:

”ابھی چند روز ہوئے اخبار میں ۱۲ ربیع الاول کے میلادی جلسہ میں..... کی شرکت کا وعدہ پڑھا۔ جب سے سوچ میں ہوں کہ جس چیز پر اکابر نے ایسے ایسے خم ٹھونکے وہ ایسی بن گئی کہ اخبار جمعیتہ تو گویا اس کے پروپیگنڈہ کے لیے وقف ہو گیا۔“ [ص: ۲۱۲]

اسی طرح یہ بھی لکھا ہے:

”بعض حضرات نے بزرگان دین کے ان عرسوں کو دوبارہ قائم کرنے کو مفید سمجھا۔ جن میں مسلمان بڑی

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (662)

تعداد میں شریک ہوئے تھے اور ایک دوسرے سے ملتے تھے۔ تقسیم (ملک) کے بعد وہ بند ہو گئے تھے یا بہت پھیکے پڑ گئے تھے۔ شیخ کو جب اس طرح کی اطلاعات ملیں تو ان کے دل کو بڑی چوٹ لگی۔ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

”اللہ کی شان انقلاباتِ زمانہ اور اپنے اعمالِ بد کے ثمراتِ دیوبندی جماعت جو عرس کے بند کرنے کی ہمیشہ ساعی رہی اب وہ عرسوں کو فروغ دینے والے بن گئے۔ جس شخص کے بڑے نظام الدین کے عرس کے زمانہ میں ہستی بھی چھوڑ دیا کرتے تھے۔ ان کا ناخلف یہ سوچتا ہے کہ اس موقع پر جایا جائے تاکہ پاکستان سے آنے والے احباب سے جن کو عرس کے عنوان سے اجازت مل جاتی ہے، ملاقات ہو جائے۔!“ [سوانح شیخ: ۳۱۰]

مولانا! اس عبارت کو ٹھنڈے دل سے پڑھ کر غور فرمائیں کہ آپ نے جو اپنا رسالہ میلادِ عرس کے جواز میں ہزاروں کی تعداد میں پھیلا یا ہے حضرت شیخ قدس اللہ سرہ کے قلب مبارک پر کتنی چوٹیں لگی ہوں گی؟ اسی ارشادِ گرامی کے مطابق حضرت شیخ نے اگر آپ کو ناخلف قرار دے دیا تو آپ کے پلے میں کیا رہ جائے گا؟

حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ فرماتے ہیں:

”در حقیقت رضا خانیوں کو کھڑا کرنے والے انگریز ہیں اور انگریزوں کا مقصد مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنا تھا۔ [مجالس حکیم الاسلام: ۳۵۵]

جناب نے فرمایا ہے کہ:

”اب خبیث سازشی انگریز ملک بدر ہو گیا ہے۔“ [ص: ۳۵]

تو کیا وہ جاتا ہوا تکفیری مہم اور ان کے شرکیات اور منکرات بھی ساتھ لے گیا ہے۔ اگر وہ منکرات موجود ہیں تو اتحاد کیسا؟ ان کا تو رد لازم ہے۔

شفیع اوکاڑوی:

آپ کے رسالہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے یہ رسالہ لکھنے سے بہت پہلے مولوی محمد شفیع اوکاڑوی بریلوی نے مولانا محمد رفیع عثمانی مدظلہ سے کہا تھا کہ ”جب حضرت تھانویؒ نے اپنی عبارت حفظ الایمان میں تبدیل فرمادی تو اب کوئی وجہ نزاع باقی نہیں رہی۔“ [ص: ۴۶]

مولانا! حضرت اقدس نے ”حفظ الایمان“ ۱۳۱۹ھ میں تحریر فرمائی۔ خانصاحب بریلوی نے ۱۳۲۶ھ میں اسی عبارت کو کفریہ قرار دیا۔ پھر حضرت نے اپنی عبارت کی وضاحت کے لیے ”بسط البنان“ ۱۳۴۹ھ میں تحریر فرمائی۔ مگر خانصاحب بریلوی مرغلے کی ایک ہی ٹانگ پر اڑے رہے۔ تو حضرت نے

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (663)

۱۳۴۲ھ میں ”تغییر العنوان“ میں اس عبارت کو تبدیل فرما دیا۔ مگر بریلوی حضرات کے تکفیر میں وہی دم خم رہے۔ خود مولوی محمد شفیع اذکار ڈوی نے ۱۴۰۸ھ میں اس کے پچاس سال بعد تقارف علمائے دیوبند نامی کتابچہ لکھا جو بریلوی مدارس میں پڑھایا جاتا ہے اس میں ص ۵۹ پر عبارت کی تبدیلی کے باوجود مولوی صاحب نے اسی زور شور سے تکفیر کی۔ ان لوگوں کے وعدے و شیزہ کی کہہ مکرنی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بریلوی حضرات پر اعتماد کرنے کی بجائے اپنے اکابر پر اعتماد کی توفیق عطا فرمائیں۔

قصہ ہفت مسئلہ کا:

احباب موقع بے موقع ہفت مسئلہ کا قصہ چھیڑ دیتے ہیں۔ یہ رسالہ ۱۳۱۲ھ میں لکھا گیا۔ قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ نے تو یہاں تک فرما دیا: ”اے حمام میں جھونک دو“ کسی نے کہا کہ اپنے شیخ کا رسالہ حمام میں جھونک رہے ہیں۔ فرمایا: ”شیخ کے ہاتھ پر ہم نے جو بیعت کی ہے وہ تصوف میں کی ہے، فقہ میں نہیں کی۔“ فقہ میں وہ ہمارے تابع ہیں۔ [مجالس حکیم الاسلام: ۱۲۹] البتہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کا کچھ میلان ہفت مسئلہ کی طرف تھا۔ آخر ۱۳۱۵ھ میں حضرت گنگوہیؒ سے آپ کی طویل خط و کتابت ہوئی اور حضرت حکیم الامتؒ نے آخر یہی فرمایا کہ مجھے اپنی غلطی پر تنبیہ ہوا اور علم کا ایک وسیع باب میرے سامنے کھل گیا۔ اس کے بعد ۱۳۱۶ھ میں حضرت مولانا محمد احمد صاحب والد گرامی حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب قدس سرہما نے عجیب خواب دیکھا کہ:

”حضرت حاجی صاحب ہفت مسئلہ کے بارہ میں ارشاد فرما رہے ہیں کہ بھئی علماء اس میں تشدد کیوں کرتے ہیں؟ گنجائش تو ہے۔ اور مولانا محمد احمد صاحب عرض کر رہے ہیں کہ: گنجائش نہیں ہے ورنہ مسائل کی حدود ٹوٹ جائیں گی۔ ارشاد فرمایا یہ تو تشدد معلوم ہوتا ہے۔ آخر حضرت حاجی صاحب نے ارشاد فرمایا کہ: اگر خود صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم ہی فیصلہ فرما دیں۔ مولانا محمد احمد نے عرض کیا پھر کس کی مجال کہ خلاف کرے۔ تھوڑی دیر بعد دونوں حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت باکرامت سے مشرف ہوئے۔ آپؐ نے مولانا محمد احمد کے کندھے پر دست مبارک رکھ کر زور سے فرمایا: حاجی صاحب! یہ لڑکا جو کہہ رہا ہے درست کہہ رہا ہے۔ یہ سن کر حضرت حاجی صاحب پر عجیب کیفیت تھی، بار بار پاؤں تک جھک جاتے تھے اور فرماتے تھے بجا و درست، بجا و درست۔ حضرت مولانا محمد احمد صاحب نے یہ خواب تحریر کر کے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کی خدمت اقدس میں بھیجا۔ معلوم ہوا کہ اسے پڑھ کر حضرت حاجی صاحب پر ایک کیفیت بے خودی کی طاری ہوئی اور کچھ اس قسم کے الفاظ فرمائے کہ: کاش یہ خواب لکھ کر قبر میں میرے ساتھ کر دیا جائے تو میرے لئے دستاویز ہو جائے۔ احقر محمد طیب غفرلہ [اشرف السوانح: ۳/۳۵۰]

یہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب کا خواب اور حضرت حاجی صاحب کی تائید و تصدیق ہے۔

۱۳۱ھ میں حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کا وصال ہو گیا۔

اس وقت سے آج ۱۴۱۶ھ تک ایک صدی گزر رہی ہے کسی اکابر علماء دیوبند نے دوبارہ ہفت مسئلہ کی طرف دعوت نہ دی۔ اب اسی کو لے کر کھڑے ہو جانا گویا اکابر کی ایک صدی کی محنت پر پانی پھیرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کے محافظ ہیں۔

کچھ مکاشفات کے بارے میں:

دلائل شرعیہ بالاتفاق چار ہیں: کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع، قیاس۔ ان میں سے پہلی تین دلیلیں حجت ملزمہ ہیں اور چوتھی حجت مطمئنہ۔ منامات و مکاشفات دلیل کی کوئی قسم نہیں۔ ہاں یہ مبشر یا منذر ہو سکتے ہیں۔ ان کوادلہ شرعیہ پر پیش کیا جائے گا، شریعت کے موافق ہوں گے تو مقبول ہوں گے، مخالف ہوں گے تو مؤول یا مردود ہوں گے۔ اب دلائل شرعیہ سے صرف نظر فرما کر صرف اس بات کو بنیاد بنا لینا کہ یہ تازہ مکاشفہ ہوا ہے کہ فلاں فقہی مسئلہ جو فقہاء میں مسلم ہے اس کے خلاف عمل کرنا چاہئے، تو ایسے مکاشفات شرع شریف میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ہاں! جو مکاشفات شرعی احکام کے موافق ہوں ان کو ہم مبشر یا منذر کی حیثیت میں تسلیم کرتے ہیں۔ صرف مکاشفات کی بناء پر علم شریعت کو اہمیت نہ دینا کوئی دانش مندانہ سوچ نہیں ہے۔

جن حضرات کے ہاں مکاشفات کے خاصے چرچے ہیں انہیں حضرت مولانا محمد احمد صاحب کے خواب اور حاجی صاحب کی تائید پر بہت غور کرنا چاہیے۔ یہاں یہ بھی واضح رہے کہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب کے بارہ میں ایک غلط پروپیگنڈہ ان کی حیات میں ہوا، جس کی تردید حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ نے نقش حیات جلد ۲ صفحہ ۶۷ پر یوں فرمائی:

”حضرت مولانا حافظ احمد صاحب صاحبزادہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم اور مہتمم دارالعلوم دیوبند کو گورنمنٹ کی طرف سے ”شمس العلماء“ کا خطاب سر جیمس گورنر یوپی نے دلوا یا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو واپس کر دیا اور ایسی مؤثر تقریر مجمع خصوصی میں فرمائی کہ نہ صرف حافظ صاحب مرحوم بلکہ تمام مجمع متاثر ہو کر بیک زبان واپسی کا متقاضی ہوا۔“

اللہ تعالیٰ ہماری لغزشوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرمائیں۔ ان سطور سے نہ کسی کی دل آزاری مقصود ہے اور نہ کوئی علمی تعلق بس اپنے دل کا دکھڑا تھا جو احباب کے سامنے رکھ دیا۔ دعا ہے کہ اسی درد دل سے اس کو پڑھا اور اس پر غور کیا جائے۔

(مطبوعہ: ماہنامہ الخیر، ملتان..... ماہنامہ حق چار یار، ستمبر ۱۹۹۵ء)

رسالہ، اکابر کا مسلک و مشرب..... علماء مدینہ منورہ کا اظہار بیزاری

ہمارے سامنے ایک رسالہ پیش کیا گیا۔ جس کا عنوان ہے: ”اکابر کا مسلک و مشرب“۔ مؤلف کا نام عزیز الرحمن ہزاروی لکھا ہوا ہے۔ اور اس میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا خلیفہ ظاہر کیا گیا ہے۔ اس رسالہ میں یہ بتایا گیا کہ بدعات کے خلاف جو اکابر علمائے دیوبند نے شدت اختیار کی وہ وقتی ضرورت سے تھی اور اب اس میں نرمی آنی چاہیے اور جو شخص بدعات کو اختیار کرے کم از کم نیک نیتی پر محمول کر کے برداشت کر لینا چاہیے۔ اور اہل سنت کے دونوں فرقے دیوبندی اور بریلوی آپس میں مل کر اہل فتن کے خلاف کام کریں۔ اس میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طرز عمل سے بھی استدلال کیا گیا کہ وہ میلادی مجلسوں میں جاتے تھے۔ اور بعض ایسے قصبے بھی لکھے ہیں جن سے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب اور شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب اور شیخ الحدیث مولانا خیر محمد رحمۃ اللہ علیہم کا بدعات کی طرف میلان ظاہر کیا۔

ہمارے نزدیک حضرات اکابر علمائے دیوبند کا یہ مسلک و مشرب نہیں تھا جو صاحب رسالہ نے ظاہر کیا۔ ہم سب بحیثیت مجموعی رسالہ کے مضمون سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے اکابر بریلوی کی طرف کبھی بھی مائل نہیں ہوئے اور بدعات کے خلاف جو ان کی سختی تھی آخر تک اسی پر قائم رہے اور ہم دستخط کنندگان جو ان اکابر کے شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد ہیں یا ان سے طریقت کا انتساب رکھتے ہیں بدستور اسی سختی پر قائم ہیں۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عمل کوئی حجت شرعی نہیں، جیسا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تذکرۃ الرشید“ میں صاف واضح طور پر لکھا ہے۔ بدعت میں مسامحت اختیار کرنے کے بارے میں حضرات اکابر کے اقوال افعال صاحب رسالہ نے نقل کئے ہیں وہ سب غیر معتبر ہیں۔ یہ حکایات ان حضرات کی وفات کے بعد نقل کی گئی ہیں۔ اور یوں بھی اصولی طور پر فتویٰ ہی معتبر ہوتا ہے۔ کسی کا عمل حجت نہیں ہوتا۔ اس مضمون کے ذریعہ صاحب رسالہ سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں۔

لیہلک من ہلک عن بینۃ ویحی من حی عن بینۃ جو حضرات عوام و خواص حضرات علمائے دیوبند سے عقیدت رکھتے ہیں (وہ) ان مدعیان علم و تصوف کی ریشہ دوانیوں کا شکار نہ ہوں، ان سے اپنے

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (666)

ذہنوں کو محفوظ رکھیں اور بالکل متاثر نہ ہوں۔ حضرات اکابر علمائے دیوبند کی تالیفیں خصوصاً البراہین القاطعہ اور مطبوعہ فتاویٰ میں جس مسلک کا اثبات کیا گیا ہے وہی حق اور صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔
احقر نے مضمون کا مطالعہ کیا میرے نزدیک درست ہے اور میں اس سے متفق ہوں۔

العبد الفقیر..... محمد عاشق الہی بلند شہری

1415/12/28ھ

..... تائید کنندگان.....

(۱)..... نام:..... مولانا محمد رفیق صاحب۔ [فاضل وفاق المدارس العربیہ و جامعہ خیر المدارس ملتان، پاکستان]

دستخط:..... احقر محمد رفیق غفرلہ..... نزیل المدینۃ المنورہ..... 1416/1/7ھ

(۲)..... نام:..... مولانا قاری انیس الرحمن صاحب

[فاضل جامعہ مدنیہ لاہور و خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ]

دستخط:..... انیس الرحمن..... حال نزیل مدینہ طیبہ

(۳)..... نام:..... قاری خلیل احمد [فاضل جامعہ اسلامیہ، مدینہ طیبہ]

دستخط:..... العبد الضعیف قاری خلیل احمد سراج

(۴)..... نام:..... قاری محمد رمضان محمد شفیع..... [مدرس: علوم الشرعیۃ تحفیظ القرآن المدینہ المنورہ]

[خلیفہ مجاز: حضرت مولانا مفتی رشید احمد گراچی]..... 1416/1/5ھ

(۵)..... نام: حضرت مولانا احمد اسماعیل بدات مدظلہم [فاضل دیوبند: خلیفہ خاص حضرت شیخ الحدیث]

دستخط:..... احقر حضرت مولانا عاشق الہی صاحب کی رائے سے پورا پورا متفق ہے۔ اور احقر نے خود رسالہ

”اکابر کا مسلک و مشرب“ بار بار دیکھا ہے۔ جس میں ہمارے اکابر دیوبند و سہارنپور کے مسلک اور نظریہ کے

خلاف ہے۔ اللہم اھدنا الصراط المستقیم۔ اسماعیل بدات ہندی

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یار، جولائی ۱۹۹۵ء..... صفر ۱۴۱۵ھ)

تجدد پسندوں کے افکار کا جائزہ..... تالیف: مولانا کمال الدین المسترشد

مختلف ادوار میں پائے جانے والے ”جدت پسند اور مغرب زدہ دانشوروں“

(خصوصاً جاوید احمد غامدی) کا علمی محاسبہ

مکتبہ امام محمد، دوکان نمبر ۳، سلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی

0300-2714245_0346-3086582

مکتوب گرامی مولانا عاشق الہی رحمہ اللہ بنام مولانا عبدالحفیظ کی

محترم جناب ملک عبدالحفیظ صاحب

حفظکم اللہ تعالیٰ عملاً یرضاه ووفقکم لما یحبہ ویرضاه

بعد سلام مسنون عرض ہے، کہ آپ کا عنایت نامہ بطول موصول ہوا تھا، احقر نے سوچا تھا کہ جواب نہ دوں، کیونکہ پندرہ صفحات علوی مالکی کی کتاب سے متعلق ہیں۔ مجھے اس سے کچھ تعلق نہیں، اس کی اشاعت و طباعت کے ذمہ دار ناشرین اور مؤیدین اور مقررین ہیں، اگر اس میں کوئی ایک بات بھی اکابر دیوبند کے مسئلے کے خلاف ہے، جیسا کہ آپ نے عزیز الرحمن صاحب کی تقریظ میں لفظ ”فی الجملہ“ کی طرف اشارہ فرمایا ہے، دیوبند سے انتساب رکھنے والوں کی اپنے اکابر سے یہ بے وفائی ہے کہ ان کے مسلک کے خلاف کسی ایک بات کی بھی اشاعت گوارہ کر لی جائے اور اس پر تقریظ لکھی جائے، اگر ایک دو بات بھی خلاف ہے، تو تعجب ہے کہ آپ لوگ اسے کیسے پی گئے۔

آخر میں جو چند سطریں آپ نے عزیز الرحمن کے کتابچہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے بارے میں لکھی ہیں۔ اس کے بارے میں مجھے کچھ لکھنا چاہیے تھا، لیکن چونکہ آپ اس کی موافقت میں مخلص ہیں، اور میں اسے دیوبندیت اور بریلویت کا سنگم سمجھتا ہوں، اور گرامی پھیلا نے کا ذریعہ جانتا ہوں، اس لیے جواب لکھنا مناسب نہ جانا، کیونکہ مخلصین میں اتفاق نہیں ہو سکتا، جیسا کہ معاندین میں بھی اتفاق ممکن نہیں، اب جبکہ مجھے کسی نے بتایا کہ میرے جواب نہ دینے کو بھی آپ نے عزیز الرحمن کے رسالہ کی اشاعت کا سبب بنا رکھا ہے اور شکایت لیے پھرتے ہیں کہ عاشق نے جواب نہیں دیا، تو جواب لکھنے کا ارادہ کر لیا، آپ نے لکھا ہے کہ جو مشورہ دیں گے، وہ قبول کریں گے، اور جو کوئی قابل اعتراض بات بتائیں گے اس کو حذف کر دیں گے، یہ سب باتیں بعد از وقت ہیں، رسالہ شائع کرنے سے پہلے دیوبندی علماء سے مشورہ کرنا لازم تھا۔

احقر کے نزدیک مجموعی حیثیت سے سارا ہی رسالہ دفن کرنے کے قابل ہے، اور اس سے سراپا بریلویت پھیلے گی، اس کا شائع کرنا حرام ہے، جزوی نشاندہی کی ضرورت نہیں، اب تو اس خدشہ سے نکلنے کی صرف یہی صورت ہے کہ عزیز الرحمن صاحب توبہ نامہ شائع کر دیں اور رسالہ کی اشاعت بالکل بند کر دیں، میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں لکھ سکتا۔ والسلام علی من رضی، بالصدق والصواب محمد عاشق الہی

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چاریار، دسمبر ۱۹۹۵ء)

مکتوب گرامی مولانا محمد اسماعیل بدات مدظلہم بنام مولانا عبدالحفیظ مکی

نوٹ: مولانا عبدالحفیظ مکیؒ نے اپنے ایک مفصل مکتوب بنام حضرت مولانا عاشق الہی بلند شہری مقیم مدینہ منورہ کو لکھا تھا۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل مدظلہم کا یہ مکتوب انہی کے جواب میں ہے۔

الحمد لله الذی انعم علینا بنعمہ الایمان والاحسان والصلوة والسلام علی سید الانام وعلی الہ واصحابہ الکرام و من تبعہم باحسان الی یوم الدین و بعد۔

جناب کا عنایت نامہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ نامی کتابچہ کے ساتھ موصول ہوا۔ جناب نے اپنی دعاؤں میں اس سیارہ کا رکو شامل فرما رکھا ہے، اس کے لیے جناب کا شکر گزار ہوں۔

اس کے بعد عرض ہے کہ جناب نے مذکورہ بالا کتابچہ کے سلسلہ میں احقر کی رائے دریافت کی ہے، چونکہ یہ ایک دینی مسئلہ ہے اور پورے مسلک دیوبند کو بریلویت میں داخل کرنے کی سازش ہے، اس لیے مختصراً جو سمجھ آیا وہ تحریر کر رہا ہوں۔

سب سے پہلے ایک بات ذہن نشین کر لیں کہ علوی مالکی کی کتاب ”مفہیم“ یا اس کا ترجمہ اس کی طرف ہمارا روئے سخن بالکل نہیں ہے، غیر مسلک کے لوگوں کی بکثرت کتابیں وجود میں آتی رہتی ہیں، کس کس کا پیچھا کیا جائے؟ جن لوگوں نے ”مفہیم“ پر تقریظیں لکھیں، اور جنہوں نے لکھوائیں اور جنہوں نے ترجمہ کیا اور چھپوایا، وہ سب اپنے اپنے عمل کے خود ذمہ دار ہیں۔ ہمارا روئے سخن پیر طریقت عزیز الرحمن ہزاروی، سنی حنفی چشتی قادری نقشبندی..... کے رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کی طرف ہے، جنہیں حضرت شیخ قدس سرہ سے انتساب اور خلیفہ ہونے کا دعویٰ ہے۔

اچھا ہوا کہ صاحب رسالہ نے اپنے نام کے ساتھ ”دیوبندی“ کا لفظ نہیں لکھا۔ اور حقیقت میں بات یہ ہے کہ دیوبندیت کو ابھار کر چلیں، تو پیری مریدی اتنی زیادہ نہیں چلتی، جتنی مذکورہ بالا الفاظ سے مخصوص حلقہ میں چلتی ہے۔ کیا حضرت شیخ قدس سرہ نے اپنے نام کے ساتھ ”پیر طریقت“..... اور مذکورہ بالا القاب اپنی کسی کتاب میں شائع کرنا گوارہ فرمایا ہے، اصل بات یہ ہے کہ حضرت شیخ قدس سرہ اور سارے اکابر دیوبند حضرت گنگوہی قدس سرہ سے لے کر حضرت شیخ قدس سرہ تک اول صاحب شریعت تھے، ذیل میں سلوک اور

تربیت کا کام بھی لیتے تھے۔ اور اسی کو حضرت گنگوہیؒ نے حضرت حاجی صاحبؒ کے نام گرامی نامہ میں ذکر فرمایا ہے۔

حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے استفسار پر حضرت گنگوہیؒ نے ایک مفصل خط حضرت حاجی صاحب کے نام تحریر فرمایا ہے، اس میں تحریر فرمایا کہ:

”حضرت مرشد من! علم ظاہری کا تو یہ حال ہے کہ آپ کی خدمت سے دور ہوئے غالباً عرصہ سات (۷) سال سے کچھ زیادہ ہوا ہے، اس سال تک دوسو سے چند عدد زیادہ آدمی سند حدیث حاصل کر کے گئے اور اکثر اُن میں سے وہ ہیں کہ انہوں نے درس حدیث جاری کیا، اور سنت کے احیاء میں سرگرم ہوئے، اور اشاعتِ دین اُن سے ہوئی اور اس شرف سے زیادہ کوئی شرف نہیں اگر قبول ہو جائے۔“

اب اگر ان اکابر کے نام سے پیری مریدی چکانے والے بدعات کی طرف مائل ہو رہے ہیں، بلکہ بدعات کے داعی بنتے جا رہے ہیں۔ (اور) اب اُن کی کوشش ہے کہ دیوبندیت کو بریلویت کے پلڑے میں ڈال دیا جائے۔ (مولانا) عزیز الرحمن (صاحب) کے رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کا خلاصہ ہمارے نزدیک یہی ہے کہ بریلوی تو اپنے تکفیری فتوؤں پر اور میلاد، عرس وغیرہ پر جے رہے ہیں، اور دیوبندی خوشامدی بن کر ان کے پیچھے لگ جائیں۔

عزیز الرحمنؒ اور آپ نے جو کچھ لکھا ہے اس کو لے کر اول تو اسے دیوبندی بریلوی دونوں جماعتوں کے اداروں کی طرف رجوع فرماتے ہیں، پھر بریلویوں نے جو ہمارے اکابر کی طرف کفر کے گولے برسائے ہیں وہ بھی پیش کرتے ہیں، پھر ہر دو جماعت کے اکابر جن باتوں پر متفق ہو جاتے ہیں اس کو شائع کرتے ہیں۔ دیوبندیوں کو ہی بریلویت کی طرف جھک جانے کی کیوں ترغیب دی جا رہی ہے؟ (جس کی طرف صاحبِ بیانات [حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ] نے بھی اشارہ کیا ہے)۔ اور بریلویوں سے کوئی بات نہیں کی گئی، وہ لوگ ہمارے اکابر کے خلاف تکفیری فتاویٰ واپس لینے پر راضی ہو جائیں (نمونے کے طور پر فتاویٰ رحیمیہ کے ایک صفحے کا فوٹو منسلک ہے۔ اس کو ملاحظہ فرمائیں)۔

اور آپ نے لکھا ہے کہ: ”دونوں جماعتیں مل کر قادیانیوں اور ممتیوں اور دیگر فرقے باطلہ کے خلاف دیوبندیوں سے مل کر کام کریں۔“ (آپ کو چاہیے تھا کہ) ممتیوں اور دیگر فرقہ باطلہ کے خلاف اس پر دیوبندیوں کے حلقہ کے موجودہ ذمہ داروں سے بات کرتے اور پھر جو فیصلہ ہوتا اس پر عمل کرتے۔ یہ کیا بات ہے کہ دو تین آدمی اپنے ہی منہ میان مٹھو بن بیٹھے (جو اپنے حدود اربعہ کو خود وہ بھی جانتے ہیں)۔ اور دیوبندیوں کو دیوبندیت چھوڑنے کی تلقین کرنے لگے۔ آپ کے خیال میں جو یہ بات ہے کہ مذکورہ رسالہ

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (670)

سے ممتاؤں کو مار پڑی ہے اور رنج ہوا ہے، یہ غلط ہے۔ پاکستانی حضرات جو بتاتے ہیں اور رسائل میں لکھ بھی رہے ہیں وہ آپ کے دعویٰ کے خلاف ہیں۔ بلکہ اس سے تو غیر مقلدوں کو سند مل گئی ہے (کہ) دیوبندی بھی بدعتی ہیں، یہ بات صحیح نکلی..... اور بریلویوں کی خوشی کی حد نہ رہی جو پاکستان میں کہتے پھر رہے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے جو کچھ فرمایا تھا اور جو مسلک اختیار کیا تھا آج دیوبندی بھی اسی پر آگئے ہیں اور یہ اعلیٰ حضرت کی کرامت اور بریلویت کے حق ہونے کی دلیل ہے..... اور ممتاؤں کو بھی دلیل مل گئی کہ دیوبندی بھی مشرک اور اصل بریلوی ہی ہیں۔ اس بات کا ثبوت حضرت شیخ قدس سرہ کے ایک (خود ساختہ) منتسب کے کتابچہ سے مل گیا۔

آپ نے لکھا ہے کہ دیوبندی بریلوی میں جو حد سے زیادہ بعد پیدا ہو گیا ہے، اختلافات اصولی طور پر اتنے نہیں ہیں۔ آپ کی یہ بات صحیح نہیں ہے۔ ایک فریق دوسرے فریق کو کافر کہتا ہے۔ کیا یہ اصولی اختلاف نہیں ہے؟ بلکہ ایک شیطان نے تو مستقل ایک رسالہ ہمارے دو بزرگوں حضرت گنگوہی اور حضرت سہارنپوریؒ کے خلاف لکھا ہے، اس کا نام ہی ”اہانت الرشید والخلیل“ رکھا ہے۔ خود اندازہ فرمائیں کہ اس میں کیا کچھ ہوگا۔ اس سلسلہ میں:

فتاویٰ رحیمیہ: ۱۵/۶ سے ۵۳ تک ملاحظہ فرمائیں اور صفحہ ۳۳۰ سے ۳۳۴ تک۔

اور مفتی محمود صاحب کے ملفوظات کے جز نمبر ۱ سے صفحہ نمبر ۲۰، ۲۱ تک۔ جس میں بریلویوں کی دھوکہ دہی کا ذکر ہے۔

صفحہ نمبر ۱۲۳ پر مولانا مرتضیٰ حسن سے رضا خان کی گفتگو۔

صفحہ نمبر ۱۳۱ پر مفتی صاحب کا بریلویوں سے مناظرہ۔

قسط نمبر ۶/۷ صفحہ نمبر ۵۰ پر حضرت شاہ شہیدؒ پر کفر کے فتویٰ کا ذکر۔

صفحہ نمبر ۱۳۴ پر فتاویٰ رشیدیہ پر رضا خانیوں کا اعتراض۔

آخر کتاب تک کئی مسائل میلاد، علم غیب وغیرہ کا ذکر ہے۔ غور سے پڑھیں۔ صفحہ نمبر ۱۰۶ پر رضا خانیوں کے فساد کا ذکر۔ اسی طرح علامہ خالد محمود صاحب کی کتاب ”مطالعہ بریلویت“ ضرور آپ کے پاس ہوگی، اس کو ضرور دیکھیں۔ کہیں آپ لوگوں کی یہ تحریک بریلوی فتنے کا نیا روپ نہ بن جائے۔

بریلویوں کی تاریخ فساد اور دھوکہ دہی سے بھری پڑی ہے۔ لندن، افریقہ اور دیگر جگہوں میں آپ نے دیکھا ہوگا، بلکہ پاکستان میں اب تک ہو رہا ہے، مساجد پر قبضہ قتل و غارت گری اور اپنے جلسوں میں دیوبندیوں پر فتنہ پردازی جو آپ کو مذکورہ بالا حوالوں سے معلوم ہو جائے گی۔ رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“

طباعت ثالثہ ص ۱۸ پر مفتی محمود صاحب کی طرف سے یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ دیوبندی بریلوی اختلاف ایسا ہی ہے جیسا حنفی شافعی کا اختلاف ہے، افسوس کہ اس بات کے لکھنے والے کو ذرا بھی خدا کا خوف نہ آیا اور خود تراشیدہ ایک بات لکھ دی۔

فتاویٰ محمودیہ: ۱۱۰۶۔ پر ایک سائل کے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ:

”یہ اختلاف ایسا نہیں ہے جیسا شافعیہ حنفیہ کا اختلاف ہوتا ہے، بلکہ بریلوی لوگ حضرات علماء دیوبند کو بلکہ اپنے سواء تمام مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں، انہوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ جو ان کو کافر نہ سمجھے وہ بھی کافر۔ (بات کہاں تک پہنچ رہی ہے خود غور کر لیں) پھر وہ کسی کے پیچھے نماز کیوں پڑھیں۔ انتہی۔

اور نورانی نے مفتی محمود صاحب کے پیچھے یہ کہہ کر نماز پڑھنے سے انکار کر دیا تھا کہ میں اس شاتم رسول کے پیچھے نماز کیوں پڑھوں؟ اور آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ بد نصیب ٹولہ حرمین شریفین کے ائمہ کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا۔

اگر آپ حضرات شائع کرنے سے پہلے رسالہ کا مسودہ مفتی عبدالستار صاحب، مولانا یوسف لدھیانوی صاحب اور ہندوستان میں دیوبند اور سہارنپور دکھلا دیتے تو اہل علم کو اشکالات کیوں ہوتے؟ اور اہل حق میں تشویش نہ ہوتی۔

آپ نے لکھا ہے کہ: انہوں نے چند امور کی طرف نشاندہی کی تھی، اگر چھپنے سے پہلے رسالہ سامنے آجاتا، تو یہ بات کیوں ہوتی؟ نہ علماء کو اشکالات ہوتے، اور نہ سوال و جواب ہوتے۔ آخر ہزاروی صاحب کو کس نے مسلک دیوبند کا ٹھیکیدار بنایا ہے کہ انہوں نے اکابر دیوبند سے مشورہ کیے بغیر اور مسلک کے ذمہ دار حضرات کو مسودہ دکھائے بغیر دیوبندیوں کو اپنے سابقہ فتاویٰ میں ترمیم کرنے یا بدعتوں کو محبت کے پیرائے میں اپنانے اور اپنے مسلک میں ڈھیلا پڑ جانے کی رائے دے رہے ہیں؟

موقع کی مناسبت سے حضرت شیخ قدس سرہ کے رسالہ ”اکابر علمائے دیوبند“ سے ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔ اوپر سے حضرت سہارنپوری قدس سرہ کے اتباع شریعت کا ذکر چل رہا ہے کہ:

”ایک مرتبہ حضرت سہارنپوری کے ایک مرید نے ضلع روہتک کے ایک عالم کی صفائی پیش کرتے ہوئے یوں کہا کہ حضرت وہ تو حضور کے رشتہ دار ہیں اور بالکل ہمارے ہم خیال ہیں، صرف بعض عقائد میں کچھ یوں ہی جزوی سا اختلاف ہے، جیسا کہ ہم ائمہ میں..... وہ صاحب اپنی تقریر ختم بھی نہ کر پائے تھے کہ آپ کے چہرے پر ناگواری کے آثار پیدا ہو گئے۔ اور آپ نے تعجب کے ساتھ فرمایا کہ: ہائیں! عقائد میں اور اختلاف یہ تو جزوی ہونا، خود ہی آپ کو تسلیم ہے۔ میرا تجربہ تو یہ ہے کہ عقائد میں جز تو جز اگر بالکل بھی

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (672)

اختلاف نہ ہو، مگر شک و شبہ کا درجہ ہو تو وہ بھی برباد اور گمراہ ہوئے بغیر نہیں بچتا، پھر اس کو ائمہ کے اختلاف سے تشبیہ دینا تو بڑی دلیری کی بات ہے۔“ [اکابر دیوبند: ۳۵]

لگے ہاتھ آپ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا ایک اقتباس بھی ملاحظہ فرمائیں، جس کو حضرت شیخ قدس سرہ نے ”اکابر علماء دیوبند، ص: ۲۷“ پر نقل کیا ہے۔

”اولیاء امت کے لیے ضروری ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت کو مضبوطی سے پکڑیں ان میں سے کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ جو اس کے دل میں آئے اس پر بغیر کتاب و سنت موافقت کے عمل کرے۔“
لبا مضمون ہے، ملاحظہ فرمائیں۔ آخر میں حضرت سہیل ستیری کا قول نقل کیا ہے کہ:
”ہر وہ عمل جو بدعت ہوگا، نفس پر عذاب ہے۔ اور جو اکابر کی اقتدا کے بغیر ہوگا وہ نفس کا دھوکہ ہے۔“

اور حضرت شیخ قدس سرہ کے رسالہ ”شریعت و طریقت کا تلازم“ کے ”باب طریقت“ کو غور سے پڑھیں، اس میں حضرت قدس سرہ نے حضرت مجدد صاحب سے لے کر حضرت شیخ الاسلام مدنی تک اکابر کے کلام کے اقتباسات پیش کیے ہیں، بالخصوص ص ۹۴ پر حضرت گنگوہی قدس سرہ کا اقتباس ضرور پڑھیں۔ آپ لوگ مصلحتاً بدعات کو اپنانے کے لیے درپے ہیں، اور یہی چیز آہستہ آہستہ مقصود اصلی بن جائے گی، جس کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ اسی کے ساتھ ”اکابر دیوبند، ص: ۴۱“ ملاحظہ فرمائیں۔ رانیونڈ کے تبلیغی حلقہ کی طرف سے فضائل درود شریف کو خارج کرنے میں مما تیوں کا کیا دخل ہے؟ یہ تو رانیونڈ والوں کی اپنی سوچ ہے۔ رانیونڈ کے احباب بہت سی باتوں میں مرکز سے منفرد ہیں۔ اس میں یہ قصہ بھی ہے۔

”فضائل درود شریف“ کے معاملہ میں وہ یہ کہتے ہیں کہ گو نصاب کی جلد سے ہم نے نکالا ہے، لیکن اس کے ہمراہ رکھنے کی تاکید کرتے ہیں اور پڑھنے سنانے کی ہدایت دیتے ہیں اور بقول ان کے ان کا اس پر عمل بھی ہے۔

(رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے بارے میں) آپ نے لکھا ہے کہ: ”سر دست اس رسالہ کی اشاعت روک دی گئی ہے۔“ یہ عجیب منطق ہے۔ اب تک جو تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، اور ان کے ذریعہ سے جو گمراہی پھیلی اور اکابر دیوبند کے سلسلہ میں جو شبہات پیدا ہوئے خصوصاً حضرت شیخ قدس سرہ کے سلسلہ میں لوگ جو سوالات کر رہے ہیں۔

احقر کے نزدیک تو (اگرچہ چھوٹا منہ بڑی بات) ایک ہی حل ہے، (مولانا) عزیز الرحمن (ہزاروی صاحب) اور اس کے ہم نوا اور مؤیدین تو بے نامہ شائع کریں، اور ہمیشہ کے لیے کتاب کی اشاعت بند کر دیں،

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (673)

ورنہ حسب تحریر مولانا..... (قاضی مظہر حسین) صاحب آپ لوگوں کو سابق دیوبندی کہا جاتا رہے گا، زرخیز زمین سے جو فتنہ اٹھا ہے وہ بہت کچھ اپنے ساتھ بہا لے جائیں گا۔ (آپ حضرات کی طرف سے) یہ بات کہ: ”اغلاط کی نشان دہی کی جائے“ یہ بھی ایک چال بازی ہے۔ اگر کوئی نشان دہی نہ کرے تب بھی مجموعی طور پر دیوبندیوں کے حلقہ سے اتنا ناگواری کا اظہار ہو چکا ہے اور ہورہا ہے اور یہ سلسلہ بڑھتا رہے گا۔

اس سلسلہ میں اب تک سب سے بہتر اور منصفانہ تجزیہ بینات کراچی میں مولانا لدھیانوی صاحب نے..... مولانا صدیق صاحب، شیخ الحدیث خیر المدارس ملتان..... اور حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب چکوال ”حق چار یار“ کی متعدد اشاعتوں میں لکھ چکے ہیں۔ اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے، اور زبانی تو ماہ مبارک اور حج کے موقع پر آنے والوں نے بہت سوں نے اس پر سخت ناگواری اور اس کو مسلک کے لیے بہت نقصان دہ قرار دیا۔ اتنا کچھ ہونے کے باوجود کیا آپ لوگ اس کو ہضم کرتے رہیں گے، اور کتاب شائع کرتے رہیں گے؟ جس مقصد کے لیے یہ کتاب لکھی گئی ہے، اس کے حاصل ہونے کی امید کم ہی ہے، ہاں بریلویوں کو اس سے بہت نفع ہوگا، اور وہ اس سے اپنا مقصد حاصل کر لیں گے اور ممکن ہے ان کے رسالہ ”جہانِ رضا“ اور دیگر رسائل میں اس پر خوشی کا اظہار بھی کیا گیا ہو۔ ویسے زبانی لوگ بتاتے ہیں کہ بریلویوں کے میلاد وغیرہ کے جلوس میں ہزاروی صاحب بہت پیش پیش رہتے ہیں۔

”اکابر کا مسلک و مشرب“ آپ حضرات نے شائع کیا ہے کہ دونوں فرقے قریب ہو جائیں، لیکن اپنوں سے تو خود آپ لوگ دُور ہوتے جا رہے ہیں، جماعت تبلیغ جس کو حضرت شیخ قدس سرہ نے پروان چڑھایا اور ہر طرح اس کی پشت پناہی کی اور مدافعت کرتے رہے، اس کی تو آپ لوگ مخالفت کر رہے ہیں، جس کی طرف مولانا لدھیانوی صاحب کے مضمون میں ہزاروی صاحب کے ایک مرید کے خط میں اشارہ ہے، نعوذ باللہ یہاں تک کہتے ہیں کہ یہودیوں کی جماعت ہے۔ جہاں تک بس چلے اپنے حلقہ کی مساجد میں جماعت والوں کا داخلہ ممنوع قرار دیتے ہیں۔ فیا للعجب۔

بقول ہزاروی صاحب کے بریلوی تو اہل السنّت والجماعت ٹھہرے۔ اور جس جماعت کو حضرت شیخ قدس سرہ نے پروان چڑھایا، وہ یہودیوں کی جماعت اور مساجد میں ان کا داخلہ ممنوع.....

ہزاروی صاحب کی مسجد کے قریب ایک مسجد میں مولوی الیاس نامی امام تھے، جو جماعت سے وابستہ ہیں، جماعتوں کی آمد و رفت اس مسجد میں تھی۔ ڈنڈے کے زور پر امام صاحب کو ہٹا دیا اور جماعت کا داخلہ ممنوع قرار دیا۔ مزید ایک قصہ آپ کے ایک خلیفہ امیر علی قریشی کے ساتھ پیش آیا ہے، وہ اس سے معلوم کر لیں۔

بہر حال مذکورہ جماعت دیوبند بالخصوص حضرت شیخ قدس سرہ کے حلقہ کے لیے نہایت ہی مضراور سخت انتشار کا سبب ہے۔ جس قدر جلد ممکن ہو اس سے براءت کا اعلان فرمادیں۔ پیری مریدی چکانے کے چکر میں بزرگوں کو تو بدنام نہ کریں۔ نشاندہی اغلاط کی بہت کچھ ہو چکی ہے، اور رسالہ میں بہت سی باتیں حضرت شیخ قدس سرہ کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ یہ سب محل نظر ہیں، کسی وقتی طور پر کسی کی دلجوئی کے لیے کوئی بات کہہ دی تو وہ دلیل نہیں ہو سکتی۔ مسلک وہی ہے جو حضرت قدس سرہ اور اکابر دیوبند اپنی کتابوں میں لکھ کر شائع کر گئے ہیں اور ہمارے اکابر کے نزدیک اہل بدعت کی روایات معتبر نہیں، اور نہ ہی مکاشفات اور خوابوں کی باتوں سے کوئی شرعی مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔

حضرت شیخ قدس سرہ کے وصال کے ۱۴۱۰ سال بعد آپ لوگوں نے بدعات کو رواج دینے اور مسلک دیوبند کو مسخ کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ یہ حضرت قدس سرہ کی حیات میں ہی لکھوا کر منظور کروا لیتے۔ رسالہ میں مولانا خیر محمد صاحب کی طرف عرس میں شرکت کرنے کی بات منسوب کی گئی ہے، جس کے متعلق خیر المدارس کے شیخ الحدیث صاحب اور مفتی عبدالستار صاحب اور مولانا محمد حنیف صاحب (جالندھری) تردید کر چکے ہیں، اور مفتی محمد حسن صاحب کے بارے میں جو حضرت تھانویؒ کا جواب لکھا ہے یہ واقعہ صحیح بھی ہو تو یہ ایک جذباتی بات ہے، اس سے شرعی حجت قائم نہیں کی جاسکتی۔ حضرت تھانویؒ کے خلیفہ مولانا شیر محمد صاحب سندھی ”عمدہ المناسک“ میں لکھتے ہیں کہ:

”حجرہ شریفہ کی دیواروں کو نہ بوسہ دے اور نہ ہاتھ لگائے کیونکہ یہ بے ادبی ہے۔“

اب حضرت شیخ قدس سرہ کی بھی سن لیجیے! حضرت قدس سرہ ”فضائل حج، ص: ۱۱۹“ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

”وہ اس کا خیال رکھے کہ زیارت کے وقت دیواروں کو ہاتھ نہ لگائے کہ یہ بے ادبی اور گستاخی ہے

اور نہ دیواروں کو بوسہ دے کہ یہ حجر اسود ہی کا عمل ہے، نہ دیواروں کو چومے، نہ طواف کرے۔“

اور ”معلم الحجاج“، ص: ۳۱۹، ”آداب زیارت کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ:

”ادھر ادھر نہ دیکھو، نظر نیچی رکھو، اور کوئی حرکت خلاف ادب نہ کرو، زیادہ قریب بھی کھڑے نہ ہو،

اور جالی کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ، نہ بوسہ دو، نہ سجدہ کرو، اس قسم کی باتیں خلاف ادب و احترام اور ناجائز ہیں۔“

رسالہ میں بار بار حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کا ذکر آیا ہے، جس سے یہ تاثر دینا مقصود ہے کہ

جو کچھ حاجی صاحب نے ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ میں لکھا ہے اس پر عمل کر لیا جائے، یعنی بدعات مروجہ کے بارے

میں تشدد نہ کیا جائے، حالانکہ ”تذکرۃ الرشید“ میں حضرت قدس سرہ سے اس کا جواب نقل کر دیا گیا ہے۔ بہت

لمبا مضمون ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

”ہم نے طریقت میں حاجی صاحبؒ سے بیعت کی ہے، شریعت کا مسئلہ حاجی صاحب ہم سے پوچھیں۔“

اور یہاں تک لکھ دیا کہ: ”فعل مشائخ حجت نہ باشد“ حضرت حاجی صاحبؒ کے پیر میاں جی نور محمد صاحب بھٹھنوی نے اسی طرح کی ایک مجلس میں نعت پڑھنے سے یہ کہہ کر انکار فرمایا تھا کہ مجھ سے لوگ کبھی کبھی امامت کروا لیتے ہیں۔ اب انہی بزرگوں کے نام لیوا اپنی پیری چکانے کے لیے بدعات کو اپنانے جارہے ہیں۔ اور حضرت شیخ قدس سرہ نے ماہ مبارک میں ایک مرتبہ پردہ میں بعد فراغت مجلس نعت سننا شروع کیا تھا اس پر مولانا منور حسن صاحب نے دو تین روز بعد اندر جا کر کوادیا تھا۔

حضرت شیخ قدس سرہ بار بار اس کا تذکرہ بھی فرماتے تھے کہ مفتیوں نے ہمارے قصائد بند کر دیئے، لیکن جو کچھ ہوا اچھا ہی ہوا۔ حضرت تھانویؒ نے خود ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کے مصنف تھے، جو حاجی صاحبؒ کے نام سے شائع کیا گیا۔ جب حضرت گنگوہیؒ سے خط و کتابت ہوئی جو مفصل ”تذکرۃ الرشید“ میں ہے، اس کا بغور مطالعہ کریں۔ حضرت حکیم الامتؒ، حضرت گنگوہیؒ سے خط و کتابت کے بعد بدعات مرتبہ کے سلسلہ میں تشدد ہو گئے تھے، جیسا کہ بہشتی زیور، اصلاح الرسوم اور امداد الفتاویٰ اس کے گواہ ہیں۔ مفتی محمود صاحب کے ملفوظات قسط ۲ ص ۴۰ کو ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا احرار الحق صاحب کے سوال پر بدعت کی تعریف اور اسی ذیل میں قیام اور میلاد کو بدعت فرمایا ہے۔

اور مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۸۹ پر ایک مفصل فتویٰ میلاد شریف کے بارے میں ہے۔ مفتی صاحبؒ نے ایسی کسی بھی مجلس کی بھرپور تردید فرمائی ہے۔ اور معارف حکیم الامت ص ۱۳۰ تا ۱۴۸ تک بغور مطالعہ کریں۔ جس میں یوم میلاد النبی کے تمام پہلوؤں کو ذکر کر کے سب کا رد فرمایا ہے۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۳۸ سے اخیر کتاب تک اختلافی مسائل کے عنوان سے دیوبندی، بریلوی ہر دو جماعت کے اختلافی مسائل کا تجزیہ کیا ہے، جس میں میلاد شریف، علم غیب، نداء بالغیب وغیرہ مسائل اور بریلویوں کی طرف سے علماء دیوبند پر کفر کے فتاویٰ کے اشتہار اور بریلویوں کے الزامات اور اس کے جوابات ص ۳۶۶ تک مفصل کلام کیا ہے۔ اس سے جناب کو اندازہ ہو جائے گا کہ ہر دو جماعتوں میں اختلافی جڑی ہے یا اصولی۔

حضرت حاجی صاحبؒ کو آپ حضرات اس انداز میں پیش کر رہے ہیں کہ دونوں جماعتیں دیوبندی اور بریلوی حضرت حاجی صاحبؒ کو اپنا مقتدا جانتے ہیں۔ دیوبندی تو حضرت حاجی صاحبؒ کو طریقت میں اپنا مقتدا مانتے ہی ہیں۔ بریلویوں کی تحریرات سے تو نعوذ باللہ ان کا کفر ثابت ہوتا ہے، کیونکہ حضرت گنگوہیؒ

اور حضرت نانوتویؒ کو حضرت حاجی صاحبؒ نہ صرف مسلمان بلکہ مرشد کامل سمجھتے تھے اور ضیاء القلوب میں دونوں حضرات کی تعریف کی ہے اور یہاں تک لکھا ہے کہ بات اُلٹی ہو گئی۔ وہ میری جگہ پر ہوتے میں ان کی جگہ پر ہوتا۔ اب جناب خود غور فرمائیں کہ رضاء خان اور اس کے ہمنوا حشمت علی وغیرہ نے ان اکابر کی تکفیر اپنے فتاویٰ میں کی ہے اور یہاں تک لکھا ہے کہ جو ان کو کافر نہ سمجھے وہ بھی کافر ہے۔ جیسا کہ اوپر مفتی محمود صاحب کے فتویٰ میں اور فتاویٰ رحیمیہ میں اس کا ذکر ہے۔ تو نعوذ باللہ حضرت حاجی صاحبؒ ان کے نزدیک مسلمان ہی کہاں رہے؟ مقتداء تسلیم کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔

آپ کے مقدمہ میں ”مجالس حکیم الامت“ سے کچھ ملفوظات نقل کیے گئے ہیں۔ جس سے بدعات میں نرم رویہ اختیار کرنے پر استدلال کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ص ۱۴۰ اور ص ۱۸۴ کے ملفوظات بھی ملاحظہ فرمائیں۔ یہ مجالس حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے حضرت حکیم الامتؒ کے وصال کے ۴۰ سال بعد مرتب کی ہیں۔ ان کی حیثیت کے بارے میں خود غور ضرور کریں اور مفتی صاحبؒ کے فتاویٰ دارالعلوم جس کا حوالہ اوپر ذکر کیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیں، اس میں بدعات مروجہ کے بارے میں وہی شدت ہے، جو حضرت گنگوہیؒ سے چلی آرہی ہے، اس تشدد کو عارضی کہنا بدعات کو رواج دینے اور اپنی پیروی کو چمکانے کا بہانہ ہے۔ ہزاروی صاحب نے اپنے رسالہ میں بریلویوں کو اہل سنت ہونے کی سند دی ہے، حالانکہ وہ اہل بدعت ہیں، وہ تو دیوبندیوں کو مسلمان ماننے کے لیے بھی تیار نہیں، اور دیوبندیوں کے خود ساختہ وکیل ان کو اہل سنت ہونے کی سند دے رہے ہیں۔ فیا للعجب۔

مکاشفات و منامات کی آپ لوگوں کے ہاں کافی اہمیت ہے، میلاد کے سلسلہ میں حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کے والد ماجد حافظ محمد احمد صاحبؒ کا خواب بھی ملاحظہ فرمائیں، جو اشرف السوانح ج ۳ میں ہے۔ اور مفتی محمود صاحب کے ملفوظات قسط ۳ پر تفصیل ذکر ہے۔ جبکہ فوٹو ہمراہ منسلک ہے۔ اور قسط نمبر ۳ ص ۳ پر حضرت شیخ الہندؒ حضرت سہارنپوریؒ اور حضرت رائے پوریؒ کا گنگوہا حاضر ہونا، اس کا فوٹو بھی ملاحظہ فرمائیں۔ اور بدعات مروجہ کے متعلق حضرت سہارنپوریؒ قدس سرہ کی ”براہین قاطعہ“ بھی دیکھ لیجئے جس میں حضرت قدس سرہ نے ایسے اصول قرآن و حدیث اور تعامل صحابہ سے بیان کیے ہیں کہ حق و باطل واضح ہو جاتا ہے۔ رسالہ میں مسائل اصل تین ہیں، جس پر بدعتی کافی زور دیتے ہیں، اور آپ لوگ بھی اس کو اپنانے کے چکر میں ہیں، اس میں سے دو کی تردید سارے ہی ہمارے اکابر کرتے آئے ہیں:

(۱)..... عرس۔ تعجب ہے کہ آپ لوگ سارے اکابر کی اس عمل سے لاتعلقی کے باوجود اس پر اصرار

کیوں کر رہے ہیں۔ اگر شروع میں نیت صاف بھی ہو اور آہستہ آہستہ بہت کچھ بن جاتا ہے..... کیا ہمارے

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (677)

بزرگوں کو اپنے مشائخ سے محبت نہیں تھی، حضرت شیخ قدس سرہ کو ہی لے لیجئے کیا کسی خط میں معمولی سا بھی اشارہ کیا ہو کہ آج ہمارے حضرت کا یوم وصال ہے، کیا حضرت شیخ قدس سرہ نے کبھی زبانی بھی ذکر کیا کہ آج میرے حضرت کا یوم وصال ہے..... بلکہ حضرت شیخ قدس سرہ کو اپنے بزرگوں میں سے کسی کی تاریخ وفات کی ضرورت ہوتی تھی تو دریافت فرماتے تھے، اور معلوم نہ ہونے پر کتاب سے نکلواتے تھے، اور یہاں پر آپ کی جماعت کا یہ حال ہے کہ باقاعدہ عرس کے نام سے دعوت دے رہے ہیں کہ کل ہمارے یہاں ہمارے شیخ کا یوم وصال ہے..... عرس ہے، ہمارے بزرگوں کا تو یہ حال تھا کہ گنگوہ خانقاہ میں حضرت شاہ عبدالقدوس صاحبؒ کے عرس کے ایام میں حضرت گنگوہیؒ کے ہاں آمد و رفت ہی ممنوع تھی، اگر کوئی غلطی سے آ بھی گیا تو اس کو بغیر ملے ہی واپس کر دیتے تھے۔ حافظ صالح صاحبؒ کا قصہ آپ نے حضرت شیخ قدس سرہ کی زبان مبارک سے بارہا سنا ہی ہوگا، وہ غلطی سے ایام عرس میں گنگوہ پہنچ گئے تھے۔ حضرتؒ نے ملنے سے انکار فرمایا میں خوب جانتا ہوں کہ یہ عرس میں نہیں آئے، مگر آئے تو اسی راستے پر اور من کثر سوار قوم حدیث سنائی۔

دوسرا قصہ اسی طرح کا حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ پیش آیا۔ ملفوظات مفتی محمود صاحب قسط نمبر اص ۱۰۶ پر ملاحظہ فرمائیں۔ مزید فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۹۳ مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

”روز وفات متعین کر کے لوگوں کا اجتماع اور اس اجتماع کا اتنا اہتمام کہ فرائض و واجبات کی طرح

ہو جائے“.....

اخیر میں لکھتے ہیں کہ:

”اگر دوسرے منکرات اور معاصی سے خالی ہوں، تب بھی بدعت اور گمراہی ہے، قرون مشہود لہا بالخیر میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔“

اور معارف حکیم الامت ص ۱۰۰ پر ہے کہ عرس کے متعلق فرمایا کہ:

”یہ اعمال اصل سے ثابت نہیں ہیں، اگرچہ خواص کا عقیدہ ان مسائل سے خراب نہیں ہوتا، لیکن فقہ حنفی کا مسئلہ ہے کہ خواص کے جس مستحسن عمل سے جبکہ وہ مطلوب عند الشرع نہ ہو، عوام میں خرابی پھیلے خواص کو چاہیے کہ اس کو ترک کر دیں.....“

بہت لمبا مضمون ہے اصل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲)..... میلاد شریف جس کے متعلق بہت کچھ اور لکھا جا چکا ہے ویسے اس سے بھی زیادہ آپ

کے علم میں ہوگا۔

(۳)..... نعلین شریفین کے نقش سے استبراک۔ یہ بھی عجیب تماشہ ہے۔ صاحب ”نیل الشفاء“

حضرت تھانویؒ قدس سرہ صراحتاً اس سے رجوع فرما چکے ہیں، پھر بھی ان کے سر ڈالے جا رہے ہیں۔ کفایت المفتی ج ۲ ص ۵۸ تا ۶۸ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے حضرت تھانویؒ قدس سرہ کی طویل خط و کتابت کے بعد حضرت تھانویؒ نے اپنے رسالہ ”نبیل الشفاء“ سے رجوع فرمایا تھا۔ چنانچہ کفایت المفتی ص ۶۸ پر اخیر میں حضرت تھانویؒ کا مضمون اس طرح ہے کہ:

”خواص کے اس اختلاف آراء سے نفس مسئلہ میں مجھ کو تردد ہو گیا۔ پھر اس کے ساتھ عوام کے اختلاف آراء سے جس سے میرا ذہن خالی تھا مصالح دینی اس کی مقتضی ہے، کہ بحکم دع مایریک الی مایریک [الحديث] اپنے رسالہ ”نبیل الشفاء“ سے رجوع کرتا ہوں، اور کوئی درجہ تسمیب للہر رکاوٹ واقع ہو گیا ہو، تو استغفار اور کسی عاشق صادق کے اس فیصلہ کو استحضار اور نگرار کرتا ہوں، شعر علی اننی راض بان احمل الهوی واخلص منه لا علی ولا لیا۔

آگے حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے ضروری توضیح کے عنوان سے حضرت تھانویؒ کے اعلان کی تشریح بھی کر دی ہے۔ اور احقر کی طالب علمی کے زمانہ میں ایک واقعہ پیش آیا تھا، وہ بھی سن لیں! احقر کا راندر جامعہ حسینیہ میں درجہ فارسی میں پہلا سال تھا، ربیع الاول کے مہینہ میں میرے دوست تھی رشید بزرگ جوری یونین میں ہیں، اور میاں احمد گھی والا جولیستر انگلینڈ میں ہے، دونوں راندر کے پاس ایک گاؤں میں گئے تھے، واپسی پر انہوں نے بتایا کہ ہم مولود میں گئے تھے وہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی چہل شریف ہے۔

(اس وقت نعلین کو سمجھ سکتا تھا) بہر حال وہ مجلس میں شرکت کر کے آئے اور اپنے ساتھ تھوڑی سی خاک بھی لائے، جس کے متعلق انہوں نے بتایا کہ یہ چہل شریف کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ خود غور فرمائیں کہ ۱۳ سو سال بعد چہل شریف بھی موجود ہے، اور اس کے ساتھ خاک شریف بھی لگی ہوئی ہے۔ شیطان نے کیسا جال گراہی بچھایا ہے۔ نعلین شریف کے جو فضائل ہیں، سر آنکھوں پر، اس سے کوئی اہل ایمان انکار نہیں کر سکتا، مگر جب عوام میں یہ سلسلہ چلے گا تو کہاں پہنچے گا؟ خود غور فرمائیں! شرائط اور موانع عوام کیا جانیں؟..... ان سب باتوں کو چھوڑیئے، حضرت قدس سرہ کے یہاں سینکڑوں خطوط مختلف احوال اور پریشانیوں کے آتے تھے، کسی ایک کے جواب میں بھی حضرت قدس سرہ نے کم از کم میرے علم کے مطابق اس طرح نعلین شریف سے توسل اور استبراک کا عمل کسی کو نہیں لکھا، عام طور پر حضرت شیخ قدس سرہ درود شریف اور اسماء الہیہ میں سے کسی اسم کا وظیفہ صاحب خط کی مناسبت سے لکھوا دیا کرتے تھے۔ کیا حضرت شیخ قدس سرہ کو یہ فضائل معلوم نہیں تھے؟..... اب ہزاروی صاحب پر ہی منکشف ہوئے۔ فالی اللہ المشتکی۔

مضمون طویل سے طویل ہوتا جا رہا ہے۔ اب اسی پر ختم کرتا ہوں۔ من سن سنہ حسنہ کو مد نظر رکھو! اعجاب کل ذی رای برائئہ کا دور دورہ ہے۔ اپنے قریبی زمانہ کے بزرگوں کے حالات دیکھتے رہا کرو، کس طرح وہ شریعت اور طریقت کے ساتھ ساتھ لیے چلتے رہے اور کام کرتے رہے، جہاں غلطی معلوم ہوئی فوراً جمع کر لیا اور حضرت شیخ قدس سرہ کا تو اصول تھا کہ اپنے مسودات حضرت مولانا عبدالرحمن صاحبؒ کامل پوری اور قاری سعید صاحبؒ کو دکھلایا کرتے تھے۔ اور حضرت شیخ قدس سرہ نے ”آپ بیتی“ میں اس بات کو لکھوا بھی دیا ہے اور ”لامع“ تصنیف کے زمانے میں ہم نے خود دیکھا کہ مولانا یونس صاحب کو مستقل مسودہ دکھلاتے تھے، اور ان کے اشکالات سن کر کبھی اصلاح بھی کر دیتے تھے، کبھی ان کے اشکالات حل کر دیتے تھے۔ فقط والسلام

اے بے خبر بکوش کہ صاحب خبر ستوی
تارہ بین نہ باشی کہ راہبری ستوی
در مکتب حقائق پیش ادیب عشق
ہاں پسر بکوش کہ روزے پدر ستوی

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چارپارہ، دسمبر ۱۹۹۵ء)

عقائد اہل السنۃ والجماعۃ [مدلل]

دینی مدارس، سکول و کالج کے طلباء و طالبات اور عامۃ المسلمین کے لیے مدلل و مبرہن، نادر و مفید مجموعہ

تقاریظ:

امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر..... وکیل صحابہ حضرت مولانا علامہ عبدالستار تونسوی
ابن شیخ مدنی حضرت مولانا سید ارشد مدنی مدظلہم..... حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرزاق اسکندر مدظلہم..... مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

حسب ارشاد: شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ

مقدمہ: سلطان العلماء حضرت مولانا علامہ خالد محمود مدظلہم

پیش لفظ: شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم

مؤلفہ: مولانا مفتی محمد طاہر مسعود

ناشر: مکتبہ سراجیہ، سیٹلا ٹاؤن چوک، سرگودھا 0333-9810455

مکتوب گرامی مولانا عاشق الہی رحمہ اللہ^۱

بنام مولانا سمیع الحق مدظلہم و مولانا عبد القیوم حقانی مدظلہم

مکرمی و محترمی جناب مولانا سمیع الحق صاحب، مولانا عبد القیوم حقانی صاحب دام مجدہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔

گزارش آنکہ عزیز الرحمن ہزاروی کوئی مؤلف ہے۔ انہوں نے ایک رسالہ بنام ”اکابر کا مسلک و
مشرب“ لکھا ہے۔ وہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا۔

اس میں کوشش کی گئی ہے کہ دیوبندیت میں بریلویت داخل کرائی جائے اور بریلویوں کی بہت سی
چیزوں کو گوارہ کر لیا جائے۔ اس کے خلاف بعض حضرات کی تحریرات مختلف رسائل میں آچکی ہیں۔ معلوم ہوا
ہے کہ مؤلف مذکورہ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک سے فارغ ہے۔ اگر ایسا ہے تو آپ حضرات پر لازم ہے کوئی ایسا
مضمون شائع فرمادیں جس سے عوام و خواص پر واضح ہو جائے کہ یہ شخص اگرچہ جامعہ سے فارغ ہے مگر اب
چونکہ اکابر دیوبند کے طریقہ سے ہٹ گیا ہے، اس لیے ہم واضح طور پر اعلان کرتے ہیں کہ اس پیش کردہ
رسالہ میں جو باتیں لکھی گئیں، ہم ان سے جامعہ اور اس کے ذمہ دار بالکل بری اور بیزار ہیں۔ اور جو بھی کوئی چیز
حضرات اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف لکھی گئی، ہم اس سے راضی نہیں۔ اور عزیز الرحمن صاحب کو جو سند
دی گئی تھی وہ اس شرط کے ساتھ دی گئی تھی کہ بدعات اور فتنوں سے پرہیز کریں۔ اب جبکہ بدعات کے داعی
بن گئے۔ اس لیے ہم اپنی سند واپس لیتے ہیں۔ عزیز الرحمن واپس کریں یا نہ کریں۔

یہاں مدینہ منورہ میں احقر نے حضرت شیخ الحدیث صاحب کے متعلقین سے تحقیق کی تو انہوں نے
اس کی خلافت ہی کو مشکوک قرار دے دیا۔ بہر حال آپ اپنی شرعی ذمہ داری قبول کریں۔

والسلام..... محمد عاشق الہی بلند شہری..... ۱۰/۱۰/۱۴۱۵ھ

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چاریار، جولائی ۱۹۹۵ء)

مکتوب گرامی مولانا محمد اسماعیل مدظلہم

[خلیفہ مجاز شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی]

بنام: جناب خضر حیات صاحب

عنایت فرمائے خضر حیات صاحب! ہذا ک اللہ واریا بکم لما یحب و یرضی.

بعد سلام مسنون آپ کا عتاب نامہ حضرت مولانا مفتی عاشق الہی صاحب کے نام پہنچا۔ احقر مفتی صاحب کا ایک ادنیٰ خادم ہے، اکثر ان کے ہاں آمد و رفت رہتی ہے، گزشتہ ہفتہ انہوں نے آپ کا عتاب نامہ دکھایا، جسے پڑھ کر احقر نے عرض کیا کہ آپ اس کا جواب لکھوادیں، اس پر مفتی صاحب نے فرمایا کہ اس کا کیا جواب؟ ہم نے فی مابینہ و بین اللہ مسلک اکابر دیوبند کے موافق جس کو حق سمجھا وہ واضح کر دیا، تاکہ عوام مغالطہ میں نہ پڑیں، باقی میرے متعلق جو کچھ کہا ہے اس میں میں کاتب کا احسان مند ہوں کہ میں تو بہت ہی گناہ گار ہوں، یہ میری برائی کر کے اپنی نیکیاں مجھے دے رہا ہے اور میرے گناہوں کا بوجھ اٹھا رہا ہے، اس میں تمہیں کیا تکلیف ہے؟ احقر نے بار بار جواب پر اصرار کیا، مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں اس کے لیے فارغ نہیں ہوں، اس پر احقر نے عرض کیا، کہ میں آپ کی طرف سے جواب لکھ دوں، تو اس پر بھی منع فرمایا، کہ میری طرف سے نہیں، مجھے تو خوشی ہے کہ وہ اپنی نیکیاں مجھے دے رہا ہے، تم اپنی طرف سے لکھنا چاہو لکھ دو، تاکہ عتاب نامہ کی رسید کاتب تک پہنچ جائے۔

جناب خضر حیات صاحب! آپ نے جو زبان حضرت مفتی صاحب کے بارے میں استعمال کی ہے، اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں، بریلوی جن کے ساتھ آپ کے مربی حضرات اتحاد کرنے جا رہے ہیں ان کی بھی یہی زبان ہے۔ ان کی کتابوں پر کچھ نظر ہو، تو معلوم ہو جائے۔ جناب کے خط سے اندازہ ہوا کہ ہزاروی صاحب کی خانقاہ شریف سے کیسے کیسے جیلے مرید پیدا ہو رہے ہیں۔ راہ حق بتانے والوں اور بدعات کی نشاندہی کرنے والوں پر لعنت بھیجنے میں کوئی نئی بات نہیں۔ بریلویوں کے تکفیری توپ خانے سے اہل حق کے خلاف یہی فتوے داغے گئے۔ بہر حال آپ کا خط پڑھ کر کوئی زیادہ تعجب نہیں ہوا۔ چونکہ آپ کے مربیوں کا معمول بھی یہی ہے، کہ انہوں نے امیر تبلیغ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب اور حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب اور بڑے بڑے تبلیغی اکابر کو نہیں بخشا، مذکورہ بزرگوں کے متعلق اگر آپ کے مربیوں کے ارشادات نقل کیے جائیں تو شیطان بھی شرماتا جائے۔ جناب کے مربیوں کا جب یہ حال ہے تو پھر آپ نے

حضرت مفتی صاحب پر جو بھڑاس نکالی ہے، اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ کل اناء یتر شح بما فیہ اب موجودہ قضیہ میں حضرت قاضی مظہر حسین صاحب زید مجدہ، حضرت مفتی عبدالستار صاحب، مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی، حضرت نفیس شاہ صاحب زید مجدہم اور بہت سے حضرات جو آپ کے مربیوں کے موجودہ موقف کو غلط سمجھ رہے ہیں اور اس پر دلائل اظہار حق کر رہے ہیں، پہلے یہ سب حضرات آپ لوگوں کی تائید کر رہے تھے، تو کوئی فقیہ العصر تھا، کوئی محقق تھا، کوئی صاحب بصیرت تھا، کوئی صاحب قلم تھا، کوئی شیخ المشائخ تھا، اور کسی کو خلافت سے بھی نوازا گیا تھا۔ اور اب اختلاف کی بناء پر ان کو ممتاویں کے زمرہ میں شمار کر لیا گیا، اور وہ راندہ بارگاہ الہی ہو گئے۔ گویا کہ اللہ جل شانہ نے آپ لوگوں کو اس بات کا ٹھیکیدار بنادیا ہے کہ جس پر جس طرح چاہیں فیصلہ صادر فرمادیں، اور ماشاء اللہ آپ نے تو اپنے مربیوں سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر حضرت مفتی صاحب کو پیشین گوئی کر دی، کہ دنیا میں بھی تمہیں سزا مل جائے گی۔ الخ۔ یہ بات تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مخالفین کو خطاب کر کے کہی جاتی تھی، لیکن آپ کو انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ کیسے حاصل ہو گیا؟ کہ اپنے خلاف بولنے والوں کو عذاب الہی کی دھمکی دینے لگے۔

ہزاروی صاحب کی خانقاہ ”شریف“ کے متعلق آپ نے تعریفوں کے جو پل باندھے ہیں، تو ماشاء اللہ آپ اس کا عملی نمونہ موجود ہیں، ویسے بھی پاکستان میں خانقاہوں اور پیروں کی کیا کمی ہے؟ بس لفظ ”شریف“ لگا دیا اور خانقاہ بن گئی، جبکہ اصل معاملہ نیتوں کا ہے، ارشاد نبوی ہے: ”إنما الأعمال بالنیات“ رہا خلافت کا مسئلہ تو اس کے متعلق حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے حضرت شیخ الحدیث صاحب کی طرف سے مولوی عزیز الرحمن کو براہ راست اجازت نہیں ہے، البتہ آپ لوگوں کے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے یا حضرت شیخ قدس سرہ کا کوئی گرامی نامہ ہے، یا کوئی مشاہداتی گواہ ہے، تو اس کو منظر عام پر لایا جائے، تا کہ شکوک و شبہات ختم ہوں اس سلسلے میں شاید مولوی حبیب اللہ کو زیادہ معلوم ہو۔

باقی مولوی عزیز الرحمن سے ہم اس وقت سے واقف ہیں جب وہ جمعیت کے رسالہ ”ترجمان اسلام“ میں کام کرتے تھے، اس وقت سے اب تک ان کے کارنامے بھی ہمیں دوستوں کے ذریعے معلوم ہوئے، اور صوفی اقبال صاحب ملک عبدالحفیظ صاحب اور مولوی حبیب اللہ سب کو خوب جانتے اور پہچانتے ہیں، اور وہ بھی ہمیں اچھی طرح جانتے ہیں، ہمیں کسی کی ذاتیات سے کوئی سروکار نہیں۔ مشہور مقولہ ہے ”کما تدین تدان“ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے، لیکن اگر اکابر کے مسلک کے خلاف یا ان کی طرف کوئی غلط بات منسوب کی جائے گی، تو ہم ضرور اس کی وضاحت کریں گے۔

ع چپ نہیں رہنے کے ہم بے راز مے خانہ کہے

آپ نے لکھا ہے کہ دیوبندیت اور بریلویت میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ مسلمان مسلمان کو کافر

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 4..... رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“..... (683)

کہے، اگر آپ کو کچھ بھی علم سے واسطہ ہوتا تو یہ بات نہ لکھتے، معلوم نہیں کہ آپ کا مبلغ علم کیا ہے؟ کیا بریلویوں کے فتاویٰ سے یکسر بے خبر ہیں، جن میں انہوں نے علماء دیوبند کی تکفیر کی ہے، دیکھئے ”تجانب اہل سنت“ امجد علی۔ نیز فتاویٰ اہل السنن مار ہروی ”بہار شریعت“، احمد رضا خان نیز حامد بدایونی ابو البرکات لاہوری کی کتابیں اور بریلویوں کے رد میں حضرت اقدس مولانا غلیل احمد سہارنپوری نے ”براہین قاطعہ“ لکھی ہے، جس کا جواب آج تک بریلوی نہیں دے سکے، نیز حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کی کتاب ”الشہاب الثاقب“ لکھی ہے اور مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری، مولانا منظور نعمانی، مولانا مشتاق احمد چٹھوٹی اور متعدد علماء نے بریلویوں سے مناظرے کئے اور ان کے رد میں رسائل لکھے۔ بہر حال مذکورہ بزرگان دین آپ کے مربیوں مولوی عزیز الرحمن صوفی اقبال صاحب اور ملک عبد الحفیظ صاحب سے علم و فضل اور تقویٰ میں بہت اونچے ہیں۔ کوئی تو بات ہوگی، جو انہوں نے بریلویوں کے خلاف لکھا اور مناظرے کیے۔ اب آپ لوگوں کو اپنے دنیاوی دھندوں میں کچھ نظر نہ آئے تو دوسری بات ہے۔

حضرت مفتی صاحب کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا ہے اس کے متعلق صرف اتنا عرض ہے کہ اللہ جل شانہ نے ان کو ایسی صلاحیتوں سے نوازا ہے کہ لوگ ان کی زیارت اور ملاقات کے لیے ان کے متلاشی رہتے ہیں، انہیں آپ کے مربیوں کی طرح ایجنٹ چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے، پاک و ہند کے مفتیان کرام بہت سے فتاویٰ میں ان سے رجوع کرتے ہیں، اور ان کی کتابیں اس قدر مقبول ہیں کہ متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور ان کی بعض کتابیں مدارس کے نصاب میں شامل ہیں، بہت سے مشائخ نے ان کو اجازت بیعت دینا چاہی تو آپ نے ادب سے معذرت کی اور قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

گر نہ بیند بروز شپرا چشم
چشمہ آفتاب را چه گناہ

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ اور مسلک دیوبند کی طرف نسبت کا اظہار کر کے بدعات کو اپنانے اور رواج دینے والے یوم الحساب میں مسئولیت سے نہیں بچ سکتے، اگر پیری مریدی چکانے کے لیے بدعات کو اپنانا تھا تو حضرت شیخ قدس سرہ اور مسلک دیوبند سے برات کا اعلان کرتے۔

ع دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا

سچی بات یہ ہے کہ آپ کے مربیان کرام بدعات کے دلدل میں اس قدر پھنس گئے ہیں کہ وہاں سے واپسی مشکل ہے۔

والسلام..... ابو محمد محمد اسماعیل، مدینہ منورہ..... ۵ اکتوبر ۱۹۹۵ء

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چاریار، دسمبر ۱۹۹۵ء)

بقیۃ السلف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق مدظلہم [شیخ الحدیث: جامعہ خیر المدارس]

کی طرف سے ایک ضروری وضاحت^۱

مکری جناب حضرت مولانا محمد ازہر صاحب [مدیر: الخیر]

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گذشتہ روز حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب مؤلف ”اکابر کا مسلک و مشرب“ جامعہ خیر المدارس میں تشریف لائے۔ اکرام ضیف کے طور پر بندہ اُن سے انبساط سے ملا اور عطر کا ہدیہ بھی قبول کیا۔ اس سے بعض حضرات نے یہ تاثر لیا کہ بندہ نے اُن کی مؤلفہ کتاب ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس تاثر کو زائل کرنے کے لیے وضاحت کر رہا ہوں کہ اُن کی مؤلفہ کتاب اہل سنت اکابر علماء دیوبند کے مسلک کے بالکل مطابق نہیں ہے۔ انہوں نے اس میں جتنی ترمیم کی ہیں اس کے باوجود مسلک کے مطابق نہیں۔ اس لیے میری طرف سے اس کی تائید کو منسوب نہ کیا جائے۔

بندہ محمد صدیق

۱۴۲۰/۴/۲۷ھ

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یار، اکتوبر ۱۹۹۹ء)

ہماری سمجھ کچھ نہیں۔ جو کچھ ہے، ہمارے اکابر کا فیض ہے۔

محبوب الصلحاء حضرت مولانا محمد حسن مدظلہم [خلیفہ مجاز: حضرت امام اہل سنت] فرماتے ہیں:

”میں طلبہ سے عرض کرتا رہتا ہوں کہ اگر میں سبق میں کوئی ایسی بات کروں جو ہمارے اکابر سے الگ ہو، اُن کے عقیدے سے الگ کر رہی ہو تو آپ اپنے اکابر سے جڑے رہیں، مجھے چھوڑ دیں۔ اور میرے لیے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔“

امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ اسباق کے دوران طلبہ کو بار بار نصیحت فرماتے کہ: ”اپنے اکابر کے دامن کو نہ چھوڑنا، ہم کچھ نہیں، ہماری سمجھ کچھ نہیں، جو کچھ ہے ہمارے اکابر کا فیض ہے۔“ [خوشبو والا عقیدہ: ۱۳۸]

..... باب نمبر پانچ (۵)

حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی کے

رجوع کی حقیقت

چند خلفاء کی داستانِ عبرت (۲)	مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم
مولانا عزیز الرحمن صاحب کار رجوع نامہ، ایک نظر	مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم
حقیقتِ حال	مولانا زاہد حسین رشیدی
دارالعلوم کراچی کا فتویٰ	دارالافتاء، دارالعلوم کراچی
مکتوب گرامی بنام مولانا مفتی عصمت اللہ صاحب	مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہم
بعد از رجوع مولانا ہزاروی سے بیعت	مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ
مولانا ہزاروی صاحب کے رجوع نامہ کی قبولیت کی شرائط	اکابر اہل سنت مدظلہم
دیوبندی بریلوی اختلاف اور مولانا ہزاروی کا رجوع نامہ	مولانا جمیل الرحمن عباسی

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے چند خلفاء کی داستانِ عبرت (حصہ دوم)

بسم اللہ حامداً و مصلیاً

مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی کا رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ شائع ہوا اور اس کے بعد محمد علوی مالکی کی کتاب کا ترجمہ ”اصلاح مفاہیم“ کے نام سے شائع ہوا جس میں عزیز الرحمن صاحب کی تقریظ بھی شامل تھی۔ ان دو کتابوں پر جب ہمارے سمیت کئی حلقوں سے اعتراض ہوئے اور پھر آخر میں ہمارا ایک رسالہ داستانِ عبرت کے نام سے لوگوں کے ہاتھ میں آیا تو شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور خلیفہ کربوغہ کے مفتی مختار الدین صاحب نے مولانا عزیز الرحمن صاحب کو ایک خط لکھا جس میں موجودہ صورتحال کی طرف مولانا کو توجہ دلائی۔ اس خط کے جواب میں مولانا عزیز الرحمن صاحب نے 22 اکتوبر 2000ء کو اپنا رجوع ان الفاظ میں لکھا کہ

”میں ”اصلاح مفاہیم“ پر اپنی تقریظ اور رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب سے رجوع کرتا ہوں۔ آئندہ کوئی بھی اس تقریظ و رسالہ کو شائع نہ کرے اور نہ ہی اس کا حوالہ دے۔“

مفتی مختار الدین صاحب کا خط اور عزیز الرحمن صاحب کا رجوع اور کچھ دیگر مضمون نثار احمد حسینی صاحب نے ”قضیہ کا خاتمہ“ نام کے ایک رسالہ میں شائع کیا ہے۔

عزیز الرحمن صاحب کے رجوع کی عبارت بظاہر کافی اور تسلی بخش نظر آتی ہے لیکن جب اس کے اندر جھانکیں تو معاملہ انتہائی مایوس کن نظر آتا ہے۔
 مفتی مختار الدین صاحب کی نا انصافی:

اول تو مفتی مختار الدین صاحب نے ہی انصاف سے کام نہیں لیا۔ وہ اپنے خط میں مولانا عزیز الرحمن صاحب کو لکھتے ہیں:

”آپ کے ساتھ میرا تعلق بیس برس سے چلا آ رہا ہے۔ اس عرصہ میں آپ سے الحمد للہ کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جو قرآن و سنت اور اس کی ترجمان جماعت اکابر دیوبند سے ہٹی ہوئی ہو۔“

(قضیہ کا خاتمہ 11۔ حافظ نثار احمد حسینی)

”آپ کی طرف منسوب رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ اور ایک تقریظ جن پر ایک عرصہ سے مختلف

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب باب نمبر 5..... مولانا ہزاروی کے رجوع کی حقیقت (687)

مضامین آرہے ہیں کہ اس رسالہ سے عرس اور مجالس میلاد و مروجہ بدعات و رسومات کی تائید ہوتی ہے اور گویا آپ ان چیزوں کے حامی و داعی ہیں حالانکہ آپ کے بارے میں ایسا سوچا بھی نہیں جاسکتا کیونکہ آپ کی ساری زندگی ہمارے سامنے ہے۔ لیکن بہر حال مذکورہ بالا رسالہ سے متعدد علماء نے یہی تاثر لیا ہے جو میں نے ذکر کیا ہے۔ (ص 11 قضیہ کا خاتمہ)

مفتی مختار الدین صاحب کی یہاں ذکر کردہ چند باتیں قابل غور ہیں:

(1)..... رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب اور اصلاح مفہیم پر تقریظ مولانا عزیز الرحمن کی طرف منسوب

ہیں۔

مفتی صاحب کا اس سے کیا مطلب ہے؟ کیا وہ کسی اور کی لکھی ہوئی ہیں اور مولانا عزیز الرحمن صاحب کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں۔ اگر ایسا ہے تو کیا عزیز الرحمن صاحب نے اپنی طرف اس نسبت کو قبول کیا ہے یا نہیں۔ اگر قبول کیا ہے تو اب وہ اس تحریر اور اس کے مالہ و ماعلیہ کے ذمہ دار بھی ہیں۔ اور اگر قبول نہیں کیا تو انہوں نے اس کی اعلانیہ تردید کیوں نہیں کی؟ اگر پہلے نہیں کی تو کیا وہ اب اعلانیہ اس کی تردید اور اس کے غلط مندرجات کی تعیین کے ساتھ تغلیط کرنے کو تیار ہیں؟ اور اگر مفتی صاحب کا مطلب اس سے یہی ہے کہ وہ عزیز الرحمن صاحب کی تحریر ہے تو سوال یہ ہے کہ انہوں نے ان مبہم الفاظ کو استعمال کرنے میں کیا فائدہ دیکھا تھا؟

(2)..... اکابر کا مسلک و مشرب اور اصلاح مفہیم پر تقریظ میں صراحتہ غلط اور گمراہ کن مندرجات کے

ہوتے ہوئے مفتی مختار الدین صاحب کا یہ لکھنا کہ:

”آپ سے الحمد للہ کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جو قرآن و سنت..... سے ہٹی ہوئی ہو“

کیسے تعجب کی اور ان کے منصب افتاء سے کیسی بعید بات ہے۔

اہل بدعت کو اہل سنت کا ایک گروہ شمار کرنا اور عبد السمیع راہپوری کے لئے حضرت مولانا عبد السمیع راہپوریؒ (یعنی رحمۃ اللہ علیہ کے رمز کے ساتھ) تعظیم و توقیر کے القاب لکھنا اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کے سر پر امہات البدعات کو تھوپنا جیسا کہ ہم اپنے رسالہ ”داستان عبرت حصہ اول“ میں تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں اور آگے دوبارہ ذکر کریں گے، کیا یہ مولانا عزیز الرحمن صاحب کے قرآن و سنت سے ہٹ کر کام نہیں ہیں۔ اور کتاب ”اصلاح مفہیم“ کے شرکیہ اور بدعی مضامین جن کی نشاندہی ہم ”داستان عبرت“ میں کر چکے ہیں ان کے بارے میں عزیز الرحمن صاحب یہ کہیں کہ میں نے ان کو فی الجملہ جمہور اہلسنت کے موافق پایا ہے۔ کیا مفتی مختار الدین صاحب اس بات کو بھی قرآن و سنت سے ہٹا ہوا نہیں پاتے؟ اگر مفتی صاحب ان کو قرآن و سنت کے خلاف تو سمجھتے ہیں لیکن تسامح و چشم پوشی سے کام لیتے ہوئے ایسا کہتے ہیں تو یہ بھی مصیبت ہے اور اگر وہ واقعی ان کو قرآن و سنت کے مخالف نہیں سمجھتے تب تو مصیبت در مصیبت ہے والی اللہ المشتکی۔

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب باب نمبر 5..... مولانا ہزاروی کے رجوع کی حقیقت (688)

(3)..... پھر مفتی مختار الدین صاحب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جناب عزیز الرحمن صاحب نے تو کوئی غلط بات نہیں لکھی۔ اسی لئے انہوں نے اپنے آپ کو ان متعدد علماء سے علیحدہ رکھا ہے جنہوں نے یہ تاثر لیا ہے کہ جناب عزیز الرحمن صاحب کی تحریروں سے بدعات کی تائید ہوتی ہے اور یہ تو مخالفت میں لکھنے والے علماء نے از خود تاثر لے لیا ہے کہ ان کی تحریروں سے عرس اور مجالس میلاد وغیرہ بدعات و رسومات کی تائید ہوتی ہے۔ ہم ذیل میں عزیز الرحمن صاحب کی طرف منسوب ”اکابر کا مسلک و مشرب“ میں مولانا زکریا رحمہ اللہ کی طرف نسبت کئے گئے یہ واقعات دوبارہ ذکر کرتے ہیں:

”ایک دفعہ مدینہ منورہ میں خدام نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور عصر کے بعد افطاری اور کھانے وغیرہ کے اہتمام میں مشغول تھے تو حضرت نے خدام کو بلا کر پوچھا آج شہدائے کربلا اور حضرت حسینؑ کے لئے کیا کیا ایصال ثواب کیا۔ خاموشی پر حضرت نے فرمایا ڈوب مرو، تم سے تو وہ خبیث رافضی ہی اچھے جو جھوٹ موٹ رو تو لیتے ہیں۔ پھر حضرت نے خود جو ایصال ثواب کیا تھا اس کی بڑی مقدار تعلیم کی خاطر سے اظہار فرمائی۔“

۲۔ ”ہمارے مرشد پاک حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ بھی..... اپنے خدام سے عرس کی افادیت کے سلسلہ میں ان ہی حقائق کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ حضرت یہ بھی فرماتے تھے کہ منجملہ دیگر مصالح کے اس اجتماع کے لئے یوم وصال (یعنی یوم وفات) کے تعین میں یہ مصلحت ہے کہ یہ دن ہر مرید کے دل پر نقش ہوتا ہے اور اپنے محبوب شیخ کی جدائی کی وجہ سے تعلق اور محبت کا ایک جذبہ اس دن طبعی طور پر ابھرتا ہے جو جالب فیض ہے۔“

۳۔ ”حضرت مولانا عبدالحفیظ کی زید مجدہم نے بیرون ملک ایک مجلس میلاد شریف میں (جو یقیناً مروجہ طریقہ پر ہی ہوئی ہوگی۔ ناقل) دینی مصلحت کی بناء پر شرکت کی اور اپنی اس شرکت کا ذکر بہت ہی معذرت خواہانہ انداز میں ایک خط میں حضرت شیخ سے ڈرتے ڈرتے کیا..... حضرت شیخ نے جواب میں حضرت کی صاحب کو لکھا کہ تم نے بہت اچھا کیا۔ ایسی مجالس میں شرکت بہت مبارک ہے۔“

امہات البدعات پر مشتمل یہ واقعات جو جناب عزیز الرحمن صاحب اپنے پیر و مرشد اور اہلسنت کے قبیح سنت شیخ الحدیث کی طرف منسوب کر رہے ہیں آخر اس سے ان کی کیا غرض ہے؟ اور ان کو پڑھنے والا آخر کیا تاثر لے گا۔ اور یہ تو ہم نے پھر بھی ہلکی بات لکھی ہے ورنہ عزیز الرحمن صاحب کی اصل غرض ایک تو یہ ہے کہ لوگوں کو یہ باور کرائیں کہ ان کے شیخ اور اہل بدعت میں کوئی فرق نہیں ہے اور دوسرے لوگوں کے سامنے بدعات کو سنت بنا کر پیش کریں لیکن مفتی مختار الدین صاحب کو ان کا قرآن و سنت کے منافی ہونا نظر نہیں آتا۔

مولانا عزیز الرحمن صاحب کے رجوع کی حقیقت

اس کے باوجود مولانا عزیز الرحمن صاحب بھی یہ کہیں کہ:

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب باب نمبر 5..... مولانا ہزاروی کے رجوع کی حقیقت (689)

”رسالہ“ اکابر کا مسلک و مشرب“ کی طباعت سے نعوذ باللہ میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ اپنے محبوب و مقبول اکابر قدس سرہم کے مسلک حق کو نقصان پہنچانا یا اہل بدعت کی یا ان کے رسومات، عرس، میلاد مروجہ، استمداد، ندا باغیب وغیرہ کی تائید مقصود تھی۔“ (ص 14 قضیہ کا خاتمہ)

تو ان کی اس بات میں کیا وزن رہ جاتا ہے۔ پھر طرفہ تماشایہ کہ اس کے باوجود مولانا عزیز الرحمن صاحب لکھتے ہیں:

”نیز مجلس مولود، عرس، استمداد اور ندائے غیب جتنے مسائل میں، دیوبندی بریلوی اختلاف ہے میں ان تمام مسائل میں بھمد اللہ اپنے اکابر علماء دیوبند اور اولیاء دیوبندی کو حق پر سمجھتا ہوں اور انہی کا قبیح ہوں اور ان کے مسلک کے خلاف ہر چیز کو غلط سمجھتا ہوں“ (ص 16 قضیہ کا خاتمہ)

وہ بلاشبہ یہ بات دھڑلے سے کہہ سکتے ہیں کیونکہ جب انہوں نے بدعتیوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے اپنے شیخ کو ہی بدعتی بنا دیا اور بدعات کو سنت بنا دیا تو اب دیوبندی بریلوی اختلاف رہ ہی کیا گیا جس میں وہ ایک کو صحیح کہیں اور دوسرے کو غلط کہیں۔

(2)..... مولانا عزیز الرحمن صاحب اپنے رجوع نامے میں لکھتے ہیں:

”علوی مالکی صاحب کی کتاب پر بعض اکابر علماء دیوبند نے بھی تقاریظ لکھیں جن میں اس کتاب کی بہت تعریف تھی۔ لہذا اس سیاہ کار نے بھی یہ تقاریظ دیکھ کر تقریظ لکھ دی۔ بعد میں جب علوی مالکی صاحب پاکستان آئے اور طاہر القادری کے مہمان بنے تو اس وقت سے مالکی صاحب کے بارے میں بندہ کو بدظنی پیدا ہو گئی اور اس سیاہ کار نے اپنے ساتھیوں کو اس کتاب کے پڑھنے سے روک دیا۔“

اب کوئی عزیز الرحمن صاحب سے پوچھے کہ طاہر القادری کے مہمان بننے سے بدظنی پیدا ہونے کی کیا وجہ ہے؟

پھر اگر علوی صاحب سے ایک غلطی ہو گئی تو اس کی وجہ سے انہوں نے ان کی قابل تعریف کتاب کے پڑھنے سے کیوں روک دیا۔ حالانکہ خود عزیز الرحمن صاحب کے بقول اس کی ہر بات فی الجملہ اہل سنت کے موافق ہے اور دیگر اکابر علماء دیوبند نے اس کی بہت تعریف کی تھی۔

مولانا عزیز الرحمن صاحب اپنا رجوع اس طرح سے لکھتے ہیں:

”میں اصلاح مفاہیم پر اپنی تقریظ اور رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب سے رجوع کرتا ہوں۔ آئندہ کوئی بھی اس تقریظ و رسالہ کو شائع نہ کرے اور نہ ہی اس کا حوالہ دے۔“

بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ جب عزیز الرحمن صاحب نے رجوع کر لیا تو اب یہ مطالبہ کرنا کہ کس غلطی کی وجہ سے رجوع کیا ہے بے فائدہ ہے۔ یہ ان لوگوں کی سخت نادانی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عزیز الرحمن صاحب نے

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب باب نمبر 5..... مولانا ہزاروی کے رجوع کی حقیقت (690)

اکابر کا مسلک و مشرب میں قطب العالم شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ کی طرف بنیادی بدعات کے تین واقعات منسوب کئے ہیں اور بریلوی جماعت کو اہل سنت کہا ہے۔ رسالہ سے رجوع کرنے سے بدعت کے وہ واقعات اور جماعت بریلوی کے اہل سنت ہونے کے دعویٰ کا واقعہ معدوم تو نہیں ہو گئے۔ وہ تو ہمیشہ موجود رہیں گے الا یہ کہ عزیز الرحمن صاحب کہیں کہ وہ واقعات ان کے من گھڑت تھے اور وہ دعویٰ بھی باطل تھا۔ اگر عزیز الرحمن صاحب ایسا اعتراف نہیں کرتے تو اگرچہ رسالہ کا ذکر نہ بھی کیا جائے اور اس کا حوالہ نہ بھی دیا جائے وہ واقعات تو قائم ہی سمجھے جائیں گے اور عزیز الرحمن صاحب کے مطابق قطب العالم مولانا زکریا رحمہ اللہ بدعتی ہی سمجھے جائیں گے اور جماعت بریلوی اہل سنت ہی سمجھی جائے گی۔ حضرت قطب العالم صرف عزیز الرحمن صاحب کے ہی شیخ نہیں ہیں بلکہ وہ ہمارے بھی بڑے اور بزرگ ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ ان کا دفاع کرنا ہماری اور ان کے تمام متعلقین کی ذمہ داری ہے۔ ان کے دفاع کی خاطر ہی ہم عزیز الرحمن صاحب سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے رجوع کو صحیح اور خالص کرنے کی خاطر یہ اعتراف کریں کہ حضرت قطب العالم کی طرف ان کی جانب سے منسوب کئے گئے بدعت کے واقعات محض ان کے من گھڑت ہیں اور بریلوی جماعت کے اہلسنت ہونے کا ان کا دعویٰ بھی غلط ہے۔ اعلانیہ برائی کی توبہ بھی اعلانیہ ہونی چاہئے۔ عزیز الرحمن صاحب نے برائی سے توجوع اور توبہ نہیں کی نخس الفاظ کے گورکھ دھندے میں اپنے لئے جائے پناہ تلاش کرنے کی بے فائدہ کوشش کی ہے۔

تنبیہ:

عزیز الرحمن صاحب نے اپنی تقریظ میں ایک لفظ فی الجملہ استعمال کیا جس کا ترجمہ مترجم نے ”مکمل طور پر“ کیا اور عبارت یوں لکھی ”جو کچھ اس (کتاب) میں ہے وہ مکمل طور پر معتقدین و متاخرین جمہور اہل سنت و الجماعت کا مذہب ہے۔“ مولانا عبد الحفیظ کی صاحب عزیز الرحمن صاحب کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”مولانا عزیز الرحمن صاحب نے جو عبارت لکھی..... بلفظ نقل کرتا ہوں: ووجدنا کل ما فیہ هو فی

الجملة ما علیہ جمهور علماء اهل السنة و الجماعة اب بغور ملاحظہ فرمایا جائے اس عبارت

(تقریظ کے اردو ترجمہ) اور اس اصل تقریظ کی مفصل عبارت میں کتنا واضح فرق ہے۔“ (قضیہ کا خاتمہ: 7)

لطف یہ ہے کہ نہ تو عزیز الرحمن صاحب اور نہ ہی عبد الحفیظ کی صاحب یہ بتاتے ہیں کہ اس عبارت کا صحیح ترجمہ کیا ہے اور عزیز الرحمن صاحب نے فی الجملہ کس معنی میں استعمال کیا ہے۔ عبد الحفیظ کی صاحب کی بات تو عذر گناہ بدتر از گناہ والی بات ہے۔ کیونکہ فی الجملہ کا ہلکے سے ہلکا ترجمہ یہ ہوگا کہ ”کسی درجہ میں“ اور پوری عبارت کا ترجمہ یہ بنا کہ اس کتاب کی ہر بات کو ہم نے کسی نہ کسی درجہ میں اہل سنت کے جمہور علماء کے مذہب کے موافق پایا۔“ تو ہم پوچھتے ہیں کہ جن مشرکانہ عقائد اور بدعات کا ذکر محمد علوی صاحب نے اپنی

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب باب نمبر 5 مولانا ہزاروی کے رجوع کی حقیقت (691)

کتاب میں کیا وہ کسی درجہ میں بھی کیا اہل سنت کے جمہور علماء کے مذہب کے موافق ہیں۔ کیا شرکیہ عقیدہ کسی درجہ میں بھی حق کے موافق ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے۔

مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب کی نا انصافیاں:
پہلی نا انصافی:

نثار احمد حسینی صاحب نے اپنے رسالہ ”قضیہ کا خاتمہ“ ص 8 پر لکھا ہے:

”مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب نے ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب کو بھی اپنے ایک خط محررہ 6 ربیع الثانی 1416ھ مطابق 2 ستمبر 1995ء میں لکھا ”اور یہ بات دل سے عرض کرتا ہوں کہ جو مقصد عرض کیا ہے اس کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ اس رسالہ میں جو اصلاح تحریر فرمادیں گے ان شاء اللہ کی جائے گی۔“

جناب نثار حسینی صاحب نے جس خط کا حوالہ دیا ہے وہ عبدالحفیظ مکی صاحب نے ہمارے مضمون ”رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب کے تیسرے ایڈیشن پر ایک نظر“ کو پڑھنے کے بعد لکھا۔ عزیز الرحمن صاحب کے رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے پہلے ایڈیشن پر بھی ہمارا تبصرہ شائع ہوا تھا جس میں بہت سی غلطیوں کی نشاندہی کی گئی تھی اور دیگر حضرات نے بھی بہت کچھ لکھا لیکن ان سب کو نظر انداز کر کے اس رسالہ کا تیسرا ایڈیشن بہت اہتمام سے شائع کیا گیا جس میں خود عبدالحفیظ مکی صاحب نے اپنے طول طویل مقدمہ کا اضافہ کیا اور حبیب اللہ صاحب سے حواشی لکھوائے۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد اب جو وہ یہ فرمائیں کہ جو مقصد عرض کیا ہے اس کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ اس رسالہ میں جو اصلاح تحریر فرمائیں گے ان شاء اللہ کی جائے گی کتنی سنگین نا انصافی ہے۔

دوسری نا انصافی:

عبدالحفیظ مکی صاحب نے رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب لکھ جانے کا جو مقصد پیش کیا ہے وہ بھی پڑھ لیجئے۔ اپنے اسی مذکورہ بالا مکتوب میں لکھتے ہیں:

”اس رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب کا مقصد بھی یہی ہے کہ باقاعدہ منظم صورت سے ایک گروہ (یعنی ممانی گروہ) جو غلو و تشدد کا راستہ اختیار کئے ہوئے ہے وہ اکابر کا طرز نہیں تھا نہ ہی ان کا مسلک لہذا اس کا دفعیہ نہایت ضروری ہے..... اس لئے انہوں نے (یعنی مولانا عزیز الرحمن صاحب نے) اس رسالہ کی تالیف کو ضروری جانا اور اپنے انداز سے درودل بیان کر کے اہل السنۃ والجماعۃ کے دونوں عظیم گروہوں (یعنی دیوبندیوں اور بریلویوں) کے اہل علم و اہل دانش و اہل دین سے گویا یہ گزارش کی ہے کہ اگر باطل و کفریہ طاقتیں باوجود اپنے وسیع اختلافات کے اسلام و مسلمانوں کے خلاف اکٹھی ہو سکتی ہیں تو ہم دونوں اہل السنۃ والجماعۃ کے عظیم گروہ اپنے چند اختلافات کو نظر انداز کر کے دین کی سر بلندی اور اس کے تحفظ و تقویت

کے لئے اکٹھے کیوں نہیں ہو سکتے۔

جناب عبدالحفیظ مکی صاحب کی نا انصافی دیکھئے کہ مما تیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے بریلویوں یعنی احمد رضا خان اور ان کے پیروکاروں کو ان کے مشرکانہ عقائد کے باوجود اہلسنت کا گروہ کہہ رہے ہیں۔ ہم نے اپنے سابقہ تبصرہ میں دلائل کے ساتھ خوب وضاحت سے بتا دیا تھا کہ احمد رضا خان صاحب اور ان کے ہمنوا اہلسنت سے خارج ہیں لیکن عبدالحفیظ مکی صاحب رسالہ کے تیسرے ایڈیشن میں اپنے مقدمہ میں ان کے اہلسنت ہونے کو بتکرار ذکر کرتے ہیں اور پھر بھی یہ کہتے ہیں کہ جو اصلاح تحریر فرما دیں گے وہ کی جائے گی۔

تیسری نا انصافی:

عبدالحفیظ مکی صاحب لکھتے ہیں:

”اس سیہ کار کے علم میں نہیں کہ اکابر میں سے کسی نے اس پورے گروہ ”طائفہ بریلویہ“ کا اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہونا فرمایا ہو۔ البتہ حضرات اکابر رحمہم اللہ کے عمل سے تو صاف نظر آتا ہے کہ وہ ان کو (یعنی پورے طائفہ بریلویہ کو جس میں احمد رضا خاں اور ان کی ذریت بھی شامل ہے۔ ناقل) اہل السنۃ والجماعۃ میں سے ہی سمجھتے تھے۔ رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے مقدمہ میں اس سیاہ کار نے اپنے اکابر کے کئی قصے نقل کئے ہیں صفحہ نمبر 16 سے لے کر صفحہ نمبر 24 تک وہاں ملاحظہ فرمایا جائے۔ ان کے طرز عمل سے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ ان (بریلوی جماعت) کو اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج نہیں سمجھتے تھے۔“

عبدالحفیظ مکی صاحب کی اہل سنت کے ساتھ یہ کتنی بڑی نا انصافی ہے کہ وہ اس جماعت کو جو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں علم کل اور علم غیب اور مختار کل اور حاضر ناظر ہونے کے عقیدے رکھتی ہے اور جس کے مقتدا احمد رضا خان صاحب نے قرآن پاک کے ترجمہ میں اپنے بدعتی عقیدوں کو بھر دیا ہے اور عقیدے کی بہت سی گمراہیوں کے علاوہ جو جماعت بہت سی عملی بدعات میں مبتلا ہے اور ان کو بدعت نہیں سمجھتی اس کو بھی اہل سنت میں سے شمار کرتے ہیں اور اسی کو اکابر کا مسلک و مشرب بھی بتاتے ہیں۔ مسلمات اور بدیہیات میں اس دھڑلے سے تلخیص و تحریف کا ارتکاب عبدالحفیظ مکی صاحب اور ان کے ساتھیوں ہی کا حوصلہ ہے۔ انہوں نے یہ سمجھا ہے کہ اکابر دیوبند کے نام لیوا اب اس قابل نہیں رہے کہ اہل سنت اور اہل بدعت کے درمیان فرق کر سکیں اس لئے وہ اپنی تلخیص سے جو چاہیں گے منوالیں گے۔ لیکن عبدالحفیظ مکی صاحب کو اتنا تو بخوبی معلوم ہوگا کہ یہ دین خدا کا ہے اور خدا نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور حفاظت کا کام وہ کسی سے بھی لے سکتا ہے۔

عبدالحفیظ مکی صاحب نے اپنی بات کی تائید میں مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کی کتاب ’اختلاف امت اور صراطِ مستقیم‘ سے ایک عبارت نقل کی ہے جو یوں ہے:

”میرے لئے دیوبندی بریلوی اختلاف کا لفظ ہی موجب حیرت ہے۔..... دیوبندی بریلوی اختلاف کی

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب باب نمبر 5 مولانا ہزاروی کے رجوع کی حقیقت (693)

کوئی بنیاد میرے علم میں نہیں ہے اس لئے کہ یہ دونوں فریق امام ابوحنیفہ کے ٹھیکہ مقلد ہیں۔ عقائد میں دونوں فریق امام ابوالحسن اشعری اور امام ابو منصور ماتریدی کو امام اور مقتدا مانتے ہیں۔ تصوف و سلوک میں دونوں فریق اولیاء اللہ کے چاروں سلسلوں قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی میں بیعت کرتے کراتے ہیں۔

الغرض یہ دونوں فریق اہل سنت والجماعت کے تمام اصول و فروع میں متفق ہیں۔ صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کی عظمت کے قائل ہیں، حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مقلد اور مجدد الف ثانیؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی تک سب اکابر کے عقیدت مند ہیں اور اکابر اولیاء اللہ کی کفش برداری کو سعادت دارین جانتے ہیں اس لئے ان دونوں کے درمیان مجھے اختلاف کی کوئی صحیح بنیاد نظر نہیں آتی۔“

عبدالحمید علی صاحب کو یہ عبارت اپنی تائید میں کیسے نظر آتی ہے ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ مولانا لدھیانوی رحمہ اللہ کی عبارت میں کچھ مضمرات ہیں مثلاً جب وہ کہتے ہیں کہ دونوں فریق امام ابوحنیفہؒ کے ٹھیکہ مقلد ہیں تو ان کی اصل مراد یہ ہے کہ دونوں ٹھیکہ مقلد ہونے کے دعویدار ہیں کیونکہ اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام کا اضافہ، فرض نماز کے بعد بلند آواز سے اجتماعی ذکر وغیرہ کو کوئی بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید یقیناً نہیں کہے گا۔ ایسے ہی باقی باتوں میں ہے۔ اور جب وہ فرماتے ہیں کہ دونوں فریق اہلسنت والجماعت کے تمام اصول و فروع میں متفق ہیں تو وہ فوراً ہی ان سے اپنی مراد بھی بتاتے ہیں کہ اصول و فروع سے مراد صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کی عظمت کے قائل ہیں، حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مقلد اور مجدد الف ثانیؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی تک سب اکابر کے عقیدت مند ہیں اور اکابر اولیاء اللہ کی کفش برداری کو سعادت دارین جانتے ہیں۔ یہ سب باتیں چونکہ ظاہر و باہر ہیں اس لئے مولانا لدھیانویؒ کا یہ فرمانا غلط نہیں کہ ان دونوں کے درمیان مجھے اختلاف کی کوئی صحیح بنیاد نظر نہیں آتی۔

عبدالحمید علی صاحب کی تلمیس دیکھئے کہ اس کے فوراً بعد مولانا لدھیانوی جو کچھ فرماتے ہیں اس کو وہ سرے سے ذکر ہی نہیں کرتے۔ مولانا فرماتے ہیں:

”تاہم میں اس سے انکار نہیں کرتا کہ ان کے درمیان چند امور میں اختلاف ہے ان دونوں کے درمیان جن نکات میں اختلاف ہے وہ یہ ہیں۔

۱ آنحضرت ﷺ نور تھے یا بشر؟ ۲ آپ عالم الغیب تھے یا نہیں؟

۳ آپ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں یا نہیں؟ ۴ آپ ﷺ مختار کل ہیں یا نہیں یعنی اس

کائنات کے تمام اختیارات آپ ﷺ کے قبضہ میں ہیں یا اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں؟

ان مسائل میں جس فریق کا عمل قرآن کریم، ارشادات نبوی، تعامل صحابہ اور فقہ حنفی کے مطابق ہوگا

میں اسے حق پر سمجھتا ہوں اور دوسرے کو غلطی پر۔“ (28)

جسے مولانا لدھیانوی حق پر سمجھتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ اہل سنت ہے اور جس کو غلطی پر سمجھتے ہیں کچھ بھی علم و فہم رکھنے والا شخص اس کو اہل سنت سے خارج سمجھے گا۔ لیکن عبدالحفیظ کی صاحب نے اپنی بصارت و بصیرت پر ایسی عینک چڑھا رکھی جس سے وہ اپنی فکر کے خلاف بات کو نہ دیکھتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔

اسی طرح حضرت مولانا عاشق الہی بلند شہری مہاجر مدنی رحمہ اللہ اپنے ایک فتوے میں لکھتے ہیں:

”لفظ اہل السنۃ والجماعت کا حضرات اشاعرہ اور ماتریدیہ پر اطلاق ہوتا ہے۔ احمد رضا خان بریلوی اور ان کی جماعت کا ان دونوں جماعتوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ احمد رضا خان سے نسبت رکھنے والے جو رسول اللہ ﷺ کے لئے علم غیب کلی مانتے ہیں یا یوں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو سارے اختیارات سپرد کر دیئے گئے تھے یا یہ کہ رسول اللہ ﷺ بشر نہیں تھے یہ باتیں اشاعرہ اور ماتریدیہ کے یہاں کہیں بھی نہیں ہیں نہ کتب عقائد میں کسی نے نقل کی ہیں نہ ان کی کتابوں میں ان کا کوئی ذکر ہے اور یہ باتیں قرآن و حدیث کے صریح خلاف ہیں۔ یہ سب بریلویوں کی اپنی ایجاد ہیں..... اگر کوئی شخص بریلوی فرقہ کو اہل سنت والجماعت میں شمار کرتا ہے تو یہ اس کی صریح گمراہی ہے۔“ (انوار مدینہ: جون 1995ء)

لیکن عبدالحفیظ کی صاحب بضد ہیں اور مولانا عزیز الرحمن ہزاروی بھی اپنے رجوع کے باوجود اسی موقف پر قائم ہیں کہ احمد رضا خان اور ان کی جماعت اہل سنت میں داخل ہے ان سے خارج نہیں۔ کیا یہ دونوں حضرات دلائل سے ثابت کر سکیں گے کہ غلط عقیدوں کے باوجود وہ اہل سنت میں کیسے داخل ہیں۔ لیکن ہم پہلے ہی سے کہہ دیتے ہیں کہ ان کے پاس ایسے کوئی دلائل نہیں ہیں۔ یہ لوگ خود بھی دھوکہ میں ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکہ دینے میں تیز ہیں۔

چوتھی نا انصافی:

ممانیتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے بریلویوں کو اپنے ساتھ ملانے کا طریقہ جناب عزیز الرحمن صاحب نے یہ ڈھونڈا کہ اپنے شیخ کو بدعتی بنا کر پیش کریں اور ان کے واسطے سے اپنے تمام اکابر کو بدعتی کے طور پر پیش کریں تاکہ بدعتی ان کے پورے شجرہ نسب کو اپنا ہم عقیدہ اور ہم نوا پا کر ان کے ساتھ تعاون اور موافقت کریں۔ اور عبدالحفیظ کی صاحب اس کو جناب عزیز الرحمن صاحب کی مخلصانہ ندا کہتے ہیں اور اس کا دفاع کرتے ہیں۔ یہ ان کی عجیب نا انصافی ہے۔ ہمیں عزیز الرحمن صاحب کی یہ ادا خلاف واقع لگی اور ہم نے حضرت شیخ الحدیث قطب عالم مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی طرف بدعات کو تسلیم نہیں کیا اور دلائل سے اس کو رد کیا تو عبدالحفیظ کی صاحب ان کو ثانوی اور ذیلی امور شمار کرتے ہوئے الزام تراشی پر اتر آئے اور اپنے مذکورہ بالا مکتوب میں لکھتے ہیں:

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب باب نمبر 5..... مولانا ہزاروی کے رجوع کی حقیقت (695)

”جو ثانوی ذیلی امور مذکور ہیں ان کو خواہ مخواہ اچھالا جا رہا ہے۔ کیا کہیں خدا نخواستہ ان غالی متشدین مہماتوں کی وجاہت تو مانع نہیں بن رہی یا ان سے کوئی خوف و ڈر ہے؟ یا ان کے فز و کر سے متاثر ہیں؟ اور کیا کہیں خدا نخواستہ حضرت مولانا عزیز الرحمن کے رسالہ کا رد کر کے کچھ اور مخفی مقصود حاصل کرنا مطلوب ہے؟ بہر حال تعجب بہت ہے کہ یہ کیوں ہے؟

پانچویں نا انصافی:

المہند میں ہے:

”پس اگر مجلس مولود منکرات سے خالی ہو تو حاشا ہم یوں کہیں کہ ذکر و لادت شریفہ ناجائز اور بدعت ہے۔“
مجلس مولود کے منکرات میں سے ایک منکر تداعی بھی ہے جیسا کہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”ہاں ذکر مولود میں بھی گومندوب ہے مگر تداعی واہتمام اس کا کہیں سلف سے ثابت نہیں بدعت ہووے گا۔“
(برائین قاطعہ ص: 53)

اسی وجہ سے اپنے مضمون میں ہم نے بطور وضاحت کے یہ لکھا:

”ہم کہتے ہیں کہ جو محفل اور مجلس میلاد مستحب ہے وہ وہ محفل ہے جو (دیگر) منکرات کے ساتھ ساتھ تداعی سے بھی خالی ہو۔“

تداعی کی قید تو عبدالحفیظ کی صاحب کو اپنے شیخ الشیخ کے قلم سے بھی اچھی نہیں لگتی ہمارے قلم سے کیا اچھی لگتی اس لئے طنز کرتے ہوئے اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں:

”آجناب کے اس انداز نے تو سوچنے پر مجبور کر دیا کہ آجناب (المہند) سے کلی طور پر متفق بھی ہیں یا نہیں؟ چونکہ حضرت اقدس سہارنپوری قدس سرہ کی (المہند) سے عبارات نقل کرنے کے بعد اعتراضاً یہ الفاظ اختیار کرنے (ہم کہتے ہیں کہ جو.....) یہ انداز نشانہ ہی کرتا ہے کہ آجناب کو حضرت اقدس سہارنپوری کا فیصلہ نامنظور ہے..... تو کیا آجناب واضح فرمادیں گے کہ (المہند علی المہند) کی اسی عبارت پر آپ کو اعتراض ہے یا اور مقامات پر بھی اعتراضات ہیں۔ براہ کرم۔ براہ کرم اس سے ضرور مطلع فرمادیں۔“

عبدالحفیظ کی صاحب جو کہ عالم بھی ہیں اور پیر طریقت بھی ہیں ایسی نا انصافی کریں کہ وضاحت کو اعتراض کہہ دیں اور اپنے شیخ الشیخ کی بات بھی نہ سنیں بلکہ بات کا رخ ہی پلٹ دیں۔ اس پر اس کے علاوہ اور کیا کہیں۔

ایں	کار	از	تو	آید
و	مرداں	چنین		کنند

جناب صوفی اقبال صاحب کے رجوع کی حقیقت:

نثار احمد حسینی صاحب اپنے رسالہ قضیہ کا خاتمہ ص 10 پر لکھتے ہیں ”حضرت اقدس صوفی محمد اقبال صاحبؒ نے ان حالات کے علم میں آنے اور اپنے مخلصین کے توجہ دلانے پر وفات سے ایک سال پہلے ہی ان اختلافی امور اور اپنے متعلق ان افواہوں کی وضاحت کرتے ہوئے اظہار براءت اور اعلان رجوع فرمادیا تھا۔ چنانچہ 6 ربیع الثانی 1420ھ مطابق 20 جولائی 1999ء کو اپنی آخری وصیت میں لکھا:

”ہمارے موجودہ بہت آسان لیکن بہت اہم کام۔ جس کو حضرت شیخ رحمہ اللہ نے مرض الموت میں اختیار کیا۔ میں کسی قسم کی بدعت اور شرک کا طرز اختیار نہ کرے۔ اگر کسی نے ایسا کوئی کام کیا تو ہم اس سے براءت کا اظہار کرتے ہیں۔“ (ص 3)

”اسی لئے میں کہتا ہوں کہ ہمارا کوئی کام یا خیال حضرت شیخ (مولانا محمد زکریا) رحمہ اللہ کے مزاج کے خلاف نہیں بلکہ ان کے خیالات کے عین مطابق ہے اور میں ان کا جامد مقلد ہوں (ص 11)

رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب اور کتاب اصلاح مفاہیم کی نشر و اشاعت بلکہ تصنیف و ترجمہ میں اصل محرک جناب صوفی اقبال صاحب کی ذات ہی ہے۔ ان تحریروں کی رو سے جب حضرت شیخ الحدیث خود ہی امہات البدعات کے مرتکب تھے اور بریلوی جماعت بھی اہل سنت میں شامل ہے تو صوفی اقبال کی اس تحریرو وصیت کو رجوع قرار دینا انتہائی تعجب کی بات ہے۔ آخر پتہ تو چلے کہ صوفی اقبال صاحب سے کیا غلطی ہو گئی تھی جس کا اعتراف کر کے انہوں نے اس سے رجوع کیا۔ وہ اپنے شیخ کے جامد مقلد تھے جب کہ ان کے مطابق ان کے شیخ یکے بدعتی تھے (العیاذ باللہ) اس پر صوفی صاحب کا یہ کہنا کہ ہم بدعت و شرک سے براءت کا اظہار کرتے ہیں ایسا ہی ہے جیسا کہ بریلوی حضرات شرک و بدعت سے اپنے بری ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

انتباہ:

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے ان خلفاء کی بدعت نوازی پر ان کے متوسلین اور مریدین کو جناب صوفی اقبال صاحب کی آخری وصیت کے ان الفاظ پر ضرور غور کرنا چاہئے:

”دینی لحاظ سے اگر شیخ کے اعمال شرک اور بدعت والے ہوں یا وہ کسی گناہ پر مصر ہو تو ایسے شیخ میں دین کی خرابی ہے جس سے تو بیعت ہونا ہی جائز نہیں اور اگر ناواقفیت سے بیعت ہو گیا تو اسے بیعت توڑ دینی ضروری ہے۔“ (ص 2)

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یار، دسمبر ۲۰۰۲ء)

مولانا عزیز الرحمن صاحب کا رجوع نامہ ایک نظر

بسم الله حامدا و مصليا

مولانا عزیز الرحمن صاحب کا رجوع نامہ پڑھنے میں آیا۔ افسوس ہے کہ یہ صرف مخصوص الفاظ کی حد تک رجوع ہے معافی سے نہیں اور ایک تعبیر سے رجوع ہے مافی الضمیر سے نہیں۔ اگر مولانا ”اکابر کا مسلک و مشرب“ اور ”مفہیم یجب ان تصحیح“ پر تقریظ میں لکھے گئے مضمون کو کسی اور عنوان سے دوسرے الفاظ میں تحریر کر دیں تب بھی مولانا کے رجوع پر کچھ آنچ نہیں آئے گی۔
مولانا لکھتے ہیں:

”لہذا ”رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب“ میں بلکہ میری سابقہ کسی تحریر یا تقریر میں کوئی بھی لفظ یا جملہ ان

محبوبین و مقبولین اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف ہو تو میں اس سے برات کا اعلان کرتا ہوں۔“

مولانا کے یہ الفاظ بہت قیمتی ہوتے اگر مولانا یہ بھی صراحت سے لکھ دیتے کہ محفل میلاد، عرس اور تعین وقت کے ساتھ ایصال ثواب کے بارے میں اکابر دیوبند کا اصل اور واقعی مسلک کیا ہے۔ اصل اختلاف تو اسی میں ہے۔ ان امور کے بارے میں مولانا عزیز الرحمن نے ”اکابر کا مسلک و مشرب“ میں اکابر دیوبند کی طرف جو مسلک منسوب کیا ہے وہ بالکل غلط اور غیر واقعی ہے۔ مولانا جب اس رسالے میں کوئی بات اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف مانتے ہی نہیں تو ان کا رجوع آخر کس چیز سے ہے۔ کیا مولانا عزیز الرحمن صاحب اتنی جرات کریں گے کہ:

(۱) انہوں نے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جو یہ منسوب کیا ہے کہ آپ نے

عبدالحمید علی صاحب کی مروجہ محفل میلاد میں شرکت کا پڑھ کر ان کو جواب میں لکھا کہ ”تم نے بہت

اچھا کیا، ایسی مجالس میں شرکت بہت مبارک ہے“

(۲) اور عاشورہ کے دن شہدائے کربلا کے لئے ایصال ثواب نہ کرنے پر متوسلین کو کہا کہ ”ڈوب مرو تم

سے تو خبیث رافضی ہی اچھے ہیں جو کم از کم جھوٹ موٹ رو تو لیتے ہیں“ پھر خود ایصال ثواب کیا۔

(۳) اور یہ کہ وہ عرس کی افادیت بیان کرتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ ”مبغملہ دیگر مصالحہ کے اس

اجتماع کے لئے یوم وصال کے تعین میں یہ مصلحت ہے کہ یہ دن ہر مرید کے دل پر نقش ہوتا ہے اور

اپنے محبوب شیخ کی جدائی کی وجہ سے تعلق اور محبت کا ایک جذبہ اس دن طبعی طور پر ابھرتا ہے جو جالب فیض ہے“

ان تینوں امور کے بارے میں وہ کھل کر یہ کہیں کہ اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف ہیں اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ بھی ان سے بری تھے اور یہ ان پر محض افتراء تھا۔

اور عزیز الرحمن صاحب نے ”اکابر کا مسلک و مشرب“ میں جو یہ لکھا تھا ”اس زمانے میں المیہ یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کے دو گروہ جن میں فی الحقیقت اصلاً کوئی بنیادی اختلاف نہیں“ کیا وہ توبہ کرتے ہوئے کھل کر یہ کہیں گے کہ ان سے بڑی غلطی ہوئی تھی اور وہ اعتراف کرتے ہیں کہ اب وہ علم کل، علم غیب، مختار کل اور حاضر ناظر جیسے اعتقادی اختلاف کی وجہ سے بریلوی علماء اور ان کے ہم عقیدہ لوگوں کو اہل سنت و الجماعت سے خارج سمجھتے ہیں۔

”مفہیم یجب أن تصحح“ پر تقریظ کے سلسلے میں مولانا لکھتے ہیں:

”جب ان مالکی صاحب نے ایک عربی کتاب ”مفہیم یجب أن تصحح“ لکھی اور اس کتاب پر بعض اکابر علمائے دیوبند نے بھی تقریظ لکھیں جن میں اس کتاب کی بہت تعریف تھی، لہذا اس سیاہ کار نے بھی یہ تقریظ دیکھ کر تقریظ لکھ دی۔ بعد میں جب علوی مالکی صاحب پاکستان آئے اور طاہر القادری کے مہمان بنے تو اس وقت سے مالکی صاحب کے بارے میں بندے کو بدظنی پیدا ہو گئی اور اس سیاہ کار نے اپنے ساتھیوں کو اس کتاب کے پڑھنے سے روک دیا۔ بہر حال آپ کے توجہ دلانے پر میں تحریراً بھی اس تقریظ سے رجوع کرتا ہوں۔“

یہاں بھی مولانا عزیز الرحمن صاحب نے وہی اوپر والا کام کیا ہے۔ کوئی پوچھے کہ طاہر القادری صاحب کا مہمان بننا بدظنی کا سبب کیوں بنا؟ کیا طاہر القادری صاحب کے عقائد غلط ہیں یا ان کے کچھ اعمال قابل تنقید ہیں یا کوئی اور وجہ ہے؟ پھر محض ان کا مہمان بننے سے علوی مالکی صاحب کی پہلے کی لکھی ہوئی کتاب پر کیا اثر پڑا جب وہ مولانا کے بقول: ”فضيلة العلامة الجليل السيد محمد بن العلوي المالكي الحسني المكي دامت برکاتہم“ تھے اور ان کی کتاب ایسی تھی کہ مولانا یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ:

”ہم نے اس کو ماشاء اللہ ایسی تحقیقی کتاب پایا جس میں انہوں نے مختلف انواع کے فوائد کو علماء کے وقار اور حکما کے انداز کا التزام کرتے ہوئے عمدہ انداز سے جمع کیا۔ فجزاء اللہ خیرا کثیرا اور ہم نے دیکھا کہ جو کچھ اس میں ہے وہ مکمل طور پر متقدمین و متاخرین جمہور اہل السنۃ والجماعت کا مذہب ہے اور یہ وہی طریقہ ہے جس پر ہم نے اپنے محدثین، مفسرین، فقہاء اور محققین مشائخ کو پایا جیسے مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث

دہلوی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اولاد امجاد و تلامذہ۔“

کیا مولانا عزیز الرحمن صاحب اس بات کو علی الاعلان ڈنکے کی چوٹ پر کہیں گے کہ وہ اپنی تقریظ سے اس وجہ سے رجوع کرتے ہیں کہ محمد علوی مالکی صاحب اپنے عقائد کی وجہ سے اہل سنت سے خارج ہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب اور تصرف و قدرت ہونے اور حاضر و ناظر جیسے عقائد کی وجہ سے پکے بدعتی ہیں اور ان کی کتاب ”مفہیم یجب أن تصحح“ بہت سی باتوں میں اہل سنت کے بالکل خلاف ہے اور خصوصاً اکابر دیوبند کے مسلک سے تو بالکل مطابقت نہیں رکھتی اور انہوں نے (یعنی عزیز الرحمن صاحب نے) اپنی تقریظ میں جو کچھ لکھا وہ امرواقع کے بالکل خلاف ہے اور ان کی بڑی غلطی تھی۔

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یار، دسمبر ۲۰۰۰ء..... و ماہنامہ صفدر شمارہ ۴، جون ۲۰۱۱ء،)

ادارہ مظہر التحقیق، لاہور کی مطبوعات

مولانا قاضی کرم الدین دبیرؒ

مولانا قاضی کرم الدین دبیرؒ

مولانا قاضی کرم الدین دبیرؒ

مولانا قاضی کرم الدین دبیرؒ

مولانا قاضی مظہر حسینؒ

مولانا قاضی مظہر حسینؒ

مولانا قاضی مظہر حسینؒ

مولانا قاضی مظہر حسینؒ

مولانا قاضی مظہر حسینؒ

مولانا قاضی مظہر حسینؒ

مولانا قاضی مظہر حسینؒ

مولانا قاضی مظہر حسینؒ

مولانا قاضی مظہر حسینؒ

مولانا قاضی مظہر حسینؒ

آفتاب ہدایت (ردرفض و بدعت)

فیض باری رد تعزی داری

تازیانہ عبرت..... و..... تازیانہ سنت

السيف المسلول لاعداء خلفاء الرسول

بشارات الدارين بالصبر علی شہادت الحسین

مفتی محمد یوسف کے ”علی جائزہ“ کا علمی محاسبہ

شیعہ مجتہد محمد حسین ڈھکو کی کتاب پر ایک اجمالی نظر

عقیدہ خلافت راشدہ اور عقیدہ امامت

دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

مشاجرات صحابہ اور راہ اعتدال

ہم ماتم کیوں نہیں کرتے؟

حقانیت اہل السنۃ والجماعۃ..... بنی مذہب حق ہے..... بنی مؤقف

خارجی فتنہ (جلد ۲)

مودودی مذہب

محقق اہل سنت مولانا عبدالحق خان بشیر مدظلہ، شاعر صحابہ انجم نیازی صاحب کی کتب بھی دستیاب ہیں۔

رابطہ: مولانا عبد الرؤف نعمانی، جامع مسجد برکت علی، اچھرہ، لاہور 0321-4145543

حقیقت حال

ماہنامہ ”بینات“ کراچی اکتوبر ۲۰۰۰ء صفحہ ۳ پر صوفی محمد اقبال صاحب مرحوم کے انتقال کی خبر شائع ہوئی جس میں مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری نے صوفی صاحب کی اس عبارت (اس لیے اکابرین کی اندھی تقلید کے سوا چارہ نہیں) سے اندازاً لکھا ہے کہ صوفی صاحب نے اپنے سابقہ موقف سے رجوع فرمالیا تھا۔ مزید لکھتے ہیں (دوسری جانب مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے بھی حسب سابق الفت و محبت کے مراسم بحال کر لئے تھے) اس عبارت سے تو ناواقف قارئین پھر حضرت لدھیانویؒ کا رجوع بھی سمجھیں گے۔ جیسا کہ بعض لوگوں نے حضرت لدھیانویؒ کی حیات میں غلط مشہور کر دیا تھا کہ حضرت نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا ہے۔ اس موضوع پر بحث اگرچہ اس وقت سمٹ چکی تھی جب کراچی سے پشاور تک کے تمام سنی، حنفی دیوبندی علمائے کرام، مفتیان عظام نے صوفی صاحب کی شروع کردہ دیوبندی، بریلوی اتحادی تحریک (جسے خود حضرت لدھیانویؒ نے بدعت و ہوئی کے فتنہ سے تعبیر فرمایا) کو یکسر مسترد کر دیا تھا۔ مثلاً:

کراچی کے مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی،

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، مولانا مفتی عبدالسلام چانگامی

ملتان کے مولانا مفتی عبدالستارؒ، مولانا محمد امین صفدر اواکازیؒ

شیخ الحدیث مولانا محمد انور، مولانا محمد حنیف جالندھری،

لاہور کے مولانا علامہ خالد محمود، حضرت سید نفیس شاہؒ، مولانا مفتی شیر محمد علوی،

مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد، مولانا عبدالغنی، مولانا حکیم حافظ محمد طیبؒ،

فیصل آباد کے شیخ الحدیث مولانا نذیر احمدؒ، مولانا مفتی جمال احمد، مولانا جاوید حسین،

گوجرانوالہ کے شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ،

جہلم کے مولانا عبداللطیف جہلمیؒ،

چکوال کے وکیل صحابہؒ مولانا قاضی مظہر حسینؒ،

راولپنڈی کے مولانا مفتی محمد رضوان،

انک کے مولانا قاضی زاہد الحسینی (بقول حافظ ثار احمد)

اکوڑہ خٹک کے مولانا عبدالقیوم حقانی اور شیخ الحدیث مولانا محمد فریدؒ

پشاور کے شیخ الحدیث مولانا حسن جانؒ حضرات قابل ذکر ہیں۔

لیکن مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری کے مضمون نے دوبارہ اس بحث پر لا کھڑا کر دیا کیونکہ اس سے خطرہ تھا کہ پوری حقیقت سے ناواقف قارئین دونوں حضرات کے رجوع کو مان کر ایک مذہبی اختلاف کی حقیقت و اہمیت کھودیں گے۔ چنانچہ حقیقت حال کی وضاحت کے لئے چند سطور رقم کرنی پڑیں۔

جناب صوفی صاحبؒ کے رجوع کی حقیقت:

مولانا سعید احمد صاحب نے صوفی صاحب کی اس عبارت (اس لئے اکابرین کی اندھی تقلید کے سوا چارہ نہیں) سے اندازاً حضرت صوفی صاحب کا رجوع ثابت کیا ہے۔

(۱)..... حالانکہ ایک غلطی سے رجوع ثابت کرنے کے لئے ٹھوس صریح عبارت درکار ہوتی ہے نہ

کہ قیاسی سہارے۔

(۲)..... اول تو اس کی وضاحت نہیں کہ یہ عبارت صوفی صاحب کی ہے بھی یا کہ نہیں۔ دوم اکابرین کی تصریح نہیں کہ مراد کون سے اکابرین ہیں؟ کیا وہی جنہوں نے بدعات کے قلع قمع کے لئے اپنی زندگیاں صرف کیں یا مکی مالکی جیسے مؤید بدعات و رسومات۔

(۳)..... جناب صوفی صاحب رجوع تو تب فرماتے جب مولانا مکی مالکی سے تعلق یا اس کی بدعات و رسومات کو غلط تسلیم کرتے۔ حالانکہ وہ تو باوجود اس کی بدعات و رسومات کے اسے اپنا شیخ بنائے بیٹھے ہیں۔ چنانچہ اپنے مکتوب بنام حضرت شہید (معنون اہم گزارش) میں لکھتے ہیں:

”پھر انہیں وجوہات سے جن کی وجہ سے حضرت شیخؒ سے بیعت ہوا تھا وہ جب (اپنی سمجھ کے مطابق) ایک بزرگ میں دیکھیں تو ان سے بیعت ہوا۔ ان کو میلاد و رسومات وغیرہ کرتے بھی دیکھا..... چنانچہ الحمد للہ سلسلہ شاذلیہ سے ربط کے بعد حکم پہلے سے زیادہ سمجھ آنے لگی، زیادہ لطف آنے لگا جس کی ضرورت تھی۔ اس طرح کی بیعت کے لیے بالفرض اگر مجھے ایسے بزرگ روزانہ نئے نئے ملتے رہیں تو میں روزانہ بھی ایک بیعت کرنے کو تیار ہوں اچ“۔

کیا جناب صوفی صاحب کی مکی مالکی سے (باوجود بدعات و رسومات کے) اس حد تک کی محبت و عقیدت کے بعد بھی ایک گمنام عبارت سے ان کا رجوع ثابت کیا جاسکتا ہے۔

حضرت لدھیانوی شہیدؒ کے رجوع کی حقیقت:

مولانا سعید احمد صاحب نے اگرچہ صراحتاً تو حضرت لدھیانویؒ کے رجوع کے متعلق نہیں لکھا لیکن جو عبارت (مولانا لدھیانویؒ نے بھی ان سے حسب سابق الفت و محبت کے مراسم و بحال فرمائے) پیش کی

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب باب نمبر 5 مولانا ہزاروی کے رجوع کی حقیقت (702)

ہے اس سے سطحی ذہن جہاں رجوع کا تاثر لے گا وہیں ان لوگوں کی تائید بھی ہو گئی ہے جنہوں نے حضرت لدھیانویؒ کی حیات میں ان کے رجوع کا غلط پروپیگنڈا کیا تھا جس کا جواب مولانا لدھیانویؒ نے خود دیا۔ حضرت کے دو مکتوب پیش خدمت ہیں:

”شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات“:

”برادر م السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج کل کی حکایات و روایات و شکایات کا کچھ اعتبار نہیں۔ مولانا عزیز الرحمن روالپنڈی والے، میں نے پہلے بھی ان کو برا نہیں کہا، اب بھی نہیں کہتا۔ لیکن ”اکابر کا مسلک و مشرب“ نامی رسالہ اور ”اصلاح مفاہیم“ کے بارے میں میری جو رائے پہلے تھی وہ اب بھی ہے، اس میں بال برابر بھی تبدیلی نہیں ہوئی۔ باقی ان تمام بزرگوں کا اکرام کرنا اس کو اگر سمجھ لیا جائے کہ میں نے اپنا مسلک بدل لیا ہے تو اس کے سوا کیا کہہ سکتا ہوں کہ: لوگ ضرورت سے زیادہ ہوشیار اور تھکنہ بند ہیں۔

والسلام محمد یوسف عفا اللہ عنہ“

آج تک اس کی شکل نہیں دیکھی اور نہ ہی دیکھنا چاہتا ہوں:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرے بعض مخلص احباب نے مجھے اطلاع دی ہے کہ علوی مالکی صاحب کی کتاب ”اصلاح مفاہیم“ پر میرے تاثرات اور ”بینات“ پر اس کی اشاعت کے بعد کچھ نا عاقبت اندیش حضرات سیدھے سادے مسلمانوں اور میرے احباب یہ غلط فہمی پیدا کر رہے ہیں کہ میں نے اپنی تحریر سے براءت کا اعلان کر دیا ہے اور جناب علوی مالکی صاحب نے چشم بد دور مجھے شاذلیہ سلسلہ میں خلافت دی ہے۔ سبحانک هذا بہتان عظیم۔ میں ایسے حضرات کو اللہ سے ڈرنے اور عند اللہ مسئولیت کی یاد دہانی کراتے ہوئے عرض کروں گا کہ کل قیامت کے دن اگر اللہ تعالیٰ آپ سے اس بہتان و افترا کے بارہ میں پوچھ لیں تو آپ کے پاس کیا جواب ہوگا؟

میں آج بھی علوی مالکی کو بریلوی عقیدہ کا حامل اور مبتدع سمجھتا ہوں۔ میں نے آج تک اس کی شکل نہیں دیکھی اور نہ ہی دیکھنا چاہتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے بدعت دہوئی کے فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں اور خاتمہ بالخیر کی دعا کرتا ہوں۔

والسلام محمد یوسف لدھیانوی“

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یار، اکتوبر ۲۰۰۰ء)

مولانا عزیز الرحمن صاحب کے رجوع سے متعلق دارالعلوم کراچی کا فتویٰ

ایک صاحب نے ہمیں ایک غیر مطبوعہ قلمی خط کی فوٹو کاپی دی ہے، کہ یہ مولانا عزیز الرحمن صاحب کے اپنے ہاتھ سے تحریر کردہ خط کی فوٹو کاپی ہے اور اس پر جو دستخط ہیں، اس کے بارے میں دینے والے نے یہ بتایا کہ یہ مولانا عزیز الرحمن صاحب کے دستخط ہیں، اگر یہ واقعی مولانا عزیز الرحمن صاحب کے خط کی فوٹو کاپی ہے، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ”اصلاح مفاہیم“ پر اپنی تقریظ، اور رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے محتویات سے رجوع فرمایا ہے، اور آئندہ ان کی اشاعت کی ممانعت فرمائی ہے۔ اس خط کے چند اہم اقتباسات ذیل میں ملاحظہ ہوں:

(۱) ”چونکہ آپ نے اپنے گرامی نامہ میں لکھا ہے کہ ”اصلاح مفاہیم“ پر میری تقریظ اور رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ سے یہ تاثر ملتا ہے کہ مذکورہ بالا بدعات اور رسومات کا میں حامی ہوں، اس لیے میں ”اصلاح مفاہیم“ پر اپنی تقریظ اور ”رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب“ سے رجوع کرتا ہوں، آئندہ کوئی بھی اس تقریظ اور رسالہ کو شائع نہ کرے اور نہ ہی حوالہ دے۔

(۲) ہمارے مرشد پاک حضرت شیخ نے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھے گئے مضمون میں تحریر فرمایا کہ: ”یہ ناکارہ حذو النعل بالنعل ان حضرات (اکابر دیوبند) کا جادہ متبع ہے، اور اس ناکارہ کی تحریر میں کوئی لفظ ان کی تحقیق کے خلاف ہو تو وہ لغو، ناقابل التفات اور مردود ہے“..... تو یہ سیاہ کار بھی اپنے آقا حضرت شیخ ”قدس سرہ“ کی اتباع میں یہی کہتا ہے۔ لہذا رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ میں بلکہ میری سابقہ کسی بھی تحریر یا تقریر میں کوئی لفظ یا جملہ ان محبوبین و مقبولین اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف ہو تو میں اس سے برات کا اعلان کرتا ہوں۔“

(۳) نیز مجلس مولود، عرس، استمداد اور ندائے غیب وغیرہ جتنے مسائل میں دیوبندی بریلوی اختلاف ہے، میں ان تمام مسائل میں بحمد اللہ اپنے اکابر علماء دیوبند و اولیاء دیوبند کو حق سمجھتا ہوں، اور انہیں کا متبع ہوں اور ان کے مسلک کے خلاف ہر چیز کو غلط سمجھتا ہوں۔“

ان اقتباسات میں دو چیزوں کا ذکر ہے:

(۱) ”اصلاح مفاہیم“ پر اپنی تقریظ اور ”رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب“ اور اس کے محتویات سے

رجوع۔

(۲) دوسری: اپنے آپ کو اکابر علماء دیوبند کا مکمل مقلد و متبع ظاہر کرنا۔ اور اس کا بڑی صراحت و تاکید کے ساتھ اقرار کرنا۔ لہذا اگر یہ واقعہ مولانا موصوف ہی کا خط ہو، تو وہ اپنے عمل یا قول جدید سے اس کے خلاف نہ کریں، اُس وقت تک ان کی طرف مذکورہ تقریظ اور رسالہ اور آراء و نظریات کو منسوب نہیں کرنا چاہیے۔

لیکن چونکہ مولانا کی تقریظ اور انکا ”رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب“ خاصے بڑے پیمانے پر مطبوعہ شکل میں شائع ہوا ہے اور وہ مسلک بزرگان دیوبند کے خلاف ہے۔ تو اب جبکہ مولانا ان دونوں سے رجوع کر رہے ہیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ یہ رجوع بھی کم از کم اتنے ہی پیمانے پر چھپوا کر شائع کریں تاکہ تسوۃ السر بالسر و العلانیۃ بالعلانیۃ پر عمل ہو اور عوام کو ان دونوں تحریروں سے جو نقصان پہنچا ہے اس کا ازالہ ہو سکے۔ نیز مولانا نے اپنے اس خط کے (اگر یہ انہیں کا خط ہے) اقتباس نمبر ۲ میں یوں فرمایا:

”لہذا رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب میں بلکہ میری سابقہ کسی بھی تحریر میں کوئی لفظ یا جملہ ان محبوبین و مقبولین اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف ہو تو میں اس سے براءت کا اعلان کرتا ہوں۔“

اس اسلوب کلام سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ مولانا موصوف اپنی تقریظ اور رسالہ کے محتویات جو بزرگان دیوبند کے موقف کے خلاف ہیں، حتیٰ طور پر ان حضرات کے مسلک کے خلاف نہیں سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ محتویات مسلک بزرگان دیوبند کے یقینی طور پر خلاف ہیں، اس لئے ان کو بجائے معلق رجوع کے صاف اور واضح انداز میں ان غلط مسائل سے رجوع کرنا چاہیے تاکہ اس سلسلہ میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہ رہے۔

اور جہاں تک ان سے بیعت ہونے کا مسئلہ ہے تو وہ اگر اپنا رجوع اس انداز سے شائع کر دیں جیسا اوپر ذکر ہوا تو موصوف کی یہ تقریظ اور رسالہ جن سے رجوع فرمایا ہے بیعت کرنے والوں کے لیے بیعت سے مانع نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عصمت اللہ عصمہ اللہ

دارالافتاء: دارالعلوم کراچی ۲۰۱۳/۲/۱۴۲۲ھ

الحواب صحیح محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ الحواب صحیح بندہ عبد الرؤف سکھروی
الحواب صحیح محمود اشرف غفر اللہ الحواب صحیح محمد عبد المنان عفی عنہ

☆.....☆.....☆.....☆

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یار، ستمبر ۲۰۰۱ء ماہنامہ صفدر شمارہ ۴، جون ۲۰۱۱ء)

حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہم کا مکتوب گرامی

بنام حضرت مولانا مفتی عصمت اللہ مدظلہم [دارالافتاء: دارالعلوم کراچی]

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

محترم و مکرم جناب مولانا عصمت اللہ صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی! احوال آنکہ کچھ عرصہ قبل دارالافتاء دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴ سے مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی کے متعلق آپ کا تحریر کردہ فتویٰ جس پر بڑوں کے دستخط بھی تھے، موصول ہوا۔ احقر جلد اس کے ملنے کی اطلاع نہ کر سکا۔ اس پر معذرت خواہ ہے۔

بھم اللہ تعالیٰ آپ کے جواب میں اعتدال اور منفی و مثبت دونوں پہلوؤں کی رعایت ہے۔ اور آل کے اعتبار سے موصوف کی تائید ان کے واضح اور دو ٹوک جواب کے ساتھ مشروط ہے۔ اس آخری پیرا کی انتہائی ضرورت تھی، ورنہ ابتدائی جواب کو مجرد تائیدی ہی سمجھ لیا جاتا۔ جیسا کہ پہلے حصہ کو پڑھ کر اکثر حضرات یہی سمجھ رہے ہیں۔ شاید دوسرا فریق بھی اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔

اس لیے اگر پورا جواب ماہنامہ ”البلاغ“ میں آجائے تو شاید دوسرے فریق کو فائدہ اٹھانے کا یہ موقع بھی نہ مل سکے۔ اگر اس میں کچھ بہتری ہو۔ غور فرمایا جائے۔

اسی سوال کا جواب کچھ عرصہ قبل احقر نے بھی لکھا تھا جس پر حضرت اقدس والد نور اللہ مرقدہ نے بھی تائیدی تحریری لکھی تھی۔ اس کی نقل برائے ملاحظہ ارسال ہے۔ شاید اس وقت رجوع کا موجودہ قضیہ نہیں چلا تھا۔ اس قضیہ کے ختم پر ”قضیہ کا خاتمہ“ کے نام سے جن صاحب نے رسالہ لکھا ہے، اس رجوع سے متعلق احقر کی ان سے بالمشافہ گفتگو ہوئی تھی۔ وہ حضرات واضح طور پر اس طرح کے رجوع کے لیے کہ: ”پہلے ہم نے جو کچھ لکھا تھا یا سمجھا تھا وہ غلط ہے۔ اور اکابر کا صحیح مسلک یہ ہے۔“

..... اس کے لیے تیار نہ تھے۔ بلکہ لگتا یوں ہے کہ وہ گول مول رجوع کی آرژ میں اپنا مشن جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ وہ صحیح طور پر اپنے سابقہ موقف سے رجوع کریں۔ اور جب تک یہ نہ ہو، ان کے اس گول مول رجوع کو تسلیم نہ کیا جائے۔ ورنہ ایک نیا فتنہ کھڑا ہو جائے گا۔

هذا معندي والله اعلم بالصواب احقر سید عبدالقدوس ترمذی غفرلہ یکم جولائی ۲۰۰۱ء

ارشاد: حضرت مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ [رئیس دارالافتاء: خیر المدارس، ملتان]
ناقل: مولانا عبدالواحد جھنگوی

بعد از رجوع مولانا ہزاروی سے بیعت۔۔۔؟!؟

جب حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی مدظلہ نے ”اصلاحِ مفاہیم“ پر اپنی تقریظ اور اپنے مرتبہ رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ سے رجوع کا اعلان کیا اور ان کی اشاعت بند کر دی۔ تب کی بات ہے۔ بندہ ناچیز مادر علمی جامعہ خیر المدارس ملتان میں درجہ ’موقف علیہ‘ کا طالب علم تھا۔ ایک روز بندہ نے فقیہ العصر حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ: حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب سے بیعت کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: ’میں تو مناسب نہیں سمجھتا‘۔ بندہ نے عرض کیا کہ: وہ رجوع جو فرما چکے ہیں۔ (اس رجوع پر آپ کی تصدیق بھی موجود ہے۔) تو فرمایا: اُن کا رجوع ایسے ہی (محض دفع الوقتی) ہے۔ وہ رجوع کے بعد بھی ویسے ہی ہیں جیسے پہلے تھے۔
(غیر مطبوعہ)

محقق العصر حضرت مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم کی علمی و تحقیقی تالیفات

اسلامی عقائد فہم قرآن (تین جلد) فہم حدیث (تین جلد) مسائل بہشتی (دو جلد)
صفات متشابہات اور سلفی عقائد اصول دین دینی کام کرنے والوں کے لیے راہ نما اصول
فقہ اسلامی (عالمی مضامین پر مدلل مضمون) مریض و معالج کے اسلامی احکام اسلامی سکوک
سونے چاندی کے زیورات کے اسلامی احکام جدید معاشی مسائل کی اسلامائزیشن کا شرعی جائزہ
ڈاکٹر اسرار کے نظریات تحفہ اصلاحی تحفہ غامدی تحفہ خیر خواہی ہدیہ فکر (تنظیم فکر دلی الہی)
داستانِ عبرت جوابِ نفیس مقامِ عبرت عمار خان کا نیا اسلام اور اس کی سرکوبی

رابطہ: دارالافتاء، جامع مسجد الہلال، چوہدری پارک، لاہور

0321-4374616

مولانا ہزاروی کے رجوع نامہ کی قبولیت کی شرائط

مسلک دیوبند کے ترجمان کی حیثیت رکھنے والے اکابر نے مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی کے رجوع نامہ کے قابل قبول ہونے کے لیے درج ذیل شرائط کو ضروری قرار دیا:

۱..... علوی مالکی صاحب کے نظریات کے بارے میں صراحتاً فرمائیں کہ ان کے نظریات اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف تھے۔

۲..... اُن نظریات کی بنا پر خود علوی مالکی صاحب بدعتی اور اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہیں۔

۳..... ”اصلاحِ مفاہیم“ اور ”اکابر کا مسلک و مشرب“ میں درج نظریات یقینی طور پر غلط اور اکابر دیوبند کے نظریات کے خلاف ہیں۔

۴..... اُن نظریات کی، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ کی طرف نسبت بھی درست نہیں۔

۵..... اُن نظریات کے مقابل اکابر دیوبند کا واقعی اور حقیقی موقف و مسلک بھی بیان کیا جائے۔ یا کم از کم ان تمام بزرگوں کے نام لکھ کر ان کے موقف سے مکمل اتفاق کا اظہار کیا جائے جنہوں نے اس قضیہ میں علوی مالکی نظریات کی مخالفت اور مسلک دیوبند کی ترجمانی کی۔

۶..... اُن نظریات کے تمام مؤیدین حضرات سے قطع تعلق کیا جائے۔

۷..... اجتماعی ذکر بالجہر اور اس کے لیے تداعی کا سلسلہ ختم کیا جائے۔ [علمی خیانت: ۱۱]

☆.....☆.....☆.....☆

(مطبوعہ: ماہنامہ صفدر، اپریل ۲۰۱۵ء)

فتنہ غامدیت، ناصریت، جدیدیت اور دیگر فتنوں سے آگاہی اور تحقیقی مضامین کے لیے

مجلہ ”صفدر“ پڑھیے۔ فی شمارہ: 25 روپے۔

سالانہ فیس تین صد (300) روپے یا اتنی مالیت کے ڈاک ٹکٹ درج ذیل پتے پر ارسال

فرمائیں۔ نیز اپنا مکمل ڈاک پتہ اور رابطہ نمبر صاف اور واضح تحریر فرمائیں۔

مولانا احسن خدای، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82، محمود سٹریٹ، محلہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

0307-5687800_0334-0312-4612774

دیوبندی بریلوی اختلاف اور مولانا ہزاروی کا رجوع نامہ (مجلہ ”المصطفیٰ“ کے ”امام اہل سنت نمبر“ پر مجلہ ”تسکین الصدور“ کے تبصرہ سے انتخاب)

..... حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ کے مضمون میں بعض مندرجات نے چونکا دیا ہے، حیرت ہے کہ انہوں نے رضا خانی بھیڑ کے چند افراد سے ملاقات کر کے یہ نتیجہ کیسے اخذ کر لیا کہ ”دونوں مکاتب فکر (دیوبندی، بریلوی) کا اختلاف بڑی حد تک صرف تعبیر اور الفاظ کا اختلاف ہے، حقیقت میں ایسا کوئی اختلاف عقائد کے باب میں نہیں ہے، جس کی بنیاد پر ایک دوسرے کو گمراہ یا فاسق قرار دیا جائے“ کیا علم غیب، حاضر ناظر، مختار کل، نور و بشر، اور مافوق الاسباب پکار جیسے مسائل جنہیں صدیوں سے فقہاء کرام شریک قرار دیتے آئے ہیں یہ سب تعبیر کے اختلافات ہیں؟ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ سے لیکر حضرت امام اہل سنت تک بڑے بڑے اکابر دیوبند نے جو رضا خانی ٹبر کو ان شریک عقائد کا حامل قرار دیا، آنجناب کی ”تعبیر“ ان اکابر کی دیانت و فہم پر سوالیہ نشان نہیں ہے؟ صرف تعبیر کے اختلاف میں پڑ کر ہمارے اکابر نے کیا اپنے وقت کا خون کیا؟ ویسے تعبیر کی حدود اور بعد کی وضاحت بھی وقت کا تقاضا ہے۔ اور پھر اس سلسلے میں حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کو اپنے موید کے طور پر باور کرنا مزید تعجب خیز ہے جبکہ حضرت امام اہل سنت کا موقف روز روشن کی طرح واضح اور عیاں ہے جو ان کی کتب، دروس میں مذکور ہے سر دست حضرت رحمہ اللہ کا ایک مکتوب گرامی ملاحظہ فرمائیں جو ماہنامہ ”الشریعہ“ گوجرانوالہ کے شکر یہ کے ساتھ قارئین کی نذر ہے، اس مکتوب گرامی سے اندازہ ہوتا ہے کہ دیوبندی بریلوی اتحاد کے بارے حضرت امام اہل سنت کا موقف غیر مشروط نہیں ہے اور ان شرائط کے بغیر صلح کرنے کو وہ بے غیرتی قرار دیتے ہیں اور صلح کرنے والے دیوبندی علماء کی برملا مخالفت کا اعلان کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو!

”سنائے کہ دیوبندی بریلوی مصالحت ہوا چاہتی ہے۔ راقم کا وہ بیان جو جناب نیازی صاحب کے نکات کے جواب میں تھا، ابھی تک کیوں شائع نہیں ہوا؟ یہ بہت غیر ذمہ دارانہ حرکت ہے۔ چونکہ ان کے ”کنز الایمان“، ”خزائن العرفان“ اور مولویوں پر پابندی ہے، وہ اس بھنور سے اس جیلہ اور تدبیر سے اپنی راہ ہموار کرتے ہیں کہ ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کو سامنے رکھ کر اپنا کام ڈھیلے ڈھالے دیوبندیوں کے ذریعے

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب باب نمبر 5 مولانا ہزاروی کے رجوع کی حقیقت (709)

نکالیں۔ اگر وہ اس پر فیصلہ چاہتے ہیں تو ہماری طرف سے یہ شرط ہوگی کہ وہ یہ تحریر کر دیں کہ تمام علمائے دیوبند مسلمان ہیں اور ہم ان کی تکفیر کرنے والوں کی تائید نہیں کرتے۔ اگر عبارات کا مسئلہ سامنے آئے تو ہماری طرف سے یہ شرط ہے کہ ان کے اکابر کی جو عبارات خلاف شرع اور قابل اعتراض ہیں، ان کی بھی وہ اصلاح کریں۔ اور اگر وہ یہ کہیں کہ ہمارے اکابر کی عبارات خلاف شرع اور قابل اعتراض نہیں ہیں تو ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ اس کے لیے فریقین ثالث مقرر کریں جن میں علماء کے علاوہ جج صاحبان بھی ہوں۔ جو فیصلہ وہ کریں سب کو منظور ہو۔ اگر ہماری پیش کردہ شرائط وہ تسلیم نہیں کرتے تو ون وے ٹریک اور ایک ہاتھ سے تالی بجانے کے ہم قائل نہیں ہیں۔ ہم اس کو کبھی برداشت نہیں کریں گے کہ وہ تو بدستور ہمارے اکابر کی تکفیر کرتے رہیں اور ہم بے غیرت ہو کر برداشت کرتے رہیں اور ان کا وقت پاس ہو جائے۔ ان مذکورہ شرائط کے خلاف صلح کرنے والے دیوبندیوں کی ہم علی الاعلان مخالفت کریں گے۔ ان شاء اللہ العزیز۔“

خانوادہ امام اہل سنت میں برادر عزیز مولوی سرفراز حسن خان حمزہ کا مضمون تفصیلی بھی ہے اور متنوع گوشوں پر حاوی بھی۔ حمزہ بھائی کے مضمون میں کیونکہ بعض نازک زاویے اور موضوعات بھی زیر بحث آگئے ہیں اس لیے ان کا مقالہ بعض روایتی مریدین اور عقیدتمندوں کی طبع ناز پر گراں گزرا ہے۔ تعجب ہے کہ اس مضمون پر برہمی کا اظہار کرنے والوں میں سرفہرست انک کے ایک معروف صاحب علم و قلم ہیں جو حمزہ بھائی کی تحریر کے اس حصہ پر بالخصوص نالاں ہیں جس کا تعلق حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب سے ہے، حالانکہ حضرت ہزاروی صاحب سے متعلق حمزہ بھائی کے مضمون میں کوئی عبارت قابل گرفت نہیں ہے۔ ”انتظار باقی ہے“ کے عنوان کے تحت حمزہ بھائی نے جن تحفظات کا اظہار کیا ہے وہ بجا ہیں، حضرت ہزاروی صاحب کے رجوع کے متعلق کئی اکابر بھی عدم اطمینان کا اظہار کر چکے ہیں، اور واقعاً حضرت ہزاروی صاحب کے رجوع کی نوعیت کا تعین آج تک نہیں ہو سکا،

[۱]..... رسالہ ”قضیہ کا خاتمہ“ کے مرتب لکھتے ہیں کہ حضرت ہزاروی صاحب نے مولانا عبدالحفیظ

مکی کے مشورے سے رجوع کیا اور اتحاد و اتفاق کی فضا کو پیدا کرنے کے لیے رجوع کیا۔

[۲]..... جب کہ مولانا عبدالحفیظ مکی (جو اپنے غلط موقف پر تاہنوز قائم ہیں) فرماتے ہیں کہ مولانا

ہزاروی شریف آدمی ہیں، قاضی (مظہر حسین) صاحب رحمہ اللہ کے دباؤ میں آگئے، اب اصل مسئلہ یہ ہے کہ حضرت ہزاروی کا رجوع.....

[۱]..... قاضی صاحب کے دباؤ کی وجہ سے ہے..... یا

[۲]..... اتحاد و اتفاق کی خاطر ہے..... یا

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب باب نمبر 5..... مولانا ہزاروی کے رجوع کی حقیقت (710)

[۳]..... علوی مالکی کے ان نظریات سے اختلاف کی وجہ سے ہے جن کی نشاندہی قاضی مظہر حسین

صاحب رحمہ اللہ، مولانا یوسف لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ وغیرہ حضرات نے کی.....؟

مؤخر الذکر شق کی کہیں صراحت نہیں، جبکہ ضرورت اسی کی ہے، رجوع کے سلسلہ میں اتنا کہہ دینا کہ ”جو نظریات علماء دیوبند کے خلاف ہوں ان سے برأت کا اعلان کرتا ہوں“ کافی نہیں، جب تک یہ صراحت نہ ہو کہ علوی مالکی کے متنازع نظریات بھی واقعاً علماء دیوبند کے نظریات سے متصادم ہیں، ہزاروی صاحب کی طرف سے اس صراحت کا انتظار باقی ہے۔ بالخصوص اس صورت میں جب حضرت ہزاروی صاحب علوی مالکی نظریات کو دیوبندی نظریات کے موافق باور کرا چکے ہوں۔

رہی یہ بات کہ اس قضیہ کو چھیڑا کیوں گیا، اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ”المصطفیٰ“ کی خصوصی اشاعت حضرت امام اہل سنت کے سوانح و افکار پر مشتمل ہے، حضرت امام اہل سنت کے اس فکری گوشہ کا کفنی رہ جانا کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا، دوسری وجہ یہ ہے کہ لاہور میں منعقد ہونے والی ”تحفظ سنت کانفرنس“ میں حضرت امام اہل سنت کی سرپرستی اور ملکی صاحب کی صدارت کا ڈھنڈورا ملک بھر میں پیٹا گیا، جس سے دونوں کی فکری یکسانیت کا تاثر ملتا تھا، اس لیے اس غلط تاثر کا ازالہ بھی ضروری تھا، تاکہ سب پر واضح ہو کہ حضرت امام اہل سنت، علوی مالکی نظریات کی آلودگیوں سے پاک ہیں۔ جہاں تک حمزہ بھائی کی تحریری دشتی کا تعلق ہے اس سے اگر کسی کو اختلاف ہے تو وہ اس کا حق رکھتا ہے، اور حمزہ بھائی کو اپنے طرزِ تحریر پر اصرار بھی نہیں، جہاں تک مضمون کے مندرجات کا تعلق ہے وہ بے داغ ہیں بلکہ تشہہ تکمیل۔

☆.....☆.....☆.....☆

(مطبوعہ: دو ماہی تسکین الصدور..... ماہنامہ صفدر، شمارہ ۴، جون ۲۰۱۱ء)

..... بلا عنوان

”نمازِ عشاء سے کچھ دیر قبل حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب (ہزاروی) اور حضرت حافظ (صغیر احمد [ناقل]) صاحب زید مجدہا ایک جگہ مولود شریف میں تشریف لے گئے۔“

(ماہنامہ سلوک و احسان، جلد: ۲۶، شمارہ: ۸، ۹۔ شعبان رمضان ۱۴۳۴ھ..... جون جولائی ۲۰۱۳ء.....)

حضرت اقدس کا سفر بخارا و سمرقند، تحریر: مولانا انیس احمد مظاہری۔)

..... باب نمبر چھ (۶).....

مروجہ مجالس ذکر کی شرعی حیثیت

- مجالس ذکر، از: قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ
- مروجہ مجالس ذکر و رود کی شرعی حیثیت، از مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم
- مروجہ ایصال ثواب اور مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ، از: مولانا محمد رفیع رحمہ اللہ
- پورے رمضان کے نفلی اعتکاف اور اجتماعی ذکر و رود کا شرعی حکم، مفتی عبدالشکور ترمذی
- مخصوص مجالس کے لیے تداعی، مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ
- اجتماعی ذکر و رود سے متعلق ایک اہم فتویٰ، حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمن مدظلہم

مجلس ذکر

(۱)..... (حضرت) مولانا (عبداللطیف) جہلمی مرحوم (خلیفہ مجاز: جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ) اپنے متوسلین کو ذکر و نطق کی تلقین و تاکید تو فرماتے تھے، لیکن ملک میں مروجہ مجالس ذکر کے طریق پر آپ نے کبھی مجلس ذکر نہیں کرائی۔ میں نے اُن سے حضرت شیخ لاہوری کی مجلس ذکر کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے کہا: میں صرف ایک مرتبہ شیرانوالہ آپ کی مجلس ذکر میں حاضر ہوا ہوں۔ حضرت نے کبھی بھی مجھے یہ نہیں فرمایا کہ مجلس ذکر میں کیوں نہیں حاضر ہوتے؟ اور نہ مجاز بنانے کے بعد کبھی حضرت نے مجلس ذکر منعقد کرنے کا حکم دیا ہے اور جہلم میں حضرت کئی دفعہ تشریف لائے ہیں۔ لیکن وہاں کبھی بھی حضرت نے مجلس ذکر نہیں کرائی۔

(۲)..... مناظر اہل سنت مولانا محمد امین صفدر صاحب^۱ اوکاڑوی بھی حضرت لاہوری رحمہ اللہ سے بیعت تھے، میں نے اُن سے بھی مجلس ذکر کے بارے میں دریافت کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ: میں نے خود حضرت کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ حضرت ہم بریلویوں کے جماعتی ذکر جہر کی مخالفت کرتے ہیں، لیکن حضرت خود بھی مجلس ذکر کرتے ہیں اور ذکر جہر کراتے ہیں۔ تو حضرت نے فرمایا کہ: ”ہم تعلیم کے لیے ذکر جہر کراتے ہیں۔“

مجلس ذکر کی نوعیت:

ذکر اللہ تو مطلوب و مقصود ہے اور یہ روح کی غذا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا: یا ایہا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکراً کثیراً و سبحوه بکرة و اصیلاً [الاحزاب: ۴۲]

اے ایمان والو! تم اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کرو۔ صبح و شام (یعنی علی الدوام) اس کی تسبیح و تقدیس کرتے رہو۔ [ترجمہ حضرت تھانوی^۲]

البتہ اختلاف تو مجلس ذکر کی نوعیت میں ہے کہ ذکر جہر ہو یا خفی۔ انفرادی ہو یا اجتماعی۔

جریدہ ”الارشاد“ (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

جریدہ ”الارشاد“ (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 6..... مروجہ مجالس ذکر و روضہ کی شرعی حیثیت..... (713)

شائع ہوتا ہے۔ حضرت قاضی صاحبؒ حضرت لاہوریؒ کے خلیفہ ارشد تھے۔ اب حافظ ثار احمد الحسینی ساکن حضروء الارشاد کے مدیر ہیں اور مروجہ مجالس ذکر کی نشر و اشاعت گویا اُن کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ انہوں نے ”الارشاد“ [نومبر و دسمبر ۱۹۹۷ء] میں ایک مفصل مضمون بعنوان: ”مجالس ذکر ایک علمی اور تحقیقی جائزہ“ شائع کیا ہے اور انہوں نے یہ مضمون خدام الدین وغیرہ دوسرے رسائل میں بھی شائع کرایا ہے۔ اس مضمون میں انہوں نے اپنی کم علمی اور کم فہمی کی وجہ سے غلط استدلال پیش کیے ہیں۔ اور بعض حوالہ جات پیش کرنے میں خیانت بھی کی ہے۔ کاش کہ وہ یہ مضمون نہ لکھتے اور جو دماغ اور وقت انہوں نے اس میں صرف کیا ہے اور بطور ایک مشن وہ محنت کر رہے ہیں اتنا وقت وہ اپنی اصلاح میں لگاتے تو کچھ کام بن جاتا۔ انہوں نے حضرت لاہوریؒ کی مجلس ذکر کو بھی بطور حجت پیش کیا ہے اور بعض دوسرے حضرات بھی پیش کرتے رہتے ہیں۔ اس کے جواب میں عرض ہے کہ:

۱..... فعل مشائخ حجت نہ باشد

۲..... بزرگوں کے بعض تفردات ہوتے ہیں جو قابل اتباع نہیں ہوتے۔ چنانچہ حضرت لاہوریؒ اولیاء اللہ کے مزاروں کی زیارت کے لیے سفر کرنے کو بھی ناجائز قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

”زندہ ولی کی زیارت کے لیے سفر کر کے جانا جائز ہے۔ لیکن اولیائے کرام کے مزارات پر سفر کر کے جانا منع ہے، میری تحقیق یہی ہے۔ اور اگر کسی اور کام کے لیے کسی جگہ جائیں تو پھر اولیاء کرام کے مزارات پر فاتحہ خوانی کے لیے حاضری دینا جائز ہے۔“ [مجلس ذکر حصہ سوم: ۲۶]

حالانکہ اکابر مشائخ اہل سنت دیوبند اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مدنی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”نیز اولیاء اللہ اور مشائخ کے مزاروں کی زیارت سے مشرف ہوا کرے۔ اور فراغت کے اوقات میں ان کے مزاروں پر بیٹھ کر ان کی روحانیت کی طرف متوجہ کرے۔“

[سلاسل طیبہ، مؤلفہ: حضرت مدنی قدس سرہ]

اور حضرت لاہوریؒ کے متوسلین اور خلفاء نے بھی غالباً حضرت لاہوریؒ کی مندرجہ تحقیق پر عمل نہیں کیا اور وہ مزارات اولیاء کے لیے سفر کرتے رہتے ہیں۔

ذکر جہر کا مقصد:

(۱)..... حضرت لاہوریؒ فرماتے ہیں:

”عرض یہ ہے کہ ذکر جہر کا مقصد یہ ہے کہ تمام خیالات ایک جگہ بند ہو جائیں۔ نہ ذکر زیادہ بلند

آواز سے کرنا چاہیے نہ بہت آہستہ آہستہ۔ بعض نو وارد آ جاتے ہیں، جن کو اس بات کا علم نہیں ہوتا، اس لیے وہ بہت زیادہ بلند آواز سے ذکر کرنے لگتے ہیں۔

ترتیب یافتہ احباب کا فرض ہے کہ اُن کو روک دیا کریں۔ آہستہ سے اُن کو کان میں کہہ دیں کہ اتنا زور نہ لگائیں۔ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ بلند آواز سے ذکر کر رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بہرے کو تو نہیں سنارہے۔ [مجلس ذکر حصہ پنجم: ۱۰۸-۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۶ء ایضاً ملاحظہ ہو ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۳۱ جولائی ۱۹۹۸ء]

(۲)..... حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”حضرت فرمایا کرتے تھے کہ یہ مجلس ذکر فرض، واجب یا سنت نہیں ہے اور نہ ہم کسی شخص پر اسے لازم قرار دیتے ہیں، کوئی شخص اس میں شریک ہو جائے تو چشم مارو شون دل ماشاد۔ اگر نہ شریک ہو تو ہم اسے مجبور نہیں کرتے۔ لیکن جو انسان بھی اس مجلس ذکر میں اللہ کی رضا کے حصول کے لیے شامل ہوتا ہے خالی نہیں لوٹتا۔ بلکہ اللہ کی طرف سے جھولیاں بھر کر واپس ہوتا ہے۔ اکٹھے ہو کر ذکر کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ نیکوں کے ساتھ بدوں کی بھی قبولیت ہو جاتی ہے۔ حضرت نے ایک مرتبہ مجلس ذکر موقوف کر دی تھی اور اپنی بیماری اور بڑھاپے کا عذر پیش کیا تھا۔ حالانکہ حضرت کا مزاج یہ تھا کہ انہوں نے کسی بھی حالت میں درس قرآن کا ناغہ نہیں کیا۔ مجلس ذکر موقوف کرنے کا ارادہ محض اس لیے ظاہر فرمایا تھا کہ لوگ اس کو فرض یا واجب نہ سمجھنے لگ جائیں۔“ [ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۱۰ جولائی ۱۹۹۸ء بحوالہ مجلس ذکر ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء]

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت لاہوریؒ کی مجلس ذکر اور مروجہ مجالس ذکر میں بڑا فرق ہے۔ اب تو مجالس ذکر خوب بلند آواز سے بلکہ لاؤڈ اسپیکروں کے ذریعہ کی جاتی ہیں۔ چنانچہ میں نے مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی خطیب جامع مسجد صدیق اکبر چوہڑا راولپنڈی کی لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ مجلس ذکر کی کیسٹ سنی ہے۔ مجلس ذکر کے اشتہارات شائع ہوتے ہیں اور لوگوں کو بلا بلا کر مجلس ذکر میں شامل کیا جاتا ہے۔ حالانکہ کسی مستحب عبادت کے لیے (تداعی) لوگوں کو بلانا جائز نہیں۔ (ملاحظہ ہو۔ براہین قاطعہ از حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ)

ایک دفعہ لاہور میں جمعیت علماء اسلام کے اجلاس میں حاضری کے بعد منجن آ باد ضلع بہاولنگر کے جلسہ میں شرکت کر لیے بذریعہ ریل مولانا عبید اللہ انور صاحب کے ساتھ گیا۔ راستے میں مولانا مرحوم سے میں نے کہا کہ: یہ آپ نے کیا بنایا ہوا ہے کہ فلاں ماسٹر کو فلاں حافظ کو فلاں صوفی کو مجلس ذکر کی اجازت دیتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا کہ خود حضرت لاہوریؒ نے مرکز میں بھی مجلس ذکر ختم کر دی تھی، پھر ہم نے عرض کر کے

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 6..... مروجہ مجالس ذکر و درود کی شرعی حیثیت..... (715)

مجلس ذکر جاری کرائی۔ تو میں نے عرض کیا کہ حضرت کو اس کے مفاسد پر نظر ہوئی ہوگی اور جو مروجہ مجالس ذکر کا حال ہے اگر یہ حضرت کی زندگی میں ہوتا تو آپ مجلس ذکر سے دوسروں کو بھی روک دیتے۔ کیونکہ مفاسد کی وجہ سے امر مستحب بھی بدعت قرار دیا جاتا ہے اور اب تو مجلس ذکر گویا کہ پیری مریدی کے لیے لازم سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ رسائل میں شائع ہوتا ہے کہ فلاں حضرت صاحب نے فلاں فلاں جگہ مجلس ذکر کرائی اور فلاں فلاں جگہ مجلس ذکر کرائیں گے۔

اکابر اہل سنت:

اکابر اہل سنت دیوبند قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین مدنی قدس اللہ اسرارہم نے کبھی اجتماعی طور پر ذکر جہر کی مجالس منعقد نہیں کیں اور نہ ہی ان کے خلفاء نے ایسی کرائی ہیں۔ (۱)..... ارشاد خداوندی:

واذکر ربک فی نفسک تضرعاً و خیفہ و دون الجہر من القول بالغدو و لاصال و لا

تکن من الغافلین۔ [سورۃ الاعراف: ۲۰۵]

(آپ ہر شخص سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ) اے شخص اپنے رب کی یاد کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح اور شام (یعنی علی الدوام) اور اہل غفلت میں شمار مت ہونا۔ [ترجمہ حضرت تھانوی]

اس میں انفرادی طور پر بھی آہستہ آواز سے ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چہ جائیکہ جماعتی طور پر بلند آواز سے ذکر کیا جائے۔ تعجب ہے کہ مروجہ مجالس ذکر کے داعی حضرات اس حکم خداوندی کو کیوں نظر انداز کر دیتے ہیں۔

(۲)..... حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ آیت ”ادعوا ربکم تضرعاً و خفیۃ انہ لا یحب المعتمدین۔“ [الاعراف: ۵۵] کے تحت لکھتے ہیں:

”ثم أجمع العلماء على أن الذكر سرّاً هو أفضل، والجهر بالذكر بدعة، إلا في

مواضع مخصوصة..... الحاجة فيها إلى الجهر كالأذان والإقامة و تكبيرات التشريق و

تكبيرات التشريق و تكبيرات الانتقال في الصلوة للإمام والشيخ للمقتدى إذا ثاب تائية والتلبية

في الحج و نحو ذلك.“ [تفسير مظہری: ۵۵/۳]

تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ آہستہ ذکر کرنا ہی افضل ہے اور ذکر جہر بدعت ہے مگر ان

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 6..... مروجہ مجالس ذکر و رود کی شرعی حیثیت..... (716)

مقامات پر جہاں جہر کی شرعی ضرورت پیش آئے مثلاً اذان و اقامت اور یا عید الاضحیٰ (عید قربان) کے ایام کی تکبیریں اور امام کے نماز میں رکوع اور سجود وغیرہ کی طرف انتقال کی تکبیریں یا امام بھول جائے تو مقتدی کا سبحان اللہ کہنا یا تلبیہ یعنی ایام حج میں لیک لیک بلند آواز سے کہنا وغیرہ۔

(۳)..... مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی میں ہے:

”منع از ذکر جہری کنند کہ بدعت است با آنکہ ذوق و شوق می بخشند۔“ [دفتر اول حصہ چہارم

مکتوب ۲۳۱]

یعنی اگرچہ ذکر جہر سے شوق شوق پیدا ہوتا ہے۔ لیکن بدعت ہونے کی وجہ سے مشائخ نقشبندیہ اسے منع کرتے ہیں۔

اور اکابر نے جو انفرادی طور پر ذکر جہر کی اجازت دی ہے وہ بغرض علاج ہے۔ خود جہر مقصود نہیں ہے۔ بہر حال مروجہ مجالس ذکر بوجہ تداعی عام وغیرہ کے بدعت ہیں ان کو ترک کرنا چاہیے۔ بخوف طوالت یہاں اختصار سے عرض کیا گیا ہے۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ مروجہ مجالس ذکر کے متعلق تفصیلاً کچھ لکھنے کا ارادہ ہے۔ واللہ الموفق۔

حضرت لاہوریؒ کے خلفاء میں سے مولانا جہلمی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ انہوں نے ذکر کے سلسلے میں بھی اکابر مشائخ اہل سنت دیوبند کے طرز عمل کی پیروی کی اور کبھی بھی مروجہ مجالس ذکر کے طریقہ پر مجلس ذکر نہیں کرائی۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تائید بخشد خدائے بخشندہ

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یاڑ..... فخر اہل سنت مولانا عبداللطیف جہلمی نمبر..... جولائی تا نومبر ۱۹۹۸ء)

وہ پروانے محمد ﷺ کے

تالیف: مولانا جمیل الرحمن عباسی

چالیس (۴۰) سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان افروز تذکرہ پر مشتمل روزنامہ اسلام میں شائع ہونے والے

مقبول عام مضامین کتابی شکل میں..... اعلیٰ کاغذ، خوبصورت و عمدہ جلد

صفحات: 284..... قیمت: 150 روپے..... رابطہ: 0332-7790908

مروجہ مجالس ذکر و رود کی شرعی حیثیت

بسم اللہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ و نشہد ان محمدًا عبدہ و رسولہ و صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

احادیث مبارکہ میں مجالس ذکر اور ان کی فضیلت کا بڑا واضح تذکرہ موجود ہے۔ اس لئے مجالس ذکر کی مشروعیت و فضیلت میں تو کوئی شک ہی نہیں، لیکن احادیث میں مذکور مجالس ذکر کی کیفیت کے بارے میں لوگوں میں خاصا غلو پایا جا رہا ہے۔ ہر قسم کی مجالس ذکر خواہ ان کے لیے تداعی کی گئی ہو یا ان میں ذکر کسی ممنوع صورت میں کیا جاتا ہو سب کو فضیلت والی مجالس ذکر میں شامل سمجھنے لگے ہیں اور بعض ظاہری و جزوی مصلحتوں اور فائدوں کی خاطر ان کے معتقد ہو رہے ہیں، حالانکہ اس سے پہلے یہ دیکھنا بہت ضروری ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جو کہ اعمال کے کرنے میں اور فضائل کو سمیٹنے میں ہم سے زیادہ حریص تھے ان کے یہاں اور ان کے دور میں مجالس ذکر کی کیا کیفیت تھی، جو کیفیت ان کے یہاں رائج تھی وہی ہمیں بھی اختیار کرنی چاہئے اور جن کیفیتوں سے انہوں نے منع کیا ان سے بچنا چاہئے خواہ ان میں ہمیں بظاہر کتنے ہی فوائد نظر آرہے ہوں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ فجر اور عصر کے بعد مسجد میں رہ کر ذکر کرتے تھے اور باقی اوقات میں بھی بعض صحابہ ذکر میں مصروف ملتے تھے۔ چونکہ ان کے دور میں مسجد کو خاص اہمیت حاصل تھی کہ علم کے حلقے بھی وہیں لگتے تھے۔ قضاء و حکومت کے معاملات بھی وہیں طے پاتے تھے۔ لہذا ذکر کرنے والے بھی ایک طرف کو ہو جاتے تھے اور اس طرح سے ذکرین کی مجلس یا حلقہ قائم ہو جاتا تھا۔ اس کے لئے ایک دوسرے کو دعوت نہیں دی جاتی تھی۔ یعنی دوسرے لفظوں میں ان میں ذکر یا مجلس ذکر کے لئے تداعی نہ تھی۔ ہمارے دور میں بعض حضرات کو اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں مجالس بغیر تداعی کے قائم ہو جاتی تھیں اور ان کے دل اس بات کو قبول کرنے سے ہچکچاتے ہیں، لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات کی نظروں سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی دلچسپیاں اوجھل رہیں اور وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنے زمانے کے لوگوں پر قیاس کرنے لگے۔

تداعی کے علاوہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں جماعتی یا اجتماعی صورت میں ذکر کرنے سے بھی اجتناب کیا جاتا

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 6..... مروجہ مجالس ذکر و روضہ کی شرعی حیثیت..... (718)

تھا جس سے مراد یہ ہے کہ سب کے سب ذاکرین اس بات کا التزام کریں کہ وہ ایک وقت میں ایک ہی مخصوص ذکر کریں گے خواہ سراً خواہ جہراً۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجتماع اور مجلس کی جو کیفیت ہم نے بیان کی اس سے بھی مجلس اور اجتماع تو حاصل ہو جاتا تھا لیکن ذکر ہر شخص اپنا اپنا کرتا تھا پھر خواہ ذکر کے کلمات ہر ایک کے مختلف ہوں یا ایک ہی ہوں۔ بہر حال اس بات کا التزام نہیں کیا جاتا تھا کہ سب ایک وقت میں ایک ہی ذکر کریں بلکہ ایسا کرنے کو وہ بدعت جانتے تھے۔ اسی ناجائز طریقے کو ہم جماعتی یا اجتماعی ذکر کا نام دیتے ہیں۔ آگے ہمارے کلام میں ان ہی مذکورہ امور سے متعلق تفصیل ہے اور اس کو ہم چھ فصلوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

فصل اول: احادیث میں مجالس ذکر اور ان کی فضیلت کا تذکرہ۔

فصل دوم: خیر القرون میں مجلس ذکر کے لئے تداعی کا نہ ہونا۔

فصل سوم: اجتماعی ذکر جہری بدعت ہے۔

فصل چہارم: اجتماعی ذکر سری بدعت ہے۔

فصل پنجم: اجتماعی ذکر کے بدعت ہونے کی تائید۔

فصل ششم: مجالس ذکر کی مختلف مروجہ صورتیں اور ان کے احکام۔

فصل: 1..... احادیث میں مجالس ذکر اور ان کی فضیلت کا تذکرہ

(1)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمْ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ۔

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو جماعت بیٹھی، اللہ کے ذکر میں مشغول ہو فرشتے اس جماعت کو سب طرف سے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ جل شانہ ان کا تذکرہ اپنی مجلس میں فرماتے ہیں۔

(2) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَإِنْ ذَكَرْنِي فِي مَلَأٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأٍ

خَيْرٍ مِنْهُمْ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں..... اور اگر وہ مجمع میں (یعنی دیگر ذکر کرنے والے مسلمانوں کے ساتھ یا دیگر مسلمانوں کی موجودگی میں) میرا

ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر میں اس کا تذکرہ کرتا ہوں۔

(3) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً يَطُوفُونَ فِي الطَّرِيقِ يَلْتَمِسُونَ أَهْلَ الذِّكْرِ فَإِذَا وَجَدُوا قَوْمًا يَذْكُرُونَ اللَّهَ تَنَادَوْا هَلُمُّوا إِلَيْنَا حَاجَتِكُمْ۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے کچھ فرشتے رستوں میں پھرتے رہتے ہیں اور اہل ذکر کو تلاش کرتے ہیں۔ جب وہ کچھ لوگوں کو اللہ کا ذکر کرتے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ اپنے مقصود کے لئے ادھر آؤ۔

قوله يذكرون الله: الاظهر ان المراد هو الاعم والمذكورات تمثيلات۔ وفيه دلالة على ان للاجتماع على الذكر منزلة ومرتبة (مرقاة، ص: 56، ج: 5)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں یذکرون اللہ سے مراد ہم قسم کا ذکر ہے، اور بعض حدیثوں میں جو مخصوص اذکار وارد ہوئے ہیں وہ بطور مثال کے ہیں۔ نیز اس حدیث میں ذکر کے لئے اجتماع کی فضیلت اور مرتبہ معلوم ہوا۔

(4) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْحَنَّةِ فَارْتَعُوا قَالُوا وَمَا رِيَاضُ الْحَنَّةِ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ۔

حضرت انس ؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب جنت کے باغوں پر گزر دو تو خوب چروکی نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت کے باغ کیا ہیں ارشاد فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

(5) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ خَرَجَ مُعَاوِيَةُ عَلَى حَلَقَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَا أَجْلَسَكُمْ قَالُوا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللَّهَ۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسجد میں ایک حلقہ کے پاس آئے اور ان سے پوچھا کہ تم لوگ کس لئے بیٹھے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں۔

(6) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَهْلٍ بْنِ حَنِيفٍ قَالَ نَزَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ فِي بَعْضِ آيَاتِهِ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ فَخَرَجَ يَلْتَمِسُهُمْ فَوَجَدَ قَوْمًا يَذْكُرُونَ اللَّهَ فِيهِمْ نَائِرُ الرَّأْسِ وَجَافُ الْجِلْدِ وَ دُؤَالُ الشُّوبِ الْوَاحِدِ فَلَمَّا رَأَوْهُمْ جَلَسَ مَعَهُمْ وَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي أُمَّتِي مَنْ أَمَرَنِي أَنْ أَصْبِرَ نَفْسِي مَعَهُمْ۔

حضرت عبدالرحمن بن سہل ؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ اپنے کسی گھر میں تھے کہ آیت و اصبر نفسک (ترجمہ: اپنے آپ کو ان لوگوں کے پاس بیٹھنے کا پابند کیجئے جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 6..... مروجہ مجالس ذکر و رود کی شرعی حیثیت..... (720)

ہیں) نازل ہوئی اس پر آپ ان لوگوں کی تلاش میں نکلے ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے بعض لوگ ان میں بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں اور خشک کھالوں والے اور صرف ایک کپڑے والے ہیں جب حضور ﷺ نے ان کو دیکھا تو ان کے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔

(7) ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو صبح کی نماز کے بعد آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول ہو مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ چار عرب غلام آزاد کروں۔ اسی طرح ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے یہ زیادہ پسند ہے چار غلام آزاد کرنے سے۔ [فضائل ذکر:

[55

نوٹ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کسی جگہ کچھ لوگ بیٹھے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہوں خواہ مسجد میں یا خانقاہ میں یا کسی بھی جگہ اور خواہ وہ تلاوت کر رہے ہوں یا تسبیح و تہلیل کر رہے ہوں یا رود شریف پڑھ رہے ہوں یہ مجلس ذکر ہے جو فضیلت کی چیز ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم فجر کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد مسجد ہی میں بیٹھے اپنے اپنے ذکر و تلاوت میں مصروف رہتے اور دیگر اوقات میں بھی جب جس کو موقع ملتا وہ مسجد میں آ کر تعلیم و تعلم یا ذکر میں مشغول ہو جاتا۔

☆.....☆.....☆.....☆

فصل: 2..... خیر القرون میں ذکر کی مجلسوں اور حلقوں کے لئے تداعی نہیں تھی

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں مجالس اور حلقے قائم ہوتے تھے کیا ان کے لئے لوگوں کو بلایا جاتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں کیا ان مجالس کے انعقاد کے لئے تداعی ہوتی تھی یا وہ مجالس اور حلقے بلا تداعی کے خود بخود قائم ہو جاتے تھے؟

حقیقت یہ ہے کہ خیر القرون میں تداعی کے ساتھ مجلس ذکر قائم کرنے کا ثبوت نہیں ملتا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی دلچسپیاں آخرت سے متعلق تھیں۔ رسول اللہ ﷺ سے ذکر اور مجلس ذکر کی فضیلتیں اور مخصوص اوقات کی فضیلتیں سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی تھی کہ ان کو مخصوص اوقات میں جمع ہونے کی دعوت دی جائے یا اس کا اعلان کیا جائے۔ علامہ ابن الحاج مالکی رحمۃ اللہ علیہ المدخل میں ذکر کرتے ہیں:

”الا تری الی ما ورد عنہم فی اورادہم بعد الصبح والعصر فانہم کانوا فی مساجد

ہم فی ہذین الوقتین کانہم منتظرون صلاة الجمعة و یسمع لہم فی المساجد دوی

کدوی النحل: (المدخل: 75/1)

(ترجمہ: کیا تم دیکھتے نہیں ہو جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے فجر اور عصر کے بعد ان کے اوراد و وظائف کے بارے میں وارد ہوا ہے۔ ان دو وقتوں میں وہ اپنی مسجدوں میں ایسے وقت گزارتے تھے گویا کہ وہ جمعہ کی نماز کے منتظر ہوں۔ اور مسجدوں میں ان کے ذکر کی وجہ سے شہد کی مکھڑوں کی سی جھنجھناہٹ سنائی دیتی تھی)۔

اپنے اس دور میں بھی ہمیں بہت سی مساجد میں کچھ نہ کچھ لوگ ایسے ملتے ہیں جو فجر کی نماز سے لے کر اشراق تک مسجد میں رہ کر ذکر و تلاوت میں مشغول رہتے ہیں جس سے خیر القرون کے لوگوں کی دلچسپیوں کے مسجد کے ساتھ وابستہ ہونے کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے لوگوں کو تعلیم کی مجلس میں شرکت کی دعوت دینا تو ملتا ہے ذکر کی مجلس میں شرکت کی دعوت دینا نہیں ملتا۔ حالانکہ جیسے اوپر مذکور ہوا اس وقت مسجد میں لوگ ذکر کے لئے بھی جمع ہوتے تھے۔

وهو ابو هريرة رضى الله عنه حين خرج الى الناس بسوق المدينة فنأدى فيهم ما بالكم ميراث رسول الله ﷺ يقسم في المسجد بين امته وانتم مشغولون في الاسواق فتر كوا السوق واتوا الى المسجد فوجدوا الناس حلقا حلقا لتعليم القرآن والحديث والحلال والحرام فقالوا واين ماذكرت يا ابا هريرة قال هذا ميراث نبيكم وان الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما وانما ورثوا العلم وها هو ذا۔ (المدخل: 82/1)

(ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے بازار میں لوگوں کے پاس گئے اور ان میں اعلان کیا کہ اے لوگو! تمہیں کیا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی میراث تو آپ کی امت میں مسجد میں تقسیم کی جارہی ہے اور تم یہاں بازاروں میں مشغول ہو لوگوں نے (یہ سوچ کر کہ آپ ﷺ کی چھوڑی ہوئی کوئی چیز برکت کے طور پر ہی مل جائے گی) بازار چھوڑا اور مسجد کی طرف آئے اور لوگوں کو حلقوں میں دیکھا تعلیم قرآن کا حلقہ، تعلیم حدیث کا حلقہ، اور حلال و حرام کی تعلیم کا حلقہ، تو پوچھا اے ابو ہریرہ! آپ نے جو کہا تھا وہ کہاں ہے؟ انہوں نے فرمایا یہی تمہارے نبی کی میراث ہے۔ انبیاء علیہم السلام دینار و درہم کی میراث نہیں چھوڑتے علم کی میراث چھوڑتے ہیں اور وہ یہی ہے۔)

علاوہ ازیں یہ اذکار و اوراد نفل و مندوب ہیں جس کے لیے تداعی جائز نہیں اور مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں ضابطہ تحریر فرماتے ہیں:

”پس غور کرنا چاہئے کہ نفس ذکر مولود مندوب و مستحسن ہے مگر صلوة نفل اس سے اعلیٰ و افضل ہے کہ عمدہ عبادات اور افضل القربات ہے اور خیر موضوع ہے مگر بایں ہمہ بوجہ تداعی و اہتمام کے کہ یہ اس

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 6..... مروجہ مجالس ذکر و درود کی شرعی حیثیت..... (722)

میں مشروع نہیں بدعت لکھتے ہیں۔ یہاں ذکر مولود میں بھی گومندوب ہے مگر تداعی و اہتمام اس کا کہیں سلف سے ثابت نہیں بدعت ہووے گا۔ البتہ وعظ و دروس میں تداعی ثابت ہے کیونکہ وہ فرض ہے جیسا کہ فرائض صلوات میں تداعی ضروری ہے۔“ [براہین قاطعہ: ۱۵۳]

☆.....☆.....☆.....☆

فصل: 3..... اجتماعی ذکر جہری بدعت ہے

اجتماعی ذکر سے ہماری مراد یہ ہے کہ سب ذکر کرنے والے یہ التزام کریں کہ وہ سب ایک وقت میں ایک ہی ذکر کریں گے خواہ اس میں ان کا کوئی امیر ہو یا نہ ہو۔

ماخرجه صاحب الحلیۃ رحمہ اللہ وغیرہ عن ابی البختری قال اخبر رجل عبد الله بن مسعود ان قوما يجلسون في المسجد بعد المغرب فيهم رجل يقول كبروا الله كذا وكذا و سبحوا الله كذا وكذا و احمدا الله كذا وكذا قال عبد الله فيقولون ذلك؟ قال نعم قال فاذا رأيتهم فعلوا ذلك فأتتني فاخبرني بمجلسهم قال فاتيته فاخبرته بمجلسهم فاتاهم و عليه برنس له فجلس فلما سمع ما يقولون قام و كان رجلاً حديداً فقال انا عبد الله بن مسعود والله الذي لا اله غيره لقد جئتم ببدة ظلماء اولقد فقمتم اصحاب محمد ﷺ علما۔ فقال احدهم متعذراً والله ما جئنا ببدة ظلماء ولا فقنا اصحاب محمد ﷺ علما۔ فقال عمرو بن عتبة يا ابا عبد الرحمن نستغفر الله قال عليكم بالطريق فالزموه فوالله لئن فعلتم لقد سبقتم سبقا بعيدا و لئن اخذتم يمينا و شمالا لتضلون ضلالا بعيدا۔ (المدخل: 75/1)

وفی روایۃ اخرجھا الطبرانی فی الکبیر فقال عمرو بن عتبة بن فرقد استغفر الله يا ابن مسعود و اتوب اليه فامرهم ان يتفرقوا۔ (حياة الصحابه: 247/2)

(ترجمہ: حلیۃ الاولیاء وغیرہ میں ابوبختری سے روایت ہے ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو خبر دی کہ کچھ لوگ مغرب کے بعد مسجد میں بیٹھتے ہیں۔ ان میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ اتنی مرتبہ تکبیر کہو اور اتنی مرتبہ تسبیح کہو اور اتنی مرتبہ الحمد للہ کہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پوچھا تو کیا وہ ایسا کہتے ہیں؟ اس شخص نے جواب دیا کہ جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا جب تم ان کو ایسا کرتے دیکھو تو میرے پاس آ کر مجھ کو ان کی مجلس کی خبر دینا۔ کہتے ہیں کہ میں نے آ کر آپ کو ان کی مجلس کے انعقاد کی خبر دی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ برنس (ٹوپی والا لمبا کوٹ) پہنے ہوئے ان لوگوں کے پاس آئے اور بیٹھ گئے اور جب جو کچھ وہ کہہ رہے تھے اس کو سنا تو کھڑے ہو گئے اور وہ تیز فہم اور سخت

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 6..... مروجہ مجالس ذکر و روضہ کی شرعی حیثیت..... (723)

آدمی تھے اور کہا میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہوں۔ خدائے وحدہ لا شریک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یا تو تم نے یہ نہایت تاریک اور سیاہ بدعت ایجاد کی ہے یا تم علم میں جناب نبی کریم ﷺ کے صحابہ سے بڑھ گئے ہو؟ ان میں سے ایک نے معذرت کے طور پر کہا کہ اللہ کی قسم نہ تو ہم نے تاریک و سیاہ بدعت ایجاد کی اور نہ ہی علم میں محمد ﷺ کے اصحاب پر فائق ہوئے۔ اور عمرو بن عتبہ نے کہا کہ اے ابو عبد الرحمن ہم اللہ کے حضور توبہ و استغفار کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ (صحابہ کے) طریقہ کو لازم پکڑو۔ اللہ کی قسم اگر تم نے اس جیسے کام کئے تو تم (صحیح دین سے) بہت پیچھے رہ جاؤ گے اور اگر تم نے (دین سے) دائیں بائیں کوئی راہ اختیار کی تو تم دور کی گمراہی میں جا پڑو گے۔ طبرانی کی معجم کبیر کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ عمرو بن عتبہ بن فرقہ نے کہا اے ابن مسعود! میں اللہ کے حضور توبہ و استغفار کرتا ہوں۔ تو آپ نے لوگوں کو متفرق ہونے کا حکم دیا۔

دیکھئے جواز کا رتھے یعنی تسبیح و تہلیل و تحمید یہ سب مسنون ہیں، مسجد میں ذکر کرنا بھی منع نہیں بلکہ دور صحابہ رضی اللہ عنہم میں (تداعی کے بغیر) ذکر کی مجالس اور حلقے قائم ہوتے ہی تھے اور مسجد میں ہوتے تھے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ فقط جہراً کرنا ممنوع ہوتا تو حضرت عبداللہ بن مسعود اس سے منع فرماتے۔ حضرت نے منع فرمایا تو اجتماعی ذکر کرنے سے منع فرمایا اور اس پر قوی دلیل طبرانی کے یہ الفاظ ہیں فامرهم ان يتفرقوا (ان کو متفرق ہونے کا حکم دیا)۔

☆.....☆.....☆.....☆

فصل: 4..... اجتماعی ذکر سری بدعت ہے

سنن دارمی میں روایت ہے:

كنا نجلس على باب عبدالله بن مسعود قبل صلاة الغداة فاذا خرج مشينا معه الى المسجد فجاءنا ابو موسى الاشعري فقال اخرج اليكم ابو عبد الرحمن بعد؟ قلنا لا۔ فجلس معنا حتى خرج فلما خرج قمنا اليه جميعا فقال له ابو موسى يا ابا عبد الرحمن اني رايت في المسجد انفا امرأ أنكرته ولم ار والحمد لله الاخيراً قال فما هو؟ فقال ان عشت فستراه قال رايت في المسجد قوما حلقا جلوسا ينتظرون الصلاة في كل حلقة رجل و في ايديهم حصي فيقول كبيروا مائة فيكبرون مائة فيقول هللوا مائة فيهللون مائة و يقول سبحوا مائة فيسبحون مائة قال فما ذا قلت لهم؟ قال ما قلت لهم شيئا انتظار رايك أو انتظار امرك قال فلا امرتهم ان يعدوا سيئاتهم وضمنت لهم ان لا يضع من حسنا تهم ثم مضى و مضينا معه حتى اتى حلقة من تلك الحلق فوقف عليهم

فقال ما هذا الذى اراكم تصنعون قالوا يا ابا عبد الرحمن حصى نعدبه التكبير والتهليل والتسبيح۔ قال فعلوا سيئاتكم فانا ضامن ان لا يضيع من حسنا تكم شئى ويحكم يا امة محمد ما اسرع هلكتكم هؤلاء صحابة نبىكم ﷺ متوافرون و هذه ثيابه لم تبل و آيته لم تكسرو الذى نفسى بيده انكم لعلى ملة هى اهدى من ملة محمد أو مفتتحو باب ضلالة ؟ قالوا و الله يا ابا عبد الرحمن ما اردنا الا الخير قال و كم من مرید للخير لن يصيبه ان رسول الله ﷺ حدثنا ان قوما يقرؤن القرآن لا يجاوز تراقيهم و ايم الله ما ادرى لعل اكثرهم منكم ثم تولى عنهم۔ فقال عمرو بن سلمة راينا عامة اولئك الحلق يطاعوننا يوم النهر و ان مع الخوارج۔ (سنن دارمی: 60/1)

(ترجمہ: فجر کی نماز سے پیشتر ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے دروازے پر بیٹھ جاتے اور جب وہ باہر نکلتے تو ان کے ساتھ مسجد تک پیدل جاتے تھے (ایک دن) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ ہمارے پاس آئے اور پوچھا کہ کیا ابو عبد الرحمن (یعنی عبداللہ بن مسعودؓ) تمہارے پاس باہر آئے ہیں؟ ہم نے کہا کہ نہیں۔ تو وہ بھی ہمارے ساتھ ہی بیٹھ گئے۔ جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ باہر نکلے تو ہم سب ان کی طرف کھڑے ہوئے اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے ابو عبد الرحمن! میں نے ابھی مسجد میں ایسی بات دیکھی جو میں نے بری سمجھی اور الحمد للہ میری نیت بھلائی ہی کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پوچھا کہ وہ کیا بات ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ کی زندگی رہی تو آپ اس کو عنقریب دیکھ لیں گے۔ میں نے مسجد میں لوگوں کو نماز کے انتظار میں متعدد حلقے بنائے بیٹھے دیکھا۔ لوگوں کے پاس کنکریاں ہیں اور ہر حلقہ میں ایک شخص کہتا ہے کہ سو مرتبہ تکبیر کہو تو لوگ سو مرتبہ تکبیر کہتے ہیں اور وہ کہتا ہے کہ سو مرتبہ لا الہ الا اللہ کہو تو لوگ سو مرتبہ یہ کلمہ کہتے ہیں اور وہ شخص کہتا ہے کہ سو مرتبہ تسبیح کہو تو لوگ سو مرتبہ سبحان اللہ کہتے ہیں اس پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پوچھا پھر آپ نے ان لوگوں کو کیا کہا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے جواب دیا آپ کی رائے یا آپ کے حکم کے انتظار میں میں نے ان سے کچھ نہیں کہا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ آپ نے ان سے یہ کیوں نہ کہا کہ وہ اپنے گناہ شمار کریں اور آپ نے ان کو یہ ضمانت کیوں نہ دی کہ (اپنے گناہ شمار کرنے کی صورت میں) ان کی کوئی نیکی ضائع نہ ہوگی۔

پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ چلے اور ہم بھی آپ کے ساتھ چلے یہاں تک کہ وہ ان حلقوں میں سے ایک حلقہ کے پاس آئے اور وہاں کھڑے ہوئے۔ پھر ان سے پوچھا یہ میں تمہیں کیا کرتے دیکھ رہا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ کنکریاں ہیں جن پر تکبیر تہلیل اور تسبیح کو شمار کر رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ تم اپنے گناہ کو شمار کرو اور میں ضمانت دیتا ہوں کہ اس صورت میں تمہاری کوئی نیکی ضائع نہ

ہوگی۔ اے امت محمد تم پر افسوس ہے کہ کتنی جلدی تمہاری بربادی ہے۔ تمہارے نبی ﷺ کے یہ صحابہ کثیر تعداد میں موجود ہیں اور آپ ﷺ کے کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے اور آپ کے برتن ابھی نہیں ٹوٹے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یا تو تم ایسی ملت پر ہو جس میں محمد ﷺ کی ملت سے زیادہ ہدایت ہے یا تم لوگ گمراہی کا دروازہ کھولنے والے ہو۔ انہوں نے کہا کہ اے ابو عبد الرحمن، ہم نے تو فقط خیر کا ارادہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کتنے ہی خیر کا ارادہ کرنے والے ہیں جن کو (صحابہ کا طریقہ اختیار نہ کرنے کی وجہ سے) ہرگز خیر حاصل نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان کیا تھا کہ کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے آگے نہیں جائے گا اور اللہ کی قسم میں نہیں جانتا شاید کہ ان کی اکثریت تم ہی لوگوں میں سے ہو۔ پھر آپ ان لوگوں کی طرف سے پھر گئے۔ عمر بن مسلمہ کہتے ہیں، ہم نے دیکھا کہ ان حلقوں کی اکثریت خوارج کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف جنگ نہروان میں لڑ رہی تھی۔

دارمی کی اس روایت کا مضمون اس پر خود دلیل ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قصہ اس قصہ سے علیحدہ ہے جو حلیہ سے اوپر مذکور ہوا۔ سابقہ حدیث میں مغرب کی نماز کے بعد کا قصہ ہے جب کہ یہ واقعہ فجر کی نماز سے پہلے کا ہے۔ نیز پہلے قصہ میں شریک مجلس عمرو بن عتبہ کے استغفار و توبہ کا ذکر ملتا ہے جب کہ اس قصہ میں شرکاء مجلس کا مقابلہ میں بحث کرنا مذکور ہے کہ جواب دیا واللہ یا ابا عبد الرحمن ما اردنا الا الخیر (اے ابو عبد الرحمن اللہ کی قسم ہمارا ارادہ تو فقط خیر کا ہے)۔ سابقہ قصہ میں ذکر جبری مذکور ہے جس کو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خود سنا جب کہ اس قصہ میں ذکر سری مذکور ہے اسی لئے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قدرے توقف کے بعد پوچھا کہ یہ میں تم کو کیا کرتے دیکھتا ہوں؟

اس سوال سے ذکر کے سری ہونے پر استدلال علامہ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک حلقہ میں تشریف لائے اور پوچھا تمہاری یہ مجلس کیسی ہے؟ انہوں نے جواب دیا جلسنا نذکر اللہ (ہم اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں)۔

علامہ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لأنهم لو كانوا يذكرون الله جهراً لم يحتج عليه السلام الى ان يستفهمهم..... بل كان يخبرهم بالحكم من غير استفهام فلما ان استفهم دل على ان ذكرهم كان سرّاً و كذلك جوابهم له عليه الصلوة والسلام بقولهم جلسنا نذكر الله اذل دليل على انهم كانوا يذكرون الله تعالى سرّاً اذ انه لو كان ذكرهم جهراً لما كان لاخبارهم بذلك معنى زائداً اذ انه عليه الصلوة والسلام قد سمع ذلك منهم فكان جوابهم ان يقولوا جلسنا لما سمعته اولما رأيته منا الى غير ذلك من هذا المعنى لانهم يتحاشون ان يكون منهم

الجواب لغیر فائده۔ (المدخل: 87/1)

کیونکہ اگر وہ اللہ کا ذکر جبراً کر رہے ہوتے تو نبی ﷺ کو ان سے پوچھنے کی حاجت نہ تھی بلکہ آپ بغیر پوچھے ان کو حکم بتا دیتے۔ تو آپ ﷺ کا سوال کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ صحابہ کا ذکر سری تھا۔ اسی طرح صحابہ نے آپ ﷺ کو جو جواب دیا وہ بھی اس بات پر کھلی دلیل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر سری کر رہے تھے کیونکہ اگر ان کا ذکر جبری ہوتا تو ان کے جواب سے کوئی زائد فائدہ تو حاصل نہ ہوتا اس لئے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو ان سے ذکر کون ہی لیا ہوتا، لہذا ان کا جواب یہ ہوتا کہ جو آپ نے ہم سے سنایا آپ نے ہم سے دیکھا ہم اسی کے لئے بیٹھے تھے کیونکہ وہ حضرات اس بات سے اعراض کرتے تھے کہ ان کا جواب بے فائدہ ہو۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے کلام سے تائید

ایک صاحب نے داری کی مذکورہ بالا روایت ذکر کر کے حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے سامنے یہ شبہ ظاہر کیا کہ صوفیاء کا موجودہ سلسلہ ایسا ہے جس میں اس طرح کے اشغال، وظائف اور ذکر کے حلقے پائے جاتے ہیں جو اس روایت کی روشنی میں محدث کہے جاسکتے ہیں اور ان پر تکبر کرنا جائز ہو جاتا ہے۔ اس پر حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ نے مجالس ذکر کی فضیلت والی چند حدیثیں جو ہم بھی اوپر ذکر کر چکے ہیں تحریر فرما کر یہ جواب دیا:

”یہ روایات اور ان کے ہم معنی شیخین وغیرہما کی مرفوعات صحیحہ ہیں (یعنی رسول اللہ ﷺ کے ارشادات ہیں) ان کے مقابلہ میں داری کی وہ روایت جو آپ نے ذکر فرمائی ہے کیا حیثیت رکھتی ہے جب کہ وہ موقوف (یعنی صحابی کا قول) ہے اور اس کے رواۃ متفق علیہ نہیں ہیں اگرچہ ثقاہۃ ہیں اس لیے:

اگر معارضہ کیا جائے گا تو احادیث مذکورہ بالا ہی کو ترجیح ہوگی خصوصاً جب کہ اطلاق آیات ذکر ان کی مویذ ہیں۔ جن سے اجتماع اور انفراد سب کا ثبوت ہوتا ہے۔

اور اگر کوئی صورت جمع کی نکالی جائے تو یہ کہنا ممکن ہے کہ کوئی چیز ہر دو صاحبوں نے اس جماعت میں ایسی مشاہدہ کی جو کہ زمانہ سعادت میں نہیں پائی گئی اور اس میں افراط و تفریط کا شائبہ تھا، اس بناء پر منہج کیا نہ کہ نفس اجتماع بالذکر اور اس کی مباح کیفیت کو اور اگر اس میں کوئی تخصیص ایسی کی جائے جو کہ محط انکار ہو سکتی تو حلق ذکر میں کسی خاص کیفیت منکرہ پر یہ ممانعت محمول ہوگی۔“ (مکتوبات جلد دوم)

حضرت مولانا مدنی نور اللہ مرقدہ کی یہ تحریر ہمارے ذکر کردہ مضمون کے موافق ہے اور اس کی تائید کرتی

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 6..... مروجہ مجالس ذکر و روضہ کی شرعی حیثیت..... (727)

ہے، معارضہ کی ضرورت ہی نہیں اس لئے ہم نے جمع (بین الاحادیث) کی صورت کو لیا ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ دونوں ہی نے اس جماعت میں جو بات مشاہدہ کی جو کہ زمانہ سعادت میں نہیں پائی گئی اور اس میں افراط و تفریط کا شائبہ بھی تھا وہ اجتماعی ذکر کرنے کا التزام تھا۔ یہی بات محط انکار ہے اور یہی وہ خاص کیفیت منکرہ ہے جس پر ممانعت محمول ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ طبرانی میں ہے فامرهم ان یتفرقوا (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ان کو تفرق ہونے کا حکم دیا) اور یہ حکم اس لیے تھا کہ ان کے ذکر میں تفرق ہو جائے ورنہ مسجد میں ہوتے ہوئے ان کے تفرق ابدان سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا بلکہ مجلس قائم رہتی ہے۔

علاوہ ازیں ہم ممانعت کو مطلق بھی نہیں لیتے اور وہ مجالس ذکر جو تداوی کے بغیر ہوں اور جن میں اجتماعی ذکر کا التزام نہ کیا گیا ہو ان مجالس ذکر کو جائز سمجھتے ہیں اور صرف ان مجالس ذکر کی تخصیص کرتے ہیں جن کے لئے تداوی کی گئی ہو یا جن میں اجتماعی ذکر کا التزام کیا گیا ہو کہ یہ محط انکار ہو سکتی ہیں۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ سے تائید

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ان لوگوں کا یہ فعل باوجودیکہ ذکر الہی اور تکبیر و تسبیح و تہلیل ہی تھا مگر چونکہ اس کی وضع اور ہیئت ایسی مقرر کی گئی تھی جس کا ثبوت شریعت مطہرہ سے نہیں تھا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک ناجائز اور بدعت تھا۔ اس پر بدعت کا حکم لگانے کی وجہ کیا تھی۔ صرف یہی کہ ذکر اللہ اگرچہ ہر وقت مطلوب اور محبوب ہے مگر اس کے لیے یہ اہتمام و اجتماع کرنا حدود شریعت سے تجاوز کرنا تھا۔ ہر شخص کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ بطور خود جس قدر چاہے ذکر اللہ کرے لیکن یہ اختیار نہیں کہ ایک جدید اور نئی صورت اور ہیئت ایجاد کرے اور پھر اسے طریق شرعی اور موجب ثواب اعتقاد کرے۔ [کفایت المفتی: 4/121]

مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ کے فتویٰ سے تائید

خیر الفتاویٰ [۷۰۸/۲] میں مولانا مفتی عبدالستار مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا انکار کسی ہیئت خاصہ کی بناء پر تھا، نفس اجتماعی ذکر پر نہ تھا، اجتماعی ذکر کی ایک شکل یہ ہے کہ سب ذکرین قصداً آواز ملا کر ذکر کرنے کا التزام کریں یا ایک کہلائے باقی مجمع اس کے پیچھے اسی کلمہ کو دہرائے جیسے بچوں کو گنتی یا پہاڑے یاد کرائے جاتے ہیں۔ اجتماعی ذکر کی یہ دونوں صورتیں محل کلام ہیں اور تیسری شکل یہ ہے کہ ذکرین ایک جگہ مجتمع ہوں اور سب اپنا اپنا

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 6..... مروجہ مجالس ذکر و درود کی شرعی حیثیت..... (728)

ذکر کریں کسی دوسرے کے ذکر کی طرف قطعاً متوجہ نہ ہوں۔ وقت و محل کی وحدت کے اعتبار سے یہ اجتماعی ذکر ہے، لیکن نفس ذکر کے لحاظ سے انفرادی ہے۔ یہ درست ہے۔ پس ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انکار پہلی دوسری قسم کے بارے میں ہو جس کا آپ نے وہاں مشاہدہ کیا۔“ [۸۰۷]

حضرت مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ نے جماعتی صورت میں ذکر جہری کا حکم تو بتایا البتہ ذکر سری سے سرے سے تعرض نہیں کیا لیکن داری کی روایت اس کے عدم جواز پر کافی دلیل ہے۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

فصل: 5..... اجتماعی ذکر کے بدعت ہونے کی تائید

اجتماعی ذکر کرنا خواہ جہری ہو یا سری ہو بدعت ہے اس کی تائید علامہ ابن الحاج کی اس بات سے بھی ہوتی ہے فرماتے ہیں:

”فالذی یبغی للعالم الیوم بل یجب علیہ ان لا ینظر الی العوائد الی اصطلاحنا علیہا ولا یکون سلفنا مضوا علیہا اذ قد یکون فی بعضها غفلة أو غلط أو سهو ولكن ینظر الی القرون المتقدم ذکرہا۔ فان فعل هو منها شیئا مما یراه مصلحة فی وقته فینبغی له اویجب علیہ ان یمین ذلك و یعترف بین الناس انه محدث و یمین السبب الذی لاجله فعل ذلك قد کان سیدی ابو محمد المرجانی یاخذ هذه الاحزاب و یقرأها جماعة و یدکرها جماعة بعد الصبح و العصر ولم یزل علی ذلك ذاباً الی موته و کان رحمه الله یخبر ان ذلك بدعة و انما فعله لضرورة و هی ان الهمم قد قلت و قل فقیر ان یصلی الصبح او العصر ثم یقوم یدکر الله تعالیٰ و یقرأ فی هذین الوقتین المشهودین الا انهم یقومون من مصلاهم اما للنوم ان کان فی الصبح أو للتحدث فیما لا یمنی ان کان فی العصر ان سلموا من الغیبة و النمیمة فلما ان تحققوا وقوع هذا المحذور و دعوه هذا المکروه لان ارتکاب المکروهات اولی بل و اوجب من ارتکاب المحذورات هکذا یجب ان تكون المحافظة علی السنن و حفظها فینبه الناس علیہا و یعلمهم بالعوائد المتخذة انها لیست منها و یخبرهم بالضرورات الیی كانت سببا لفعلها و لاجل الغفلة عن هذا التنبه وقع ما وقع من الادعاء بها بانها سنة السلف و الخلف لان الغالب علی الناس تحسین ظنهم بمشایخهم و علمائهم و انهم لا یخالفون و انهم علی سبیل الاتباع و ترک الابتداع، الاتری انهم قالوا من لم یرخطأ شیخه صوابا لم یتففع به فیحمل لاجل هذا ما یصدر منهم علی انه سنة مامور بها۔“ [المدخل 93/1]

(ترجمہ: اس زمانہ میں عالم کے لئے جو مناسب ہے بلکہ اس پر جو واجب ہے وہ یہ ہے کہ وہ ان رسوم کی طرف نظر نہ کرے جو ہم میں رواج پا گئی ہیں یا ہم سے پہلے لوگوں کا ان پر عمل رہا ہے کیونکہ یہ بعض باتیں غفلت یا غلطی یا سہو کی وجہ سے رائج ہو جاتی ہیں بلکہ قرون (اولیٰ) کی طرف نظر رکھے۔ اور

اگر ان رسوم میں سے کسی کو مصلحت وقت کی بناء پر اختیار کرے تو اس پر واجب ہے کہ اس کو تفصیل سے بیان کر دے اور لوگوں کے سامنے اعتراف کر لے کہ یہ بدعت ہے اور جس سبب سے اس کو اختیار کیا ہے اس کو بھی بیان کر دے۔ سیدی ابو محمد مرجانی رحمہ اللہ ان احزاب و اواراد کا جماعتی صورت میں فخر اور عصر کے بعد ذکر کرتے تھے اور آپ کا یہ طریقہ آپ کی وفات تک جاری رہا۔ لیکن آپ متعلقین کو بتا دیتے تھے کہ یہ طریقہ بدعت ہے اور انہوں نے اس کو محض ضرورت کی بنا پر اختیار کیا ہے اور وہ ضرورت یہ ہے کہ ہتھیں کم ہوگئی ہیں اور کم ہی فقیر (صوفی) ایسے ہیں جو فجر یا عصر پڑھ کر ان دو مشہور وقتوں میں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور قراءت میں مشغول ہوتے ہوں۔ عام طور سے فجر کی نماز کے بعد تو سو جاتے ہیں۔ اور عصر کے بعد لائینی باتوں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی صرف اسی صورت میں ہے۔ جب ان کی باتیں چغل خوری اور غیبت سے خالی ہوں۔ جب ابو محمد مرجانی رحمہ اللہ کو لوگوں کے اس حرام میں مبتلا ہونے کا تحقق ہوا تو انہوں نے حرام سے چھڑانے کے لئے ان کو مکروہ طریقے میں لگایا کیونکہ مکروہات کا ارتکاب حرام کے ارتکاب سے بچنے کے لئے اولیٰ بلکہ واجب ہے۔ اس طرح سے سنتوں کی محافظت اور حفاظت ضروری ہے لہذا لوگوں کو ان باتوں پر تنبیہ کر دے اور ان کو بتائے کہ اختیار کردہ رسوم سنت نہیں ہیں اور ان کو بتائے کہ کس وجہ سے ان کو اختیار کیا ہے۔ اسی تنبیہ و تنبیہ سے غفلت کی بناء پر یہ دعوے وجود میں آئے کہ یہ رسوم سلف و خلف کی سنت ہیں کیونکہ لوگوں پر اپنے مشائخ و علماء کے بارے میں حسن ظن غالب ہوتا ہے کہ وہ سنت کی مخالفت نہیں کرتے اور وہ اتباع سنت اور ترک بدعت کے طریقے پر ہی قائم رہتے ہیں کیا دیکھتے نہیں ہو کہ یہاں تک کہا ہے کہ جو اپنے شیخ کی خطا کو بھی درستگی پر نہ سمجھے اسے نفع حاصل نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے لوگ اپنے مشائخ کی ہر بات کو مامور بہ اور سنت سمجھتے ہیں۔)

دیکھئے علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ کس طرز ابو محمد مرجانی رحمہ اللہ کا یہ قول بلا تکثیر نقل کرتے ہیں کہ اجتماعی و جماعتی صورت میں ذکر اور اواراد کی قرائت بدعت اور مکروہ ہے۔
اس عبارت پر ہم تین تنبیہیں ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

تنبیہ: 1

سنت و بدعت کے تقابل کے وقت سنت سے مراد وہ عمل ہے جس کے لئے شرع میں کوئی دلیل ہو اور بدعت سے مراد وہ عمل ہے جس کے لئے شرع میں کوئی دلیل نہ ہو۔
جاننا چاہئے کہ بدعت کے مقابلہ میں جب سنت کو بولا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ شے ہوتی ہے جس کے لئے شرع میں کوئی دلیل ہو۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 6..... مروجہ مجالس ذکر و درود کی شرعی حیثیت..... (730)

”..... بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ جو شے قرون ثلاثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے اور جو بوجہ شرعی موجود نہ ہو وہ بدعت ہے۔ اب سنو کہ وجود شرعی اصطلاح اصول فقہ میں اس کو کہتے ہیں جو بدون شارع کے بتلانے کے اور فرمانے کے معلوم نہ ہو سکے اور حس اور عقل کو اس میں دخل نہ ہو پس اس شے کا وجود شارع کے ارشاد پر موقوف ہو خواہ صراحۃً ارشاد ہو یا اشارۃً و دلالت۔ پس جب کسی نوع ارشاد سے حکم جواز کا ہو گیا تو وہ شے وجود شرعی میں آگئی۔ اگرچہ اس کی جنس ابھی خارج میں نہ آئی ہو..... اور یہ بھی یاد رہے کہ حکم کا اثبات قرآن و حدیث سے ہی ہوتا ہے اور قیاس مظہر حکم کا ہے مثبت حکم کا نہیں ہوتا۔ پس جو قیاس سے ثابت ہوتا ہے وہ بھی کتاب و سنت ہی سے ثابت ہوتا ہے۔“ [براہین قاطعہ: ۳۲]

نیز فرماتے ہیں:

”اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو خواہ وہ ان قرون میں بوجہ خارجی ہو یا نہ ہو وہ سب بدعت

ضلالہ ہے۔“ [براہین قاطعہ: ۳۲]

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ اجتماعی ذکر خواہ سری ہو یا جہری ہو اصل اعتبار سے بدعت و مکروہ ہے اور اس کے جواز کے لیے شریعت میں کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے عدم جواز پر نص موجود ہے تو اس سے بعض حضرات کا یہ توہم دور ہو جانا چاہئے کہ ہم یہ مجالس فرض و واجب یا سنت سمجھ کر نہیں کرتے کیونکہ پھر وہ اس کو مستحب یا مباح تو ضرور خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ مستحب و مباح تو وہ ہوتا ہے جس کے جواز پر شرعی دلیل موجود ہو اور یہ بھی کچھ محتاط قسم کے لوگوں کا معاملہ ہو سکتا ہے ورنہ تو جیسا کہ علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے عام لوگ اس کو سنت ہی اعتقاد کرتے ہیں بایں معنی کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے یا صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے۔ تو اس میں کتنا بڑا مفسدہ ہے کہ ایک امر مکروہ اور بدعت کو سنت اعتقاد کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ کسی مباح یا سنت زائدہ کو سنت مقصودہ اعتقاد کرنا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس مباح اور سنت زائدہ کو علی الوجہ ترک کر دیا جائے تو مکروہ و بدعت میں ایسا اعتقاد تو بطریق اولیٰ ترک کا موجب ہوگا۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ مباح و مستحب کاموں کے بارے میں یہ ضابطہ لکھتے ہیں:

”اگر کسی مامور بہ میں کوئی مفسدہ ہو تو وہاں مفسدہ کی اصلاح کر دی جاتی ہے۔ مگر مباح میں جب صلاح دشوار ہو نفس فعل کو ترک کر دینا لازم ہوتا ہے بلکہ مباح تو کیا چیز ہے اگر سنت زائدہ میں ایسے مفاسد کا احتمال قوی ہو اس کا ترک مطلوب ہو جاتا ہے۔ یہ سب قواعد کتب شرعیہ اصولیہ و فروعیہ میں موجود مذکور ہیں..... البتہ یہ شبہ شاید ہو سکے کہ جس کو غلو ہو اس کو روکنا چاہئے اور محتاط خوش عقیدے کو کیوں روکا جائے تو اس کا جواب اوپر کی تقریر سے معلوم ہو چکا ہے کہ جس طرح ضرر لازم سے بچنا واجب ہے اس طرح ضرر متعدی سے بھی۔ جس حالت میں کسی شخص نے گواہیات کے ساتھ یہ عمل کیا مگر دوسرے دیکھنے والے اس سے سند پکڑ کر بے احتیاطی کرتے رہے تو ضرر متعدی ظاہر ہے۔

اب اس قاعدے و حکم کی تائید کے لئے ایک آدھ نظیر پیش کرتا ہوں۔

کسی نعمت جدیدہ کی خبر سن کر سجدہ شکر کرنا حدیث صحیح سے ثابت ہے اور پھر بھی ہمارے امام ہمام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کو مکروہ فرماتے ہیں، چنانچہ کتب فقہ میں مذکور ہے اس کی وجہ بقول علامہ شامی صرف یہی ہے کہ اس میں احتمال ہے کہ عوام اس کو سنت مقصود نہ سمجھ جاویں۔ اب ملاحظہ فرمائیے کہ عوام کی غلط اعتقادی کے احتمال پر خواص کے لئے بھی وہ فعل مکروہ قرار دیا گیا، حالانکہ جواز اس کا نص سے ثابت ہے اور مسنون ہونا اور بھی اس کا مسلم ہے مگر سنت زائدہ ہے۔ سنت مقصودہ نہیں۔ عقیدے میں اتنے فرق سے حکم کراہت کا کر دیا جاتا ہے۔

دوسری نظیر یہ ہے کہ اذان و اقامت مغرب کے درمیان دو رکعت نفل پڑھنا حدیث سے ثابت اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کو مکروہ فرماتے ہیں۔ اس کی وجہ بھی یہی احتمال اعتقاد سنت مقصودہ ہے۔ اس احتمال کا موجب کراہت ہونا خود حدیث سے ثابت ہے، چنانچہ اسی حدیث تَنْفُلُ بَيْنَ الْاِذَاانِ وَالْاِقَامَةِ میں حضور ﷺ نے تیسری بار میں ارشاد فرمایا لَمْ يَنْ شَاءَ اَسْ کی وجہ راوی فرماتے ہیں۔ کراہۃ ان یتخذھا الناس سنة (اس کراہت سے کہ کہیں لوگ اس کو سنت مقصود نہ سمجھنے لگیں)۔

تیسری نظیر یہ ہے کہ صلوٰۃ جنازہ میں فاتحہ پڑھنا احادیث سے ثابت ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کو منع فرماتے ہیں۔ یہاں بھی یہی وجہ ہے کہ نماز جنازہ اصل میں دعا ہے اور حضورؐ سے فاتحہ جو ثابت ہے وہ بطریق دعا ہے سوا اگر کوئی علی وجہ التلاوت پڑھے مکروہ ہے۔ صرف اتنا تفاوت ہے کہ جو چیز علی وجہ الدعاء پڑھی جاوے اس کو علی وجہ التلاوت کسی نے پڑھ دیا تو کراہت آجاتی ہے۔ پھر صرف اسی شخص کو منع نہیں کیا بلکہ مطلقاً منع کر دیا ہے تاکہ یہ عادت شائع نہ ہو۔

اور بھی بے شمار اس کے نظائر فقہیہ موجود ہیں۔ ان سب نظائر سے یہ امر کالشمس فی نصف النهار واضح ہو گیا کہ جس طرح اپنے عقیدہ و دین کی حفاظت ضروری ہے عوام کے عقیدہ و دین کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ اب ممکن ہے کہ بعض کرنے والے احتیاط کر لیں، مگر عوام جو ان کے معتقد و مقلد ہیں ان کو نہ ان خرابیوں پر نظر ہے نہ ان سے بچنے کی احتیاط نہ ان کو یہ خبر ہے کہ ہمارے بزرگوں کے اور ہمارے عمل میں کیا فرق ہے صرف انہوں نے یہ دیکھ لیا کہ ہمارے فلاں بزرگ یہ عمل کرتے ہیں پس خود بھی جس طرح چاہا کرنے لگے۔ [مواعظ میلاد النبی: 243-244]

خیال رہے کہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے یہ ساری تفصیل مباح و مستحب کاموں کے بارے میں ذکر کی ہے، مکروہ و بدعت کے بارے میں نہیں۔ ابو محمد مرجانی رحمہ اللہ جیسے لوگوں نے تو یہ جرات کی کہ اپنے متعلقین کو بتا دیا کہ ہم مکروہ و بدعت کا ارتکاب کر رہے ہیں اور ان کے سامنے ہمارے جیسے دور کی بے احتیاطی و بدعتی گئی بھی نہیں ہوگی۔ آج کل تو عام طور پر بہت سے مقتدا حضرات کو اس کا شعور و ادراک نہیں ہوتا کہ خاص اس عمل

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 6..... مروجہ مجالس ذکر و روضہ کی شرعی حیثیت..... (732)

کو جسے انہوں نے اختیار کیا ہے اس کی اپنی شرعی حیثیت اصل میں کیا ہے تو وہ اپنے متعلقین کو کیا بتائیں گے اور اس کی جرات کس میں ہوگی کہ کہے کہ ہم گو ضرورت ہی کی خاطر ایک مکروہ و بدعت کا ارتکاب کر رہے ہیں اور ویسے تو اصل سے ابو محمد مرجانی رحمہ اللہ کا مسلک ہی کمزور و ضعیف ہے جیسا کہ اگلی تنبیہ میں ہم بیان کر رہے ہیں۔

تنبیہ: 2

بعض حضرات کا مسلک کہ محرمات سے بچنے کیلئے یاد گیر اعلیٰ مقاصد کے حصول کے

لئے مکروہات کا ارتکاب جائز ہے

اگرچہ بعض حضرات وقتی ضرورت اور مصلحت کی بنا پر محرمات سے بچنے کے لئے مکروہات کے ارتکاب کو اس کی شرائط کے ساتھ جائز سمجھتے ہیں جیسا کہ علامہ رحمہ اللہ کی عبارت سے ابو محمد مرجانی رحمہ اللہ کا طرز عمل سامنے آیا، لیکن سلسلہ سید احمد شہید رحمہ اللہ اور اکابر دیوبند رحمۃ اللہ علیہم کا مسلک اس سے مختلف ہے۔

مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کے ساتھ اپنی مکاتبت میں مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے یہ لکھ کر:

”..... اور یوں خیال ہوتا ہے کہ اگر خود ایک مکروہ کے ارتکاب سے دوسرے مسلمانوں کے

فرائض و واجبات کی حفاظت ہو تو اللہ تعالیٰ سے امید تسامح ہے..... بہر حال میرے خیال میں یہ امور

خلاف اولیٰ ضرور ہیں مگر مصالح دینیہ سے ان کے فعل میں گنجائش نظر آتی ہے..... الخ

ابو محمد مرجانی رحمہ اللہ جیسے حضرات کے طرز عمل کو اختیار کیا۔ اس کے جواب میں مولانا گنگوہی رحمہ اللہ

نے صاف فرمایا:

”فی الحقیقت جو امر خیر کہ بذریعہ نامشروعہ حاصل ہو وہ خود ناجائز ہے۔“

اسی بناء پر گنگوہ، تھانہ بھون اور رائے پور جو کہ اکابر دیوبند کی خانقاہیں تھیں، ان میں جماعتی و اجتماعی ذکر

یا وقتی مصلحت و ضرورت کی بناء پر کسی مکروہ و بدعت کو اختیار نہیں کیا گیا اور ہمارے اکابر کا مسلک ہی اسلم و

احوط ہے جس پر تجربہ و مشاہدہ کافی و ثانی دلیل ہے۔ علاوہ ازیں اسی میں سنت پر پورا عمل اور بدعت سے کلی

طور پر اجتناب ہے۔

ایک اشکال اور اس کا حل

ان مذکورہ تنبیہات سے بعض حضرات کے اس اشکال یا استدلال کا جواب بھی بخوبی معلوم ہو گیا کہ

بعض خانقاہوں میں اجتماعی ذکر اور روضہ شریف کی مجالس ہوتی تھیں۔ ہم ان حضرات کے بارے میں سوء ظن

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 6..... مروجہ مجالس ذکر و درود کی شرعی حیثیت..... (733)

نہیں رکھتے لیکن ہمارے سامنے جو دلائل ہیں اور حضرت سید احمد شہید اور اکابر دیوبند کا جو مسلک و طریقہ ہے اس کی روشنی میں ہم ان کے طرز عمل کو مروج یا موؤل خیال کرتے ہیں۔

دوسرا اشکال اور اس کا حل

بعض حضرات کا خیال ہے کہ مندرجہ ذیل حدیثوں سے خارج مسجد اجتماعی ذکر کے جواز پر استدلال کیا جاسکتا ہے:

(1) اخرج الحاكم عن شداد بن اوس قال انا لعند النبی ﷺ اذ قال ارفعوا ايديكم فقولوا لا اله الا الله ففعلنا فقال اللهم انك بعثتني بهذه الكلمة و امرتني بها و وعدتني عليها الجنة انك لا تخلف الميعاد ثم قال ابشروا فان الله قد غفر لكم (الحاوي للفتاوى، ج: 1)

(ترجمہ: حضرت شداد بن اوس ﷺ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ اور لا اله الا اللہ کہو۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ آپ نے مجھے اس کلمہ کے ساتھ مبعوث فرمایا اور مجھے اس کا حکم فرمایا اور اس پر مجھ سے جنت کا وعدہ فرمایا بلاشبہ آپ وعدے کے خلاف نہیں کرتے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا خوشخبری حاصل کرو کیونکہ اللہ نے تمہیں بخش دیا ہے۔)

ہم کہتے ہیں

اس حدیث سے اجتماعی ذکر پر استدلال صحیح نہیں کیونکہ اس واقعہ میں محض ذکر کرنا مقصود نہیں بلکہ ہاتھ اٹھوانا اس پر دلیل ہے کہ شہادت و گواہی کے طور پر کلمہ کہلوایا گیا گویا تجدید ایمان کرانی گئی اور اس گواہی پر آپ نے ان کو بشارت سنائی۔

(2) اخرج الامام احمد في الزهد عن ثابت قال قال كان سلمان في عصابة يذكرون الله فامر النبي ﷺ فكفوا فقال ما كنتم تقولون قلنا نذكر الله الله قال اني رايت الرحمة تنزل عليكم فاحببت ان اشارككم فيها ثم قال الحمد لله الذي جعل في امتي من امرت ان اصبر نفسي معهم۔ (ايضاً)

(ترجمہ: حضرت سلمان ﷺ ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور سب لوگ اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ نبی ﷺ وہاں سے گزرے تو یہ لوگ خاموش ہو گئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا تم لوگ کیا کر رہے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے رحمت تم پر

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 6..... مروجہ مجالس ذکر و روضہ کی شرعی حیثیت..... (734)

نازل ہوتے دیکھی تو میں نے چاہا کہ اس میں تمہارے ساتھ شریک ہو جاؤں پھر آپ ﷺ نے فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ بنائے کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں اپنے آپ کو ان کے ساتھ روکوں۔)

ہم کہتے ہیں

اس روایت میں نہ تو اس بات پر کوئی دلالت موجود ہے کہ وہ اجتماع مداعی کے ساتھ ہوا تھا اور نہ ہی اس بات پر کوئی دلالت موجود ہے کہ شرکائے مجلس نے ایک ہی کلمہ کا ذکر کرنے کا التزام کیا تھا اور جس مجلس ذکر میں یہ دونوں باتیں مفقود ہوں اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لہذا یہ حدیث بھی مدعا پر دلیل نہیں بن سکتی۔

تنبیہ: 3

اجتماعی ذکر کی مجالس کا معمولات مشائخ میں سے ہونا

حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کی فوٹو سٹیٹ نقل ہمیں ایک واسطے سے ملی۔ یہ فتویٰ بعینہ یوں ہے:

”احقر کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ مشائخ عظام کے یہاں یہ مجالس ذکر بطور علاج کے ہوتی ہیں اور ان کی تربیت کا یہ حصہ ہیں اسی لئے کسی جگہ یہ ہوتی ہیں کسی جگہ نہیں ہوتیں کیونکہ تربیت کے مختلف طریقے ہیں۔ ایک ہی طریقہ سب کے لئے نہیں ہوتا اس لئے جن مشائخ کے یہاں یہ معمول ہوا ان کو اس پر عمل کرنا علاج سمجھ کر مفید ہوگا۔ دوسری جگہ از خود اس طرح نہ کیا جائے۔ یہ معمولات مشائخ میں سے ہیں ان کو سنت نہ سمجھا جائے۔

سنت سمجھ کر اجتماعی ذکر کی مجالس منعقد کرنا اور ان کے لئے مداعی قرآن و سنت کی روشنی میں مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتویٰ جاری کردہ 22 صفر 1415ھ)

اس کے بارے میں ہم کچھ وضاحتیں کرنا چاہتے ہیں:

اول تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مشائخ کے یہاں کی مجالس ذکر کے مسنون ہونے کی نفی کی جس کا مطلب مذکورہ قاعدے کے مطابق یہ ہے کہ اس کے جواز کی شرع میں کوئی دلیل نہیں ہے ورنہ کم از کم یہ ہے کہ یہ نہ تو نبی ﷺ سے منقول اور نہ ہی صحابہ رضی اللہ عنہم سے نقل شدہ۔ اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ احادیث میں ذکر کے جن حلقوں اور مجالس کا ذکر ہے وہ معمولات مشائخ کی مجالس سے مختلف تھیں اور ان کے مابین فرق اسی میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں اجتماعی ذکر نہیں تھا اور جنہوں نے کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 6..... مروجہ مجالس ذکر و رود کی شرعی حیثیت..... (735)

ان پر فوری اور سخت نکیر کی۔ دوسرے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے لئے تداوی کو بھی مکروہ کہا اور یہی ہم بھی ثابت کر آئے ہیں۔

تیسری بات جس سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتویٰ میں زیادہ تعرض نہیں کیا وہ مجالس ذکر کا معمولات مشائخ میں سے ہونا ہے۔ اس بات کو ہم قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے نام اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

”آپ بغور ملاحظہ کریں کہ اشغال مشائخ کی قیود و تخصیصات جو کچھ ہیں وہ اصل سے بدعت ہی نہیں..... تحصیل نسبت اور توجہ الی اللہ مامور من اللہ تعالیٰ ہے اگرچہ یہ کلی مشکلک ہے کہ ادنیٰ اس کا فرض اور اعلیٰ اس کا مندوب اور صد ہا آیات و احادیث سے مامور ہونا اس کا ثابت ہے۔

پس جس چیز کا مامور بہ ہونا اس درجہ کو ثابت ہے، اس کی تحصیل کے واسطے جو طریقہ مشخص کیا جاوے گا وہ بھی مامور بہ ہوگا اور ہر زمانہ و ہر وقت میں بعض موکد ہو جاوے گا اور بعض غیر موکد۔ لہذا ایک زمانہ میں صوم و صلوٰۃ و قرآن و اذکار مذکورہ احادیث اس مامور بہ کی تحصیل کے واسطے کافی و وافی تھے۔ اس زمانہ میں یہ اشغال بایں قیود اگرچہ جائز تھے مگر ان کی حاجت نہ تھی۔ بعد چند طبقات کے جو رنگ نسبت کا دوسری طرح پر بدلا اور طبائع اس اہل طبقہ کے سبب بعد زمانہ خیریت نشان کے دوسرے ڈھنگ پر آگئیں تو یہ اور اس زمانہ کے اگرچہ تحصیل مقصود کر سکتے تھے مگر بدقت و دشواری۔ لہذا طبعیہاں باطن نے کچھ اس میں قیود بڑھائیں اور کمی و زیادتی اذکار کی کی۔ گویا کہ حصول مقصود ان قیود پر موقوف ہو گیا تھا.....“

مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے بڑی صراحت سے یہ بات فرمائی ہے کہ مشائخ کی قیودات اور ان کے اشغال و معمولات اصل سے بدعت نہیں اور جائز ہیں۔ بالفاظ دیگر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ مشائخ اپنے لئے صرف ان چیزوں کو معمولات بنا سکتے ہیں جو اصل سے بدعت نہ ہوں اور جو جائز ہوں۔

ایک طرف تو یہ مذکورہ بالا قاعدہ ہمیں حاصل ہوا اور دوسری طرف ہم یہ جان چکے ہیں کہ اجتماعی ذکر اصل ہی سے بدعت اور ناجائز ہے۔ لہذا قاعدے کی رو سے اجتماعی ذکر کو معمول بنانا اور اس کو علاج کے لئے عمل میں لانا ناجائز نہیں۔

البتہ اگر شیخ ضرورت کی وجہ سے یوں کریں کہ جن کو ضرورت ہو ان کو خانقاہ میں بلا لیں یا خانقاہ نہ ہو تو کسی اور جگہ میں مثلاً مسجد میں ان کو ٹھہرنے کو کہیں اور ہر ایک کو ضرورت کا ذکر اور اس کا طریقہ بتادیں کہ ہر شخص اجتماعی اور جماعتی صورت اختیار کئے بغیر اپنا اپنا ذکر کرے۔ اس طرح سے مجلس ذکر بھی حاصل ہو جائے گی اور علاج بھی میسر ہو جائے گا اور یہ مجلس ذکر بدعت بھی نہ ہوگی بلکہ یہ تو بعینہ ویسی ہی مجلس ذکر ہوگی جیسا

کہ دور صحابہ میں پائی جاتی تھی۔

اور اگر ہم ان لوگوں کی بات کو بھی لے لیں جو ضرورت کے لئے مکروہ کے ارتکاب کو جائز قرار دیتے ہیں تو جاننا چاہئے کہ جو ضرورت کی وجہ سے ہو وہ بقدر ضرورت ہوتا ہے لہذا اول تو مشائخ کو یہ دیکھنا ہوگا کہ متعلقین میں سے کس کو اجتماعی ذکر کی ضرورت ہے اور کس کو نہیں۔ پھر جن کو ہے ان کے لئے کتنے اجتماع کی ضرورت ہے۔ ایک شخص کے ساتھ ایک اور کا اجتماع کافی ہے یا دو کا یا زیادہ کا۔ لہذا فقط جس کو ضرورت اور جتنے اجتماع کی ضرورت ہو اس کے لئے اجتماع مہیا کیا جائے۔ اس سے زیادہ کا اہتمام یا عمومی اجتماعی ذکر کرنا اور کرنا تو ان حضرات کے نزدیک بھی جائز نہیں ہوگا۔

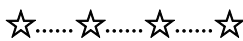
گزشتہ فصلوں کا حاصل

مندرجہ ذیل نکات ہیں:

- (1) مجلس ذکر کے لئے تداعی جائز نہیں بلکہ مکروہ ہے۔
- (2) اجتماعی ذکر یعنی جب ذکر کرین یہ التزام کریں کہ سب بیک وقت ایک ہی ذکر کریں پھر ذکر خواہ سری ہو یا جہری ہو، بدعت و مکروہ ہے۔ چاہے مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں اور اگر چہ اجتماع بغیر تداعی کے ہوا ہو۔
- (3) تعلیم کی غرض سے اجتماعی ذکر کرانے کو بقدر ضرورت اختیار کیا جاسکتا ہے لیکن اس کو معمولات مشائخ میں داخل کرنا صحیح نہیں کیونکہ مشائخ کے معمولات میں فقط وہ چیزیں داخل ہو سکتی ہیں جو اصل سے جائز ہوں اور بدعت نہ ہوں۔

(4) وہ مجالس ذکر جو تداعی سے بھی خالی ہوں اور جن میں کسی ایک خاص ذکر کرنے کا التزام بھی نہ کیا گیا ہو پھر خواہ شرکاء مجلس کا ذکر علیحدہ علیحدہ ہو یا اتفاقیہ ایک ہی ہو، ایسی مجالس ذکر جائز ہیں اور احادیث میں جن مجالس ذکر کا تذکرہ ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل سے ان کی یہی صورت تھی۔ اجتماع کے تمام فوائد بغیر کسی مفسدہ و خرابی کے اندیشہ کے اسی قسم کی مجالس میں حاصل ہو سکتے ہیں۔

(5) رقیہ و علاج اور دفع مصائب کے لئے اجتماعی ذکر اور قرآن خوانی اور ختم خواجگان و ختم بخاری شریف جائز ہیں کیونکہ یہ عبادت اور ثواب کے طور پر نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کی حیثیت عملیات اور علاج کی ہے۔ البتہ عوام میں ایک عام معمول کے طور پر ان کو رواج دینے کی تحریک کرنا صحیح نہیں۔



فصل: 6..... بعض مروجہ مجالس ذکر اور ان کے احکام

1- دعا کی خاطر قرآن خوانی کے لئے لوگوں کو جمع کرنا۔

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 6..... مروجہ مجالس ذکر و درود کی شرعی حیثیت..... (737)

”ایک شخص نے حضرت حسنؑ سے پوچھا کہ اے ابوسعید تم ہماری اس مجلس کو کیسا سمجھتے ہو کہ ہم اہل السنۃ والجماعت کے چند آدمی جو کسی پر طعن نہیں کرتے ایک گھر میں جمع ہو جاتے ہیں۔ آج ایک شخص کے گھر میں کل دوسرے کے گھر میں اور جمع ہو کر قرآن خوانی کرتے ہیں اور اپنے لئے اور عام مسلمان کے لیے دعا کرتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت حسنؑ نے اس کو نہایت شدت سے منع کیا۔ ایسے ہی ابن عباسؓ اور طلحہؓ سے بھی منقول ہے۔“ [امداد المفتین: ۲۰۹]

2- مجلس درود شریف

یہ بھی جب تداعی کیساتھ ہو اور اجتماعی صورت پر مشتمل ہو تو بدعت و مکروہ ہے۔

ایک صاحب عبدالرشید پانی پتی نام کے انہوں نے مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایک استفتاء بھیجا جس میں یہ تحریر ہے:

”عرض ہے کہ حضرت اقدس..... صاحب مدظلہ خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے حکم فرمایا کہ اس وقت فتنوں کا دور ہے اکابرین کا طریقہ یہ رہا ہے کہ جب کوئی مصیبت اور فتنہ سراٹھاتے ہیں تو وہ حضور ﷺ کے وسیلہ سے دعا اور درود شریف کی کثرت کراتے ہیں۔ چنانچہ دلائل الخیرات، قصیدہ بردہ، حصن حصین کی وجہ تالیف مشہور ہے تو حضرت نے فرمایا کہ درود شریف کی کثرت کرو، مساجد میں گھروں میں درود شریف کی مجالس کرو تا کہ اللہ پاک کی ناراضگی دور ہو۔ اسی وجہ سے ہم نے سکھر میں اپنی مسجد میں درود شریف کی مجلس شروع کی۔ جمعہ کا دن مقرر کیا تا کہ سب ساتھی آسانی سے شریک ہو سکیں اور طریقہ یہ ہوتا ہے کہ کھجور کی گٹھلیوں پر درود شریف پڑھتے ہیں اس کے بعد دعا کر لیتے ہیں اس کا ہمیں یہ فائدہ ہوا کہ بریلوی طبقہ بھی ہمارے ساتھ شریک ہونے لگا اور ان کے بھی عقائد صحیح ہو گئے۔ اس کے بعد ہم نے ایک اور مسجد میں بروز پیر بعد نماز عشاء درود شریف کی مجلس شروع کی..... ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے بزرگ ہمیں کبھی بھی ایسی چیز کا حکم نہیں دے سکتے جو بدعت ہو۔ ان مجالس کی وجہ سے ہمارے ساتھی ہزاروں مرتبہ درود شریف پڑھ لیتے ہیں۔“

ہم کہتے ہیں

کہ یہاں بنیاد تو کچھ اور ہے اور اس پر عمارت کچھ اور تعمیر کی ہے۔ بنیاد تو ہے حضور ﷺ کے وسیلہ سے دعا اور درود شریف کی کثرت کرنا اور اس پر عمارت جو تعمیر کی ہے وہ یہ ہے کہ گھروں میں اور مساجد میں درود شریف کی مجالس کرو۔ حالانکہ نبی ﷺ کے وسیلہ سے دعا اور درود شریف کی کثرت کوئی مجالس پر موقوف نہیں ہے۔ لوگ اپنی اپنی جگہ رہتے ہوئے اور متفرق اوقات میں بھی یہ کر سکتے ہیں۔ اس طرح سے تو جناب صاحب نے مجالس درود شریف کا ایک سلسلہ شروع کر دیا جو صحیح عقیدہ والوں کو بھی اہل بدعت کے

قریب تر کر رہا ہے۔ اس سے خبردار اور محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

3- بعض حضرات نے درود شریف کے لئے ایک صورت یہ اختیار کی ہے کہ جمعہ کے دن مسجد میں جب عصر کے فرضوں سے امام سلام پھیرتا ہے تو امام سمیت تمام یا اکثر (یا بعض) مقتدی فرضوں کے بعد کے اوراد و تسبیحات کے ساتھ (دعا سے پہلے ہی) اسی مرتبہ یہ درود شریف پڑھتے ہیں:

”اللہم صل علیٰ محمد النبی الامی و علی آلہ وسلم تسلیما“

اس سے فراغت کے بعد دعا ہوتی ہے۔

یہ طریقہ بھی واجب التکرار ہے۔ کیونکہ اس میں زیادت فی الدین ہے۔ فرائض کے بعد جو اوراد و وظائف شریعت نے بتائے ہیں ان میں درود شریف کا یہ وظیفہ شامل نہیں ہے۔ مسائل اور وظائف کی کتابیں اس پر گواہ ہیں۔ ایک ایسے وظیفہ کو جو عصر کی نماز سے بالکل یعنی دعا سے بھی فارغ ہو کر انفرادی اور غیر اجتماعی صورت میں کرنے کا ہے اس کو نماز کے ملحقات میں سے کر دیا اور اسے اجتماعی صورت بھی دے دی۔ یہ بھی قبیح بدعت ہے۔

4- مکان و مکان کے افتتاح کے لئے اجتماعی قرآن خوانی

مفاسد مذکورہ یعنی تداعی، اجتماعی صورت میں ذکر، سبب داعی قدیم ہونے کے باوجود خیر القرون میں موجود نہ ہونے کے سبب سے یہ طریقہ صحیح نہیں، البتہ برکت کے لئے اجتماع کے اہتمام کے بغیر قرآن خوانی مفید ہے۔

5- ایک سوال کہ طریق شاذیہ میں ذکر جلی بافراط لوگوں کو لے کر کھڑے ہو کر کرتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ کے جواب میں مولانا تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”پس بعد ثبوت مشروعیت جہر کسی طور و ہیئت کے ساتھ مقید نہیں بلکہ بوجہ اطلاق ادلہ مطلق ہے

خواہ منفرد ہو یا مجتمع حلقہ باندھ کر ہو یا صف باندھ کر یا کسی اور صورت سے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر ہر طور

سے جائز ہے۔“ [امداد الفتاویٰ: ۱۵۴/۵]

اس سے کسی کو شبہہ ہو کہ اجتماعی صورت میں ذکر کا جواز ملتا ہے۔ اس شبہہ کا جواب یہ ہے کہ اول تو یہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے اوائل دور کا فتویٰ ہے۔ یعنی 1304ھ کا جو کہ مولانا گنگوہی رحمہ اللہ سے مکاتبت سے بھی پہلے کا دور ہے۔ دوسرے حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے قصہ سے معلوم ہو چکا کہ اجتماعی ذکر جہری بھی بدعت و مکروہ ہے۔ لہذا ادلہ مطلق کہاں رہے بلکہ مقید ہوئے اور حضرت مولانا سرفراز خان صاحب مدظلہ العالی بھی اپنی کتاب راہ سنت میں فرماتے ہیں:

”سوال یہ ہے کہ کیا اجتماعی صورت میں اور وہ بھی مسجد میں جہر سے ذکر کرنا اور اسی ہیئت کے

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 6..... مروجہ مجالس ذکر و روضہ کی شرعی حیثیت..... (739)

ساتھ جہر سے درود شریف پڑھنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے یا وہ اس کو منع کرتے اور اس کو بدعت کہتے ہیں؟ آپ نے صحیح روایات سے یہ معلوم کر لیا کہ وہ ان دونوں کو بدعت اور ان پر عمل کرنے والوں کو بدعتی کہتے ہیں اور ان کا وجود تک مسجد میں گوارا نہیں کرتے اور فوراً ان کو مسجد سے باہر نکال دیتے ہیں۔“ (راہ سنہ: 129)

مولانا مدظلہ العالی کی یہ عبارت اس بات میں واضح ہے کہ اجتماعی ذکر جہری بدعت و مکروہ ہے۔

6- بعض مقامات پر جمعہ کے دن اذان جمعہ کے بعد مسجد میں جمع ہو کر اس طرح سورۃ کہف پڑھتے ہیں کہ ایک آدمی زور سے ایک رکوع پڑھتا ہے اور دوسرے سنتے ہیں اس طرح یکے بعد دیگرے زور سے پڑھتے ہیں جس سے نمازیوں اور وظیفہ خواں حضرات کا حرج ہوتا ہے۔ اس بارے میں جواب یہ ہے کہ جمع ہو کر بلند آواز سے پڑھنے کی رسم غلط ہے۔ متفرق طور پر اس طرح پڑھیں کہ کسی کی نماز اور وظیفہ میں خلل نہ ہو تو مضائقہ نہیں۔ علامہ ابن الحاج کتاب مدخل میں تحریر فرماتے ہیں:

”واما اجتماعهم للذکر فبدعة كما تقدم والله تعالى اعلم“

یعنی جمعہ کے دن سورہ کہف مسجد وغیرہ میں جمع ہو کر پڑھنے سے منع کیا جائے کہ یہ بدعت

ہے۔ 81/2 (فتاویٰ رحیمیہ 247/1)

7- بعض حضرات نے یہ سلسلہ شروع کیا ہے کہ اپنے متعلقین کو جمع کرتے ہیں اور دیگر معمولات کے ساتھ یہ معمول بھی اختیار کیا ہے کہ ایک صاحب درود شریف کے مختلف صیغے کچھ آواز سے پڑھتے ہیں اور باقی حضرات خاموشی سے بیٹھ کر سنتے ہیں۔

یہ طریقہ بھی صحیح نہیں۔ قرآن پاک کا سماع تو منقول اور ثابت ہے، دیگر اذکار اور درود شریف کے سماع کو معمول بنانا منقول نہیں۔ خاموش بیٹھ کر سننے کے بجائے دوسرے حضرات متفرق طور پر اپنے اپنے ذکر میں مشغول رہیں تو درست اور سنت طریقہ پر ہیں۔

دفع مصائب کے لئے وظیفہ پڑھنے کے لئے اجتماع

مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”دفع مصائب کے لئے جو ختم پڑھا جاتا ہے وہ بطور علاج ہے خواہ آیت کریمہ کا ختم ہو یا کلمہ طیبہ یا آیہ الکرسی کا..... جب اس کی شان معالجہ کی ہے تو بدعت کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ختم بخاری شریف بھی (دفع مصائب) کے لئے طریقہ علاج ہے نہ کہ تعبد و عبادت۔“

قرأ كثير من المشايخ والعلماء والثقات صحيح البخاري لحصول المراتدات و كفاية المهمات و قضاء الحاجات و دفع البليات و كشف الكربات و صحة الامراض و شفاء

المريض عند المضائق والشدائد فحصل مرادهم وفازوا المقاصد هم و وجدوه كالتر ياق مجربا وقد بلغ هذا المعنى عند علماء الحديث مرتبة الشهرة والاستفاضة۔

بہت سے مشائخ اور علماء اور ثقہ لوگوں نے صحیح بخاری کی قراءت کو مرادوں کے حصول اور اہم کاموں میں کفایت اور حاجتوں کے پورا ہونے اور مصائب کے دور ہونے اور پریشانیوں کے دور ہونے اور امراض کی صحت اور بیماریوں کی شفا کے لئے تنگی اور مصیبت میں کی تو ان کو مراد حاصل ہوئی اور ان کو اپنے مقاصد میں کامیابی ہوئی اور انہوں نے اس عمل کو تریاق کی طرح مجرب پایا۔ اور یہ بات علمائے حدیث کے نزدیک شہرت و استفاضة کے مرتبہ کو پہنچی ہوئی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ، ص: 144، ج 12):

اسی طرح دفع مصائب کے لئے اجتماعی طور پر قرآن پاک پڑھنے یا اکتالیس مرتبہ سورہ یسین پڑھنے یا سوالا کھ مرتبہ آیت کریمہ پڑھنے کے بارے میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

”اس طرز عمل سے چونکہ مقصود رقیہ و علاج ہے نہ کہ ثواب و عبادت، لہذا اس میں عدم ثبوت مضر نہیں۔“ (احسن الفتاویٰ، ص: 36، ج: 1)

ایصال ثواب کیلئے اجتماعی ذکر یا قرآن خوانی

ایسے اجتماع کی دو بڑی قسمیں ہیں:

(الف) وہ اجتماع جو دفن کے بعد اہل میت کے پاس ہو خواہ کہیں ہو اور جب بھی ہو یہ بالاتفاق ناجائز اور مکروہ ہے۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كنا نرى الاجتماع الى اهل الميت وصنعة الطعام من النياحة۔ (ابن ماجہ: 117 و مسند احمد)

(ترجمہ: ہم (یعنی حضرات صحابہ کرام) میت کے گھر جمع ہونے کو اور میت کے گھر کھانا تیار کرنے کو نوہ سمجھتے تھے۔)

مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”اس حدیث میں اجتماع کو مطلق فرمایا ہے کوئی قید نہیں ہے کہ کس واسطے جمع ہونا تھا خواہ محض تعزیت مکررہ کے واسطے خواہ قرآن پڑھنے کو اور مطلق کو مقید کرنا بالراہی حرام ہے اور طعام بھی مطلق ہے۔“

اس حدیث کو تمام فقہاء نے قبول فرمایا۔ دیکھو کہ حدیث جریر میں دو امر کا ذکر ہے اجتماع الی اہل

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 6..... مروجہ مجالس ذکر و روضہ کی شرعی حیثیت..... (741)

میت اور صنعة الطعام جس سے معلوم ہوا کہ دونوں امر کو صحابہ شہنشاہ جانتے تھے اور ہر امر کو بدعت و محصیت فرماتے تھے نہ کہ مجموع من حیث المجموع کو مگر مجموعہ کی کراہت اس سے لازم ہے۔“ (براہین قاطعہ: 104)

صاحب سفر السعادة فرماتے ہیں:

”عادت نبود کہ برائے میت جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند نہ بر سر گور و نہ غیر آں و ایں مجموع بدعت است۔“

بعینہ یہی بات شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمائی:

”عادت نبود کہ برائے میت جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند نہ بر سر گور و نہ غیر آں و ایں مجموع بدعت است۔“ (بحوالہ راہ سنت، ص: 266)

مولانا سہارنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”پس اس کو بھی (یعنی جو حدیث جریر کے ذیل میں مذکور ہوا) صاحب سفر السعادة کہتا ہے کہ اجتماع عادت صحابہ کی نہ تھی..... جب کہ وہ قرون خیر و ثواب کے حریص اور نفع رسانی مسلم کی حیا و میتا مشغوف اس کام کو برا جان کر ترک کریں تو کسی دوسرے کو کرنا اگر بدعت نہ ہوگا تو کیا ہووے گا۔“ (براہین قاطعہ: 106)

رہا اس بات کا بیان کہ اہل میت کے پاس قرآن خوانی کے لئے جب بھی اجتماع ہو اس کی کراہت مطلق ہے تو مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”شرح منہاج کی اس عبارت (الاجتماع علی المقبرة فی اليوم الثالث و تقسیم الورد و العود و اطعام الطعام فی الايام الخصوص كالثالث و الخامس و التاسع و العشرين و الاربعین و الشهر السادس و السنة بدعة ممنوعة) میں تین چیزوں کا ذکر ہے۔ قبر پر تیسرے دن جمع ہونا اور عود اور ورد کی تقسیم مطلقاً قبر پر ہونا یا غیر قبر پر کسی روز ہو اور کھانا کھلانا یا مخصوصہ میں اور اس ہر سہ کو وہ بدعت کہتا ہے اور اصل یہ ہے کہ حدیث جریر میں اجتماع الی اہل میت کو منع فرمایا ہے اور اس میں کوئی تعین یوم کی نہیں اور نہ تعین قبر کی۔ پس مطلق جمع ہونا بدعت ہے اور قبر پر ہر روز سوم جمع ہونا بھی فرد اس اجتماع کا ہے تو ہر چند مطلق اجتماع تو ممنوع ہے مگر ہر شخص اپنے ملک کی رسم کو منع کرتا ہے صراحۃً تو شارح منہاج کی بلاد میں اجتماع علی القبر یوم ثالث ہوتا تھا۔ اس نے اس کی تصریح کی، حالانکہ یہ قید واقعی ہے نہ احترازی کیونکہ حدیث جریر میں عموماً سب کو منع لکھا ہے..... بہر حال اجتماع خواہ روز سوم ہو یا پس و پیش قبر پر ہو (یا غیر قبر پر) حدیث جریر سے ممنوع ہے۔“ (براہین قاطعہ، ص: 129)

ایک اعتراض

منکھوۃ شریف میں یہ حدیث ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ دفنائے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ پڑھا، ہم بھی آپ کے ساتھ دیر تک وہی پڑھتے رہے۔ پھر آپ نے اللہ اکبر پڑھا، ہم بھی یہی پڑھتے رہے۔ پھر حضرت سے پوچھا گیا کہ اس کا کیا سبب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو قبر نے دبا لیا تھا۔ اس تسبیح و تکبیر کی برکت سے ان پر قبر ہر طرف سے فراخ ہو گئی۔

مذکورہ بالا قسم کے اجتماع کے لئے بعض لوگ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قرآن نہ سہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کے واسطے مل کر ذکر اللہ ہی کر لیا۔ لہذا جواز کے واسطے ایک اشارہ عند الفقہاء کافی ہے۔

جواب:

مولانا سہارن پوری رحمہ اللہ نے اس اعتراض کا جو جواب دیا اس کا خلاصہ یہ ہے:

(1)..... جس اجتماع کو مکروہ بدعت کہا گیا ہے وہ وہ اجتماع ہے جو دفن کے بعد دوبارہ ختم قرآن کے واسطے یا بغیر اس کے اہل میت کے پاس ہو خواہ کہیں بھی ہو۔ جب کہ اس قصہ میں جو اجتماع مذکور ہے وہ دفن میت کے لئے تھا جو کہ فرض کفایہ ہے۔

(2)..... اس واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر جہری کیا۔ یہ نہ تو ایصال ثواب کے لئے تھا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایصال ثواب کی دعا فرمائی۔

مولانا رحمہ اللہ کے الفاظ یہ ہیں:

”صاحب سفر السعادة قصداً ختم میت کے واسطے جمع ہونے کو کہتا ہے اور وہ اجتماع لدفن میت تھا۔ اس میں ضرورت اس ذکر کی ہو گئی تو اس کو فرمایا: غرض اجتماع للمیت جو مراد سفر السعادة کی ہے اس میں اور اجتماع میں جو دفن میت کے واسطے تھا کہ فرض کفایہ ہے اور اس میں ذکر کر دیا۔ فرق زمین آسمان کا ہے۔ اس کو اس سے کوئی مناسبت نہیں۔ پس یہ بھی نہ خلاف سفر السعادة کے ہے اور نہ حجت جواز اجتماع کی ہو سکے۔ کیونکہ صاحب سفر السعادة اس اجتماع کو بدعت کہتا ہے کہ بعد دفن میت کے دوبارہ ختم قرآن کے واسطے یا بغیر اس کے اہل میت کے پاس جمع ہوں کہیں ہوں گور پر یا غیر گور پر اور اس کو ہی حدیث جریر میں نیاحت میں داخل کیا ہے..... معہذا یہ جاننا ضرور ہے کہ فخر عالم نے ذکر نبھر یہاں کیا ہے نہ ایصال ثواب اس کا اور جہر سے دو کلمے فرماتے تھے، ورنہ خفی تو آپ کا ہر حال لازم تھا اس کا بھی خیال رہے۔“ (براہین قاطعہ: 107)

تنبیہ:

اس حدیث سے اجتماعی ذکر پر استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ ایک تو اس میں ذکر کے لئے تداعی نہ تھی بلکہ لوگ میت کے دفن کے لئے جمع تھے جو کہ شرعاً جائز اجتماع تھا۔ دوسرے ایک ہی ذکر کرنے کا التزام نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ تسبیح کرنے لگے تو ہر صحابی بھی اپنے اپنے طور پر تسبیح و تکبیر کرنے لگے پہلے سے اس طرح کرنا طے نہ تھا۔

(ب) ایسا اجتماع جو اہل میت کے پاس نہ ہو۔

اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

(i)..... بعض علماء نے جن میں صاحب سفر السعاده بھی ہیں اس اجتماع کو بھی مطلقاً ناجائز و مکروہ کہا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کا تعامل نہ تھا۔ علاوہ ازیں جب رسول اللہ ﷺ کو غزوہ موتہ کی خبر ملی اور زید بن حارثہ اور عبد اللہ بن رواحہ اور جعفر طیار رضی اللہ عنہم کی شہادت معلوم ہوئی آپ ﷺ مسجد میں غمگین بیٹھے رہے اور صحابہ کی ایک جماعت بھی حاضر تھی۔ اسی طرح شہداء پیر معونہ کی خبر آپ ﷺ کو پہنچی تو یہی حال ہوا لیکن کوئی اجتماعی قرآن خوانی یا ایصال ثواب کے لئے مجلس ذکر نہیں کی گئی۔

(ii)..... صاحب فتح القدر نے قبر پر جمع ہو کر قرآن پڑھنا لوجہ اللہ تعالیٰ جائز کہا اور بعض دیگر علماء نے جمع ہو کر قرآن پڑھنا لوجہ اللہ کسی وقت غیر معین میں جائز کہا اور یہ جواز اس کے ساتھ مشروط ہے کہ اجتماع مباح ہو۔ بدعت نہ ہو یعنی اس کے لئے تداعی نہ کی گئی ہو۔

فتح القدر میں ہے:

”واختلف فی اجلاس القارئین ليقروا عند القبر والمختار عدم الكراهة۔“

یہی بات مولانا محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ نے مائتہ مسائل کے جواب میں لکھی:

”حافظاں را برائے قراءۃ قرآن نشاندن نزد قبر دریں مسئلہ علماء را اختلاف است بخار ہمیں

است کہ جائز است۔“

علامہ عینی شرح ہدایہ کے باب الحج عن الغیر میں لکھتے ہیں:

ان المسلمین یجتمعون فی کل عصر و زمان و یقرءون القرآن و یهدون ثوابہ لموتاهم و علی هذا اهل الصلاح و الدیانة من کل مذهب من المالکیۃ و الشافعیۃ و غیر ہم و لا ینکر ذلك۔ منکر فكان اجماعاً۔

(ترجمہ: بلاشبہ مسلمان ہر دور اور ہر زمانے میں جمع ہو کر قرآن پڑھتے اور اس کا ثواب اپنے مردوں کو ہدیہ کرتے رہے ہیں۔ اس پر ہر فقہی مذہب کے اہل صلاح و دیانت لوگوں کا خواہ وہ مالکی

ہوں یا شافعی وغیرہ ہوں عمل رہا ہے اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا لہذا یہ اجماع ہوا۔)

خزانة الروایات میں ہے:

”اور خزانة الروایات کا فیصلہ اس قراءت جماعت میں ہے کہ وہ اجتماع بدعت نہ ہو جیسا جمعہ کو جامع مسجد میں لوگ پڑھتے ہیں اس کو فیصلہ کرتا ہے اور ایسا ہی مولانا اسحاق رحمہ اللہ نے اجتماع جائز میں یہ فرمایا سو ہم کو بھی کچھ عذر نہیں کہ اگر مجمع مباح ہے اس میں آہستہ پڑھنا چاہئے..... لاریب جمع ہو کر قرآن آہستہ پڑھنا درست مگر وہ جمع ہونا مباح ہونا چاہئے..... علی ہذا روایت عینی شرح ہدایہ سے حال اجتماع مختلف فیہ کا دریافت ہوا نہ مبحث عنہ متفق الکراہت.....“ (براہین قاطعہ 111, 112)

اس دوسرے قول کی تفصیل ہم نے محض نفس مسئلہ بتانے کے لئے ذکر کی ورنہ تو قاعدہ مشہورہ و معروفہ کہ مفاسد سے بچنے کے لئے مباح بلکہ سنت زائدہ کو بھی ترک کرنا واجب ہوتا ہے۔ موجودہ حالات اسی کے مقتضی ہیں کہ اس صورت کو بھی ترک کرنا ضروری سمجھا جائے۔ اس پر تفصیلی کلام پہلے گزر چکا ہے۔

خلاصہ

(1)..... ایصال ثواب کے لئے وہ اجتماع جو اہل میت کے پاس ہو خواہ جب بھی ہو اور کہیں بھی ہو،

بالاتفاق ناجائز اور مکروہ ہے۔

(2)..... ایصال ثواب کے لئے وہ اجتماع جو اہل میت کے پاس نہ ہو، لیکن اس کے لئے تداعی کی گئی

ہو یہ بھی بالاتفاق ناجائز ہے۔

(3)..... ایصال ثواب کے لئے وہ اجتماع جو نہ تو اہل میت کے پاس ہو اور نہ ہی اس کے لئے تداعی کی

گئی ہو اس کے جواز میں اختلاف ہے۔

(الف) صاحب سفر السعاده نے اس کو ناجائز کہا ہے۔

(ب) دیگر بعض حضرات نے اس کو جائز کہا ہے۔

چونکہ پہلی دو قسموں کے متفق علیہ ناجائز اور مکروہ اجتماع کا عوام میں شیوع ہے اور وہ لاعلمی کی وجہ

سے بلکہ بہت سے عام علماء بھی لیاقت نہیں رکھتے کہ جائز و ناجائز اجتماعات کے درمیان فرق کر سکیں اور وہ

جائز سے ناجائز کے جواز پر قیاس فاسد میں مبتلا ہوتے ہیں یا ان کے مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔ لہذا

مفاسد سے بچنے کے لئے اس قسم سے بھی اجتناب کرنا بہتر ہے۔

مروجہ ایصالِ ثواب..... اور مولانا غلام غوث ہزارویؒ

غالباً ۱۳۹۰ھ آج سے تقریباً اٹھائیس سال پہلے تحریک خلافت اور تحریک ختم نبوت کے ایک مخلص کارکن جناب خان خیر اللہ خان صاحب مرحوم کی وفات کے موقعہ پر حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی رحمہ اللہ تعزیت کے لئے حضور و تشریف لائے۔

شدید گرمی کا موسم عین دوپہر کا وقت بلا اطلاع احقر کے ہاں پہنچے۔ غسل کے بعد تھوڑی دیر آرام فرما ہوئے اس وقفہ میں علاقہ کے علماء اور جماعتی ساتھیوں کو اطلاع کر دی گئی۔ ظہر کی نماز تک امیر جمعیت مولانا فضل الرحمن صاحب بہبودی والے اور دیگر احباب جمع ہو گئے۔ نماز کے بعد خان صاحب مرحوم کے محلہ کی مسجد کھجوری والی میں جمیع احباب تشریف لے گئے۔ خان صاحب کے صاحب زادوں کو بڑی تسلی ہوئی۔ ان کی خوشی دیدنی تھی۔ مرحوم کی قربانیوں کا اور ان کے محاسن کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ ایک بزرگ نے ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی کی تحریک فرمائی۔ علماء و طلباء حفاظ موجود تھے۔ تھوڑی دیر میں ختم قرآن مجید مکمل ہو گیا۔ میزبانوں نے مہمانوں کی تواضع کے لئے سفرہ بچھایا۔

حضرت ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”ہمارے اکابر نے ختم قرآن برائے ایصالِ ثواب اور دعوت جو آج کل مروجہ طریقہ ہے، اسے ناجائز لکھا ہے۔“

خواص کے ساتھ عوام بھی موجود تھے۔ اشکال پیدا ہو رہا تھا حضرت نے وضاحت فرمائی۔ ارشاد فرمایا:

”یہاں صورت حال مختلف ہے۔ ہم نے قرآن خوانی اہل میت کی خواہش و فرمائش پر نہیں بلکہ مرحوم سے انتہائی ہمدردی اور محبت کے تقاضے کے تحت از خود کی ہے۔“

دوسری بات یہ ہے کہ تواضع باہر سے آنے والے حضرات کی مہمان نوازی ہے جو اگر ختم قرآن مجید نہ ہوتا تب بھی اخلاقاً ان حضرات نے کرنی تھی جو نہ صرف جائز بلکہ سنت ہے۔ ہمارے اس عمل سے اکابر کی بات کو کوئی غلط نہ سمجھے۔“

حضرت کی بصیرت اور تحفظ دین و شریعت کا فکر اور خطرات کا احساس ملاحظہ فرمائیے۔

(مطبوعہ: تحقیقی نظر)

پورے رمضان کا نفلی اعتکاف اور اجتماعی ذکر و درود کا حکم

(ترك التداعى عن الاعتكاف الاجتماعى)

سوال یہ تھا کہ بعض جگہ پورے رمضان کے مہینہ کا اجتماعی اعتکاف ہوتا ہے، اور اس میں ذکر و درود شریف کی اجتماعی مجلس منعقد ہوتی ہیں، کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟ اس پر دارالعلوم کراچی سے ایک جواب لکھا گیا تھا جو حضرت فقہ العصر کی خدمت میں غور کرنے کیلئے پیش کیا گیا، جس پر حضرت رحمہ اللہ نے درج ذیل جواب تحریر فرمایا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

عزیز محترم مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سلمہ، علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا مرسلہ خط ملا اور اس سے پہلے دارالافتاء دارالعلوم کراچی سے جاری ہونے والا ایک فتویٰ بابت اجتماعی ذکر و درود کی مجالس اور پورے ماہ رمضان المبارک کا نفلی اعتکاف جو ہر سال بعض مقامات میں ہو رہا ہے بھی ملا تھا، احقر کے فہم ناقص میں جو کچھ آیا ہے وہ عرض ہے اس پر غور کر لیا جائے۔

(۱)..... جس عبادت کو شریعت نے کسی خاص کیفیت و ہیئت کے ساتھ مقید نہیں کیا اور اس کے لیے کسی خاص اہتمام اور اجتماع کی ترغیب نہیں دی اس کے لئے کوئی خاص طریقہ مقرر کرنا اور اس کو شریعت کا حکم سمجھنا یا اس کو اہتمام اور اجتماع سے اداء کرنا احداث فی الدین اور بدعت میں داخل ہے۔

عن النبی ﷺ قال لا تختصو ليلة الجمعة بقیام من بین الیالی ولا تختصوا یوم الجمعة بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصوم احدکم۔ [مسلم: ۳۶۱/۱]

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی فضیلت کی وجہ سے جمعہ کی رات کو نماز وغیرہ کے لیے اور دن کو روزہ کے لئے خاص کرنا منع ہے۔ مشہور فقہ علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: لأن ذکر الله إذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت أو بشيء دون شيء لم یکن مشروعاً حیث لم یرد به المشرع، لأنه خلاف الشرع۔ [البحر الرائق: ۱۵۹/۲]

جب شریعت نے ذکر اللہ کو کسی خاص وقت کے ساتھ یا جہر و اخفا اور اجتماع و انفراد، کسی خاص کیفیت اور ہیئت کے ساتھ مخصوص نہیں کیا تو اس کو اپنی طرف سے کسی خاص وقت یا کسی خاص کیفیت کے ساتھ متعین کر دینا غیر مشروع ہوگا کیونکہ اس کے متعلق شریعت میں کوئی تخصیص نہیں آئی لہذا وہ خلاف شرع

ہوگا، ”فتاویٰ بزازیہ“ میں جہر بالذکر کا مسئلہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”عن فتاویٰ القاضی انه حرام لما صح عن ابن مسعود انه اخرج جماعة من المسجد يهللون ويصلون على النبي ﷺ جهراً وقال لهم ماراكم الامبتدعين.“

[شامی: ۵/۳۸۰]

حموی میں ہے:

”فی فتاویٰ لقاضی: الجهر بالذکر حرام وقد صح عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ أنه سمع قوماً اجتمعوا فی مسجد يهللون ويصلون عليه الصلوة جهراً، فراح إليهم، وقال ما عهدوا ذلك على عهدہ عليه الصلوة والسلام، وما أراکم إلا مبتدعين، فما زال يذكر ذلك حتى أخرجهم من المسجد.“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اجتماعی ذکر کرنے والوں کو اس طرح درود شریف پڑھنے والوں کو مبتدع فرمایا اور اس کی یہ وجہ یہ فرمائی کہ ما عهدوا ذلك على عهدہ ﷺ یعنی یہ کیفیت ذکر درود شریف پڑھنے کی آپ کے زمانہ مبارک میں نہ تھی اس احداث بیت جدیدہ کی وجہ سے اس طرح پڑھنے والوں کو مبتدع قرار دیا۔ اس سے واضح ہو رہا ہے کہ مسجدوں میں اجتماعی ذکر اور درود شریف پڑھنا بدعت ہے۔ چاشت کی نماز صحیح احادیث کے ساتھ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت کی ہے لیکن آپ ﷺ کے زمانہ مبارک میں اجتماعی بیت سے خاص اہتمام اس کے لئے نہیں ہوتا تھا بلکہ کیف ما اتفق جہاں جہاں بھی کوئی ہوتا تھا وہاں ہی وہ نماز چاشت اداء کر لیتا تھا۔ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اس نماز کے لئے مسجدوں میں اجتماع اور خاص اہتمام سے دیکھا تو ان کے اس فعل کو بدعت قرار دیا۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اور عروہ بن زبیر دونوں مسجد میں داخل ہوئے، فإذا عبد اللہ بن عمر جالس إلى حجرة عائشة، والناس يصلون الضحی فی المسجد، فسألناه عن صلواتهم فقال: بدعة. [بخاری: ۲۳۸۱/۱، مسلم: ۴۰۰/۱]

چنانچہ اس حدیث کی شرح میں حضرت امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”مراده ان اظهارها فی

المسجد والاجتماع لها هو بدعة لان اصل صلوة الضحی بدعة۔“

(۱)..... نماز تہجد کی فضیلت حدیثوں میں آئی ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز

تہجد کو جماعت کے ساتھ پڑھا ہے، لیکن اس کے لیے اجتماع کرنا مکروہ ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد رحمہ اللہ ایسے ہی لوگوں کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”نماز تہجد والجماعت گزارندہ از اطراف وجوانب دران وقت مردم از برائے نماز تہجد جمع می گردند و بمعیت تمام اداء می نمایند و این عمل مکروہ است بکراہتہ تحریمہ جمع از فقہاء کہ

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 6..... مروج مجالس ذکر و رد کی شرعی حیثیت..... (748)

تداعی شرط کراہتہ داشتہ اند جواز جماعت نفل اینتقید بنا حیہ مسجد ساختہ زیادہ در سہ کس را با اتفاق مکروہ گفتہ اند۔“
[مکتوبات: ۱۰/۳]

(۲)..... نفلی عبادات کے لئے تداعی اور اہتمام سے ان کی دعوت دینا مکروہ ہے۔ اور مواظبتِ نفلی بھی تداعی میں داخل ہے۔ اس طرح اجتماع بغیر تداعی بھی مکروہ ہے۔ وفي الإمداد:

”ويحصل القيام بالصلوة نفلاً فرادى من غير عدد مخصوص وبقراءة القرآن والاحاديث وسماعها. الخ“

أشار بقوله: ”فرادى“ أى مذكروه بعد فى متنه من قوله ويكره الاجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي فى المساجد وتماهه فى شرحه وصرح بكراهة ذلك فى الحاوى القدس، وقال وما روى من الصلوات فى هذه الأوقات يصلى فرادى غير التراويح. قال فى البحر: ومن هنا يعلم كراهته الاجتماع على صلوة الرغائب التى تفعل فى رجب فى أول جمعة منه.

[شامى: ۶۴۲/۱]

ويمكن أن يقال الظاهر إن الجماعة فيه غير مستحبة ثم إن كان ذلك إحياناً كما فعل عمر كان مباحاً غير مكروه، وإن كان على سبيل المواظبة كان بدعة مكروهة؛ لأنه خلاف المتوارث، وعليه يحمل مذكروه القدورى فى مختصره، وما ذكر فى غير مختصره يحمل على الأول اه. قلت: ويؤيده أيضاً ما فى البدائع من قوله إن الجماعة فى التطوع ليست بسنة إلا فى قيام رمضان اه. فإن نفى السنية يستلزم الكراهة، نعم! إن كان مع المواظبة كان بدعة فيكره. [شامى: ۶۴۲/۱]

وترحالاتہ من وجہ نفل ہیں، پھر بھی ان کی جماعت علی سبیل المواظبہ بدعت اور مکروہ ہے، حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے وتر کی جماعت ثابت بھی ہے۔ درمختار کے قول علی سبیل التداعی بان يقتدى أربعة بواحد كما فى الدرر: ”پھر ”مُغْرَب“ سے تداعی کی یہ تعریف لکھی ہے: ”هو أن يدعو بعضهم بعضاً كما فى المغرب وفسره الوافى بالكثرة وهو لازم معناه.“ [شامى: ۶۴۲/۱]

معلوم ہوا کہ بعض کا بعض کو دعوت دینا تو تداعی کے حقیقی معنی ہیں اور بغیر بلائے مجمع کثیر بھی اس تداعی میں داخل اور اس کے لازمی معنی ہیں، اس پر بھی کراہت کا حکم لگایا جائے گا۔ جبکہ ”درمختار“ میں اوپر تصریح کی گئی ہے کہ چار افراد کی اقتداء مکروہ اور تداعی ہے۔ اس وجہ سے اگر ایک دو نے جماعت شروع کی بعد میں زیادہ آدمی آگئے تو اب بعد میں آنے والوں پر کراہت ہوگی۔ بقى لو اقتدى به واحد او اثنان ثم جاءت جماعة اقتدوا به قال الرحمتى ينبغى ان تكون الكراهة على المتأخرين اه .

[شامى أيضاً]

تداعی کے معنی صرف دعوت دینے کے ہی نہیں کثرت سے بھی تداعی ہو جاتی ہے اور اعلان وغیرہ

جس سے کثرت ہوتی ہو سب تداعی میں داخل ہیں:

ہر سال پورے ماہ مبارک کے نفلی اعتکاف میں کئی مفاسد اوپر کی عبارات کو ملحوظ رکھ کر عرض ہیں، کہ ہر سال اس پر مواظبت کرنا مکروہ ہے پھر اس کا اعلان ماہناموں وغیرہ میں ہوتا ہے یہ بھی تداعی ہے اور مکروہ ہے عوام اس کا اجتماع اہتمام سے کرنے لگے ہیں شاید آگے چل کر یہ التزام مالا یلتزم میں داخل ہو جائے، فہمیدہ و سمجھدار لوگ اس کو نفل ہی سمجھتے ہیں مگر عوام اس کو بھی سنت ہی سمجھیں گے اور جس طرح ضرر لازمی سے بچنا ضروری ہے متعدد ضرر سے بھی اجتناب ضروری ہے۔

اگر نبی کریم ﷺ سے ایک مرتبہ پورے ماہ مبارک کا اعتکاف ثابت بھی ہو تو پھر بھی اس کو سنت قرار دینا اور اس پر مواظبت کا عمل کرنا مکروہ ہوگا۔ جیسا کہ غیر رمضان میں وتر کی جماعت کا بیان اوپر گزر چکا ہے۔ لیلۃ القدر کی تلاش کے لئے اگر حضور ﷺ نے ہر عشرہ کا الگ اعتکاف کیا ہو تو یہ صورت متنازعہ سے غیر متعلق ہوگا کہ اس میں پورے ماہ مبارک کا مسلسل اعتکاف کیا جاتا ہے پھر بڑا مفسدہ یہ بھی پیش آ رہا ہے کہ نفل اعتکاف کی سہولتوں (مثلاً بغیر ضرورت مسجد سے نکلنا وغیرہ) سے سنت اعتکاف کرنے والے بھی مستفید ہونے لگتے ہیں اور عوام میں یہ امتیاز مشکل ہوتا ہے۔ کہ اس اعتکاف کا اتنا حصہ سنت ہے اور اتنا حصہ نفل اور دونوں کے احکام مختلف ہیں خصوصاً جبکہ پورے مہینہ کا اعتکاف نفلی ہی کر لیا گیا ہو تو سنت اعتکاف کرنے والوں کو عشرہ اخیرہ میں بڑا خلجان ہوگا کہ اس میں یہ نفلی اعتکاف کرنے والے آزاد نہ چلتے پھرتے ہیں اور ٹیلی فون وغیرہ بھی مسجد سے باہر جا کر استعمال کرتے ہیں۔ اور سوال کی چاند رات سے پہلے ہی وہ دوسری جگہ کا سفر بھی اختیار کر لیتے ہیں اس سے یقیناً خلجان ہوگا اور بھی اس قسم کے استثناء آئے۔ پھر اس میں ایک بڑا مفسدہ یہ ہے کہ عشرہ اخیرہ کے سنت اعتکاف کو ترک کر کے پورے مہینہ کے نفلی اعتکاف کو اختیار کر لیا گیا ہے جو نفل کو سنت پر عملاً ترجیح ہے جو کسی طرح بھی بغیر خاص وجہ کے شرعاً پسندیدہ نہیں ہے۔

ایسے مفاسد کے ہوتے ہوئے اس مسئلہ صورت کے جواز پر فتویٰ دینا سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ تداعی اور اعلان ہی نفلی عبادت کے لئے اس کے منع کرنے کے لئے کافی ہیں کوئی اور مفسدہ ہو یا نہ ہو۔ احقر کے نزدیک تو کسی بزرگ کے انتقال پر مدارس میں اجتماعی قرآن خوانی بھی اس ذیل میں آتی ہے۔ اگر انتقال کے اعلان سے ہو اور اگر پہلے سے کسی اور وجہ سے جمع ہیں تو پھر بھی بہتر تو یہی ہے کہ علیحدہ علیحدہ ہو کر قرآن کریم کی تلاوت کریں تاکہ دیکھنے والوں کو اجتماع للقرآنۃ کا شبہ نہ ہو لیکن اس صورت میں چونکہ اجتماع للقرآنۃ نہیں ہے اس لئے گنجائش معلوم ہوتی ہے، ترغیب کے لئے تو اجتماع ضروری نہیں ہے۔ انفراداً بھی قراءۃ کی جاسکتی ہے اور یہی ہمارے اکابر رحمہم اللہ کا معمول تھا، ترغیب کے جواز سے اجتماع کا جواز لازم نہیں آتا:

اس ذکر و درود شریف کے پڑھنے میں اگر اجتماع ہوتا ہے تو اس کا حکم پہلے گذر چکا اور اچھی طرح

واضح ہو چکا کہ یہ مکروہ اور بدعت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اجتماعی ذکر کرنے والوں اور درود شریف پڑھنے والوں کو مبتدع فرمایا اور ہیئت جدیدہ کے احداث کو اس کی علت قرار دیا، اس صورت میں یہ اجتماع اور احداث ہیئت جدیدہ دونوں موجود ہیں تو اس کا جواز کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر کی تاکید فرمانے سے اجتماعی ذکر کا ثبوت تو لازم نہیں آتا انفراد ذکر اللہ کی کثرت بتلائی جائے تو بھی مقصود حاصل ہے۔ جیسا کہ مظاہر علوم سہارنپور اور خانقاہ تھانہ بھون میں عمل تھا یہی طرز خانقاہ رائے پور کا رہا ہے، ان خانقاہوں میں اجتماعی نہیں بلکہ انفرادی ذکر کی ہمیشہ بکثرت تلقین ہوتی رہی اور اس پر عمل رہا اور مشائخ کے بعض طرق میں جو ذکر بالجہ مروج ہے یا تو شاذ لیہ طریقہ میں اجتماعی ذکر مروج ہے وہ بطور علاج کے ہے وہ سنت نہیں ہے اس کو سنت سمجھنا بدعت ہے۔

جب اس طریقہ پر ذکر سے پہلے فضائل ذکر کا بیان ہوگا اس کے بعد اس طریقہ پر ذکر ہوگا تو لازماً سامعین اس ذکر کو ان فضائل کا مورد اور سنت سمجھیں گے اور حقیقت یہ ہے کہ اس طریقہ پر ذکر سنت نہیں ہے بلکہ کسی شیخ کا تجویز کردہ علاج ہے، اس مغالطہ سے بچانا ضروری ہے اور چونکہ یہ طریقہ ہمارے اکابر مذکورہ کے موافق نہیں اور نہ ہی یہ سنت ہے اگرچہ بعض سلسلوں میں رواج پذیر ہے لیکن چونکہ اس میں سنت ہونے کا مغالطہ بھی ہوتا ہے اس لئے قابل ترک ہے انفرادی طور پر ذکر اللہ کی خوب تلقین کی جائے اور حسب فرصت اس کی تعلیم دی جانی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی کریم ﷺ کی سنت کے اتباع اور اپنے اکابر کی اتباع کی توفیق عنایت فرمائیں آمین ان اربد الا اصلاح ما استطعت، وما توفیقی الا باللہ، علیہ تو کلت والیہ انیب۔

کتبہ الأحقر الأفقر إلى الله الغنی السید عبدالشکور ترمذی

خادم الطلبة فی المدرسة الحقانیہ بساھیوال

من مضافات سر جودھا..... المرقوم: ۲۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ

(مطبوعہ: حیات ترمذی)

۱۔ جیسا کہ ماہنامہ ”زکریا“ بابت اگست، ستمبر، ۲۰۱۰ء جلد ۳، شمارہ ۳، ص ۲۱ پر اعلان ہے کہ:

”جامع مسجد صدیق اکبر میں ۱۴۰۱ھ سے..... پورے مہینے کا اعتکاف باقاعدگی سے حضرت اقدس ہزاروی

مدظلہ کی سرپرستی و نگرانی میں ہو رہا ہے۔ ان شاء اللہ العزیز اس سال ۱۴۳۱ھ پورے ماہ مبارک کا اعتکاف

اعتکاف۔۔۔۔۔“

مخصوص مجالس کے لیے تداعی

(ترك التداعی فی المجالس الأنواعی)

سوال:

کیا فرماتے ہیں علماء دین تداعی یعنی دعوت دے دے کر بلا کر یہ اجتماعات کرنے جائز ہیں یا نہیں یا تداعی کے لیے کوئی شرط جس سے بعض کو بعض سے فرق ہو سکے؟

(۱)..... تداعی سے مجلس ذکر مسلسل مقرر کرنا۔ (۲)..... تداعی سے مجلس درود

(۳)..... تداعی ہر سال اجتماعی اعتکاف۔ (۴)..... دعائے طویل علاوہ نماز کے۔

(۵)..... ختم قرآن۔ (۶)..... ختم درس بخاری۔

(۷)..... دعاء کے لئے ختم بخاری (۸)..... ابتدائے درس بخاری۔

(۹)..... تداعی سے جماعتیں: تہجد، اوابین، اشراق، چاشت، صلوٰۃ التسبیح، سنن مؤکدہ وغیرہ مؤکدہ۔

(۱۰)..... جماعت تراویح، استسقاء، لیلة البراءة، کسوف میں اور ان مذکورہ میں فرق کا سبب۔

(۱۱)..... تداعی سے لیلة القدر، البراءة، شب عید الفطر، شب عید الاضحیٰ کی بیداری اور شب

معراج، ۲۷/رجب کی اجتماعی عبادت درست ہیں یا مکروہ یا گناہ، عورتوں کا مسجد آنا۔

(۱۲)..... کیا ان کا اعلان عام تداعی نہیں ہے؟

☆.....☆.....☆.....☆

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

”در مختار“ میں ہے:

” (ولا یصلی الوترو) لا (التطوع بجماعة خارج رمضان) أی یکرہ ذلك علی سبیل

التداعی بان یقتدی اربعة بواحد کما فی الدر..... وفی الاشباه عن البزازیہ: یکرہ الاقتداء

فی صلوٰۃ رغائب وبراءة وقدر الخ.“

علامہ شامی لکھتے ہیں:

” (قوله علی سبیل التداعی) هو ان یدعو بعضهم بعضا کما فی المغرب وفسره الوافی

بالکثرة وهو لازم معناه.“ [شامی: ۴۸/۲، ۴۹]

نیز ”وإحياء ليلة العيدين والنصف من شعبان والعشر الأخير من رمضان والأول من ذي الحجة“ پر بحث کرتے ہوئے علامہ شامی فرماتے ہیں:

”وفى الإمداد: ويحصل القيام بالصلوة نفلا فرادى من غير عذر مخصوص وبقراءة القرآن والأحاديث وسماعها والتسبيح والثناء والصلوة والسلام على النبي ﷺ الحاصل ذلك فى معظم الليل الخ: أشار بقوله: ”فرادى“ إلى ما ذكر بعد فى متنه من قوله: ”ويكره الاجتماع على إحياء ليلة من هذا ليلالى فى المساجد.“ وتاممه فى شرحه، وصرح كراهة ذلك فى الحاوى القدسى، وقال: ماروى من الصلوة فى هذا الأوقات يصل فرادى غير التراويح، قال فى البحر: ومن هنا يعلم كراهة الاجتماع على صلوة الرغائب التى تفعل فى رجب فى أول جمعة منه، وأنها بدعة، وما يحتاله أهل الروم من نذرها لتخرج عن النفل والكراهة فباطل اه. قلت: وصرح بذلك فى البزازية كما سيذكره الشارح آخر الباب الخ. [شامى: ۶۳۲/۱]

پھر آخر باب میں بزازیہ کی عبارت اس طرح نقل کی ہے:

”ولا ينبغي أن يتكلف الالتزام ما لم يكن فى الصدر الأول كل هذا التكلف لاقامة أمر مكروه، وهو أداء النفل بالجماعة على سبيل التداعى، فلو ترك أمثال هذه الصلوات تارك ليعلم الناس أنه ليس من الشعائر فحسن. اه. وظاهره أنه بالنذر لم يخرج عن كونه أداء النفل بالجماعة. [شامى: ۶۳۲/۱]

شرح منیہ کبیری میں تحیۃ الموضوع، تحیۃ المسجد اور بعد المغرب کے نوافل، استخارہ کی نماز اور صلوة التبیح، صلوة الحاجۃ نیز چاشت اور تہجد کی نماز کے ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے:

”فالصلوة خیر موضوع ما لم يلزم منها ارتكاب كراهة. واعلم أن النفل بالجماعة على سبيل التداعى مكروه على ما تقدم ماعدا التراويح وصلوة الكسوف والاستسقاء، فعلم أن كلا من الصلوة الرغائب ليلة أول جمعة من رجب وصلوة البراءة ليلة النصف من شعبان وصلوة القدر ليلة السابع والعشرين من رمضان بالجماعة مكروهة. [کبیری: ۴۱۱]

فقہاء کرام کی ایسی عبارات سے ثابت اور واضح ہے کہ تراویح، صلوة الکسوف، صلوة الاستسقاء کے علاوہ تمام نوافل میں تداعی کے ساتھ جماعت مکروہ اور ممنوع ہے۔ یہاں تک کہ وتر کی جماعت بھی صرف رمضان میں ہے غیر رمضان میں وہ بھی مکروہ ہے، جبکہ تداعی کے ساتھ ہو، اس سے معلوم ہو گیا کہ تہجد، اوایین، اشراق، چاشت، صلوة التبیح، سنن مؤکدہ وغیر مؤکدہ اور شبِ معراج ۲۷ رجب کی اجتماعی عبادات بوجہ تداعی کے مکروہ ہیں۔ مجلس ذکر اور مجلس درود شریف بھی اجتماعی طور پر تداعی کے ساتھ اگر ہوگی، تو اس کا حکم بھی یہی ہوگا۔ اس لیے کہ یہ مجلس مستحب اور نفل عبادت میں داخل ہے اور نفل عبادت کے لیے تداعی

اور اعلان کا مکروہ ہونا اور ثابت ہو چکا ہے۔

اعتکاف اگر نفلی ہو تو پھر اس کا حکم واضح ہے کہ اس کے لیے تداعی مکروہ ہوگی، اعتکاف سنت مؤکدہ عشرہ اخیرہ رمضان المبارک میں اگر یہ خیال کیا جائے کہ یہ صرف شہر رمضان المبارک کی مخصوص عبادت ہے اور وہ بھی صرف عشرہ اخیرہ کی تو تراویح کی طرح اس کے لیے تداعی اور اعلان درست ہوگا اور مکروہ نہ ہوگا۔ اور دوسری سنت مؤکدہ یعنی نماز سے اس کو بھی امتیاز ہوگا، کہ وہ ہر روز ہیں، اس لیے ان میں جماعت میں حرج ہے، بخلاف اعتکاف سنت مؤکدہ کے، کہ اس میں حرج نہیں ہے۔ مگر جب یہ دیکھا جائے کہ شارع علیہ السلام نے اعتکاف کے لیے تداعی نہیں فرمائی اور اہتمام والتزام کے ساتھ خود اعتکاف کرنے کے باوجود دوسروں کو صرف ترغیب ہی فرمائی ہے، اجتماعی اعتکاف پر عمل نہیں فرمایا تو معلوم ہوتا ہے کہ شارع علیہ السلام کے نزدیک اس میں انفرادیت کی شان پسندیدہ ہے، اہتمام کے ساتھ اجتماعیت پسندیدہ نہیں ہے، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے اعتکاف کے خیموں کا مسجد سے ہٹا دینے (جیسا کہ بخاری شریف: ۲۷۸۱ پر مروی ہے) کی توجیہات شارحین نے مختلف کی ہیں، مگر اس توجیہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ اس طرح کی اجتماعیت کی شان اعتکاف میں پسندیدہ نہیں ہے اور وہ تداعی سے خالی عام طور پر نہیں ہوتی۔ حالانکہ اس واقعہ میں تداعی نہیں۔ پھر حسب اعلان و تداعی اور اہتمام والتزام کی صورت ہو تو وہ کیسے پسندیدہ ہوگی؟ اس لئے تداعی کو مکروہ کہا جائے گا۔

یہی حکم دعاء طویل و قصر کا ہے جو علاوہ نماز کے ہو اور اس کے لیے تداعی اور بلاوا ہو، ورنہ نماز کے تابع ہوگی اور جائز و مسنون ہوگی، یا وعظ کے تابع ہو کر جائز ہوگی۔

درس بخاری، ختم بخاری ہو، یا ابتداء، چونکہ از قبیل تبلیغ احکام اور مامور بہ کا فرد ہے، اس لیے اس کے لیے تداعی جائز ہے، البتہ ختم قرآن پر محض دعا کے لیے تداعی کو بغیر وعظ و تبلیغ کے مکروہ کہا جائے گا۔

نماز تراویح وغیرہ اور تہجد وغیرہ میں فرق کا سبب اصل میں تو شارع علیہ السلام سے ثبوت ہونا نہ ہونا ہے، تراویح وغیرہ میں ثبوت جماعت کا خلاف قیاس ہوا ہے، اس لیے ان میں جماعت جائز اور مسنون ہے اور تہجد وغیرہ میں نہیں ہوا ہے، اس لیے مکروہ ہے، کیونکہ نفلی عبادت میں اصل انفراد اُن کا اداء کرنا ہے، اجتماعی ادائیگی جس جگہ ثابت ہے اسی جگہ اس پر عمل کیا جائے گا، دوسری جگہ اس پر قیاس کر کے عمل نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ مقیس علیہ خود خلاف قیاس ہے۔ قیاس کا تقاضہ نفل عبادت میں تنہائی اور انفرادیت ہے، اس سے عدول کے لیے کسی نص کی ضرورت ہوگی اور ویسے حکمت کے طور پر وجہ فرق میں شاید یہ کہا جاسکتا ہو کہ کسوف اور استقاء کی نماز کا سبب عام ہے، اور وقت بھی ان کا دن ہے جس میں اجتماع میں حرج نہیں ہے۔ بخلاف

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 6..... مروجہ مجالس ذکر و روضہ کی شرعی حیثیت..... (754)

خسوف کے کہ وہ رات کا وقت ہوتا ہے اسمیں اجتماع میں تنگی ہوتی ہے، اس لیے خسوف اور استسقاء میں اجتماعیت کو مشروع فرمایا گیا اور خسوف میں اپنی اصل پر انفراد رہا۔ البتہ تراویح میں رات کا وقت ہونے کے باوجود اجتماعیت کی مشروعیت میں شاید یہ ملحوظ ہو کہ وہ شہری عبادت ہے، ایک مہینہ اس پر عمل زیادہ دشوار نہیں ہے۔ اور روزمرہ کی سنن مؤکدہ سے اس کو ہی فرق ہوگا۔

الحديث الصحيحين: "فعليكم بالصلوة في بيوتكم، فإن خير صلوة المرأة في بيته إلا الصلوة المكتوبة." وأخرج أبو داود: "صلوة المرأة في بيته أفضل من صلوة في مسجد." هذا إلا المكتوبة.

هذا ما عندنا - والله اعلم.

کتبہ الاحقر السید عبدالشکور الترمذی عفی عنہ

مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا..... ۲۵/۱۲/۱۴۰۵ھ

(مطبوعہ: حیات ترمذی)

مجلہ صفدر میں شائع شدہ اہم مضامین

- مجلہ صفدر کی چار سالہ فہرست..... ش: ۴۶..... قیمت: 25
- ”گوشہ خاص“، پیاد: شیر اسلام حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہید..... ش: ۱۳/۱۲..... قیمت: 30
- ”گوشہ خاص“، پیاد: مولانا سید صفی اللہ شاہ، (المعرف سید عبدالکریم شاہ) نہروالی بہاولپور..... ش: ۱۹..... قیمت: 20
- ”گوشہ خاص“، پیاد: تلمیذ حضرت مدنی مولانا سید اصلح الحسینی، کراچی..... ش: ۴۴..... قیمت: 35
- ٹی وی چینل اور حضرت امام اہل سنت..... معہ..... علماء کا ٹی وی پی آنا، مثبت و منفی پہلو..... ش: ۳۹..... قیمت: 25
- عمار خان ناصر اور مولانا زاہد الراشدی کے بارے اکابر کا فیصلہ اور اس کی وجوہات..... ش: ۳۸..... قیمت: 25
- مولانا زاہد الراشدی صاحب کی اکابر وفاق سے خط و کتابت اور کمیٹی کے قیام کی روداد..... ش: ۴۳/۴۲..... قیمت: 50
- ارباب الشریعہ کی خدمت میں! (عمار ناصر کے بارے مولانا راشدی مدظلہم کا طرز عمل)..... ش: ۴۵ تا ۴۲..... 110
- مولانا زاہد الراشدی اور عمار خان ناصر کے نام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کا مکتوب گرامی..... ش: ۴۴..... 35
- دیوبندی بریلوی اختلاف اور شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید..... ش: ۴۴..... قیمت: 35
- ”آپ کے مسائل اور ان کے حل“ کے ناشرین کی علمی خیانت..... جزہ احسانی..... ش: ۴۹..... قیمت: 25
- جاوید احمد غامدی کا شرعی حکم..... اکابر کے مضامین، مفتیان کے فتاویٰ..... ش: ۵۴..... قیمت: 25
- جاوید احمد غامدی اور عمار خان ناصر کی فکری ہم آہنگی..... دس سے زائد ٹھوس شواہد..... ش: ۵۶..... قیمت: 25

رابطہ: مولانا احسن خدای، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82 محمود سٹریٹ، محلہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

0334-0312-4612774 _ 0307-5687800

اجتماعی ذکر بالجہر سے متعلق ایک اہم فتویٰ

فتویٰ نمبر: ۱۰۷/۱۴۳۵ھ

سوال:

ہمارے ہاں ایک مولانا صاحب کچھ عرصہ سے ذکر جہر اجتماعی مراقبہ کی حالت میں کروا رہے ہیں۔ سب سے پہلے درود شریف پڑھا جاتا ہے، پھر کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سومرتبہ، پھر اِلَّا اللَّهُ سومرتبہ، پھر اللہ سومرتبہ اور پھر اللہ ہو سومرتبہ بلند آواز میں پڑھا جاتا ہے، آخر میں دعا کرتے ہیں اور کوئی میٹھی چیز ہو تو وہ بھی تقسیم کرتے ہیں۔ اس سب کا شمار وہ تسبیح پر کرتے ہیں۔

انہوں نے لوگوں کو قائل کرنے کے لیے علمائے دیوبند کے مختلف علماء کے حوالے بھی دے رکھے ہیں حتیٰ کہ حضرت (مولانا) قاضی (مظہر حسین) صاحبؒ سے بھی منسوب کیے ہوئے ہیں۔ براہ مہربانی علماء دیوبند کا اس کے متعلق عقیدہ صحیح بتائیں تاکہ بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کی جائے۔

(المستفتی)..... محمد فاروق ولد سخی محمد چٹال

0333.5784937

الجواب ومنه الصدق والصواب

ذکر آہستہ اور آواز سے جائز اور درست ہے۔ لیکن 'اہتمام اور تداعی' کے ساتھ اجتماعی ذکر کی مجالس منعقد کرانا اور پھر اس میں مخصوص طریقے اور ہیئت کے ساتھ ذکر کرنا سنت اور عمل صحابہؓ سے ثابت نہیں اور نہ ہی اکابر علماء دیوبند کا ایسا معمول تھا۔ بغیر تداعی اور اعلان اور بغیر کسی اہتمام کے اتفاق سے کچھ لوگ اکٹھے ہو گئے اور اپنا اپنا ذکر کرتے ہیں، یہ بھی اجتماعی کی شکل ہے، لیکن حقیقت میں اجتماعی ذکر نہیں۔

(۱)..... ارشاد خداوندی ہے:

”وَإِذْ كَرِهَ رَبُّكَ فِى نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخَفِيَّةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ

وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ.“ [الاعراف: ۲۰۵]

(آپ ہر شخص سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ) اے شخص! اپنے رب کو یاد کر اپنے دل میں عاجزی کے

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 6..... مروجہ مجالس ذکر و روضہ کی شرعی حیثیت..... (756)

ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ، صبح اور شام (یعنی علی الدوام) اور اہل غفلت میں شمار مت ہونا۔ [ترجمہ: حضرت تھانوی]

اس میں انفرادی طور پر بھی آہستہ آواز سے ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے چہ جائیکہ جماعتی طور پر بلند آواز سے ذکر کیا جائے۔ تعجب ہے کہ مروجہ مجالس ذکر کے داعی حضرات اس حکم خداوندی کو کیوں نظر انداز کر دیتے ہیں؟!؟

(۲)..... حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ آیت ”ادعوا ربکم تضرعاً و خفیۃ انہ لا یحب المعتدین.“ [الاعراف: ۵۵] کے تحت لکھتے ہیں:

”ثم أجمع العلماء على أن الذكر سرّاً هو أفضل، والجهر بالذكر بدعة، إلا في مواضع مخصوصة..... الحاجة فيها إلى الجهر كالأذان والإقامة وتكبيرات التشريق و تكبيرات التشريق و تكبيرات الانتقال في الصلوة للإمام والشيخ للمقتدى إذا ثاب تائية والتلبية في الحج و نحو ذلك.“ [تفسير مظہری: ۵۵/۳]

تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ آہستہ ذکر کرنا ہی افضل ہے اور ذکر جہر بدعت ہے مگر ان مقامات پر جہاں جہر کی شرعی ضرورت پیش آئے مثلاً اذان و اقامت اور یا عید الاضحیٰ (عید قربان) کے ایام کی تکبیریں اور امام کے نماز میں رکوع اور سجود وغیرہ کی طرف انتقال کی تکبیریں یا امام بھول جائے تو مقتدی کا سبحان اللہ کہنا یا تلبیہ یعنی ایام حج میں لیک لیک بلند آواز سے کہنا وغیرہ۔

(۳)..... مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی میں ہے:

”منع از ذکر جہری کنند کہ بدعت است با آنکہ ذوق و شوق می بخشد۔“ [دفتر اول حصہ چہارم]

مکتوب ۲۳۱

یعنی اگرچہ ذکر جہر سے شوق و شوق پیدا ہوتا ہے۔ لیکن بدعت ہونے کی وجہ سے مشائخ نقشبندیہ اسے منع کرتے ہیں۔ [بحوالہ حق چار یا ژ جولائی تا نومبر ۱۹۹۸ء]

(۴)..... حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے ایک جماعت کو دیکھا جو مسجد میں ذکر بالجمہر اور درود شریف پڑھنے مشغول تھی آپ نے ان کو بدعتی قرار دیا اور مسجد سے نکال دیا۔

یہ واقعہ فقہ اور حدیث دونوں کی کتابوں میں مذکور ہے جس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

”عن ابن مسعود أنه سمع قوماً اجتمعوا في مسجد يهللون و يصلون على النبي ﷺ جهرًا فراح إليهم و قال ما عهدوا ذلك على عهدہ عليه الصلوة والسلام و ما أراکم إلا مبتدعین،

فما زال يذكر ذلك حتى أخرجه من المسجد. "۴۱ [حموی، بزازیہ، بحر، شامی]

اس واقعہ میں قوم کے جس عمل پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے بدعت کا فتویٰ دے کر ممنوع قرار دیا تھا وہ ان کا بہ ہیئت اجتماعی خاص مسجد میں جہر سے ذکر اور درود پڑھنا تھا۔ اور اس کو اس بناء پر ممنوع نہیں کہا تھا کہ وہاں کسی نائم (سونے والے) یا نمازی یا تلاوت کرنے والے کو اذیت پہنچنے کا خطرہ تھا یا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ان کے دلوں کی صفت ریا کا علم ہو گیا تھا، بلکہ ممانعت کی بنیاد اس بات پر رکھی گئی تھی کہ حضور ﷺ کے زمانے میں اس طرح ذکر کرنا معہود نہ تھا تو بدعت فی الدین ہونے کی وجہ سے ممنوع قرار دیا گیا۔ اسی بنیاد پر فرما دیا گیا کہ ما أراکم إلا مبتدعین۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اس فتوے سے قائلین حرمت الجہر بالذکر کرنے پر استدلال کیا ہے چنانچہ انہوں نے پہلے بصورت دعویٰ یہ ذکر کیا ہے: ”فی فتاویٰ قاضیخان الجہر بالذکر حرام۔“ اور اس کے بعد دلیل کے طور پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فتویٰ انہوں نے ذکر کیا ہے، جس سے صاف واضح ہے کہ مسجد میں ذکر بالجہر جن فقہاء کے نزدیک حرام ہے وہ خطر اذیت کی بناء نہیں بلکہ ابتداء اور احداث فی الدین کی وجہ سے حرام ہے۔ [فتاویٰ حقانیہ: ۹۸، ۹۷/۲]

بہر حال تحقیق مذکورہ سے ثابت ہو گیا کہ ذکر بالجہر ذریعہ اذیت الی غیر ہو یا وہ کسی ایسے طریقے سے ہو جو حضور ﷺ سے ثابت نہ ہو جس کی وجہ سے وہ بدعت کی حد میں داخل ہو جاتا ہے تو ممنوع اور ناجائز ہوگا۔ چونکہ واقعہ مسئول عنہا میں بھی ذکر بالجہر غیر ثابت طریقہ سے ہے، اس لیے لامحالہ بدعت کی حد میں داخل ہو کر ممنوع ہوگا۔ اس عمل کی حالت اس قوم کے عمل کی حالت سے کچھ بھی مختلف نہیں ہے جس پر ابن مسعودؓ نے متبیین کا حکم لگایا تھا۔ اس بناء پر یہ بھی اس کی طرح بدعت ہو کر ممنوع قرار پائے گا۔

[فتاویٰ حقانیہ: ۱۰۰/۲]

(۵)..... حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

جس عبادت کو شریعت نے انفرادی طور پر مشروع فرمایا ہے اس کو اجتماعی طور پر کرنا بدعت ہے۔
..... یا مثلاً نماز کے علاوہ شریعت نے ذکر و تسبیح اور درود شریف وغیرہ اجتماعی طور پڑھنے کا حکم نہیں دیا بلکہ ہر شخص کو الگ الگ جو پڑھنا ہو پڑھے اب ان اذکار کو اجتماعی طور پر مل کر پڑھنا بدعت ہوگا۔

[اختلاف امت اور صراط مستقیم: ۱۱۴، ۱۱۳/۱]

(۶)..... فتاویٰ بزازیہ میں فتاویٰ قاضی خان کے حوالے سے نقل کیا ہے:

رفع الصوت بالذکر حرام وقد صح عن ابن مسعود انه سمع قوماً اجتماعاً فی مسجد

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 6..... مروجہ مجالس ذکر و روضہ کی شرعی حیثیت..... (758)

یہللون ویصلون علی النبی ﷺ جہراً فراح الیہم وقال ما عہدوا ذلک علی عہدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وما اراکم الا مبتدعین فما زال یدکر ذلک حتی اخرجہم من المسجد [بزازیہ بر حاشیہ فتاویٰ عالمگیری: ۳۷۸/۶]

(ترجمہ) بلند آواز سے ذکر کرنا حرام ہے حضرت ابن مسعودؓ سے بسند صحیح منقول ہے آپ نے سنا کہ کچھ لوگ مسجد میں جمع ہو کر بلند آواز سے کلمہ طیبہ اور درود شریف کا ورد کر رہے ہیں آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا میں نے آنحضرت ﷺ کے زمانے میں یہ چیز نہیں دیکھی میرا خیال ہے تم بدعت کر رہے ہو آپ بار بار یہی بات کہتے رہے یہاں تک ان کو مسجد سے نکال دیا۔

اس سے معلوم ہو گیا آج کل مسجدوں میں زور زور سے کلمہ طیبہ پڑھنے اور گا گا کر درود و سلام پڑھنے کا جو بعض لوگوں نے رواج نکالا ہے بدعت ہے اور اس سے مساجد کو پاک کرنا لازم ہے۔

(۷)..... حضرت مدنی، مفتی کفایت اللہ صاحب اور مفتی عبدالستار صاحبؒ کے فرامین:

حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب کے فقہی مضامین میں اس مسئلہ کی تفصیل ہے اس سے کچھ نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا فرمان:

اور اگر کوئی صورت جمع کی نکالی جائے تو یہ کہنا ممکن ہے کہ کوئی چیز ہر دو صاحبوں نے اس جماعت میں ایسی مشاہدہ کہ جو زمانہ سعادت میں نہیں پائی گئی اور اس میں افراط و تفریط کا شائبہ تھا، اس بناء پر منع کیا، نہ کہ نفس اجتماع بالذکر اور اس کی مباح کیفیت کو۔ اور اگر اس میں کوئی تخصیص ایسی کی جائے جو کہ محط انکار ہو سکتی ہے تو حلق ذکر میں کسی خاص کیفیت منکرہ پر یہ ممانعت محمول ہوگی۔ [مکتوبات جلد دوم]

حضرت مولانا مدنی نور اللہ مرقدہ کی یہ تحریر ہمارے ذکر کردہ مضمون کے موافق ہے اور اس کی تائید کرتی ہے۔ معارضہ کی ضرورت ہی نہیں۔ اس لیے ہم نے جمع (بین الاحادیث) کی صورت کو لیا ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعرئؓ دونوں ہی نے اس جماعت میں جو بات مشاہدہ کی جو کہ زمانہ سعادت میں نہیں پائی گئی اور اس میں افراط و تفریط کا شائبہ بھی تھا۔ وہ اجتماعی ذکر کرنے کا التزام تھا۔ یہی بات محط انکار ہے اور یہی وہ خاص کیفیت منکرہ ہے جس پر ممانعت محمول ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ طہرانی میں ہے: فامرہم أن یتفرقوا۔ (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ان کو متفرق ہونے کا حکم دیا) اور یہ حکم اس لئے تھا کہ ان کے ذکر میں تفرق ہو جائے ورنہ مسجد میں ہوتے ہوئے ان کے تفرق ابدان سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا بلکہ مجلس قائم رہتی۔ علاوہ ازیں ہم ممانعت کو مطلق بھی نہیں لیتے اور وہ مجالس جو تداعی کے بغیر ہوں اور

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 6..... مروجہ مجالس ذکر و رود کی شرعی حیثیت..... (759)

جن میں اجتماعی ذکر کا التزام نہ کیا گیا ہو اُن مجالس ذکر کو جائز سمجھتے ہیں اور صرف اُن مجالس ذکر کی تخصیص کرتے ہیں جن کے لئے تداعی کی گئی ہو یا جن میں اجتماعی ذکر کا التزام کیا گیا ہو کہ یہ محض انکار ہو سکتی ہے۔ تداعی کی گئی ہو یا جن میں اجتماعی ذکر کا التزام کیا گیا ہو کہ یہ محض انکار ہو سکتی ہے۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ سے تائید:

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ان لوگوں کا یہ فعل باوجودیکہ ذکر الہی اور تکبیر و تسبیح تہلیل ہی تھا مگر ان کی وضع اور ہیئت ایسی مقرر کی گئی تھی جس کا ثبوت شریعت مطہرہ سے نہیں تھا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک ناجائز اور بدعت تھا، اس پر بدعت کا حکم لگانے کی وجہ تھی صرف یہی کہ ذکر اللہ اگرچہ مطلوب اور محبوب ہے مگر اس کے لیے یہ اہتمام و اجتماع کرنا حدود شریعت سے تجاوز کرنا تھا، ہر شخص کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ بطور خود جس قدر چاہے ذکر اللہ کرے، لیکن یہ اختیار نہیں ایک جدید اور نئی صورت ایجاد کرے اور پھر اسے طریق شرعی اور موجب ثواب اعتقاد کرے۔

[کفایت المفتی: ۱۲۱/۴]

حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ (رحمہ اللہ) کے فتویٰ سے تائید:

خیر الفتاویٰ [۷۰۸/۲] میں مولانا مفتی عبدالستار مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا انکار کسی ہیئت خاصہ کی بناء پر تھا نفس اجتماعی ذکر پر نہ تھا۔ اجتماعی ذکر کی ایک شکل یہ ہے کہ سب ذکرین قصداً آواز ملا کر ذکر کرنے کا التزام کریں یا ایک کہلائے باقی مجمع اس کے پیچھے اسی کلمہ کو دہرائے جیسے بچوں کی گنتی یا پہاڑے یاد کرائے جاتے ہیں۔ اجتماعی ذکر کی یہ دونوں صورتیں محل کلام ہیں۔ اور تیسری شکل یہ ہے کہ ذکرین ایک جگہ مجتمع ہوں اور سب اپنا اپنا ذکر کریں کسی دوسرے کے ذکر کی طرف قطعاً متوجہ نہ ہوں۔ وقت و محل کی وحدت کے اعتبار سے یہ اجتماعی ذکر ہے، لیکن نفس ذکر کے لحاظ سے انفرادی ہے، یہ درست ہے۔ پس ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا انکار پہلی اور دوسری قسم کے بارے میں ہو جس کا آپ نے وہاں مشاہدہ کیا۔

[فقہی مضامین، از: مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب: ۷۰۸]

(۸)..... حضرت تھانویؒ کا فرمان:

اجتماع کے ساتھ ذکر اگر بلا التزام و بلا اعلان ہو مضائقہ نہیں اور بجز حافظ صاحب کے اور کوئی تیسرا

بھی نہ ہو۔ [تربیت السالک: ۹۲۵/۲]

دوسرے مقام پر فرمایا:

الجواب..... آئندہ اندیشہ ضرور ہے۔ بطور خود جو چاہیں ذکر و شغل کریں یہ بھی ممکن ہے۔ اہتمام

اجتماع کا بند کرنا چاہیے۔ [تر بیت السالک: ۸۱۷/۲]

(۹)..... شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا تبصرہ:

اس ناکارہ کو معلوم نہیں کہ حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ کے یہاں حلقہ کے ذکر کی کیا صورت ہے، لیکن اجتماعی ذکر میں تو بظاہر کوئی اشکال نہیں، ایک جگہ جمع ہو کے لوگ اپنے اپنے معمولات کا ذکر کرتے رہیں۔ یہ کئی نوع سے موجب تاثیر ہے، لیکن حلقہ کے متعلق اپنے اکابر سے کچھ پسندیدگی کے الفاظ سننے میں نہیں آئے۔ [تر بیت الساکین: ۶۱۰]

نوٹ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے جو اجتماعی ذکر کی صورت بیان کی کہ ایک جگہ جمع ہو کے لوگ اپنے اپنے معمولات کا ذکر کرتے رہیں یہ وہی صورت ہے جو مفتی عبدالستار صاحبؒ کی تحریر میں ذکر ہوئی۔
فقہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ کا ایک خط اور حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے جواب سے اقتباسات:

حضرت مفتی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

”یہاں جماعت کے امیر صاحب نے اہتمام ذکر کی تجویز کی ہے اور تقریباً ۲۶ آدمیوں نے اس کے لیے نام پیش کیے ہیں، مغرب کے بعد لوگ ذکر کریں گے۔ ان کی تین جماعتیں بنادی گئی ہیں، ۶ روز مرکز میں برابر ذکر ہوا کرے گا اور ساتویں روز اجتماع کا ہے، اس روز اخیر میں سب یکجائی ذکر کریں گے اور اس کی ذمہ داری اس ناکارہ کے سر ڈالی ہے۔

اقتباس جواب حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ:

دل تو بہت چاہتا ہے کہ یہ سلسلہ کسی طرح جاری ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ شانہ مدد فرمائے۔ اور خدا کرے کہ آپ کے ہی ذریعہ یہ سلسلہ چلے۔ اس لحاظ ضروری ہے کہ بدعتی صورت پیدا نہ ہو مثلاً یہ ایک حلقہ میں سب کا ذکر نہ ہو، علیحدہ علیحدہ نشستیں تجویز کریں۔ اس کو آپ خود ہی اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ ایک نشست یعنی بالکل اجتماعی صورت یہاں بھی نہ ہو، مدرسہ قدیم میں جیسے متفرق لوگ کرتے رہتے ہیں اس میں مضائقہ نہیں۔

(یہاں بھی ذکر کی تیسری صورت کی طرف اشارہ ہے جو خیر الفتاویٰ کے حوالے سے ذکر ہوئی کہ

اجتماعی ذکر کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ سب آواز ملا کر اکٹھا ذکر کریں، دوسرا یہ کہ ایک ذکر کرائے باقی مل کر

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 6..... مروجہ مجالس ذکر و درود کی شرعی حیثیت..... (761)

کریں یہ دونوں بدعت کی صورتیں ہیں تیسری صورت یہ ہے کہ سب ایک جگہ جمع ہوں لیکن ذکر اپنا اپنا کریں یہ بظاہر اجتماعی لیکن حقیقت میں انفرادی ذکر ہے۔)

مفتی صاحبؒ نے اسی مکتوب میں مزید لکھا کہ:

ان سب کے لیے احقر پریشان ہے کہ کیا کرے بغیر بیعت کے ذکر جہر مناسب ہے یا نہیں۔

جواب حضرت شیخ الحدیثؒ: مناسب نہیں۔

مفتی صاحبؒ نے یہ بھی لکھا کہ: سو کلمہ درود شریف استغفار میں تو غالباً مضائقہ نہ ہوگا۔

جواب: جہر سے نہ ہو۔ [تربیت السالکین: ۱۵۶]

(۱۰)..... حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کا موقف:

سوال میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت قاضی صاحب (حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ) کی طرف بھی منسوب کرتے ہیں۔ اب (حالانکہ) حضرت صاحبؒ کی طرف اس کی نسبت بہت بڑا دھوکہ ہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی بھی اس کی تائید نہیں کی، بلکہ بھرپور تردید کی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات اس پر شاہد ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ علیہ نے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے:

اکابر اہل سنت:

اکابر اہل سنت دیوبند قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس اللہ اسراہم نے کبھی اجتماعی طور پر ذکر جہر کی مجالس منعقد نہیں کہیں اور نہ ہی ان کے خلفاء نے ایسی مجالس کرائی ہیں۔ اپنی تحریر کے آخر میں فرمایا:

اور اکابر نے جو انفرادی طور پر ذکر جہر کی اجازت دی ہے وہ بغرض علاج ہے خود جہر مقصود نہیں ہے۔ بہر حال مروجہ مجالس ذکر بوجہ تداعی عام وغیرہ کے بدعت ہیں ان کو ترک کر چاہیے۔

[ماہنامہ حق چار یا رض حضرت جہلمیؒ نمبر جولائی تا نومبر ۱۹۹۸]

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو ایک دوسرے مقام پر تفصیل سے بیان فرمایا ہے:

قادر یہ کے نزدیک ذکر جہر بطور وظیفہ جائز ہے لیکن کسی کے نزدیک ضروری نہیں اور نہ ذکر جہر کو مسنون قرار دیتے ہیں ذکر جہر تو مبتدی کے لیے بطور علاج کے ہے کہ ایک طرف توجہ اور یکسوئی رہتی ہے اور چونکہ ذکر جہر میں مفاسد پیدا ہوتے ہیں اس لئے اکابر مشائخ دیوبند حضرت گنگوہیؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت مدنیؒ اور حضرت رائے پوری رحمہم اللہ تعالیٰ نے مروجہ مجالس ذکر منعقد نہیں کرائیں۔ نہ ہی اپنے خلفاء کو حکم دیا

اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب..... باب نمبر 6..... مروجہ مجالس ذکر و روضہ کی شرعی حیثیت..... (762)

اور نہ ہی ان کے سلسلوں میں اجتماعی ذکر کا عمل پایا جاتا ہے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض خلفاء سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجالس ذکر حضرت شیخ الحدیثؒ نے نہیں کرائیں۔

علاوہ ازیں یہ اصول تو موجود ہے کہ مستحب عمل میں تداعی (یعنی دوسروں کو بلا کر کرنے سے) بدعت بن جاتا ہے۔ چنانچہ شیخ العلماء حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ”براہین قاطعہ“ میں میلاد مروجہ کے سلسلہ میں اس امر کی وضاحت فرمائی کہ کوئی عمل مندوب و مستحب بھی تداعی ہے بدعت بن جاتا ہے اور اگر عوام اس کو واجب اور ضروری سمجھنے لگیں تو وہ بھی بدعت بن جاتا ہے۔

اور قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ کا بھی خصوصی فتویٰ نقل کیا گیا ہے کہ:

ذکر مستحب و مندوب ہے، لیکن تداعی سے بدعت بن جاتا ہے۔ البتہ وعظ و درس میں تداعی ثابت ہے کیونکہ وہ فرض ہے جیسا کہ فرائض صلوات میں تداعی ضروری ہے۔ اور ذکر اللہ کے بارے میں حضرت سہارنپوریؒ فرماتے ہیں کہ:

ذکر اللہ اُس وقت مقبول ہے کہ حسب قاعدہ شرع کے ہو نہ بطور بدعت و معصیت کے پس جو ذکر مرکب بدعت و معصیت سے ہوگا اس کی شرکت بھی ممنوع ہوگی اور منع کرنا بوجہ بدعت کے ہے نہ بوجہ ذکر کے۔ وعظ و درس فرض ہے اس کے واسطے اہتمام کرنا ضروریات دین سے ہے۔ [ایضاً، براہین قاطعہ: ۱۱۳]

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم

رضوان المصطفیٰ عفا اللہ عنہ

جامعہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال..... ۱۴۳۵ھ/۹/۸..... ۲۰۱۴ء/۷/۷

الجواب صحیح..... جمیل الرحمن عفا اللہ عنہ

خادم: دارالافتاء جامعہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال..... رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

(غیر مطبوعہ)

تحفہ غامدی مؤلفہ: محقق العصر مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہ

مرتب کی سزا، قراءتوں کی مختلف نوعیتیں، سزائے رجم، میراث، کلالہ، تصویر حدیث و سنت، الفاظ قرآن کی معانی پر دلالت، حیات عیسیٰ اور تصوف وغیرہ موضوعات پر غامدی موقف کا مختصر علمی محاسبہ

صفحات: ۷۰..... دارالافتاء: جامع مسجد الہلال، چوبرجی پارک، لاہور 0321-4374616

..... باب نمبر سات (۷).....

”اصلاحِ مفاہیم“..... اور

”اکابر کا مسلک و مشرب“

کے متعلق

اکابر اہل سنت کے فتاویٰ

..... دیوبندی بریلوی اختلافِ حقیقی یا فروعی، دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

..... دیوبندی بریلوی اختلافِ حقیقی یا فروعی، مظاہر العلوم سہارنپور کا فتویٰ

..... اصلاحِ مفاہیم کے بارے میں ایک استفتاء اور جدید علماء کی آراء

..... دیوبندی بریلوی اختلافِ حقیقی یا فروعی، مولانا عاشق الہی بلند شہری رحمہ اللہ کا فتویٰ

..... مولانا عاشق الہی رحمہ اللہ اور مولانا محمد اسماعیل بدات مدظلہم کی اپیل

..... محفل درود شریف کے متعلق حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ کا فتویٰ

..... محفل درود شریف اور عورتوں کی تبلیغی جماعت کے متعلق مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی کا فتویٰ

..... نقشہ نعل شریف سے متعلق جامعہ اشرفیہ لاہور کا فتویٰ

..... ”اکابر کا مسلک و مشرب“ اور ”اصلاحِ مفاہیم“..... مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

رسالہ ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ مسلک متح سے پہلے کی تصنیف ہے، اس سے استدلال صحیح نہیں ہے اور حضرت شیخ سہانپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے اقوال ہمارے علم میں نہیں ہیں اور بریلویوں کی مجالس میلاد اور عرس وغیرہ میں مصلحتاً شریک ہونا بھی جائز نہیں۔ اور نقشہ نعل مبارک کی کوئی اصل نہیں ہے اور استبراک اور اس کو چومنا سر پر رکھنا بے اصل ہے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے امداد الفتاویٰ ص ۸۷ ج ۴ میں اپنے رسالہ ”نیل الشفا بنعل المصطفیٰ“ سے رجوع فرمایا ہے۔ [فتویٰ دارالعلوم دیوبند]

اگر کوئی شخص بریلوی فرقہ کو اہل السنۃ الجماعۃ شمار کرتا ہے تو یہ اس کی صریح گمراہی ہے۔ [فتویٰ جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور]

رسالہ مذکورہ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب قدس سرہما کی طرف بعض ایسی باتوں کا انتساب کیا ہے جن سے بدعات کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ کے تلامذہ اور خلفاء سے درخواست ہے کہ بحکم فاصدع بما تؤمر بلا خوف لومۃ لائتم رسالہ مذکورہ کی تردید کریں اور حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ کی ذات گرامی کو بدعتوں کی اجازت دینے یا ان پر سکوت اور نرمی اختیار کرنے کی تہمت سے بچائیں۔ [از: فقیہ العصر مولانا عاشق الہی رحمہ اللہ]

خلاصہ یہ کہ اہل حق اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کے یہ عقائد نہیں ہیں۔ ان میں بعض چیزیں بدعت اور بعض بدعت سے بھی بڑھ کر ہیں۔ جن حضرات کے یہ عقائد ہیں وہ اس بارہ میں یقیناً علماء دیوبند کے مسلک و مشرب سے ہٹے ہوئے ہیں اور اہل بدعت کے ترجمان ہیں۔ اگر وہ اپنے آپ کو دیوبندی کہلوانا چاہتے ہیں تو پھر انہیں اس سلسلہ میں علماء دیوبند کے مسلک کو جو ان کی مذکورہ بالا کتب میں درج ہیں، ماننا پڑے گا۔ اور بدعت کی ترجمانی چھوڑ کر ان عقائد و نظریات سے برائت کا اعلان بھی کرنا ہوگا۔ اگر انہیں یہ منظور نہیں ہے تو پھر دیوبندی کہلوانے کا ان کو کوئی حق نہیں ہے۔ [فقہ العصر مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی]

دیوبندی بریلوی اختلاف..... حقیقی یا فروعی؟ دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں ہمارے یہاں تقریباً دو تین سال سے یہ اختلاف روز افزوں ہوتا جا رہا ہے اور ہمارے اکابر دیوبند کے مستنبین فریقین میں منقسم ہوتے جا رہے ہیں، لہذا مندرجہ ذیل امور کا مفصل و مدلل بحوالہ کتب جواب باصواب تحریر فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیں۔
بریلوی، دیوبندی اختلاف فروعی ہے یا اصولی اور اعتقادی؟ ایک جماعت کہتی ہے کہ فریقین کے درمیان یہ اختلاف فروعی ہے، اور ہمارے علمائے دیوبند اور اکابر دیوبند نے جو سختی اختیار کی تھی عارضی اور وقتی تھی کیونکہ دونوں فریق اہل سنت والجماعت میں سے ہیں اور مسلک حنفی پر قائم ہیں۔ اشاعرہ اور ماتریدیہ کے بیان کردہ عقائد پر قائم ہیں، بیعت و ارشاد میں بھی دونوں فریق صحیح طریقہ پر موجود ہیں۔

اب چونکہ اسلام دشمن عناصر قوت سے ابھر رہے ہیں، لہذا دیوبندیوں اور بریلویوں کو متحد ہو کر ان کا مقابلہ کرنا چاہیے، ماضی کے تجربات کی روشنی میں بتلائیں کہ کیا ایسا اتحاد عملاً کامیاب ہوگا کیا اس مقصد کے لئے دیوبندیوں کو اپنے اصولی موقف اور مسائل سے ہٹنا اور عرس و میلاد اور فاتحہ وغیرہ میں شریک ہونا جائز ہے؟
دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ اکابر دیوبند کا اختلاف بریلویوں سے فروعی ہی نہیں بلکہ اصولی اور اعتقادی بھی تھا اور ہے مثلاً:

.....نور و بشر کا اختلاف،

.....علم غیب کلی کا اختلاف،

.....مختار کل ہونے کا اختلاف،

.....حاضر و ناظر،

.....قبروں پر سجود کا اختلاف وغیرہ وغیرہ اہم اور عظیم ہیں،

نیز اکابر دیوبند کے بارے میں تکفیری فتویٰ انکی کتابوں میں ہیں، لہذا ان سے اتحاد کے لئے ضروری ہے کہ پہلے وہ اپنی کتابوں سے تکفیری فتاویٰ نکال دیں اور ان سے برات ظاہر کریں اور اپنے عقائد درست کریں۔
اول الذکر حضرات میلاد شریف اور عرس وغیرہ کے جواز اور استحباب پر اکابر دیوبند کے بعض اقوال سے استدلال کرتے ہیں مثلاً رسالہ مفت مسئلہ مصنفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نیز حضرت شیخ

الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ علیہ کے بعض اقوال سے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ

کیا بریلویوں کی مجالس میلاد و عرس وغیرہ میں مصلحتاً شریک ہونا جائز ہے؟

کیا انکے اعمال کو مصلحتاً برداشت کر کے متحد ہونے کی دعوت دینا جائز ہے؟

کیا یہ اختلاف اصولی اور اعتقادی ہے یا فروعی؟

کیا بریلوی بھی اہل السنۃ والجماعت ہیں؟

کیا بریلوی کی بدعات فی نفسہ ہمارے حضرات دیوبند کے یہاں بھی جائز ہیں اور مباح؟

نقشِ نعلین شریفین کی کیا حقیقت ہے؟

کیا اس سے استبراک، چومنا سر پر رکھنا وغیرہ جائز ہے؟

یہ مسائل پاکستان میں بہت عام ہوتے جا رہے ہیں، ابھی تک علماء دیوبند کے فتاویٰ کو یہ لوگ

اہمیت دیتے ہیں امید ہے کہ یہ لوگ خلاف شرع امور سے باز آجائیں۔ بینوا تو جروا۔

فقط والسلام..... المستفتی: اسماعیل بدات..... از مدینہ منورہ..... ۱۸/۱۰/۱۴۱۷ھ

☆.....☆.....☆.....☆

الجواب ومن اللہ التوفیق

حامداً ومصلياً، مسلماً أما بعد!

دوسری جماعت کا خیال صحیح ہے کہ دیوبندیوں کا بریلویوں سے اختلاف فروعی ہی نہیں بلکہ اصولی اور اعتقادی بھی ہے، اور پہلی جماعت کا خیال صحیح نہیں ہے کہ فریقین کے درمیان صرف فروعی اختلاف ہے اور دونوں فریق اہل السنۃ والجماعت میں سے ہیں اور مسلک حنفی پر قائم ہیں نیز اشاعرہ و ماتریدیہ کے بیان کردہ عقائد پر قائم ہیں۔ بیعت و ارشاد میں بھی دونوں فریق صحیح طریقہ پر موجود ہیں، کیونکہ بریلویوں (رضا خانیوں) نے اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد میں بھی اضافہ کیا ہے، اور ایسے فروعی مسائل کو بھی دین کا جزو بنایا ہے جن کی فقہ حنفی میں واقعی کوئی اصل نہیں ہے، مثلاً عقائد میں چار اصول اور بنیادی عقائد بڑھائے ہیں:

۱۔ نور و بشر کا مسئلہ، ۲۔ علم غیب کلی کا مسئلہ،

۳۔ حاضر و ناظر کا مسئلہ، ۴۔ مختار کل ہونے کا مسئلہ،

اور فروعی مسائل میں..... غیر اللہ کو پکارنا،..... قبروں پر سجدہ کرنا،..... قبروں کا طواف کرنا،..... غیر اللہ کی منتیں ماننا،..... قبروں پر چڑھاوے چڑھانا،..... میلاد و مرجع اور تعزیر وغیرہ..... سینکڑوں باتیں ان کی ایجاد

ہیں جو صریح بدعات ہیں اور بیعت و ارشاد میں بھی ان لوگوں نے بہت سی غیر شرعی چیزوں کی آمیزش کر لی ہے، مثلاً قوالی اور وجد و سماع وغیرہ۔ نیز فریق اول کا یہ قول خلاف واقعہ ہے کہ ہمارے علماء دیوبند اور اکابر دیوبند نے جو سختی اختیار کی تھی وہ عارضی اور وقتی تھی بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ دیوبندیت نام ہے — مسک بالسنہ اور تنقید عن البدعة کا ہے اکابر دیوبند کا عمل ہمیشہ ”فاصدع بما تنومر“ پر رہا ہے انہوں نے کبھی دین کے معاملے میں مداخلت نہیں فرمائی البتہ انہوں نے مقابلہ آرائی اور محاذ آرائی اور تکفیر بازی سے بھی گریز کیا ہے اور ہمیشہ نرمی اور حکمت سے اصلاح حال کی کوشش کی ہے پس آج بھی ان کے اخلاف کو یہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔

رسالہ ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ مسلک متبع سے پہلے کی تصنیف ہے، اس سے استدلال صحیح نہیں ہے اور حضرت شیخ سہانپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے اقوال ہمارے علم میں نہیں ہیں اور بریلویوں کی مجالس میلاد اور عرس وغیرہ میں مصیحتا شریک ہونا بھی جائز نہیں اور اس کی ممانعت ”ودوالو تدھن فیدھنون“ میں مذکور ہے اور لکم دینکم ولی دین میں اشارہ بھی اسی طرف ہے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے امداد الفتاویٰ ص: ۳۰۲ ج ۵ میں تحریر فرمایا ہے کہ:

”رسوم و بدعات کے مفاسد قابل تسامح نہیں“

اور ص ۳۸۰ ج ۴ کے سوال و جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ عرس وغیرہ بدعات میں جو لوگ شریک ہوتے ہیں ان کی بے ضرورت تعظیم و تکریم کرنے والے بھی ”من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی ہدم الاسلام“ کا مصداق ہیں۔

اور بعض بدعات کے فی نفسہ جائز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ امور فی نفسہ تو جائز ہوتے ہیں جیسے جناب رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ کا تذکرہ مگر التزام اور شرائط و قیود کی پابندی کی وجہ سے وہ چیزیں بدعت کے زمرہ میں داخل ہو جاتی ہیں اور وہ ناجائز ہو جاتی ہیں۔

اور نقشہ نعل مبارک کی کوئی اصل نہیں ہے اور استبراک اور اس کو چومنا سر پر رکھنا بے اصل ہے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے امداد الفتاویٰ ص ۳۷۸ ج ۴ میں اپنے رسالہ ”نیل الشفا بنعل المصطفیٰ“ سے رجوع فرمایا ہے، واللہ أعلم وعلمہ وأتم وأحکم۔

حررہ..... سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری..... مفتی دارالعلوم دیوبند..... ۲۳ ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح..... محمد ظفر الدین..... خادم دارالعلوم دیوبند..... ۲۵/۱۱/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح..... العبد نظام الدین..... مفتی دارالعلوم دیوبند..... ۲۵ ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چاریار، جولائی ۱۹۹۷ء)

مظاہر العلوم سہانپور کا فتویٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین (دیوبند) اس بارے میں کہ حضرات اکابرین دیوبند کا جماعت بریلویہ سے جو اب تک اختلاف رہا ہے، یہ اختلاف فروغی ہے یا اصولی و عقائد کا اختلاف ہے؟ اور جو بدعات بریلویوں نے اختیار کر رکھی ہیں مثلاً تیجہ، بیسواں، چالیسواں، برسی، قبروں پر سالانہ عرس، میلاد کا قیام، اجتماعی سلام وغیرہ ان امور کی اکابر دیوبند خصوصاً حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور حضرت مولانا شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنیؒ اور ان کے خلفاء و تلامذہ نے جو شدت سے ان کی تردید کی تھی کیا موجودہ علماء دیوبند اس پر قائم ہیں؟ یا اس میں کچھ خفت آگئی ہے؟ اور کیا جماعت بریلویہ کو کسی بھی اعتبار سے اہل السنۃ و الجماعت میں شمار کیا جاسکتا ہے؟

کیا ان لوگوں کا مذہب حضرات اشاعرہ اور حضرات ماتریدیہ کے موافق ہے؟

بعض ایسے لوگ ہیں جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ علیہ سے انتساب کے مدعی ہیں، انہوں نے یوں کہنا شروع کیا ہے کہ اکابر دیوبند جو بدعات سے منع فرماتے تھے وہ سداللباب تھا، اور عارضی طور ان سے بچنے کی تاکید فرماتے تھے، اور یہ کہ مصلحتوں کی بنا پر ان بدعات کو اختیار کر لینا چاہیے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا واقعی موجودہ حضرات علماء دیوبند نے بریلویوں کی بدعات کی

مخالفت میں کچھ ہلکا پن اختیار کر لیا ہے؟ اور کیا مصلحتاً ہلکا ہو جانا مناسب ہے؟

اور کیا حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ کچے دیوبندی تھے؟ ان کے اکابر نے جو سوچ سمجھ کر

بدعات، بریلویہ کا سختی سے مقابلہ کیا تھا کیا یہ شیخ الحدیثؒ کو گوارا نہیں تھا، ان سے انتساب رکھنے والے جو

بعض لوگ بریلویوں کی بدعات (جیسا کہ حال ہی میں ایک پاکستانی صاحب نے ”اکابر کا مسلک و مشرب“

کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا ہے) والے اعمال کو مصلحت کے نام سے اختیار کرنا مناسب سمجھتے ہیں، ان

لوگوں کی رائے کا کیا وزن ہے؟ کیا ان لوگوں کے انتساب سے حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ کی

شخصیت پر حرف نہیں آ رہا ہے۔ بیواؤ تو جروا۔

السائل..... اسماعیل بدات۔ مدینہ منورہ

الجواب

حضرات علماء دیوبند جن کے اسماء گرامی سوال میں مذکورہ ہیں، اور ان کے تلامذہ اور خلفاء سب کے کچھ سنت تھے، اور ہر ایسی چیز کے شدت کے ساتھ مخالف رہے جو شرعی اصول کے مطابق بدعت کے دائرہ میں آتی ہو، چونکہ حسب فرمان نبی اکرم ﷺ ہر بدعت گمراہی ہے اس لئے اس گمراہی سے امت کو محفوظ رکھنے کا اہتمام فرماتے تھے، اس سلسلہ میں ان کی چھوٹی بڑی کتابیں معروف و مشہور ہیں، اور ان کے تردیدی مضامین اور فتاویٰ اور البرہانین القاطعہ، المہند علی المہند، اور الشہاب الثاقب، امداد الفتاویٰ، اور اصلاح الرسوم میں موجود ہیں، انہوں نے سوچ سمجھ کر اپنی عالمانہ ذمہ داری کو سامنے رکھ کر خوب کھل کر نہ صرف بریلویوں کی بدعات کی بلکہ ہر اس بدعت کی (جو اعتقادی ہو یا عملی) جس کا کسی بھی علاقہ میں علم ہوا سختی سے تردید فرمائی، ان کی یہ تردید عارضی نہیں تھی۔

بدعت کبھی سنت نہیں ہو سکتی، لہذا اس کی تردید بھی عارضی نہیں ہو سکتی، اور اس کی تردید میں ہلکا پن اختیار کرنے کی شرعاً کوئی اجازت نہیں۔

حضرات اکابر دیوبند نے جو بدعت کی تردید کی اور اس بارے میں جو مضبوطی کے ساتھ اہل بدعت کے ساتھ جم کر مقابلہ کیا، ان کی اس محنت اور کوشش سے کروڑوں افراد نے بدعتوں سے توبہ کی، اور سنتوں کے گرویدہ ہوئے۔

آج اگر کوئی شخص یوں کہتا ہے کہ اب بدعتوں کی تردید میں سختی نہ کرنی چاہیے یا مصلحتاً ان کو کسی تاویل سے اپنالینا چاہیے، ایسا شخص دیوبندی نہیں ہے، اگرچہ اکابر دیوبند سے متعلق ہونے کا مدعی ہو۔
حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی قدس سرہ بہت ہی یکے دیوبندی تھے اپنے اکابر کے مسلک سے سرمو انحراف کرنا انہیں گوارا نہ تھا ان کی ساری زندگی اور ان کی کتابیں اس پر گواہ ہیں جو کوئی شخص ان کی طرف بدعت کے بارے میں ڈھیلا پن منسوب کرتا ہے، وہ اپنی بات میں سچا نہیں ہے۔

لفظ ”اہل السنۃ والجماعۃ“ کا اطلاق حضرات اشاعرہ و ماتریدیہ پر ہوتا ہے، احمد رضا خاں بریلوی اور ان کی جماعت کا ان دو جماعتوں سے کوئی تعلق نہیں، احمد رضا خاں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کلی مانتے ہیں یا یوں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو سارے اختیارات سپرد کر دیئے گئے تھے یہ دونوں باتیں اشاعرہ اور ماتریدیہ کے یہاں کہیں بھی نہیں، نہ کتب عقائد میں کسی نے نقل کی ہیں اور نہ ان کی کتابوں میں ان کا کوئی ذکر ہے، اور یہ دونوں باتیں قرآن و حدیث کے صریح خلاف ہیں، یہ سب بریلویوں

کی اپنی ایجاد ہیں۔

اگر کوئی شخص بریلوی فرقہ کو اہل السنّت الجماعت شمار کرتا ہے تو یہ اس کی صریح گمراہی ہے۔

ہم سب دستخط کنندگان کی طرف سے تمام مسلمانوں پر واضح ہو جانا چاہیے کہ اب بھی ہم اسی دیوبندی مسلک پر شدت کے ساتھ قائم ہیں جو ہمارے عہد اول کے اکابر سے ہم تک پہنچا ہے ہمیں کسی قسم کی خفت گوارا نہیں ہے۔ وباللہ التوفیق۔

محمد عاقل عفا اللہ عنہ..... صدر المدرسین

محمد سلمان..... قائم مقام ناظم

مقصود علی..... مفتی مدرسہ

عبدالرحمن عفی عنہ..... مفتی مدرسہ

مہر دارالافتاء مظاہر العلوم سہارنپور

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یا، اپریل ۱۹۹۶ء)

مشہور طہ و زندقہ جواہد احمد غامدی کے شاگرد رشید عمار خان ناصر کی فکر بیمار کا محاسبہ

امام اہل سنت کا مسلکِ اعتدال اور

حافظ عمار خان ناصر

تالیف : حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر مدظلہ

صفحات: 32 قیمت: 25 روپے

ناشر: مکتبہ صفدریہ، بہاول پور

رابطہ: دارالامین، لاہور 0307-5687800

”اصلاحِ مفاہیم“

کے بارے میں ایک استفتاء اور جید علماء کرام کی آراء

اصلاحِ مفاہیم:

مؤلفہ فضیلۃ الشیخ سید محمد بن علوی و مترجمہ مولانا حافظ انیس احمد صاحب جس کے بعض مندرجات کو جامعہ خیر المدارس ملتان کی ”مجلس تحقیقات اسلامی پاکستان“ نے قابل اصلاح قرار دیا ہے، کے بارے میں ملک کی معروف دینی درس گاہ جامعہ اشرفیہ لاہور سے استفتاء کیا گیا۔ جواب میں جامعہ کے مفتی فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب دامت برکاتہم اور جامعہ کے نائب مفتی حضرت مولانا شیر محمد صاحب نے ماہنامہ ”الخیر“ میں شائع ہونے والے تبصرہ سے اتفاق کرتے ہوئے ”اصلاحِ مفاہیم“ کے بعض مندرجات کو درست قرار نہیں دیا۔ استفتاء و جواب درج ذیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس بارے میں کہ ایک شخص یوں کہتا ہے: (۱)..... یا اللہ! بوسیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا یہ کام کر دے..... (ب) اور ایک شخص بغیر وسیلہ کے علی الاطلاق یوں کہتا ہے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا فلاں کام کر دیں، مثلاً بیٹا دے دیں۔ ان دونوں شخصوں کے بارے میں شریعتِ مطہرہ کیا حکم دیتی ہے؟

(۲)..... ارواح کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ ”ارواح اپنے پکارنے والے اور فریاد چاہنے والوں کی فریاد رسی کرتی ہیں.....“ کیسا ہے؟

(۳)..... عروس و میلاد کی مجالس ایسے اہتمام سے کرنا کہ ان سے کوئی دن نہ کوئی رات خالی رہے اور ان اجتماعات وغیرہ کو نہایت مبارک اور پُر انوار اور سُنہری قرار دینا کیسا ہے۔ نیز ان مجالس کو قائم نہ کرنے والوں پر نکیر شدید کرنا اور انہیں جاہل و احمق تک کہہ دینا یہ کیسا ہے۔ وضاحت سے جواب مطلوب ہے؟

جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

المستفتی..... عبدالرحمن تونسوی.....

معتلم افتاء: جامعہ خیر المدارس۔ ملتان

الجواب

- (۱)..... اس میں اللہ تعالیٰ سے سوال ہے یہ بالکل جائز ہے۔
 ب..... اس میں کام کرنے کو حضور کی طرف منسوب کیا گیا ہے جو کہ ناجائز اور شرک کی بُہ ہے۔
 (۲)..... بے اصل اور شرک کی بُہ ہے۔
 (۳)..... بلکہ ایسا کرنا بدعت ہے اور گناہ ہے۔ شرک کی باتیں ہیں کہ ان کا کرنے والا بدعتی قرار دیا گیا ہے۔“

حضرت مولانا شیر محمد صاحب (نائب مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور) نے فرمایا کہ میں ”مفہیم یجب اُن تصحیح“ پر ”الخیر“ میں شائع ہونے والے تبصرے سے مکمل طور پر متفق ہوں۔ اور فرمایا کہ ہمارے اس فتویٰ کو ”الخیر“ میں شائع کر دینا۔

(مستفتی) عبدالرحمن تونسوی۔

اس سلسلے میں یہ بھی قابل توجہ ہے کہ جب فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب دامت برکاتہم نے مترجم کتاب جناب مولانا انیس احمد صاحب کو کتاب کے قابل اصلاح پہلوؤں کی جانب توجہ دلائی تو انھوں نے جوابی خط میں تحریر فرمایا:

بخدمت اقدس مخدومی و مکرمی و محترمی حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہ

سلام مسنون

گرامی نامہ مکی ہفتہ قبل مل گیا تھا طبیعت پر تقاضا اس درجہ تک ہوا کہ خود قدم بوسی کے لیے حاضر ہو کر جن غلطیوں کی طرف نشاندہی کی ہے تسلیم کروں اور صورت حال بھی عرض کروں۔ مگر والد صاحب زیدہ مجدہ، نے سفر سے روک دیا کہ گھر میں بھی علالت کا سلسلہ چل رہا ہے، پھر بچوں کی اور مدرسہ کی تعلیم کا بھی حرج تھا..... ہوا یہ کہ سیدی حضرت اقدس صوفی صاحب مدظلہ العالی نے اصلاح مفہیم کا مسودہ ٹیکسلا طلب فرمایا تو میں نے والد صاحب زیدہ مجدہ، کے ذریعہ یہ مسودہ ٹیکسلا روانہ کر دیا اس میں ناکارہ کی پہلی غلطی کہ نظر ثانی کے بغیر ہی مسودہ بھیج دیا۔ دوسری غلطی یہ کہ کتابت، تصحیح اور طباعت کے وقت بندہ کو وہاں موجود رہنا چاہیے تھا مگر اس دوران بندہ مطلق گیا ہی نہیں۔

۱۔ چنانچہ نظر ثانی وغیرہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کی طباعت میں متعدد خامیاں رہ گئیں۔

۲۔ حواشی تمام کے تمام رہ گئے۔

۳۔ تقریظ حضرت مخدوم و معظم مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب اور مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم رہ گئی۔ حالانکہ والد صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس صوفی صاحب مدظلہ العالی نے بار بار فرمایا کہ یہی تقریظ اصل ہے جو کہ اکابر کے مسلک اور ہمارے موقف کو واضح کرتی ہے۔ خدا جانے کہ کیسے ہی رہ

گئی۔

۴۔ حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب مظاہری مدنی دامت برکاتہم کا مقدمہ بھی رہ گیا۔

۵۔ مزے کی بات یہ ہے کہ ہم نے نام ”قابل اصلاح مفاہیم“ تجویز کیا تھا۔ خدا جانے لفظ ”قابل“ کیسے حذف ہو گیا۔ جس پرچہ پر نام لکھ کر بھیجا تھا وہ گم ہو گیا یا کیا ہوا؟

آنجناب کے گرامی نامہ سے الحمد للہ طبیعت پر اتنا اثر ہوا کہ نظر ثانی کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ (الخ مختصراً)

محتاج دُعا..... انیس احمد عفی عنہ..... ۳۰ ستمبر ۹۴ء

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ناشرین حضرات نے بعض وجوہ کی بناء پر خود مترجم کی اصلاح و ضاحت کو بھی شائع کرنا مناسب نہیں سمجھا اور حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کی تنقیدی و اصلاحی تقریظ کو عمداً نظر انداز کیا ہے کیونکہ وہ مفید مطلب نہ تھی، گو مفید مسلک (حق) تھی..... اس سلسلے میں حضرت مولانا محمد عبید اللہ صاحب دامت برکاتہم مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور کا یہ گرامی نامہ بھی قابلِ توجہ ہے۔

عزیزم سلمہ سلام مسنون دُعاے مقرون

میرے محترم و مکرم مولانا محمد رفیع عثمانی و مولانا محمد تقی عثمانی صاحبان کی مفصل رائے کے بعد مزید کسی تقریظ و غیرہ کی ضرورت نہیں۔ ماشاء اللہ دونوں حضرات نے پوری تفصیل کے ساتھ جو تحریر فرمایا، احقر اس کی مکمل تائید کرتا ہے۔ آپ نے بروقت قدم اٹھا کر تمام علمائے حق کی طرف سے حق ادا کر دیا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

محمد عبید اللہ۔ خادم جامعہ اشرفیہ، لاہور

آخر میں اُن چند حضرات کے اسمائے گرامی دیئے جا رہے ہیں۔ جنہوں نے ”اصلاح مفاہیم“ پر مجلس تحقیقات اسلامی پاکستان کے تنقیدی و اصلاحی تبصرہ کی مکمل تائید فرمائی ہے۔ اور اسے وقت کی ضرورت قرار دیا ہے۔

۱۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم، پکوال

۲۔ حضرت اقدس سید نفیس الحسینی شاہ صاحب دامت برکاتہم، لاہور۔

۳۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم، کراچی۔

۴۔ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم، کراچی۔

۵۔ حضرت مولانا شیخ نذیر احمد صاحب، شیخ الحدیث: جامعہ امدادیہ فیصل آباد۔

۶۔ مولانا مفتی عبدالسلام چانگامی صاحب۔ رئیس دارالافتاء: علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

۷۔ حضرت مولانا جمال احمد صاحب، مفتی: دارالعلوم فیصل آباد۔

- ۸۔ حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب۔
 ۹۔ حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب، لاہور۔
 ۱۰۔ حضرت مولانا محمد اکبر صاحب، شیخ الحدیث: قاسم العلوم ملتان۔
 ۱۱۔ حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب، نائب مدیر: ماہنامہ الحق
 ۱۳۔ حضرت مولانا فیض محمد صاحب، سابق..... و شیخ الحدیث: قاسم العلوم۔ ملتان
 ۱۴۔ مولانا محمد امین صفدر اکاڑوی صاحب، رئیس: الدعوة والاشراف، جامعہ خیر المدارس، ملتان
 ۱۵۔ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب، مفتی: جامعہ مدینہ، لاہور
 ۱۶۔ حضرت مولانا عبدالغنی صاحب، سابق مدرس: جامعہ مدینہ، لاہور
 (مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یار، دسمبر ۱۹۹۴ء)

..... دارالامین [لاہور] کی مطبوعات.....

- مجلہ صفدر: فتنہ غامدی نمبر..... جاوید احمد غامدی کے گمراہ کن افکار و نظریات کا تحقیقی و علمی محاسبہ
 صفحات: 600..... رعایتی قیمت 200 علاوہ ڈاک خرچ
 عمار خان کا نیا اسلام (اجماع امت، توہین رسالت، مسجد اقصیٰ اور جہاد کے بارے عمار خان کے طحانہ نظریات کا تحقیقی جائزہ)..... مولانا مفتی عبدالواحد، مولانا مفتی شعیب احمد.....
 صفحات: 428..... رعایتی قیمت: 200
 علماء دیوبند کا عقیدہ حیات النبی اور مولانا سخی دادخوئی کے فکری تضادات، افادات: مولانا عبدالحق خان بشیر
 رعایتی قیمت: 35
 ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ (ام المؤمنینؓ کی منقبت و مدحت پر سیکڑوں اشعار)..... انجم نیازی
 صفحات:..... رعایتی قیمت: 140
 حیات النبی کی خوشبوئیں (عقیدہ حیات النبی کے موضوع پر پہلی منظوم کتاب)..... انجم نیازی
 صفحات:..... رعایتی قیمت: 140

رابطہ

دارالامین، لاہور 0307-5687800_0334-0312-4612774

مکتبہ صفدریہ، بہاول پور..... 0301-7790908

مولانا عبدالرؤف نعمانی، جامع مسجد برکت علی، اچھرہ، لاہور

حضرت مولانا عاشق الہی رحمہ اللہ کا فتویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین (دیوبند) اس بارے میں کہ حضرات اکابر دیوبند کا جماعت بریلویہ سے جواب تک اختلاف رہا ہے۔ یہ اختلاف فروعی ہے یا اصولی و عقائد کا اختلاف ہے اور جو بدعات بریلویوں نے اختیار کر رکھی ہیں۔ مثلاً تیجہ، میسواں، چالیسواں، برسی، قبروں پر سالانہ عرس، میلاد کا قیام، اجتماعی سلام وغیرہ ان امور کی اکابر دیوبند خصوصاً حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری اور مولانا شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی رحمہم اللہ اور ان کے خلفاء و تلامذہ نے جو شدت سے ان کی تردید کی تھی کیا موجودہ علماء دیوبند اس پر قائم ہیں یا اس میں کچھ خفت آگئی ہے؟ اور کیا جماعت بریلویہ کو کسی بھی اعتبار سے اہل سنت والجماعت میں شمار کیا جاسکتا ہے؟ کیا ان لوگوں کا مذہب حضرات اشاعرہ اور حضرات ماتریدیہ کے موافق ہے؟

بعض ایسے لوگ ہیں جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ سے انتساب کے مدعی ہیں۔ انہوں نے یوں کہنا شروع کیا ہے کہ اکابر دیوبند جو بدعات سے منع فرماتے تھے وہ سداً للباب تھا اور عارضی طور پر ان سے بچنے کی تاکید فرماتے تھے اور یہ کہ مصلحتوں کی بنا پر ان بدعات کو اختیار کر لینا چاہیے۔

دریافت طلب یہ امر یہ ہے کہ کیا واقعی موجودہ حضرات علماء دیوبند نے بریلویوں کی بدعات کی مخالفت میں کچھ ہلکا پن اختیار کر لیا ہے؟ اور کیا مصلحتاً ہلکا ہو جانا مناسب ہے؟

اور کیا حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ کچے دیوبند تھے؟ ان کے اکابر نے جو سوچ سمجھ کر بدعات بریلویہ کا سختی سے مقابلہ کیا تھا کیا یہ شیخ الحدیث رحمہ اللہ کو گوارہ نہیں تھا؟ ان سے انتساب رکھنے والے جو بعض لوگ بریلویوں کی بدعات (جیسا کہ حال میں ہی ایک پاکستانی صاحب نے ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا ہے) والے اعمال کو مصلحت کے نام سے اختیار کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کی رائے کا کیا وزن ہے؟ کیا ان لوگوں کے انتساب سے حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ کی شخصیت پر حرف نہیں آ رہا ہے؟ بینوا تو جروا

السائل..... اسماعیل بدات

الجواب حامداً و مصلياً

حضرات علماء دیوبند جن کے اسمائے گرامی سوال میں مذکور ہیں اور ان کے تلامذہ اور خلفاء کے متبع

سنت تھے۔ اور ایسی چیز کی شدت کے ساتھ مخالف تھے جو شرعی اصول کے مطابق بدعت کے دائرہ میں آتی ہو۔ چونکہ حسب فرمان نبی اکرم ﷺ ہر بدعت گمراہی ہے اس لیے اس گمراہی سے امت کو محفوظ رکھنے کا اہتمام فرماتے تھے۔ اس سلسلہ میں ان کی چھوٹی بڑی کتابیں معروف و مشہور ہیں ان کے تردیدی مضامین اور فتاویٰ، فتاویٰ رشیدیہ اور البراہین القاطعہ اور المہند علی المہند اور الشہاب الثاقب اور امداد الفتاویٰ اور اصلاح الرسوم میں موجود ہیں۔ انہوں نے سوچ سمجھ کر اپنی عالمانہ ذمہ داری کو سامنے رکھ کر خوب کھل کر نہ صرف بریلویوں کی بدعات کی تردید کی بلکہ ہر اس بدعت کی (اعتقادی ہو یا عملی) کا کسی بھی علاقہ میں علم ہوا سختی سے تردید فرمائی۔ ان کی یہ تردید عارضی نہیں تھی۔ بدعت کبھی بھی سنت نہیں ہو سکتی۔ لہذا اس کی تردید بھی عارضی نہیں ہو سکتی اور اس کی تردید میں ہلکا پن اختیار کرنے کی شرعاً کوئی اجازت نہیں۔ حضرات اکابر دیوبند نے جو بدعت کی تردید کی اور اس بارے میں جو مضبوطی کے ساتھ اہل بدعت کے ساتھ جم کر مقابلہ کیا ان کی اس محنت اور کوشش سے کروڑوں افراد نے بدعتوں سے توبہ کی اور سنتوں کے گرویدہ ہوئے۔

آج اگر کوئی شخص یوں کہتا ہے کہ اب بدعتوں کی تردید میں سختی نہ کرنی چاہیے یا مصلحتاً ان کو کسی تاویل سے اپنالینا چاہیے۔ ایسا شخص دیوبندی نہیں ہے اگرچہ اکابر دیوبند سے متعلق ہونے کا مدعی ہو۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی قدس سرہ بہت کچھ دیوبندی تھے اپنے اکابر کے مسلک سے سر مو انحراف کرنا انہیں گوارہ نہ تھا۔ ان کی ساری زندگی اور ان کی کتابیں اس پر گواہ ہیں جو کوئی شخص ان کی طرف بدعت کے بارے میں ڈھیلا پن منسوب کرتا ہے وہ اپنی اس بات میں سچا نہیں ہے۔ لفظ اہل سنت والجماعت کا حضرات اشاعرہ اور ماتریدیہ پر اطلاق ہوتا ہے۔ احمد رضا خان بریلوی اور ان کی جماعت کا ان دونوں جماعتوں سے کوئی تعلق نہیں۔

احمد رضا خان سے نسبت رکھنے والے جو رسول اللہ ﷺ کے لیے علم غیب کلی مانتے ہیں یا یوں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو سارے اختیارات سپرد کر دیے تھے یا یہ کہ رسول اللہ ﷺ بشر نہیں تھے یہ باتیں اشاعرہ اور ماتریدیہ کے یہاں کہیں بھی نہیں ہیں۔ نہ کتب عقائد میں کسی نے نقل کی ہیں نہ ان کی کتابوں میں ان کا کوئی ذکر ہے اور یہ باتیں قرآن و حدیث کے صریح خلاف ہیں۔ یہ سب بریلویوں کی اپنی ایجاد ہیں۔ اگر کوئی شخص بریلوی فرقہ کو اہل السنۃ والجماعت میں شمار کرتا ہے تو یہ اس کی صریح گمراہی ہے۔

و بالله التوفیق و یدہ ازمۃ التحقیق

و أنا العبد الفقیر..... محمد عاشق الہی بلند شہری عفا للہ عنہ

مدینہ منورہ..... ۱۴/ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ

(مطبوعہ: ماہنامہ انوارِ مدینہ، جون ۱۹۹۵ء)

اپیل

مولانا محمد اسماعیل بدات [خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد زکریا] اور مولانا عاشق الہی مدنی مدظلہ العالی کی
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کے تلامذہ خلفاء کے نام اپیل

حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ نے اپنے سینکڑوں شاگرد چھوڑے ہیں جنہوں نے آپ سے ہی سنن ابوداؤد شریف اور بخاری شریف پڑھی ہیں اور سو کے قریب اپنے خلفاء بھی چھوڑے ہیں جو خلفاء فسی الطریقة تھے۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ حضرات اکابر دیوبند اصحاب شریعت بھی تھے اور اہل طریقت بھی، لیکن انہوں نے ہمیشہ شریعت کو طریقت پر مقدم رکھا اور طریقت کو صوفیہ کی مروجہ بدعات سے پاک اور صاف کر دیا۔ جو بھی کوئی شخص بدعات کا داعی کھڑا ہوا انہوں نے اس کی بڑی شد و مد کے ساتھ تردید کی اور ہر طرح کی بدعات کا قلع قمع کیا۔ یہ بدعات رسول اللہ ﷺ کی محبت کے عنوان سے تھیں جن میں میلاد شریف وغیرہ کی تواریخ کی تخصیص اور اس میں قیام کا التزام بھی تھا اور ایصالِ ثواب کے عنوان سے جو فاتحہ کا رواج تھا جس کا کوئی شرعی ثبوت نہ تھا۔ ان حضرات نے ان کا بدعت ہونا بھی واضح فرمایا۔

اب چار پانچ سال پہلے ایک صاحب نے بنام ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے عنوان سے ایک رسالہ شائع کیا ہے جو حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ کی خلافت کا مدعی ہے۔ اس میں انہوں نے إدخال البریلویۃ فی الدیوبندیۃ کا کام کیا ہے اور فرمایا ہے کہ بریلوی دیوبندی دونوں اہل سنت ہیں اور یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرات اکابر دیوبند نے جو بدعات کی تردید کی تھی وہ سداً للذریعة تھی اور وقتی طور پر تھی۔ اس رسالہ میں انہوں نے کوشش کی ہے دیوبندی مسامحت اور مسابہلت اختیار کریں اور بدعتوں کے اپنانے پر شدت نہ کریں اور جو شخص اور ان بدعتوں کو اختیار کرے محبت نبوی ﷺ کے پیش نظر ان کی برداشت کر لیا جائے۔

ان لوگوں کی ان باتوں کی بعض حضرات نے تردید تو کی ہے اور بعض رسائل میں ان کے خلاف مضامین بھی آئے ہیں لیکن جس شان سے تحریر و تقریر کے ذریعہ ان کی تردید کرنا لازم تھا۔ خاص کر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے خلفاء اور تلامذہ کو اس کے بارے میں ہمت اور جرات کی ضرورت تھی اب تک اس کا مظاہرہ نہیں ہوا۔ ڈر ہے کہ حضرات کی خاموشی ان لوگوں کی تائید کا بہانہ نہ بن جائے جو بریلویت کو دیوبندیت میں داخل کرنے کی مہم لے کر چلے ہیں۔ اس موقع پر مسامحت، مدہانت کی حد تک پہنچ گئی ہے بدعتوں نے جو رواج پایا ہے۔ زیادہ تر اس کا سبب یہی ہوا ہے کہ علماء کرام تعلقات کی وجہ سے یا تاویلات کر کے یا اہل بدعت کو مخلص سمجھ کر خاموشی اختیار کر گئے پھر جب پانی سر سے اونچا ہو گیا تو پھر بند نہ باندھ سکے۔ عرسوں میں جو کچھ ہو رہا ہے۔

وہ ان حضرات کی اسی ابتدائی مسامحت اور مدہانت کا نتیجہ ہے جنہوں نے یہ کہہ کر اغماض کر لیا کہ چلو کیا حرج ہے؟ مریدین ایصالِ ثواب کے لیے ہی توجع ہوتے ہیں آگے جو کچھ ہوا نظروں کے سامنے ہے۔

رسالہ مذکورہ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب قدس سرہما کی طرف بعض ایسی باتوں کا انتساب کیا ہے جن سے بدعات کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ کے تلامذہ اور خلفاء سے درخواست ہے کہ بحکم فاصدع بما توامر بلا خوف لومۃ لائم رسالہ مذکورہ کی تردید کریں اور حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ کی ذات گرامی کو بدعتوں کی اجازت دینے یا ان پر سکوت اور نرمی اختیار کرنے کی تہمت سے بچائیں۔

اسماعیل بدات محمد عاشق الہی بلند شہری عفا اللہ عنہ

(مطبوعہ: ماہنامہ.....)

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

محفل درود شریف کے متعلق فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و حاملانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض دوستوں کا خیال ہے کہ صبح اور عشاء کی اذان اور فرضوں کے درمیان مسجد میں ایک طرف چادر بچھا کر گٹھلیوں پر درود شریف اجتماعی شکل میں پڑھ لیا جائے جو لوگ درود شریف نہیں پڑھتے وہ بھی اس طرح پڑھنے لگ جائیں گے اور اجتماعی عبادت کا زیادہ ثواب بھی حاصل ہو جائے گا۔

مگر ساتھ ہی علماء کرام سے اس اجتماعی شکل کے متعلق استفتاء بھی مطلوب ہے کہ اس طرح کرنے سے خدا نخواستہ خلاف سنت کوئی بات تو نہیں بن جاتی۔ نیز انفرادی شکل میں پڑھنا زیادہ بہتر ہوگا یا اس خاص صورت کے اجتماعی انداز کے ساتھ زیادہ بہتر ہے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب اگر کبھی کبھی ایسا ہو تو جائز ہے گو اس میں بھی لوگوں کے ذکر و فکر اور عشاء کی سنت غیر مؤکدہ غائب ہوں گی۔ لیکن کچھ روز بعد یہ لازمی چیز بن کر بدعت ہو جائے گی ممکن ہے کسی جگہ ہو بھی وہ میرے علم میں نہیں انفرادی شکل میں ہی افضل ہے جہاں اجتماعی صورت مناسب تھی حضور ﷺ نے خود بتادی ہے۔ ہم کو اس پر زیادتی کرنے کا حق نہیں ہے اور عمل کے درجہ میں حضور ﷺ پر اعتراض کا حق نہیں بلکہ گناہ ہے کہ حضور ﷺ کو یہ بھی لازم کرنا چاہیے تھا یا مثلاً سنت کرنا چاہیے تھا۔

لفظ جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ مسلم ناؤن لاہور

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یار، جولائی ۱۹۹۷ء..... صفر، ربیع الاول ۱۴۱۸ھ)

محفل درود شریف اور عورتوں کی تبلیغی جماعت کے متعلق اہم فتویٰ

باسمہ تعالیٰ

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس مسئلہ کے متعلق:

(۱)..... نفلی عبادات مثلاً درود پاک کی مجلس یا ذکر کی مجلس میں لوگوں کو بلانا اور اجتماعی ذکر جہر یا خفی

کے بعد طعام کا بندوبست برائے ترغیب کرنا۔

(۲)..... عورتوں کا پردے کا پورا پورا اہتمام کر کے محرموں کی رفاقت میں تبلیغی مقصد کے لیے با

جماعت نکلنا۔

احقر زکاء الحق عفی عنہ چھ بی جیل روڈ فیصل آباد

الجواب

(۱)..... نماز کا درجہ سب سے زائد ہے اور سب کو معلوم ہے کہ بلا بلا کر نفل کی جماعت تحریمی مکروہ

ہے، حتیٰ کہ جہاں جمعہ نہیں ہو سکتا وہاں جمعہ پڑھنے سے نفل، عید پڑھنے سے نفل ہوتی ہے۔ چونکہ دعوت دیکر ہوئی شامی باب عیدین میں مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ نماز استسقاء نماز کسوف حدیث سے ثابت ہے۔ وہ مستثنیٰ ہیں یہ اور سب چیزیں جو نماز سے کم درجہ کی ہیں، بدرجہ اولیٰ دعوت دیکر کرنے سے مکروہ ہیں اس لیے حضرت شاہ ولی اللہ کے سلسلہ میں ان کی کہیں ترغیب نہیں کہیں منقول نہیں۔

(۲)..... آیت و قرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاہلیتہ الاولیٰ گھر سے باہر جانے کی

سوائے مجبوری کے عورت کو اجازت نہیں۔ نہ عورتوں کو نکلنا درست ہے نہ محرم کے ساتھ نہ بغیر محرم کی یہ محرم کی قید تو سفر کی تھی کہ وہ بغیر محرم کے حرام ہے۔ سفر جب جائز نہیں ہے اور تبلیغ فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں ہے جب مرد کر رہے ہیں تو عورتوں پر یہ نہیں ہے دوسرے مردوں پر بھی گناہ نہیں۔ اور نکلنے کے بعد جو فسادات پیدا ہونگے۔ وہ الگ ہیں۔ ان کا غلبہ ہوگا آخر غور تو کرنا چاہیے۔ پانچوں نمازیں عورتوں پر فرض ان کے لیے تو نکلنا جائز نہیں جبکہ جماعت مردوں پر واجب ہے عورتوں پر کیوں نہیں ہے۔ جب فرض نماز و جماعت نہیں تو اور کوئی کام ان سے بڑھ کر ہو سکتا ہی نہیں لہذا فتنہ سے خالی نہیں۔ (مطبوعہ: حق چار یار، دسمبر ۱۹۹۵ء)

نقش نعل شریف سے متعلق ایک فتویٰ

محترم حضرت مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نعل مبارک جو آپ کے قدم مبارک سے مس کر گیا اس کے تبرک ہونے سے انکار جاہل کرے گا یا ملحد لیکن
۱- اس کا نقش اپنی قلم سے بنالینا اور اس کا فوٹو کیا وہ بھی تبرک ہے۔ بالفاظ دیگر تبرک چیز کی تصویر بھی تبرک ہوتی ہے؟

۲- سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر شے ہمارے لئے اُسوہ حسنہ ہے۔ آپ کی پگڑی جیسی پگڑی باندھنا، قمیص جیسی قمیص پہننا باعث سعادت ہے اور محبت کا تقاضہ ہے اگر کوئی آپ کے نعل مبارک کے نقشہ کے مطابق موچی سے نعل تیار کروالے تو اس کا استعمال کرنا محبت کا تقاضہ ہے یا بے ادبی ہے۔ اگر بے ادبی ہے تو کیوں؟ اور اگر اس نمونہ میں نعل سلوا کر پہننا سعادت ہے تو ایک آدمی کے پہننا ہوا نعل بھی نعل مبارک کی مثل ہوگا تو اس کو رات کی تاریکی میں سر پر رکھ کر تو سل کرنا بھی باعث برکت ہوگا۔
روضہ اقدس کی تصویر، بیت اللہ کی تصویر کو تو لوگ تبرک سمجھنے لگ گئے اگر کل کو ناقۃ النبی، نعل النبی، حمار النبی کی تمثال بازار میں آگئی تو لوگوں کو روکنا کیا آسان ہوگا؟ اس لیے تصویر کے مسئلہ پر روشنی ڈالیں کہ تبرک چیز کی تصویر کا کیا حکم ہے؟

المستفتی:..... عبد المجید غفرلہ

جامعہ اسلامیہ باب العلوم (رجسٹرڈ) کھروڑ پکا

الجواب

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رقم طراز ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار تبرکہ طیبہ سے برکت حاصل کرنا تو علماء متقدمین اور صحابہؓ و تابعینؓ سے ثابت ہے لیکن آثار و اشیاء تبرکہ سے مراد یہ ہے کہ ان چیزوں کے متعلق یہ بات ثابت ہو کہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی استعمال کی ہوئی اشیاء (مثل جبہ مبارک یا قمیص مبارک یا نعل مبارک) یا حضور

کے جسم اطہر کے اجزاء، (مثلاً موئے مبارک) یا حضور کے جسم اطہر کے ساتھ مس کی ہوئی چیزیں ہیں (مثلاً اس خاص پتھر کے جس پر قدم مبارک رکھنے سے نشان بن گیا ہو) لیکن ان میں سے کسی چیز کی تصویر بنا کر اس سے برکت حاصل کرنے کا معتد اہل علم و ارباب تحقیق سے ثابت نہیں۔

اگر تصویر سے تبرک حاصل کرنا بھی صحیح ہو تو پھر نعل مبارک کی کوئی تخصیص نہ ہوگی بلکہ جبہ مبارک، قمیص شریف، موئے مبارک اور قدم شریف کی کاغذ پر تصویریں بنانے اور ان سے تبرک و توسل کرنے کا حکم اور نقشہ نعل مبارک سے تبرک و توسل کا حکم ایک ہوگا اور ایک ماہر الشریعہ اور ماہر نفسیات اہل زمانہ اس کے نتائج سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ جن بزرگوں نے نعل مبارک کے نقش کو سر پر رکھا، بوسہ دیا، اس سے توسل کیا، وہ ان کے وجدانی اور انتہائی محبت بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اضطرابی افعال ہی ان کو تعیم حکم اور تشریع للناس کے موقع پر استعمال کرنا صحیح نہیں۔

نیز اس امر کا بھی کوئی ثبوت نہیں کہ نعل مبارک کا یہ نقشہ فی الحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کی صحیح تصویر ہے۔ یعنی حضور کے نعل مبارک کے درمیانی پٹھے (شراک) کے وسط میں اور آگے کے تسموں (قبالین) پر ایسے ہی پھول اور نقش و نگار بنے تھے جیسے اس نقشہ میں بنے ہوئے ہیں اور بلا ثبوت صورت ہیئت کے حضور کی طرف نسبت کرنا بہت خوفناک امر ہے۔ اندیشہ ہے کہ من کذب علی متعمدا (الخ) کے مفہوم عموم میں شامل نہ ہو جائے۔ کیونکہ ہیئت کے ساتھ اس کو مثال نعل مصطفیٰ قرار دینے کا ظاہر مطلب یہی ہے کہ اس کو مثال قرار دینے والا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ حضور نے ایسی نعل مبارک استعمال کی تھی جس کے پٹھوں اور اگلے تسموں پر اس قسم کے پھول بنے تھے اور اس طرح کے نقش و نگار بھی تھے۔ پھر یہ سوال بھی پیدا ہوگا کہ یہ نقش و نگار ریشم سے بنائے گئے تھے یا کلاہتوں اور زری کے تھے یا محض ٹھپہ تھا اور ان تمام امور میں سے کسی ایک کا بھی ثبوت مہیا نہ ہوگا اور اختلاف احوال سے مختلف حکم لگائے جائیں گے وغیرہ وغیرہ

بہر حال تصویر کو اصل کا منصب دینا اور اس کے ساتھ اصل کا معاملہ کرنا احکام شرعیہ سے ثابت نہیں۔ اگر حضور کی نعل مبارک جو حضور کے قدم مبارک سے مس کر چکی ہو، کسی کو مل جائے تو زہد سعادۃ۔ اس کو بوسہ دینا، سر پر رکھنا سب صحیح مگر نعل کی تصویر اور وہ بھی ایسی تصویر جس کی اصل سے مطابقت کی بھی کوئی دلیل نہیں، اصل نعل مبارک کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔

ہمارے اکابر سے حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے اپنے رسالہ ”زاد السعید“ کے آخر میں نعل مبارک کا نقشہ دیا اور توسل کا طریقہ بھی تحریر فرمایا۔ اس پر ہی مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا فتویٰ رقم فرمایا۔ نیز ایک اور سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

”اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی استعمال کی ہوئی نعل شریف کسی کو مل جائے تو زہد سعادۃ اور فرط محبت سے اس کو بوسہ دینا، سر پر اٹھالینا بھی موجب سعادۃ ہے۔ مگر یہ تو اصل نعل نہیں، اس کی تصویر ہے اور یہ بھی متیقن نہیں کہ یہ تصویر اصل کے مطابق ہے یا نہیں اور تصویر کے ساتھ اصل شے کا معاملہ کرنا شریعت میں معہود نہیں ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک، پائے مبارک، موئے مبارک اور قمیص مبارک کے ثبوت سے قطع نظر کر لی جائے تو پھر آج ہی بے شمار تصویریں بن جائیں گی اور ایک فتنہ عظیمہ کا دروازہ کھل جائے گا۔ جن بزرگوں نے اس تصویر کے ساتھ محبت کا معاملہ کیا، وہ ان کے والہانہ جذبات محبت کا نتیجہ تھا۔ مگر دستور العمل قرار دینے کے لیے حجت نہیں ہو سکتا۔“ [کفایۃ المفتی: ۶۰/۲، ۶۱]

یہ دونوں فتوے حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ نے حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی خدمت میں ارسال فرمائے تو حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے ان کے ملاحظہ کے بعد جو آخری رائے قائم فرمائی، وہ یہ ہے:

”میں نے جب رسالہ ”نیل الشفا بنعل المصطفیٰ“ لکھا تھا، جس کو غالباً چھتیس سال کا زمانہ ہو گیا، گو اس میں بھی کافی احتیاطیں کر لی گئی تھیں۔ منشا میں بھی کہ ثقات سے نقل کیا گیا اور ناشر میں بھی کہ آخر میں غلو سے اہتمام کے ساتھ روک دیا گیا تھا مگر تاہم اتنے مفاسد محتملہ سے ذہن خالی تھا لیکن پندرہ سال سے زائد مدت گزری کہ اس قسم کے شبہات قلب میں پیدا ہوئے کہ عوام غلو نہ کرنے لگیں۔ اس کے چند روز بعد ایک صاحب توفیق نے اس کے متعلق استفسار کیا جس کا جواب لکھ کر میں مطمئن ہو گیا۔ یہ جواب ”النور محرم“ ۴۲ھ کے صفحہ ۹ میں بعنوان ”تنبیہ بر اصلاح معاملہ باتمثال نعل شریف“ شائع ہوا ہے۔ پھر مزید احتیاط کے لیے ”النور شوال“ ۴۴ھ کے صفحہ ۲۰ میں اس تنبیہ کی تجدید اس عبارت سے کر دی کہ ”نیل الشفاء“ کے متعلق ”النور“ ص ۹، جلد ۱۳ ایک تنبیہ شائع ہوئی ہے۔ اس کے خلاف نہ کریں۔ اھ

اب محمد اللہ دوسرے علماء (مراد مفتی کفایت اللہ صاحب ہیں۔ [ناقل]) کی تحریر سے بھی میرے مقصود کی تائید ہو گئی۔ پس کسی کو غلو کی گنجائش نہیں رہی اور اس مفصل و مکمل تحقیق کے بعد احقر کی تحریرات میں باہم بھی اور دوسرے بھی حضرات اہل تحقیق کی تحریر سے بھی تعارض کا احتمال نہیں رہ سکتا لیکن اگر اب بھی کسی کے خیال میں تعارض کا شبہ ہو تو اس کے لیے میں اعلان کرتا ہوں کہ دوسرے حضرات کی تحقیق پر عمل کیا جائے اور میری تحریر کو مرجوع بلکہ مجروح و ممنوع عنہ بلکہ مرجوع عنہ سمجھا جائے۔ فقط:

[کفایۃ المفتی: ۶۰/۲ امداد الفتاویٰ: ۳۳/۴]

پھر اس رجوع کے مضمون کو حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے مفتی صاحب موصوف سے کہہ کر شائع

کرایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

”نوٹ:

اگر ممکن ہو کم از کم اس مضمون کو مکمل یا ملخصاً جلد ہی شائع فرمادیں۔ پھر خواہ مستقلاً

وہو اولیٰ یا اخبار میں۔“ اشرف علی۔ [امداد الفتاویٰ، کفایت المفتی: ۲۸/۲]

ہمارے اکابر دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ نے امت کو غلو، بدعات اور ضلالت سے بچانے کا ہر ممکن طریقہ اختیار فرمایا اور مسلک اعتدال اہل السنّت والجماعت پر خود بھی سختی سے قائم رہے اور امت کو بھی اسی کی تلقین فرماتے رہے مگر افسوس کہ آج بعض نادان دوست جو اپنے کو اکابر کے مسلک و مشرب کا پابند بتاتے ہیں اور حقیقت راہ اعتدال سے ہٹ کر بدعات کے مرتکب ہو رہے ہیں اور ان بدعات کو ہی اکابر کا مسلک و مشرب بتاتے ہیں۔ جب کہ ان اکابر کی ساری زندگی رد بدعات اور ترویج سنت میں صرف ہوئی۔ جیسا کہ ان کی کتب فتاویٰ سے ظاہر ہوتا۔ امید ہے کہ نقشہ نعل شریف کے بارے میں ان اکابر کی تحریرات سے اطمینان ہو جائے گا۔

هذا هو الحق، فماذا بعد الحق إلا الضلال. والله أعلم بالصواب

شیر محمد علوی

خادم دارالافتاء: جامعہ اشرفیہ، لاہور

(مطبوعہ: ماہنامہ حق چار یار، نومبر ۱۹۹۵ء)

حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہم..... بتصدیق: فقیہ العصر مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ

”اکابر کا مسلک و مشرب“..... اور..... ”اصلاح مفاہیم“ سے متعلق ایک اہم فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کے خلفاء میں سے حضرت صوفی محمد اقبال صاحب اور حضرت پیر عزیر الرحمن ہزاروی صاحب، اور ان کے تبعین اور خلفائے کرام نے چند ایسے عقائد اختیار کیے ہیں، جو علماء دیوبند کے مسلمہ عقائد و نظریات کے خلاف ہیں۔

مثلاً مولانا عزیر الرحمن صاحب نے اپنی کتاب: اکابر کا مسلک و مشرب میں لکھا ہے کہ:

حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ، چونکہ میلاد شریف، فاتحہ خوانی، عرس وغیرہ اور بعض دیگر اعتقادی مسائل مختلف فیہا کو شرک و بدعت نہیں مانتے۔ اس لیے ان سب کو برداشت کر لینا چاہیئے۔

۲: حضرت مولانا عزیر الرحمن صاحب نے اکابر علماء دیوبند کی طرف عرس وغیرہ کرنے کی نسبت کی ہے، اور حضرت صوفی محمد اقبال صاحب نے بریلوی عالم دین محمد بن علوی کی کتاب: مفاہیم کو تصدیق و تصویب کے ساتھ اپنے خلیفہ انیس احمد کے ذریعہ سے اردو ترجمہ کے ساتھ اصلاح مفاہیم کے نام سے شائع کرایا ہے۔ جس میں درج کیے گئے عقائد و نظریات میں سے چند یہ ہیں:

۱: بلا وسیلہ براہ راست انبیاء کرام اور اولیاء کرام سے اس طرح دعا کرنا جائز ہے کہ: یا رسول اللہ میرا فلاں کام کر دے، یا رسول، میری بیٹائی لوٹا دے۔ یا رسول مجھے شفا بخش دے، میرا دین ادا کر دے۔

۲: اس کتاب مفاہیم میں ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء کرام سے اس طرح براہ راست بیٹا، پوتا، رزق صحت وغیرہ مانگنا درست ہے۔ اور اسے شرک قرار دینا باطل ہے۔

۳: مفاہیم میں ہے کہ ایسی چیز کو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے براہ راست مانگنا جائز ہے، جو بندے کی قدرت کے تحت داخل نہیں ہیں۔ بلکہ جس کا عطا کرنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ جیسے مہلک بیماریوں سے شفا دینا، بارش برسانا وغیرہ ذلک۔ ان عقائد و نظریات کے اختیار کرنے کی وجہ سے محققین علماء دیوبند اور مفتیان کرام نے حضرت صوفی محمد اقبال اور پیر عزیر الرحمن صاحب پر جرح فرمائی

ہے، اور رجوع پر توجہ دلائی ہے، لیکن صوفی محمد اقبال صاحب نے رجوع نہیں کیا، نہ ہی پیر عزیز الرحمن صاحب نے رجوع کیا ہے۔ اور یہ حضرات اور ان کے تبعین آج بھی ان عقائد و نظریات پر قائم ہیں، اور حتیٰ الوسع ان عقائد و نظریات کو جائز قرار دینے کی کوشش میں ہیں، آیا اس حالت میں صوفی محمد اقبال صاحب کے خلفاء میں سے کسی کی یا مولانا عزیز الرحمن صاحب کی بیعت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی بیعت کر چکا ہے یا کر لیتا ہے تو کیا اس کو ایسی بیعت باقی رکھنی چاہیئے یا ختم کر دینی چاہیئے۔

المستفتی: محمد افضل جھنگوی

معرفت مولوی عبدالغنی صاحب مدرس جامعہ محمودیہ جھنگ

☆.....☆.....☆.....☆

الجواب

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

حضرت اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کا مسلک اور ان کے عقائد و نظریات بالکل وہی ہیں، جو ناجی طاغہ اہل السنۃ والجماعت کے ہیں، اور اہل سنت والجماعت کے عقائد و نظریات قرآن و سنت کے عین مطابق ہیں فقہ حنفی میں بھی اہل سنت والجماعت کی ترجمانی کی گئی ہے۔ دیوبند کے اکابر مشائخ سب کے سب اہل سنت والجماعت حنفی ہیں، یہ حضرات فروع میں حضرت امام ابو حنیفہ اور اصول و اعتقادات میں حضرت ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ اور حضرت ابومنصور ماتریدی رحمہ اللہ کے مقلد ہیں۔ اسی طرح طریقت میں صوفیائے کرام کے مشہور چار طرق نقشبندیہ، سہروردیہ، قادریہ، چشتیہ کے ساتھ ان کو مکمل انتساب حاصل ہے۔ غرضیکہ یہ حضرات شریعت و طریقت کے جامع اور وقت کے جید علماء ربانی اور کامل اولیاء ہیں۔ سنت کے انتہائی درجہ متبع اور بدعت و شرک کے قاطع ہیں۔ احقاق حق اور ابطال باطل کے سلسلہ میں ان کی خدمات تاریخ کا ایک سنہری باب ہے۔ دین کے بارہ میں کوئی بات ایسی نہیں فرماتے جس پر قرآن کریم یا سنت، اجماع امت یا کسی امام کا قول ان کے پاس نہ ہو۔

ان کے عقائد کی متفقہ دستاویز: المہند علی المہند، کی درج ذیل عبارت سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے۔

چنانچہ شیخ المجد ثین حضرت علامہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہ، المہند کی تمہید میں ارقام فرماتے ہیں:

إنا بحمد الله ، ومشايخنا رضوان الله عليهم أجمعين وجميع طائفتنا وجماعتنا مقلدون لقدوة الأنام ، وذروة الإسلام ، إمام الهمام ، الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان رضي

اللہ عنہ فی الفروع۔ ومتبعون للإمام الہمام أبی الحسن الأشعری والإمام الہمام أبی منصور الماتریدی رضی اللہ عنہما فی الاعتقاد والأصول۔ ومنتسبون من طرق الصوفیة إلى الطریقة العلیة المنویة إلى السادة النقشبندیة، والطریقة الزکیة المنسوبة إلى السادة الجشتیة، وإلى الطریقة البهیة المنسوبة إلى السادة القادریة، وإلى الطریقة المرضیة المنسوبة إلى السادة السهروردیة، رضی اللہ عنہم أجمعین، ثم ثانیاً إننا لا نتکلم بکلام ولا نقول قولاً فی الدین إلا وعلیہ عندنا دلیل من الکتاب أو السنة أو إجماع الأمة أو قول من أئمة المذهب... الخ [۳۰]

فقہ حنفی کی بعض کتب میں بدعات کی صراحت تردید ہے۔ اسی طرح اکابر علماء دیوبند نے بھی محفل میلاد اور عرس وغیرہ کو بدعت قرار دیا ہے۔ جیسا کہ حضرت اقدس گنگوہی رحمہ اللہ کی ”تذکرۃ الرشید“ اور حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کی ”البراہین القاطعہ“ اور حضرت حکیم الامت تھانوی کے ”مواعظ میلاد“، نیز ”اصلاح الرسوم“، ”إمداد الفتاوی“ وغیرہ دیکھنے سے واضح ہے۔ سوال میں مذکور عقائد و نظریات یقیناً غلط ہیں۔ علماء دیوبند نے اپنی کتب میں ان کی تردید فرمائی ہے۔ رسالہ: ”مسلک و مشرب پر تحقیقی نظر“ میں اس کی تفصیل قابل ملاحظہ ہے۔ اسی طرح کتاب اصلاح مفاہیم میں جو عقائد درج کیے گئے ہیں وہ بھی صحیح نہیں ہیں، ان کی تردید بھی حضرت والد ماجد صاحب یادگار اسلاف، ترجمان مسلک علماء دیوبند حضرت اقدس مفتی عبدالشکور ترمذی مدظلہم کے مضمون ”اصلاح مفاہیم پر تحقیقی نظر“ میں موجود ہے۔ اہل علم تفصیل کے لیے اس کا مطالعہ فرمائیں۔ حضرت مدظلہم کا یہ مضمون ماہنامہ ”حق چار یار“ میں طبع ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں ماہنامہ ”الخیر“ ملتان میں بھی ان نظریات پر سیر حاصل تبصرہ اور تنقید طبع ہو چکی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اہل حق اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کے یہ عقائد نہیں ہیں۔ ان میں بعض چیزیں بدعت اور بعض بدعت سے بھی بڑھ کر ہیں۔ جن حضرات کے یہ عقائد ہیں وہ اس بارہ میں یقیناً علماء دیوبند کے مسلک و مشرب سے ہٹے ہوئے ہیں اور اہل بدعت کے ترجمان ہیں۔ اگر وہ اپنے آپ کو دیوبندی کہلوانا چاہتے ہیں تو پھر انہیں اس سلسلہ میں علماء دیوبند کے مسلک کو جو ان کی مذکورہ بالا کتب میں درج ہیں، ماننا پڑے گا۔ اور بدعت کی ترجمانی چھوڑ کر ان عقائد و نظریات سے برائت کا اعلان بھی کرنا ہوگا۔ اگر انہیں یہ منظور نہیں ہے تو پھر دیوبندی کہلوانے کا ان کو کوئی حق نہیں ہے۔

شیخ طریقت کے لیے ضروری ہے کہ وہ شریعت کا تبع اور سنت پر چلنے والا ہو۔ خود بھی کامل ہو اور دوسروں کی بھی صحیح راہنمائی کر سکتا ہو، نہ یہ کہ بدعات کا ترجمان اور اہل بدعت سے منسلک ہو۔ اس لیے اگر کوئی شخص بدعتی پیر سے بیعت کر لے، تو اس کو بیعت کا توڑنا واجب ہے۔ اسی طرح بدعتی کو شیخ بنانا بھی جائز نہیں۔ کما قال الشیخ سعدی: آنکہ خویشستن گم است، کرار اہبری کند، شیخ کامل کی شرائط و علامات میں سے یہ

بھی ہے کہ: اس کے اعمال و عقائد میں فساد نہ ہو۔

حضرت اقدس حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں: ”چونکہ بدون علامت تلاش ممکن نہیں، اس لیے اس مقام پر شیخ کامل کے شرائط و علامات مرقوم ہوتے ہیں۔ اول: علم شریعت سے بقدر ضرورت واقف ہو۔ خواہ تحصیل سے یا صحبت علماء سے۔ تاکہ فسادِ عقائد و اعمال سے محفوظ رہے۔ اور طالبین کو بھی محفوظ رکھ سکے، ورنہ مصداق: اوخو یشتن گم است کہ راہبری کند، کا ہوگا۔

[تعلیم الدین: ۶۰/۱]

نیز شیخ الطائفہ حضرت اقدس حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی ہے:

”اور اسی طرح جو درویشوں کا منکر ہو، اس سے نیز بدعتی سے دُور دُور رہے۔ اور ایسے درویش سے

کہ جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو، دور رہے۔ الخ۔ [ضیاء القلوب بحوالہ قصداً السبیل: ۳۶]

حضرت شیخ الطائفہ نور اللہ مرقہ بدعتی اور سنت کے خلاف پیر سے نہایت تاکید کے ساتھ دور رہنے

کی ہدایت فرما رہے ہیں، جو حضرات اپنی بدعات کے جواز کے لیے حضرت حاجی صاحب کا سہارا لیتے ہیں، یہ ارشاد ان کے لیے سرمہ بصیرت ہے۔

حضرت اقدس گنگوہی اور حضرت اقدس تھانوی قدس سرہما حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے

مسلک کی شرح اور وضاحت فرما چکے ہیں، اس لیے ان عقائد و نظریات اور رسومات کو حضرت رحمہ اللہ کے نام سے جائز قرار دینا ہرگز صحیح نہیں ہے۔..... فقط: واللہ اعلم بالصواب۔

وفی هذا كفاية لمن له دراية..... والله ولي التوفيق والهداية

سید عبدالقدوس ترمذی غفرلہ..... ۱۴۲۱/۶/۲ھ

☆.....☆.....☆

تصدیق فقیہ وقت حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله خاتم المرسلين، وعلى آله

واصحابه اجمعين۔

بعده: عرض آنکہ اس زمانہ میں شر و فساد اور شیوع بدعات و محدثات میں سنت پر عمل کرنا بہت بڑا

جہاد ہے۔ اور بدعات کو سنتوں سے ممتاز کرنا بہت بڑا کارِ ثواب ہے۔ علماء کرام کو اس کی طرف توجہ کرنی

چاہیے۔ اس سلسلہ میں حضرات اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ کی یہ خاص امتیازی شان ہے کہ، وہ ادنیٰ درجہ کی

بدعات سے بچنے کے ساتھ دوسروں کو بچنے کی ہدایت فرماتے ہیں۔ اور جن امور میں شبہ شُرک ہو، اس سے

تو بہت ہی دور رہنے کو ضروری خیال فرماتے ہیں۔ ان حضرات کی کتابیں آج کل کی بدعات و رسومات اور شرکیات کے رد میں موجود ہیں۔ اُن کو ملاحظہ فرمالیا جائے۔ اس جواب میں بھی بعض کتابوں کا حوالہ دے دیا گیا ہے۔ ہمارے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان بدعات کی ہمیشہ تردید فرمائی ہے۔ ان پر عمل کبھی نہیں فرمایا۔ آخر میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی کبھی تمام عمر میں مروجہ مولود وغیرہ بدعات پر عمل نہیں فرمایا: اور سوال میں جن کلمات سے شرک کی بو آتی ہے، ان کے اختیار کرنے کا تو وسوسہ بھی ان حضرات کی طرف کرنا جائز نہیں ہے۔

احقر نے اس فتویٰ کو حرفاً و غور سے پڑھا ہے۔ علماء دیوبند کی ترجمانی اس فتویٰ میں کی گئی ہے۔ اور علماء احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے قواعد فقہیہ کے بھی یہ فتویٰ موافق ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں، اور ہم سب کو سنت پر عمل کرنے اور بدعات سے اجتناب کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ فقط : واللہ اعلم
سید عبدالشکور ترمذی، غفی عنہ

جامعہ حقانیہ، ساہیوال، سرگودھا

۱۴۲۱/۶/۴ھ

(غیر مطبوعہ)

..... باب نمبر آٹھ (۸)

مالکی صاحب کے قضیہ سے متعلقہ دستی تحریرات و فتاویٰ کے عکس

- ☆..... دارالعلوم دیوبند کے فتوے کا عکس
- ☆..... مظاہر العلوم سہارنپور کے فتوے کا عکس
- ☆..... حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کے مکتوب گرامی کا عکس
- ☆..... مولانا عاشق الہی کے فتوے اور مکتوب کا عکس
- ☆..... مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کے مکتوب گرامی کا عکس
- ☆..... مولانا مفتی فرید صاحب رحمہ اللہ کے رجوع نامے کا عکس
- ☆..... مولانا حسن جان شہید رحمہ اللہ کے مکتوب گرامی کا عکس
- ☆..... دارالعلوم کراچی کے فتوے کا عکس
- ☆..... مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی کے فتوے کا عکس
- ☆..... جامعہ اشرفیہ کے فتوے کا عکس
- ☆..... جناب علوی مالکی کی کتب جن کے بریلویوں نے ترجمے کرائے اور طبع کیں، اُن کے مانعہوں کے عکس
- ☆..... جناب حافظ صفیر احمد صاحب کے خط کا عکس
- ☆..... بریلوی رسالے ”جہانِ رضا“ کا عکس
- ☆..... مجلس ذکر و بیعت کی تداعی پر مشتمل ایک اشتہار
- ☆..... ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ کے ناشرین کی خیانت کا عکس ثبوت

☆..... دارالعلوم دیوبند کے فتوے کا عکس

رسالہ فقید ہند سالہ ۱۰ مسلک شیعہ پر ہے جس کی تصنیف ہے اور ہے اس کے لالہ حسین ہیں اور حضرت شیخ سہاروی رحمہ اللہ کے
اپنے اقوال ہمارے علم میں نہیں ہیں اور بریلوی کی مثال ملے اور اس میں ملامت ہے کہ نہ کہ باہمی جہیز نہیں ہے اور اس کا مانتا ہے
اور لفظ یہ رسول مبارک کی کہ اعمال نہیں ہیں اور ہے اس کے بار اور کو چرنا سر پر لکھنا ہے اصل

☆..... مظاہر العلوم سہارنپور کے فتوے کا عکس

اور اس شخص پر میں زور کر رہا ہوں سنت والجماعت میں کس قدر ناچہ تو یہ اس کی طرح گمراہ ہے۔
☆..... حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کے مکتوب گرامی کا عکس

وہ مٹا دیا مسکرا دیر بند ہی سے خلع ف نہیں بلکہ روح اسلام سے خلع دیا گیا ہے

☆..... مولانا عاشق الہی رحمہ اللہ کے مکتوب گرامی کا عکس

جو کہ نزدیکی مجموعی
حیثیت سے یہاں ہے تمام رافضیہ کرنے کے قابل ہے، لہذا
براہین یلوت بھلے گئے اس کا شائع کرنا ضلیم ہے

☆..... مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کے مکتوب گرامی کا عکس

میں آج بھی علمی کا لٹی کو بریلوی عقیدہ کا حامل رہتا ہوں
نئے آج ہمارے اس کی شکل ہر دیکھ اندر بھی دیکھنا چاہتا ہوں

یہ کتاب ہمارے یو یو بند کے مسلک و مشرب کی ہر جزو جان نہیں ہے

جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کا فتویٰ

JAMIA
MAZHAR ULOOM



جامعہ مظاہر العلوم

Date 06/12/1995

حاشا دامعلیاً

الجواب

التاریخ ۱۲/۶/۱۴۱۶ھ

حضرت علماء دارالہند کے اسرار میں سوال میں مذکور ہیں۔ اور ان کے علاوہ اور علماء سب کے متبع سنت نے اور ہر ایک چیز کی شدت کے خلاف ہے جو شرعی امور کے مطابق بدعت کے دائرہ میں آئی ہو جو نہ حسب زمان میں اگر مصلی اللہ علیہ وسلم پر بدعت مگر ایسی چیز اسلئے پس گراہی سے استکواف غور رکھنے کا بہانہ بناتے تھے۔ اس سلسلے میں ان کی جیواں پر ان میں مروت و مشہور ہیں اور ان کے نزدیک یہ مضامین اور فتاویٰ، فتاویٰ بنیہ اور البراہین العاطفہ اور الہند علی المغنہ اور الشہاب الثاقب، احوال الفتاویٰ اور احوال الفتاویٰ میں موجود ہیں۔ انہیں یہ سوچ سمجھ کر اپنی مالمانہ ذمہ دار کا کما حقہ دیکھ کر غیب کھلی کر صرف بریلویوں کی بدعت کی عکس ہر اس بدعت کی (معاذ اللہ) یا علی (جس کا کسی بھی علم پر اسستی سے تردید نہ ہو)۔ ان کی یہ تردید عارضی نہیں تھی۔

بدعت کبھی سنت نہیں ہو سکتی۔ لہذا اس کی تردید بھی عارضی نہیں ہو سکتی۔ اور اس کی تردید میں ہلکا بن اختیار کرنے کی خواہش اور اجازت نہیں حضرت اکابر دہلوی نے بدعت کی تردید کا اور اس بار میں جو مضامین کیساتھ اپنی بدعت کیساتھ ہم کرنا دیکھا کہ ان کی اس سنت اور روشنی سے کوڑوں افراد نے بدعتوں سے توبہ کی۔ اور سنتوں کے گرویدہ ہوئے۔

آئے اگر ان شخصوں کو کہنا ہے کہ اب بدعتوں کی تردید میں کتنی نکتوں پر یا علی (جس کا کسی کو کسی نکتہ سے انبالتیا جانی ہے)۔ ایسا شخص دہلوی نہیں ہے۔ اگرچہ اکابر دہلوی سے متعلق ہر نکتہ کا مدعی ہو۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد کریم صاحب، کمانڈر صلی فیہ السلام، بدعت ہی کیجئے دہلوی تھے اپنے اکابر کے مسکن سے ہوتا انہوں نے گوارا نہ تھا۔ ان کی ساری زندگی انہوں نے ان کی بات میں سچائی ہے۔

نقطہ ”اہل سنت والجماعت“ کا اطلاق حضرت اہل عروہ اور ائمہ پر ہوتا ہے۔ احمد رضا علی بریلوی اور ان کی جماعت کا ان دو جماعتوں کے کوئی تعلق نہیں۔ احمد رضا خان جو مولیٰ اللہ علیہ وسلم کیلئے اعلیٰ غیب کی مانند ہیں یا یوں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمارت سے اختیارات پر درستی تھے یہ دونوں باتیں اضافہ اور تاثر بدعت کے ہیں کہیں بھی نہیں ہیں۔ نہ کہتے معاندانوں کی سنا نقل کی ہیں اور نہ ان کا کہنا ہے کہ ان کا کوئی ذکر ہے۔ اور یہ دونوں باتیں قرآن و حدیث کے خارج خلاف ہیں۔ یہ سب بریلویوں کی انبیاری ہیں اور ان شخصوں پر بدعت گردان سنت والجماعت میں شاکر نہا ہے تو یہ کسی طرح گراہی ہے۔

باب نمبر ۸ کے تحت کان کنی سے خارج مسلمانوں پر واضح ہوا چاہیے کہ اب بھی دہلوی بدعت پر شدت کیساتھ قائم ہیں جو مکرر عہدہ داران کا بہت بڑا گناہ ہے۔ ان کے لئے کثرت صحت گوارا نہیں ہے۔ و بائنا آنسوین



مفت محمد رفیع صاحب

جامعہ مظاہر العلوم

صدرالاساتین

بِسْمِ اللّٰهِ
 من ابی الزاہد
 الی مستتر المقام جناب حضرت مولانا صاحب دایم مجدد ص
 وعینکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
 آپ کا محبت نامہ موصول ہوا ذرہ نازک کا تہ دل ہزار شکر ہے

محترم! راتم اشیم کبر پستی (عمر قمری حساب سے ۱۳ سال ہے) گونا گون علموں
 بے حد مصروفیت اور آنکھوں میں کموتیا آنے کی وجہ سے صنف بھارت
 کا شکار ہے بس اب راتم اشیم کے لئے خاتمہ علی الدیانا کا دھارپن
 نہ تھا جبہ مذکور راتم نے دیکھی ہے اور نہ ہمت و فرست ہے تاکہ دیکھ
 یکم شجبان سے انشاء اللہ اعزیز دورہ تفسیر شروع ہو گا جس
 میں مختلف ممالک اور علاقوں کے فارغ التحصیل علی و اور منشی
 طلبہ شریک ہوتے ہیں (گزشتہ سال تقریباً چھ سو تھے)
 یکم شجبان سے آخر رمضان تک کھانسی کا وقت بھی نہیں ملتا
 میں نے اخیر میں مولانا مفتی عبدالستار صاحب کی تردید پڑھی ہے
 اور کسی بزرگ کی تردید نہیں پڑھی ہے اسکا حجت مفتی صاحب نے کتاب
 مذکور میں جن مسائل کی تردید کی ہے وہ بالکل حق ہے
 وہ مسائل مسلک دیر بند ہی کے خلاف نہیں بلکہ روح اسلام کے خلاف
 حاضرین سے سلام منوں عرض کریں اور مقبول دعاؤں میں نہ بھروسہ والہ
 ۲۲ رجب ۱۴۱۵ھ
 ۳۰ دسمبر ۱۹۹۹ء

حضرت مولانا عاشق الہی رحمہ اللہ کا مکتوب گرامی بنام مولانا سمیع الحق صاحب

☎ 8367205

Muhammad Ali Babar
AL-BARNI

P.O.Box 706
Madina Munawwara
Kingdom of S.Arabia

Date _____

الشيخ محمد بن عبد الله

مُحَمَّدٌ عَاشِقُ اللَّهِ الْبَرِّ تَبِيٍّ

الفتی بدارالعلوم کراچی (سابقاً)

ص ب: ٧٠٦ - المدينة المنورة

المملكة العربية السعودية

الغرض ۱۲۱۵/۱۰

كُتِبَ فِي يَوْمٍ ثَوِيٍّ - يَوْمِ نَسْفِ السَّعْدِ - سَمِعَ الْوَلَدُ - دُرَّةَ نَرْسَ - عَبْدَ الْعَزِيزِ - فَصْلًا - دَا الْبَدْعِ

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته - اتمنى ان يكون هذا البريد قد وجدته

سند این نام - عنبر الرحمن ہزاروں گول گول ہے - انہوں نے ایک سال
نہا کر کامیاب و شرب نامی سال نکالے - ۱۵۱۶ء میں مدظلہ فرمایا ہوگا -

اچھن کو شہر لایا کہ دولتیت بن برطونیت داخل کر دیا تھا اور برطونوں
 ان بہت سے چیزوں کو گوارہ کر دیا تھا۔

اسی خدمتِ مہنہ فرائض کی نورانی خدمتِ چل سائل میں آجی ہیں
معلوم ہوا ہے کہ اس وقت مذکور جامعہ مقاصد کو ذریعہ خدمت کے ماننے پر ہے۔

اگر ایسا ہے۔ تو اب حضرات پروردگار ہے کہ کوئی ایسا مضمون شائع نہ کرے
فرمانی جس سے عوام و خواص پر راضی ہو جا۔ (اب تمہیں اگرچہ جانے
سے ناغہ ہے مگر اب اگر دوسرے کے فرقے سے بیٹ لگایا ہے۔

ہیں کہ ہم واضح طور پر اعلان کرتے ہیں کہ اس کے پیش کردہ سلام میں جو باتیں

دیکھیں کہ ہیں۔ ان سے جیسے ادراک کے ذمہ دار بائیس بری ادراک ہیں۔

[illegible]

ابن کثیر از علی - ابوبکر بدعا دعا را می بیند پس آن دعا ای سید عالم بخواند - ملازم الرحمن
الکبریا نام آید - بسیار پیش نور من افتاد و حضرت خیر المومنین هم معتقد به حقیقت آن است

برون، و دیگر خدمت ها کو مشاوری است و این مهیال ارباب بنام شری هم دارای منزلت در اسلام میباشند اینها

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کے مکتوب گرامی کا عکس

محمد یوسف لدھیانوی
بسم اللہ الرحمن الرحیم

جامع مسجد باب الترجمہ
پرائمری مدرسہ ام ایس جی روڈ کراچی ۷۴۳۰۰
فون ۷۷۸۰۳۳۷

نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
استاذ حدیث جامعہ العلوم الاسلامیہ نوری ٹاؤن
مدرسہ ماہنامہ "بیتنا" کراچی
اسلام آباد قریب کراچی سائبر ایوان کمانڈر جنرل کے کچی

میرے بعض خالص احباب مجھے اطلاع دی ہے کہ علوی مالکی جہاں
کتاب "اصلاح نفاہیم" پر کثیر تاثرات اور بیانات سیراسکی شریعت
کے لیے کچھ نا عافیت انداز میں حضرت سید سید علیوں
اور سید احباب میری غلط فہمی پر اور رہے ہیں کہ میں نے
اپنی تحریر کے برائے کما حقہ رد کیا ہے اور جناب علوی مالکی جہاں
رجحان پر دور مجھے شاذ ذلیل سلسلہ میں خلافت دی ہے۔ یہی حال
ہذا بہتان عظیم۔ سیر اسے حضرات کو اللہ کے ذریعے اور عند اللہ مستحکم
کی یاد دہانی راستہ ہوئے عرض کروں گا کہ کمال قیامت کے دن اگر اللہ تعالیٰ آپ
اس بہتان و افتراء پر توجہ فرمائے تو آپ کے پاس کیا جواب ہوگا؟
میں آج بھی علوی مالکی کو بریلوی عقیدہ کا حامل اور مبتدع سمجھتا ہوں۔
سیر آج ہمارے اس کمال ہنس دیکھ اندھ بھی دیکھتا جاتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ
سے بدعت و ہدائی کے فرقے سے بڑا ہونا ہوا اور خاتمہ بالخیر دعا کرتا ہوں

والسلام



۱۵ دسمبر ۱۹۹۸

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کے مکتوب گرامی کا عکس

محمد بن یوسف لدھیانوی

علہ نبوی ماؤن ○ کو ای ۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخدوم و مکرم جناب پروفیسر احمد عبدالرحمن مہدی لقی صاحب : زید . السلام درود اللہ وبرکاتہ

نامہ کرم سے بدیہ مرسلہ اصلاح مفہیم کافی دنوں سے آیا رہا تھا . کثرت غلغلہ کتاب

انکار دیکھنے کی بھی مہلت نہ دی ، اور خود لبیبیت بھی اس طرف مائل نہ ہوئی . یہ نامارہ تو

اے قاری کیا میں بجاقت کہہ چکا تھا ، کیا ایک خیال آیا کہ جناب منتظر جواب ہوں گے

چنانچہ کتاب کو پڑھا ، داعیہ پیدا ہوا کہ اس پر کسی قدر مفصل تبصرہ کروں ، مگر غلغلہ کی وجہ سے

نہیں دیتے ، اس کے منتظر لکھتا ہوں کہ کتاب کے بعض مباحث تو بڑے ایمان افشا ہیں . مگر جناب

مصنف نے جلد جلد محتمل تین اثبات کی پیوند کاری کی ہے ، اور شکر میں اپنے منفرد

انکار (مفہیم) کا زبردہ ہے . لہذا کتاب کے پاس میں اس نامارہ کی رائے جناب محترم مولانا

الاجاز الہانہ مفتی عبدالستار (مدرسہ مفتی جامعہ خیرالارسلان) کے ساتھ متفق ہے .

یہ کتاب ہمارے اکابر دیوبند کے مسلک و مشرب کی ہرگز ترجیح نہیں ، اور اس سے امت کے

دریائے اتحاد و اتفاق کی جو امیدیں وابستہ کی گئی تھیں وہ نہ صرف صوبہ ہند کے معدوم ہیں ، بلکہ عکس

اس نامارہ کا احساس یہ ہے کہ امت تو امت ، یہ کتاب ہمارے احباب کے درمیان مخالفت و

مخابرت اور تشکیک و انشقاق کی موجب ہوگی ، اگر کتاب کے ترجمہ اور اس کی اشاعت

سے کچھ نامارہ سے رائے لی جاتی تو یہ نامارہ نہ ترجمہ یا مشورہ دیتا ، نہ اشاعت کا ، جن حضرات

نے اس پر تصدیقات ثبت فرمائی ہیں اس نامارہ کا احساس ہے کہ انہوں نے پڑھے محض نوافل

کی نہ محسن فن اور عقیدت سے مخلوب ہرگز کبھی ہرگز اور اگر کسی نے پڑھا ہے تو اس کو حسیات طم

سبب پر ، نہ ۲۷ اکابر کے مسلک کو میسر ہو رہا ہے ، بلکہ اس نامارہ کو یہاں تک

”حسن فن“ ہے کہ بہت سے حضرات نے کتاب کے نام کا مفہیم بھی نہیں سمجھا ، اگر ان سے دریافت

کیا جائے کہ ”مفہیم“ کی وجہ ان بصح کیا کیا مطلب ہے؟ تو شاید تیرنٹ نہ پڑنے لگا سکیں . چنانچہ

اس کے اردو نام ”اصلاح مفہیم“ غازی کرنا ہے کہ ترجمہ لگا ، اس کا مطلب نہیں سمجھا . امید ہے کہ ان احوال

مردمات کے بعد مفصل تبصرہ کی حاجت نہ ہوگی . دعوت ضابطہ کا محتاج ادو ملحق ہوں . (درج)

محمد یوسف لدھیانوی

یہ کتاب ہمارے اکابر دیوبند کے مسلک و مشرب کی ترجیح ان ہرگز نہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کے مکتوب گرامی کا عکس

برادرِ معزز اسماعیل مسیح دررحمۃ ربہ دربرکاتہ
 آج کل کا حیات و ولایت و شکایات کا کچھ
 اعتبار نہیں۔ مولانا عزیز الرحمن دلو اپنے دل میں نے چاہا بھی
 ان کو برا نہیں کہا اب میں نہیں کہتا، لیکن ”اگر آپ کا حکم
 و مشرب“ نامی رسالہ مورخہ اصلاح مناصب“ کے بارے میں
 میری جو رائے پہلے تھی وہ اب بھی ہے اس میں بال بڑا برہمی تبدیلی
 نہیں ہوئی۔ باقی ان تمام خبروں کا اصرار کرنا اس کو برا سمجھنا
 ہے کہ میرے دینا ملک بدلنے کے بعد اس کے سوا کیا کہہ سکتا
 ہوں کہ لوگ قومیت سے زیادہ ہمیں شہر اور عقلمند ہیں۔

والسلام
 محمد یوسف لدھیانوی
 ۲۳/۲/۱۹۱۰ء

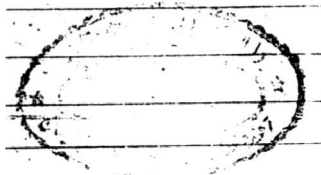


حضرت مولانا مفتی محمد فرید کا
 رجوع نامہ

جناب مولانا مرحوم اللہ صاحب سلمہ الرحمۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ انا لہدیس اللہ کریم کرس کہ آپ فریت سے جو
 اصلاح مناصب کے متعلق وضع رہے کہ اس کتاب کے چند مقامات دیکھ کر وہ
 پسند آئے تو میں نے اس کے متعلق لکھا اس کے مصنف سے میں بالکل ناواقف تھا
 رسالہ حق چارہا سے معلوم ہوا کہ یہ مصنف علماء اہل حق کے دشمن و کامنہج سے
 اور ان ائمہ اہل اللہ سے متاثر ہے اگر مجھے قبل یہ معلومات ہوتے تو بعد میں اس پر
 کلمت نہ آتا۔

محمد یوسف لدھیانوی



شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حسن جان رحمہ اللہ کے مکتوب گرامی کا عکس

بسم الله الرحمن الرحيم

Mohammad Hassan Jan

Ex. Member National Assembly Pakistan
N. A. 5. Distt. Charsadda,
Phone : 2244 - 2255



مولانا محمد حسن جان
شیخ الحدیث جامعہ امداد العلوم
پشاور صدر . لون : 71497-2

Ref. No.
حفظہ در

Date. 17.4.95
بیلہ انشاء
11/12/1415ھ

فضیلۃ الشیخ مولانا القاسمی مظہر حسین المحترم

- ۱۔ علیہ درجۃ الشرف و بکالہ ۱
جناب ما دونہ باعث معلوما ہوا
میں نے خود علوی مالکی جی کا کتاب حول الاحتفال بالمولد النبوی
لغیا دیکھی آپ کے حوالہ جات سے معلوم ہوئی، البتہ ان
کی دوسری تصنیفات اصول حدیث اور مناقب امام مالکؒ پر جو بھی ہیں
۲۔ اب اصلاح فہمیم کے بارے میں آپ کی طرف سے کافی تردیدات شائع
ہوئی ہیں میرے خیال ناقصا میں مزید تردیدات شائع کرانے کی
ضادرت لکھتا رہی، اس لئے میں خط کو بھی شائع نہ کر رہا
اور مولانا غفرلہ الرحمۃ کو بھی لکھوں گا کہ میری تقریظ کو متائع نہ
کر رہا
۳۔ جہلم کے جلسہ میں شرکت کرنے اور جناب کی زیارت کی بڑی تمنائی
مگر اس دن کو حفظہ والہم بزرگوار کی ایک جائداد کا مقدسہ میں
میری حاضری ضروری تھی اس لئے والہم بزرگوار نے جلسہ میں شرکت
کرنے کا اجازت لکھا دی اور شرف ملاقات سے محروم رہا
دعاؤں کی درخواست ہے

حضرت مولانا حسن جان صاحب نے شائع نہ کرنے کا فرمایا ہے۔ لیکن اس مکتوب
گرامی کی افادیت کے پیش نظر ان کا گرامی نامہ شائع کیا جا رہا ہے (ادارہ)

مولانا ہزاروی کے رجوع نامہ سے متعلق دارالعلوم کراچی کا فتویٰ

الجواب جلد ۱ و مصلیٰ

ایک صاحب نے ہمیں ایک غیر مطبوعہ قلمی خط کی فوٹو کاپی دی ہے، کہ یہ مولانا عزیز الرحمن صاحب کے اپنے ہاتھ سے تحریر کردہ خط کی فوٹو کاپی ہے اور اس پر جو دستخط ہیں، اس کے بارے میں دینے والے نے یہ بتایا کہ یہ مولانا عزیز الرحمن صاحب کے دستخط ہیں، اگر نیا واقعی مولانا عزیز الرحمن صاحب کے خط کی فوٹو کاپی ہے، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ”اصلاح مفاہیم“ پر اپنی تقریظ اور رسالہ ”اکابر کا مسلک و شرب“ کے محتویات سے رجوع فرمایا ہے، اور آئندہ ان کی اشاعت کی ممانعت فرمائی ہے۔ اس خط کے چند اہم اقتباسات ذیل میں ملاحظہ ہوں:

۱) ”چونکہ آپ نے اپنے گرامی نامہ میں لکھا ہے کہ اصلاح مفاہیم پر میری تقریظ اور رسالہ اکابر کا مسلک و شرب سے یہ اثر ملتا ہے کہ مذکورہ بالا بدعات اور رسومات کا میں حامی ہوں، اس لئے میں اصلاح مفاہیم پر اپنی تقریظ اور رسالہ اکابر کا مسلک و شرب سے رجوع کرتا ہوں، آئندہ کوئی بھی اس تقریظ اور رسالہ کو شائع نہ کرے اور نہ ہی حوالہ دے۔“

(۲) ہمارے مرشد پاک حضرت شیخؒ نے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھے گئے مضمون میں تحریر فرمایا کہ ”یہ ناکارہ حذو اعلیٰ بالعلیٰ ان حضرات (اکابر دیوبند) کا چاند قبیح ہے، اور اس ناکارہ کی تحریر میں کوئی لفظ انکی تحقیق کے خلاف ہو تو وہ لغو، ناقابل التفات اور مردود ہے۔“ تو یہ سیارہ کا بھی اپنے آقا حضرت شیخؒ قدس سرہ کی اتباع میں یہی کہتا ہے، لہذا رسالہ اکابر کا مسلک و شرب میں بلکہ میری سابقہ کسی بھی تحریر یا تقریر میں کوئی لفظ یا جملہ ان مجوبین و مقبولین اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف ہو تو میں اس سے برات کا اعلان کرتا ہوں۔“

(۳) نیز مجلس مولود، عرس، استمداد اور ندائے غیب وغیرہ جتنے مسائل میں دیوبندی بریلوی اختلاف ہے، میں ان تمام مسائل میں بحمد اللہ اپنے اکابر علماء دیوبند و اولیاء دیوبند کو حق پر سمجھتا ہوں، اور انہیں کا قبیح ہوں اور ان کے مسلک کے خلاف ہر چیز کو غلط سمجھتا ہوں۔“

ان اقتباسات میں دو چیزوں کا ذکر ہے، اصلاح مفاہیم پر اپنی تقریظ اور رسالہ اکابر کا مسلک و شرب اور اس کے محتویات سے رجوع، دوسری اپنے آپ کو اکابر علماء دیوبند کا مکمل مقلد و قبیح ظاہر کرنا اور اس کا بڑی صراحت و تاکید کے ساتھ اقرار کرنا۔ لہذا اگر یہ واقعہ مولانا موصوف ہی کا خط ہو تو اس صورت میں مذکورہ تمام مسائل میں مولانا موصوف کو مسلک دیوبند کا موافق و قبیح سمجھا جائے گا، اور جب تک وہ اپنے عمل یا قول جدید سے اس کے خلاف نہ کریں، اس وقت تک ان کی طرف مذکورہ تقریظ اور رسالہ اور آراء و نظریات صحت کو منسوب نہیں کرتا چاہیے۔

لیکن چونکہ مولانا کی تقریظ اور انکار رسالہ اکابر کا مسلک و شرب خاصے بڑے پیمانے پر مطبوعہ شکل میں شائع ہوا ہے اور وہ

مولانا ہزاروی کے رجوع نامہ سے متعلق دارالعلوم کراچی کا فتویٰ

مسلک بزرگان دیوبند کے خلاف ہے تو آپ جبکہ مولانا ان دونوں سے رجوع کر رہے ہیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ یہ رجوع بھی کم از کم اس لئے ہی ہوئے مئے پر چھوڑ کر شائع کریں تاکہ توبۃ السمر بالسمر والعلائیۃ بالعلانیۃ پر عمل ہو اور عوام کو ان دونوں تحریروں سے جو نقصان پہنچا ہے اسکا ازالہ ہو سکے..... نیز مولانا نے اپنے اس خط کے (اگر یہ نہیں کا خط ہے) اقتباس نمبر ۲ میں یوں فرمایا:

” لھذا رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب میں بلکہ میری سابقہ کسی بھی تحریر یا تقریر میں کوئی

لفظ یا جملہ ان مجاہدین و مشہورین اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف ہو تو میں اس سے برات کا اعلان کرتا ہوں۔“

اس اسلوب کلام سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ مولانا موصوف اپنی تقریظ اور رسالہ کے محتویات جو بزرگان دیوبند کے موقف کے خلاف ہیں، جتنی طور پر ان حضرات کے مسلک کے خلاف نہیں سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ محتویات مسلک بزرگان دیوبند کے یقینی طور پر خلاف ہیں، اس لئے مفتاب کو بجائے مطلق رجوع کے صاف اور واضح انداز میں ان غلط مسائل سے رجوع کرنا چاہئے، تاکہ اس سلسلہ میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہ رہے۔

اور جہاں تک انے بیعت ہونے کا مسئلہ ہے تو وہ اگر اپنا رجوع اس انداز سے شائع کر دیے جیسا کلام پر ذکر ہوا تو موصوف کی یہ تقریظ اور رسالہ جن سے رجوع فرمایا ہے بیعت کرنے والوں کیلئے بیعت سے مانع نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح

امام فاضل شریعت مولانا محمد امجد علی

۲۰/۲/۱۴۲۳ھ

عصمت اللہ عصمت اللہ

دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۳

۲۰/۲/۱۴۲۳ھ



الاجاب صحیح

امام فاضل شریعت مولانا محمد امجد علی

دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۳

۲۰/۲/۱۴۲۳ھ



الاجاب صحیح

امام فاضل شریعت مولانا محمد امجد علی

۲۰/۲/۱۴۲۳ھ



حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی رحمہ اللہ کا تائید و تصدیق کردہ فتویٰ
نظریات اور رسومات تو غیرت برائے نام سے جائز قرار دینا بزرگ بزرگ ہیں۔

فقط واسد اعلم بالصواب

وفي هذا كفاية لمن شاء دراية بالله وفي التمييز والصدقية

کتبہ الاحقر السيد عبدالقدوس ترمذی غفرلہ ۱۶/۲/۱۴۲۱ھ

جامعہ حقایقہ ساہی وال سرگودھا

- الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على من سولنا خاتم المرسلين علي

آله واصحابه اجمعين -

بعدہ عرض آنکہ اس زمانہ شر و فساد اور شیوع بدعات و محدثات میں
سنت پر عمل کرنا بہت بڑا جہاد ہے۔ اور بدعات کو سنوئے ^{میں} ممتاز کرنا
بہت بڑا کارنامہ ہے علماء کرام کو اس کی طرف توجہ کرنی چاہیے اس سلسلہ
میں حضرات اکابر دیوبند رحمہم اللہ کی یہ خاص امتیازی شان ہے کہ وہ ادنی بدعت کی
بدعات سے بچنے کے ساتھ دوسروں کو بچنے کی ہدایت فرماتے ہیں۔ اور جن امور
میں شائبہ شرک کا ہو اس سے تو بھت ہی دور رہنے کو ضروری خیال فرماتے ہیں
ان حضرات کی کتابیں اس جمل کی بدعات و رسومات اور شرکیات کے رد میں
موجود ہیں ان کو ملاحظہ فرمایا جائے۔ اس جواب میں بھی محض کتابوں کا حوالہ
دے دیا گیا ہے ان کو ضرور ملاحظہ کیا جائے۔

ہمارے حضرات اکابر رحمہم اللہ نے ان بدعات کی ہمیشہ تردید فرمائی ہے
ان پر عمل کبھی نہیں فرمایا۔ آخر میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ^{رحمہم اللہ}
نے بھی کبھی تمام عمر میں مروجہ مولود وغیرہ بدعات پر عمل نہیں فرمایا اور رسول میں جن
کلمات سے شرک کی ہوا آتی ہے ان کے اختیار کرنے کا تو وسوسہ بھی ان حضرات
کی طرف کرنا جائز نہیں ہے۔ احققرنے اس فتویٰ کو حرقاً حرقاً غور سے پڑھا ہے علماء دیوبند
کی ترجمانی اس فتوے میں کی گئی ہے۔ اور علمائے اصناف رحمہم اللہ کے قواعد فقہیہ کے بھی یہ
فتویٰ موافق ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم سب کے سعادت پر عمل کرنے اور ثبات سے اعتقاد
کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔ فقط واسد اعلم سید عبدالشکور ترمذی غفرلہ
جامعہ حقایقہ ساہی وال ضلع سرگودھا = ۲۲/۲/۱۴۲۱ھ -

”محفل درود شریف کے متعلق“

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و حاملان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض دوستوں کا خیال ہے کہ صبح اور عشاء کی اذان اور فرضوں کے درمیان مسجد میں ایک طرف چادر بچھا کر گٹھلیوں پر درود شریف اجتماعی شکل میں پڑھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حاملان شرع متین
اس مسئلہ میں کہ بعض دوستوں کا خیال ہے کہ صبح اور عشاء کی اذان
اور فرضوں کے درمیان مسجد میں ایک طرف چادر بچھا کر
گٹھلیوں پر درود شریف اجتماعی شکل میں پڑھ دیا جائے
جنوعات درود شریف نہیں پڑھتے وہ بھی اس طرح پڑھتے تو کیا
اور اجتماعی عبارت کا زیادہ ثواب بھی حاصل ہو جائیگا
مگر ساتھ ہی علماء کرام سے اس اجتماعی شکل کے متعلق استفسار بھی
مطلوب ہے کہ اس طرح کرنے سے خدا تعالیٰ کے خلاف سنت کوئی
بابت تو نہیں بنجائی۔ نیز انفرادی شکل میں پڑھنا
نامیں صورت کے اجتماعی مجموعہ انداز کے ساتھ
پڑھنا تو بہتر ہے۔

ذرا سمجھائیے اب جو نو مجاہدین گواہی دیتی ہیں ان کے ذرا دماغ و دل کی حالت غریبہ کہ غیب
سیرت۔ لیکن کچھ اور کہ۔ ازلی حیرت اور عتبات جو باقی ممکن ہے کسی طرح اس دور میں
نہیں ہے۔ انفرادی شکل میں ہی افضل ہے۔ جب اجتماعی صورت مناسب ہو تو خود بخود تیار
ہو جائیگا۔ یہ یاد دلانے کا حق نہیں ہے۔ اور ہر ایک کو جو بہر صورت بہر اصرار و اجتناب ہر گز نہ کرنا
ہو کہ بدعت نہ بنے۔ یہاں پر شدت نہ ہے بلکہ احتیاط ہے۔

محمد رفیع الرحمن
19 اکتوبر 1977ء

محفل درود شریف اور عورتوں کی تبلیغی جماعت کے متعلق مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ کا اہم فتویٰ

بسم اللہ

(۱) کہا کرتے ہیں علماء دین میں اس مسئلہ کے متعلق
نفسِ جاہلۃ شیعہ درود پاک کی مجلس یا ذکر کی مجلس کیجے عورتوں کو بلانا اور اجنا بھی
ذکرِ جہر یا غیض کے بعد طعام کا بندوبست بڑے قریب کرنا
(۲) عورتوں کا پردے کا پردہ اور ایسا کرنا کہ عورتوں کی زینت میں تبلیغی جماعت کی اجازت نہ لے
اقترازا، الحق غرض چھوٹی ہیں درودِ فیصلہ یاد

الحجۃ بسبب درودِ مصعب دسی

نماز کا درجہ سب سے زیادہ اور سب کو معلوم ہے کہ یہ بدترین گناہات میں سے ایک ہے
میں کہتے ہیں کہ ہر گناہ میں سے بدترین گناہ یہ ہے کہ عورتوں کو بلانا اور اجنا بھی
ذکرِ جہر یا غیض کے بعد طعام کا بندوبست بڑے قریب کرنا
(۲) عورتوں کا پردے کا پردہ اور ایسا کرنا کہ عورتوں کی زینت میں تبلیغی جماعت کی اجازت نہ لے
اقترازا، الحق غرض چھوٹی ہیں درودِ فیصلہ یاد

آیت و قرآن میں جو کچھ بتا رہا ہے اس سے بڑا گناہ نہیں ہے۔ اگرچہ یہ گناہ ہے جس سے ہر جان کی سوائے جبرور
کے عورت کو اجازت نہیں۔ مذکورہ کو نفعنا درست ہے نہ قوم کے ساتھ نہ بغیر قوم کے۔ یہ قوم
کو قید تو سن کر کہہ بغیر قوم کے (روح) ہے۔ سوجھ جاسکتی ہے۔ اور تبلیغی (مذہب) ہے۔ فرض عین
پس ہے۔ جب مرد گھر سے نکلتا ہے تو عورتوں پر یہ نہیں ہے۔ دروازے پر مردوں پر بھی گناہ نہیں۔ اور نطفہ
کے بعد عورتوں پر یہ گناہ ہے۔ یہ ان کا گناہ ہے کہ عورتوں کو بلانا اور اجنا بھی۔ یا بچوں نمازیں عورتوں
پر فرض ان کے لئے تو نطفہ جاسکتی ہے جب عورت پر واجب ہے عورتوں پر نہیں ہے۔ جب فرض نماز
و جماعت میں تو مرد کو گناہ (ان سے بڑا گناہ ہو سکتا ہے) نہیں گناہ اتنے سے خالص نہیں

نفسِ جاہلۃ شیعہ درودِ مصعب دسی

مرد و عورتوں کے

(نفسِ جاہلۃ شیعہ)

محمد علوی مالکی کی کتابیں، جن کے ترجمہ و طباعت کا انتظام بریلویوں نے کیا۔

ملکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کی پُر نور فضاؤں سے اُبھرنے والی ایمان افروز
صدائے حق و انصاف

حبیب خدا کے مقام و منصب اور شامل کے بیان پر -
عظیم ملی خزانہ

صلاح فکر و اعتقاد

تالیف

سید محمد علوی مالکی مکی احسنی

ترجمہ

ایس اختر مصباحی



ذخائر محمدیہ

تصنیف

ڈاکٹر محمد علوی مالکی مکہ المکرمہ

ترجمہ

مفتی محمد خان قادری | ڈاکٹر غلام شبیر قادری

عالمی دعوتِ اسلامیہ
۱۴ غوث الاعظم روڈ لاہور

درِ رسول کی حاضری

ترجمہ

شفاء الفؤاد بزیارۃ خیر العباد

تصنیف

شیخ محمد علوی مالکی
مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ

ترجمہ

مولانا مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور - ۱، میلا دھڑیہ گلشن رحمان ٹھکانہ بازار بیک لاہور

042,35300353...0300.4407048.

جشن عید میلاد النبی

(کے انعقاد کے عقلی و نقلی دلائل)

محمد بن علوی المالکی الحسینی

(استاذ جامعہ ابراہیم مکہ المکرمہ)

دوست محمد شاہ کرسیالوی

(ایم اے عربی و اسلامیات)

روشنی افغان پبلشرز

دربار مارکٹ ۵، بخش روڈ لاہور

Phone No: 092-042-7236056

Email: Rohani_pub@yahoo.com

احمد رضا خان سے محبت کرنا سنی ہونے کی علامت ہے۔ اور ان سے بغض رکھنا اہل بدعت کی نشانی ہے۔

جناب محمد بن علوی مالکی کا قول..... بریلویوں کے رسالہ ماہنامہ ”جہان رضا“ کا عکس

بیاد امام اہل سنت مجدد کتات الخی حضرت لانا شاہ احمد رضا خان قادری بریلوی قدس الغفرین
باقی بحسب تعلیم اہل سنت حکیم محمد مونس امیر سرتی لکھنؤ



بارگاہ رضویت سے عقیدت علامہ سید محمد علوی مالکی کی اپنے علم و فضل کو نورانیت دینے کے لئے بارگاہ رضویت سے اپنا حصہ لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کو اصناف کرام کی شان میں انجست نمائی اور زبان درازی کرنے والوں سے سخت نفرت رکھتے ہیں اور انہیں ان کی غلط حرکتوں سے باز رکھنے کی کوشش بھی فرماتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے علم و فضل کے بڑے مدعا ہیں۔ بیعت غالباً اپنے والد بزرگوار سے ہیں۔ حضور مفتی اعظم علامہ مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ تیسری بار جب حج و زیارت کے لئے تشریف لے گئے وہاں بہت سے علماء و مشائخ کو خلافت اجازت نے نوازا وہیں علامہ سید محمد علوی مالکی کو بھی تمام سلاسل کی اجازت عطا فرمائی۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی سے عقیدت مولانا غلام مصطفیٰ مدرس شرف العلوم (ڈھاکہ) حج و زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں حضرت مولانا مفتی سعد اللہ کی سے ملاقات کی مفتی سعد اللہ کی کے ایماء پر ان کا وفد علامہ سید محمد علوی مالکی سے ملاقات کے لئے گیا دوران ملاقات مولانا غلام مصطفیٰ نے نماہم اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں اتنا سننے ہی علامہ مالکی سروقت اٹھ کھڑے ہوئے اور فرداً فرداً سبھی لوگوں سے مصافحہ اور معاندت فرمائی اور بے حد تعظیم کی شریعت پلایا گیا، قہوہ پیش کیا گیا انہوں نے اپنی پوری توجہ مولانا غلام مصطفیٰ اور ان کے ہمراہیوں کی جانب فرمادی اور ایک ٹھنڈی آہ بھر کر فرمایا ”سیدی علامہ مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی کو ہم ان کی تصنیفات اور تعلیقات کے ذریعے جانتے ہیں۔ وہ اہلسنت کے علامہ تھے۔ ان سے محبت کرنا سنی ہونے کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا اہل بدعت کی نشانی ہے“

جناب حافظ صغیر احمد صاحب کا خط

ہمارے شیخ صاحب سر نبی تھے۔ نبی کریم ﷺ سے براہ راست راہ نمائی لیتے تھے۔ لہذا اب واسطوں سے ملنے والے احکامات کے بجائے ان براہ راست ملنے والے احکامات شرعیہ پر عمل کرنا چاہیے۔

محب یہ بات ہو یا نہ زندگی کے کسی بھی عہد کی آخرت لادش کی باتیں ہوں
 بیان تاکہ غار روزہ جو درگاہ ہے۔ سبکی سبب ہم تک ہزاروں واسطہ کے بعد پہنچی ہیں
 اپنی صحابہ کرام و ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے بیکر ہم تک پہنچنے میں ہزاروں واسطے ہیں۔
 (۱) گذشتہ دکان میں شفقت ماحل سے گذر کر اب جبکہ اللہ کریم جلستہ عالم فرماتے ہوئے ازین بندگان کرم
 اللہ فضل سے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے نظیر و بے نہایت شانہ شفقت اور ان کے
 محبوب بختی و برتری سے حضرت حبیب بنی نرالتہ حرقۃ و اہل اللہ مراتب و رادالہ مراتبکم (۱۴۱۱ھ) سے
 ہر واسطہ کو نوازے گا کہ ہم اس لئے نبی صمد فرمایا ہے بلکہ ان کے عہدوں اور جاگوں سے واسطہ ملے گا کہ
 فرمائے؟ (۲) وعدہ فرمایا ہے۔) کے واسطہ سے واسطہ عطا فرمایا ہے اس پر غور فرمائیے کہ کیسا
 بے مثال واسطہ ہے کہ کائنات میں اپنی مثال آپ ہے۔ اگر یہ بات سمجھ لیں تو زبان کی لہجہ
 اس سوچ کے کہ حضرت کی طرف سے جس شعبہ یا معاملہ میں جو بیانات آتی ہیں وہ کیا
 حضرت ہی کی طرف سے کہی ہیں۔؟ نہیں ہرگز نہیں۔۔۔ بڑے حتمی صاحب سبزی میں لڑے ہیں اپنی
 مطلب ہے کہ حضور پر نور صمد مدینہ فرماتے ہیں بلکہ تشریف لے گئے کہ قلب الہیہ و منور در جو کوہ
 جو کوہ دلہ پر ہے و صاحب سبزی کے قلب مبارک میں مشکیں پھانتا ہے گویا شیخ وہی کو فرماتے

ہیں ہر صبا صبا سے منشا سارکہ ہوتا ہے اندہ انکا منشا سارکہ خالق کل قادر و مقدر
اکبر الہامیں اللہ کریم جلالتہ تعالیٰ منشا ہوتا ہے ۔ اور اب صرف ایک قدم باقی
اب سے پہلے لائے ہمارا عمل کا مدار ہزاروں واسطوں پر مبنی کرنے پر تھا ۔ اور اب صرف ایک قدم باقی
ہیں یعنی اللہ کریم جلالتہ تعالیٰ منشا سارکہ کلوم ایک حد واسطوں سے عطا ہو رہا ہے
پھر کیا وجہ کہ ان ہر عمل کرنے پر طبیعت میں قد مذہب نجس ، جو جو اندہ ناکارہی کے آثار
ظاہر ہوتے ہیں ۔ جب ہم باطن بچے آئے " (انکے حکم پر) پاؤں رکھیں ہمارا ہر ایک
حکم در انکے لئے کر رہے ہیں اندہ جتنے ہیں ہم ہیں خواہ عبادت کسی لائق کے ہو یا معاشرت
کے لائق کے ہوں انکے لئے کر رہے ہوں مگر یہ معمول سے ہٹ کر ہدایات آج جاہلیں تو بے ہمت
فرس و انسانا کے ہر وجہ کیوں ہو ہمارے میں جائے ہمارا ہر لہر حقیر جب دعوت
انکے لئے کرنے کا ہے ہر تو میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں شغل رہنا چاہیے کہ ہدایات آج
ہم عمل کریں سکھ لیں بات یہ کہ ہر نئی ہدایات کے آئے ہیں تاخیر ہر تو تشریف اندہ انہماک سے بھگانی
یہاں ماہیہ اندہ دعا صلوة الحاقہ (انہماک پرنا چاہیے ۔ نئی ہدایات آئے ہر مسو دل و دعا
کے قبول کرنے کے لئے) ۔ فلو یسبح مناد دے صلی اللہ علیہ وسلم

ایک اشتہار، جس میں ”مجلس ذکر“ کے ساتھ ساتھ بیعت کے لیے بھی تدارعی ہے۔
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الشیخ الاسلام

محمد بن حنفیہ

اصلاحی بیان و ذکر و بیعت مجلس

انٹرنیشنل اسلامک اسکالر

پیر طریقت رہبر شریعت متکلم اسلام

خصوصی خطاب

ذکر و بیعت

حضرت مولانا
 قاری محمد ابراہیم
 امام و خطیب مسجد خدیجہ الکبریٰ

حفظہ اللہ تعالیٰ

حضرت
 مولانا استاذ العلماء

محمد الیاس گھمن صاحب

حفظہ اللہ
 مولانا محمد نواز الحذیفی
 امیر عالمی اتحاد اہلسنت والجماعت فیصل آباد

امیر عالمی اتحاد و اہل السنۃ والجماعت

علیہ السلام
 پیر طریقت رہبر شریعت متکلم اسلام
 مولانا عزیز الرحمن ہزاروی

حضرت
 نصیر الدین صاحب
 مولانا پیر عبدالحفیظ مکی

علیہ السلام
 عارف باللہ شیخ العربیہ عالم
 مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب

علیہ السلام
 پیر طریقت اہل السنۃ والجماعت
 مولانا سید امین شاہ صاحب

ہم مقام

جامع مسجد خدیجہ الکبریٰ

مسلم ٹاؤن B، سرگودھا روڈ فیصل آباد

0341-7367596, 0332-0692021

پروگرام

مورخہ 9 دسمبر 2015ء بروز بدھ

بوقت — بعد از نماز مغرب

”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ پرانا ایڈیشن،
جس میں ”اصلاح مفاہیم“ سے متعلقہ ابحاث موجود ہیں۔

آپ کے مسائل

اور

اُن کا حل

→ (جلد دہم)

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

مکتبہ بینات

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

تمام علما کو برا کہنا
یہ الفاظ کلمہ کفر ہیں
مسلوب الاختیار پر کفر کا فتویٰ
قضا اور دیانت میں فرق
کیا شیعہ اسلامی فرقہ ہے؟

امام کے نام کے ساتھ ”علیہ السلام“ لکھنا
شیعہ اثنا عشری کے چھپے نماز
قرآن کریم اور حدیث قدسی
جمعہ اور شب جمعہ کو مرنے والے کے عذاب میں تخفیف
کشف و کرامات حق ہیں
کرامت اولیا حق ہے

حضرت مہدیؑ کے بارے میں چند سوالات
حضرت ابراہیمؑ نے ملائکہ کی مدد کی پیش کش کیوں ٹھکرائی؟
حضرت آدمؑ اور ان کی اولاد کے متعلق سوالات
حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت برحق تھی
علامات قیامت

→ کچھ اصلاح مفاہیم کے بارے میں
سایہ اصلی کا مفہوم
نماز چھوڑنا کا فرائض ہے
بے نمازی کو کامل مسلمان نہیں کہہ سکتے
بے نمازی کے دیگر خیر کے کام
مہجد میں نماز جنازہ

۲۲۶

عظیم۔ میں اپنے شیخ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد ذکیا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ
کے بعد کسی دوسرے سے بیعت و اجازت تو کیا اس نیت سے کسی دوسرے کی طرف
دیکھنا بھی گناہ سمجھتا ہوں۔ جو لوگ میری طرف بیعت منسوب کرتے ہیں، میں ایسے
حضرات کو اللہ سے ڈرتے ہوں اور عناد اللہ مسیوریت کی یاد دلائی کرتا ہوں۔ عرش کروں گا
کہ کل قیامت کے دن اگر اللہ تعالیٰ آپ سے اسے واسطہ آئے کہ بارہ میں پوچھ لیں تو
آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہوگا؟

میں آج بھی علوی مالکی کو بریلوی عقیدہ کا حامل اور مبتدع سمجھتا ہوں۔ میں
نے آج تک اس کی شکل نہیں دیکھی اور نہ ہی دیکھنا چاہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے بدعت و
حرکتی کے فتنے سے پناہ مانگتا ہوں اور خدا تعالیٰ کی دعا کرتا ہوں۔

والسلام

محمد یوسف صاحب مد

۱۹/۸/۲۰

→ کچھ اصلاح مفاہیم کے بارے میں

س..... علوی مالکی نام کے ایک عالم کی کتاب کا اردو ترجمہ ”اصلاح مفاہیم“ آج
کل زیر بحث ہے بعض حضرات اس کتاب کو دیوبندی بریلوی نزاع کے خاتمہ میں محدود
معاوضہ قرار دیتے ہیں تو بعض دوسرے اسے دیوبندی موقف کی تغلیط اور بریلوی
موقف کی تائید اور تقدیر سمجھتے ہیں صحیح صورت حال سے نقاب کشائی فرما کر ہماری
راہ نمائی فرمائی جائے۔

ن۔ ہاں مکہ مکرمہ کے ایک عالم شیخ محمد علوی مالکی کی کتاب ”مفہیم بیجب ان
نصیح“ کافی دنوں سے معرکہ الآراء بنی ہوئی ہے پاکستان میں اس کا ترجمہ
”اصلاح مفاہیم“ کے نام سے شائع کیا گیا اور اب ہمارے حلقوں میں اس پر اچھا
فاسا نزاع برپا ہے، ”انوار مدینہ لاہور“، ”الغیر ملکن“ اور ”حق چار یار پیکوال“ میں اس

”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ موجودہ ایڈیشن، جس سے ”اصلاحِ مفاہیم“ سے متعلقہ اسماٹ خارج کر دی گئیں۔

نام کتاب	: آپ کے مسائل اور ان کا حل
مصنف	: غزٹ مولانا محمد یونس لدھیانوی شہید
قانونی مشیر	: منظور احمد میو راجپوت (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)
طبع اول	: ۱۹۸۹
اضافہ ایڈیشن	: مئی ۲۰۱۱

مکنبہ لدھیانوی

18- سلام کتب ماریٹ پوری ناٹون کراچی
دفتر ختم نبوت پرائیوٹ لٹریچر ایسوسی ایشن

0321-2115502, 0321-2115595, 02134130020

۱۰۶	۷۸	تین طلاق کا حکم	لراستہ اولیاء حق ہے
۱۰۷	۷۹	حرم مصاہرت کے لئے شہوت کی مقدار	حضرت مہدیؑ کے بارے میں چند سوالات
		عورتوں کے لئے سونے چاندی کا استعمال	حضرت ابراہیمؑ نے ملائکہ کی مدد کی پیشکش
۱۰۹	۸۱	جائزہ ہے	کیوں ٹھکرا دی؟
۱۱۲	۸۲	منت ماننا کیوں منع ہے؟	حضرت آدمؑ اور ان کی اولاد کے متعلق سوالات
۱۱۳	۸۳	کعبہ کی نیاز	حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت برحق تھی
۱۱۳	۸۶	کیا نبی کی نیاز اللہ کی نیاز کہلائے گی؟	علامت قیامت
۱۱۳	۸۹	اولیاء اللہ کے مزارات پر نذر	سایہ اصلی کا مفہوم
۱۱۵	۸۹	صرف دل میں خیال آنے سے نذر نہیں ہوتی	نماز چھوڑنا کافر کا فعل ہے

بس امری طرف یہاں توجہ دلانا مقصود ہے، وہ یہ ہے کہ اہل اسلام اور اہل

نصرانیت کا وہ مشترکہ دشمن کون ہے، جس سے یہ دونوں مل کر جنگ کریں گے؟ کیا دنیا کی

موجودہ فضا اسی کا نقشہ تو تیار نہیں کر رہی...؟

”کچھ اصلاحِ مفاہیم کے بارے میں“ ۱۱۵ صفحات

نامی بحدث خارج کر دی گئی ہے۔

آپ کے مسائل اور سوال کا حل

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید

حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید ➔

منظور احمد میوراجپوت (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

1989 :

٦

مئی ۲۰۱۱ء

← اضافہ و تخریج شدہ ایندیشیں

قبروں پر پھول ڈالنا بدعت ہے، ”مسئلہ کی تحقیق“

۴۷۷ → کچھ اصلاح مفایم کے بارے میں

۵۳۳ منت ماننا کیوں منع ہے؟

آپ کے مسائل اور اُن کا حل (جلد اول) [۴۷۷] سنت و بدعت

لیکن اس کے دوصدی بعد کے عوام کی بدعات ہمارے شاہ صاحب کے لئے عین دین بن جاتی ہیں اور بڑے اطمینان کے ساتھ فرماتے ہیں کہ پھول چڑھانے کا مسئلہ تو امام خطابی کے دور سے چلا آتا ہے، اور یہ نہیں سوچنے کے یہ وہی عوام ہیں جن کے جہل عام اور تقیر احکام کی شکوہ سخی ہمارے اعلام واکار کرتے چلے آئے ہیں۔

یہ اس ناکارہ کے مضمون پر شاہ صاحب کی تنقیدات کے چند نمونے قارئین کی خدمت میں پیش کئے گئے ہیں، جن سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ شاہ صاحب اور ان کے ہم ذوق حضرات بدعات کی ترویج و اشاعت کے لئے کسی کیسی تاویلات ایجاد فرماتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ سنت کے نور سے ہمارے دل و دماغ اور ذر و ذر و قلب کو مستور فرمائیں اور بدعات کی ظلمت و نحوست سے اپنی بنیاد میں رکھیں۔

کچھ ”اصلاحِ مفاہیم“ کے بارے میں

سوال: ...علوی مالکی نام کے ایک مکی عالم کی کتاب کا اردو ترجمہ ”اصلاح مفاہیم“ آج کل زیرِ بحث ہے، بعض حضرات اس

آپ کے مسائل اور جواب (جلد اول) ۵۳۳

میں آج بھی علوی مالکی کو بریلوی عقیدہ کا حامل اور متدبر سمجھتا ہوں، میں نے آج تک اس کی شکل نہیں دیکھی، اور نہ ہی دیکھنا چاہتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ سے بدعت دھوئی کے فتنے سے پناہ مانگتا ہوں، اور خاتمہ بالخیر کی دعا کرتا ہوں۔

والسلام

محمد يوسف عفا الله عنه

1219/8/20

منّت ماننا کیوں منع ہے؟

سوال: بعض لوگوں سے سنا ہے کہ نذر کی شریعت میں ممانعت آئی ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ ۲۰۱۳ء کا تخریج شدہ ایڈیشن، جس سے ”اصلاح مفاہیم“ سے متعلقہ ابحاث خارج کر دی گئیں۔

نام کتاب	: آپ کے مسائل اور ان کا حل
مصنف	: حضرت مولانا محمد یونس شہید
قانونی مشیر	: منظور احمد میو راجپوت (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)
طبع اول	: ۱۹۸۹
اضافہ و تخریج شدہ ایڈیشن	: مئی ۲۰۱۳

مسئلے کی تحقیق یعنی قبروں پر پھول ڈالنا بدعت ہے ۳۷۰
 قبروں پر پھول ڈالنا بدعت ہے، ”مسئلہ کی تحقیق“ ۳۷۶
 منت ماننا کیوں منع ہے؟ ۳۸۷

پ کے مسائل اور ان کا حل (جلد اول) ۳۸۷ سنت و بدعت

لیکن اس کے دو صدی بعد کے عوام کی بدعات ہمارے شاہ صاحب کے لئے عین دین بن جاتی ہیں اور بڑے اطمینان کے ساتھ فرماتے ہیں کہ پھول چڑھانے کا سلسلہ تو امام خطابیؒ کے دور سے چلا آتا ہے، اور یہ نہیں سوچتے کہ یہ وہی عوام ہیں جن کے جہل عام اور تغیر احکام کی شکوہ سخی ہمارے اعلیٰ و اکابر کرتے چلے آئے ہیں۔

یہ اس ناکارہ کے مضمون پر شاہ صاحب کی تنقیدات کے چند نمونے قارئین کی خدمت میں پیش کئے گئے ہیں، جن سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ شاہ صاحب اور ان کے ہم ذوق حضرات بدعات کی ترویج و اشاعت کے لئے کسی کیسی تاویلات ایجاد فرماتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ سنت کے نور سے ہمارے دل و دماغ اور روح و قلب کو منور فرمائیں اور بدعات کی ظلمت و نحوست سے اپنی پناہ میں رکھیں۔

منت ماننا کیوں منع ہے؟ ان دو مسائل کے درمیان علوی ماکمل مضامین کا جو ضمیمہ لکھا گیا ہے سوال: بعض لوگوں سے سنا ہے کہ نذر کی شریعت میں ممانعت آئی ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

محمد بن علوی مالکی حنب کے نظریات

محمد بن علوی مالکی صاحب لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کو علم غیب دیا گیا۔ آپ ﷺ کی روح مبارکہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ لوگوں کی ہر قسم حاجات پوری کرنے کی قدرت آپ ﷺ کو حاصل ہے۔ آپ کو صرف بشر کہنا ناجائز ہے۔ اللہ کے خزانے آپ ﷺ مخلوق میں تقسیم کرتے ہیں۔ احمد رضا خان صاحب بریلوی سے محبت سنی ہونے کی علامت ہے۔ اور ان سے بغض بدعتی ہونے کی نشانی ہے۔

جناب علوی مالکی حنب کے حامیان کی رائے

جناب صوفی اقبال صاحب لکھتے ہیں:

پھر انہی وجوہات سے جن کی وجہ سے حضرت شیخ سے بیعت ہوا تھا وہ جب اپنی سمجھ کے مطابق ایک بزرگ (محمد بن علوی مالکی) میں دیکھیں تو ان سے بیعت ہوا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کے بعد وقت کے ایک قطب (یعنی محمد علوی مالکی) نے میری سرپرستی فرمائی اور اجازت دی۔ [داستان عبرت، حصہ اول]
زیر نظر کتاب (اصلاح مفاہیم) اس دور کے عظیم عالم اور بہترین مصنف، عرب و عجم کے مشہور اسلامی مفکر فضیلۃ الأستاذ الكبير المحقق والداعية الإسلامی المحب لله تعالى و لرسوله ﷺ السيد محمد بن علوی المالکی الحسنی خدام العلم و أهله بالحرمین الشریفین دامت برکاتہم کی ایک قابل فخر عربی کتاب مفاہیم يجب أن تصحح کا ترجمہ ہے۔ [اصلاح مفاہیم: ۱۲/۱۱]

مولانا عبدالحفیظ علی صاحب کہتے ہیں کہ:

علوی مالکی نے جو کچھ لکھا ہے، بالکل صحیح لکھا ہے۔ اُسے بریلوی کہہ کر قاضی مظہر نے جھوٹ بولا۔

مولانا انیس احمد صاحب [مترجم: مفاہیم] بن حافظ صفیر احمد صاحب لکھتے ہیں:

”اما بعد: اللہ جل شانہ ع و م نوالہ کا فضل و احسان ہے کہ میرے اکابر، میرے پیرو و مرشد، میرے سردار میرے والد صاحب اور سیدی محسنی و مشفق حضرت اقدس صوفی محمد اقبال صاحب مدنی اور حضرت اقدس مخدومی و کرمی حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی دامت برکاتہم العالیہ کی دعا و توجہ اور بار بار ارشاد فرمانے اور میرے استاذ محترم فضیلۃ الشیخ محدث کبیر عالم نبیل مؤلف کتاب سید محمد بن علوی الحسنی المکی المالکی کے ارشاد کی برکت سے اس کریم و ستار مالک نے مجھ جیسے ایک ابتدائی درجہ کے طالب علم کو اس عظیم اور اہم کتاب ”مفاہیم“ کے ترجمہ کی توفیق مرحمت فرمائی۔

صوفی محمد اقبال صاحب کو محمد علوی مالکی صاحب سے اجازت و خلافت

حضرت مولانا عبدالغفار صاحب [خانقاہ اقبالیہ چشتیہ، کبیر والہ] لکھتے ہیں:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حامداً مصلياً ومسلماً. أما بعد!

اس سلاسل اربعہ کے شجرہ طیبہ کے لکھنے کا مقصد اللہ پاک کی رضا اور اس کے مخلصین مجبین کے ساتھ اظہارِ محبت کے سوا کچھ نہیں۔ اور اس شجرہ مبارکہ کے لکھنے کا دوسرا مقصد مرشدنا حضرت صوفی محمد اقبال مدظلہ کے روحانی سلاسل اربعہ اور ان کی شاخوں کا بیان کرنا ہے۔.....

۸.....مخدوم العلماء مرشدی حضرت اقدس صوفی محمد اقبال مدظلہ سلاسل اربعہ میں قطب الاقطاب حضرت شیخ محمد زکریا مہاجر مدنی کے خلیفہ مجاز ہیں۔ حضرت فقیر محمد پشاور، حضرت علی مرتضیٰ اور سید ابوالحسن ندوی مدظلہ ان حضرات نے حضرت صوفی صاحب کو حضرت شیخ الحدیث ثناء وفات کے بعد اجازت عنایت فرمائی۔ اس کے علاوہ حضرت صوفی صاحب مدظلہ کو سلسلہ شاذلیہ میں مشہور عالم بزرگ حضرت سید محمد علوی مالکی نے اجازت عنایت فرمائی۔ اللہ پاک اپنے فضل سے اور اپنے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ اکابر کے نقش قدم پر چلا اور اسی پر حسن خاتمہ کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین، بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مرتب: محمد عبدالغفار عفی عنہ

جمعة الممارك ٢٩ / ذوالحجہ ١٢١٢ھ

خاتمة
حسنية
قائمة

محکمہ معاش و برکات و مالہ خانیوں

”حقیقی مسلک و مشرب“..... اکابر کی نظر میں!

بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات مدظلہم [خادم خواص و خلیفہ مجاز: شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ]

ان شاء اللہ یہ مجموعہ حقائق سے آگاہی اور علماء دیوبند کے واقعی مسلک کو سمجھنے اور آنے والی نسلوں تک اُن کے مسلکی ذوق کو صحیح صورت میں پہنچانے کے لیے معاون و مفید ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کے مرتب، ناشر اور تمام معاونین کو اپنی بارگاہ سے عظیم الشان اجر عطا فرمائے اور بدعات میں مبتلا لوگوں کے لیے ذریعہ ہدایت بنائے۔ اور ہم سب کو اکابر اہل سنت کے حق مسلک پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

وکیل احناف حضرت مولانا مفتی محمد انور ادا کاڑوی مدظلہم [امیر: اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ]

حدیث پاک میں ہے: ”البرکۃ مع اکابرکم۔“ یعنی برکت تمہارے اکابر کے ساتھ ہے۔ اس لیے اکابر کے نظریات جو جمہور امت کے مزاج سے ملتے ہوں، ان کی حفاظت ضروری ہے۔ تاکہ آنے والی امت کے لیے مشعلِ راہ بنیں۔ انہیں نظریات کی حفاظت کے لیے مولانا عبدالرحیم (چاریاری) صاحب نے اکابر کے مضامین کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ ان کی کوشش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں اور اہل سنت کے لیے ثابت قدمی اور اہل زلیغ کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنائیں۔ (آمین)

شیخ طریقت حضرت مولانا حبیب الرحمن سومر مدظلہم [خلیفہ اجل: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین]

زیر نظر مضامین کا مجموعہ مولانا عبدالرحیم چاریاری زید مجدہ کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو نافع و مقبول اور ذخیرہ آخرت بنائے۔ اور یہ مجموعہ رد بدعات کے اس سلسلے میں آخری کیل ثابت ہو۔

جانشین فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہم [فرزند: حضرت مولانا مفتی عبدالغفور ترمذی]

اب ضرورت تھی کہ مسلک حق کے تحفظ اور احقاق حق و ابطال باطل کے فریضہ کی ادائیگی کے لیے ان تمام مضامین و مقالات کو یکجا شائع کیا جائے، یہ خدمت حق تعالیٰ نے ہمارے مکرم و محترم مولانا عبدالرحیم چاریاری سے لی کہ انہوں نے مختلف عنوانات کے تحت ان مقالات کو جمع کر دیا ہے۔ حق تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے، انہیں جزائے خیر دے اور گم گشتگان راہ ہدایت کے لیے ان کو موجب ہدایت بنائیں۔ آمین۔